بسم اللہ الرحمٰن الرحیم
فیض الباری
علامہ محمد ابو الحسن سیالکوٹی
اردو ترجمہ
فتح الباری
ابن حجر العسقلانی
شرح صحیح بخاری
۱-۲-۳
تصدیر
حافظ محمد اسمٰعیل الخطیب
تقدیم
حافظ محمد اسمٰعیل اسد
مکتبہ اصحاب الحدیث
حافظ پلازہ مچھلی منڈی
نیو اردو بازار لاہور

فیض الباری

علامہ محمد ابوالحسن سیالکوٹی

اردو ترجمہ

فتح الباری

ابن حجر العسقلانی

شرح صحیح بخاری

جلد ۱

تصدیر
حافظ محمد اسماعیل الخطیب

تقدیم
حافظ محمد اسماعیل اسد حافظ آبادی

بحسن اہتمام
عبداللطیف ربانی مدیر

مکتبہ اصحاب الحدیث
حافظ پلازہ مچھلی منڈی
نیو اردو بازار لاہور
042-37321823
0301-4227379

نام کتاب

فیض الباری ترجمہ فتح الباری

جلد اول

مصنف .... علامہ ابوالحسن سیالکوٹی رحمۃ اللہ علیہ

دوسرا ایڈیشن .... اگست 2009ء

ناشر .... مکتبہ اصحاب الحدیث

قیمت کامل سیٹ 10000

کمپوزنگ وڈیزائننگ .... حافظ عبدالوہاب
0321-416-22-60

مکتبہ اصحاب الحدیث

حافظ پلازہ، پہلی منزل دوکان نمبر: 12 مچھلی منڈی اردو بازار لاہور۔
042-7321823, 0301-4227379

بسم اللہ الرحمن الرحیم

عرض ناشر

الحمد للّٰہ و سلام علی عبادہ الذین اصطفٰی، اما بعد!

اللہ تعالیٰ نے اس عالم کو پیدا کیا اور اس کی قدرت کاملہ کے نشانات میں یہ بات ہے کہ اس عریض وبصیر دنیا میں کوئی دو شخص ایک جیسے نہیں اور نہ ہی کوئی ایک دوسرے کا متبادل قرار دیا جاسکتا ہے، اس کی وجہ یہ ہے کہ انسان میں اپنی طرز کی خوبیاں اور صفات ہیں جو دوسرے میں موجود نہیں۔

2002ء میں، میں اور شاعر اسلام مولانا نذیر احمد سبحانی ﷫، وزیر آباد جامعہ مسجد خان صاحب والی میں گئے اور وہاں گوہر نایاب ''فیض الباری اُردو لفظی ترجمہ فتح الباری'' موجود تھی، اللہ تعالیٰ کے فضل وکرم سے جو 1870ء میں پہلی دفعہ چھپ کر منظر عام پر آئی، ہم نے اس کا عکس شائع کیا جو 30 جلدوں پر مشتمل تھی، ہم نے دس جلدوں میں تیار کیا یہ اللہ تعالیٰ کی توفیق اور اصحاب الحدیث کے معاونین کے مالی تعاون سے ہوا، اللہ تعالیٰ مولانا عیش محمد ﷫ کو جزائے خیر دے کہ انھوں نے 350 نسخے خرید کر مختلف مساجد، مدارس، علماء اور منتھی طلباء میں مفت تقسیم کر دیے۔

فیض الباری یہ فتح الباری کا لفظی ترجمہ تھا، اسناد اور اختلاف الفاظ کی مباحث کو چھوڑ دیا گیا ہے اس سے عوام کو کچھ فائدہ نہیں اور یہ ترجمہ عوام کے واسطے کیا گیا تھا اور اس کے علاوہ بعض مقامات پر اور دوسری کتب سے بھی خلاصہ بیان کیا گیا تھا، پرانی لکھائی کی وجہ سے بعض مقامات پر عوام الناس کو پڑھنے میں دقت محسوس ہوتی تھی تو ہم نے یعنی اصحاب الحدیث نے فیصلہ کیا کہ اس کو نئے سرے سے کمپوز کروایا جائے اور بعض مقامات پر پرانی اُردو کے الفاظ کو بدلا جائے، اللہ تعالیٰ کے فضل وکرم سے ہماری ملاقات محترم مولانا حافظ عبدالوھاب ﷫ سے ہوگئی جو ماشاء اللہ عالم دین ہونے کے ساتھ ساتھ کمپوزنگ کے بھی ماہر تھے، انھوں نے بغیر کسی لالچ کے صرف اللہ تعالیٰ کی رضا کی خاطر اتنا بڑا کام اپنے ذمے لے لیا، الحمد للہ پوری فیض الباری کمپوز کر لی، اور اللہ تعالیٰ جزائے خیر دے مولانا ہدایت اللہ صاحب کے بیٹے مولوی عبدالمنان ﷫ اور قاری سرفراز ﷫ (جندراکہ اوکاڑہ والے) کو کہ ان دونوں کی دن رات محنت سے پروف ریڈنگ پایہ تکمیل تک پہنچی، اللہ تعالیٰ ان سب حضرات کو دنیا اور آخرت میں بہترین صلہ عطا فرمائے، آمین۔

ہماری قارئین سے التماس ہے کہ مطالعہ کے دوران آپ کو جہاں بھی کوئی کمی اور اصلاح کی ضرورت محسوس ہو تو ہمیں ضرور اس سے آگاہ فرمائیں تاکہ آئندہ ایڈیشن میں اس کمی کو پورا کیا جائے۔

عبداللطیف ربانی

مدیر مکتبہ اصحاب الحدیث

02/08/2009

بسم اللہ الرحمن الرحیم

تصدیر

صحیح بخاری اور اس کا مؤلف

حدیث کا لفظ قرآنِ مجید میں، خود قرآنِ مجید پر بھی بولا گیا ہے، سورۃ الاعراف آیت ایک سو پچاسی (۱۸۵) میں ہے: ﴿فَبِاَیِّ حَدِیْثٍ بَعْدَهٗ یُؤْمِنُوْنَ﴾ ''سو اس قرآن کے بعد یہ کس بات پر ایمان لائیں گے۔'' بَعْدَهٗ میں ضمیر قرآنِ عزیز ہی کی طرف ہے، قرآنِ عظیم کی سورۃ التحریم آیت نمبر تین (۳) میں ارشاد نبوی کو بھی حدیث کہا گیا ہے: ﴿وَاِذْ اَسَرَّ النَّبِیُّ اِلٰی بَعْضِ اَزْوَاجِهٖ حَدِیْثًا﴾ ''اور اس وقت کو یاد کرو جب نبی اکرم ﷺ نے اپنی کسی بیوی سے ایک بات چپکے سے کہی۔'' حدیث اور سنت علم اصول میں ایک دوسرے کے مرادف ہیں، مسلم الثبوت میں سنت رسول اللہ ﷺ کو قولی، فعلی اور تقریری کہا گیا ہے اور یہی تینوں قسمیں حدیث کی ہیں، قرآن کریم کا اعجاز اس کی فصاحت و بلاغت ہے جب کہ حدیث رسول اللہ ﷺ کا اعجاز اس کی تدوین وحفاظت ہے، حدیث پاک کے تمام ذخائر میں امام المحدثین، سند الفقہاء والمجتہدین، امام ابو عبداللہ محمد بن اسمٰعیل البخاری رحمۃ اللہ علیہ کی الجامع الصحیح جیسا کوئی مستند ذخیرہ نہیں۔ امام ابو عبدالرحمٰن النسائی رحمۃ اللہ علیہ المتوفی ۳۰۳ھ کا قول تاریخ بغداد میں صحیح سند کے ساتھ ہے کہ آپ نے فرمایا: **فما فی هذه الکتب کلها اجود من کتاب محمد بن اسماعیل البخاری** ''تمام کتب حدیث میں محمد بن اسماعیل البخاری رحمۃ اللہ علیہ کی کتاب سے بہتر کوئی کتاب نہیں۔'' حجۃ اللہ البالغہ میں حجۃ الہند امام شاہ ولی اللہ محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: **اما الصحیحان فقد اتفق المحدثون علی ان جمیع ما فیهما من المتصل المرفوع صحیح بالقطع وانهما متواتران الی مصنفیهما وانه کل من یهون امرهما فهو مبتدع متبع غیر سبیل المؤمنین** ''صحیح بخاری اور صحیح مسلم کی تمام متصل اور مرفوع احادیث کی قطعی صحت پر تمام محدثین متفق ہیں، دونوں کتابیں اپنے مصنفین تک تواتر سے پہنچی ہیں، بخاری و مسلم کی توہین کا مرتکب بدعتی ہے جو مسلمانوں کی راہ کے خلاف چلتا ہے۔'' عمدۃ القاری شرح صحیح بخاری ج:۱، ص:۵ میں ہے: **اتفق علماء الشرق والغرب علی انه لیس بعد کتاب اللّٰه تعالی اصح من صحیحی البخاری ومسلم** ''علامہ بدرالدین عینی کہتے ہیں: ''مشرق و مغرب کے تمام علماء کا اتفاق ہے کہ کتاب اللہ کے بعد صحیح بخاری و صحیح مسلم سے زیادہ صحیح کوئی کتاب نہیں۔''

مرقاۃ المفاتیح شرح مشکوٰۃ المصابیح ج:۱، ص:۵۸ میں ملا علی قاری ہروی نے لکھا ہے: **ثم اتفقت العلماء علی تلقی الصحیحین وانهما اصح الکتب المؤلفة** ''تمام علماء متفق ہیں کہ صحیحین کو تلقی بالقبول حاصل ہے یہ دونوں

کتابیں تمام کتابوں میں صحیح ترین ہیں۔ امام حافظ ابونصر السجزی الوائلی رحمۃ اللہ علیہ المتوفی ۴۴۴ھ سے منقول ہے: **أجمع أهل العلم الفقهاء وغيرهم أن رجلا لو حلف بالطلاق أن جميع ما في كتاب البخاري مما روى عن النبي ﷺ قد صح عنه ورسول الله ﷺ قاله لا شك فيه أنه لا يحنث والمرأة بحالها في حبالته** ''اہل علم فقہاء وغیرہم کا اجماع ہے کہ اگر کوئی آدمی طلاق کی قسم کھائے کہ صحیح بخاری میں جو کچھ نبی اکرم ﷺ سے مروی ہے وہ یقیناً صحیح ہے اور وہ رسول اللہ ﷺ نے ویسے ہی فرمایا ہے جیسے صحیح بخاری میں ہے اس میں کوئی شک نہیں تو اس کی قسم نہ تو ٹوٹتی ہے اور عورت اس کے نکاح میں باقی رہتی ہے۔'' علوم الحدیث لابن الصلاح ص: ۳۸، ۳۹، النکت للزرکشی، ص: ۸۰، الجامع الصحیح لأبی عبداللہ البخاری رحمۃ اللہ علیہ کی صحت کی قطعیت پر لکھنے کے لیے دفاتر درکار ہیں۔

اب اس کے مؤلف کے بارے میں کچھ لکھتا ہوں، آپ کا نام محمد بن اسماعیل بن ابراہیم بن المغیرہ ابن بردزبہ ابن بذذبہ ہے، کنیت ابوعبداللہ ہے، البخاری الیمانی الجعفی نسبتیں ہیں، مشہور قول کے مطابق آپ کی ولادت ۱۳ شوال المکرم کو ۱۹۴ھ میں بخارئ میں ہوئی، بچپن میں ہی آپ کے والد وفات پا گئے، چھوٹی عمر میں آپ کی قوت بصارت جاتی رہی تو آپ کی ماں نے خواب میں ابراہیم خلیل اللہ علیہ السلام کو دیکھا، انھوں نے آپ کی ولدہ سے کہا: **یاهذه قد رد الله على ابنك بصره لكثرة بكائك فاصبح وقد رد الله عليه بصره.** تاریخ بغداد (۲/۱۰)، البدایۃ لابن کثیر (۱۱/۲۵)، امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کے شاگردوں میں امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ ہیں، آپ فرماتے ہیں (کتاب العلل للترمذی، ص: ۳۲) **ولم ار احدا بالعراق ولا بخراسان في معنى العلل والتاريخ ومعرفة الأسانيد كبير أحد اعلم من محمد بن اسماعيل** رحمۃ اللہ علیہ ''میں نے علل، تاریخ اور معرفت اسانید میں محمد بن اسماعیل بخاری رحمۃ اللہ علیہ سے بڑا عالم نہ عراق میں دیکھا ہے اور نہ خراسان میں۔'' امام مسلم رحمۃ اللہ علیہ بھی امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کے شاگردوں میں سے ایک ہیں، آپ کا ایک قول صحیح سند کے ساتھ ''الارشاد للخلیلی ۳/۹۶۱'' میں ہے کہ آپ نے امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کے سر کا بوسہ لیا اور فرمایا: **لا يبغضك الا حاسد واشهد أن ليس في الدينا مثلك** ''آپ سے بغض صرف حاسد ہی رکھتا ہے اور میں گواہی دیتا ہوں کہ دنیا میں آپ جیسا کوئی نہیں۔'' معرفۃ علوم الحدیث للحاکم میں صحیح سند کے ساتھ امام محمد بن اسحاق بن خزیمہ النیسابوری رحمۃ اللہ علیہ المتوفی ۳۱۱ھ کا قول ہے: **ما رأيت تحت أديم السماء اعلم بالحديث من محمد بن اسماعيل البخاري** ''میں نے آسمان کے نیچے محمد بن اسماعیل البخاری سے بڑا احدیث کا کوئی عالم نہیں دیکھا۔'' امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے ۱۰۸۰ شیوخ سے علم حدیث سیکھا جن میں سے ۹۴۰ شیوخ سے صحیح بخاری میں روایت کی ہے، برصغیر پاک وہند میں جن علماء نے صحیح بخاری پڑھانے میں نادر مقام حاصل کیا ان میں سے ایک بزرگ سید علامہ زین اہل الاستقامۃ، المحدث المفسر، الفقیہ الکامل، الامام الھمام، شیخ الکل فی الکل السید محمد نذیر حسین جعلہ اللہ تعالیٰ ممن یؤتی اجرہ مرتین الدہلوی الھندی ہیں، آپ کے تلامذہ میں سے ایک

عظیم المرتبت بزرگ علامہ ابوالحسن سیالکوٹی رحمۃ اللہ علیہ ہیں، علامہ ابوالحسن سیالکوٹی رحمۃ اللہ علیہ نے فتح الباری کا لفظی ترجمہ اور عمدۃ القاری، ارشاد الساری وغیرھم شروحات کی تلخیص اردو زبان میں فیض الباری کے نام سے کر کے اردو خوان طبقہ پر احسان عظیم فرمایا، جزاہ اللہ تعالیٰ عنا وعن سائر المسلمین احسن الجزاء ہمارے ایک نہایت مخلص دوست حضرت علامہ عبداللطیف ربانی بن شمس الحق حفظہ اللہ نے پہلے فیض الباری کا عکسی نسخہ شائع کیا جو بحمد اللہ تعالیٰ ہاتھوں ہاتھ بک گیا اور لوگوں کا اصرار بڑھا کہ اس کتاب کی خوبصورت کمپوزنگ کر کے اور تصحیح اغلاط کر کے اس کو دوبارہ شائع کیا جائے، علامہ عبداللطیف ربانی حفظہ اللہ نے اللہ کی دی ہوئی توفیق وہمت سے اس کام کی ٹھان لی اور آپ کی خدمت میں دیدۂ زیب نسخہ پیش خدمت ہے۔ اللہ تعالیٰ کتاب کے مؤلف، امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ، ہندوستان میں محدثین کے استاذ السید نذیر حسین دہلوی رحمۃ اللہ علیہ، علامہ ابوالحسن سیالکوٹی رحمۃ اللہ علیہ اور علامہ عبداللطیف ربانی حفظہ اللہ سب کو دارین کی سعادت بخشے، آمین۔

حافظ محمد اسماعیل الخطیب

25/07/2009

بسم اللہ الرحمن الرحیم

برصغیر میں صحیح بخاری شریف اور اس کی جلیل الشان شرح فتح الباری کا مکمل اولین اُردو ترجمہ

مکتبہ اصحاب الحدیث کی عظیم اور منفرد پیشکش

○ مکمل کمپیوٹرائز ○ قدیم اُردو کی جگہ سہل اور سلیس اُردو ○ ظاہری خوبیوں اور معنوی حسن وزیبائش کا اعلیٰ معیار ○ تیس پاروں کی تیس جلدوں کو دس ضخیم جلدوں میں پیش کر رہے ہیں۔

اس کتاب مقدس کے بارے میں کچھ ذکر کرنے سے پہلے حدیث اور علم حدیث کے بارہ میں کچھ ضروری گزارشات پیش خدمت ہیں، اور نفوس قدسیہ محدثین کی بے لوث خدمتِ حدیث اور مؤرخین کی اکثر دنیوی مطلب براری پر طائرانہ نظر:

الحمد للّٰہ وحدہ والصلٰوۃ والسلام علی من لا نبی بعدہٗ وبعد!

ہر علم کے حصول سے پیشتر اس کی تعریف، موضوع اور اس کی غرض وغایت کا جاننا ضروری ہے۔

علم حدیث کا موضوع:

ھو ذاتُ رسول اللّٰہ ﷺ من حیث أنہ رسول اللّٰہ ﷺ .

''اللہ جل وعلا کا پیغمبر ہونے کی حیثیت سے حضرت محمد اکرم ﷺ کی ذاتِ اقدس علم حدیث کا موضوع ہے۔''

فائدہ: یعنی ہمیشہ کے لیے کائنات بشریہ کے لیے خیر وبرکت رشد وبھلائی اور فلاح وکامرانی کا تمام تر راہوں میں کامل ومکمل راہنمائی کا سلسلہ صرف اور صرف ذاتِ اقدس محمد رسول اللہ ﷺ سے وابستہ ہے، آپ کے اس منصبِ جلیلہ میں کسی کی کوئی شراکت نہیں۔

علم حدیث کی تعریف:

ھو علم یعرف بہ اقوالُ رسول اللّٰہ ﷺ وأفعالہ واحوالہ.

''علم حدیث وہ معزز اور اشرف علم ہے جس سے رسول اللہ ﷺ کے اقوال وافعال اور حالاتِ زندگی پہچانے جاتے ہیں۔''

حاصل کلام:

یعنی یہی وہ اشرف وباعظمت علم ہے جو جوامع الکلم کی معرفت کا خزانہ اور علوم وحکمت کا سرچشمہ ہے، اور شریعت وطریقت کا مدار (**وھو ملاك كل نهي وامر**) اور ہر قسم کے اوامر ونواہی کی مرکزی کلید ہے۔

علم حدیث کی غرض وغایت:

ھو الفوز بسعادۃ الدارین.

''اس علم کی غرض وغایت سعادت دارین کا حصول ہے۔''

توضیح:

چنانچہ یہ امر مبنی برحقیقت ہے کہ بلاشبہ یہ دارین میں فلاح وفوز اور حیات طیبہ ابدیہ کی ضمانت ہے۔

⊙ ....حدیث پیغمبر ﷺ کو تقدیم حاصل ہے: ''انها لمثل القرآن بل هی اکثر'' کے بمصداق قرآن پاک کی تفہیم وتشریح اور کتاب مقدس کا بیان ہونے کی بنا پر حدیث پیغمبر ﷺ کو اولیت حاصل ہے اور رسول اللہ ﷺ کا یہ ارشاد کہ ''مجھ پر قرآن پاک کی یہ سورت یا یہ آیت نازل ہوئی ہے۔'' یہ آپ کی حدیث ہے، جسے اولاً مانے بغیر قرآنِ پاک کا وجود اور اس کا اتہ پتہ کہیں نظر نہیں آتا تو اس لحاظ سے بھی حدیث شریف کو تقدم حاصل ہے۔

⊙ ....اور یہ مسلمات میں سے ہے کہ قرآن وسنت کا منبع وسرچشمہ وحی الٰہی ہے، یہ ضابطہ حیات مکمل طور پر منزل من اللہ ہے اور مخلوق میں سے کسی بھی ادنیٰ واعلیٰ کی رائے کو اس میں کوئی دخل نہیں۔

ایک ضروری وضاحت:

اللہ رب العزت کے فرمان: ﴿اِنَّا نَحْنُ نَزَّلْنَا الذِّكْرَ وَاِنَّا لَهٗ لَحَافِظُوْنَ﴾ کے بمصداق جن ذرائع سے قرآنِ عزیز بحفاظت ہم تک پہنچا ہے حدیث پیغمبر ﷺ کے لیے بھی وہی ذرائع ہیں، اس دین قیم کی حفاظت کی عظیم ذمہ داری ایک جلیل القدر قوم کو تفویض ہوئی۔

⊙ ....اس سعادت کا تسلسل سعادت مندوں کے وجود سے قائم ہے، بمن اللہ تعالیٰ۔

حضرات صحابہ کرام رضی اللہ عنہم پھر تابعین رحمہم اللہ، ائمہ دین اور ان کے بعد آج تک اللہ جل وعلا نے ایسے نفوس قدسیہ کا انتخاب فرمایا جن کی مخلصانہ اور بے مثال مساعی نے احسن الحدیث قرآنِ پاک کے تحفظ کے ساتھ حدیث پیغمبر ﷺ کے نوارنی چہرہ سے ہر قسم کے داغ دھبہ کو دور رکھا، اور وہ پاک باز گروہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے دور سے ہی اصحاب الحدیث کے نام سے موسوم ہوئے۔

محدث اور مؤرخ میں فرق

⊙ ....محدث محض رضائے الٰہی کا طالب ہوتا ہے: ان ائمہ حدیث نے غایت درجہ محنت وجانفشانی اور عرق ریزی سے متون اسناد کی چھان بین اور تحقیق وتنقید سے حدیث پیغمبر ﷺ کے رخ زیبا کو ہمیشہ کے لیے آفتاب نصف النہار سے بڑھ کر اجاگر کیا، حصول جاہ اور دنیوی اغراض ومقاصد اور مفادات سے قطع نظر ان خدام الحدیث نے بے لوث خدمت حدیث کا فریضہ انجام دیا، جب کہ قرآنِ حکیم کی عملی تصویر حضرت محمد ﷺ کی حیات طیبہ کے ایک ایک گوشہ اور آپ ﷺ کی سیرت پاک کی مکمل (HISTORY) ہسٹری کو بحفاظت کائنات تک پہنچا دیا۔

مؤرخ کا کردار:

جب کہ عموماً مؤرخین کا گروہ ان اوصاف حمیدہ سے عاری ہوتا ہے، ان اسیران ہوس کی زندگی پر کئی طرح کے اغراض اور پھرنا خدا اثر انداز ہوتے ہیں، الا ما شاء اللّٰہ.

⦿.......... بدیں وجہ تاریخ کی اسنادی حیثیت اور اس کی ثقاہت امر تشکیک سے خالی نہیں، اور پھر تاریخی اوراق میں رطب ویابس اور جھوٹے مواد کا پایا جانا ثابت شدہ امر ہے۔

⦿.......... جب کہ ائمہ حدیث، خدام القرآن والسنہ کا قلم اس ناپاک اور نامسعود امر سے شناسائی نہیں رکھتا، بلکہ حق وصداقت کی تحسین یا تثبیت وتوثیق اور ہر طرح کی غلطی اور کذب وافتراء کی نشان دہی اور تضعیف وتکذیب ان کا فرض منصبی ہے۔

ولنعم ما قیل: ؎

علیك بأصحاب الحدیث فإنهم خیار عباد الله فی كل محفل

ولله الحمد وصلى الله على حبیبه خیر الخلق محمد وآله وصحبه وبارك وسلم.

حافظ محمد اسماعیل الاسد بن ابراهیم

حافظ آبادی

18/07/2009

اُردو ترجمہ جامع صحیح بخاری شریف مع ترجمہ مکمل فتح الباری

مکتبہ اصحاب الحدیث اُردو بازار لاہور کی عظیم الشان، تاریخی، زندہ جاوید اور منفرد پیشکش

(ارباب علم ودانش اور منتہی طلبہ کے لیے نادر تحفہ)

اصح الکتب بعد کتاب اللہ جامع صحیح بخاری شریف کے تراجم اور شروحات حیطہ شمار سے بالا ہیں، تاہم برصغیر میں استاذ العرب والعجم شیخ الکل امام الفقہاء والمحدثین مولانا علامہ سید محمد نذیر حسین شاہ محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ کے اولین شاگر حافظ الحدیث مولانا ابوالحسن سیالکوٹی رحمۃ اللہ علیہ کا اسم گرامی اس خدمت عالیہ میں سرفہرست ہے کہ جامع صحیح بخاری شریف کے ترجمہ کے ساتھ پوری عربی ترجمہ فتح الباری کو مکمل اُردو سانچہ میں ڈھالنا مولانا موصوف کا زندہ جاوید کارنامہ ہے، جس کا نام فیض الباری شرح بخاری رکھا۔

- .... اس وقت کے تاجر جناب فقیر اللہ صاحب، محلہ سادھواں لاہور کی بہت بڑی سرمایہ کاری اوران کے خصوصی توجہ دلانے پر بفضل اللہ تعالیٰ یہ عظیم سعادت مولانا موصوف کے حصہ میں آئی۔
- .... 1303ء میں مولانا ابوالحسن سیالکوٹی رحمۃ اللہ علیہ موصوف نے حصول مأخذ کی کمی کے باوجود بخاری شریف کے پہلے دس پاروں پر کام مکمل کیا، جو بہت مقبول ہوا۔
- .... محترم جناب تاجر موصوف کے جہد مسلسل سے کافی حد تک مأخذ ومواد میسر آ گیا، اور جناب فقیر اللہ صاحب کے پیہم اصرار سے علامہ موصوف سیالکوٹی نے میں ترجمہ وتشریح کا وسیع بنیاد پراز سرنو کام شروع کر دیا اور پہلے سے کئی گنا بڑھ کر نسخہ وجود میں آیا، یہ علم وآ گہی کا بہت بڑا ذخیرہ تیس جلدوں میں طبع ہو کر غائت درجہ مقبول ومتداول ہوا۔
- .... اور خصوصی کاوش یہ کہ اس زمانے کی اُردو زبان کو دورِ جدید میں مستعمل سلیس اردو سے ہم آہنگ کرنے میں بڑی توجہ دی گئی ہے، اوران تیس جلدوں کو دس دیدہ زیب جلدوں میں پیش کیا جا رہا ہے۔
- .... جب کہ مقتضائے حال کے مطابق کتاب مکمل طور پر کمپیوٹرائز، جدید ترین اندازِ طباعت اور کتاب کے شایانِ شان حُسن وزیبائش کا اعلیٰ معیار، اس تاریخی پیشکش کی خصوصیات ہیں۔
- .... معنی اور روحانی امتیاز یہ کہ احادیث کے اس صحیح ترین مجموعہ میں امیر المؤمنین فی الحدیث امام الفقہاء والمحدثین امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کے محدثانہ اور فقیہانہ نکات کو نہایت آسان کر دیا گیا ہے۔

بایں ہمہ......... امام الجرح والتعدیل حافظ ابن حجر عسقلانی رحمۃ اللہ علیہ کی تشریحات کا ایسا صحیح اور بااعتماد ترجمہ جو افراط وتفریط سے یکسر مبرّا ہے، جو حقیقی طور پر حدیث پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کی صحیح روح اور اصلی صورت کی کشافی کرتا ہے۔

- .... اس پر مستزاد یہ کہ حافظ ابن حجر عسقلانی رحمۃ اللہ علیہ بخاری شریف کی احادیث پر وارد تمام اعتراضات کے دندان

شکن مدلل ومبرھن اور سکت جوابات دے چکے ہیں، تاہم آج کل انہی اعتراضات کی صدائے بازگشت تعصب کی پیداوار ہے یا پھر اس کی اساس کورانہ اندازفکر اور جہالت ہے۔

⊙............حق یہی ہے کہ حضرت حافظ صاحب، موصوف عسقلانی رحمہ اللہ کے برھان بدوش قلم نے احادیث وسنن خیر الوریٰ ﷺ کی حمایت کا پورا پورا حق ادا کر دیا ہے۔

چنانچہ ترجمہ جامع صحیح بخاری اور تشریحات پوری فتح الباری جیسے اہم اور عظیم مشن کے لیے اللہ تعالیٰ نے ایک عظیم اور باوصف درویش عالم دین مولانا عبداللطیف ربانی حفظہ اللہ کا انتخاب فرمایا، جنہوں نے اپنی بے بضاعتی اور کم مائیگی کے باوجود کمال شوق سے اس اصح الکتب اور اشرف الکلام کی طباعت اور نشر واشاعت کا بیڑہ اٹھایا۔

صاحب مکتبہ اصحاب الحدیث، اردو بازار لاہور، مولانا موصوف کے حسن ذوق اور مسلکی محبت کی منہ بولتی تصویر ہے بلکہ ان کے بخت ونصیب کی معراج ہے کہ سید الکونین اشرف الانبیاء خاتم النّبیین ﷺ کے فرامین اور ارشاداتِ عالمیہ بایں انداز پیش کرنے کی سعادت حاصل کر رہے ہیں کہ طارمِ اعلیٰ کے ماہ وانجم اور سیارگانِ نور کی شعائیں بھی ان کے ساتھ ہیچ ہیں۔ اللہ پاک شرف قبولیت بخشے اور ذخیرہ آخرت بنائے اور ہر قاری کے لیے موجب ہدایت اور ذریعہ نجات بنائے، آمین۔

حافظ محمد اسماعیل الاسد بن ابراهیم

حافظ آبادی

18/07/2009

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ اَكْمَلَ الْحَمْدِ عَلٰى كُلِّ حَالٍ وَالصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ الْاَتَمَّانِ عَلٰى سَيِّدِ الْمُرْسَلِيْنَ كُلَّمَا ذَكَرَهُ الذَّاكِرُوْنَ وَكُلَّمَا غَفَلَ عَنْ ذِكْرِهِ الْغَافِلُوْنَ اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى مُحَمَّدٍ وَّاٰلِهٖ وَسَآئِرِ النَّبِيِّيْنَ وَاٰلِ كُلٍّ وَّسَآئِرِ الصَّالِحِيْنَ نِهَايَةَ مَايَنْبَغِيْ اَنْ يَّسْئَلَهُ السَّآئِلُوْنَ.

بسم اللہ الرحمن الرحیم

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِیْ اَرْسَلَ النَّبِیَّ بِالْهُدٰی وَقَالَ مَنْ اَطَاعَ الرَّسُوْلَ فَقَدْ اَطَاعَ اللّٰهَ وَالصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ عَلٰی رَسُوْلِهِ الَّذِیْ قَالَ فِیْ شَانِهٖ مَايَنْطِقُ عَنِ الْهَوٰی اِنْ هُوَ اِلَّا وَحْیٌ يُّوْحٰی وَعَلٰی اٰلِهٖ وَاَصْحَابِهِ الَّذِيْنَ هُمْ سُبُلُ السَّلَامِ وَنُجُوْمُ الْهُدٰی.

بعد حمد وصلوۃ عرض کرتا ہے خادم اہل اللہ عائذ باللہ فقیر اللہ غفر اللہ ذنوبہ وستر عیوبہ وعفی اللہ عنہ وعن والدیہ وعن اُستاذہ واحبابہ اجمعین کہ علم حدیث اشرف العلوم ہے اس واسطے کہ اشرف الناس کا کلام ہے بقول آنکہ کلام الملوک ملوک الکلام اور سب علوم دینی اس کے محتاج ہیں علم تفسیر بدونِ حدیث کے معتبر نہیں اور علم عقائد، علم فقہ، علمِ سلوک، علمِ تاریخ بغیر اس کے قابلِ اعتبار نہیں ۔ اصل اصول علم دینیہ کا یہی علم شریف ہے ۔ کما قال اللہوری رحمۃ اللہ علیہ:

کیا تجھ سے کہوں حدیث کیا ہے ۔ دُر دانۂ دُرج مصطفیٰ ہے
صوفی عالم حکیم دینی ۔ کرتے رہے اس کی خوشہ چینی
بایا کے یہاں سے کون لایا ۔ جس نے پایا یہیں سے پایا
یہ شاہ رہ محمدی ہے ۔ گنجینۂ راز احمدی ہے
مشعل افروز راہ سنت ۔ برہم زن بیخ وشاخ بدعت
ہوتے ہوئے مصطفیٰ کی گفتار ۔ مت دیکھ کسی کا قول وکردار
جب اصل ملے تو نقل کیا ہے ۔ یاں وہم وخطا کا دخل کیا ہے
اب زیادہ تو مجھ سے کرنہ کل کل ۔ خورشید کے آگے کیا ہے مشعل
بالفرض فلاں تھا مردِ کامل ۔ اس نے تھا کیا کہاں سے حاصل
وہ بھی اسی دَر کا اک گدا تھا ۔ گو غوث وامام ومقتدا تھا

ملفوظ بہت ہیں تو نے دیکھے — ملفوظِ محمدیؐ کو اب لے

ناحق تجھے اور کچھ ہوس ہے — قرآن وحدیث تجھ کو بس ہے

حق ہو گا حدیث خواں سے خرم — اور شاد رسول فخرِ عالم

تھا علمِ حدیث سخت مشکل — اور ہند کے لوگ اس سے غافل

چاہا کہ رہیں نہ یہ بھی محروم — ہوا ترجمہ اس سبب سے مرقوم

مقبول ہو یہ کتاب یارب — مشتاق ہوں اس کے اہلِ دیں سب

لہٰذا عاجز نے چاہا کہ کتاب جامع محمد بن اسمٰعیل بخاری رحمۃ اللہ علیہ جو اصح الکتب بعد کتاب اللہ بالاتفاق ہے ترجمہ اردو زبان میں معہ شرح کیا جائے تا مفید عام وفیض تام الی یوم القیام باقی رہے اور باعث غفران عصیان اس ہیچمیدان کا محشر کے میدان میں ہو۔ آمین اللّٰھم آمین ثم آمین ۔ چنانچہ مولانا مولوی محمد ابوالحسن تلمیذ باتمیز فخر المفسرین سند المحدثین مقبول دارین مولانا سید محمد نذیر حسین دہلوی مدظلہ وعم فیضہ کو ۱۳۰۳ ہجری میں اس کام پر آمادہ کیا اور زرِ کثیر دے کر ترجمہ وشرح کرایا اور پارہ پارہ علیحدہ ۳۰ پارہ تیار ہوا دس پارہ چھپ چکے باقی زیرِ طبع ہیں۔ پارہ اول جو بہ سبب بہم نہ ہونے شروح بخاری کے مولانا موصوف نے صرف ۸ جزو پر بنایا اور باہتمام راقم اسی قدر چھپا۔ مگر اس امر کا قلق عاجز کے دل پر رہا تھا بحمد اللہ کہ اب از سر نو ۱۳۱۳ ہجری میں ترمیم ہوا پہلے نسخہ سے اب تخمیناً سہ چند بڑھایا گیا اور کتب ذیل سے مضامین ایزاد کئے گئے:

① فتح الباری شرح صحیح بخاری ② ارشاد الساری شرح صحیح بخاری ③ کواکب الدراری شرح صحیح بخاری
④ تیسیر القاری شرح صحیح بخاری ⑤ منح الباری شرح صحیح بخاری ⑥ تعلیق حاشیہ سندھی مطبوعہ مصر
⑦ نیل الاوطار للشوکانی ⑧ توشیح حاشیہ بخاری للسیوطی ⑨ عمدۃ القاری لبدر الدین عینی

چونکہ فن اصطلاح حدیث میں سے اقسامِ حدیث کا معلوم کرنا ضروریات سے ہے لہٰذا مختصراً یہ رسالہ لکھا گیا۔

❀......❀......❀
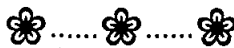
در بیان اقسامِ حدیث از تالیفات خادم اہل اللہ فقیر اللہ عفا اللہ عنہ وعن والدیہ مہتمم کتاب ہذا

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ وَحْدَهٗ وَالصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ عَلٰى مَنْ لَّا نَبِيَّ بَعْدَهٗ وَعَلٰى اٰلِهٖ وَاَصْحَابِهِ الَّذِيْنَ حَفِظُوْا عَهْدَهٗ۔

بعد حمد وصلوٰۃ کے مخفی نہ رہے کہ ہندوستان میں دن بدن اس علم شریف کا چرچا ہو رہا ہے اور علمائے ربانی نے جن کی شان میں اَهْلُ الْحَدِيْثِ اَهْلُ رَسُوْلِ اللّٰهِ آیا ہے عمدہ عمدہ کتابوں کا ترجمہ کر کے اُس کو آسان کر دیا تا کہ عامہ خلائق سعادت ابدی سے مشرف ہوں لیکن کوئی رسالہ علیحدہ فن اصطلاح حدیث کا اردو زبان میں نظر سے نہیں گزرا اس واسطے بندۂ ناچیز خیر خواہ خلق اللہ فقیر اللہ عفا اللہ عنہ وعن والدیہ واستاذہ نے چند کتب معتبرہ سے نقل کر کے یہ مختصر رسالہ جو چند اصطلاحاتِ حدیث پر مشتمل ہے تالیف کیا حق تعالیٰ اپنے کرم سے اس کو قبول فرمائے اور اہلِ اسلام کو اس سے فائدہ تام پہنچائے اور بھول چوک کو معاف فرمائے۔ آمین یارب العٰلمین۔

علمِ حدیث کی تعریف:

کواکب الدراری شرح صحیح بخاری میں کرمانی نے لکھا ہے کہ علمِ حدیث وہ علم ہے کہ پہچانا جائے ساتھ اس کے قول اور فعل اور حال آنحضرت ﷺ کا اور موضوع اس کا ذات کامل الصفات آنحضرت ﷺ ہے اور واضع صحابہ رسول اللہ ﷺ ہیں جو درپے ہوئے ضبط قول وفعل وتقریر رسول اللہ ﷺ کے (کواکب الدراری) اور غایت اس کا فائز ہونا سعادت دارین کو ہے۔

فصل اصطلاحاتِ حدیث میں:

حدیث اس کو کہتے ہیں جو پیغمبر خدا ﷺ نے زبان مبارک سے فرمایا یا خود کیا یا حضرت ﷺ کے سامنے ہوا اور حضرت ﷺ نے درست رکھا سو جو زبان مبارک سے فرمایا اس کو حدیث قولی کہتے ہیں اور جو کیا اس کو حدیث فعلی کہتے ہیں اور جو حضرت ﷺ کے سامنے ہوا اس کو حدیث تقریری کہتے ہیں پس جو حدیث حضرت ﷺ تک منتہی ہو اُس کو مرفوع کہتے ہیں مشہور یہ ہے اور جو صحابہ تک ہو اُس کو موقوف کہتے ہیں اور جو تابعین تک منتہی ہو اس کو مقطوع کہتے ہیں۔ مشہور یہ ہے کہ موقوف اور مقطوع کو اثر اور مرفوع کو متصل بھی کہتے ہیں اور حدیث دو قسم کی ہے متواتر اور آحاد متواتر وہ ہے جس کو ہر زمانے میں اس کثرت سے لوگوں نے روایت کیا ہو کہ عقل ان کے جھوٹ بولنے کو محال جانے اور اس پر خواص وعوام کو یقین کامل ہوتا ہے۔ آحاد وہ ہے جس کی روایت میں یہ کثرت نہ ہو، سو آحاد میں بعض روایت تو مقبول ہے اور اس پر عمل واجب ہے بشرطیکہ راوی کی دیانت وراستی معلوم ہو نہیں تو مردود ہے اور اس کو

ضعیف بھی کہتے ہیں اور آحاد کی تین قسمیں ہیں مشہور، عزیز، غریب۔ مشہور وہ ہے جس کو ہر زمانے میں تین یا زیادہ راویوں نے روایت کیا ہو عزیز وہ ہے جس کو ہر زمانے میں دو راویوں سے کم نے نہ روایت کیا ہو۔ غریب وہ ہے جس کی روایت کسی زمانہ میں ایک ہی راوی سے ہو۔ فائدہ سومقبول الآحاد کی دو قسمیں ہیں صحیح اور حسن۔ صحیح وہ ہے جس کو دیندار، پرہیز گار، خوب یاد رکھنے والے لوگوں نے ہر زمانہ میں برابر روایت کیا ہو اور سند راوی سے لے کر آنحضرت ﷺ تک متصل ہو نہ اس میں کوئی عیب چھپا ہو اور نہ معتبر لوگوں کے مخالف ہو سو صحیح حدیث کی سات قسمیں ہیں: اول عمدہ قسم متفق علیہ جو صحیحین میں ہے، دوم جو صرف بخاری میں ہو، سوم جو صرف صحیح مسلم میں ہو، چہارم جو بخاری اور مسلم کی شرط پر اور ان کے طور پر ہو، پنجم وہ جو صرف بخاری کے طور پر ہو، ششم وہ جو فقط مسلم کے طور پر ہو، ہفتم وہ جو بخاری اور مسلم کے سوا اور اہلِ حدیث نے اس کو صحیح جانا ہو۔

شرط بخاری اور مسلم سے یہ مراد ہے کہ یہ دونوں شخص حدیث کو روایت نہ کرتے تھے جب تک استاد کی مصاحبت نہ کرتے اور ثقہ ہونا استاد کا مصاحبت سے حاصل کرتے برخلاف اوروں کے کہ سماع ثقہ ہونا راوی کا جانتے ہیں۔ شرط کی دوسری قسم یہ ہے کہ بخاری روایت نہیں کرتا جب تک راوی کا ملنا مروی عنہ سے ثابت نہ ہو اگرچہ ہر ایک آپس میں ہمعصر ہوں اور مسلم کو فقط ہمعصر ہونا کافی ہے۔ حسن اُس حدیث کو کہتے ہیں جو صحیح حدیث کی طرح ہو لیکن اُس کے راویوں کا حفظ اور یاد صحیح راویوں کے برابر نہیں ہر چند مقبول اور واجب العمل دونوں ہیں لیکن صحیح حسن سے نہایت مقدم اور افضل ہے۔

فائدہ: مردود قسم آحاد کی جو لائق حجت کے نہیں سو ضعیف ہے۔ ضعیف وہ حدیث ہے کہ صحیح اور حسن کے مخالف ہو خواہ اس کا کوئی راوی درمیان سے ساقط ہو یا مطعون ہو سو اگر ابتداء سند سے راوی ساقط ہو اس کو معلق کہتے ہیں اگر انتہا سے ساقط ہو یعنی صحابی مذکور نہ ہو تو اس کو مرسل کہتے ہیں اور اگر دو راوی برابر ساقط ہو گئے ہوں اس کو معضل کہتے ہیں نہیں تو منقطع۔ منقطع وہ ہے کہ تبع تابعی صحابی سے روایت کرے اور تابعی کو چھوڑ دے اور طعنہ راوی کا یہ ہے کہ وہ جھوٹا ہو تو اس کی حدیث کو موضوع کہتے ہیں یا اس پر جھوٹ کی تہمت لگی ہو تو اس کو متروک کہتے ہیں اور اگر راوی غلطی بہت کرتا ہو یا غافل ہو یا کثیر الوہم ہو اور روایت کرے مخالف اس شخص کے کہ ضعف کمتر ہو تو اس کی حدیث کو منکر کہتے ہیں اور اس کے مقابل میں معروف ہے اور دونوں کے راوی ضعیف ہیں۔ مضطرب وہ ہے جس میں راویوں نے کچھ اختلاف کیا ہو سند میں یا متن میں۔ معلل وہ ہے جو ظاہر میں تو عیوب سے پاک معلوم ہو لیکن باطن میں سبب طعن پائے جاتے ہوں۔ مدرج وہ حدیث ہے جس میں راویوں نے کچھ اپنا کلام بھی شامل کر دیا ہو۔ مسند وہ حدیث ہے جس کے راویوں کا نام مذکور ہو۔ مُعَنْعَنْ وہ حدیث ہے جس کی روایت عن کے لفظ سے ہو جیسے عن فلان عن فلان۔ شاذ وہ ہے کہ راوی ایک شخص ثقہ مخالف بہت سے ثقوں کے بیان کرے اس میں راجح کو محفوظ کہتے ہیں اور

مرجوح کو شاذ۔ لیکن راوی دونوں کے قوی ہوتے ہیں۔ هٰكذا وجدت في كتب اصطلاح الحديث ۔ فقیر اللہ عفا اللہ عنہ وعن والدیہ واستاذہ واحبابہ اجمعین ۔

علاوہ اس کے اصطلاحات حدیث اور بھی بہت ہیں مگر اس مختصر میں گنجائش نہیں شائقین وطالبین فن کے لیے بالفعل اسی قدر کافی ہے زیادہ تر تحقیق زبدۃ المحدثین نواب سید محمد صدیق حسن خاں صاحب کی کتاب "منهج الوصول الى اصطلاح احاديث الرسول" اور کتاب "صحيح النظر شرح الشرح نخبة الفكر" فارسی تصنیف مولوی محمد حسین ہزاروی محدث میں موجود ہے۔ یہ بھی یاد رکھنا چاہیے کہ ہم نے تو اقسامِ حدیث بیان کر دیے اور صحیح اور حسن اور ضعیف وغیرہ کی تعریف بھی لکھ دی مگر ان کا پہچاننا محدثین پر موقوف ہے ہر ایک کا کام نہیں بدون ان کے بتلائے ہر شخص نہیں جان سکتا وہ اس فن شریف کے صراف ہیں کھرے اور کھوٹے کو خوب پہچانتے ہیں اللہ تعالیٰ اپنے فضل وکرم سے ان کے خادموں کے زمرہ میں اٹھائے تو اس کی رحمت سے بعید نہیں۔ وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ وَصَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلٰى خَيْرِ خَلْقِهٖ مُحَمَّدٍ وَّاٰلِهٖ وَاَصْحَابِهٖ اَجْمَعِيْنَ.
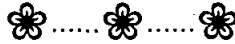
مختصر احوال محمد بن اسمٰعیل بخاری رحمۃ اللہ علیہ

از خادم اہل اللہ فقیر اللہ عفا اللہ عنہ مہتمم کتاب ہذا

مناقب وفضائل امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کے جناب معلے القاب فخر المفسرین سند المحدثین صاحب الادب والتمیز مولانا شاہ عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ نے کتاب بستان المحدثین میں اور شیخ عبدالحق دہلوی رحمۃ اللہ علیہ نے مقدمۃ اشعۃ اللمعات ترجمہ فارسی مشکوٰۃ میں اور امیر المومنین ناصر دین سید المرسلین مقبول ذوالمنن نواب والا جاہ سید محمد صدیق رحمۃ اللہ علیہ نے کتاب لاجواب اتحاف النبلا ورسالہ حطہ فی احوال صحاح ستہ وغیرہ میں مفصل درج فرمایا ہے اس جگہ گنجائش نہیں مگر تیمناً کسی قدر لکھا جاتا ہے۔

نام ونسب امام بخاری کا ابوعبداللہ محمد بن اسمٰعیل بن ابراہیم بن المغیرہ ہے ۱۹۴ھ ہجری میں پیدا ہوئے دس برس کی عمر سے بخارا میں حدیث یاد کرنا شروع کیا سولہ برس کی عمر میں عبداللہ بن مبارک اور وکیع کے تصانیف یاد کیے پھر حج کے واسطے گئے اور عرب میں علم تحصیل کرنے لگے اٹھارہ برس کی عمر میں فضائل اصحاب تابعین میں تصنیف شروع کی آخر اس سب مجموعے کے مدینے میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر مبارک کے پاس تاریخ بخاری بنائی حامد بن اسمٰعیل محدث سے روایت ہے کہ امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے پندرہ ہزار حدیث مجھ کو یاد سنائی جن سے میں نے اپنی لکھی ہوئی حدیثوں کو صحیح کیا۔

سبب تالیف صحیح بخاری کا یہ ہے کہ ایک روز اسحاق بن راہویہ کی مجلس میں ذکر ہوا کہ اگر کوئی خالص صحیح حدیثوں کو جمع کرتا اور لوگ بلا تردد ان پر عمل کرتے تو نہایت مفید ہوتا۔ بخاری کے دل میں یہ بات اثر کر گئی چھ لاکھ حدیثیں ان کے پاس تھیں ان کا انتخاب شروع کیا جس حدیث کی صحت کمال مرتبے میں ثابت تھی اس کو لکھا اور باقی کو ترک کیا ہر حدیث کی تحریر کے لیے غسل کرتے اور دوگانہ ادا کرتے اور دعا استخارہ فرماتے کہ الٰہی! مجھ سے خطا نہ ہو اسی طرح سولہ برس کی محنت سے مدینہ طیبہ مسجد نبوی میں منبر اور قبر شریف کے درمیان صحیح بخاری تمام ہوئی سب حدیثیں صحیح بخاری کی سات ہزار دو سو پچھتر ہیں بعد حذف مکرر چار ہزار ہیں ایسی مقبول ہوئی کہ ان کی زندگی میں نوے ہزار آدمی نے بلاواسطہ ان سے سند حاصل کی فرماتے تھے قیامت کے دن مجھ سے غیبت کا سوال نہ ہوگا اس سے ان کا تقوٰی خیال کیا جائے۔ جب بخارا میں آئے تو حاکم بخارا کو اپنا دشمن بنانا قبول کیا مگر تذلل علم حدیث روا نہ رکھا۔ ایسا ہی نیشا پور میں ہوا پھر سمرقند گئے اور زندگی سے تنگ آکر دعا کی اور موضع خرتنگ میں جو سمرقند سے دو فرسنگ ہے ۲۵۶ھ ہجری میں وفات پائی رحمۃ اللہ علیہ۔ ۱۹۴ھ صدق تاریخ تولد نور ۲۵۶ھ تاریخ وفات ہے۔ بعد دفن کے قبر شریف سے مشک اذخر کی خوشبو آتی تھی جس کو زائر تبرکاً لے جاتے تھے۔ عبدالواحد طراوسی نے جو ولی کامل تھے۔ خواب میں

دیکھا کہ پیغمبر خدا ﷺ معہ چند اصحاب کے منتظر کھڑے ہیں بعد سلام کے عرض کیا آپ کس کے انتظار میں ہیں فرمایا۔ انتظر محمد بن اسمعیل یعنی میں محمد بن اسمٰعیل کے آنے کا منتظر ہوں پھر تحقیق ہوئی تو اسی وقت بخاری کا انتقال ہوا تھا۔ اور بہت سے بزرگوں نے خواب میں دیکھا کہ حضرت ﷺ نے صحیح بخاری کو اپنی طرف نسبت کیا ازاں جملہ محمد بن مروزی نے درمیان رکن ومقام کے پیغمبر خدا ﷺ کو خواب میں دیکھا کہ فرماتے ہیں اے ابو زید! کب تک شافعی کی کتاب کا درس دے گا ہماری کتاب تو کیوں نہیں پڑھتا، عرض کیا فداك ابی وامی یارسول اللّٰہ! آپ کی کتاب کون سی ہے؟ آپ نے فرمایا جامع محمد بن اسمٰعیل بخاری امام الحرمین نے بھی ایسا ہی خواب دیکھا شدت اور خوف اور سختی مرض اور قحط وغیرہ مصائب میں صحیح بخاری کا ختم تریاق مجرب ہے چنانچہ حرمین شریفین میں اب تک معمول مروج ہے میر جمال الدین محدث اپنے استاد سے نقل کرتے ہیں کہ ایک سو پانچ دفعہ تجربہ میں ختم صحیح بخاری کا واسطے رفع مہمات وحل مشکلات کے آیا ہر دفعہ قاضی الحاجات مقصود ولی برلایا جس گھر میں یا جس کشتی میں صحیح بخاری ہوگی اس کو محافظ حقیقی حرق وغرق سے اپنی حفاظت میں رکھے گا۔ امام نووی رحمۃ اللہ علیہ نے منہاج میں کہا ہے کہ علماء کا اتفاق ہے اس پر کہ اصح کتب بعد کتاب اللّٰہ صحیحین ہیں اور بخاری صحیحین میں اصح اور اول ہے کہ امام مسلم خود معترف ہیں۔ فقط فقیر اللہ عفا اللہ عنہ۔
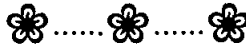
تاریخ تولد ووفات سند المفسرین امام المحدثین عارف باللہ آیۃ من آیات اللہ شمس الشریعت بدر الطریقت بحر الحقیقت شمع معرفت مقبول رب الجلیل محمد بن اسمٰعیل بخاری علیہ رحمۃ اللہ الباری

آن محمد کہ ابن اسمٰعیل   بود بے شک خلیل رب جلیل   راہ نہائے رہ خدا طلبی
محو ذات نبی وآل نبی   جامع اُو صحیح چو فرقان است   اصح الکتب بعد قرآن است
در علوم نبی امام ہمہ   در رہِ شرع مقتدیٰ ہمہ   در احادیث مثل او دیگر
نہ شدہ درجہاں بفضل وہنر   ماہ شوال بود شانزدہم   کہ طلوعش نمود چوں انجم
چونکہ صدیق بود توقیر   سالِ مولود صدق گفت فقیر   لیلۃ الفطر جمعہ دررمضان
رفت سوئے جنان قطب زمان   چونکہ اونور بود سرتاپا   نور اللہ قبرہ وثراہ
سال ترحیل آں ستودہ صفات   زاں سبب نورگشت بی کم وکاست   شصت وسہ سال عمر زیبا لیش
ہمچو عمر نبی وخلفائیش[1]   مرقدِ آن سعید ابن سعید   ازسمرقند دوفرسخ است بعید

التماس احقر الناس خادم اہل اللہ فقیر اللہ غفر اللہ ذنوبہٗ وستر عیوبہٗ فی الدارین

شکر کہ ترمیم ہوئی یہ کتاب   علم احادیث کی لبّ لباب   خاص عنایات اللہ سے یہ کام
پایا سر انجام بصد اہتمام   گر نہ عنایات ہوساتھ   رازعرب ہندکوکب آئے ہاتھ
ذرّہ کجا اور کجا آفتاب   چشمۂ حیوان سے کہے کیا سراب   من زکجا ایں پروبال ازکجا
ترجمہ ہم شرح کمال ازکجا   این ہمہ الطاف الٰہی شمول   گشت بریں بندہ طفیل رسول
سعی اس عاجز پہ نظر کیجئے   اور مترجم کو دعا دیجیے   ٹھیک یہ مضمون ہے ابیات کا
خوش ہواللہ اُس سے کہ جس نے کہا
جو کہ مطالب تھے براموج فلک   ترجمہ سے آئے اتر ارض تک   یعنی کہ اردو کو پہن کر قبا
شاہدِ تازی ہوا جلوہ نما   گنج خفی دست بدست آگیا   خوب ہوا راز نہاں برملا
دوستو اب اس کا ادا حق کرو   خلق کو سمجھاؤ خود اس کو پڑھو   اس کو نہ جزداں میں رکھ دیجیو
ہاں کہیں ایسا نہ ستم کیجیو   پیرو سُنت کا ہی رہیو بجان   دل میں نہ بدعات کو دیجیو مکان
اب بھی تو بدعت میں رہاگر پھسا   مونہہ تو محمدؐ کو دکھائے گا کیا   نورکو لے نار کی مت کر ہوس
عاقل دیندار کو نکتہ ہے بس   یارب ان اوراق کو مقبول کر   ہند کواس فیض سے کر بہرہ ور
ساعی افسردہ کو پُر درد کر   الفت دنیا سے اسے سرد کر   تیری ہی دھن روح کو ہر دم رہے
تیرے ہی غم عشق میں خرم رہے   یارب اس عاجز کی دعا کر قبول   خاتمہ بالخیر بحق رسول[2]

[1] عمر شریف رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم وعمر ابوبکر صدیق وعمر فاروق وعلی مرتضٰی رضی اللہ عنہم اجمعین شصت وسہ سال بود۔ [2] ناشر کو اس سے اتفاق نہیں۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم

لاکھ لاکھ حمد اور شکر اُس ذات پاک غفور رحیم کو جس نے ہم کو انسان بنایا اور توحید کی راہ پر چلایا اور شرک کی آفت سے بچایا اور جناب سید المرسلین رحمۃ للعالمین کی امت سے اٹھایا اور کروڑ کروڑ سلام اور درود اس کے رسول مقبول محمد رسول اللہ ﷺ پر جس نے ہم کو سچا دین بتایا اور صراطِ مستقیم دکھایا اور ان کی آل اور اصحاب پر جنہوں نے کمال جانفشانی سے عالم میں دین پھیلایا اور توحید کی تلوار سے مشرکین اور بت پرستوں کا سر اڑایا اور رحمت خدا کی تمام محدثین اور امامانِ دین پر جنہوں نے کمال جانفشانی سے دنیا میں علم پھیلایا اور اللہ سے اجر عظیم پایا۔

امابعد! حمد وصلوٰۃ کے محمد ابوالحسن سیالکوٹی غفر اللہ لہ ووالدیہ واحسن الیھما والیہ کہتا ہے کہ قبل اس کے یہ پارہ اول بہ سبب نایابی شروح بخاری کے صرف ۸ جزو پر عاجز نے ختم کر کے تاجر اہل اللہ شیخ فقیر اللہ صاحب کے سپرد کر دیا انہوں نے زرِ کثیر صرف کر کے یہ پارہ ہائے دے کر بنظر خیر خواہی شائقین علم حدیث چھاپ کر پھیلایا مگر شیخ صاحب موصوف جو خود بھی اس فن شریف کے ماہر ہیں اس امر کے شاکی رہے کہ ترجمہ پارہ اول کا کما حقہ پورا پورا نہ ہوا اور عاجز کو دوبارہ آمادہ کیا اور شروح سبعہ جن کے نام خود شیخ صاحب موصوف نے دیباچہ کتاب میں درج فرمائے ہیں مہیا کر دیے پس راقم کمر بستہ اس کارِ خیر کے واسطے ہوا اور بصد جانفشانی مضامین مفیدہ اور فوائد کثیرہ ان شروح سبعہ سے اس پارۂ اول میں ایزاد کر کے پہلے سے سہ چند بڑھایا اور شیخ صاحب سلمہ ربہ کا ملاحظہ کرایا جب ان کی تسکین ہوئی تو حق التصنیف جو کچھ میں نے چاہا ان سے پایا اللہ تعالیٰ ان کا اور ہمارا اور جمیع اہلِ اسلام کا خاتمہ بالایمان کرے اور جرم وخطا معاف فرمائے اور شفاعت سید المرسلین شفیع المذنبین احمد مجتبیٰ محمد مصطفیٰ صلوٰت اللہ وسلامہ علیہ وعلیٰ آلہ واصحابہ نصیب کرے۔

اب ترجمہ شروع کرتا ہوں ساتھ نام اللہ تبارک وتعالیٰ کے:

قَالَ الْإِمَامُ الْبُخَارِيُّ رَحْمَةُ اللّٰهِ عَلَيْهِ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ بَابُ كَيْفَ كَانَ بَدْءُ الْوَحْيِ اِلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَقَوْلِ اللّٰهِ عَزَّوَجَلَّ ﴿اِنَّآ اَوْحَيْنَآ اِلَيْكَ كَمَآ اَوْحَيْنَآ اِلٰى نُوْحٍ وَّالنَّبِيِّيْنَ مِنْ بَعْدِهٖ﴾.

باب ہے اس بیان میں کہ حضرت ﷺ کی طرف پہلے پہل وحی آنی کس طرح شروع ہوئی؟ اور اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے: یقیناً ہم نے آپ کی طرف وحی فرمائی جس طرح کہ وحی کی ہم نے نوح علیہ السلام اور اس کے بعد انبیاء علیہم السلام کی طرف۔

فائدہ: اس باب میں ابتدا وحی اور قرآن کے اترنے کا بیان ہے اور یہ کہ شروع وحی کس جہت اور کس طریق سے واقع ہوئی اور وحی کو آنحضرت ﷺ کی طرف کون لایا اور وحی کئی طور سے واقع ہوئی وحی کہتے ہیں کلام کو اللہ کی جو نبیوں پر اترتی ہے اور وہ نبیوں کے حق میں تین قسم پر ہے اول تو اللہ کے کلام کو اپنے کان سے سننا ہے جیسے کہ موسیٰ علیہ السلام نے کوہ طور پر اللہ کے کلام کو سنا۔ دوسرا پیغام بھیجنا ہے فرشتہ کے واسطے سے۔ تیسرا دل پر ڈال دینا جیسے کہ قول حضرت ﷺ کا ہے۔ اِنَّ رُوْحَ الْقُدُسِ نَفَثَ فِيْ رَوْعِيْ ''یعنی روح قدس نے پھونکا میرے دل میں'' اور جو غیر نبیوں کے حق میں وحی کا بھیجنا وارد ہوا ہے تو اس کا معنی الہام کا ہے جیسے وحی کی اللہ تعالیٰ نے طرف نحل کی یعنی الہام کیا اور حضرت ﷺ پر سات طرح سے وحی آتی تھی۔ اول خواب میں دوم مثل گھنٹے کی سوم آپ کے دل میں کلام کو پھونک دیا جاتا تھا چہارم فرشتہ آدمی کی شکل ہو کر آتا تھا پنجم جبرائیل علیہ السلام کو اپنی اصلی شکل پر دیکھتے تھے واسطے اس کے چھ سو پر ہے اور موتی اور یاقوت اس کے پروں سے جھڑ رہے ہیں ششم اللہ ان سے حجاب کے پیچھے بات کرتا تھا جیسے کہ معراج کی رات میں ہوا ہفتم وحی اسرافیل علیہ السلام کی کہ اول تین برس حضرت ﷺ کے ساتھ رہی پھر جبرائیل کو ان کے سپرد کیا واللہ اعلم اور مصنف نے اس کتاب کو ساتھ باب بدء الوحی کے اس واسطے شروع کیا کہ اس میں اول شان رسالت اور ابتداء بعثت اور شروع حال وحی کا ذکر ہے جس پر رسالت موقوف ہے اور آیت مذکورہ کو اس باب میں واسطے تبرک کے ذکر کیا ہے اور اس واسطے کہ اس کو ترجمۃ الباب کے ساتھ فی الجملہ مناسبت ہے بوجہ شامل ہونے اس کے کے اوپر ذکر وحی کے۔

فائدہ: اعتراض کیا گیا ہے بخاری پر اس واسطے کہ نہیں شروع کیا اس نے کتاب کو ساتھ خطبے کے کہ خبر دے اس کی مقصود شروع کیا گیا ساتھ حمد اور شہادت کے واسطے عمل کرنے کے ساتھ اس حدیث کے کہ ہر امر ذی شان کہ نہ شروع کیا جائے اس کو ساتھ حمد اللہ کے تو وہ ناتمام ہے اور اس حدیث کے کہ جس خطبے میں شہادت نہ ہو وہ مانند ہاتھ بیکار کی ہے روایت کیا ہے ان دونوں حدیثوں کو ابوداؤد نے ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے اور جواب پہلے اعتراض سے یہ ہے کہ خطبے میں کسی سیاق معین کا ہونا ضرور نہیں کہ اس کے سواء اور کوئی سیاق درست نہ ہو بلکہ غرض اس سے شروع کرنا ہے ساتھ اس چیز کے کہ دلالت کرے مقصود پر اور البتہ شروع کیا ہے بخاری نے کتاب کو ساتھ ترجمہ بدء الوحی کے ساتھ حدیث نیت کے جو دلالت کرتی ہے اس کے مقصود پر جو شامل ہے اس پر کہ عمل دائر ہے ساتھ نیت کے پس گویا کہ اس نے کہا کہ میرا مقصود یہ ہے کہ جمع کروں وحی سنت کو جو سیکھا گیا ہے اس پیغمبر سے جو ساری خلقت سے بہتر ہے اس وجہ پر کہ ظاہر ہو اس میں حسن عمل میرا برے قصد سے اور ہر مرد کے واسطے وہی ہے جو اس نے نیت کی سو کفایت کی اس نے ساتھ اشارے کے تصریح سے اور کتاب کے اکثر ترجموں میں وہ ایسی راہ چلا جیسا کہ آئندہ اس سے ظاہر ہوگا اور دوسرے اعتراض سے یہ جواب ہے کہ یہ دونوں حدیثیں اس کی شرط پر نہیں بلکہ دونوں سے ہر ایک میں کلام ہے ہم

نے مانا کہ وہ حجت پکڑنے کے لائق ہیں لیکن ان میں یہ نہیں کہ یہ متعین ہے ساتھ نطق اور کتابت دونوں کے سو شاید اس نے کتاب کے شروع کرنے کے وقت حمد اور شہادت زبان سے کہہ لی ہو اور اس کو لکھا نہ ہو واسطے اقتصار کرنے کے بسم اللہ پر اس واسطے کہ جو قدر کہ تینوں امروں کو جمع کرے وہ اللہ کا ذکر ہے اور تحقیق حاصل ہو چکا ہے ساتھ بسم اللہ کے اور تائید کرتا ہے اس کی یہ امر کہ سب قرآن سے پہلے پہل آیت ﴿اِقْرَأْ بِاسْمِ رَبِّكَ﴾ اتری پس طریق پیروی کا ساتھ اس کے یہ ہے کہ بسم اللہ کے ساتھ شروع کیا جائے اور صرف اسی پر اقتصار کیا جائے خاص کر اور حکایت اس کی جملہ اس چیز سے ہے جس کو شامل ہے یہ باب بلکہ وہی ہے مقصود بالذات اس کی حدیثوں میں اور نیز تائید کرتا ہے اس کی لکھنا حضرت ﷺ کا طرف بادشاہوں کی اور لکھنا آپ کا قضایا اور معاملات میں کہ آپ نے ان کو بسم اللہ سے شروع کیا حمد وغیرہ کے ساتھ شروع نہ کیا جیسا کہ آئندہ آئے گا ابوسفیان کی حدیث میں ہرقل کے قصے میں اس باب میں اور جیسا کہ صلح حدیبیہ کے قصے میں آئے گا اور سوائے اس کے حدیثوں سے اور یہ مشعر ہے ساتھ اس کے کہ حمد اور شہادت کی حاجت تو صرف خطبوں میں ہے رسائل وثیقوں میں اس کی حاجت نہیں پس گویا کہ بخاری نے جب اپنی کتاب کو خطبے کے ساتھ شروع نہ کیا تو جاری کیا اس کو جگہ مراسلوں کی طرف اہل علم کی تا کہ اس سے فائدہ اٹھائیں ساتھ پڑھنے اور پڑھانے کے اور بعض شارحین اس کے اور بھی کئی طرح سے جواب دیتے ہیں لیکن ان سب میں نظر ہے ایک ان میں سے یہ ہے کہ معارض ہوا نزدیک اس کے ابتدا کرنا ساتھ بسملہ کے اور حمدلہ کے پس اگر حمدلہ سے شروع کرتا تو عادت کا خلاف کرتا اور اگر بسملہ کے ساتھ شروع کرتا تو نہ ہوتا شروع کرنے والا ہوتا ساتھ حمدلہ کے پس اکتفا کیا ساتھ بسملہ کے اور تعاقب کیا گیا ہے ساتھ اس کے کہ اگر دونوں کو جمع کرتا تو البتہ ہوتا شروع کرنے والا ساتھ حمدلہ کے بہ نسبت اس چیز کے کہ بسم اللہ کے بعد ہے اور یہی نکتہ ہے بیچ حذف کرنے عاطف کے پس ہوگا اولیٰ واسطے موافقت قرآن مجید کے پس تحقیق اصحاب نے شروع کیا امام کبیر یعنی قرآن مجید کی کتابت کو ساتھ بسم اللہ اور حمدلہ کے اور اس کو پڑھا اور تابع ہوئے ان کے تمام لوگ جنھوں نے قرآن کو لکھا بعد ان کے سب زمانوں میں وہ لوگ جو کہتے ہیں کہ بسم اللہ آیت ہے سورۂ فاتحہ کی ابتدا سے اور جو نہیں کہتے اور تحقیق قرار پایا ہے عمل مصنفین اماموں کا اوپر شروع کرنے کتابوں علم کے ساتھ بسم اللہ کے اور اسی طرح اکثر رسائل اور اختلاف کیا ہے پہلے علماؤں نے اس چیز میں جب کہ ہو کل کتاب شعروں کی شعبی نے کہا کہ اس کی ابتدا میں بسم اللہ لکھنا منع ہے اور زہری سے روایت ہے کہ جاری ہوئی ہے سنت کہ شعروں کے ابتداء میں بسم اللہ نہ لکھی جائے اور سعید بن جبیر سے روایت ہے کہ جائز ہے لکھنا بسم اللہ کا اس کی ابتدا میں اور یہی قول ہے جمہور کا اور خطیب نے کہا کہ یہی ہے مختار اور وحی کے معنی لغت میں چپکی خبر دینے کے ہیں اور نیز وحی کے معنی کتابت اور مکتوب اور بعث اور الہام اور امر اور ایماء اور اشارہ کے بھی ہیں اور بعض کہتے ہیں کہ اس کی اصل تفہیم ہے یعنی سمجھانا اور شرع میں وحی کے معنی شرع کی خبر دینے

اور بتلانے کے ہیں اور کبھی وحی سے مراد اسم مفعول ہوتا ہے یعنی جو چیز کہ وحی کے ذریعہ سے بھیجی گئی اور وہ اللہ کا کلام ہے جو حضرت ﷺ پر اتارا گیا اور مراد امام بخاری کی باب بدء الوحی سے حال بیان کرنا وحی کا ہے ساتھ ہر اس چیز کے کہ متعلق ہے ساتھ شان اس کی کے خواہ اس کو کسی قسم کا تعلق ہو پس شامل ہوگا بیان کیفیت وحی کو اور بیان شروع کیفیت وحی کے کو اور نہ لازم آئے گا اس پر یہ اعتراض کہ اس میں صرف وحی کے کیفیت کا بیان ہے کیفیت ابتداء وحی کا بیان نہیں۔ (فتح الباری) اور اللہ نے فرمایا کہ تحقیق ہم نے وحی بھیجی تیری طرف جیسے وحی بھیجی نوح کو اور نبیوں کو اس کے پیچھے۔

فائدہ: اور مناسبت اس آیت کی واسطے ترجمہ کے ظاہر ہے کہ ہمارے پیغمبر کی وحی کی کیفیت اگلے پیغمبروں کی وحی کی صفت کے موافق ہے اور اس جہت سے کہ پہلے پہل شروع وحی کی سب پیغمبروں کو سچی خوابوں سے ہوئی جیسے کہ ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ پہلے پہل پیغمبروں کو سچی خوابیں آنی شروع ہوتی ہیں یہاں تک کہ مستعد ہوتے ہیں دل ان کے پھر اسکے بعد جاگتے ان کی طرف وحی اترتی ہے اور بعض کہتے ہیں کہ آیت میں پہلے پہل نوح علیہ السلام کو ذکر کیا اس واسطے کہ وہ پہلا نبی ہے جو رسول کیا گیا یا پہلا پیغمبر ہے جس کی قوم کو عذاب ہوا پس نہ وارد ہوگا اعتراض کہ آدم علیہ السلام اول ہیں سب پیغمبروں کے مطلق اور اس کا مفصل بیان شفاعت کی حدیث میں آئے گا۔ (فتح)

١ - حَدَّثَنَا الْحُمَيْدِيُّ قَالَ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ قَالَ حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ سَعِيْدِ الْاَنْصَارِيُّ قَالَ اَخْبَرَنِي مُحَمَّدُ بْنُ اِبْرَاهِيْمَ التَّيْمِيُّ اَنَّهُ سَمِعَ عَلْقَمَةَ بْنَ وَقَّاصٍ اللَّيْثِيَّ يَقُوْلُ سَمِعْتُ عُمَرَ بْنَ الْخَطَّابِ رَضِيَ اللّٰهُ عَلَى الْمِنْبَرِ يَقُوْلُ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ اِنَّمَا الْاَعْمَالُ بِالنِّيَّاتِ وَاِنَّمَا لِامْرِئٍ مَّا نَوٰى فَمَنْ كَانَتْ هِجْرَتُهُ اِلٰى دُنْيَا يُصِيْبُهَا اَوْ اِلٰى امْرَءَةٍ يَّنْكِحُهَا فَهِجْرَتُهُ اِلٰى مَاهَاجَرَ اِلَيْهِ.

۱۔ حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ کہا اس نے منبر پر کہ سنا میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے تھے سوائے اس کے نہیں کہ سب کاموں کا اعتبار ساتھ نیتوں کے ہے اور سوائے اس کے نہیں کہ ہر ایک مرد کے واسطے وہی چیز ہے جو اس نے نیت کی یعنی کوئی عمل بدون نیت کے ٹھیک اور ثواب کے لائق نہیں ہے پس جس کی ہجرت دنیا کے واسطے ہوئی کہ اس کو پائے یا کسی عورت کے واسطے ہوئی کہ اُسے نکاح کرے تو اس کی ہجرت اس کی طرف ہوئی جس کے واسطے اس نے ہجرت کی یعنی دنیا اور عورت۔

فائدہ: بعض روایات میں یوں آیا ہے کہ ایک شخص نے ایک عورت کے واسطے (جس کا نام ام قیس تھا) مدینے کی طرف ہجرت کی لوگوں نے یہ حال حضرت ﷺ سے کہا تب حضرت ﷺ نے یہ حدیث فرمائی یعنی ایسی نیت کا کچھ ثواب نہیں کہ نیت خالص نہیں نیت ارادہ اور قصد دلی کا نام ہے زبان سے کہنے کی کچھ حاجت نہیں اگر مثلاً نماز کی نیت

دل میں کی زبان سے نہ نکلی یا زبان سے خلاف اس کے نکلے تو کچھ مضائقہ نہیں نماز میں زبان سے پکار کر نیت کرنا ہر گز درست نہیں اور اہلِ حدیث کا مذہب بھی یہی ہے کہ زبان سے نہ کہے اس واسطے کہ حضرت ﷺ سے ثابت نہیں۔ اسی طرح سے علم اور درویشی اور ہر قسم کی عبادت کو قیاس کرنا چاہیے۔ اگر محض اللہ کے واسطے تو سبحان اللہ اور نہیں تو اس کو قالب بے روح سمجھا جائے اور جب کہ نیت پر مدار ٹھہرا تو نیک نیتی سے مباحات میں بھی ثواب ہوتا ہے جیسے کہ کھانا اس نیت سے کھائے کہ عبادت کی قوت حاصل ہو اور کپڑا پہننا تا کہ نماز درست اور بیوی سے صحبت کرنا تا کہ نیک اولاد پیدا ہو اور حرام کاری سے بچے غرض کہ یہ حدیث اخلاص عمل اور درستی نیت میں اصل ہے اور بدنیت اور ریا کاری کی بیخ کن ہے اسی واسطے محدثین کا معمول ہے کہ حدیث کی کتابوں کے اول میں اسی حدیث کو لکھتے ہیں تا کہ حدیث کے پڑھنے والے سرے ہی سے اپنی نیت کو درست کریں اور اللہ ہی کے واسطے علمِ حدیث پڑھیں دنیا کا کسی طرح کا لگاؤ اور خیال نہ رکھیں امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ سے روایت ہے کہ اس حدیث کو دین میں ستر جگہ دخل ہے مراد اس سے کثرت ہے یعنی ہر جگہ اس کا دخل ہے عبادات میں معاملات میں اور عادات میں اور سب علمائے حدیث اس حدیث کی صحت پر متفق ہیں بعض اس کو متواتر کہتے ہیں واللہ اعلم۔ اور مناسبت اس حدیث کی ترجمۃ الباب کے ساتھ اس طور سے ہے کہ آنحضرت ﷺ ہجرت کر کے مدینے میں تشریف لے گئے تو اس وقت آپ نے اس حدیث کے ساتھ خطبہ پڑھا اور وہ ابتدا رسالت اور بعثت کا تھا اور یہی مراد ہے باب بدء الوحی سے اور اعتراض کیا گیا ہے بخاری پر ساتھ اس کے کہ حدیث اعمال کو ترجمہ بدء الوحی سے بالکل کچھ تعلق نہیں اسی واسطے خطابی وغیرہ نے اس کو ترجمہ سے پہلے روایت کیا ہے اس اعتقاد سے کہ بخاری اس کو صرف تبرک کے واسطے لایا ہے اور ابن رشید نے کہا کہ نہیں قصد کیا بخاری نے ساتھ لانے اس کے کہ سوائے بیان اپنی نیک نیت کے اس کتاب میں اور لوگوں نے اس کی مناسبت کے بیان کرنے میں تکلف کیا ہے۔ سو جو کسی کی رائے میں آیا اس نے کہا اور حکایت کی مہلب نے کہ جب حضرت ﷺ ہجرت کر کے مدینے میں تشریف لائے تو اس وقت آپ نے اس حدیث کے ساتھ خطبہ پڑھا تو اس واسطے مناسب ہوا لانا اس کا ابتدا وحی میں اس واسطے کہ جو احوال کہ ہجرت سے پہلے تھے وہ اس کے واسطے مقدمے کی طرح تھے۔ اس واسطے کہ ہجرت کے ساتھ شروع ہوا اذن مشرکین کے جہاد میں اور اس کے بعد فتح اور نصرت ہوئی اور یہ وجہ خوب ہے لیکن میں نے کہیں یہ منقول نہیں دیکھا کہ حضرت ﷺ نے اول ہجرت میں اس کے ساتھ خطبہ پڑھا اور ابن بطال نے ابوعبداللہ سے نقل کیا ہے کہ تبویب آیت اور حدیث دونوں کے ساتھ متعلق ہے یعنی دونوں ترجمہ باب میں داخل ہیں اس واسطے کہ اللہ تعالیٰ نے وحی بھیجی پیغمبروں کو پھر محمد ﷺ کو کہ عملوں کا اعتبار نیتوں سے ہے واسطے دلیل اس آیت کے کہ ان کو حکم نہیں ہوا ہے کہ اللہ کی عبادت یک رُخ ہو کر کریں اور ابو العالیہ نے کہا کہ وصیت کی ان کو ساتھ اخلاص کے اس کی عبادت میں اور مہلب نے کہا کہ قصد بخاری کا خبر دینی ہے حضرت ﷺ کے

احوال سے بیچ حال نشو ونما کے اور یہ کہ اللہ نے بتوں کو اپنے نزدیک مبغوض ٹھہرایا اور بھلائی کے کاموں کو اور گوشہ گیری کو اور تنہائی کو آپ کی طرف محبوب کیا واسطے بھاگنے کے بری صحبتوں سے پھر جب آپ نے اس کو لازم پکڑا تو اللہ نے آپ کو آپ کی نیت پر پیغمبری عطا کی جیسے کہ کہا جاتا ہے کہ فواتح عنوان ہیں خواتم کا اور ابن منیر نے کہا کہ تھا مقدمہ نبوت کا بیچ حق حضرت ﷺ کے ہجرت کرنی طرف اللہ کی ساتھ گوشہ گیری کے حرا کی غار میں تو مناسب ہوا شروع کرنا ساتھ حدیث ہجرت کے اور مناسبات بدیعیہ سے وہ چیز ہے کہ جس کی طرف پہلے اشارہ گزر چکا ہے کہ کتاب جب کہ تھی موضوع واسطے جمع کرنے وحی سنت کے تو شروع کیا ہے اس کو ساتھ بدء الوحی کے اور جب کہ تھی وحی واسطے بیان اعمال شرعیہ کے تو شروع کیا اس کو ساتھ حدیث الاعمال کے اور باوجود ان مناسبتوں کے نہیں لائق ہے جزم کرنا ساتھ اس کے کہ اس کو ترجمہ سے کچھ تعلق نہیں اور اللہ ہدایت کرتا ہے جس کو چاہتا ہے طرف راہ سیدھے کی اور عبدالرحمٰن بن ومہدی نے کہا کہ یہ حدیث سر (راز) ہے ہر بات کا اور بیہقی نے کہا کہ یہ علم کی تہائی ہے اس واسطے کہ کسب بندے کا واقع ہوتا ہے دل سے اور زبان سے اور اعضاء سے سو نیت راجح تر ہے تینوں سے اس واسطے کہ نیت کبھی مستقل عبادت ہوتی ہے اور اس کا غیر اس کا محتاج ہوتا ہے اسی واسطے وارد ہوئی ہے کہ ایماندار کی نیت اس کے عمل سے بہتر ہے اور یہ جو فرمایا کہ **الاعمال بالنیات** تو اس حدیث میں اسی طرح واقعہ ہوا ہے اور وہ مقابلہ جمع کا ہے ساتھ جمع کے یعنی ہر عمل اپنی نیت سے ہے اور حربی نے کہا کہ اس میں اشارہ ہے اس طرف کہ نیت کئی قسم کی ہے جیسے کہ اعمال کئی قسم کے ہیں مانند اس شخص کی کہ قصد کرے ساتھ عمل اپنے کے رضامندی اللہ کی یا حاصل کرے موعود اس کی کے یا واسطے ڈرنے کے اس کے وعدہ عذاب سے اور اکثر روایتوں میں نیت کا لفظ مفرد واقع ہوا ہے اور اس کی وجہ یہ ہے کہ محل نیت کا دل ہے اور وہ ایک ہے پس مناسب ہوا مفرد لانا اس کا برخلاف اعمال کے کہ وہ ظواہر کے ساتھ متعلق ہیں اور وہ کئی قسم کے ہیں پس مناسب ہوا جمع لانا ان کا اور اعمال چاہتے ہیں اس کو کہ ان کا کوئی کرنے والا بھی ہو پس مراد یہ ہے کہ وہ عمل جو صادر ہیں مکلفین سے اور اس بنا پر کیا کافروں کے عمل بھی اس میں داخل ہوتے ہیں (یا نہیں) ظاہر یہ ہے کہ نہیں ہوتے اس واسطے کہ مراد ساتھ عملوں کے عبادت کے عمل ہیں اور وہ کافروں سے نہیں ہوتے اگرچہ کافر ان کے ساتھ مخاطب ہے اور ان کے ترک پر اس کو عذاب ہوگا اور نہیں وارد ہوگا آزاد کرنا اور صدقہ دینا کافر کا اس واسطے کہ ان کا جواز اور دلیل سے ثابت ہے اور ''ب'' نیات میں واسطے مصاحبت کے ہے اور احتمال ہے کہ وہ سببیت کے واسطے اس معنی سے کہ وہ قائم رکھنے والی ہے واسطے عمل کے اور بنا بر پہلی وجہ کے پاس وہ نفس عمل سے ہے پس شرط ہے کہ نہ پیچھے رہے اس کے اول میں اور نووی رحمۃ اللہ علیہ نے کہا کہ نیت قصد ہے اور وہ عزیمت دل کی ہے اور کرمانی نے کہا کہ نیت قصد دلی کا نام ہے اور عزیمت قلبی اس میں داخل نہیں اور اختلاف کیا ہے فقہاء نے کہ نیت رکن ہے یا شرط اور ترجیح اس کو ہے کہ ایجاد کرنا اس کا از روئے ذکر کے عمل کے ابتدا میں رکن

ہے اور ساتھ رکھنا اس کا از روئے حکم کے اس معنی کو شرعاً اس کا کوئی منافی نہ لائے شرط ہے اور ضرور ہے کہ کہ کوئی محذوف نکالا جائے جس کے ساتھ جار اور مجرور متعلق ہو سو بعض کہتے ہیں کہ تُعتَبَرُ اور بعض کہتے ہیں کہ تکمل اور بعض کہتے ہیں کہ تصح اور بعض کہتے ہیں کہ تحصل اور بعض کہتے ہیں کہ تستقر یعنی عملوں کے اعتبار یا کمال یا صحت یا حاصل ہونا نیت سے ہے۔ طیبی نے کہا کہ کلام شارع کا محمول ہے اوپر بیان شرع کے اس واسطے کہ جو اس کے ساتھ تھے وہ اہل زبان تھے پس گویا کہ خطاب کیا ان سے پیغمبر نے ساتھ اس چیز کے کہ نہیں ہے ان کو علم اس کا مگر پیغمبر کی طرف سے پس متعین ہوگا حمل کرنا اس چیز پر جو حکم شرعی کے مفید ہو۔ اور بیضاوی نے کہا کہ نیت عبارت ہے اٹھنے دل کے سے طرف اس چیز کی کہ اس کو کسی غرض کے موافق دیکھے نفع کھینچنے سے یا ضرر دور کرنے سے حال میں یا عاقبت میں اور خاص کیا ہے اس کو شرع نے ساتھ ارادہ کے جو متوجہ ہے طرف فعل کے واسطے چاہنے رضامندی اللہ کے اور بجالانے حکم اس کے کی اور نیت حدیث میں محمول ہے اوپر معنی لغوی کے تا کہ خوب ہو تطبیق اس کی اپنے مابعد پر اور تقسیم کرنا اُس کا احوال مہاجر کو پس تحقیق وہ تفصیل ہے واسطے اس چیز کے کہ اجمال کی گئی اور حدیث متروک الظاہر ہے یعنی اس کا ظاہر مراد نہیں اس واسطے کہ عملوں کی ذات دور نہیں ہوتی اس واسطے کہ تقدیر یہ ہے کہ نہیں عمل مگر نیت سے پس نہیں مراد نفی ذات عمل کی اس واسطے کہ کبھی پایا جاتا ہے بغیر نیت کے بلکہ مراد اس کے احکام کی نفی ہے مانند صحت اور کمال کے لیکن حمل کرنا نفی صحت پر اولیٰ ہے۔ اس واسطے کہ وہ مشابہ تر ہے ساتھ نفی کرنے ذات شی کے اور نیز اس واسطے کہ لفظ دلالت کرتا ہے اوپر نفی ذات کے ساتھ تصریح کے اور اوپر نفی صفات کے بالتبع پس جب دلیل نے ذات کی نفی کو منع کیا تو باقی رہی دلالت اس کی اوپر نفی صفات کے بدستور پھر لفظ عمل کا شامل ہے فعل جوارح کو یہاں تک کہ زبان کے فعل کو بھی تو اقوال بھی اس میں داخل ہوں گے اور ابن دقیق العید نے کہا کہ جو لوگ نیت کو شرط ٹھہراتے ہیں وہ اس میں صحت کو مقدر کرتے ہیں اور جو اس کو شرط نہیں ٹھہراتے وہ کمال کو مقدر کرتے ہیں اور ترجیح پہلی وجہ کو ہے یعنی بدون نیت کے کوئی عمل صحیح نہیں اس طرح کہ صحت اکثر ہے لازم ہونے میں واسطے حقیقت کے کمال سے پس عمل کرنا اس پر اولیٰ ہے اور اس کلام میں وہم دلانا ہے کہ بعض علماء نیت کو شرط نہیں کہتے اور نہیں اختلاف ہے درمیان ان کے بیچ اس کے مگر وسائل میں اور لیکن مقاصد پس نہیں اختلاف ہے درمیان ان کے بیچ شرط ہونے نیت کے واسطے اُن کے اور اسی واسطے خلاف کیا ہے حنفیوں نے بیچ شرط ہونے نیت کے واسطے وضو کے یعنی حنفیہ کہتے ہیں کہ وضو کے واسطے نیت شرط نہیں اور اوزاعی نے کہا کہ تیمم میں بھی نیت شرط نہیں ہاں اختلاف ہے درمیان علماء کے بیچ مقترن ہونے نیت کے ساتھ اول عمل کے جیسے کہ فقہ کی کتابوں میں مشہور ہے پھر ظاہر یہ ہے کہ الف لام النیات میں ضمیر کے بدلے ہے یعنی الاعمال بنیاتھا اس بنا پر پس دلالت کرے گی یہ حدیث اوپر اعتبار نیت عمل کے کہ مثلاً نماز ہے یا کوئی اور عمل اور یہ کہ فرض ہے یا نفل اور مثلاً ظہر کی نماز ہے یا عصر کی اور نماز قصر ہے یا غیر قصر اور کیا ایسی صورت میں

عدد کی تعیین کی بھی حاجت ہے سو اس میں بحث ہے اور راجح یہ ہے کہ کافی ہے معین کرنا عبادت کا جو عدد معین سے جدا نہیں ہوتی مانند مسافر کی مثلاً کہ نہیں جائز ہے اس کو قصر کرنا مگر ساتھ نیت قصر کے لیکن نہیں ہے اس کو حاجت طرف نیت دو رکعتوں کے اس واسطے یہ ہے مقتضی قصر کا واللہ اعلم ۔ اور یہ جو کہا کہ ہر مرد کے واسطے وہی ہے جو اس نے نیت کی تو قرطبی نے کہا کہ اس میں تحقیق ہے واسطے شرط ہونے نیت اور اخلاص کے اعمال میں سو قرطبی اس طرف مائل ہوئے ہیں کہ یہ جملہ پہلے جملے کے واسطے مؤکد ہے اور اس کے غیر نے کہا یہ پہلے کے سوا اور فائدہ دیتا ہے ابن دقیق العید نے کہا کہ دوسرا جملہ چاہتا ہے کہ جو کسی چیز کی نیت کرے وہ اس کے واسطے حاصل ہوتی ہے یعنی جب عمل کو بمعہ شرائط ادا کرے یا اسے کوئی عذر شرعی اس کے کرنے سے مانع ہو جس کے ساتھ وہ شرع میں معذور سمجھا جائے اور جو نیت نہ کرے اس کے واسطے حاصل نہیں ہوتی اور مراد اس کے نیت نہ کرنے سے یہ ہے کہ نہ نیت کرے بطور خصوص کے اور نہ بطور عموم کے لیکن کسی خاص چیز کی نیت نہ کرے لیکن ہو وہاں نیت عام تو اس میں علماء کو اختلاف ہے اور اس سے بے شمار مسئلے نکلتے ہیں اور کبھی حاصل ہوتا ہے غیر منوی واسطے مدرک آخر کے مانند اس شخص کی کہ مسجد میں داخل ہوا اور فرض یا مؤکد سنتیں پڑھے بیٹھنے سے پہلے تو حاصل ہوتا ہے واسطے اس کے ثواب تحیۃ المسجد کا خواہ وہ اس نے اس کی نیت کی ہو یا نہ کی ہو اس واسطے کہ قصد ساتھ تحیۃ کے مشغول ہونا جگہ کا ہے اور وہ حاصل ہو چکا ہے برخلاف اس کے جو جمعہ کے دن جنابت کے سبب سے نہائے کہ اس کے واسطے جمعہ کا غسل حاصل نہیں ہوتا راجح قول پر اس واسطے کہ غسل جمعہ کی نظیر کی جاتی ہے اس میں طرف تعبد کی نہ طرف محض ستھرائی کی پس ضرور ہے قصد کرنا اس کا برخلاف تحیۃ المسجد کے واللہ اعلم ۔ اور نووی نے کہا کہ فائدہ دیتا ہے جملہ دوسرا اشتراط تعیین منوی یعنی حسن فعل کی نیت کرنی شرط ہے کہ اس کو معین کرے مانند اس شخص کی جس پر فوت شدہ نماز ہو نہیں کفایت کرتا ہے اس کو یہ کہ نیت کرے فقط نماز فوت شدہ کی بلکہ اس کو معین کرے مثلاً ظہر یا عصر اور نہیں پوشیدہ ہے یہ کہ محل اُس کا وہ ہے جب کہ فوت شدہ نمازیں بے شمار ہوں اور سمعانی نے کہا کہ فائدہ دیتا ہے اُس کا کہ جو اعمال عبادت سے خارج ہیں وہ ثواب کا فائدہ نہیں دیتے مگر جب کہ اُس کا فاعل اُس کے ساتھ قربت کی نیت کرے ۔ مانند کھانے کی جب کہ نیت کرے ساتھ اس کے قوت کی عبادت پر اور ابن عبدالسلام نے کہا کہ پہلا جملہ واسطے بیان اُس چیز کے ہے کہ اعتبار کی جاتی ہے عملوں سے اور دوسرا جملہ واسطے بیان اس چیز کے کہ مترتب ہوتی ہے اوپر اُس کے اور فائدہ دیا کہ نیت تو صرف اس عبادت میں شرط ہے جو اپنی ذات سے جدا نہ ہو اور لیکن جو چیز کہ جدا ہو پاس تحقیق وہ پھیری جاتی ہے طرف اُس چیز کی کہ وضع کی گئی واسطے اُس کے مانند اذکار اور دعاؤں اور تلاوت کی پس تحقیق وہ نہیں متردد ہیں درمیان عبادت اور عادت کے یعنی بلکہ بذات خود جدا ہیں ۔ ان میں نیت شرط نہیں اور نہیں پوشیدہ ہے کہ یہ تو صرف بہ نسبت اصل وضع کے ہے اور لیکن جس میں عرف پیدا ہوئی ہے مانند سبحان اللہ کہنے کی وقت تعجب کے تو نہیں یعنی اس میں نیت شرط ہے ۔ اور

باوجود اس کے پس اگر قصد کرے ساتھ ذکر کے قربت چاہنی طرف اللہ کی تو البتہ ہوتا ہے اکثر ثواب میں اسی واسطے غزالی نے کہا کہ حرکت زبان کے ساتھ ذکر کے باوجود غافل ہونے کے اس سے حاصل کرتی ہے ثواب کو اس واسطے کہ وہ بہتر ہے حرکت کرنے زبان کے سے ساتھ گلہ کے بلکہ وہ بہتر ساتھ مطلق چپ رہنے کے اور سوائے اس کے کچھ نہیں کہ وہ ناقص ہے بہ نسبت عمل دل کے اور وارد کیا گیا ہے غزالی کے اطلاق پر کہ لازم آتا ہے اس سے کہ مرد ثواب دیا جائے مباح کام پر اس واسطے کہ وہ بہتر ہے فعل حرام سے اور یہ اس کی مراد نہیں اور خاص کی گئی ہے عموم حدیث سے وہ چیز کہ قصد کیا جائے حصول اس کا فی الجملہ پس تحقیق وہ محتاج ہے طرف نیت کی جو اس کو خاص کرے مانند تحیۃ المسجد کی اور مانند اس عورت کی جس کا خاوند مرگیا اور نہ پہنچی اس کو خبر مگر بعد گزرنے عدت کے پس تحقیق عدت اس کی گزر جاتی ہے اس واسطے کہ مقصود حاصل ہونا پاکی رحم کی ہے اور وہ حاصل ہو چکی ہے اور اسی واسطے نہیں حاجت ہے متروک میں طرف نیت کی اور تحقیق ہے کہ ترک مجرد میں ثواب نہیں اور سوائے اس کے کچھ نہیں کہ حاصل ہوتا ہے ثواب ساتھ باز رہنے کے کہ وہ نفس کا ہے سو جس کے دل میں گناہ کا خیال نہ گزرے نہیں وہ مانند اس شخص کی کہ اس کے دل میں گناہ کا خیال گزرے پس باز رکھے اپنے نفس کو اس سے واسطے خوف کے اللہ سے پس رجوع کیا حال نے طرف اس کی کہ جو نیت کا محتاج ہے وہ عمل ہے ساتھ تمام وجھوں کے نہ محض ترک، واللہ اعلم۔

اور ہجرت کے معنی ہیں ترک کرنا اور ہجرت طرف شے کی انتقال کرنا ہے طرف اس کی غیر اُس کے سے اور شرع میں ترک کرنا اس چیز کا ہے جس سے اللہ نے منع کیا اور ہجرت اسلام میں دو وجہ سے واقع ہوئی ہے اول انتقال کرنا خوف کے ملک سے امن کے ملک کی طرف جیسے کہ حبش کی ہجرت میں واقع ہوا اور ابتدا ہجرت کا مکے سے طرف مدینے کی دوسری ہجرت دار الکفر سے ہے طرف دار الایمان کی اور یہ بعد اس کے ہے کہ قرار پایا حضرت ﷺ نے مدینے میں اور ہجرت کی طرف اُس کی ایمانداروں سے جو اس پر قادر ہوا اور تھی اُس وقت ہجرت خاص ساتھ انتقال کے طرف مدینے کی یہاں تک کہ مکہ فتح ہوا پس موقوف ہوا خاص ہونا ہجرت کا طرف مدینے کی اور باقی رہا عموم انتقال کا دار الکفر سے دار الاسلام کی جو اُس پر قادر ہوا اور دنیا مشتق ہے دنوّ سے اس کے معنی نزدیک ہونے کے ہیں اور دنیا کا نام دنیا رکھا گیا واسطے سبقت کرنے اس کے کی دوسرے سے اور بعض کہتے ہیں کہ دنیا کا نام اس واسطے رکھا گیا کہ وہ نزدیک ہے طرف زوال کے اور اختلاف ہے اُس کی حقیقت میں کہ دنیا کس چیز کا نام ہے سو بعض کہتے ہیں جو زمین پر ہے ہوا اور جوّ (فضا) سے اور بعض کہتے ہیں کہ کل مخلوقات اعراض اور جواہر سے اور پہلی تعریف اولیٰ ہے لیکن زیادہ کیا جائے اس میں اس قسم سے کہ قیامت سے پہلے ہے اور بطورِ مجاز کے اس کی ہر جزو کو دنیا کہتے ہیں اور یہ جو کہا **فهجرته الى ماهاجر اليه** تو احتمال ہے کہ **ما هاجر اليه** ہجرت کے متعلق ہو پس ہوگی جزا محذوف یعنی قبیحۃ اور صحیحۃ مثلاً اور احتمال ہے کہ فہجرتہ کی خبر ہو اور یہی دوسرا احتمال راجح ہے اس واسطے کہ پہلا احتمال چاہتا ہے کہ ہجرت

مطلق مذموم ہے اور حالانکہ اس طرح نہیں مگر یہ کہ حمل کیا جائے اوپر مقدر کو نے ایسی چیز کے کہ تقاضا کرے تردد گویا قصور کو ہجرت خالصہ سے مانند اس شخص کی کہ نیت کرے ساتھ ہجرت اپنی کے چھوڑنا دار الکفر کا اور نکاح کرنا عورت کا اکٹھا یعنی دونوں کی اکٹھی نیت کرے اور سوائے اس کے کچھ نہیں کہ مشعر ہے سیاق ساتھ ذم اس شخص کے کہ کرے یہ بہ نسبت اس شخص کے جو طلب کرے عورت کو ساتھ صورت ہجرت خالص کے اور جو طلب کرے اُس کو جوڑ کر ساتھ ہجرت کے تو اس کو ثواب ہوتا ہے ہجرت کے قصد پر لیکن کم اس شخص سے جس کی ہجرت خالص ہو اور اُسی طرح جو فقط نکاح ہی طلب کرے نہ بصورت ہجرت الی اللہ کے اس واسطے کہ نکاح کرنا مباح امر ہے کہ ثواب دیا جاتا ہے فاعل اُس کا جب کہ قصد کرے ساتھ اس کے قربت کا مانند بچنے کے گناہ سے اور اس کی مثالوں سے وہ چیز ہے جو ابوطلحہ کے اسلام کی قصص میں واقع ہوئی ہے جیسے کہ نسائی نے روایت کی انس رضی اللہ عنہ سے کہ نکاح کیا ابوطلحہ نے ام سلیم یعنی انس رضی اللہ عنہ کی ماں سے اُن کے درمیان مہر اسلام ٹھہرایا اور اس کا بیان یوں ہے کہ ام سلیم ابوطلحہ سے پہلے مسلمان ہوئی تھی تو ابوطلحہ نے اس کو نکاح کا پیغام کیا تو ام سلیم نے کہا کہ میں مسلمان ہوگئی ہوں سو اگر تو بھی مسلمان ہو جائے تو میں تجھ سے نکاح کروں گی سو ابوطلحہ مسلمان ہوا تو ام سلیم نے اس سے نکاح کیا اور یہ محمول ہے اُس پر کہ ابوطلحہ کو اسلام کی رغبت تھی اور ایک وجہ سے اس میں داخل ہوا تھا اور جوڑا ساتھ اس کے ارادہ تزویج مباح کا پس ہوگیا مانند اس شخص کی جس نے نیت کی اپنی روزی سے عبادت اور حمیت کی یا ساتھ اپنے طواف سے عبادت اور ساتھ رہنا قرضدار کے اور اختیار کیا ہے غزالی نے اس چیز میں کہ متعلق ہو ثواب کے کہ اگر قصد دنیاوی زیادہ غالب ہو تو اس میں ثواب نہیں ہوتا اور اگر قصد دینی غالب ہو تو اس کو ثواب ہوتا ہے اور اگر دونوں کا قصد برابر ہو تو کوئی ثواب نہیں اور اگر نیت عبادت کی ہو لیکن اس کے ساتھ کوئی چیز بعد کو مل جائے جو اخلاص کے مخالف ہو تو نقل کیا ہے ابو جعفر طبری نے جمہور سلف سے کہ اعتبار ساتھ ابتدا ہونے کے ہے پس اگر ابتدا میں نیت خالص ہو تو نہیں ضرر کرتی اس کو وہ چیز کہ عارض ہو بعد اس کے خود پسندی وغیرہ سے اور استدلال کیا گیا ہے ساتھ اس حدیث کے اس پر کہ نہیں جائز ہے اقدام عمل پر پہلے پہچاننے حکم کے اس واسطے کہ اس میں عمل کا اعتبار نہیں جب کہ خالی ہو نیت سے اور نہیں صحیح ہے نیت فعل کسی چیز کی مگر بعد پہچاننے اس کے حکم کے اور استدلال کیا گیا ہے ساتھ اس کے اس پر کہ غافل پر تکلیف نہیں اس واسطے کہ قصد مستلزم ہے علم مقصود کو اور غافل قصد کرنے والا نہیں اور اُس پر کہ جو روزہ رکھے نفل ساتھ نیت کے پہلے زوال سے تو نہیں شمار ہوتا اُس کا روزہ مگر نیت کے وقت سے اور یہ مقتضی حدیث کا ہے اور استدلال کیا گیا ہے ساتھ مفہوم اس کے کے اس پر کہ جو عمل نہیں اس میں نیت شرط نہیں اور اس کی مثالوں سے جمع تقدیم ہے یعنی دونوں نمازوں کو پہلی نماز کے وقت میں جمع کرنا پس تحقیق راجح باعتبار نظر کے یہ ہے کہ اس میں نیت شرط نہیں برخلاف اس کے جس کو ترجیح دی ہے اکثر شافعیوں نے اور مخالفت کی ہے اُن کی ہمارے شیخ شیخ الاسلام نے اور کہا کہ جمع کرنا

دونمازوں کا عمل نہیں عمل تو صرف نماز ہے اور قوی کرتا ہے اس کو یہ کہ حضرت ﷺ نے جنگِ تبوک میں نمازوں کو جمع کیا اور نہ ذکر کیا اس کو واسطے مقتدیوں کے جو آپ کے ساتھ تھے اور اگر شرط ہوتا تو اُن کو معلوم کرواتے اور استدلال کیا گیا ہے ساتھ اس کے اس پر کہ جب عمل کسی سبب کی طرف مضاف ہو اور جمع کرے اس کی متعدد کو جنس تو جنس کی نیت کافی ہے مانند اس شخص کی جس نے کفارے سے گردن آزاد کی اور نہ معین کیا کہ ظہار کا کفارہ ہے یا اس کے غیر کا اس واسطے کہ معنی حدیث کے یہ ہیں کہ عملوں کا اعتبار نیتوں سے ہے اور عمل اس جگہ قائم ہوتا ہے ساتھ اُس چیز کے کہ باہر نکالے کفارے سے جو لازم ہے اور وہ نہیں محتاج ہیں طرف سبب کی اور اس بنا پر اگر اس پر کفارہ واجب ہو اور اس کو سبب میں شک ہو تو کفایت کرتا ہے اُس کو نکالنا اُس کا بغیر تعیین کے اور اس میں زیادتی نص کی ہے سبب پر اس واسطے کہ حدیث چلائی گئی ہے بیچ قصے مہاجر کے واسطے نکاح کرنے عورت کے پس ذکر کرنا دنیا کا ساتھ قصے کے زیادتی ہے تحذیر اور تنفیر میں اور ہمارے شیخ شیخ الاسلام نے کہا کہ اس میں اطلاق ہونا عام کا ہے اگرچہ اس کا سبب خاص ہو اور اس میں اشارہ ہے طرف اس کی کہ اعتبار عموم لفظ کا ہے اگرچہ سبب خاص ہو اور بہت فائدے اس حدیث کے کتاب الایمان میں آئیں گے۔ انشاء اللہ تعالیٰ اور ساتھ اللہ کے ہے توفیق۔ (فتح)

٢ ـ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ يُوْسُفَ قَالَ اَخْبَرَنَا مَالِكٌ عَنْ هِشَامِ ابْنِ عُرْوَةَ عَنْ اَبِيْهِ عَنْ عَائِشَةَ اُمِّ الْمُؤْمِنِيْنَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا اَنَّ الْحَارِثَ بْنَ هِشَامٍ سَاَلَ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ يَارَسُوْلَ اللّٰهِ كَيْفَ يَاْتِيْكَ الْوَحْيُ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَحْيَانًا يَّاْتِيْنِيْ مِثْلَ صَلْصَلَةِ الْجَرَسِ وَهُوَ اَشَدُّهُ عَلَيَّ فَيُفْصَمُ عَنِّيْ وَقَدْ وَعَيْتُ عَنْهُ مَا قَالَ وَاَحْيَانًا يَتَمَثَّلُ لِيَ الْمَلَكُ رَجُلًا فَيُكَلِّمُنِيْ فَاَعِيْ مَا يَقُوْلُ قَالَتْ عَائِشَةُ وَلَقَدْ رَاَيْتُهُ يَنْزِلُ عَلَيْهِ الْوَحْيُ فِي الْيَوْمِ الشَّدِيْدِ الْبَرْدِ فَيُفْصِمُ عَنْهُ وَاِنَّ جَبِيْنَهُ لَيَتَفَصَّدُ عَرَقًا.

٢۔ ام المومنین عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ تحقیق حارث بن ہشام نے رسول اللہ ﷺ سے پوچھا کہ یارسول اللہ! آپ کو وحی کس طرح آتی ہے پس فرمایا رسول اللہ ﷺ نے کہ کبھی مجھ کو وحی آتی ہے جیسے گھنٹی کی چھنکار اور وہ مجھ پر نہایت سخت گزرتی ہے پھر موقوف ہو جاتی ہے مجھ سے جب کہ میں یاد کر چکتا ہوں جو کچھ کہ کہا اس نے اور کبھی میرے پاس فرشتہ مرد کی صورت بن کر آتا ہے سو مجھ سے کلام کرتا ہے تو میں یاد کر لیتا ہوں جو کہ مجھ سے کہتا ہے۔ کہا عائشہ رضی اللہ عنہا نے کہ میں نے حضرت کو دیکھا سخت سردی میں آپ ﷺ پر وحی اترتی اور تحقیق آپ کی پیشانی سے پسینہ پھوٹ نکلتا۔

فائدہ: یہ جو کہا کہ آپ کو وحی کس طرح آتی ہے؟ تو احتمال ہے کہ مسئول عنہ نے خود صفت وحی کی کی ہو اور احتمال

ہے کہ اس کے حامل کی صفت سے سوال کیا ہو اور احتمال ہے کہ مراد و: چیز ہے جو اس سے عام تر ہے اور ہر تقدیر پر پس نسبت آنے کی طرف وحی کی مجازی ہے۔ اس واسطے کہ آنا درحقیقت اس کے حامل کی وصف ہے اور اعتراض کیا ہے اسماعیلی نے پس کہا کہ یہ حدیث اس ترجمہ کے مناسب نہیں اور سوائے اس کے کچھ نہیں کہ مناسب واسطے باب کیف بدء الوحی کے وہ حدیث ہے جو اس کے بعد ہے اور لیکن یہ پس وہ واسطے کیفیت آنے وحی کے ہے نہ واسطے شروع ہونے وحی کے اور ممکن ہے کہ جواب میں کہا جائے کہ مناسبت ظاہر ہوتی ہے جواب سے اس واسطے کہ اس میں اشارہ ہے طرف بند ہونے صفت وحی کے یا صفت اس کے حامل کی دو امروں میں پس شامل ہوگا ابتدا کو اور نیز پس نہیں لازم ہے یہ کہ متعلق ہوں تمام حدیثیں باب کے ساتھ بدء الوحی کے بلکہ کافی ہے کہ بدء الوحی کے ساتھ متعلق ہو اور اس کے متعلق کے ساتھ متعلق ہو اور نیز آیت کے متعلق کے ساتھ متعلق ہو اور یہ اس واسطے ہے کہ باب کی حدیثیں متعلق ہیں ساتھ لفظ ترجمہ کے اور ساتھ اُس چیز کے کہ شامل ہے اُس کو ترجمہ اور جب کہ تھا آیت میں کہ حضرت ﷺ کی وحی پہلے نبیوں کی وحی کی نظیر ہے تو مناسب ہوا مقدم کرنا اُس چیز کا کہ متعلق ہے ساتھ آیت کے اور وہ وحی کی صفت اور اس کے حامل کی صفت ہے واسطے اشارہ کے اس طرف کہ نبیوں کی وحی میں کچھ فرق اور مخالفت نہیں پس خوب ہوا وارد کرنا اس حدیث کا پیچھے حدیث اعمال کے جس کی تقریر پہلے گزر چکی ہے کہ تعلق اس کا ساتھ آیت کریمہ کے اقوی تعلق ہے واللہ اعلم اور اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ وحی فقط دو ہی حالتوں میں بند ہے اور اس پر اعتراض آتا ہے اس واسطے کہ حضرت ﷺ پر اور بھی کئی وجہ سے وحی آتی تھی کبھی آتی تھی مانند آواز مکھی کے اور کبھی آپ کے دل میں پھونکا جاتا تھا اور کبھی الہام ہوتا تھا اور کبھی سچی خوابیں آتی تھیں اور مانند کلام کرنے حضرت ﷺ کے معراج کی رات میں بغیر واسطہ کے یہ تو وحی کی صفت سے ہے اور لیکن اس کے حامل کی صفت سے پس مانند آنے اس کے کی اپنی پیدائشی صورت میں کہ اس کے واسطے چھ سو پر تھے اور دیکھنا اس کا کرسی پر درمیان آسمان اور زمین کے اور حالانکہ اس نے آسمان کا کنارہ ڈھانکا تھا اور جواب اس کا منع کرنا حصر کا ہے یعنی وحی ان دونوں صورتوں میں بند نہیں بلکہ یہ محمول ہے اکثر اوقات پر یعنی اکثر اوقات تو وحی انہی دو صورتوں سے آتی تھی اور کبھی کبھی اور طور سے بھی آتی تھی یا محمول ہے اس پر کہ جو حالات وحی کی ان دو حالتوں کے سوا ہیں وہ حالات اس سوال کے بعد آپ کی طرف واقع ہوتی ہیں یا نہیں تعرض کیا واسطے دونوں صفتوں فرشتے کی جو مذکور ہیں واسطے کمیاب اور نادر ہونے ان کے کے پس تحقیق ثابت ہو چکا ہے عائشہ رضی اللہ عنہا سے کہ نہیں دیکھا جبرائیل علیہ السلام کو حضرت ﷺ نے اس طرح پر مگر دوبار یا فرشتہ حضرت ﷺ کو اس حالت میں کوئی پیغام نہیں لایا یا لایا پس تھا مانند چھنکار گھنٹی کے پس اس میں پیغام کی صفت کا بیان ہے اس کے حامل یعنی جبرائیل علیہ السلام کی صفت کا بیان نہیں اور لیکن قسمیں وحی کی پس آواز مکھی کا نہیں معارض ہے گھنٹی کی چھنکار کو اس واسطے کہ مکھی کی آواز کی طرح سننا بہ نسبت حاضرین کی ہے اور گھنٹی

کی آواز بہ نسبت حضرت ﷺ کی ہے اور لیکن دل میں پھونکنا پس احتمال ہے کہ راجح ہو طرف ایک دو حالتوں مذکور کی پس جب فرشتہ آپ کے پاس گھنٹی کی چھنکار کی طرح آتا ہو تو اُس وقت آپ کے دل میں پھونکتا ہو اور اپر الہام پس نہیں واقع ہوا اس سے سوال اس واسطے کہ سوال واقع ہوا ہے صفت وحی سے جو حامل کے ساتھ آتی ہے اور اسی طرح ہے کلام کرنا رات معراج کی اور لیکن سچی خوابیں پس کہا ابن بطال نے کہ ان کے ساتھ اعتراض وارد نہیں ہوتا اس واسطے کہ سوال تو صرف اس چیز سے واقع ہوا ہے جس کے ساتھ لوگوں سے تنہا ہو اس واسطے کہ خواب میں کبھی اس کو اور کوئی بھی شریک ہوتا ہے اور سچی خواب اگرچہ نبوت کی جز ہے سو وہ باعث سچی ہونے اس کے کی ہے نہ کسی اور اعتبار سے نہیں تو جائز ہو کہ سچی خواب والے کو نبی کہا جائے اور حالانکہ اس طرح نہیں اور حلیمی نے ذکر کیا ہے کہ حضرت ﷺ کے پاس وحی چھیالیس ۴۶ قسم کی آتی تھی۔ اور اکثر وہ قسمیں حامل وحی کی صفات سے ہیں اور مجموع ان کا داخل ہوتا ہے اقسام مذکور میں اور یہ جو کہا کہ کبھی میرے پاس فرشتہ مرد کی صورت بن کر آتا ہے یعنی جبرائیل تو اس میں دلیل ہے اُس پر کہ فرشتہ آدمی کی صورت بنتا ہے متکلمین نے کہا کہ فرشتے ایک اجسام ہیں۔ علو یہ یعنی آسمان میں رہتے ہیں لطیف ہیں جو شکل چاہیں بن جاتے ہیں اور جو صورت چاہتے ہیں بدل لیتے ہیں خواہ انسان کی ہو یا حیوان کی اور گمان کیا ہے بعض فلاسفہ نے کہ فرشتے جو ہر روحانیہ ہیں اور امام الحرمین نے کہا کہ تمثل جبرائیل کے معنی یہ ہیں کہ اللہ نے یا زائد کو فنا کیا اس کے وجود سے پھر اس کو اس کے بعد دہراتا ہے اور جزم کیا ہے ابن عبدالسلام نے ساتھ دور کرنے زائد وجود کے سوائے فنا کے یعنی اس کے زائد وجود کو دور کیا اور تقریر کی اس نے اس طرح کہ اُس کے انتقال سے اُس کی موت لازم نہیں آتی بلکہ جائز ہے کہ بدن زندہ رہے اس واسطے کہ موت جسم کے ساتھ جدا ہونے روح کے عقل کی رو سے واجب نہیں بلکہ ساتھ عادت کے جس کو اللہ نے اپنی بعض مخلوق میں جاری کیا ہے اور اس کی نظیر منتقل ہونا شہیدوں کی روحوں کا ہے سبز جانوروں کی پوٹوں میں کہ بہشت میں چرتے ہیں اور ہمارے شیخ الاسلام نے کہا کہ نہیں بند ہے حال اس چیز میں کہ ذکر کیا ہے اس کو امام الحرمین نے بلکہ جائز ہے کہ جبرائیل علیہ السلام اپنی اصلی صورت میں آتے ہوں مگر یہ کہ وہ سمٹ گئی اور مرد کی صورت پر ہو گئے پھر سمٹنا دور کیا گیا تو اپنی اصلی صورت پر پھر آئے اور اس کی مثال روئی ہے جب کہ اکٹھی کی جائے بعد اس کے کہ دھنی گئی ہو پس شان یہ ہے کہ حاصل ہوتی ہے واسطے اس کے دُھننے سے صورت بڑی اور حالانکہ اس کی ذات نہیں بدلتی اور یہ بطورِ تقریب کے ہیں اور حق یہ ہے کہ فرشتہ جو آدمی کی صورت بنا تو اس کے یہ معنی نہیں کہ اس کی ذات بدل کر آدمی ہو گئی بلکہ اس کے معنی یہ ہیں کہ وہ اس صورت میں ظاہر ہوا واسطے انسیّت دلانے اپنے مخاطب کے اور ظاہر یہ ہے کہ اس کا باقی بدن نہ فنا ہوتا ہے اور نہ دور ہوتا ہے بلکہ دیکھنے والے پر پوشیدہ ہوتا ہے اس کو نظر نہیں آتا اور یہ جو کہا کہ سخت سردی کے دن میں تو اس میں دلالت ہے اوپر بہت ہونے تکلیف اور محنت کے نزدیک اترنے وحی کے واسطے اس چیز کے کہ اس میں ہے مخالفت

عادت سے اور وہ بہت آنا پسینے کا ہے سخت سردی میں پس تحقیق یہ مشعر ہے ساتھ وجود امر طاری کے زائد اوپر وجود آدمی کے اور اس حدیث میں اور بھی کئی فائدے ہیں ایک یہ کہ سوال کیفیت سے واسطے چاہنے اطمینان کے نہیں قادح ہے تعیین میں اور جائز ہے سوال کرنا پیغمبروں کی وحی سے اور یہ کہ جب پوچھی گئی چیزیں کئی قسم کی ہوں تو بیان کرے جواب دینے والا اول جواب میں جو تقاضا کرے تفصیل کو واللہ اعلم (فتح)

٣ - حَدَّثَنَا يَحْيَى ابْنُ بُكَيْرٍ قَالَ اَخْبَرَنَا اللَّيْثُ عَنْ عُقَيْلٍ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ عَنْ عُرْوَةَ بْنِ الزُّبَيْرِ عَنْ عَائِشَةَ اُمِّ الْمُؤْمِنِيْنَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا اَنَّهَا قَالَتْ اَوَّلُ مَا بُدِئَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنَ الْوَحْيِ الرُّؤْيَا الصَّالِحَةُ فِي النَّوْمِ فَكَانَ لَا يَرٰى رُؤْيَا اِلَّا جَآءَ تْ مِثْلَ فَلَقِ الصُّبْحِ ثُمَّ حُبِّبَ اِلَيْهِ الْخَلَاءُ وَكَانَ يَخْلُوْا بِغَارِ حِرَآءَ فَيَتَحَنَّثُ فِيْهِ وَهُوَ التَّعَبُّدُ اللَّيَالِيْ ذَوَاتِ الْعَدَدِ قَبْلَ اَنْ يَّنْزِعَ اِلٰى اَهْلِهٖ وَيَتَزَوَّدُ لِذٰلِكَ ثُمَّ يَرْجِعُ اِلٰى خَدِيْجَةَ فَيَتَزَوَّدُ لِمِثْلِهَا حَتّٰى جَآءَهُ الْحَقُّ وَهُوَ فِيْ غَارِ حِرَآءٍ فَجَآءَ الْمَلَكُ فَقَالَ اِقْرَءْ فَقَالَ فَقُلْتُ مَا اَنَا بِقَارِئٍ قَالَ فَاَخَذَنِيْ فَغَطَّنِيْ حَتّٰى بَلَغَ مِنِّيَ الْجُهْدُ ثُمَّ اَرْسَلَنِيْ فَقَالَ اِقْرَءْ فَقُلْتُ مَا اَنَا بِقَارِئٍ فَاَخَذَنِيْ فَغَطَّنِيَ الثَّانِيَةَ حَتّٰى بَلَغَ مِنِّي الْجُهْدُ ثُمَّ اَرْسَلَنِيْ فَقَالَ اِقْرَءْ فَقُلْتُ مَا اَنَا بِقَارِئٍ قَالَ فَاَخَذَنِيْ فَغَطَّنِيَ الثَّالِثَةَ ثُمَّ اَرْسَلَنِيْ فَقَالَ ﴿اِقْرَءْ بِاسْمِ رَبِّكَ الَّذِيْ خَلَقَ خَلَقَ الْاِنْسَانَ مِنْ عَلَقٍ اِقْرَءْ وَرَبُّكَ الْاَكْرَمُ﴾ فَرَجَعَ بِهَا

٣۔ ام المؤمنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ تحقیق کہا اُس نے کہ پہلے پہل شروع وحی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو سچی خوابوں سے ہوئی نیند میں یعنی سب سے اول ابتدا میں سچی خوابیں آنی شروع ہوئیں پس جو خواب کہ دیکھتے تھے صبح روشن کی طرح ٹھیک پڑتی تھی پھر خلوت اور تنہائی آپ کو بہت پسند آئی اور مکہ میں ایک پہاڑ ہے اُس کی غار میں گوشہ گیری اختیار کی پس کئی کئی روز تک وہیں رہتے اور عبادت کرتے تھے پہلے اس سے کہ اپنے گھر والوں کی طرف پھریں اور اتنے دنوں کا خرچ اکٹھا اپنے ساتھ لے جاتے تھے پھر خدیجہ کی طرف پلٹ آتے اور کئی دنوں یہاں تک کہ آیا اُن کے پاس حق یعنی وحی اور حالانکہ آپ اُسی غار حرا ہی میں تھے پس آیا حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس فرشتہ سو اس نے حضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے کہا کہ پڑھ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا پس کہا میں نے کہ میں تو پڑھا نہیں پس اس نے مجھ کو پکڑا اور سخت دبایا یہاں تک کہ مجھ کو طاقت نہ رہی پھر اُس نے مجھ کو چھوڑ دیا اور کہا کہ پڑھ پس میں نے کہا میں تو پڑھا نہیں سو اُس نے مجھ کو پکڑا اور دوسری بار دبایا یہاں تک کہ مجھ کو طاقت نہ رہی پھر اُس نے مجھ کو چھوڑ دیا اور کہا کہ پڑھ میں نے کہا کہ میں نے تو پڑھا نہیں پس اس نے مجھ کو پکڑا اور تیسری بار دبایا یہاں تک کہ مجھ کو طاقت نہ رہی پھر اُس نے مجھ کو چھوڑ دیا اور کہا کہ پڑھ ساتھ اپنے رب کے نام کے جس نے پیدا کیا بنایا آدمی کو جمے ہوئے خون سے پڑھ اور تیرا رب بڑا بزرگ

رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَرْجُفُ فُؤَادُهُ فَدَخَلَ عَلٰى خَدِيْجَةَ بِنْتِ خُوَيْلِدٍ فَقَالَ زَمِّلُوْنِيْ زَمِّلُوْنِيْ فَزَمَّلُوْهُ حَتّٰى ذَهَبَ عَنْهُ الرَّوْعُ فَقَالَ لِخَدِيْجَةَ وَاَخْبَرَهَا الْخَبَرَ لَقَدْ خَشِيْتُ عَلٰى نَفْسِيْ فَقَالَتْ خَدِيْجَةُ كَلَّا وَاللّٰهِ مَايُخْزِيْكَ اللّٰهُ اَبَدًا اِنَّكَ لَتَصِلُ الرَّحِمَ وَتَحْمِلُ الْكَلَّ وَتَكْسِبُ الْمَعْدُوْمَ وَتَقْرِئُ الضَّيْفَ وَتُعِيْنُ عَلٰى نَوَآئِبِ الْحَقِّ فَانْطَلَقَتْ بِهٖ خَدِيْجَةُ حَتّٰى اَتَتْ بِهٖ وَرَقَةَ ابْنَ نَوْفَلِ ابْنِ اَسَدِ بْنِ عَبْدِ الْعُزّٰى ابْنِ عَمِّ خَدِيْجَةَ وَكَانَ امْرَاً تَنَصَّرَ فِي الْجَاهِلِيَّةِ وَكَانَ يَكْتُبُ الْكُتُبَ الْعِبْرَانِيَّ فَيَكْتُبُ مِنَ الْاِنْجِيْلِ بِالْعِبْرَانِيَّةِ مَاشَآءَ اللّٰهُ اَنْ يَّكْتُبَ وَكَانَ شَيْخًا كَبِيْرًا قَدْ عَمِيَ فَقَالَتْ لَهٗ خَدِيْجَةُ يَابْنَ عَمِّ اِسْمَعْ مِنِ ابْنِ اَخِيْكَ فَقَالَ لَهٗ وَرَقَةُ يَاابْنَ اَخِيْ مَاذَا تَرٰى فَاَخْبَرَهٗ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ خَبَرَ مَا رَاٰى فَقَالَ لَهٗ وَرَقَةُ هٰذَا النَّامُوْسُ الَّذِيْ نَزَّلَ اللّٰهُ عَلٰى مُوْسٰى يَالَيْتَنِيْ فِيْهَا جَذَعًا يَالَيْتَنِيْ اَكُوْنُ حَيًّا اِذْ يُخْرِجُكَ قَوْمُكَ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَوَ مُخْرِجِيَّ هُمْ قَالَ نَعَمْ لَمْ يَاْتِ رَجُلٌ قَطُّ بِمِثْلِ مَاجِئْتَ بِهٖ اِلَّا عُوْدِيَ وَاِنْ يُّدْرِكْنِيْ يَوْمُكَ اَنْصُرْكَ نَصْرًا مُؤَزَّرًا ثُمَّ لَمْ يَنْشَبْ وَرَقَةُ اَنْ تُوُفِّيَ وَفَتَرَ الْوَحْيُ

ہے جس نے قلم کے سبب سے علم دیا اور سکھایا آدمی کو جس کی اس کو خبر نہ تھی پھر حضرت ﷺ ان آیتوں کے ساتھ گھر پلٹ آئے اس حال میں کہ آپ کا دل کانپتا تھا پس حضرت خدیجہ پر داخل ہوئے اور فرمایا کہ مجھ کو کمبل اوڑھاؤ مجھ کو کمبل اوڑھاؤ پس انہوں نے حضرت ﷺ کو کپڑا اوڑھایا یہاں تک کہ آپ سے بے قراری دور ہوئی اور دل کو آپ کے تسکین ہوئی پس آپ نے خدیجہ سے یہ سب حال بیان کیا اور فرمایا کہ مجھ کو اپنی جان کا خوف ہے پس حضرت خدیجہ نے کہا قسم ہے اللہ کی یہ ہرگز نہیں ہوگا آپ خوش ہوجایئے اللہ آپ کو ہرگز نہیں برباد کرے گا تحقیق آپ تو برادر پرور ہیں، محتاج کو مدد دیتے ہیں عاجز کا کام کردیتے ہیں مہمانداری کرتے ہیں اور جائز مصیبتوں میں لوگوں کے کام آتے ہیں پھر حضرت خدیجہ حضرت رسول اللہ ﷺ کو ورقہ بن نوفل کے پاس لے گئیں اور وہ شخص جاہلیت کے زمانے میں نصرانی ہوگیا ہوا تھا اور انجیل کو (جو در اصل سریانی زبان میں ہے) عبرانی زبان میں ترجمہ کرکے لکھتا تھا جتنا کہ اللہ تعالیٰ چاہتا اور وہ شخص بہت بوڑھا تھا اور اندھا ہوگیا تھا پس حضرت خدیجہ نے اس کو کہا اے چچا کے بیٹے اپنے بھتیجے کا حال سن پس کہا ورقہ نے حضرت کو اے بھتیجے کیا دیکھتا ہے (یعنی کیا حال ہے تیرا) پس خبر دی اس کو رسول اللہ ﷺ نے جو کچھ کہ دیکھا تھا پس جب ورقہ نے حضرت سے سب حال سنا تو کہا حضرت کو کہ یہ فرشتہ ناموس ہے جس کو اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام پر اتارا تھا۔ یعنی حضرت جبرائیل علیہ السلام ہے کاش میں زمانہ نبوت میں جوان ہوتا کاش میں زندہ ہوتا جس وقت کہ تیری قوم تجھ کو وطن سے نکال دے گی۔ پس فرمایا رسول اللہ ﷺ نے کیا میری قوم مجھ کو

قَالَ ابْنُ شِهَابٍ وَّاَخْبَرَنِیْ اَبُوْ سَلَمَةَ ابْنُ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ اَنَّ جَابِرَبْنَ عَبْدِاللّٰهِ الْاَنْصَارِیَّ قَالَ وَهُوَ یُحَدِّثُ عَنْ فَتْرَةِ الْوَحْیِ فَقَالَ فِیْ حَدِیْثِهٖ بَیْنَنَا اَنَا اَمْشِیْ اِذْ سَمِعْتُ صَوْتًا مِّنَ السَّمَآءِ فَرَفَعْتُ بَصَرِیْ فَاِذَا الْمَلَكُ الَّذِیْ جَآءَ نِیْ بِحِرَآءَ جَالِسٌ عَلٰی كُرْسِیٍّ بَیْنَ السَّمَآءِ وَالْاَرْضِ فَرُعِبْتُ مِنْهُ فَرَجَعْتُ فَقُلْتُ زَمِّلُوْنِیْ زَمِّلُوْنِیْ فَاَنْزَلَ اللّٰهُ تَعَالٰی ﴿یٰۤاَیُّهَا الْمُدَّثِّرُ قُمْ فَاَنْذِرْ وَرَبَّكَ فَكَبِّرْ وَثِیَابَكَ فَطَهِّرْ وَالرُّجْزَ فَاهْجُرْ﴾ فَحَمِیَ الْوَحْیُ وَتَتَابَعَ تَابَعَهٗ عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ یُوْسُفَ وَاَبُوْصَالِحٍ وَتَابَعَهٗ هِلَالُ ابْنُ رَدَّادٍ عَنِ الزُّهْرِیِّ وَقَالَ یُوْنُسُ وَمَعْمَرُ بَوَادِرُهٗ.

نکال دے گی؟ ورقہ نے کہا کہ ہاں نہیں لایا کوئی مرد مثل اس کی جو لایا ہے تو مگر کہ عداوت کی لوگوں نے ساتھ اس کے یعنی یہ سب پیغمبروں کی سُنت ہے کہ لوگوں کے ہاتھوں سے ایذا پاتے رہے کہا ورقہ نے کہ اگر میں نے تیری نبوت کا زمانہ پایا تو تیری بڑی قوی مدد کروں گا۔ پھر بعد ازاں ورقہ تھوڑے دنوں میں فوت ہوگیا اور وحی کا آنا بند ہوگیا کہا ابن شہاب نے (جو راوی اس حدیث کا ہے) اور خبر دی مجھ کو ابوسلمہ بن عبدالرحمٰن نے کہ تحقیق جابر بن عبداللہ انصاری رضی اللہ عنہ نے کہا کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے وحی کے بند ہوجانے کی حدیث بیان کی پس اُس حدیث میں فرمایا کہ ایسی حالت میں کہ میں چلا جاتا تھا اچانک میں نے آسمان سے ایک آواز سنی تو میں نے اپنے سر کو اٹھایا تو ناگہاں وہی فرشتہ تھا جو میرے پاس حرا کے پہاڑ پر آیا تھا۔ آسمان اور زمین کے درمیان کرسی پر بیٹھا ہوا ہے سو میں اس سے کانپا خوف کے مارے پھر میں پلٹ آیا یعنی گھر کی طرف تو میں نے کہا کہ مجھ کو کمبل اوڑھاؤ کمبل اوڑھاؤ سو لوگوں نے مجھ کو اوڑھایا پھر اللہ تعالیٰ نے یہ آیتیں اتاریں کہ اے کپڑا جھرمٹ مارنے والے اُٹھ اور لوگوں کو عذابِ الٰہی سے ڈرا اور اپنے رب کی بڑھائی کہہ یعنی اللہ اکبر کہہ کے نماز پڑھ اور اپنے کپڑوں کو پاک رکھ اور پلیدی کو چھوڑ یعنی بت پرستی سے منع کرے۔ پھر پے در پے اور کثرت سے وحی اُترنی شروع ہوئی۔

فائدہ: حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے جبرائیل علیہ السلام کو اپنی صورت پر دو بار دیکھا ایک تو یہاں اور دوسری بار تب دیکھا کہ جب آپ نے جبرائیل علیہ السلام سے اصلی شکل دیکھنے کا سوال کیا۔ پس ناگہاں دیکھا ان کو کہ واسطے اُن کے چھ سو پر ہیں اور کناروں آسمان کو ڈھانکا ہوا ہے پس خوف سے غش کھا کر گرنے لگے کہ جبرائیل علیہ السلام نے آپ کو سنبھال لیا اور یہاں سے یہ بھی معلوم ہوا کہ فرشتہ ایک علیحدہ مستقل مخلوقات سے انسانوں اور جنات کی طرح اور یہی مذہب ہے تمام سلف صالحین ومن بعدہم کا اور یہی حق ہے فَمَاذَا بَعْدَ الْحَقِّ اِلَّا الضَّلَالُ ۔

فائدہ: اول اقرء کی سورت اتری پھر قریب تین برس کے وحی نہ آئی پھر یَاَیُّھَا الْمُدَّثِرُ کی سورت اتری تب حضرت ﷺ نے کافروں سے مقابلہ اور بحث کرنا شروع کیا اور مناسبت اس حدیث کی ترجمۃ الباب کے ساتھ ظاہر ہے واسطے شامل ہونے اُس کے کے اوپر کیفیت ہونے شروع وحی کے اور وہ قول اُس کا فَجَآءَہُ الْحَقُّ وَھُوَ فِیْ غَارِ حِرَآءَ فَجَآءَہُ الْمَلَكُ الخ یہ جو تین بار دبانے کے بعد کہا کہ پڑھ اپنے رب کے نام سے تو اس کے معنی یہ ہیں کہ نہیں پڑھتا تو اس کو اپنی قوت سے اور نہ اپنی معرفت سے بلکہ اپنے رب کی قوت سے اور اس کی مدد سے سو وہ تجھ کو سکھاتا ہے جیسے اس نے تجھ کو پیدا کیا جیسے کہ نکالا تجھ سے خون کا لوتھڑا اور حصہ شیطان کا لڑکپن میں اور سکھایا تیری امت کو یہاں تک کہ ہوگئے لکھنے والے قلم کے بعد اُس کے کہ ان پڑھ تھے اور خدیجہ رضی اللہ عنہا نے پہلے قسم کھائی کہ اللہ آپ کو ضائع نہ کرے گا پھر استدلال کیا اس نے اس چیز پر جس پر اُس نے قسم کھائی تھی نفی ابدی سے ساتھ امر استقرائی کے اور وصف کیا آپ کو ساتھ اصول نیک عادتوں اور اچھی خصلتوں کے اس واسطے کہ احسان یا تو قرابت والوں سے ہوتا ہے یا بیگانوں سے اور یا ساتھ بدن کے ہوتا ہے اور یا ساتھ مال کے اور یا اُس پر ہوتا ہے جو اپنے امر کے ساتھ بذاتِ خود مستقل نہ ہو اور یا مستقل ہو اور یہ سب جمع کیا گیا ہے اس چیز میں جس کے ساتھ خدیجہ رضی اللہ عنہا نے آپ کی توصیف کی یعنی استقراء سے معلوم ہوتا ہے جو ان صفتوں کے ساتھ موصوف ہو اس کو اللہ کبھی ذلیل نہیں کرتا اور نہ کبھی وہ غمناک ہوتا ہے۔ اور کل کہتے ہیں اس کو جو اپنے کام کے ساتھ مستقل نہ ہو یعنی بذاتِ خود مختار نہ ہو اور تکسب المعدوم کے معنی ہیں کہ آپ لوگوں کو وہ چیز دیتے ہیں جو آپ کے غیر کے پاس نہیں پاتے اور یا یہ معنی ہیں کہ عاجز کا کام کرتے ہیں اور اس قصے میں کئی فائدے ہیں ایک یہ کہ مستحب ہے تسلی دینی اس شخص کو جس پر کوئی مصیبت اترے ساتھ ذکر آسان کرنے کے پاس اس کی کے اور سہل ہونے کے آگے اس کے یعنی اس کو تسلی دے اور کہے کہ کچھ فکر نہ کر یہ مشکل آسان ہو جائے گی اور یہ کہ جس کو کوئی مشکل کام پیش آئے اس کو چاہیے کہ اطلاع کرے ساتھ اس کے اس شخص کو جس کی نصیحت پر اس کو اعتماد ہو اور اس کی رائے کو صحیح جانتا ہو اور یہ جو کہا کہ وہ نصرانی ہو گیا تھا تو اس کا قصہ یوں ہے وہ اور زید بن عمرو دونوں نے بت پرستی کو جانا تو دین کی تلاش کے واسطے شام کو گئے سو ورقہ کو تو نصاریٰ کا دین خوب نظر آیا سو وہ نصرانی ہو گیا اور تھا ملا وہ ان درویشوں کو جو عیسیٰ علیہ السلام کے دین پر باقی تھے اس واسطے خبر دی اس نے ساتھ شان حضرت ﷺ کے اور بشارت اس کی کے اور سوائے اس کے جس کو اہل تبدیل نے بدل ڈالا اور زید بن عمرو کا بیان مناقب میں آئے گا اور یہ جو کہا کہ انجیل کو عبرانی میں لکھتا تھا تو ایک روایت میں ہے کہ عبرانی کتاب لکھتا تھا تو سب صحیح ہے اس واسطے کہ ورقہ نے عبرانی زبان اور عبرانی کتابت دونوں سیکھے ہوئے تھے سو جیسی اس کو عربی کتاب کے لکھنے پر قدرت تھی ویسے ہی اس کو عبرانی کتاب کے لکھنے پر بھی قدرت تھی اس واسطے کہ اس کو عربی زبان کے لکھنے کی قدرت تھی اور سوائے اس کے کچھ نہیں کہ وصف کیا اس کو ساتھ لکھنے کتاب انجیل کے سوائے حفظ اس کے کے یہ اس واسطے ہے کہ

تورات اور انجیل کا یاد کرنا آسان نہ تھا جیسے کہ آسان ہے یاد کرنا قرآن کا جس کے ساتھ یہ امت خاص ہوگئی ہے کہ ہر زمانے اور ہر ملک میں اس کے ہزاروں حافظ موجود ہیں اور یہ جو کہا کہ یہ وہ فرشتہ ہے جو موسیٰ علیہ السلام پر اترا تو اُس نے یہ نہ کہا کہ عیسیٰ علیہ السلام پر اترا اس کے باوجود کہ وہ نصرانی تھا اس واسطے کہ موسیٰ علیہ السلام کی کتاب شامل ہے اکثر احکام پر برخلاف عیسیٰ علیہ السلام کے اور اسی طرح حضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور یا اس واسطے کہ موسیٰ علیہ السلام بھیجے گئے ساتھ عذاب فرعون پر اور اس کے ساتھ والوں پر اور اسی طرح واقع ہوا عذاب اوپر ہاتھ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ فرعون اس امت کی اور وہ ابوجہل ہے اور اس کے ساتھ والے جنگ بدر میں یا کہا اس کو واسطے تحقیق کرنے رسالت کے اس واسطے کہ اترنا جبرائیل علیہ السلام کا موسیٰ علیہ السلام پر متفق علیہ ہے درمیان دونوں کتاب والوں کے برخلاف عیسیٰ علیہ السلام کے کہ بہت یہود ان کی پیغمبری سے انکار کرتے ہیں اور یہ کہا کہ کاش میں جوان ہوتا تو گویا اس نے تمنا کی کہ ہو نزدیک ظہور دعوت اسلام کے جوان تا کہ وہ قادر آپ کی مدد پر اور ساتھ اس کے ظاہر ہوتا ہے بھید وصف کرنے اس کے کے کہ وہ بوڑھا اور اندھا ہوگیا تھا اور اس میں دلیل ہے اوپر جواز تمنا محال کے جب کہ ہو فعل خیر میں اس واسطے کہ ورقہ نے تمنا کی کہ کاش جوان ہو اور یہ محال ہے عادت میں اور ظاہر ہوتا ہے واسطے میرے کہ تمنا مقصود نہیں بلکہ مراد اس سے تنبیہ ہے اوپر صحیح ہونے اس چیز کے کہ اس نے اُس کی خبر دی اور اختیار ہے ساتھ قوت تصدیق اس کی کے اس چیز میں کہ اس کو لا دے گا اور یہ جو کہا کہ پھر وحی بند ہوگئی تو یہ بند ہونا اس واسطے تھا تا کہ آپ کے دل سے وہ خوف دور ہو جو فرشتے کے تین بار دبانے سے پیدا ہوا تھا اور وحی کے بند ہونے سے یہ مراد نہیں کہ جبرائیل علیہ السلام ان کے پاس نہ آتے تھے بلکہ مراد یہ ہے کہ تین برس قرآن اترنا بند رہا اور وہ تین برس کی مدت تھی اور وہ درمیان نزول ﴿اِقْرَءْ﴾ اور ﴿یٰاَیُّهَا الْمُدَّثِّرُ﴾ کے ہے۔ (فتح)

٤ ـ حَدَّثَنَا مُوْسَى بْنُ اِسْمَاعِيْلَ قَالَ حَدَّثَنَا اَبُوْ عَوَانَةَ قَالَ حَدَّثَنَا مُوْسَى بْنُ اَبِيْ عَائِشَةَ قَالَ حَدَّثَنَا سَعِيْدُ بْنُ جُبَيْرٍ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ فِيْ قَوْلِهٖ تَعَالٰى ﴿لَا تُحَرِّكْ بِهٖ لِسَانَكَ لِتَعْجَلَ بِهٖ﴾ قَالَ كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُعَالِجُ مِنَ التَّنْزِيْلِ شِدَّةً وَكَانَ مِمَّا يُحَرِّكُ شَفَتَيْهِ فَقَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ فَاَنَا اُحَرِّكُهُمَا لَكَ كَمَا كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُحَرِّكُهُمَا وَقَالَ سَعِيْدٌ اَنَا اُحَرِّكُهُمَا كَمَا رَاَيْتُ ابْنَ عَبَّاسٍ

۴۔ ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے آیت ﴿لَا تُحَرِّكْ بِهٖ لِسَانَكَ﴾ الآیۃ کی تفسیر میں کہا کہ تھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تکلیف اٹھاتے نازل ہونے سے قرآن کے اور اکثر اوقات اپنی لبوں مبارک کو ہلاتے تھے (واسطے یاد کرنے قرآن کے) پس کہا ابن عباس رضی اللہ عنہما نے اپنے شاگرد سعید بن جبیر کو کہ میں ہلاتا ہوں دونوں لبوں کو واسطے تیرے جیسے کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم ہلاتے تھے اور کہا سعید نے یعنی اپنے شاگرد کو کہا میں ہلاتا ہوں لبوں کو جیسے کہ میں نے ابن عباس رضی اللہ عنہما کو لبیں ہلاتے دیکھا ہے پس ہلایا اس نے لبوں کو اپنے تو اللہ نے یہ آیت اتاری ﴿لَا تُحَرِّكْ بِهٖ لِسَانَكَ لِتَعْجَلَ بِهٖ اِنَّ عَلَيْنَا جَمْعَهٗ وَقُرْاٰنَهٗ﴾ یعنی نہ ہلا

يُحَرِّكُهُمَا فَحَرَّكَ شَفَتَيْهِ فَأَنْزَلَ اللّٰهُ تَعَالٰى ﴿لَا تُحَرِّكْ بِهٖ لِسَانَكَ لِتَعْجَلَ بِهٖ إِنَّ عَلَيْنَا جَمْعَهٗ وَقُرْاٰنَهٗ﴾ قَالَ جَمْعُهٗ لَكَ فِيْ صَدْرِكَ وَتَقْرَأَهٗ فَإِذَا قَرَأْنَاهُ فَاتَّبِعْ قُرْاٰنَهٗ قَالَ فَاسْتَمِعْ لَهٗ وَأَنْصِتْ ﴿ثُمَّ إِنَّ عَلَيْنَا بَيَانَهٗ﴾ ثُمَّ إِنَّ عَلَيْنَا أَنْ تَقْرَأَهٗ فَكَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بَعْدَ ذٰلِكَ إِذَا جِبْرِيْلُ اسْتَمَعَ فَإِذَا انْطَلَقَ جِبْرِيْلُ قَرَأَهُ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَمَا قَرَأَهٗ.

قرآن کے پڑھنے پر اپنی زبان تا کہ اس کو جلدی یاد کر لے البتہ ہمارا ذمہ ہے جمع کرنا اس کا سینے میں اور آسان کرنا اس کے پڑھنے کو کہا ابن عباس رضی اللہ عنہما نے اس آیت کی تفسیر میں کہ جمع کرے گا اس کو سینہ تیرا اور پڑھ لے گا تو اس کو (یعنی بعد چلے جانے جبریل علیہ السلام کے) پس جب کہ پڑھیں ہم اس کو پس تابع ہو قراءۃ اس کی کا کہا ابن عباس رضی اللہ عنہما نے (یعنی اُس کی تفسیر میں) پس سُن اُس کو اور چپ رہ وقت پڑھنے جبرائیل علیہ السلام کے پھر تحقیق ہم پر ہے بیان اُس کا یعنی تحقیق ہم پر ہے پڑھنا تیرا اس کو پس تھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بعد اس کے جس وقت کہ آتا ان کے پاس جبرائیل علیہ السلام سنتے پس جب کہ چلے جاتے جبرائیل علیہ السلام پڑھتے اس کو نبی صلی اللہ علیہ وسلم جیسے کہ پڑھا تھا اُس کو جبرائیل علیہ السلام نے حاصل تفسیر ابن عباس کا یہ ہے کہ اس آیت میں فاتبع سے مراد سننا اور چپ رہنا ہے اور قرآنہ سے پڑھنا ہے۔

فائدہ: اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ جبرائیل علیہ السلام قرآن لے کر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر اترتے تھے اور یہی وجہ ہے مطابقت اس حدیث کی ساتھ ترجمۃ الباب کے یہ جو کہا کہ اللہ نے یہ آیت اتاری تو ظاہر ہے کہ یہ آیتیں ابتدا میں اتریں اور اس کی طرف مائل ہوئے ہیں بخاری بیچ وارد کرنے اس کے اس حدیث کو بدء الوحی میں اور حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا پہلے دستور تھا کہ جب قرآن سکھائے جاتے تھے یعنی جبرائیل علیہ السلام آپ کو قرآن سکھاتا تھا تو قرأۃ میں جبرائیل علیہ السلام کے ساتھ منازعت یعنی جبرائیل علیہ السلام کی قرأت کے ساتھ ساتھ پڑھتے جاتے تھے اور نہ صبر کرتے تھے یہاں تک کہ جبرائیل اُس کو تمام کرے واسطے جلدی کرنے کے طرف حفظ کی تا کہ اس سے کوئی چھوٹ نہ رہے تو اللہ نے یہ آیت اتاری کہ جب جبرائیل تیرے پاس قرآن کی آیتیں لایا کرے تو اس کو چپ کر کے سنتا رہا کر ہم جبرائیل علیہ السلام کے چلے جانے کے بعد اس کو بیان کر دیں گے کوئی چیز تجھ سے چھوٹ نہ رہے گی اور احتمال ہے کہ مراد بیان سے اُس کے مجملات کا بیان اور اس کے مشکلات کا واضح کرنا ہو پس استدلال کیا جاتا ہے ساتھ اس کے اوپر جواز تاخیر بیان کے خطاب کے وقت سے جیسے کہ وہ صحیح ہے اصول اور کلام میں بیچ تفسیر آیتوں مذکورہ کے اور اس کا بیان کتاب التفسیر میں آئے گا۔

٥ ۔ حَدَّثَنَا عَبْدَانُ قَالَ اَخْبَرَنَا عَبْدُ اللّٰهِ قَالَ اَخْبَرَنَا يُوْنُسُ عَنِ الزُّهْرِيِّ ح وَحَدَّثَنَا بِشْرُ بْنُ مُحَمَّدٍ قَالَ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ قَالَ اَخْبَرَنَا يُوْنُسُ وَمَعْمَرٌ نَحْوَهٗ عَنِ الزُّهْرِيِّ اَخْبَرَنِيْ عُبَيْدُ اللّٰهِ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَجْوَدَ النَّاسِ وَكَانَ أَجْوَدُ مَا يَكُوْنُ فِيْ رَمَضَانَ حِيْنَ يَلْقَاهُ جِبْرِيْلُ وَكَانَ يَلْقَاهُ فِيْ كُلِّ لَيْلَةٍ مِنْ رَمَضَانَ فَيُدَارِسُهُ الْقُرْاٰنَ فَلَرَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَجْوَدُ بِالْخَيْرِ مِنَ الرِّيْحِ الْمُرْسَلَةِ.

٥ ۔ ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہا اس نے کہ تھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم زیادہ تر سخی لوگوں سے اور تھے زیادہ تر سخاوت کرتے رمضان میں جس وقت کہ ملتے حضرت جبرائیل علیہ السلام اور تھے ملاقات کرتے جبرائیل علیہ السلام حضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے ہر رات میں رمضان کی پس دَور کرتے ساتھ ان کے قرآن کا پس تحقیق رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم زیادہ تر سخاوت کرنے والے تھے ساتھ بھلائی کے ہوا چھوڑی گئی سے یعنی جو ہوا کہ بارش لاتی ہے۔

فائدہ: اس حدیث سے معلوم ہوا کہ جبرائیل علیہ السلام ہر سال رمضان کی ہر رات میں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے ملاقات کر کے اور ان کے ساتھ قرآن کا دَور کرتے تھے اور یہ سب احکام وحی کی قسم سے ہیں اور یہ باب بھی وحی کے بیان میں پس مناسبت اس حدیث کی باب سے ظاہر ہے اور یہ جو کہا کہ کان اجود الناس تو اس کے معنی یہ ہیں کہ تھے اکثر لوگوں کے جود میں اور جود کے معنی ہیں بخشش کرنے والا اور کرم اور کرم صفات محمودہ سے ہے اور ترمذی میں روایت ہے کہ بے شک اللہ بہت بخشش کرنے والا ہے دوست رکھتا ہے بخشش کو اور ایک روایت میں ہے کہ فرمایا میں زیادہ تر سخاوت کرنے والا ہوں اولادِ آدم میں اور میرے بعد ان میں بہت سخاوت کرنے والا شخص ہے کہ لوگوں کو علم پڑھائے اور اپنا علم پھیلائے اور وہ شخص کہ اپنی جان کو اللہ کی راہ میں فدا کرے۔ اور اس کی سند میں کلام ہے اور ایک صحیح روایت میں ہے کہ تھے حضرت صلی اللہ علیہ وسلم بڑے بہادر سب لوگوں میں اور سخی تر لوگوں میں اور یہ جو کہا کہ جبرائیل علیہ السلام آپ سے قرآن کا دَور کرتے تھے تو بعض کہتے ہیں کہ حکمت اس میں یہ ہے کہ وہ قرآن کا تازہ کرنا ہے واسطے آپ کے عہد کو ساتھ زیادہ ہونے بے پروائی نفس کے اور بے پرواہی سبب ہے جود کا اور جود شرع میں دینا اس چیز کا ہے کہ لائق ہے دینا اُس کا واسطے اس شخص کے کہ سزاوار ہے اور وہ عام صدقہ سے اور نیز پس رمضان خیرات کا زمانہ ہے اس واسطے کہ اللہ کی نعمتیں خاص اپنے بندوں پر اس میں زیادہ ہیں سو تھے حضرت صلی اللہ علیہ وسلم اختیار کرتے پیروی سنت اللہ کی اُس کے بندوں میں پس مجموع اس چیز کا کہ ذکر کی گئی ہے وقت اور نزول پر اور نازل اور مذاکرہ سے حاصل کیا اس نے زیادتی کو جود میں اور علم نزدیک اللہ کے ہے اور یہ جو کہا کہ ہوا چھوڑی گئی سے تو اس میں اشارہ ہے طرف ہمیشہ چلنے اس

کے کی ساتھ رحمت کے اور طرف عموم نفع کے ساتھ بخشش آپ کی کے جیسے کہ عام ہوتی ہے ہوا چھوڑی گئی تمام اس چیز کو جس پر چلتی ہے اور ایک روایت میں ہے کہ نہ مانگی جاتی تھی حضرت ﷺ سے کچھ چیز مگر وہ چیز دیتے تھے اور امام نووی نے کہا کہ اس حدیث میں کئی فائدے ہیں ایک ان میں سے رغبت دلانا ہے سخاوت پر ہر وقت میں اور اُن میں سے زیادہ ہونا ہے رمضان میں اور وقت جمع ہونے کے ساتھ اہل صلاح کے اور اس میں زیارت ہے نیکوکاروں اور اہلِ خیر کی اور اس کا تکرار کرنا جب کہ زیارت کیا گیا اس کو برا نہ جانے اور یہ کہ مستحب ہے بہت پڑھنا قرآن کا رمضان کے مہینے میں اور یہ کہ وہ افضل ہے تمام ذکروں سے اس واسطے کہ اگر اور ذکر افضل یا برابر ہوتا تو البتہ اس کو کرتے اور سوائے اُس کے جو تامل سے ظاہر ہوتے ہیں میں کہتا ہوں اس میں اشارہ ہے اس طرف کہ ابتدا قرآن کے اترنے کا رمضان میں تھا اس واسطے کہ اول سب قرآن کا یکبارگی پہلے آسمان کی طرف اترنا رمضان میں تھا جیسا کہ ابن عباس رضی اللہ عنہما کی حدیث سے ثابت ہو چکا ہے سو تھے جبرائیل علیہ السلام خبر گیری کرتے آپ کی ہر سال میں سو دَور کرتے تھے آپ سے اس چیز کا کہ اتاری گئی اوپر آپ کے رمضان سے رمضان تک پھر جب وہ سال ہوا جس میں آپ کا انتقال ہوا تو اس میں جبرائیل علیہ السلام نے آپ سے دو بار قرآن کا دَور کیا جیسا کہ ثابت ہو چکا ہے صحیح میں فاطمہ رضی اللہ عنہا سے اور ساتھ اس تقریر کے جواب دیا جاتا ہے اس کو جو سوال کرتا ہے مناسبت وارد کرنے اس حدیث کے سے اس باب میں اور اللہ خوب جانتا ہے۔ (فتح)

٦ ـ حَدَّثَنَا أَبُو الْيَمَانِ الْحَكَمُ بْنُ نَافِعٍ قَالَ أَخْبَرَنَا شُعَيْبٌ عَنِ الزُّهْرِيِّ قَالَ أَخْبَرَنِيْ عُبَيْدُ اللّٰهِ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عُتْبَةَ بْنِ مَسْعُوْدٍ أَنَّ عَبْدَ اللّٰهِ بْنَ عَبَّاسٍ أَخْبَرَهُ أَنَّ أَبَا سُفْيَانَ بْنَ حَرْبٍ أَخْبَرَهُ أَنَّ هِرَقْلَ أَرْسَلَ إِلَيْهِ فِيْ رَكْبٍ مِنْ قُرَيْشٍ وَكَانُوْا تُجَّارًا بِالشَّامِ فِي الْمُدَّةِ الَّتِيْ كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَادَّ فِيْهَا أَبَا سُفْيَانَ وَكُفَّارَ قُرَيْشٍ فَأَتَوْهُ وَهُمْ بِإِيْلِيَآءَ فَدَعَاهُمْ فِيْ مَجْلِسِهٖ وَحَوْلَهٗ عُظَمَآءُ الرُّوْمِ ثُمَّ دَعَاهُمْ وَدَعَا بِتَرْجُمَانِهٖ فَقَالَ أَيُّكُمْ أَقْرَبُ نَسَبًا بِهٰذَا الرَّجُلِ الَّذِيْ يَزْعُمُ أَنَّهٗ نَبِيٌّ فَقَالَ أَبُوْ

٦ ـ ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ ابوسفیان نے مجھ سے قصہ نقل کیا کہ جب ہم سے اور حضرت ﷺ سے حدیبیہ میں صلح واقع ہوئی تو اسی مدت میں شام کے ملک میں واسطے تجارت کے گئے ہوئے تھے۔ سو تحقیق ہرقل (بادشاہ روم) نے مجھ کو بلا بھیجا مع چند سواروں قریش کے پس آئے ہم اس کے پاس اور وہ تھا اس وقت ایلیا میں یعنی بیت المقدس میں پس بلایا ہم کو اپنی مجلس میں اور گرد اس کے تھے سردار روم کے پھر بلایا ہم کو اور طلب کیا ترجمان اپنے کو پھر کہا ہرقل نے کہ تم لوگوں میں سے اس پیغمبر کا رشتے میں کون شخص زیادہ تر قریب ہے میں نے کہا کہ میں۔ کہا ہرقل نے کہ اُس کو میرے سامنے لاؤ اور اُس کے ساتھیوں کو نزدیک لاؤ اور ان کو اس کی پیٹھ کے پیچھے بٹھاؤ اور پھر ہرقل نے ترجمان کے واسطے سے میرے ساتھیوں

سُفْيَانَ فَقُلْتُ أَنَا أَقْرَبُهُمْ نَسَبًا فَقَالَ أَدْنُوْهُ مِنِّيْ وَقَرِّبُوْا أَصْحَابَهُ فَاجْعَلُوْهُمْ عِنْدَ ظَهْرِهِ ثُمَّ قَالَ لِتَرْجُمَانِهِ قُلْ لَهُمْ إِنِّيْ سَآئِلٌ هٰذَا عَنْ هٰذَا الرَّجُلِ فَإِنْ كَذَبَنِيْ فَكَذِّبُوْهُ فَوَاللّٰهِ لَوْلَا الْحَيَآءُ مِنْ أَنْ يَّأْثِرُوْا عَلَيَّ كَذِبًا لَكَذَبْتُ عَنْهُ ثُمَّ كَانَ أَوَّلَ مَا سَأَلَنِيْ عَنْهُ أَنْ قَالَ كَيْفَ نَسَبُهُ فِيْكُمْ قُلْتُ هُوَ فِيْنَا ذُوْ نَسَبٍ قَالَ فَهَلْ قَالَ هٰذَا الْقَوْلَ مِنْكُمْ أَحَدٌ قَطُّ قَبْلَهُ قُلْتُ لَا قَالَ فَهَلْ كَانَ مِنْ اٰبَآئِهِ مِنْ مَّلِكٍ قُلْتُ لَا قَالَ فَأَشْرَافُ النَّاسِ يَتَّبِعُوْنَهُ أَمْ ضُعَفَآؤُهُمْ فَقُلْتُ بَلْ ضُعَفَآؤُهُمْ قَالَ أَيَزِيْدُوْنَ أَمْ يَنْقُصُوْنَ قُلْتُ بَلْ يَزِيْدُوْنَ قَالَ فَهَلْ يَرْتَدُّ أَحَدٌ مِّنْهُمْ سَخْطَةً لِدِيْنِهِ بَعْدَ أَنْ يَدْخُلَ فِيْهِ قُلْتُ لَا قَالَ فَهَلْ كُنْتُمْ تَتَّهِمُوْنَهُ بِالْكَذِبِ قَبْلَ أَنْ يَقُوْلَ مَا قَالَ قُلْتُ لَا قَالَ فَهَلْ يَغْدِرُ قُلْتُ لَا وَنَحْنُ مِنْهُ فِيْ مُدَّةٍ لَا نَدْرِيْ مَا هُوَ فَاعِلٌ فِيْهَا قَالَ وَلَمْ تُمْكِنِّيْ كَلِمَةٌ أُدْخِلُ فِيْهَا شَيْئًا غَيْرُ هٰذِهِ الْكَلِمَةِ قَالَ فَهَلْ قَاتَلْتُمُوْهُ قُلْتُ نَعَمْ قَالَ فَكَيْفَ كَانَ قِتَالُكُمْ إِيَّاهُ قُلْتُ الْحَرْبُ بَيْنَنَا وَبَيْنَهُ سِجَالٌ يَنَالُ مِنَّا وَنَنَالُ مِنْهُ قَالَ مَاذَا يَأْمُرُكُمْ قُلْتُ يَقُوْلُ اعْبُدُوا اللّٰهَ وَحْدَهُ وَلَا تُشْرِكُوْا بِهِ شَيْئًا وَّاتْرُكُوْا مَا يَقُوْلُ اٰبَآؤُكُمْ وَيَأْمُرُنَا بِالصَّلَاةِ وَالزَّكَاةِ وَالصِّدْقِ وَالْعَفَافِ

سے کہا کہ میں اس شخص سے کچھ پوچھتا ہوں اگر یہ جھوٹ بولے تو تم اس کو جھٹلاؤ۔ ابوسفیان نے کہا کہ قسم اللہ کی اگر مجھ کو اپنے دروغگوئی مشہور ہونے کا ڈر نہ ہوتا تو میں حضرت ﷺ کے حال میں کچھ جھوٹ بولتا پھر اول سب سے ہرقل نے یہ پوچھا کہ اس پیغمبر کا حسب اور نسب کیسا ہے؟ میں نے کہا کہ ہم لوگوں میں وہ نہایت شریف اور عمدہ خاندان ہے۔ ہرقل نے پوچھا کہ تم لوگوں میں اس طرح نبوت کا دعویٰ کسی نے آگے بھی کیا ہے یا نہیں۔ میں نے کہا نہیں۔ ہرقل نے کہا کہ اس کے باپ دادے میں کوئی بادشاہ بھی تھا میں نے کہا کہ نہیں۔ کہا ہرقل نے کہ سردار لوگ اس کے تابع ہوئے ہیں یا غریب لوگ میں نے کہا کہ غریب لوگ اس کے تابع ہوئے ہیں ہرقل نے پوچھا کہ اس کے ساتھی بڑھتے جاتے ہیں یا گھٹتے ہیں۔ میں نے کہا نہیں بلکہ بڑھتے جاتے ہیں۔ ہرقل نے پوچھا کہ کوئی ان میں سے اس کے دین سے پھر بھی جاتا ہے ناخوش ہوکر میں نے کہا کہ نہیں۔ ہرقل نے پوچھا کہ نبوت کے دعوے سے پہلے کبھی جھوٹ بولنے کی تہمت بھی اس کو لگی تھی۔ میں نے کہا کہ نہیں ہرقل نے کہا کہ کبھی قول کر کے دغا بھی کرتا ہے میں نے کہا کہ نہیں لیکن ہم سے اور اس سے صلح ہوئی ہے ہم کو معلوم نہیں کہ اب وہ اس میں کیا کرنے والا ہے ابوسفیان نے کہا واللہ اتنی بات کے سوا کسی اور بات کو میں اس میں نہ ملا سکا۔ ہرقل نے کہا کہ تم سے اور اس سے لڑائی بھی ہوتی ہے میں نے کہا ہاں ہرقل نے لڑائی کا حال پوچھا کیا ہے میں نے کہا کبھی وہ ہم پر غالب ہوتا ہے کبھی ہم اس پر غالب ہوتے ہیں۔ ہرقل نے کہا کہ کس چیز کا تم کو حکم کرتا ہے میں نے کہا یہ بات کہتا ہے کہ ایک اللہ کی عبادت کرو اور نہ شریک

وَالصِّلَةِ فَقَالَ لِلتَّرْجُمَانِ قُلْ لَهُ سَأَلْتُكَ عَنْ نَسَبِهِ فَذَكَرْتَ أَنَّهُ فِيكُمْ ذُوْ نَسَبٍ فَكَذٰلِكَ الرُّسُلُ تُبْعَثُ فِيْ نَسَبِ قَوْمِهَا وَسَأَلْتُكَ هَلْ قَالَ أَحَدٌ مِنكُمْ هٰذَا الْقَوْلَ فَذَكَرْتَ أَنْ لَّا فَقُلْتُ لَوْكَانَ أَحَدٌ قَالَ هٰذَا الْقَوْلَ قَبْلَهُ لَقُلْتُ رَجُلٌ يَتَأَسّٰى بِقَوْلٍ قِيلَ قَبْلَهُ وَسَأَلْتُكَ هَلْ كَانَ مِنْ اٰبَآئِهِ مِنْ مَّلِكٍ فَذَكَرْتَ أَنْ لَّا قُلْتُ فَلَوْ كَانَ مِنْ اٰبَآئِهِ مِنْ مَلِكٍ قُلْتُ رَجُلٌ يَطْلُبُ مُلْكَ أَبِيْهِ وَسَأَلْتُكَ هَلْ كُنتُمْ تَتَّهِمُوْنَهُ بِالْكَذِبِ قَبْلَ أَنْ يَقُوْلَ مَا قَالَ فَذَكَرْتَ أَنْ لَّا فَقَدْ أَعْرِفُ أَنَّهُ لَمْ يَكُنْ لِيَذَرَ الْكَذِبَ عَلَى النَّاسِ وَيَكْذِبَ عَلَى اللّٰهِ وَسَأَلْتُكَ أَشْرَافُ النَّاسِ اتَّبَعُوْهُ أَمْ ضُعَفَاؤُهُمْ فَذَكَرْتَ أَنَّ ضُعَفَآئَهُمُ اتَّبَعُوْهُ وَهُمْ أَتْبَاعُ الرُّسُلِ وَسَأَلْتُكَ أَيَزِيْدُوْنَ أَمْ يَنْقُصُوْنَ فَذَكَرْتَ أَنَّهُمْ يَزِيْدُوْنَ وَكَذٰلِكَ أَمْرُ الْإِيْمَانِ حَتّٰى يَتِمَّ وَسَأَلْتُكَ أَيَرْتَدُّ أَحَدٌ سَخْطَةً لِدِيْنِهِ بَعْدَ أَنْ يَدْخُلَ فِيْهِ فَذَكَرْتَ أَنْ لَّا وَكَذٰلِكَ الْإِيْمَانُ حِيْنَ تُخَالِطُ بَشَاشَتُهُ الْقُلُوْبَ وَسَأَلْتُكَ هَلْ يَغْدِرُ فَذَكَرْتَ أَنْ لَا وَكَذٰلِكَ الرُّسُلُ لَا تَغْدِرُ وَسَأَلْتُكَ بِمَا يَأْمُرُكُمْ فَذَكَرْتَ أَنَّهُ يَأْمُرُكُمْ أَنْ تَعْبُدُوا اللّٰهَ وَلَا تُشْرِكُوْا بِهٖ شَيْئًا وَيَنْهَاكُمْ عَنْ عِبَادَةِ الْأَوْثَانِ

ٹھہراؤ ساتھ اس کے کسی چیز کو اور چھوڑ دو اس کو جو تمہارے باپ دادے کہتے تھے اور حکم کرتا ہے ہم کو نماز کا اور سچ بولنے کا اور حرام چیزوں سے بچنے کا اور برادر پروری کا۔ پھر ہرقل نے ترجمان سے کہا کہ کہہ دے کہ میں نے تجھ سے اس کا حسب اور نسب پوچھا تو تو نے کہا کہ شریف اور عالی خاندان ہے سو پیغمبر لوگ اسی طرح سے اپنی قوم میں شریف اور عمدہ خاندان ہوتے ہیں اور میں نے تجھ سے پوچھا کہ ایسا دعویٰ اس کی قوم میں کسی اور شخص نے بھی کیا تھا تو نے کہا کہ نہیں سو اگر ایسا کسی نے دعویٰ کیا ہوتا تو میں جانتا کہ یہ شخص بھی اپنی قوم کی راہ پر چلا اگلوں کی طرح اس کو بھی ہوس نے لیا اور میں نے پوچھا تجھ سے کہ اس کے باپ دادے میں کوئی بادشاہ تھا تو نے کہا کہ نہیں سو اگر کوئی بادشاہ ہوتا تو میں کہتا کہ یہ شخص نبوت کے پردے میں اپنے باپ دادے کی سلطنت چاہتا ہے اور میں نے پوچھا تجھ سے کہ دعویٰ نبوت کے قبل کبھی اس کو دروغگوئی کی تہمت بھی لگی تھی تو نے کہا کہ نہیں تو میں نے جانا کہ جو کبھی آدمیوں پر جھوٹ نہ باندھے گا بھلا وہ اللہ پر کیونکر جھوٹ باندھے گا اور میں نے تجھ سے پوچھا کہ سردار لوگ اس کے تابع ہوئے ہیں یا غریب لوگ تو نے کہا کہ غریب لوگ اس کے تابع ہوئے ہیں سو یہی حال ہے پیغمبروں کا کہ ان کے اول غریب لوگ اطاعت اختیار کرتے ہیں یعنی بڑے آدمی غرور سے بے نصیب رہتے ہیں اور میں نے پوچھا تجھ سے کہ اس کے ساتھی بڑھتے ہیں یا گھٹتے ہیں تو نے کہا کہ بڑھتے ہیں سو یہی حال ایمان کا ہے کہ اس کو ترقی ہوتی ہے یہاں تک کہ کمال کو پہنچتا ہے اور میں نے پوچھا تجھ سے کہ کوئی ان میں سے اس کے دین سے پھر بھی جاتا ہے ناخوش ہو کر تو نے کہا کہ

وَيَأْمُرُكُمْ بِالصَّلَاةِ وَالصِّدْقِ وَالْعَفَافِ فَإِنْ كَانَ مَا تَقُولُ حَقًّا فَسَيَمْلِكُ مَوْضِعَ قَدَمَيَّ هَاتَيْنِ وَقَدْ كُنْتُ أَعْلَمُ أَنَّهُ خَارِجٌ لَمْ أَكُنْ أَظُنُّ أَنَّهُ مِنْكُمْ فَلَوْ أَنِّيْ أَعْلَمُ أَنِّيْ أَخْلُصُ إِلَيْهِ لَتَجَشَّمْتُ لِقَآئَهُ وَلَوْكُنْتُ عِنْدَهُ لَغَسَلْتُ عَنْ قَدَمَيْهِ ثُمَّ دَعَا بِكِتَابِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الَّذِيْ بَعَثَ بِهِ دِحْيَةُ إِلٰى عَظِيْمِ بُصْرٰى فَدَفَعَهُ إِلٰى هِرَقْلَ فَقَرَأَهُ فَإِذَا فِيْهِ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ مِنْ مُحَمَّدٍ عَبْدِ اللّٰهِ وَرَسُوْلِهِ إِلٰى هِرَقْلَ عَظِيْمِ الرُّوْمِ سَلَامٌ عَلٰى مَنِ اتَّبَعَ الْهُدٰى أَمَّا بَعْدُ فَإِنِّيْ أَدْعُوْكَ بِدِعَايَةِ الْإِسْلَامِ أَسْلِمْ تَسْلَمْ يُؤْتِكَ اللّٰهُ أَجْرَكَ مَرَّتَيْنِ فَإِنْ تَوَلَّيْتَ فَإِنَّ عَلَيْكَ إِثْمَ الْأَرِيْسِيِّيْنَ ﴿وَيٰٓأَهْلَ الْكِتَابِ تَعَالَوْا إِلٰى كَلِمَةٍ سَوَآءٍ بَيْنَنَا وَبَيْنَكُمْ أَنْ لَّا نَعْبُدَ إِلَّا اللّٰهَ وَلَا نُشْرِكَ بِهِ شَيْئًا وَّلَا يَتَّخِذَ بَعْضُنَا بَعْضًا أَرْبَابًا مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ فَإِنْ تَوَلَّوْا فَقُوْلُوا اشْهَدُوْا بِأَنَّا مُسْلِمُوْنَ﴾ قَالَ أَبُوْ سُفْيَانَ فَلَمَّا قَالَ مَا قَالَ وَفَرَغَ مِنْ قِرَآئَةِ الْكِتَابِ كَثُرَ عِنْدَهُ الصَّخَبُ وَارْتَفَعَتِ الْأَصْوَاتُ وَأُخْرِجْنَا فَقُلْتُ لِأَصْحَابِيْ حِيْنَ أُخْرِجْنَا لَقَدْ أَمِرَ أَمْرُ ابْنِ أَبِيْ كَبْشَةَ إِنَّهُ يَخَافُهُ مَلِكُ بَنِي الْأَصْفَرِ فَمَا زِلْتُ مُوْقِنًا أَنَّهُ سَيَظْهَرُ حَتّٰى أَدْخَلَ اللّٰهُ عَلَيَّ الْإِسْلَامَ وَكَانَ ابْنُ

نہیں سو یہی حال ہے ایمان کے نور کا جب دل میں رچ گیا یعنی ایمان کی بھی یہی خاصیت ہے کہ اس کو تغیر نہیں ہوتا ہے اور میں نے تجھ سے پوچھا کہ کبھی قول کر کے دغا بھی کرتا ہے تو نے کہا کہ نہیں سو یہی عادت ہوتی ہے پیغمبروں کی کہ وہ ہرگز دغا نہیں کرتے اور میں نے تجھ سے پوچھا کہ کس چیز کا تم کو حکم کرتا ہے تو نے کہا کہ ہم کو نماز اور سچ بولنے اور برادر پروری اور پرہیز گاری سکھاتا ہے اور ہم کو حکم کرتا ہے کہ عبادت کریں ہم ایک اللہ کی اور نہ شریک ٹھہرائیں اس کے ساتھ کسی چیز کو اور منع کرتا ہے بت پرستی سے ہرقل نے کہا کہ اگر یہ سب باتیں سچی ہیں تو بے شک وہ شخص پیغمبر ہے اور عنقریب اس کی سلطنت میرے قدم کے نیچے تک پہنچے گی میں آگے سے جانتا تھا کہ اس وقت میں پیغمبر ظاہر ہوا چاہتا ہے لیکن میرا یہ گمان نہ تھا کہ تم (غریب لوگوں) میں وہ پیدا ہوگا اور اگر میں یہ جانتا کہ میں اس تک پہنچ سکوں گا تو میں اس کے دیدار کا عاشق ہوتا اور اس کی ملاقات تکلیف سے حاصل کرتا اور اگر میں اُس کے پاس ہوتا تو میں اس کے قدم دھوتا۔ پھر ہرقل نے حضرت ﷺ کا خط طلب کیا جو حضرت ﷺ نے دحیہ کلبی کے ہاتھ روم کے بادشاہ کو بھیجا تھا سو دحیہ کلبی نے وہ خط روم کے سردار کو پہنچایا اس نے رُوم کے بادشاہ کے حوالے کیا پس پڑھا اس کو پس ناگہاں اس میں یہ مضمون لکھا تھا بسم اللہ الرحمٰن الرحیم (یہ خط ہے) محمد ﷺ اللہ کے بندے اور اس کے رسول کا ہرقل کی طرف جو روم کا سردار ہے اُس پر سلام ہے جو راہِ راست پر چلا بعد اُس کے میں تجھ کو بلاتا ہوں اسلام کی دعوت۔ سے اسلام قبول کرتا کہ تو (دین، دنیا) میں سلامت رہے اور تو مسلمان ہوجا اللہ تجھ کو دوہرا ثواب دے گا (یعنی ایک ثواب عیسوی

النَّاطُوْرِ صَاحِبُ إِيْلِيَآءَ وَهِرَقْلَ سُقُفًا عَلٰى نَصَارَى الشَّامِ يُحَدِّثُ أَنَّ هِرَقْلَ حِيْنَ قَدِمَ إِيْلِيَآءَ أَصْبَحَ يَوْمًا خَبِيْثَ النَّفْسِ فَقَالَ بَعْضُ بَطَارِقَتِهٖ قَدِ اسْتَنْكَرْنَا هَيْئَتَكَ قَالَ ابْنُ النَّاطُوْرِ وَكَانَ هِرَقْلُ حَزَّآءً يَنْظُرُ فِي النُّجُوْمِ فَقَالَ لَهُمْ حِيْنَ سَأَلُوْهُ إِنِّيْ رَأَيْتُ اللَّيْلَةَ حِيْنَ نَظَرْتُ فِي النُّجُوْمِ مَلِكَ الْخِتَانِ قَدْ ظَهَرَ فَمَنْ يَّخْتَتِنُ مِنْ هٰذِهِ الْأُمَّةِ قَالُوْا لَيْسَ يَخْتَتِنُ إِلَّا الْيَهُوْدُ فَلَا يُهِمَّنَّكَ شَأْنُهُمْ وَاكْتُبْ إِلٰى مَدَائِنِ مُلْكِكَ فَيَقْتُلُوْا مَنْ فِيْهِمْ مِّنَ الْيَهُوْدِ فَبَيْنَمَا هُمْ عَلٰى أَمْرِهِمْ أُتِيَ هِرَقْلُ بِرَجُلٍ أَرْسَلَ بِهٖ مَلِكُ غَسَّانَ يُخْبِرُ عَنْ خَبَرِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَلَمَّا اسْتَخْبَرَهٗ هِرَقْلُ قَالَ اذْهَبُوْا فَانْظُرُوْا أَمُخْتَتِنٌ هُوَ أَمْ لَا فَنَظَرُوْا إِلَيْهِ فَحَدَّثُوْهُ أَنَّهٗ مُخْتَتِنٌ وَسَأَلَهٗ عَنِ الْعَرَبِ فَقَالَ هُمْ يَخْتَتِنُوْنَ فَقَالَ هِرَقْلُ هٰذَا مَلِكُ هٰذِهِ الْأُمَّةِ قَدْ ظَهَرَ ثُمَّ كَتَبَ هِرَقْلُ إِلٰى صَاحِبٍ لَّهٗ بِرُوْمِيَةَ وَكَانَ نَظِيْرَهٗ فِي الْعِلْمِ وَسَارَ هِرَقْلُ إِلٰى حِمْصَ فَلَمْ يَرِمْ حِمْصَ حَتّٰى أَتَاهُ مِنْ صَاحِبِهٖ يُوَافِقُ رَأْيَ هِرَقْلَ عَلٰى خُرُوْجِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَأَنَّهٗ نَبِيٌّ فَأَذِنَ هِرَقْلُ لِعُظَمَآءِ الرُّوْمِ فِيْ دَسْكَرَةٍ لَّهٗ بِحِمْصَ ثُمَّ أَمَرَ بِأَبْوَابِهَا فَغُلِّقَتْ ثُمَّ اطَّلَعَ فَقَالَ يَا مَعْشَرَ الرُّوْمِ هَلْ

دین قبول کرنے اور دوسرا ثواب محمدی ہونے کا) اور اگر تو نے اسلام قبول نہ کیا تو تیرے اوپر رعیت اور سب تابعداروں کا گناہ پڑے گا اور اے کتاب والو! آجاؤ اس بات پر جو ہمارے اور تمہارے درمیان برابر ہے وہ بات یہ ہے کہ ہم اور تم اللہ کے سوا کسی کی عبادت اور پرستش نہ کریں اور کسی چیز کو اُس کے ساتھ شریک نہ ٹھہرائیں اور ہم میں سے بعض آدمی بعض کو اللہ کے سوا اپنا رب اور مالک نہ بنائیں سو اگر اہلِ کتاب توحید سے منہ موڑیں تو ان سے کہہ دو کہ تم گواہ رہو ہم تو مسلمان ہیں حکمِ الٰہی کے مطیع ہیں۔ کہا ابوسفیان نے کہ جب ہرقل نے جو کہنا تھا کہہ چکا اور وہ خط پڑھ چکا تو اہلِ دربار میں بہت گفتگو اور نہایت غل اور شور ہوا پھر ہم بموجب حکم کے دربار سے نکالے گئے۔ ابوسفیان نے کہا کہ جب ہمارا اخراج ہوا تو میں نے اپنے ساتھیوں سے کہا کہ قسم ہے اللہ کی کہ البتہ بڑا ہوگیا ہے کام ابی کبشہ کے بیٹے کا یعنی محمد ﷺ کا یہ رتبہ پہنچا کہ بادشاہ روم اس سے خوف کرتا ہے۔(ابو کبشہ ایک مرد کا نام ہے اُس نے قریش سے دین میں مخالف ہو کر بت پرستی چھوڑ دی تھی اس لیے ابوسفیان نے حضرت ﷺ کو اس کا بیٹا بنایا کہ حضرت ﷺ بھی قریش سے مخالف ہو کر بت پرستی سے منع کرتے تھے)۔

(ت) ابوسفیان نے کہا سو جب سے مجھ کو یقین ہوگیا تھا کہ حضرت ﷺ سب پر غالب ہوں گے یہاں تک کہ اللہ نے مجھ کو اسلام میں داخل کیا (کہا راوی نے) کہ ابن ناطور امیر بیت المقدس کا اور مصاحب ہرقل کا پادری تھا۔ اوپر نصاری شام کے وہ حدیث بیان کرتا تھا کہ جب ہرقل بیت المقدس میں آیا تو ایک دن صبح کو گھبرایا ہوا اٹھا پس بعض خاص لوگوں

لَكُمْ فِي الْفَلَاحِ وَالرُّشْدِ وَأَنْ يَّثْبُتَ مُلْكُكُمْ فَتُبَايِعُوْا هٰذَا النَّبِيَّ فَحَاصُوْا حَيْصَةَ حُمُرِ الْوَحْشِ إِلَى الْأَبْوَابِ فَوَجَدُوْهَا قَدْ غُلِقَتْ فَلَمَّا رَاٰى هِرَقْلُ نَفْرَتَهُمْ وَأَيِسَ مِنَ الْإِيْمَانِ قَالَ رُدُّوْهُمْ عَلَيَّ وَقَالَ إِنِّيْ قُلْتُ مَقَالَتِيْ انِفًا أَخْتَبِرُ بِهَا شِدَّتَكُمْ عَلٰى دِيْنِكُمْ فَقَدْ رَأَيْتُ فَسَجَدُوْا لَهٗ وَرَضُوْا عَنْهُ فَكَانَ ذٰلِكَ اٰخِرَ شَأْنِ هِرَقْلَ قَالَ اَبُوْ عَبْدِ اللّٰهِ رَوَاهُ صَالِحُ بْنُ كَيْسَانَ وَيُوْنُسُ وَمَعْمَرٌ عَنِ الزُّهْرِيِّ.

نے اس سے کہا کہ ہم تمہاری صورت کو اتری ہوئی دیکھتے ہیں۔ ابن ناطور نے کہا کہ تھا ہرقل کاہن ستاروں کا حساب جانتا تھا پس کہا اُس نے ان کو جب کہ انہوں نے اس سے پوچھا کہ میں نے آج رات جب ستاروں میں نظر کی تو دیکھا کہ بادشاہ ختنے کا غالب آگیا یعنی ملک پر ایک ایسا بادشاہ غالب آگیا ہے جو ختنہ کرتا ہے سو اس امت سے کون ختنہ کیا کرتا ہے لوگوں نے کہا کہ یہودیوں کے سوا کوئی ختنہ نہیں کرتا ہے سو ان کا کچھ غم نہ کر اور اپنے ملک کے تمام شہروں میں لکھ بھیج کہ ان میں جو یہودی ہو اس کو قتل کیا جائے سو جس حالت میں کہ وہ اسی گفتگو میں تھے کہ ہرقل کے پاس ایک آدمی پکڑا آیا جس کو غسان کے بادشاہ نے (گرفتار کرکے) ہرقل کی طرف بھیجا تھا وہ شخص حضرت ﷺ کے حال سے خبر دیتا تھا سو جب کہ ہرقل نے اس کا سب حال پوچھا تو کہا کہ اس کو لیجا کر دیکھو کہ اس کا ختنہ کیا ہوا ہے یا نہیں سو لوگوں نے اس کو دیکھ کر ہرقل کو خبر دی کہ اس کا ختنہ کیا ہوا ہے اور ہرقل نے اس سے عرب کا حال پوچھا یعنی کیا عرب بھی ختنہ کرتے ہیں اس نے کہا کہ ہاں عرب لوگ ختنہ کرتے ہیں پس ہرقل نے کہا کہ بادشاہ اس امت کا غالب ہوگیا ہے پھر لکھا ہرقل نے طرف ایک مصاحب اپنے کی رومیہ میں (جو ایک شہر کا نام ہے) اور تھا علم میں اُس کے برابر اور آپ ہرقل حمص کی طرف چلا گیا پس ابھی تک حمص میں ہی ٹھہرا ہوا تھا کہ اس کے پاس مصاحب کا خط آپہنچا موافق رائے ہرقل کے اوپر پیدا ہونے نبی کے اور یہ کہ تحقیق وہ نبی ہے پھر ہرقل نے روم کے سب سرداروں کو اپنی ایک حویلی میں جمع کیا اور اس کے دروزوں میں قفل لگادیے پھر اُن سے کہا کہ اے روم کے لوگو! اگر تم اپنی

ہدایت اور بہتری چاہتے ہو اور اپنے ملک اور سلطنت کا قیام چاہتے ہو تو اس پیغمبر پر ایمان لاؤ سو روم کے سردار سب بھڑکے اور جنگلی گدھوں کی طرح بدکے اور دروازوں کی طرف بھاگے لیکن دروازوں کو بند پایا سو جب ہرقل نے ان کی ایسی نفرت دیکھی اور ان کے ایمان سے ناامید ہوا تو ان کو بلایا اور کہا کہ میں نے دین کی مضبوطی آزمائی تھی شاباش جو بات مجھ کو پسند تھی وہی تم نے کی پھر تو ان لوگوں نے ہرقل کو سجدہ کیا اور اس سے خوش ہو گئے سو یہی ہوا آخر حال ہرقل کا (یعنی دنیا کی بادشاہی اور حکومت اختیار کی اور دنیا کے واسطے دین کو نہ قبول کیا)۔

فائدہ: ہرقل روم کا بادشاہ نصرانی تھا اپنے دین کا بڑا عالم تھا اس پر حضرت ﷺ کی نبوت کی حقیقت ثابت ہوگئی لیکن اپنی قوم کے خوف سے اور دنیا کی سلطنت کے لالچ سے مسلمان نہ ہوسکا اور یہ واقعہ خواب اور حویلی کا ابوسفیان کے قصہ سے بعد کو ہوا ہے اور ہجرت کے چھٹے سال حضرت ﷺ نے بادشاہوں کی طرف خط لکھے اور اسلام کی دعوت دی سب بادشاہوں میں سے تین بادشاہ بدون لڑائی کے مسلمان ہوئے ایک حبش کا بادشاہ نصرانی، دوسرا یمن کا بادشاہ تیسرا عمان کا بادشاہ اور مقوقس اسکندریہ اور مصر کے بادشاہ نے جس کا دین عیسوی تھا حضرت ﷺ کے خط کا یوں جواب لکھا کہ تمہارا کیا خوب دین ہے تم توحیدِ الٰہی کی دعوت کرتے ہو اور بت پرستی چھوڑتے ہو بلاشک ایک پیغمبر عیسیٰ علیہ السلام کے بعد ہونے والا ہے میرا گمان یہ تھا کہ شاید کہیں اور ہوگا اور اس نے کچھ سونا اور ایک خچر جس کا دُلدل نام تھا اور دو عورتیں یعنی ماریہ قبطیہ اور شیریں حضرت ﷺ کو تحفہ بھیجا دوستی کی لیکن مسلمان نہ ہوا اور ایران کے بادشاہ نے غرور سے حضرت ﷺ کا نامہ پھاڑ ڈالا سو حضرت ﷺ کی بددعا سے اس کے بیٹے نے اس کا پیٹ پھاڑ ڈالا۔ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کی خلافت میں سب ملک فتح ہوئے کسی بادشاہ کا زور نہ رہا سب ملک میں اسلام پھیل گیا ﴿وَاللّٰهُ مُتِمُّ نُوْرِهٖ وَلَوْ كَرِهَ الْكَافِرُوْنَ﴾ اور وجہ مطابقت اس حدیث کے ساتھ ترجمہ باب کے اس طور سے ہے کہ اس حدیث میں ان لوگوں کے اوصاف کا بیان ہے جن کی طرف وحی بھیجی جاتی ہے اور یہ باب بھی کیفیت میں بدء الوحی کے ہے اور نیز اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ اول ابتدا وحی کے زمانہ میں غریب لوگ ہی حضرت ﷺ کے تابع ہوئے تھے اور نیز قصہ ہرقل شامل ہے اوپر کیفیت حال حضرت ﷺ کے ابتداء اسلام میں اور وہی وقت تھا ابتداء وحی کا پس باب کے ساتھ اتنی مناسبت ہی کافی ہے، واللہ اعلم بالصواب۔

فائدہ: اور یہ جو کہا کہ مدت میں تو مدت سے مراد حدیبیہ کی صلح ہے اور اس کی شرح مغازی میں آئے گی اور وہ چھٹے سال میں تھے اور اس کی مدت دس برس مقرر ہوئی تھی کہ دس برس تک ایک دوسرے سے نہ لڑیں گے لیکن کفار قریش نے عہد توڑ ڈالا تو حضرت ﷺ نے اُن سے آٹھویں سال جہاد کیا اور مکہ کو فتح کیا اور یہ جو کہا کہ ہرقل بیت المقدس میں تھا تو ایک روایت میں ہے کہ اس کا سبب یہ ہے کہ بادشاہ فارس کے لشکر نے ہرقل کے شہروں پر چڑھائی کی سوا س کے بہت شہروں کو خراب کر ڈالا پھر بادشاہ فارس نے چاہا کہ ہرقل کے امیر کو مار ڈالے اور اس کی جگہ اپنا حاکم بٹھادے تو اس امیر کو یہ خبر ہوئی اس نے ہرقل کو لکھا ہرقل آیا اور اپنے امیر کے ساتھ شریک ہوکر بادشاہ فارس کے لشکر کو بھگایا۔ سو جب اللہ نے فارس کی فوجوں کو اس سے دور کیا تو وہ اللہ کے شکر کے واسطے حمص سے بیت المقدس کی طرف چلا۔ زہری سے روایت ہے کہ جب ہرقل چلتا تھا تو اس کے واسطے راہ میں فرش بچھائے جاتے تھے اور اُس پر پھول رکھے جاتے تھے۔ اور ان پر وہ چلتا تھا اور اصل روم کے لوگ عیص بن اسحاق بن ابراہیم علیہ السلام کی اولاد سے ہیں لیکن اب ان کے نسب خلط ملط ہو گئے ہیں اور ترجمان اس کو کہتے ہیں جو ایک زبان کا مطلب دوسری زبان میں بیان کرے اور یہ جو کہا کہ تم لوگوں میں اس پیغمبر کے رشتے میں زیادہ تر قریب کون شخص ہے تو ایک روایت میں ہے کہ ابوسفیان نے کہا کہ میں نے کہا کہ وہ میرے چچا کا بیٹا ہے اور سواروں میں عبد مناف کی اولاد سے میرے سوا کوئی نہ تھا اور عبد مناف حضرت ﷺ کا چوتھا دادا ہے اور اسی طرح وہ ابوسفیان کا بھی چوتھا دادا ہے اس کو چچا کا بیٹا کہا اس واسطے کہ اتارا ہر ایک کو دونوں میں سے بجائے اس کے دادا کے پس عبدالمطلب بن ہاشم بن عبد مناف ابن عم امیہ بن عبدشمس بن عبد مناف کا ہے تو اس بنا پر اس روایت میں مجاز ہے اور سوائے اس کے نہیں کہ خاص کیا اس نے قریب تر رشتے دار کو اس واسطے لائق تر ہے ساتھ اطلاع پانے اور واقف ہونے کے اس کے کاموں پر ظاہر میں اور باطن میں زیادہ تر اس کے غیر سے اس واسطے کہ جو رشتے میں بہت بعید ہو اس سے امن نہیں کہ اس کے نسب میں طعن کرے برخلاف اقرب کے اور یہ جو کہا کہ اس کا حسب نسب کیسا ہے تو اس کے معنی یہ ہیں کہ اس کے نسب کا کیا حال ہے کیا تمہارے شریف خاندان سے ہے یا نہیں تو میں نے کہا کہ وہ ہم میں نہایت عمدہ خاندان ہے اور یہ جو کہا کہ اگر مجھ کو اپنے دروغ گوئی مشہور ہونے کا خوف نہ ہوتا الخ تو اس میں دلیل ہے کہ وہ جھوٹ کو برا جانتے تھے یا تو شرع سابق سے اور یا عرف سے اور نیز اس میں دلیل ہے اس پر کہ ابوسفیان کو اپنے ساتھیوں سے یقین تھا کہ اگر میں حضرت ﷺ کے حال میں کچھ جھوٹ بولوں گا تو یہ مجھ کو جھٹلائیں گے نہیں بلکہ میرے ساتھ حضرت ﷺ کی عداوت میں شریک ہوں گے لیکن اس نے شرم کے مارے جھوٹ نہ کہا کہ جب پھر کر مکہ میں جائیں گے تو اس کے ساتھ آپس میں گفتگو کریں گے سو جو اس کو سنے گا وہ اُس کو جھوٹ جانے گا اور یہ جو کہا کہ شریف لوگ اس کے تابع ہوئے ہیں یا غریب لوگ تو مراد شریفوں سے اس جگہ اہلِ نخوت اور اہلِ تکبر ہیں ان میں سے نہ ہر شریف تاکہ نہ وارد ہو اعتراض

ساتھ ابوبکر اور عمر کے اور جو ان کی مانند ہیں جو اس سوال سے پہلے مسلمان ہو چکے تھے یعنی اس واسطے کہ یہ شریف تھے لیکن اہلِ نخوت اور تکبر نہ تھے اور یہ جو کہا کہ تم اس کو کبھی جھوٹ بولنے کی تہمت بھی لگاتے تھے الخ تو مراد یہ ہے کہ لوگوں پر یعنی کبھی کسی پر جھوٹ بھی بولتا تھا اور سوائے اس کے کچھ نہیں کہ ہرقل نے اُن سے جھوٹ کی تہمت کا سوال کیا۔ نفس جھوٹ کا سوال نہ کیا واسطے برقرار رکھنے ان کے اوپر صدق حضرت ﷺ کے اس واسطے کہ جب تہمت دور ہوئی تو اس کا سبب بھی دور ہوا اسی واسطے اس کے بعد غدر کا سوال کیا اور یہ جو کہا کہ میں اتنی بات کے سوا اور کوئی بات نہ ملا سکا یعنی جس کے ساتھ حضرت ﷺ کو گھٹاؤں اور آپ کا نقص بیان کروں علاوہ ازیں تنقیص اس جگہ نسبی امر ہے اور یہ اس واسطے ہے کہ جس کے نہ دغا کرنے کا یقین ہو وہ بلند ہے رتبے میں اس شخص سے کہ اس سے اس کا واقع ہونا فی الجملہ ممکن ہو اور تھا معروف نزدیک اُن کے ساتھ استقراء کے آپ کی عادت سے کہ آپ دغا نہیں کرتے اور جب کہ تھا یہ امر غیبی اس واسطے کہ وہ آئندہ ہونے والا تھا تو بے خوف ہوا ابوسفیان اس سے کہ وہ اس میں جھوٹ کی طرف منسوب ہو اسی واسطے وارد کیا اس کو ساتھ تردد کے اور اسی واسطے ہرقل نے اس کی اس بات کا کچھ خیال نہ کیا اور یہ جو کہا کہ ہمارے اور اس کے درمیان لڑائی ڈول کی طرح ہے تو اس میں تشبیہ دی ہے لڑنے والے کو ساتھ پانی پینے والوں کے کہ ایک ڈول یہ پیتا ہے اور ایک ڈول وہ یعنی اس طرح ہماری اور اس کی لڑائی کا حال ہے کہ ایک بار وہ غالب ہوتا ہے اور ایک بار ہم غالب ہوتے ہیں اور اشارہ کیا ابوسفیان نے ساتھ اس کے طرف جنگِ بدر اور اُحد کے کہ بدر میں مسلمان غالب ہوئے اور اُحد میں کافر اور یہ جو ہرقل نے کہا کہ تم کو کس چیز کا حکم کرتا ہے تو یہ دلالت کرتا ہے اس پر کہ رسول کی شان سے یہ ہے کہ اپنی قوم کو حکم کرے اور یہ جو ہرقل نے کہا کہ یہی حال ہے پیغمبروں کا کہ اول ان کی اطاعت غریب لوگ ہی کرتے ہیں تو اس کے معنی یہ ہیں کہ پیغمبروں کے تابعدار اکثر اوقات مسکین لوگ ہی ہوتے ہیں نہ تکبر والے جو عداوت پر اڑے رہتے ہیں۔ سرکشی اور حسد سے مانند ابوجہل کی اور اُس کے گروہ کی یہاں تک کہ اللہ نے ان کو ہلاک کیا اور جس کے ساتھ ان میں سے نیکی کا ارادہ کیا اس کو ان میں کچھ مدت کے بعد نکال لیا اور یہ جو کہا کہ اسی طرح ہے امر ایمان کا تو یہ اس واسطے کہ ظاہر ہوتا ہے نور پھر ہمیشہ بڑھتا جاتا ہے یہاں تک کہ پورا ہوتا ہے ساتھ امور معتبرہ کے بیچ اُس کے نماز اور زکوٰۃ اور روزے وغیرہ سے اسی واسطے حضرت ﷺ کی اخیر عمر میں یہ آیت اتری ۔ ﴿اَلْيَوْمَ اَكْمَلْتُ لَكُمْ دِيْنَكُمْ وَاَتْمَمْتُ عَلَيْكُمْ﴾ اور فرمایا ﴿وَيَاْبَى اللّٰهُ اِلَّآ اَنْ يُّتِمَّ نُوْرَهٗ﴾ اور اسی طرح حضرت ﷺ کے تابعداروں کا حال ہے کہ ہمیشہ بڑھتے گئے یہاں تک کہ کامل ہوئے ساتھ ان کے وہ چیز کہ چاہی اللہ نے اپنے دین کے ظاہر کرنے سے اور اپنی نعمت کے پورا کرنے سے اور واسطے اللہ کے ہے احسان اور نعمت اور یہ جو ہرقل نے کہا کہ یہی حال ہے پیغمبروں کا کہ وہ دغا نہیں کرتے تو یہ اس واسطے کہ نہیں طلب کرتے وہ دنیا کے مال کو جس کا طالب دغا کی پرواہ نہیں کرتا برخلاف اس شخص کے جو آخرت

چاہتا ہے۔

فائدہ: مازنی نے کہا کہ یہ چیزیں جن کا ہرقل نے سوال کیا یہ پیغمبری پر قاطع دلیلیں نہیں مگر یہ کہ احتمال ہے کہ یہ اس کے نزدیک نشانیاں ہوں خاص اس پیغمبر پر اس واسطے کہ اس نے اس کے بعد کہا کہ مجھ کو معلوم تھا کہ وہ پیدا ہونے والا ہے اور مجھ کو یہ گمان نہ تھا کہ وہ تم عرب لوگوں میں سے ہوگا اور یہ جو کہا کہ منع کرتا ہے تم کو بت پرستی سے تو یہ مستفاد ہے قول آپ کے سے کہ نہ شریک ٹھہراؤ اللہ کا کسی کو اور چھوڑ دو جو تمہارے باپ دادا کہتے تھے اس واسطے کہ کہنا ان کا تھا امر ساتھ بت پرستی کے اور یہ جو کہا کہ میں تکلف سے اس کے پاس پہنچتا تو یہ دلالت کرتا ہے اس پر کہ اس کو تحقیق ہو چکا تھا کہ اگر وہ حضرت ﷺ کی طرف ہجرت کرے گا تو قتل سے سلامت رہے گا یعنی اس کو خوف تھا کہ اگر میں مسلمان ہو گیا تو میرا ملک میرے ہاتھ سے چلا جائے گا اور روم کے لوگ مجھ کو مار ڈالیں گے اور ابن اسحاق نے بعض اہلِ علم سے نقل کیا ہے کہ ہرقل نے کہا کہ تجھ کو خرابی ہو بے شک میں جانتا ہوں کہ وہ نبی مرسل ہے اور لیکن میں روم والوں سے اپنی جان کا خوف کرتا ہوں اور اگر یہ خوف نہ ہوتا تو البتہ میں اس کے تابع ہوتا لیکن اگر وہ حضرت ﷺ کے قول کو سمجھتا جو اس خط میں تھا جس کو آپ نے اس کی طرف لکھا تھا کہ اسلام قبول کرتا کہ تو سلامت رہے اور محمول کرتا جزا کو اس کے عموم پر دنیا اور آخرت میں تو البتہ سلامت رہتا اگر اسلام لاتا ہر خوف والی چیز سے اور لیکن توفیق اللہ کے ہاتھ میں ہے اور یہ جو کہا کہ میں اس کے قدم دھوتا تو یہ مبالغہ ہے عبودیت میں واسطے اس کے اور خدمت میں اور ایک روایت میں ہے کہ ہرقل نے کہا کہ اگر میں جانتا کہ وہی ہے تو البتہ اس کی طرف پیادہ وہ چلتا یہاں تک کہ اس کا سر چومتا اور اس کے پاؤں دھوتا اور یہ روایت دلالت کرتی ہے کہ اس کو کچھ شک باقی تھا اور یہ جو کہا کہ اس کی سلطنت میرے قدموں کے نیچے تک پہنچے گی تو مراد اس سے بیت المقدس ہے اور کنایت کی ساتھ اس کے کہ وہ اس کے ٹھہرنے کی جگہ تھی یا مراد تمام ملک شام کا ہے اس واسطے کہ اس کی دار السلطنت حمص میں تھی اور اس قسم سے جو قوی کرتا ہے اس کو کہ ہرقل نے مقدم کیا سلطنت کو ایمان پر اور بدستور رہا گمراہی پر یعنی ایمان نہ لایا یہ ہے کہ اس نے لڑائی کی مسلمانوں سے جنگ موتہ میں بعد اس قصے کے سوا ابن اسحاق کے مغازی میں ہے کہ جب مسلمان شام میں اترے تو ہرقل لاکھ آدمی مشرکین سے اپنے ساتھ لے کر نکلا اور ایک روایت میں ہے کہ حضرت ﷺ تبوک سے اس کی طرف لکھا اور اس کو اسلام کی دعوت دی لیکن اُس نے آپ کا حکم قبول نہ کیا اور بدستور کفر پر قائم رہا اور مقدم کیا دنیا فانی کو آخرت پر جو باقی ہے اور یہ جو کہا کہ مِنْ مُحَمَّدٍ الخ تو اس سے ثابت ہوا کہ یہ سنت ہے کہ خط کو پہلے اپنے نام سے شروع کرے اور یہ قول ہے جمہور کا بلکہ نحاس نے حکایت کی ہے کہ اس پر سب اصحاب کا اجماع ہے اور حق یہ ہے کہ اس میں اختلاف ہے اور یہ جو کہا کہ عظیم الروم اور اس کو ملک یا امیر نہ کہا تو یہ اس واسطے کہ وہ معزول ہے ساتھ حکم اسلام کے لیکن نہ خالی چھوڑا اس کو اکرام سے واسطے مصلحت تالیفِ قلوب کے اور ایک

روایت میں ہے کہ ہرقل کے بھتیجے نے اس سے انکار کیا کہ اس نے بادشاہ کیوں نہیں لکھا اور اگر کوئی کہے کہ کس طرح ابتداء کیا کافر کو ساتھ اسلام کے تو جواب ہے کہ مفسرین کہتے ہیں کہ مراد اس سے تحیت نہیں بلکہ اس کے معنی یہ ہیں کہ سلامت رہا اللہ کے عذاب سے جو اسلام لایا لیکن وہ مراد نہیں اس واسطے کہ وہ ہدایت کے تابع نہیں ہوا پس اس کو سلام نہ کیا جائے گا اور یہ جو کہا کہ اللہ تجھ کو دوہرا ثواب دے گا تو اس سے استنباط کیا گیا ہے کہ جو لوگ اہلِ کتاب کا دین قبول کریں وہ ان کے حکم میں داخل ہیں نکاح کرنے میں اور ذبیحہ میں یعنی مسلمانوں کو ان کی عورتوں سے نکاح کرنا اور ان کے لیے حلال کیے جانوروں کا کھانا درست ہے اس واسطے کہ ہرقل اور اس کی قوم بنی اسرائیل کی قوم سے نہیں تھے بلکہ وہ ان لوگوں میں تھے جو دین نصرانی میں داخل ہوئے اور حضرت ﷺ نے اس کو اور اس کی قوم کو اہلِ کتاب فرمایا تو معلوم ہوا کہ اس کا حکم اہلِ کتاب کا حکم ہے برخلاف اس شخص کے جو کہتا ہے کہ اہلِ کتاب خاص بنی اسرائیل ہی ہیں اور یہ جو فرمایا کہ تیرے اوپر سب رعیت کا وبال ہے تو مراد یہ ہے کہ تجھ پر تیرا اپنا گناہ بھی ہے اور تابعداروں کا گناہ بھی اس واسطے کہ جب اس پر تابعداروں کے سبب سے وبال ہوا اس سبب سے کہ وہ کفر پر اس کے تابع تھے تو اس کو اپنے نفس کا وبال بطریقِ اولیٰ ہوگا اور بعض کہتے ہیں کہ اس میں دلیل ہے اس پر کہ جس کو نہانے کی حاجت ہو اس کو پڑھنا ایک آیت یا دو آیت کا جائز ہے اور یہ کہ جائز ہے بھیجنا بعض قرآن کا طرف زمین دشمن کی اور اسی طرح سفر کرنا ساتھ اُس کے طرف زمین دشمن کی اور ابن بطال نے دعویٰ کیا ہے کہ قرآن کے ساتھ دشمن کی زمین کی طرف سفر کرنا منسوخ ہے اور یہ دعویٰ اس کا محتاج ہے طرف ثابت ہونے تاریخ کے ساتھ اس کے اور احتمال ہے کہ مراد ساتھ قرآن کے نہی کی حدیث میں قرآنِ مجید ہو اور اس کا بیان آئندہ آئے گا اور اوپر جس کو نہانے کی حاجت ہو یعنی جماع یا احتلام وغیرہ کے سبب سے پس احتمال ہے کہ کہا جائے کہ اگر تلاوت کا قصد نہ ہو تو جائز ہے لیکن اس قصے کے ساتھ استدلال کرنے میں نظر ہے اس واسطے کہ وہ ایک خاص واقعہ کا ذکر ہے اس میں عموم نہیں پس قید کیا جائے گا جواز ساتھ وقت حاجت کے یعنی جب کہ اس کی حاجت ہو مانند ابلاغ اور انذار کے جیسے کہ اس قصے میں ہے اور اوپر مطلق جواز بغیر ضرورت کے پس یہ ٹھیک نہیں اور یہ جو کہا کہ ابوسفیان نے ابو کبشہ کا بیٹا کہا تو اس واسطے کہ ابو کبشہ حضرت ﷺ کے دادوں میں سے ہے اور عرب کی عادت ہے کہ جب کسی کو گھٹاتے ہیں تو اس کو جد غامض (گمنام) کی طرف منسوب کرتے ہیں اور یہ جو کہا کہ ہرقل کاہن تھا ستاروں کا حساب جانتا تھا تو یہ کہانت اور ستاروں کا حساب کفر کی حالت میں بہت عام نام تھا یہاں تک کہ اللہ نے اسلام کو ظاہر اور غالب کیا سو ان کی شوکت ٹوٹ گئی اور شرع نے کہا کہ اس پر اعتماد کرنا درست نہیں اور اگر کوئی کہے کہ کس طرح جائز ہے واسطے بخاری کے وارد کرنا اس حدیث کا جو نجومیوں کے امر کو قوی کرتی ہے اور ان کے احکام کے مدلول پر اعتماد کرنے کو درست بتلاتی ہے تو جواب اس کا یہ ہے کہ بخاری کا یہ مقصود نہیں بلکہ اس کا مقصود یہ ہے کہ بیان کرے کہ اشارے ساتھ حضرت ﷺ

کے آئے ہیں ہر طریق سے اوپر زبان ہر فریق کے کاہن سے اور نجومی سے تحقیق سے اور مبطل سے انسان سے اور جن سے اور یہ جو کہا کہ ختنے کا بادشاہ غالب ہوا تو اس کے کہنے کے مطابق ہوا اس واسطے کہ تھا ان دنوں میں ظاہر ہونا حضرت ﷺ کا جب کہ صلح کی کفار مکہ سے اور اللہ نے یہ آیت اتاری ﴿إِنَّا فَتَحْنَا لَكَ فَتْحًا مُّبِينًا﴾ اس واسطے کہ مکے کی فتح کا سبب یہ تھا کہ جو حضرت ﷺ اور قریش کے درمیان حدیبیہ میں عہد قرار پایا تھا اس کو قریش نے توڑ ڈالا تھا اور مقدمہ ظہور کا ظہور ہے اور مراد اس امت سے اس زمانے کے لوگ ہیں اور اس کے بعد جو کہا کہ یہ بادشاہ اس امت کا غالب ہوا تو مراد اس سے خاص عرب ہیں اور یہ جو انہوں نے کہا کہ نہیں ختنہ کرتا اس امت سے مگر یہود تو یہ باعتبار ان کے علم کے ہے اس واسطے کہ یہود بیت المقدس میں بہت تھے اور وہ اُس کے حکم کے تلے تھے ساتھ روم کے برخلاف عرب کے کہ وہ سرخود بادشاہ تھے اور یہ جو کہا کہ اس کے ساتھی کا خط اس کے پاس آیا تو ایک روایت میں آیا ہے کہ اس نے پادری کو بلا بھیجا اور وہ ان کے امر کا صاحب تھا تو اس نے کہا کہ یہی ہے وہ پیغمبر جس کا ہم انتظار کرتے تھے اور جس کی ہم کو عیسیٰ علیہ السلام نے بشارت دی سو میں تو اس کی تصدیق کرتا ہوں اور اس کو سچا جانتا ہوں اور اس کے تابع ہوتا ہوں تو ہرقل نے اس کو کہا کہ اگر میں اس کے تابع ہوں تو میرا ملک چلا جائے گا پھر ذکر کیا راوی نے سارا قصہ اور اس کے اخیر میں ہے کہ دحیہ کہتا ہے کہ پھر اس پادری نے مجھ سے کہا کہ یہ خط اپنے ساتھی کے پاس لے جا اور اس کو سلام کر اور اس کو خبر دے کہ میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ کے سوا کوئی بندگی کے لائق نہیں اور گواہی دیتا ہوں کہ بے شک محمد ﷺ رسول اللہ کے ہیں اور میں اس کے ساتھ ایمان لایا اور اس کو سچا جانا اور لوگوں نے اُس پر اس بات سے انکار کیا سو اس نے لوگون کو اسلام کی دعوت دی تو انہوں نے اس کو مار ڈالا اور یہ جو کہا کہ وہ نبی ہے تو یہ دلالت کرتا ہے کہ ہرقل اور اس کے ساتھی نے ہمارے نبی کی نبوت کا اقرار کیا لیکن ہرقل تو اپنے کفر پر بدستور قائم رہا برخلاف اس کے ساتھی کے اور یہ جو کہا کہ پھر ہرقل نے روم کے سرداروں کو ایک حویلی میں جمع کیا تو دسکرہ اس محل کو کہتے ہیں جس کے گرد گھر ہوں تو گویا کہ وہ پہلے ایک محل میں داخل ہوا اور اُس کو بند کر دیا کہ اور کوئی آدمی اندر نہ آسکے اور گرد والے گھروں کے دروازے کھلوا دیے اور روم کے سرداروں کو اندر آنے کی اجازت دی پھر ان دروازوں کو بند کروایا پھر ان پر جھانکا اور یہ اس نے اس واسطے کہا تھا کہ اس کو اندر کر کے مار نہ ڈالیں جیسا کہ اس کے ساتھی کو مار ڈالا تھا اور یہ جو کہا کہ سو یہی ہوا آخر حال ہرقل کا تو یہ بہ نسبت اس کے معلوم کے ہی نہیں تو اس کے واسطے اس کے بعد بھی کئی قصے واقع ہوئے ہیں ایک یہ کہ اس نے جنگ موتہ میں مسلمانوں سے لڑنے کے واسطے لشکر تیار کیا اور دوسری بار اُس نے جنگ تبوک میں مسلمانوں کے مقابلے میں پھر لشکر تیار کیا اور حضرت ﷺ نے اس کو دوسری بار پھر خط لکھا تو اس نے حضرت ﷺ کو کچھ سونا بھیجا حضرت ﷺ نے اس کو اصحاب میں بانٹ دیا اور یہ جو کہا کہ ایمان سے ناامید ہوا تو مراد یہ ہے کہ ان کے ایمان سے واسطے اس چیز کے کہ انہوں نے اس کے واسطے ظاہر

کی اور اپنے ایمان سے بھی اس واسطے کہ اس نے اپنے ملک کی حرص کی اور وہ چاہتا تھا کہ وہ سب کے سب اُس کی اطاعت کریں اور مسلمان ہو جائیں اور اس کا ملک بدستور قائم رہے پس ایمان سے نا اُمید نہ ہوا مگر اس شرط سے کہ اُس نے ارادہ کیا یعنی سب روم کے لوگ مسلمان ہو جائیں تو وہ بھی مسلمان ہو نہیں تو قادر تھا اُس پر کہ ان سے بھاگتا اور آخرت کی نعمتوں کی رغبت سے اپنا ملک چھوڑتا اور اللہ ہی توفیق دینے والا ہے۔

تنبیہ: اور جب کہ تھا ایمان ہرقل کا مشتبہ نزدیک اکثر لوگوں کے اس واسطے کہ احتمال ہے کہ ہو عدم تصریح اُس کے ساتھ ایمان کے واسطے خوف قتل کے اپنی جان پر اور احتمال ہے کہ مرتے دم تک اپنے کفر پر بدستور قائم رہا ہو تو ختم کیا بخاری نے ساتھ اس حدیث کے اس باب کو جس کو حدیث الاعمال بالنیات کے ساتھ شروع کیا تھا گویا کہ اُس نے کہا کہ اگر ہرقل کی نیت سچی تھی تو وہ اس سے فائدہ پائے گا نہیں تو محروم رہا اور خسارے میں پڑا پس ظاہر ہوئی مناسبت وارد کرنے قصے ابن ناطور کی بیچ بدء الوحی کے واسطے مناسبت اس کی کے حدیث اعمال کو جس کے ساتھ باب کو شروع کیا پس اگر کوئی کہے کہ کیا مناسبت ہے ابوسفیان کی حدیث کو ہرقل کے قصے میں ساتھ بدء الوحی کے تو جواب یہ ہے کہ وہ شامل ہے لوگوں کے حال کو ساتھ حضرت ﷺ کے بیچ اس ابتدا کے اور اس واسطے کہ جو آیت ہرقل کی طرف لکھی گئی تھی واسطے بلانے کے ہے طرف اسلام کی وہ موافق اور مناسب ہے ساتھ اس آیت کے جو ترجمہ میں ہے یعنی ﴿إِنَّآ أَوْحَيْنَآ إِلَيْكَ كَمَآ أَوْحَيْنَآ إِلَىٰ نُوحٍ﴾ الآیۃ اور اللہ نے فرمایا کہ مشروع کیا واسطے تمہارے وہ دین جس کی نوح علیہ السلام کو وصیت کی تو ظاہر ہوا کہ سب کے سب پیغمبروں کی طرف بھی وحی بھیجی گئی کہ دین کو قائم کرو اور یہی معنی ہیں اس آیت کے کہ ہمارے اور تمہارے درمیان برابر ہے۔

تکمیل: سہیلی نے ذکر کیا ہے کہ ہرقل نے رکھا حضرت ﷺ کے خط کو سونے کی ایک ڈبیا میں واسطے تعظیم اس کی کے ہمیشہ وہ ایک دوسرے کے بعد اس کے وارث ہوتے رہے یہاں تک کہ تھا نزدیک بادشاہ فرنگ کے جو طلیطلہ پر غالب ہوا پھر اس کے پوتے کے پاس تھا سو کہتے ہیں کہ عبدالملک بن سعد اس بادشاہ کے ساتھ جمع ہوا تو اُس نے وہ خط اس کو نکال کر دکھایا جب اس نے اس کو دیکھا تو کہا کہ مجھ کو قدرت دے کہ میں اُس کو چوم لوں اس نے نہ مانا اور سیف الدین فلیح منصوری سے روایت ہے کہ بھیجا مجھ کو ملک منصور قلاون نے طرف بادشاہ غرب کے ساتھ ہدیہ کے پھر بھیجا مجھ کو غرب کے بادشاہ نے طرف بادشاہ فرنگ کے واسطے ایک سفارش کے تو اس نے اس کو قبول کیا اور اس نے مجھ کو کہا کہ میرے پاس کچھ مدت ٹھہر جا تو میں نے کہا کہ میں نہیں رہتا تو اس نے کہا کہ البتہ میں تجھ کو ایک تحفہ دکھاتا ہوں سو اس نے ایک صندوق نکالا جو سونے سے جڑا ہوا تھا پھر اس میں سے سونے کا ایک ڈبہ نکالا اور اس میں سے ایک خط نکالا جس کے اکثر حرف اڑے ہوئے تھے اس کے ساتھ ریشمی کپڑا جوڑا ہوا تھا تو اس نے کہا یہ خط ہے تمہارے پیغمبر کا جو انہوں نے میرے دادا قیصر کی طرف لکھا تھا ہمیشہ سے ہم اُس کے وارث ہوتے چلے آتے ہیں اب

تک اور وصیت کی ہے ہم کو ہمارے باپوں نے کہ جب تک یہ خط تمہارے پاس رہے گا تب تک تمہارا ملک قائم رہے گا اسی واسطے ہم اس کو نہایت حفاظت سے رکھتے ہیں اور اس کی نہایت تعظیم کرتے ہیں اور اس کو نصاریٰ سے پوشیدہ رکھتے ہیں تا کہ بادشاہی ہمیشہ ہم میں رہے اور تائید کرتی ہے اس کی حدیث سعید بن ابی راشد کی کہ حضرت ﷺ نے تنوخی ہرقل کے ایلچی پر اسلام پیش کیا وہ اسلام سے باز رہا تو حضرت ﷺ نے فرمایا کہ اے تنوخی میں نے تمہارے بادشاہ کی طرف خط لکھا تھا تو اس نے اپنے پاس رہنے دیا سو ہمیشہ اس سے لوگ ڈرتے رہیں گے جب تک کہ وہ خط اس کے پاس رہے گا اور نیز تائید کرتی ہے یہ حدیث جو حضرت ﷺ سے مروی ہے کہ جب فارس کے بادشاہ کا جواب حضرت ﷺ کے پاس آیا کہ اس نے آپ کے خط کو پھاڑ ڈالا تو آپ نے فرمایا کہ اللہ اس کے ملک کو ٹکڑے ٹکڑے کر ڈالے اور جب ہرقل کا جواب آپ کے پاس آیا کہ اس نے آپ کے خط کو رکھ لیا ہے تو آپ نے فرمایا اللہ اس کے ملک کو ثابت رکھے، واللہ اعلم۔ (فتح الباری)

❀......❀......❀
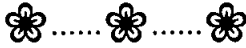
بسم اللہ الرحمن الرحیم

كِتَابُ الْإِيْمَان

یہ کتاب ہے ایمان کے بیان میں

بَابُ قَوْلِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بُنِيَ الْإِسْلَامُ عَلٰى خَمْسٍ وَّهُوَ قَوْلٌ وَّفِعْلٌ وَّيَزِيْدُ وَيَنْقُصُ.

باب ہے بیان میں قول نبی ﷺ کے کہ اسلام کی بنیاد پانچ چیزوں پر ہے اور وہ قول ہے اور فعل ہے اور زیادہ ہوتا ہے اور کم ہوتا ہے یعنی بڑھتا بھی ہے اور کم بھی ہوتا ہے۔

فائدہ: کتاب مصدر ہے کَتَبَ یَکْتُبُ کِتَابَةً وَکِتَابًا کا اور مادہ کتب کا دلالت کرتا ہے اوپر جمع کرنے اور جوڑنے کے اور استعمال کیا ہے انہوں نے اس کو اُس چیز میں کہ جامع ہوگئی چیزوں کو ابواب اور فصول سے جو جامع ہیں مسائل کو اور باب کے معنی مدخل کے ہیں یعنی جگہ داخل ہونے کی اور استعمال اس کے معانی میں مجازی ہے اور ایمان کے معنی لغت میں تصدیق کے ہیں اور شرع میں ایمان کہتے ہیں رسول کی تصدیق کو اس چیز میں کہ لائے ہیں اس کو اپنے رب کی طرف سے اور اس قدر پر سب کا اتفاق ہے پھر واقع ہوا ہے اختلاف کہ کیا شرط ہے ساتھ اس کے کوئی زیادہ چیز جہت ظاہر کرنے اس تصدیق کے سے ساتھ زبان کے جو بیان کرنے والی ہے دل کی بات کو اس واسطے کہ تصدیق افعالِ قلوب سے ہے یعنی دل کے عملوں سے ہے اور یا عمل کی جہت سے ساتھ اس چیز کے کہ تصدیق کیا جائے ساتھ اُس کے اُس سے مانند فعل مامور چیزوں کی اور ترک منع چیزوں کے اور یہ جو کہا کہ ایمان قول ہے اور فعل ہے اور بڑھتا اور گھٹتا ہے تو کلام اس جگہ دو مقام میں ہے ایک ہونا اس کا قول اور فعل اور دوسرا اس کا بڑھنا اور گھٹنا لیکن قول پس مراد ساتھ اس کے بولنا ہے ساتھ شہادتین کے اور لیکن عمل پس مراد ساتھ اس کے وہ چیز ہے جو عام تر ہے عمل قلب اور اعضا کے سے تاکہ داخل ہو اعتقاد اور عبادات اور مراد اس کی جس نے اس کو ایمان کی تعریف میں داخل کیا ہے اور جس نے نہیں کیا سوائے اس کے کچھ نہیں کہ وہ فقط باعتبار نظر کے ہے طرف اس چیز کی کہ نزدیک اللہ کے ہے سو سلف نے کہا ہے کہ ایمان اعتقاد ہے ساتھ دل کے اور عمل ہے ساتھ ارکان کے اور مراد ان کی اس کے ساتھ یہ ہے کہ اعمال شرط ہیں اُس کے کمال میں اور اس جگہ سے پیدا ہوا واسطے ان کے قول ساتھ زیادتی اور نقصان کے کماسیاتی۔ اور مرجئہ نے کہا کہ وہ فقط اعتقاد اور زبان سے اقرار کرنا ہے اور کرامیہ کہتے ہیں کہ ایمان فقط زبان سے اقرار کرنا ہے اور معتزلہ کہتے ہیں کہ وہ عمل اور اقرار اور اعتقاد ہے اور فرق درمیان معتزلہ کے اور سلف کے یہ ہے

کہ معتزلہ نے اعمال کو ایمان کی صحت کے واسطے شرط ٹھہرایا ہے اور سلف نے اس کو اس کے کمال کی شرط ٹھہرایا ہے اور یہ کل اعتبار نظر کے ہے طرف اس چیز کی کہ اللہ کے نزدیک ہے اور لیکن باعتبار نظر کرنے کی طرف اس چیز کی کہ بندوں کے نزدیک ہے سو ایمان فقط اقرار ہے سو جو اقرار کرے جاری کیئے جاتے ہیں اس پر احکام دنیا میں اور نہیں حکم لگایا جاتا اس پر ساتھ کفر کے مگر یہ کہ مقترن ہو ساتھ اس فعل کے جو دلالت کرے اس کے کفر پر مانند سجدہ کرنے کی واسطے بت کے پس اگر اس کا فعل کفر پر دلالت نہ کرے مانند فسق کے سو جو اس کو مومن کہتا ہے وہ باعتبار اس کے اقرار زبانی کے کہتا ہے اور جو اس کو مومن نہیں کہتا وہ باعتبار کمال کے نہیں کہتا یعنی وہ مومن کامل نہیں اور جو اس کو کافر کہتا ہے تو اس اعتبار سے کہتا ہے کہ اس نے کفریہ فعل کیا اور جو اس کو کافر نہیں کہتا تو اس اعتبار سے نہیں کہتا کہ وہ حقیقت میں ایماندار ہے اور ثابت کیا ہے معتزلہ نے واسطہ کو سو کہتے ہیں کہ فاسق یعنی گنہگار نہ مسلمان ہے نہ کافر اور لیکن مقام دوسرا پس مذہب سلف کا یہ ہے کہ ایمان بڑھتا ہے اور گھٹتا ہے اور اکثر متکلمین نے اس سے انکار کیا ہے اور یہ کہتے ہیں کہ جب زیادتی اور کمی کو قبول کرے تو شک ہوگا ایمان نہ ہوگا اور شیخ محی الدین نے کہا کہ ظاہر تر یہ ہے کہ تصدیق دلی بڑھتی ہے اور گھٹتی ہے ساتھ کثرتِ نظر کے اور واضح ہونے دلیلوں کے اسی واسطے ایمان صدیق کا قوی تر ہے اس کے غیر کے ایمان سے اس طور سے کہ نہیں عارض ہوتا اس کو کچھ شبہ اور تائید کرتی ہے اس کی یہ بات کہ ہر ایک شخص جانتا ہے کہ جو اس کے دل میں ہے بڑھتا گھٹتا ہے یہاں تک کہ بعض اوقات یقین اور اخلاص اور توکل میں اعظم ہوتا ہے بعض اوقات سے اور اسی طرح تصدیق اور معرفت میں باعتبار ظاہر ہونے براہین کے اور کثرت ان کی کے اور تحقیق نقل کیا ہے محمد بن نصر نے ایک جماعت اماموں کی سے مانند اس کی اور جو سلف سے منقول ہے تصریح کی ہے ساتھ اس کے عبدالرزاق نے اپنے مصنف میں سفیان ثوری اور مالک بن انس اور اوزاعی اور ابن جریج وغیرہم سے اور یہ لوگ فقہاء شہروں کے ہیں اپنے زمانے میں اور اسی طرح نقل کیا ہے اس کو ابوالقاسم نے شافعی اور احمد بن حنبل اور اسحاق بن راہویہ ابوعبید وغیرہم اماموں سے اور اسی نے روایت کی ہے ساتھ سند صحیح کے بخاری سے کہ کہا کہ میں نے شہروں میں ہزار عالم سے زیادہ کی ملاقات کی سو میں نے کسی کو نہیں دیکھا کہ اختلاف کرتا اس میں کہ ایمان قول اور عمل ہے اور بڑھتا ہے اور گھٹتا ہے اور طول کیا ہے ابن ابی حاتم اور لالکائی نے اس کے نقل کرنے میں ساتھ اسانید کے ایک جماعت کثیر اصحاب اور تابعین کی سے اور ہر اس شخص سے کہ دائر ہے اُس پر اجماع اصحاب اور تابعین سے اور حکایت کیا ہے اس کو فضیل بن عیاض اور وکیع نے اہل سنت اور جماعت سے اور شافعی رحمۃ اللہ علیہ سے روایت ہے کہ ایمان قول اور عمل ہے اور بڑھتا ہے اور گھٹتا ہے یعنی بندگی سے بڑھتا ہے اور گناہ سے گھٹتا ہے پھر شافعی رحمۃ اللہ علیہ نے یہ آیت پڑھی: ﴿وَيَزْدَادَ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا اِيْمَانًا﴾ الآیۃ پھر شروع کیا بخاری نے استدلال کرنا قرآن کی آیتوں سے جو تصریح کرتی ہیں ساتھ بڑھنے ایمان کے اور جب بڑھنا ثابت ہوا تو اس کا مقابل یعنی گھٹنا خود ثابت

ہوگیا اس واسطے کہ جو چیز بڑھنے کو قبول کرتی ہے وہ گھٹنے کو بھی قبول کرتی ہے۔(فتح)

قَالَ اللّٰهُ تَعَالٰى ﴿لِيَزْدَادُوْٓا اِيْمَانًا مَّعَ اِيْمَانِهِمْ﴾ ﴿وَزِدْنٰهُمْ هُدًى﴾ ﴿وَيَزِيْدُ اللّٰهُ الَّذِيْنَ اهْتَدَوْا هُدًى﴾ ﴿وَالَّذِيْنَ اهْتَدَوْا زَادَهُمْ هُدًى وَّاٰتٰهُمْ تَقْوٰهُمْ﴾ ﴿وَيَزْدَادَ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اِيْمَانًا﴾ وَقَوْلُهٗ عَزَّوَجَلَّ ﴿اَيُّكُمْ زَادَتْهُ هٰذِهٖٓ اِيْمَانًا فَاَمَّا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا فَزَادَتْهُمْ اِيْمَانًا﴾ وَقَوْلُهٗ ﴿فَاخْشَوْهُمْ فَزَادَهُمْ اِيْمَانًا﴾ وَقَوْلُهٗ ﴿وَمَا زَادَهُمْ اِلَّآ اِيْمَانًا وَّتَسْلِيْمًا﴾.

فرمایا اللہ غالب اور بزرگ نے تا کہ بڑھ جائیں وہ ایمان میں ساتھ ایمان اپنے کے دوسری آیت اور زیادہ کی ہم نے ان کو ہدایت تیسری آیت اور زیادہ دیتا ہے اللہ تعالیٰ ان لوگوں کو راہ پائی ہے راہ چوتھی آیت اور جن لوگوں نے راہ پائی زیادہ دی ان کو ہدایت اور دی ان کو پرہیز گاری ان کی پانچویں آیت اور زیادہ ہوں وہ لوگ جو ایمان لائے ہیں ایمان میں چھٹی آیت اور قول اللہ غالب اور بزرگ کا کس کو تم میں سے زیادہ کیا ہے اس نے ایمان پس جو لوگ کہ ایمان لائے پس زیادہ کیا ان کو اس بات نے ایمان نے ساتویں آیت اور فرمایا اللہ تعالیٰ نے پس ڈرو تم ان سے کہ پس زیادہ کیا ان کو اس بات نے ایمان آٹھویں آیت اور نہ زیادہ کیا ان کو مگر ایمان اور اطاعت کرنا۔

فائدہ: امام بخاری رحمہ اللہ کی غرض ان آٹھ آیتوں کے لانے سے یہ ہے کہ ایمان زیادہ بھی ہوتا ہے اور کم بھی ہوتا ہے اور یہی مذہب ہے سلف وخلف امت اور تمام اہل سنت اور جماعت کا اور یہی بات حق ہے اور حنفیہ کہتے ہیں کہ ایمان کم وبیش نہیں ہوتا ہے مگر یہ بات ان کی ٹھیک نہیں ہے بلکہ قرآن کی ان آیات اور احادیث کے مخالف ہے۔

وَالْحُبُّ فِي اللّٰهِ وَالْبُغْضُ فِي اللّٰهِ مِنَ الْاِيْمَانِ.

محبت رکھنی اللہ کے واسطے اور دشمنی رکھنی اللہ کے واسطے ایمان سے ہے۔

فائدہ: اس سے معلوم ہوا کہ ایمان زیادہ ہوتا ہے اس لیے کہ حب اور بغض کم وبیش ہوتے ہیں۔

وَكَتَبَ عُمَرُ بْنُ عَبْدِ الْعَزِيْزِ اِلٰى عَدِيِّ بْنِ عَدِيٍّ اِنَّ لِلْاِيْمَانِ فَرَآئِضَ وَشَرَآئِطَ وَحُدُوْدًا وَّسُنَنًا فَمَنِ اسْتَكْمَلَهَا اسْتَكْمَلَ الْاِيْمَانَ وَمَنْ لَّمْ يَسْتَكْمِلْهَا لَمْ يَسْتَكْمِلِ الْاِيْمَانَ فَاِنْ

اور لکھا عمر بن عبدالعزیز رحمہ اللہ نے طرف عدی بن عدی کے کہ تحقیق ایمان کے واسطے کئی فرائض اور عقائد اور حدیں اور سنتیں ہیں پس جس نے ان کو کامل کیا اُس نے ایمان کو کامل کیا۔ اور جس نے نہ کامل کیا ان کو نہ کامل کیا ایمان کو سو اگر میں زندہ رہا تو عنقریب میں اُن کو

اَعِشْ فَسَاُبَيِّنُهَا لَكُمْ حَتّٰى تَعْمَلُوْا بِهَا وَاِنْ اَمُتْ فَمَا اَنَا عَلٰى صُحْبَتِكُمْ بِحَرِيْصٍ. تمہارے واسطے بیان کروں گا تا کہ عمل کرو ساتھ اس کے اور اگر میں مرگیا تو مجھ کو تمہاری صحبت کی کچھ خواہش نہیں۔

فائدہ: مراد فرائض سے اعمال فرض ہیں اور مراد شرائع سے عقائد دینیہ ہیں اور مراد حدود سے منع چیزیں ہیں اور مراد سنتوں سے مستحب عمل ہیں اور غرض اس اثر سے یہ ہے کہ عمر بن عبدالعزیز بھی قائل تھے کہ ایمان بڑھتا ہے اور گھٹتا ہے اس واسطے کہ اس نے کہا کہ جس نے اس کو کامل کیا اور جس نے نہ کیا۔

وَقَالَ اِبْرَاهِيْمُ عَلَيْهِ السَّلَامُ وَلٰكِنْ لِّيَطْمَئِنَّ قَلْبِىْ. اور کہا ابراہیم علیہ السلام نے اور لیکن تا کہ آرام پکڑے دل میرا۔

فائدہ: یہ اشارہ طرف تفسیر سعید بن جبیر اور مجاہد وغیرہ کے واسطے اس آیت کی کہ اس کے معنی یہ ہیں کہ تا کہ میرا یقین زیادہ ہو اور جب حضرت ابراہیم علیہ السلام سے ثابت ہوا تو گویا کہ ہمارے حضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے ثابت ہوا باوجود یکہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو حکم ہوا ہے حضرت ابرہیم علیہ السلام کی پیروی کرنے کا اور سوائے اس کے کچھ نہیں کہ فرق کیا ہے بخاری نے درمیان اس آیت کے اور پہلی آیتوں کے اس واسطے کہ پہلی آیتوں سے دلیل نص کے ساتھ لی جاتی ہے اور اس آیت سے اشارہ کے ساتھ لی جاتی ہے۔

وَقَالَ مُعَاذٌ اِجْلِسْ بِنَا نُؤْمِنُ سَاعَةً. اور کہا معاذ رضی اللہ عنہ نے کہ بیٹھ تو ساتھ ہمارے ایمان لائیں ہم ایک ساعت یعنی ہمارا ایمان زیادہ ہوجائے اس لیے کہ معاذ رضی اللہ عنہ مومن تو پہلے ہی تھے اور مومن بھی کیسے کہ اعلیٰ درجے کے۔

وَقَالَ ابْنُ مَسْعُوْدٍ اَلْيَقِيْنُ الْاِيْمَانُ كُلُّهٗ. ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے کہا کہ یقین کل ایمان ہے۔

فائدہ: اس سے معلوم ہوتا ہے کہ ایمان کم وبیش ہوتا ہے اس لیے کہ کل اور اجمع کے ساتھ وہی تاکید کیا جاتا ہے جو صاحب اجزا ہو پس جس میں بہت اجزا ہوں گے اس کا ایمان زیادہ ہوگا اور جس میں کم ہوں گے اس کا ایمان ناقص ہوگا پس کمی بیشی ثابت ہے ایک روایت میں اتنا زیادہ ہے کہ صبر آدھا ایمان ہے اور یہ اُس پر صریح دلالت کرتی ہے اس واسطے کہ نصف صریح ہے متجزی ہونے میں لیکن بخاری نے اپنی عادت کے موافق صریح دلالت کرنے والی چیز کو حذف کردیا ہے اور اشارہ کرنے والی پر اقتصار کیا ہے اور ایک روایت میں ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے آیا ہے کہ الٰہی! زیادہ کر میرے ایمان اور یقین کو اور یہ صریح تر ہے مقصود میں لیکن بخاری نے اس کو اپنی عادت کے موافق ذکر نہیں کیا۔

تنبیہ: اور استدلال کیا ہے ساتھ اس اثر کے جو کہتا ہے کہ ایمان وہ مجرد تصدیق ہے اور جواب یہ ہے کہ مراد ابن مسعود رضی اللہ عنہ کی یہ ہے کہ یقین وہ اصل ایمان ہے اور جب دل میں یقین ہو تو سب اعضا اٹھتے ہیں واسطے ملاقات اللہ

کے ساتھ نیک عملوں کے۔(فتح)

وَقَالَ ابْنُ عُمَرَ لَايَبْلُغُ الْعَبْدُ حَقِيْقَةَ التَّقْوٰى حَتّٰى يَدَعَ مَاحَاكَ فِي الصَّدْرِ.

اور ابن عمر رضی اللہ عنہما نے کہا کہ آدمی اصل حقیقت تقویٰ کو نہیں پہنچتا ہے جب تک کہ نہ چھوڑے اس چیز کو جو سینے میں تردد کرے۔

فائدہ: مراد تقویٰ سے یہاں ایمان ہے اور یہاں سے معلوم ہوا کہ بعض مومنین اصل کنہ ایمان کو پہنچ گئے ہیں اور بعض نہیں پہنچے پس کم وبیشی ایمان کی خود ثابت ہوگئی اور یا مراد ساتھ تقوے کے نگاہ رکھنا نفس کا ہے شرک سے اور برے عملوں سے اور ہمیشگی کرنی نیک عملوں پر اور ساتھ اس تقریر کے صحیح ہوگا استدلال بخاری کا اور یہ جو کہا کہ جو سینے میں کھٹکے تو اس میں بشارت ہے کہ بعض ایماندار ایمان کی کنہ کو پہنچتے ہیں اور اس کی حقیقت کو اور بعض نہیں پہنچتے اور ایک روایت میں ہے کہ نہیں ہوتا بندہ پرہیزگاروں سے یہاں تک کہ حلال چیز کو حرام کے خوف سے چھوڑے۔

وَقَالَ مُجَاهِدٌ ﴿شَرَعَ لَكُمْ مِّنَ الدِّيْنِ مَا وَصّٰى بِهٖ نُوْحًا﴾ اَوْحَيْنَاكَ يَا مُحَمَّدُ وَاِيَّاهُ دِيْنًا وَّاحِدًا.

کہا مجاہد رحمۃ اللہ علیہ نے بیان کیا اللہ نے واسطے تمہارے دین سے جس کے ساتھ نوح علیہ السلام کو وصیت کی یعنی وصیت کی ہم نے امی محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو اور نوح علیہ السلام کو ایک دین کی۔

فائدہ: اس دین میں ایمان کی زیادتی اور نقصان ثابت ہے اور اس دین میں اور سب نبیوں کے دین کا اصول ایک ہے پس اس سے ثابت ہوگیا کہ پہلے نبیوں کی شرع میں بھی ایمان کی کمی بیشی ثابت ہے اور یہی وجہ مطابقت کی ہے ساتھ باب الایمان کے اور مراد یہ ہے کہ جو شرع قرآن اور حدیث سے ثابت ہوتی ہے یہی شرع ہے سب پیغمبروں کی اور استدلال کیا ہے امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ اور احمد رحمۃ اللہ علیہ وغیرہ نے اس پر کہ اعمال ایمان میں داخل ہیں ساتھ اس آیت کے ﴿وَمَآ اُمِرُوْٓا اِلَّا لِيَعْبُدُوا اللّٰهَ مُخْلِصِيْنَ لَهُ الدِّيْنَ﴾ الآیۃ شافعی رحمۃ اللہ علیہ نے کہا کہ یہ آیت بڑی حجت ہے اوپر اُن کے۔(فتح)

وَقَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ ﴿شِرْعَةً وَّمِنْهَاجًا﴾ سَبِيْلًا وَّسُنَّةً وَّدُعَآءُكُمْ اِيْمَانُكُمْ.

کہا ابن عباس رضی اللہ عنہما نے شِرْعَةً وَّمِنْهَاجًا کی تفسیر میں سبیلًا وسُنۃً یعنی کیا ہم نے واسطے ہر ایک کے ایک راہ اور دستور یعنی فروعات میں اختلاف اور اختلاف واجب کرتا ہے زیادتی اور نقصان ایمان کو پس مطابقت ترجمہ سے ظاہر ہے لیکن اصول میں کچھ اختلاف نہیں پس پہلی آیت سے تعارض نہیں ہوگا اور کہا ابن عباس رضی اللہ عنہما نے کہ یہ آیت لَوْلَا دُعَاءُ كُمْ میں دعا سے مراد ایمان ہے اور وجہ دلالت کی واسطے بخاری کے یہ ہے کہ دعا عمل ہے اور

البتہ اطلاق کیا ہے اس کو ایمان پر پس صحیح ہوگا یہ کہنا کہ ایمان عمل ہے یہ تفسیر ابن عباس رضی اللہ عنہما کی ہے اور بعض کہتے ہیں کہ دعا اس جگہ مصدر مضاف ہے طرف مفعول کی اور مراد بلانا رسولوں کا ہے خلقت کو طرف ایمان کی اور بعض کہتے ہیں کہ معنی دعا کے اس جگہ بندگی کے ہیں۔

٧۔ حَدَّثَنَا عُبَيْدُ اللّٰهِ بْنُ مُوْسٰى قَالَ أَخْبَرَنَا حَنْظَلَةُ بْنُ أَبِيْ سُفْيَانَ عَنْ عِكْرِمَةَ بْنِ خَالِدٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بُنِيَ الْإِسْلَامُ عَلٰى خَمْسٍ شَهَادَةِ أَنْ لَّآ إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ وَأَنَّ مُحَمَّدًا رَّسُوْلُ اللّٰهِ وَإِقَامِ الصَّلَاةِ وَإِيْتَآءِ الزَّكَاةِ وَالْحَجِّ وَصَوْمِ رَمَضَانَ.

٧۔ ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اسلام کی بنیاد پانچ چیزیں ہیں اس بات کی گواہی دینی کہ سوائے اللہ کے کوئی معبودِ برحق نہیں اور تحقیق محمد صلی اللہ علیہ وسلم رسول اللہ کا ہے اور نماز کا قائم کرنا اور زکوٰۃ کا دینا اور بیت اللہ کا حج کرنا اور رمضان کے روزے رکھنا۔

فائدہ: اس حدیث سے معلوم ہوا کہ ایمان قول وفعل ہے اور اس کا قول وفعل ہونا مستلزم ہے زیادتی اور نقصان کو پس مطابقت اس حدیث کی باب الایمان سے ظاہر ہے اگر کوئی کہے کہ چار چیزیں مذکورہ شہادت پر مبنی ہیں اس واسطے کہ نہیں صحیح ہے ان میں سے کوئی چیز مگر بعد وجود اس کے اور جواب یہ ہے کہ جائز ہے بنا کرنا ایک امر کا دوسرے پر کہ دونوں امروں پر ایک اور امر کی بنا ہو اور اگر کوئی کہے کہ ضرور ہے کہ مبنی اور مبنی علیہ ایک دوسرے کے غیر ہوں تو جواب یہ ہے کہ مجموع بنظر اس کے افراد کے غیر ہے اور باعتبار جمع کے عین ہے۔

تنبیہات: پہلی تنبیہ: جہاد اس حدیث میں اس واسطے مذکور نہیں کہ وہ فرض کفایہ ہے اور نہیں متعین ہوتا مگر بعض احوال میں اور دوسری تنبیہ یہ ہے کہ قول آپ کا شہادت اَنْ لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ اور اس کا مابعد مجرور ہے بنابر بدل کے خمس سے اور اگر کوئی کہے کہ نہیں ذکر کیا ایمان لانا ساتھ پیغمبروں کے اور فرشتوں کے اور سوائے اُس کے جس کو شامل ہے سوال جبرائیل کا تو جواب یہ ہے کہ مراد شہادت سے رسول کی ہے اس چیز میں کہ اس کو لائے پس مستلزم ہوگا تمام ان چیزوں کو کہ مذکور ہیں اعتقادیات سے اور تیسری تنبیہ یہ ہے کہ مراد ساتھ قائم کرنے نماز کے ہمیشگی کرنی ہے اوپر اُس کے اور مراد ساتھ دینے زکوٰۃ کے نکالنا ایک حصے کا ہے مال سے خاص طور پر اور چوتھی تنبیہ یہ ہے کہ باقلانی نے کہا کہ شرط ہے اسلام کی صحت میں مقدم ہونا اقرار بالتوحید کا اوپر اقرار رسالت کے یعنی اسلام جب صحیح ہوتا ہے جب کہ پہلے توحید کا اقرار کرے اور پھر رسالت کا اقرار کرے اور کسی نے اس کی پیروی نہیں کی باوجودیکہ اگر باریک

نظر سے دیکھا جائے تو اس کی وجہ ظاہر ہوتی ہے اور پانچویں تنبیہ یہ ہے کہ مستفاد ہوتا ہے اس سے خاص کرنا عموم مفہوم سنت کا ساتھ خصوص منطوق قرآن کے اس واسطے کہ عموم حدیث کا تقاضا کرتا ہے اس کو کہ جو ان چیزوں مذکورہ کا مباشر ہو اس کا اسلام صحیح ہے اور مفہوم مخالف اس کا یہ ہے کہ جو اس کا مباشر نہ ہو اسلام اس کا صحیح نہیں اور یہ عموم مخصوص ہے ساتھ اس آیت قرآن کے ﴿وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَاتَّبَعَتْهُمْ ذُرِّيَّتُهُمْ﴾. (فتح)

بَابُ أُمُوْرِ الْاِيْمَانِ وَقَوْلِ اللّٰهِ تَعَالٰى ﴿لَيْسَ الْبِرَّ أَنْ تُوَلُّوْا وُجُوْهَكُمْ قِبَلَ الْمَشْرِقِ وَالْمَغْرِبِ وَلٰكِنَّ الْبِرَّ مَنْ اٰمَنَ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ وَالْمَلَآئِكَةِ وَالْكِتَابِ وَالنَّبِيِّيْنَ وَاٰتَى الْمَالَ عَلٰى حُبِّهٖ ذَوِي الْقُرْبٰى وَالْيَتَامٰى وَالْمَسَاكِيْنَ وَابْنَ السَّبِيْلِ وَالسَّآئِلِيْنَ وَفِي الرِّقَابِ وَأَقَامَ الصَّلَاةَ وَاٰتَى الزَّكَاةَ وَالْمُوْفُوْنَ بِعَهْدِهِمْ إِذَا عَاهَدُوْا وَالصَّابِرِيْنَ فِي الْبَأْسَآءِ وَالضَّرَّآءِ وَحِيْنَ الْبَأْسِ أُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ صَدَقُوْا وَأُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُتَّقُوْنَ﴾ وَقَوْلِهٖ ﴿قَدْ أَفْلَحَ الْمُؤْمِنُوْنَ﴾ الْاٰيَةَ.

باب ہے بیان میں امورِ ایمان کے اور قول اللہ غالب اور بزرگ کا نہیں بھلائی یہ کہ منہ پھیرو تم طرف مشرق اور مغرب کی لیکن صاحب بہتری کا وہ شخص ہے جو ایمان لایا ساتھ اللہ کے آخر آیت تک تحقیق مراد کو پہنچے ایمان والے۔

فائدہ: امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے ان دو آیتوں کو اس واسطے ذکر کیا ہے کہ یہ دونوں ایمان کے کاموں پر شامل ہیں مراد امورِ ایمان سے بیان کرنا ان کاموں کا ہے جو ایمان ہیں اور وہ امور جو واسطے ایمان کے ہیں اور وجہ استدلال کی ساتھ اس آیت کے اور مناسبت اس کی واسطے حدیث کے ظاہر ہوتی ہے اس حدیث سے جس کو عبدالرزاق نے روایت کیا ہے مجاہد سے کہ ابو ذر رضی اللہ عنہ نے حضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے ایمان کا سوال کیا تو حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ آیت پڑھی لیس البر الخ اور بخاری نے اس کو اس واسطے روایت نہیں کیا کہ وہ اُس کی شرط پر نہیں اور اُس کی وجہ یہ ہے کہ آیت نے بند کیا ہے تقویٰ کو اوپر ان لوگوں کے جن میں یہ صفتیں ہوں اور مراد پرہیز گار شرک سے ہیں اور بدعملوں سے سو جب وہ کریں اور شرک وغیرہ بدعملوں کو چھوڑ دیں تو وہ ایماندار کامل ہیں اور جامع درمیان آیت اور حدیث کے یہ ہے کہ اعمال ساتھ چھوڑنے ان کے ساتھ تصدیق کے داخل ہیں برّ کے مسمّٰی میں جیسے کہ وہ داخل ہیں ایمان کے مسمّٰی میں پس اگر کہا جائے کہ نہیں

متن میں ذکر تصدیق کا تو جواب یہ ہے کہ وہ ثابت ہے اصل حدیث میں جیسے کہ روایت کیا ہے اس کو مسلم وغیرہ نے اور بخاری بہت استدلال کرتا ہے ساتھ اس چیز کے کہ شامل ہے اس پر متن جس کی اصل کو ذکر کرتا ہے اور اس کو پورا بیان نہیں کرتا۔ قد اَفْلَحَ الْمُؤْمِنُوْنَ احتمال ہے کہ متقین کی تفسیر ہو یعنی متقین وہی موصوف ہیں ساتھ قد افلح کے اور گویا کہ بخاری نے اشارہ کیا ہے طرف امکان گنے شاخوں کے ان دونوں آیتوں سے اور جوان کی مانند ہیں اور اسی واسطے ذکر کیا ابن حبان نے کہ اس نے کہا ہے ہر بندگی کو کہ اللہ نے اس کو اپنی کتاب میں گنا ہے کہ وہ ایمان سے ہے اور اطاعت کہ اس کو رسول نے گنا ہے کہ ایمان سے ہے اور مکرر کو حذف کیا ہے تو ستتر کو پہنچیں۔ (فتح)

٨۔ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ مُحَمَّدٍ الْجُعْفِيُّ قَالَ حَدَّثَنَا أَبُوْ عَامِرٍ الْعَقَدِيُّ قَالَ حَدَّثَنَا سُلَيْمَانُ بْنُ بِلَالٍ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ دِيْنَارٍ عَنْ أَبِيْ صَالِحٍ عَنْ أَبِيْ هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ الْإِيْمَانُ بِضْعٌ وَّسِتُّوْنَ شُعْبَةً وَالْحَيَآءُ شُعْبَةٌ مِّنَ الْإِيْمَانِ.

٨۔ ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ایمان کی ساٹھ اور کئی شاخیں ہیں اور حیا ایک شاخ ہے ایمان کی۔

فائدہ: یعنی ایمان بمنزلہ درخت کی ہے اور جتنی نیکیاں اور خوبیاں ہیں جیسے علم اور صبر وقناعت وزہد وغیرہ وہ اس کی شاخیں ہیں اور حیا ان میں بڑی عمدہ شاخ ہے اس واسطے کہ شرع میں حیا اس حالت کو کہتے ہیں جو گناہ سے روکے اور ساٹھ شاخ سے کثرت مراد ہے اس واسطے کہ نیکیوں کی کچھ حد نہیں سوائے اللہ اور رسول کے ان کو کوئی نہیں گھیر سکتا ہے ۔ حیا لغت میں تغیر اور انکسار ہے جو عارض ہوتا ہے انسان کو خوف اس چیز سے کہ اُس سے اس کو عیب لگایا جائے اور حیا شرع میں ایک خو ہے جو باعث ہوتی ہے اوپر اجتناب قبیح کے اور منع کرتی ہے قصور کرنے سے حقدار کے حق میں اسی واسطے دوسری حدیث میں آیا ہے کہ حیا سب خیر ہے اور اگر کوئی کہے کہ بہت حیا منع کرتا ہے حق کہنے سے اور فعل خیر ہے تو اس کا جواب یہ ہے کہ یہ شرعی بات نہیں اور عیاض نے کہا کہ بعض نے اپنے اجتہاد سے ایمان کی شاخوں کو حصر کیا ہے اور نہیں قدح کرتا نہ پہچاننا ان کے حصر کا بطور تفصیل کے ایمان میں اور ابن حبان نے ان شاخوں کو گنا ہے اس کا خلاصہ یہ ہے کہ یہ شاخیں نکلتی ہیں دل کے عملوں سے اور زبان کے عملوں سے اور بدن کے عملوں سے پس اعمال دل کے اس میں اعتقادیات اور نیتیں ہیں اور شامل ہیں چوبیس خصلتوں پر ایمان لانا ساتھ اللہ کے اور داخل ہے اس میں ایمان ساتھ ذات اس کی کے اور صفات اس کی کے اور توحید اس کی کے بایں طور کہ اس کی مثل کوئی چیز نہیں اور اعتقاد نو پیدا ہونے اس چیز کا کہ اللہ کے سوا ہے اور ایمان لانا ساتھ اس کے فرشتوں کے اور کتابوں کے اور رسولوں

کے اور نیکی اور بدی کی تقدیر کے اور ایمان لانا ساتھ دن پچھلے کے یعنی قیامت کے اور داخل ہے اس میں سوال قبر کا اور قیامت کو جی اٹھنا اور حساب اور میزان اور صراط اور بہشت اور دوزخ اور محبت اللہ کی اور محبت اور عداوت رکھنی اس کی راہ میں اور محبت حضرت ﷺ کی اور اعتقاد تعظیم اس کی کا اور داخل ہوتا ہے اس میں درود پڑھنا اوپر آپ کے اور پیروی کرنی سنت آپ کی کے اور اخلاص اور داخل ہوتا ہے اس میں ترک کرنا ریا کا اور نفاق کا اور توبہ اور خوف اور امید اور شکر اور وفا اور صبر اور رضا ساتھ قضا کے اور توکل اور رحمت اور تواضع اور داخل ہے اس میں توقیر کبیر کی اور رحمت صغیر کی اور ترک کرنا تکبر اور عجب کا اور ترک کرنا حسد کا اور ترک کرنا غضب کا اور زبان کے عمل اور شامل ہیں وہ سات خصلتوں پر توحید کا اقرار کرنا یعنی اللہ کو ایک کہنا اس کے ساتھ کسی کو شریک نہ ٹھہرانا اور قرآن کا پڑھنا اور علم کا پڑھنا اور پڑھانا اور دعا اور ذکر اور داخل ہے اس میں استغفار اور لغو سے پرہیز کرنا اور عمل بدن کے اور شامل ہیں وہ اٹھتیس خصلتوں پر بعض ان میں وہ ہیں جو ایمان کے ساتھ خاص ہیں اور پندرہ خصلتیں ہیں پاکی اور ستھرائی حاصل کرنی حسی اور حکمی اور داخل ہیں اس میں پرہیز کرنا پلیدیوں سے اور شرم گاہ کا ڈھانکنا اور نماز فرض ہو یا نفل اور زکوٰۃ بھی اسی طرح اور چھوڑانا گردنوں کا اور بخشش کرنی اور داخل ہے اس میں کھانا کھلانا اور مہمان کا اکرام کرنا اور روزہ رکھنا فرض ہو یا نفل اور حج اور عمرہ اسی طرح اور طواف اور اعتکاف اور تلاش کرنا شب قدر کا اور دین لے کر بھاگنا اور داخل ہے اس میں ہجرت کرنی اور شرک سے بیزار ہونا اور پورا کرنا نذر کا اور تحری ایمان میں یعنی قسموں میں اور ادا کرنا کفاروں کا اور ان میں بعض وہ ہیں جو متعلق ہیں ساتھ اتباع کے اور وہ چھ خصلتیں ہیں تعفف ساتھ نکاح کے اور قائم ہونا ساتھ حقوق عیال کے اور نیکی کرنی ساتھ ماں باپ کے اور اس میں پرہیز کرنا عقوق کا ہے اور پرورش اولاد کی اور سلوک کرنا قرابت والوں کا اور فرمانبرداری حاکموں کی اور رفق ساتھ غلاموں کے اور بعض ان میں سے وہ ہیں جو متعلق ہیں ساتھ عام لوگوں کے اور وہ سترہ خصلتیں ہیں قائم ہونا سرداری میں ساتھ عدل کے اور متابعت جماعت کی اور اطاعت اولی الامر کی اور لوگوں میں صلح کرانی اور داخل ہے اس میں لڑنا باغیوں سے اور مدد کرنا نیک کام پر اور داخل ہے اس میں امر بالمعروف اور نہی عن المنکر اور قائم کرنا حدوں کا اور جہاد اور اس میں داخل ہے اسلام کی سرحد پر چوکیداری کرنی اور ادا کرنا امانت کا اور اس میں سے ادا کرنا خمس کا اور قرض کا ساتھ پورا دینے اس کے اور اکرام جار کا اور حسن معاملہ اور اس میں جمع کرنا مال کا ہے حلال سے اور خرچ کرنا مال کا اپنی جگہ میں اور اس سے ترک کرنا اسراف کا ہے یعنی بیجا خرچ کرنا مال کا اور سلام کا جواب دینا اور چھینکنے والے کا جواب دینا اور دور کرنا تکلیف دینے والی چیز کا لوگوں سے اور پرہیز کرنا کھیل سے اور ہٹانا تکلیف دینے والی چیز کا راہ سے پس یہ نانویں خصلتیں ہیں اور ممکن ہے گننا ان کا اناسی خصلتیں باعتبار افراد اس چیز کے کہ جوڑی گئی ہے بعض اس کے ساتھ بعض کے مذکورات سے۔

فائدہ: مسلم کی روایت میں اتنا زیادہ ہے کہ سب شاخوں سے اعلیٰ شاخ لا اله الا الله ہے اور سب سے ادنیٰ ہٹانا تکلیف دینے والی چیز کا راہ سے اور اس میں اشارہ ہے اس طرف کہ ان شاخوں کے مرتبے جدا جدا ہیں کسی کا مرتبہ زیادہ ہے کسی کا کم۔ (فتح)

بَابُ الْمُسْلِمِ مَنْ سَلِمَ الْمُسْلِمُوْنَ مِنْ لِّسَانِهٖ وَيَدِهٖ.

باب ہے اس بیان میں کہ مسلمان وہ شخص ہے جس کی زبان اور ہاتھ سے مسلمان بچیں۔

۹۔ حَدَّثَنَا اٰدَمُ بْنُ أَبِیْ إِيَاسٍ قَالَ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ أَبِی السَّفَرِ وَإِسْمَاعِيْلَ عَنِ الشَّعْبِیِّ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عَمْرٍو رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُمَا عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ الْمُسْلِمُ مَنْ سَلِمَ الْمُسْلِمُوْنَ مِنْ لِّسَانِهٖ وَيَدِهٖ وَالْمُهَاجِرُ مَنْ هَجَرَ مَا نَهَی اللّٰهُ عَنْهُ. قَالَ أَبُوْ عَبْدِ اللّٰهِ وَقَالَ أَبُوْ مُعَاوِيَةَ حَدَّثَنَا دَاوٗدُ هُوَ ابْنُ أَبِیْ هِنْدٍ عَنْ عَامِرٍ قَالَ سَمِعْتُ عَبْدَ اللّٰهِ يَعْنِیْ ابْنَ عَمْرٍو عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَقَالَ عَبْدُالْأَعْلٰی عَنْ دَاوٗدَ عَنْ عَامِرٍ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ.

۹۔ عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ مسلمان وہ ہے جس کی زبان اور ہاتھ سے مسلمان لوگ بچیں اور افضل ہجرت کرنے والا وہ ہے جو اس چیز کو چھوڑ دے جس سے اللہ نے منع کیا ہے۔

فائدہ: یعنی منہ سے نہ کسی کی غیبت کرے نہ گالی دے اور نہ ہاتھ سے کسی کو ناحق ستائے نہ چرائے اور ہجرت اس کو کہتے ہیں کہ مسلمان کفر کا ملک چھوڑ کر اسلام کے ملک میں جا رہے سو فرمایا کہ عمدہ ہجرت وہ ہے جو گناہ سے ہجرت کرے اور مسلمان سے یہاں مومن مراد ہے پس مطابقت اس حدیث کی کتاب الایمان سے ظاہر ہے یہ جو کہا المسلم تو الف لام واسطے کمال کے ہے یعنی مسلمان کامل وہ ہے الخ اور تعاقب کیا گیا ہے ساتھ اس طور کے یہ مستلزم جو خاص اسی کے ساتھ موصوف ہو وہ کامل ہوا اور جواب یہ ہے کہ مراد ساتھ اس کے ہمراہ باقی ارکان کی ہے خطابی نے کہا کہ مراد افضل مسلمین سے وہ ہے جو جمع کرے ساتھ ادا کرنے حقوق اللہ کے اور کرنے حقوق العباد سے اور اثبات اسم شی کا اوپر معنی اثابت کمال کے واسطے اُس کے مشہور ہے ان کی کلام میں اور احتمال ہے کہ ہو مراد ساتھ اس کے یہ کہ بیان کرے نشانی مسلمان کی کہ استدلال کیا جاتا ہے ساتھ اس کے اسلام پر اور وہ سلامت رہنا مسلمانوں کا ہے اس

کے ہاتھ اور زبان سے جیسے کہ مذکور ہے مثل اس کی منافق کی علامت میں اور احتمال ہے کہ ہو مراد ساتھ اس کے اشارہ طرف رغبت دلانے کے اوپر معاملے بندے کے ساتھ رب اپنے کے اس واسطے کہ جب وہ اپنے بھائی مسلمانوں سے اچھا معاملہ کرے گا تو اولیٰ ہے کہ اپنے رب کا معاملہ اچھا کرے یہ تنبیہ ہے ساتھ ادنیٰ کے اعلیٰ پر۔

تَنْبِیْه: ذکر مسلمانوں کا اس جگہ باعتبار غالب عادت کے ہے اس واسطے کہ محافظت مسلمان کی اوپر بار رکھنے ایذا کے اپنے بھائی مسلمان سے اس کی بہت تاکید ہے یا اس واسطے کہ کافر درپے اس کے ہیں کہ ان سے لڑائی کی جائے اگرچہ ان میں وہ شخص ہے جس سے ایذا دینے والی چیز کا ہٹانا واجب ہے اور زبان کو اس واسطے خاص کیا کہ وہ بیان کرنے والی ہے دل کی بات کو اور اسی طرح ہاتھ ہے اس واسطے کہ اکثر فعل ہاتھ سے ہی ہوتے ہیں اور حدیث عام ہے بہ نسبت زبان کے سوائے ہاتھ کے اس واسطے کہ زبان ممکن ہے اس کو قول ماضین میں اور موجودین میں اور حادثین میں بعد اس کے برخلاف ہاتھ کے ہاں ممکن ہے کہ مشارک ہو زبان کو اس میں ساتھ کتابت کے اور یہ کہ البتہ اثر اس کا اس میں بڑا ہے اور مستثنیٰ کیا جاتا ہے اس سے استعمال کرنا ضرب کا ساتھ ہاتھ کے بیچ اقامت حدوں اور تعزیروں کے اوپر مسلمان کے جو اس کا مستحق ہے اور بیچ تعبیر کرنے کے ساتھ زبان کے سوائے قول کے نکتہ ہے پس داخل ہوگا جو نکالے اپنی زبان بطور ٹھٹھا کرنے کے اور بیچ ذکر ہاتھ کے سوائے اور اعضاء کے نکتہ ہے پس داخل ہوگا ہاتھ معنوی مانند غالب ہونے کے اوپر حق غیر کے ناحق اور یہ جو کہا کہ مہاجر وہ ہے جو اس چیز کو چھوڑے جس سے اللہ نے منع کیا ہے تو یہ ہجرت دو قسم ہے ایک ظاہر اور ایک باطن پس باطن ترک کرنا اس چیز کا ہے کہ بلائے طرف اس کی نفس امارہ بالسوء اور شیطان اور ظاہر بھاگنا ہے دین لے کر فتنوں سے اور تھے مہاجرین خطاب کیے گئے ساتھ اس کے تاکہ نہ تکیہ کریں اوپر محض چھوڑنے اپنے وطن کے یہاں تک کہ بجا لائیں اوامر شرع اور اس کے نواہی کو اور احتمال ہے کہ ہو حکم اس امر کا بعد موقوف ہونے ہجرت کے جب کہ مکہ فتح ہوا واسطے خوش کرنے دل ان لوگوں کے جنہوں نے ہجرت کو نہیں پایا بلکہ حقیقت ہجرت کی حاصل ہوتی ہے واسطے اس شخص کے جو چھوڑے اس چیز کو جس سے اللہ نے منع کیا ہے۔ (فتح)

بَابٌ أَیُّ الْإِسْلَامِ أَفْضَلُ.

باب ہے اس بیان میں کہ کون سا اسلام افضل ہے؟

١٠۔ حَدَّثَنَا سَعِیْدُ بْنُ یَحْیَی بْنِ سَعِیْدِ الْقُرَشِیُّ قَالَ حَدَّثَنَا أَبِیْ قَالَ حَدَّثَنَا أَبُوْ بُرْدَةَ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ أَبِیْ بُرْدَةَ عَنْ أَبِیْ بُرْدَةَ عَنْ أَبِیْ مُوْسٰی رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ قَالُوْا یَا رَسُوْلَ اللّٰهِ أَیُّ الْإِسْلَامِ أَفْضَلُ

١٠۔ ابو موسیٰ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ صحابہ نے کہا کہ یا رسول اللہ! کون اسلام افضل ہے؟ فرمایا مسلمان وہ ہے جس کی زبان اور ہاتھ سے مسلمان بچیں اور سلامت رہیں۔

قَالَ مَنْ سَلِمَ الْمُسْلِمُوْنَ مِنْ لِّسَانِهٖ وَيَدِهٖ.

فائدہ: یہ جو کہا کہ کون اسلام افضل ہے تو مراد یہ ہے کہ کون مسلمان افضل ہے اور جب ثابت ہوا کہ بعض خصلتیں مسلمانوں کے متعلق ہیں ساتھ اسلام کے افضل ہیں بعض خصلتوں سے تو حاصل ہوئی مراد مصنف کی ساتھ قبول کرنے زیادتی اور نقصان کے پس ظاہر ہوگئی مناسبت اس حدیث کی اور پہلی حدیث کے ساتھ ماقبل کے گننے امور ایمان کے سے اس واسطے کے ایمان اور اسلام اُس کے نزدیک ایک ہے۔(فتح)

بَابُ إِطْعَامِ الطَّعَامِ مِنَ الْإِسْلَامِ. باب ہے اس بیان میں کہ کھانا کھلانا اِسلام سے ہے۔

فائدہ: یعنی ایمان کی خصلتوں سے ہے اور جب کہ استدلال کیا بخاری نے اوپر گھٹنے اور بڑھنے ایمان کے ساتھ حدیث شاخوں کے تو تلاش کیا اس نے جو وارد ہوا ہے قرآن میں اور صحیح حدیثوں میں اُن کے بیان میں پس وارد کیا ہے ان کو ان بابوں میں ظاہر اور اشارے سے اور باب باندھا اس نے اس جگہ ساتھ اطعام الطعام کے اور یہ نہ کہا اَیُّ سِلَامٍ خَيْرٌ جیسے پہلے کہا تو واسطے اشعار کے ساتھ اختلاف دونوں مقاموں کے اور متعدد ہونے سوال کے اور اس حدیث میں کہا کہ کون خیر ہے اور پہلی حدیث میں کہا کہ کون سا اسلام افضل ہے اور پہلی حدیث میں مراد اسلام سے مسلمان ہے اور اس حدیث میں اسلام سے اسلام کی خصلتیں مراد ہیں اور میں نے پہلی حدیث میں فضیلتیں مقدر نہیں کیں واسطے بھاگنے کے کثرت حذف سے یعنی اس میں بہت کلام مقدر کرنا پڑتا ہے اور نیز پس جدا جدا مقدر کرنا شامل ہے اس شخص کے جواب کو جو سوال کرتا ہے اور کہتا ہے کہ دونوں سوال کے معنی ایک ہیں اور جواب مختلف ہے سو کہا جاتا ہے یعنی اس کے جواب میں کہ جب تو ان دونوں تقریروں کے درمیان لحاظ کرے تو ظاہر ہوتا ہے فرق اور ممکن ہے توفیق کہ وہ ایک دوسرے کو لازم ہیں اس واسطے کہ کھلانا مستلزم ہے واسطے سلامت رہنے کے ہاتھ سے اور سلام واسطے سلامت رہنے کے زبان سے قالہ الکرمانی اور احتمال ہے کہ مختلف ہوا ہو جواب واسطے مختلف ہونے سوال کے افضلیت سے اگر لحاظ کیا جائے درمیان لفظ افضل اور اَخْيَرُ کے فرق اور تقدیر ایک ہونے سوال کے پس جواب مشہور ہے اور وہ حمل کرنا ہے اوپر مختلف ہونے سوال کرنے والوں یا سننے والوں کے پس ممکن ہے کہ مراد پہلے جواب میں ڈرانا ہو اس شخص کا جس کے ہاتھ یا زبان سے ایذا کا خوف ہو پس ارشاد کیا طرف روکنے کی اور دوسرے میں ترغیب اس شخص کی کہ اس سے فائدہ عام کی امید ہو فعل سے یا قول سے پس ارشاد کیا طرف اُس کی اور خاص کیا ان دونوں خصلتوں کو ساتھ ذکر کے اس واسطے کہ اس وقت میں ان دونوں کی حاجت تھی واسطے اس چیز کے کہ تھی اس میں مشقت سے اور واسطے تالیف قلوب کے اور دلالت کرتا ہے اس پر کہ جب حضرت ﷺ مدینے میں تشریف لائے تو پہلے پہل آپ نے اس کی ترغیب دی اور ذکر کیا کھلانے کو تا کہ داخل ہو اس میں ضیافت وغیرہ اور یہ جو کہا کہ جس کو نہ پہنچانے یعنی نہ خاص کر کسی کو تکبر سے بلکہ واسطے تعظیم نشانی اسلام کے اور واسطے رعایت برادری مسلمان کے پس اگر

کوئی کہے کہ لفظ عام ہے پس داخل ہوگا اس میں کافر اور منافق اور فاسق اور جواب یہ ہے کہ وہ خاص کیا گیا ہے ساتھ اور دلیلوں کے یا نہی متاخر ہے اور تھا یہ پہلے عام واسطے مصلحت تالیف کے اور لیکن جس میں شک ہو پس اصل باقی رہنا ہے عموم پر یہاں تک کہ مخصوص ثابت ہو۔ (فتح)

١١ ۔ حَدَّثَنَا عَمْرُو بْنُ خَالِدٍ قَالَ حَدَّثَنَا اللَّيْثُ عَنْ يَزِيْدَ عَنْ أَبِي الْخَيْرِ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عَمْرٍو رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا أَنَّ رَجُلًا سَأَلَ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَيُّ الْإِسْلَامِ خَيْرٌ قَالَ تُطْعِمُ الطَّعَامَ وَتَقْرَأُ السَّلَامَ عَلٰى مَنْ عَرَفْتَ وَمَنْ لَّمْ تَعْرِفْ.

١١۔ عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ تحقیق ایک مرد نے سوال کیا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے اسلام کی کون خصلت بہتر ہے؟ آپ نے فرمایا کہ تو کھانا کھلائے اور سلام کرے اس کو جس کو تو پہچانے اور جس کو نہ پہچانے۔

بَابٌ مِنَ الْإِيْمَانِ أَنْ يُّحِبَّ لِأَخِيْهِ مَا يُحِبُّ لِنَفْسِهٖ.

باب ہے اس بیان میں کہ ایمان سے یہ بات ہے کہ اپنے بھائی کے واسطے وہی چیز دوست رکھے جس کو اپنے نفس کے واسطے دوست رکھتا ہے۔

١٢ ۔ حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ قَالَ حَدَّثَنَا يَحْيٰى عَنْ شُعْبَةَ عَنْ قَتَادَةَ عَنْ أَنَسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَعَنْ حُسَيْنٍ الْمُعَلِّمِ قَالَ حَدَّثَنَا قَتَادَةُ عَنْ أَنَسٍ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَا يُؤْمِنُ أَحَدُكُمْ حَتّٰى يُحِبَّ لِأَخِيْهِ مَا يُحِبُّ لِنَفْسِهٖ.

١٢۔ انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ کوئی ایک آدمی تم میں سے ایماندار نہیں ہوگا یہاں تک کہ اپنے بھائی مسلمان کے واسطے وہی بات پسند کرے جس کو اپنی جان کے واسطے پسند کرتا ہے۔

فائدہ: اس حدیث میں حق اسلام کا بیان ہے یعنی جیسے اپنی جان کو بلا اور مصیبت سے بچاتا ہے ویسے ہی دوسرے بھائی مسلمان کو بھی بچائے اور جو بہتری اپنے واسطے چاہتا ہے ویسے ہی دوسرے کے واسطے بھی چاہے اور مناسبت اس باب کی کتاب الایمان سے ظاہر ہے بوجہ شامل ہونے دونوں کے اوپر ذکر ایمان کے ایک روایت میں ہے کہ یہاں تک کہ اپنے بھائی مسلمان کے واسطے وہی چاہے جس کو اپنی جان کے واسطے چاہتا ہے خیر سے پس بیان کی مراد ساتھ بھائی ہونے کے اور معین کی جہت حب کی اور یہ جو کہا کہ نہیں ایماندار ہوگا یعنی جو ایمان کا دعویٰ کرے اور مراد ساتھ نفی کے کمال ایمان کی نفی ہے اور نفی اسم شی کی اوپر معنی نفی کمال کے اس سے مشہور ہے ان کی کلام میں اور اگر کہا جائے کہ اس سے لازم آتا ہے کہ جس کے واسطے یہ خصلت حاصل ہو وہ ایماندار کامل ہوا گرچہ باقی ارکان ادا نہ

کرے تو جواب یہ ہے کہ یہ حدیث بطورِ مبالغہ کے وارد ہوئی ہے یا مسلمان بھائی جو کہا تو اس سے مستفاد ہوتا ہے ملاحظہ باقی صفات مسلمان کی کا اور ابن حبان نے اپنی روایت میں تصریح کی ہے ساتھ مراد کے اور اس کے لفظ یہ ہیں کہ نہیں پہنچتا بندہ ایمان کی حقیقت کو الخ اور معنی حقیقت کے اس جگہ کمال کے ہیں واسطے ضرور ہونے اس بات کہ کہ جو اس صفت کے ساتھ متصف نہ ہو وہ کافر نہیں ہوتا اور ساتھ اس کے تمام ہوگا استدلال بخاری کا اس پر کہ ایمان متفاوت ہے یعنی جدا جدا ہے اور یہ کہ یہ حقیقت ایمان کی شاخوں سے ہے اور وہ داخل ہے تو اضع میں جیسا کہ ہم تقریر کریں گے اور جو کلمہ جامع ہے عام ہے بندگیوں کو اور مباح چیزوں دنیاوی اور اُخروی کو اور خارج ہوں گی منع چیزیں اس واسطے کہ خیر کا نام ان کو شامل نہیں اور محبت ارادہ اس چیز کا ہے کہ اعتقاد کرے اس کو خیر۔ نووی نے کہا کہ محبت میل کرتی ہے طرف اس چیز کی کہ موافق ہو محبّ کی اور محبت کبھی حواس سے ہوتی ہے مانند حسن صورت کی اور کبھی فعل کے ساتھ ہوتی ہے یا تو اس کی ذات کے واسطے مانند فضل اور کمال کے یا اس کے احسان کے واسطے مانند جلب نفع کی اور دفع ضرر کی اور مراد ساتھ مائل کے اس جگہ اختیاری ہے نہ اضطراری اور نیز مراد یہ ہے کہ چاہے اپنے بھائی کے واسطے نظیر اس چیز کی کہ حاصل ہوئی ہے واسطے اُس کے ذات اس کی برابر ہے کہ امورِ محسوسہ میں ہو یا معنوی میں اور نہیں مراد یہ کہ حاصل ہو واسطے اس کے بھائی کے جو اس کے واسطے حاصل ہوا نہ ساتھ مسلوب ہونے کے اس سے اور نہ ساتھ باقی رہنے اس کے بعینہ واسطے اُس کے اس واسطے کہ قیام ایک جوہر ہو ایک عرض کا دو محل میں محال ہے۔

فائدہ: کرمانی نے کہا اور نیز ایمان سے ہے یہ کہ دشمن رکھے اپنے بھائی کے واسطے جس کو اپنی جان کے واسطے دشمن رکھتا ہے بدی سے اور نہیں ذکر کیا حضرت ﷺ نے اس کو اس واسطے کہ حب شئ کی مستلزم ہے اس کی نقیض کے بغض کو پس ترک کیا صریح بیان کرنا واسطے اکتفا کرنے کے۔ (فتح)

بَابٌ حُبُّ الرَّسُوْلِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنَ الْإِيْمَانِ.

باب محبت رسول اللہ ﷺ کی ایمان سے ہے۔

فائدہ: لام اس میں عہد کے واسطے ہے اور مراد اس سے ہمارے حضرت ﷺ ہیں آپ کے اس قول کے قرینے سے یہاں تک کہ میں محبوب تر ہوں اور اگرچہ محبت تمام رسولوں کی ایمان سے ہے لیکن محبوب تر ہونا خاص ہے ساتھ ہمارے حضرت ﷺ کے۔

١٣ ـ حَدَّثَنَا أَبُو الْيَمَانِ قَالَ أَخْبَرَنَا شُعَيْبٌ قَالَ حَدَّثَنَا أَبُو الزِّنَادِ عَنِ الْأَعْرَجِ عَنْ أَبِيْ هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ فَوَالَّذِيْ نَفْسِيْ بِيَدِهٖ

١٣۔ ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ تحقیق رسول اللہ ﷺ نے فرمایا قسم ہے اس ذات کی جس کے قابو میں میری جان ہے کہ تم میں سے کوئی ایماندار نہیں ہوگا جب تک کہ میں اس کے نزدیک اس کے باپ سے اور اس کے بیٹے سے زیادہ تر

لَا يُؤْمِنُ أَحَدُكُمْ حَتّٰى أَكُوْنَ أَحَبَّ إِلَيْهِ مِنْ وَّالِدِهٖ وَوَلَدِهٖ. پیارا نہ ہو جاؤں۔

فائدہ: یعنی جب میری رضامندی کو اپنے باپ اور بیٹے کی رضامندی پر مقدم رکھے تب ایماندار بنے گا اور باپ اور بیٹے کو اس واسطے خاص کیا کہ آدمی کے نزدیک غالبًا یہ دونوں تمام خلقت سے عزیز ہوتے ہیں اور عزیز ہوتے ہیں عاقل پر اہل اور مال سے بلکہ اکثر اوقات اس کی جان سے بھی ہوتے ہیں اور اسی واسطے نفس بھی ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی حدیث میں مذکور نہیں ہوا اور کیا والد کے لفظ میں ماں بھی داخل ہے یا نہیں سو اگر والد سے مراد یہ ہو کہ والد اس کو کہتے ہیں جس کے واسطے اولاد ہو تو عام ہے اور ماں بھی اس میں داخل ہے یا کہا جائے گا کہ اکتفا کیا ساتھ اس کے دونوں میں سے اور ہو گا ذکر والد کا بطور تمثیل کے اور مراد عزیز لوگ ہیں گویا کہ فرمایا کہ یہاں تک کہ میں اس کے نزدیک اس کے عزیزوں سے محبوب تر نہ ہو جاؤں اور ذکر ناس کا بعد والد او رولد کے عطف عام کا ہے خاص پر اور یہ بہت ہے اور مقدم کیا والد کو ایک روایت میں واسطے مقدم ہونے اُس کے کی ساتھ زمانے اور اجلال کے اور مقدم کیا ولد کو دوسری روایت میں ہے واسطے زیادہ شفقت کے اور کیا جان بھی عموم الناس میں داخل ہے ظاہر داخل ہونا اس کا ہے اور مراد اس جگہ محبت اختیاری ہے نہ طبعی یہ مراد نہیں کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اعظم ہونے کا اعتبار کرے اس واسطے کہ اعظم جاننا محبت کو مستلزم نہیں کہ کبھی آدمی کے دل میں ایک شخص کی عظمت ہوتی ہے اور اس کی محبت نہیں ہوتی اور محبت مذکور کی نشانی یہ ہے کہ پیش کیا جائے مرد پر اگر مختار کیا جائے درمیان گم کرنے غرض کے اس کے اغراض سے یا گم کرنے دیدار حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اگر ممکن ہو پس اگر ہو گم کرنا دیدار کا سخت تر اس کی غرض کے فوت ہونے سے تو تحقیق موصوف ہوا وہ ساتھ احبیت مذکورہ کے اور جو نہ ہو سو نہیں اور نہیں یہ بند موجود ہونے اور نہ ہونے میں بلکہ حاصل ہوتی ہے مثل اس کی آپ کی سنت کی نصرت میں اور دور کرنے عیب کے آپ کی شریعت سے اور اکھاڑنے اس کے مخالف کے اور داخل ہے اس میں نیک بات کا بتلانا اور برے کام سے روکنا اور اس حدیث میں اشارہ ہے طرف فضیلت فکر کرنے کی پس تحقیق احبیت مذکور پہچانی جاتی ہے ساتھ اس کے اور یہ اس واسطے کہ انسان کے نزدیک یا اپنی جان محبوب ہے یا غیر اس کا لیکن جان اُس کی وہ یہ ہے کہ چاہے باقی رہنے اس کے کو سالم آفتوں سے یہ ہے وہ حقیقت مطلوب کی اور لیکن غیر اس کا پس جب تحقیق کیا جائے امر بیچ اس کے تو وہ بسبب حاصل کرنے کسی نفع کے ہے کسی وجہ سے مال میں یا عاقبت میں پھر غور کرے اس نفع میں جو حاصل ہے اس کو رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی جہت سے جس نے نکالا اس کو کفر کے اندھیرے سے ایمان کی روشنی کی طرف یا تو ساتھ مباشرت کے اور یا بسبب معلوم کرنے کے کہ وہ سبب ہے اس کی جان کے باقی رہنے کا جو تھا دائمی ہے ہمیشہ کی نعمتوں میں اور معلوم کرے کہ اس کا نفع سب قسم کے نفعوں سے اعظم ہے تو مستحق ہے کہ واسطے اُس کے یہ کہ اس کی محبت زیادہ ہو اس کے غیر کی محبت سے اس واسطے کہ جو نفع محبت کو اٹھاتا ہے حاصل ہے اس سے اکثر

غیر سے لیکن لوگ اس میں متفاوت ہیں باعتبار یاد داشت اس کی کے اور غافل ہونے کے اس سے اور نہیں شک اس میں کہ اصحاب کا حصہ اس معنی سے پورا ہے اس واسطےکہ یہ ثمرہ ہے معرفت کا اور وہ عالم تر ہیں ساتھ اس کے اور اللہ ہے توفیق دینے والا۔ قرطبی نے کہا کہ جو حضرت ﷺ کے ساتھ صحیح ایمان لایا وہ محبت راجح سے خالی نہیں ہوتا کچھ نہ کچھ اس میں اس محبت کا حصہ ہوتا ہے لیکن ایماندار اس میں متفاوت ہیں سو ان میں سے بعض تو وہ ہیں جنہوں نے اس مرتبے سے پورا حصہ لیا اور بعض وہ ہیں جنہوں نے ادنیٰ حصہ لیا مانند اس شخص کی کہ ہو غرق خواہش میں چھپا ہوا غفلات عقلات میں اکثر اوقات میں لیکن بہت لوگوں کا ان میں سے یہ حال ہے کہ جب اُن کے پاس حضرت ﷺ کا ذکر ہو تو آپ کے دیدار کے مشتاق ہوتے ہیں بایں طور کہ مقدم کرتے ہیں اس محبت کو اپنے اہل پر اور اولاد پر اور مال پر اور خرچ کرتے ہیں اپنی جان کو بڑے امروں میں اور پاتا ہے اپنے نفس سے وجدان نہیں ہے اس میں تردد اور مشاہدہ کیا گیا ہے اس قسم محبت کا اس شخص سے جو مقدم کرتا ہے آپ کی قبر کی زیارت کو اور آپ کی ٹھہرنے کی جگہوں کی زیارت کو اوپر تمام ان چیزوں کی کہ مذکور ہیں واسطے اس چیز کی کہ قرار پکڑا ہے ان کے دلوں میں آپ کی محبت سے لیکن یہ پے در پے غفلتوں کے آنے سے جلدی دور ہو جاتی ہے واللہ المستعان۔ (فتح)

١٤ ـ حَدَّثَنَا يَعْقُوبُ بْنُ اِبْرَاهِيمَ قَالَ حَدَّثَنَا ابْنُ عُلَيَّةَ عَنْ عَبْدِ الْعَزِيْزِ بْنِ صُهَيْبٍ عَنْ أَنَسٍ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ح وَحَدَّثَنَا اٰدَمُ قَالَ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنْ قَتَادَةَ عَنْ أَنَسٍ قَالَ قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا يُؤْمِنُ أَحَدُكُمْ حَتّٰى أَكُوْنَ أَحَبَّ إِلَيْهِ مِنْ وَّالِدِهٖ وَوَلَدِهٖ وَالنَّاسِ أَجْمَعِيْنَ.

۱۴۔ ترجمہ وہی ہے جو اوپر گزرا مگر اس میں اتنا ہے اور تمام آدمیوں سے زیادہ تر پیارا نہ ہو جاؤں۔

بَابُ حَلَاوَةِ الْاِيْمَانِ.

باب ہے بیان میں شیرینی اور لذت ایمان کے۔

فائدہ: اور مقصود بخاری کا یہ ہے کہ شیرینی ایمان کے ثمروں سے ہے اور حب مقدم کیا کہ رسول کی محبت ایمان سے ہے تو اس کے پیچھے وہ چیز لایا کہ اس کی شیرینی کو پائے۔

١٥ ـ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنّٰى قَالَ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْوَهَّابِ الثَّقَفِيُّ قَالَ حَدَّثَنَا أَيُّوْبُ عَنْ أَبِيْ قِلَابَةَ عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ رَضِيَ اللّٰهُ

۱۵۔ انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا تین خصلتیں ہیں کہ جس میں وہ ہوں گی وہ ایمان کی شیرینی کا مزہ پائے گا ایک وہ شخص جس کے نزدیک اللہ اور اس کا رسول تمام

عَنْهُ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ ثَلَاثٌ مَّنْ كُنَّ فِيْهِ وَجَدَ حَلَاوَةَ الْإِيْمَانِ أَنْ يَّكُوْنَ اللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗ أَحَبَّ إِلَيْهِ مِمَّا سِوَاهُمَا وَأَنْ يُّحِبَّ الْمَرْءَ لَا يُحِبُّهٗ إِلَّا لِلّٰهِ وَأَنْ يَّكْرَهَ أَنْ يَّعُوْدَ فِي الْكُفْرِ كَمَا يَكْرَهُ أَنْ يُّقْذَفَ فِي النَّارِ.

عالم سے زیادہ تر پیارا ہو دوسرا یہ کہ محبت کرے مرد سے اس طرح کہ نہ چاہتا ہو اُس کو مگر اللہ ہی کے واسطے (یعنی محبت دنیا کی کسی غرض سے نہیں) تیسری یہ کہ برا جانے کفر میں پھر پلٹ جانے کو بعد اس کے کہ اللہ نے اُس کو کفر سے نکالا جیسے اس کو برا لگتا ہے آگ میں ڈالا جانا (یعنی کفر) سے ایسا ڈر ہے جیسا آگ سے ڈرتا ہے۔

فائدہ: تمام عالم میں سے اللہ اور رسول کے ساتھ زیادہ محبت رکھنے کا یہ نشان ہے کہ اللہ اور رسول کی رضامندی کو سب کی رضامندی پر مقدم رکھے خلاف شرع کام میں کسی کی رعایت نہ کرے خواہ پیر ہو یا استاذ یعنی رسول اللہ ﷺ کی حدیث صحیح کے ہوتے ہوئے کسی کی کلام کو نہ مانے خواہ کیسا ہی بڑا عالم یا امام مجتہد ہو اور یہ جو کہا کہ جس میں وہ ہوں گی وہ ایمان کی شیرینی کا مزہ پائے گا تو اس میں اشارہ ہے طرف قصے بیمار اور تندرست کی اس واسطے کہ صفراوی بیمار کو شہد کا مزہ کڑوا معلوم ہوتا ہے اور تندرست اس کی اصلی شیرینی پاتا ہے اور جوں جوں اس کی محبت کم ہوتی ہے توں توں اس کی شیرینی بھی کم ہوتی جاتی ہے پس ہوگا یہ استعارہ واضح تر دلیل جو قوی کرتی ہے بخاری کے استدلال کو اوپر بڑھنے اور گھٹنے ایمان کے اور کہا شیخ ابو محمد ابی جمرہ نے کہ سوائے اس کے کچھ نہیں کہ تعبیر کیا ساتھ شیرینی کے اس واسطے کہ تشبیہ دی ہے اللہ نے ایمان کو ساتھ درخت کے اس آیت میں ﴿مَثَلُ كَلِمَةٍ طَيِّبَةٍ كَشَجَرَةٍ طَيِّبَةٍ﴾ پس کلمہ وہ کلمہ اخلاص کا ہے اور درخت اصل ایمان کا ہے اور اس کی شاخیں پیروی امر کی اور باز رہنا منع کام سے اور اس کے پتے وہ چیز ہیں کہ قصد کرتا ہے ساتھ اس کے ایماندار خیر سے اور اس کا میوہ عمل کرنا بندگیوں کا ہے اور اس کی شیرینی پختہ ہونا میوے کا ہے اور نہایت کمال اس کے کی منتہی ہونا اس کی پختگی کا ہے اور ساتھ اس کے ظاہر ہوگی شیرینی اُس کی اور یہ جو کہا کہ میں اس کے نزدیک محبوب تر ہوں تو بیضاوی نے کہا کہ مراد ساتھ حب کے اس جگہ حب عقلی ہے کہ وہ اٹھانا ہے اس چیز کا کہ تقاضا کرے عقلِ سلیم اس کی راجح ہونے کو اگرچہ خواہش نفس کی مخالف ہو مانند بیمار کی کہ کراہت کرتا ہے دوا سے ساتھ طبع اپنی کے سو اس سے نفرت کرتا ہے اور میل کرتا ہے طرف اس کی ساتھ مقتضی عقل اپنے کے تو خواہش کرتا ہے اس کے کھانے کی پس جب آدمی غور کرے کہ شارع نہیں حکم کرتا اور نہیں منع کرتا مگر ساتھ اس چیز کے کہ اس میں بھلائی ہے دنیاوی اور اُخروی اور عقل حکم کرتی ہے اس جانب کی راجح ہونے کو تو اس کے حکم کو بجالائے اس طور سے کہ اس کی خواہش امر شارع کے تابع ہو اور لذت پائے ساتھ اس کے لذت عقلی اس واسطے کہ لذت عقلی ادارک اس چیز کا ہے کہ وہ کمال اور بہتر ہے من حيث هو كذالك اور تعبیر کی ہے شارع نے اس حالت سے ساتھ شیرینی کے اس واسطے کہ وہ ظاہر ہے محسوس لذتوں سے اور سوائے اس کے کچھ نہیں کہ ٹھہرائے گئے تینوں

امر عنوان واسطے کمال ایمان کے اس طور سے کہ آدمی جب غور کرے کہ نعمت دینے والا اللہ تعالیٰ ہی ہے درحقیقت اس کے سوا کوئی انعام کرنے والا ہے اور نہ کوئی منع کرنے والا اور یہ کہ جو اس کے سوا ہے سب وسیلے ہیں اور یہ کہ رسول ہی اپنے رب کی مراد کو ظاہر کرتے ہیں تو اس نے چاہا کہ آدمی بالکل اس کی طرف متوجہ ہو پس نہ چاہے مگر اس چیز کو جس کو وہ چاہے اور نہ محبت رکھے کسی آدمی سے مگر اس واسطے اور یقین جانے کہ اس کا وعدہ وعید سب حق ہے اور خیال کرے موعود کو مانند واقع کی پس گمان کرے کہ ذکر کی مجلسیں بہشت کے باغ ہیں اور یہ کہ کفر کی طرف پلٹ جانا دوزخ میں پڑنا ہے اور شاہد اس حدیث کی قرآن سے یہ آیت ہے ﴿قُلْ اِنْ كَانَ اٰبَآؤُكُمْ وَاَبْنَآؤُكُمْ﴾ الی ان قال ﴿اَحَبَّ اِلَيْكُمْ مِّنَ اللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ﴾ پھر اس پر جھڑکا اور عذاب کا وعدہ دیا سو فرمایا ﴿فَتَرَبَّصُوْا﴾ ۔

فائدہ: اس میں اشارہ ہے طرف مزین ہونے کے ساتھ فضائل کے اور خالی ہونے کے رذائل سے اور اس میں دلیل ہے کہ نہیں ڈر ہے ساتھ اس تثنیہ کے یعنی اللہ اور رسول کو ایک ضمیر میں جمع کرنا اور لیکن جو حضرت ﷺ نے خطبہ پڑھنے والے کو فرمایا یعنی جس نے کہا تھا و من یعصمھا **بئس الخطیب انت** یعنی تو برا خطیب ہے تو یہ اس قسم سے نہیں اس واسطے کہ مراد خطبوں میں واضح کرنا ہوتا ہے اور لیکن اس جگہ مراد ایجاز ہے لفظ میں تا کہ یاد رہے اور اس پر اعتراض کیا گیا ہے کہ خطبہ نکاح کی حدیث میں بھی اسی طرح واقع ہوا ہے اور جواب یہ ہے کہ مقصود خطبہ نکاح میں بھی ایجاز اور اقتصار ہے یعنی کلام کو چھوٹا کرنا اور اس کے اور بھی کئی جواب ہیں اور سب جوابوں میں سے عمدہ جواب بیچ تطبیق قصے خطیب کے اور حدیث باب کے یہ ہے کہ تثنیہ لانا ضمیر کا اس جگہ واسطے اشارے کے ہے طرف اس کی کہ معتبر و مجموع مرکب ہے دونوں محبتوں سے نہ ہر ایک دونوں میں سے پس تحقیق ایک تنہا دونوں میں سے بیکار ہے جب کہ نہ پیوند ہو ایک ساتھ دوسرے کے سو جو اللہ کی محبت کا مثلاً دعویٰ کرے اور اس کے رسول سے محبت نہ رکھے تو اس کو یہ فائدہ نہیں دیتی اور اسی کی طرف اشارہ کرتا ہے قول اللہ تعالیٰ کا ﴿قُلْ اِنْ كُنْتُمْ تُحِبُّوْنَ اللّٰهَ فَاتَّبِعُوْنِيْ يُحْبِبْكُمُ اللّٰهُ﴾ پس واقع کی متابعت اس کے درمیان دونوں طرف محبت عباد اور محبت اللہ کے اور لیکن حکم کرنا خطیب کو ساتھ افراد کے پس اس واسطے کہ دونوں گناہوں میں سے ہر ایک مستقل ہے ساتھ لازم پکڑنے غوایت کے اس واسطے کہ عطف بیچ تقدیر تکریر کے ہے اور اصل یہ ہے کہ دونوں معطوفوں سے ہر ایک مستقل ہوتا ہے حکم میں۔ (فتح)

بَابُ عَلَامَةِ الْاِيْمَانِ حُبُّ الْاَنْصَارِ.

باب ہے اس بیان میں کہ انصار سے محبت رکھنا ایمان کی نشانی ہے۔

۱۶ ـ حَدَّثَنَا اَبُو الْوَلِيْدِ قَالَ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ قَالَ اَخْبَرَنِيْ عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ جَبْرٍ قَالَ سَمِعْتُ اَنَسًا عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ

۱۶۔ انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا پتہ ایمان کا انصار کی محبت ہے اور پتہ نفاق کا انصار سے دشمنی رکھنا ہے۔

وَسَلَّمَ قَالَ اٰیَةُ الْاِیْمَانِ حُبُّ الْاَنْصَارِ
وَاٰیَةُ النِّفَاقِ بُغْضُ الْاَنْصَارِ.

فائدہ: جب پہلی حدیث میں ذکر کیا کہ صرف اللہ نبی کے واسطے اس سے محبت رکھے تو اس کے پیچھے وہ چیز لایا جو اشارہ کرے طرف اس کی کہ انصار کی محبت بھی اسی طرح ہے اس واسطے کہ محبت اس کی جو اُن سے محبت رکھے باعتبار اس وصف کے اور وہ نصرت ہے صرف اللہ ہی کے واسطے ہے اور بھی اگر چہ داخل ہے بیچ عموم قول آپ کے کہ نہ محبت رکھے اس سے مگر اللہ ہی کے واسطے لیکن ان کو خاص کر ذکر کرنا دلیل عنایت کی ہے اور اگر کوئی کہے کہ یہ حدیث چاہتی ہے کہ اس کو کہ ایمان انصار کی محبت میں بند ہے یعنی ایمان صرف اسی کا نام ہے کہ انصار سے محبت رکھے اور حالانکہ واقع میں اس طرح نہیں تو جواب یہ ہے کہ علامت مانند خاصہ کی ہے مطرد ہوتی ہے اور منعکس نہیں ہوتی اور بر تقدیر تسلیم حصر کے ہم کہتے ہیں کہ یہ حقیقی حصر نہیں بلکہ ادعائی حصر ہے واسطے مبالغہ کے یا مانا کہ حصر حقیقی ہے لیکن وہ خاص ہے ساتھ اس شخص کے جو دشمنی رکھے اُن سے مدد کرنے کے اعتبار سے یعنی اس اعتبار سے کہ انہوں نے حضرت ﷺ کی مددکیوں کی اور اگر کوئی کہے کہ ایک حدیث میں آیا ہے کہ لَا یُحِبُّھُمْ اِلَّا مُؤْمِنٌ یعنی نہیں محبت رکھتا اُن سے مگر ایماندار تو یہ حدیث بھی حصر کو چاہتی ہے تو جواب یہ ہے کہ غایت الامر اس کے معنی یہ ہیں کہ نہیں واقع ہوتی محبت انصار کی مگر واسطے ایماندار کے اور نہیں اس میں نفی ایمان کی اس شخص سے کہ نہ واقع ہو اس سے یہ بلکہ اس میں ہے کہ مومن کا غیر ان سے دوستی نہیں رکھتا پھر اگر کوئی کہے کہ بنا بر شق ثانی کے جو اُن سے دشمنی رکھے کیا وہ منافق ہوگا اگر چہ وہ تصدیق کرے اور اقرار کرے تو جواب یہ ہے کہ ظاہر لفظ سے یہی معلوم ہوتا ہے لیکن یہ مراد نہیں پس محمول کیا جائے گا اوپر قید کرنے دشمنی کے ساتھ جہت کے سو جوان کے ساتھ دشمنی رکھے اس صفت کی جہت سے اور وہ صفت یہ ہے کہ انہوں نے حضرت ﷺ کی مدد کی تو اثر کرے گا یہ اُس کی تصدیق میں پس صحیح ہوگا یہ کہنا کہ وہ منافق ہے اور احتمال ہے کہ کہا جائے کہ مراد اس سے جھڑک اور ڈرانا ہے پس نہیں مراد ہے ظاہر اُس کا اسی واسطے نہیں مقابلہ کیا گیا ایمان ساتھ کفر کے جو اس کی ضد ہے بلکہ مقابلہ کیا گیا ہے اُس کا ساتھ نفاق کے واسطے اشارت کرنے کے طرف ترغیب اور ترہیب کی اور سوائے اس کے کچھ نہیں کہ مخاطب ساتھ اس کے وہ شخص ہے جو ایمان ظاہر کرے اور اوپر جو صریح کافر ہے تو وہ مخاطب نہیں اس واسطے کہ وہ مرتکب ہے اس چیز کا جو اس سے سخت تر ہے یعنی کفر کا اور انصار جمع ہے ناصر کی اور لام اس میں واسطے عہد کے ہے یعنی انصار حضرت ﷺ کے جنہوں نے آپ کو جگہ دی اور آپ کی مدد کی اور مراد ساتھ اُن کے اوس اور خزرج ہیں اور اس سے پہلے انکا نام بنی قیلہ مشہور تھا حضرت ﷺ نے ان کا نام انصار رکھا پھر یہی ان کا نام ہو گیا اور ان کی اولاد اُن کے ہم قسموں اور غلاموں پر بھی یہی نام بولا گیا اور خاص کیے گئے ساتھ اس فضیلت عظیم کے واسطے اس چیز کے کہ ظاہر ہوئے اور بہرہ یاب ہوئے ساتھ اس کے کہ حضرت ﷺ

کو اور آپ کے ساتھ والوں کو جگہ دی اور اُن کے امر کے ساتھ قائم ہوئے اور سلوک کیا ساتھ اُن کے اپنی جانوں اور مالوں سے اور مقدم کیا ان کو بہت کاموں میں جانوں پر پس ہوا یہ کام ان کا سبب دشمنی رکھنے کا اُن سے واسطے تمام قوموں عرب اور عجم کے جو اس وقت موجود تھے اور دشمنی کھینچتی ہے بغض کو پھر ہوئی خصوصیت ان کی سبب حسد کا اور حسد کھینچتا ہے بغض کو اس واسطے آئی تحذیر اُن کے بغض سے اور ترغیب ان کی حب میں یہاں تک کہ یہ ٹھہرائی گئی نشانی ایمان اور نفاق کی واسطے خبر دینے کے ساتھ عظیم ہونے بزرگی ان کی کے واسطے تنبیہ کرنے کے اوپر کریم فعل اُن کے کی اگرچہ ہے وہ شخص جو شریک ہے ان کو ان معنی میں شریک واسطے اُن کے فضیلت مذکور میں ہر ایک اپنے حصے سے اور صحیح مسلم میں ہے کہ حضرت ﷺ نے علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ سے فرمایا کہ نہیں محبت رکھتا تجھ سے مگر ایماندار اور نہیں دشمنی رکھتا تجھ سے مگر منافق اور یہ جاری ہے ساتھ اطراد کے معین اصحاب میں واسطے ثابت ہونے مشترک اکرام کے واسطے اُن کے واسطے اس چیز کے کہ اُن کے لیے ہے عمدہ کوشش سے دین میں صاحب مفہم نے کہا کہ اپر جو لڑائی اُن کے درمیان میں واقع ہوئی ہے پس اگر اُن کے بعض سے بعض کے واسطے دشمنی واقع ہوئی ہے تو یہ غیر اس جہت سے ہے بلکہ واسطے ایک امر عارضی کے ہے جس نے چاہا مخالفت کو اسی واسطے ان میں سے بعض نے بعض کو منافق نہیں کہا اور سوائے اس کے کچھ نہیں کہ اس میں ان کا حال مجتہدین کی طرح تھا۔ احکام میں کہ مصیب کے واسطے دوہرا ثواب ہے اور چوک جانے والے کے واسطے ایک اجر ہے، واللہ اعلم۔

بَابٌ. یہ باب ہے۔

فائدہ: یہ باب ترجمہ سے خالی ہے اور وہ بجائے فصل کے ہے پہلے باب سے باوجود تعلق اس کے کی ساتھ اس کے جیسے کہ فقہاء کا دستور ہے اور اس کے تعلق کی وجہ یہ ہے کہ جب ذکر کیا انصار کو پہلی حدیث میں تو اشارہ کیا اس میں طرف ابتداء سبب کے کہ انصار کیوں لقب ہوا اس واسطے کہ تھا یہ لقب رات عقبہ کی جب کہ موافق ہوئے وہ ساتھ حضرت ﷺ کے نزدیک پہاڑی منیٰ کے حج کے دنوں میں اور اس حدیث کو امام بخاری اپنی اس کتاب میں کئی جگہ لایا ہے اور وارد کیا اُس کو اس جگہ واسطے متعلق ہونے اس کے کی ساتھ ماقبل کے جیسا کہ ہم نے بیان کیا پھر اس کے متن میں وہ چیز ہے کہ متعلق ہے ساتھ بحث ایمان کے دو وجہ اور سے ایک یہ کہ منع چیزوں سے باز رہنا ایمان سے ہے مانند بجالانے امروں کے اور دوسرا یہ کہ وہ بغل گیر ہے رد کو اس شخص پر جو کہتا ہے کہ کبیرہ گناہ کرنے والا کافر ہے ہمیشہ دوزخ میں ہوگا۔ کماسیاتی تقریرہ انشاء اللہ تعالٰی۔ (فتح)

۱۷ - حَدَّثَنَا أَبُو الْيَمَانِ قَالَ أَخْبَرَنَا شُعَيْبٌ عَنِ الزُّهْرِيِّ قَالَ أَخْبَرَنِي أَبُو إِدْرِيسَ عَائِذُ اللّٰهِ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ أَنَّ عُبَادَةَ بْنَ

۱۷۔ عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ سے روایت ہے اور تھا وہ حاضر ہوا بدر میں اور وہ ایک نقیبوں کا ہے گھاٹی کی رات میں کہ تحقیق حضرت ﷺ نے فرمایا اور تھی گرد آپ کے ایک جماعت صحابہ

الصَّامِتِ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ وَكَانَ شَهِدَ بَدْرًا وَهُوَ أَحَدُ النُّقَبَآءِ لَيْلَةَ الْعَقَبَةِ أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ وَحَوْلَهٗ عِصَابَةٌ مِّنْ أَصْحَابِهٖ بَايِعُوْنِيْ عَلٰى اَنْ لَّا تُشْرِكُوْا بِاللّٰهِ شَيْئًا وَّلَا تَسْرِقُوْا وَلَا تَزْنُوْا وَلَا تَقْتُلُوْا اَوْلَادَكُمْ وَلَا تَأْتُوْا بِبُهْتَانٍ تَفْتَرُوْنَهٗ بَيْنَ اَيْدِيْكُمْ وَأَرْجُلِكُمْ وَلَا تَعْصُوْا فِيْ مَعْرُوْفٍ فَمَنْ وَفٰى مِنْكُمْ فَأَجْرُهٗ عَلَى اللّٰهِ وَمَنْ أَصَابَ مِنْ ذٰلِكَ شَيْئًا فَعُوْقِبَ فِي الدُّنْيَا فَهُوَ كَفَّارَةٌ لَّهٗ وَمَنْ أَصَابَ مِنْ ذٰلِكَ شَيْئًا ثُمَّ سَتَرَهُ اللّٰهُ فَهُوَ إِلَى اللّٰهِ إِنْ شَآءَ عَفَا عَنْهُ وَإِنْ شَآءَ عَاقَبَهٗ فَبَايَعْنَاهُ عَلٰى ذٰلِكَ.

کی کہ بیعت کرو مجھ سے تم لوگ اس بات پر کہ نہ شریک ٹھہراؤ تم ساتھ اللہ کے کسی چیز کو اور نہ چوری کرو اور نہ زنا کرو اور نہ قتل کرو اولاد اپنی کو اور نہ اٹھاؤ بہتان کو جو باندھ لیا تم نے اس کو درمیان ہاتھوں اپنے کے اور پاؤں اپنے کے (یعنی اپنے دلوں سے اس واسطے کہ دل دونوں ہاتھوں اور پاؤں کے درمیان ہے) اور نافرمانی نہ کرو نیک کام میں سو جس نے پورا کیا تم میں سے پس ثواب اس کا اللہ پر ہے اور جو پہنچا اس سے کسی چیز کو پس سزا دیا گیا اسی دنیا میں پس وہ کفارہ ہے واسطے اُس کے اور جو پہنچا اس سے کسی چیز کو پھر چھپایا اللہ نے اس کے عیب کو (یعنی دنیا میں ظاہر نہ ہوا) اور حد نہ لگی پس وہ اللہ کے اختیار میں ہے خواہ معاف کر دے خواہ سزا دے پس بیعت کی ہم نے حضرت ﷺ کی ان چیزوں پر۔

فائدہ: یہ جو کہا کہ گھاٹی کی رات میں وہ نقیب تھے اس کا قصہ اس طور پر ہے کہ آنحضرت ﷺ ہجرت سے پہلے حج کے دنوں میں لوگوں کو دعوت اسلام کی دیا کرتے تھے ایک سال مدینے کے بارہ آدمی حج کو آئے یہ عبادہ بھی انہی میں تھے حضرت ﷺ نے ان کو اسلام کی دعوت دی انہوں نے اسلام قبول کیا اور مسلمان ہو گئے تب حضرت ﷺ نے ہر ایک کو ان میں سے اپنی اپنی قوم پر سردار مقرر کیا تا کہ اپنی قوم کو اسلام کی دعوت دیں اور اس باب کو سابق باب سے مناسبت ہے واسطے شامل ہونے اس کے کی اوپر ذکر انصار کے اسی وجہ سے یہ باب ترجمہ سے خالی ہے یہ جو فرمایا کہ مجھ سے بیعت کرو تو مراد بیعت سے معاہدہ ہے یعنی عہد و پیمان نام رکھا گیا ساتھ اس کے واسطے نسبت دینے کے ساتھ معاوضہ مال کے اور یہ جو کہا کہ نہ مار ڈالو اپنی اولاد کو تو اولاد کو اس واسطے خاص کیا کہ وہ قتل ہے اور قطع رحمی پس اس کی نہی کا بہت خیال تھا اس واسطے کہ قتل کرنا ان میں عام تھا اور وہ گاڑ نا زندہ بیٹیوں کا تھا اور قتل کرنا بیٹوں کا واسطے خوف تنگی رزق کے اور خاص کیا ہاتھوں اور پاؤں کو اس واسطے کہ بڑے بڑے کام انہیں دونوں سے واقع ہوتے ہیں اس واسطے کہ یہی عوامل اور حوامل ہیں واسطے مباشرت اور سعی کے اور ابو محمد نے کہا کہ مراد بَيْنَ اَيْدِيْكُمْ سے وہ گناہ ہیں جو حال میں واقع ہوں اور مراد اَرْجُلِكُمْ سے وہ گناہ ہیں جو آئندہ زمانے میں ہوں اس واسطے کہ چلنا پاؤں کے فعل سے ہے اور معروف وہ چیز ہے کہ پہچانا گیا ہے شارع سے حسن اس کا یعنی خوبی اس کی بطور نہی کے یا امر کے اور نووی نے کہا کہ

احتمال ہے کہ معنی یہ ہوں کہ نہ بے حکمی کرو میری اور نہ کسی حاکم کی معروف میں اور اس کے غیر نے کہا کہ تنبیہ کی ہے ساتھ اس کے اس پر کہ فرمانبرداری مخلوق کی سوائے اس کے کچھ نہیں کہ واجب ہوتی ہے اس چیز میں جس میں اللہ کا گناہ نہ ہو پس وہ لائق ہے ساتھ بچنے کے اللہ کے گناہ میں اور یہ جو کہا کہ اللہ پر واجب ہے تو یہ واسطے مبالغہ کے ہے بیچ تحقیق ہونے وقوع اس کے کی مانند واجب چیزوں کے اور متعین ہے حمل کرنا غیر ظاہر پر واسطے دلیلوں کے جو قائم ہیں اس پر کہ اللہ پر کوئی چیز واجب نہیں اور اگر کوئی کہے کہ صرف منع چیزوں کو ذکر کیا اور مامور چیزوں کو ذکر نہیں کیا اس کی کیا وجہ ہے تو جواب یہ ہے کہ ان کو بالکل نہیں چھوڑا بلکہ ذکر کیا اس کو بطور اجمال کے بیچ قول اپنے کے کہ بے حکمی نہ کرو اس واسطے کہ عصیاں امر کی مخالفت ہے۔ اور حکمت بیچ بیان کرنے منع چیزوں کے سوائے مامور چیزوں کے یہ ہے کہ باز رہنا آسان تر ہے پیدا کرنے فعل کے سے اس واسطے کہ پرہیز کرنا مفاسد سے مقدم ہے اوپر کھینچنے بھلائیوں کے اور خالی ہونا رذیل چیزوں سے پہلی ہے آراستہ ہونے سے ساتھ فضائل کے اور یہ جو کہا کہ وہ اس کے واسطے کفارہ ہے تو نووی نے کہا کہ عموم اس حدیث کا مخصوص ہے ساتھ اس آیت کے ﴿اِنَّ اللّٰهَ لَا يَغْفِرُ اَنْ يُّشْرَكَ بِهٖ﴾ پس مرتد جب کہ قتل کیا جائے اپنے مرتد ہونے پر تو اس کے واسطے قتل کفارہ نہیں ہوگا۔ اور قاضی عیاض نے کہا کہ اکثر علماء کا مذہب یہ ہے کہ حدیں کفارہ ہیں اور استدلال کیا ہے انہوں نے ساتھ اس حدیث کے اور بعضوں نے ان میں سے توقف کیا ہے واسطے دلیل حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کے کہ حضرت ﷺ نے فرمایا کہ مجھ کو معلوم نہیں کہ حدیں اپنے اہل کے واسطے کفارہ ہوتی ہیں یا نہیں لیکن عبادہ کی حدیث صحیح تر ہے اسناد کی وجہ سے اور ممکن ہے تطبیق بایں طور کہ ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی حدیث پہلے وارد ہوئی ہو پہلے اس سے کہ معلوم کروا دے اس کو اللہ پھر اس کے بعد آپ کو معلوم کروایا ہو اور یہ تطبیق حسن ہے لیکن جو بیعت کہ واقع ہوئی ہے عباذہ کی حدیث میں اوپر صفت مذکور کے یہ بیعت عقبہ کی رات واقع نہیں ہوئی بلکہ مراد بایعوا سے یہ ہے کہ عقبہ کی رات انہوں نے حضرت ﷺ سے بیعت کی اس پر کہ آپ کو جگہ دیں اور آپ کی مدد کریں اور جو اس کے متعلق ہے پھر کہا کہ ہم نے آپ سے بیعت کی یعنی دوسرے وقت میں یعنی بعد فتح مکہ کے اور یہ ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کے اسلام سے بہت مدت پیچھے واقع ہوئی تھی پس دور ہوا یہ اشکال کہ عبادہ کی یہ حدیث عقبہ کی رات کی ہے یعنی ہجرت سے پہلے کی اور ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ ہجرت سے سات برس پیچھے اسلام لائے ہیں پس دونوں حدیثوں میں کچھ تعارض نہ رہا اور اس کے بعد کوئی وجہ توقف کی نہیں اس میں کہ حدیں کفارہ ہیں اور ایک روایت میں ہے جو کسی گناہ کو پہنچے اور اس کے بدلے دنیا میں اس سے بدلہ لیا جائے تو اللہ تعالیٰ کریم تر ہے اس سے کہ آخرت میں اس کو دوسری بار سزا دے اور مراد دنیا کے بدلے سے یہ ہے کہ چوری میں اس کا ہاتھ کاٹا جائے اور زنا میں اس کو کوڑے مارے جائیں یا سنگسار کیا جائے اور لیکن اولاد کو مارنا پس اس کے واسطے کوئی حد معین نہیں مگر کہ مراد قتل نفس ہو میں کہتا ہوں کہ ایک روایت میں اتنا زیادہ ہے کہ نہ مارو کسی جان کو ناحق مگر ساتھ حق کے یعنی قصاص میں لیکن باب کی حدیث میں قول آپ

کا فعوقب بہ عام تر ہے اس سے کہ ہو عقوبت بطورِ حد کے یا تعزیر کے اور قاضی اسماعیل وغیرہ سے محکی ہے کہ قاتل کو مار ڈالنا تو اس کے غیر کو منع کرنے والا ہے یعنی غیر کو اس سے عبرت ہوتی ہے اور اپر آخرت میں پس مقتول کے واسطے مطالبہ کرنا قاتل سے باقی ہے اس واسطے کہ اس کو اس کا حق نہیں پہنچا میں کہتا ہوں بلکہ اس کو حق پہنچ گیا اور کیسا حق اس واسطے کہ جو ناحق ظلم سے مارا جائے اس کے گناہ قتل سے دور ہو جاتے ہیں جیسا کہ صحیح حدیث میں آ چکا ہے کہ تلوار گناہ کو مٹانے والی ہے اور ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جب قتل آئے تو سب گناہوں کو دور کر ڈالتی ہے پس اگر وہ نہ مارا جاتا تو اس کے گناہ نہ اتارے جاتے اور اس سے بہت بڑا حق کون ہوگا کہ اس کو پہنچے اور اگر قتل صرف غیر کے روکنے ہی کے واسطے ہوتا تو قاتل کو معاف کرنا درست نہ ہوتا اور کیا داخل ہوتے ہیں عقوبت مذکورہ میں مصیبتیں دنیاوی دکھ اور بیماریوں وغیرہ سے اس میں نظر ہے لیکن بہت حدیثوں سے معلوم ہوتا ہے کہ مصیبتیں گناہ کو اتار ڈالتی ہیں پس احتمال ہے کہ وہ گناہ مراد ہوں جن میں حد نہیں اور مستفاد ہوتا ہے حدیث سے کہ قائم کرنا حد کا کفارہ ہے واسطے گناہ کے اگرچہ نہ توبہ کرے حد مارا گیا اور یہ قول جمہور کا ہے اور بعض کہتے ہیں کہ توبہ کرنی ضرور ہے اور ساتھ اسی کے جزم کیا ہے بعض تابعین نے اور یہی قول ہے معتزلہ کا اور یہی قول ہے ابن حزم کا اور مفسرین سے بغوی کا اور ایک جماعت تھوڑی کا اور استدلال کیا ہے انہوں نے ساتھ مستثنیٰ کے اس آیت میں ﴿اِلَّا الَّذِیْنَ تَابُوْا مِنْ قَبْلِ اَنْ تَقْدِرُوْا عَلَیْهِمْ﴾ اور جواب اس میں یہ ہے کہ وہ دنیا کی عقوبت میں ہے اسی واسطے قید کیے گئے ہیں ساتھ قدرت کے اوپر اس کے اور یہ جو کہا کہ وہ اللہ کے اختیار میں ہے تو اس میں رد ہے خارجیوں پر جو کبیرہ گناہ کرنے والے کو کافر کہتے ہیں اور رد ہے معتزلوں پر جو کہتے ہیں کہ فاسق ہمیشہ دوزخ میں رہے گا جب کہ بغیر توبہ کے مرے اس واسطے کہ حضرت ﷺ نے خبر دی کہ وہ اللہ کی مشیت میں ہے اور یہ نہیں فرمایا کہ ضرور ہے اُس کو عذاب کرے اور طیبی نے کہا کہ اس میں اشارہ ہے اس طرف کہ نہ کسی کے حق میں بہشت کی گواہی دی جائے کہ یہ بہشتی ہے اور نہ کسی کے حق میں دوزخ کی گواہی دیے جائے کہ یہ دوزخی ہے مگر جس شخص کے حق میں خاص کر نص وارد ہو چکی ہے یعنی مانند عشرہ مبشرہ وغیرہم کی اور یہ جو کہا کہ اگر چاہے تو اس کو عذاب کرے اور اگر چاہے تو معاف کرے تو یہ شامل ہے اس کو جو توبہ کرے اور جو توبہ نہ کرے یہ قول ایک جماعت کا ہے اور جمہور کا یہ مذہب ہے کہ جو توبہ کرے اُس پر کوئی مواخذہ باقی نہیں رہتا اور باوجود اس کے پس اللہ کی تدبیر سے بے خوف نہ ہو اس واسطے کہ اس کو یہ معلوم نہیں کہ اس کی توبہ قبول ہوئی یا نہ ہوئی اور بعض کہتے ہیں کہ فرق کیا جائے درمیان اس گناہ کے کہ اس میں حد واجب ہے اور اس میں کہ اس میں حد واجب نہیں اور یہ جو ایسا گناہ کرے جو موجب حد ہو تو بعض کہتے ہیں کہ جائز ہے یہ کہ پوشیدہ توبہ کرے اور یہ اس کو کفایت کرتا ہے اور بعض کہتے ہیں کہ افضل یہ ہے کہ امام کے پاس آ کر گناہ کا اقرار کرے اور اس سے درخواست کرے کہ مجھ پر حد قائم کر جیسا کہ ماعز کے واسطے واقع ہوا اور بعض علماء کہتے ہیں کہ اگر کھلم کھلا گناہ کرتا ہو تو مستحب ہے کہ توبہ بھی کھلم کھلی کرے نہیں تو نہیں۔ (فتح)

بَابٌ مِنَ الدِّيْنِ الْفِرَارُ مِنَ الْفِتَنِ.

باب فتنے سے بھاگنا دین سے ہے۔

١٨ ـ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ مَسْلَمَةَ عَنْ مَالِكٍ عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ أَبِيْ صَعْصَعَةَ عَنْ أَبِيْهِ عَنْ أَبِيْ سَعِيْدِ الْخُدْرِيِّ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ أَنَّهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُوْشِكُ أَنْ يَّكُوْنَ خَيْرَ مَالِ الْمُسْلِمِ غَنَمٌ يَتْبَعُ بِهَا شَعَفَ الْجِبَالِ وَمَوَاقِعَ الْقَطْرِ يَفِرُّ بِدِيْنِهِ مِنَ الْفِتَنِ.

١٨۔ ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ عنقریب ہے کہ مسلمان کا بہتر مال بکریاں ہوں گی جن کے پیچھے پھرے گا چرانے کو پہاڑوں کی چوٹیوں پرا ور پانی برسنے کے مقاموں پر اپنا دین لے کر بھاگے کا فسادوں کے سبب سے۔

فائدہ: یعنی فساد کے وقت میں گوشہ گیری بہتر ہے کہ لوگوں کی ملاقات سے ایسے وقت ایمان سلامت نہیں رہتا ہے اس وقت بکریاں چرانا بہت بہتر ہے اور یہاں سے معلوم ہوا کہ دین اور ایمان ایک چیز ہے اس لیے کہ یہ باب ایمان کے باب میں ہے۔ کہا شیخ نووی نے کہ یہ حدیث ترجمہ باب کے مطابق نہیں اس واسطے کہ نہیں لازم آتا لفظ حدیث سے گناہ بھاگنے کا دین یعنی بھاگنے کو دین کہا جائے اور سوائے اس کے کچھ نہیں کہ وہ تو صرف بچانا ہے واسطے دین کے پس جب اس کو دین کا بچاؤ دیکھا تو اس پر دین کا نام بولا اور اس کے غیر نے کہا کہ اگر من جنس کے یا بعض کے واسطے ہوتو حدیث ترجمہ کے مطابق نہیں اور اگر من ابتدا کے واسطے ہوتو حدیث ترجمہ کے مطابق ہے یعنی بھاگنا فتنے سے اس کا منشاء دین ہے۔

بَابُ قَوْلِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنَا أَعْلَمُكُمْ بِاللّٰهِ وَأَنَّ الْمَعْرِفَةَ فِعْلُ الْقَلْبِ لِقَوْلِ اللّٰهِ تَعَالٰى ﴿وَلٰكِنْ يُّؤَاخِذُكُمْ بِمَا كَسَبَتْ قُلُوْبُكُمْ﴾.

باب ہے بیان میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اس قول کے کہ میں اللہ کو تم سے زیادہ جاننے والا ہوں اور معرفت دل کا فعل ہے واسطے فرمانے اللہ تعالیٰ کے لیکن اللہ پکڑے کا تم کو ساتھ اس چیز کے جو کمایا دلوں نے تمہارے۔

فائدہ: یہ جو کہا کہ واسطے فرمانے اللہ تعالیٰ کے الخ تو مراد بخاری کی استدلال ہے ساتھ اس آیت کے اس پر کہ ایمان صرف زبانی قول اقرار سے تمام نہیں ہوتا مگر ساتھ جوڑنے اعتقاد کے طرف اس کی اور اعتقاد فعل دل کا ہے اور یہ جو کہا کہ جو تمہارے دلوں نے کسب کیا یعنی ساتھ اس چیز کے کہ تمہارے دلوں میں قرار پکڑا اور یہ آیت اگرچہ قسموں میں وارد ہوئی ہے لیکن استدلال ساتھ اس کے ایمان میں واضح ہے واسطے مشترک ہونے کے معنی میں اس واسطے کہ مدار حقیقت کی دونوں میں دل کے عمل پر ہے اور شاید بخاری نے اشارہ کیا ہے طرف تفسیر زید بن اسلم کی کہ

مقرر اس نے آیت ﴿لَا يُؤَاخِذُكُمُ اللّٰهُ بِاللَّغْوِ فِيْ اَيْمَانِكُمْ﴾ میں کہا ہے کہ وہ مانند کہنے مرد کی ہے کہ اگر میں ایسا کروں تو کافر ہوں کہا اللہ تعالیٰ اس کو اس کے ساتھ مؤاخذہ نہیں کرتا یہاں تک کہ یقین کرے ساتھ اس کے دل اس کا پس ظاہر ہوئی مناسبت درمیان آیت اور حدیث کے اور ظاہر ہوئی وجہ داخل ہونے ان دونوں کے ایمان کی مباحث میں پس تحقیق اس میں دلیل ہے اوپر باطل ہونے قول کرامیہ کے کہ وہ کہتے ہیں کہ ایمان فقط زبانی اقرار کرنے کا نام ہے اور دلیل ہے اوپر بڑھنے گھٹنے ایمان کے اس واسطے کہ یہ جو فرمایا کہ میں اللہ کو تم سے زیادہ تر جاننے والا ہوں ظاہر اس میں کہ اللہ کے جاننے کے کئی درجے ہیں اور یہ کہ اس میں بعض آدمی افضل ہیں بعض سے اور حضرت ﷺ اس سے اعلیٰ درجے میں ہیں اور علم ساتھ اللہ کے شامل ہے صفات اس کی کو اور احکام اس کے کو اور جو متعلق ہے ساتھ اس کے پس یہی ہے ایمان سچا۔

فائدہ: امام الحرمین نے کہا کہ اجماع ہے علماء کا اوپر واجب ہونے معرفت الٰہی کے کہ اللہ تعالیٰ کو پہچاننا واجب ہے اور اس میں اختلاف ہے کہ پہلا واجب کون ہے سو بعض کہتے ہیں کہ معرفت ہے اور بعض کہتے ہیں کہ نظر ہے اور اس اجماع کے نقل کرنے میں بڑی نظر ہے بلکہ ایک اجماع نے نقل کیا ہے اجماع کو اس کے نقیض میں اور استدلال کیا ہے انہوں نے ساتھ اتفاق اہلِ عصر اول کے اوپر قبول کرنے اسلام کے اس شخص سے کہ اس میں داخل ہوا بغیر معلوم کرنے معرفت دلی کے اور آثار اس میں نہایت بہت ہیں اور جواب دیا ہے پہلوں نے یعنی جو معرفت کو واجب کہتے ہیں ساتھ اُس کے کہ کفار تھے دور کرنے ایذا کو اپنے دین سے اور اس پر لڑتے تھے پس رجوع کرنا ان کا اس سے دلیل ہے اوپر ظاہر ہونے حق کے واسطے ان کے اور اس کا مقتضی یہ ہے کہ کفایت کی جاتی ہے معرفت مذکورہ میں ساتھ ادنیٰ نظر کے برخلاف اس کے جو انہوں نے تقریر کی ہے اور باوجود اس کے پس قول اللہ تعالیٰ کا ﴿فَاَقِمْ وَجْهَكَ لِلدِّيْنِ حَنِيْفًا فِطْرَةَ اللّٰهِ الَّتِيْ فَطَرَ النَّاسَ عَلَيْهَا﴾ اور حدیث كُلُّ مَوْلُوْدٍ يُوْلَدُ عَلَى الْفِطْرَةِ دونوں ظاہر ہیں بیچ اکھاڑنے اس مسئلے کے اس کی جڑ سے یعنی یہ مسئلہ معرفت کے واجب ہونے کا محض بے اصل ہے اس کا کوئی اعتبار نہیں اور جعفر سمنانی اشاعرہ کا ایک بڑا عالم ہے اس سے منقول ہے کہ یہ مسئلہ معتزلہ کے مسئلوں سے ہے باقی رہا ہے مذہب میں یعنی غلطی سے اشاعرہ کے مذہب میں رہ گیا ہے اور اللہ سے مدد ہے اور نووی نے کہا کہ اس آیت میں دلیل ہے اوپر مذہب صحیح کے کہ دل کے کاموں پر مؤاخذہ ہوتا ہے جب کہ دل میں قرار پکڑیں یعنی بد خیال اور یہ جو حضرت ﷺ نے فرمایا کہ بے شک اللہ نے معاف کیا ہے میری امت سے جو خطرہ کہ ان کے دلوں میں گزرے جب تک کہ اس کو نہ بولیں یا اس پر عمل نہ کریں تو یہ محمول ہے اس پر جب کہ نہ قرار پکڑے دل میں میں کہتا ہوں کہ ممکن ہے کہ استدلال کیا جائے واسطے اس کے ساتھ عموم اس قول کے کہ یا اس پر عمل نہ کریں اس واسطے کہ اعتقاد وہ دل کا عمل ہے اور اس مسئلے کا تکملہ رقاق میں آئے گا۔ انشاء اللہ تعالیٰ۔ (فتح)

۱۹ ـ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ سَلَامٍ قَالَ أَخْبَرَنَا عَبْدَةُ عَنْ هِشَامٍ عَنْ أَبِيْهِ عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا أَمَرَهُمْ أَمَرَهُمْ مِنَ الْأَعْمَالِ بِمَا يُطِيْقُوْنَ قَالُوْا إِنَّا لَسْنَا كَهَيْئَتِكَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ إِنَّ اللّٰهَ قَدْ غَفَرَ لَكَ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِكَ وَمَا تَأَخَّرَ فَيَغْضَبُ حَتّٰى يُعْرَفَ الْغَضَبُ فِيْ وَجْهِهٖ ثُمَّ يَقُوْلُ إِنَّ أَتْقَاكُمْ وَأَعْلَمَكُمْ بِاللّٰهِ أَنَا.

۱۹۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ حضرت ﷺ جب لوگوں کو کوئی کام کرنے کو فرماتے تو ایسا کام فرماتے جس کی وہ طاقت رکھیں یعنی جس کو ہمیشہ کرسکیں لوگوں نے عرض کیا کہ یارسول اللہ! ہم آپ کے برابر نہیں (یعنی آپ کو تو عمل کرنے کی کچھ حاجت نہیں ہے) اللہ نے آپ کے سب گناہ پہلے اور پچھلے بخش دیے ہیں پس ہم لوگوں کو آپ سے زیادہ عمل کرنے چاہییں پس اس سے حضرت ﷺ بہت ناراض ہوئے یہاں تک کہ آپ کے چہرہ مبارک میں غصہ معلوم ہوتا پھر فرماتے کہ میں تم سب سے اللہ کو زیادہ جاننے والا ہوں اور سب سے زیادہ ڈرنے والا ہوں۔

فائدہ: اس آیت سے معلوم ہوتا ہے کہ تنہا اقرار وقول زبانی کے ساتھ ایمان پورا نہیں ہوتا ہے بلکہ عقیدہ کو (جو فعل قلب ہے) بھی اس کے ساتھ جوڑنا ضروری ہے اور اللہ کو جاننا اور پہچاننا بھی ایمان ہے پس مطابقت اس ترجمہ کی باب الایمان سے ظاہر ہے علماء نے کہا کہ اس کے معنی یہ ہیں کہ تھے حضرت ﷺ جب حکم کرتے ان کو ساتھ آسان کام کے سوائے مشکل کام کے اس خوف سے کہ مبادا مشکل کام ان سے ہمیشہ نہ ہو سکے اور جیسا کہ ان کو آسان کام فرماتے آپ بھی اسی طرح آسان عمل کرتے تو اصحاب آپ سے مشکل کام چاہتے اس اعتقاد سے کہ ہم کو آپ سے زیادہ عمل کرنے چاہییں تا کہ ہمارے درجے بلند ہوں اور حضرت ﷺ کو اس کی کچھ حاجت نہیں پس کہتے کہ ہم آپ کے برابر نہیں تو حضرت ﷺ غضبناک ہوتے اس جہت سے کہ حصول درجات کا نہیں واجب کرتا قصور کو عمل میں بلکہ واجب کرتا ہے زیادتی کو واسطے شکر نعمت دینے والے وہاب کے جیسا کہ دوسری حدیث میں ہے کہ کیا نہ ہوں میں بندہ بہت شکر گزار اور سوائے اس کے نہیں کہ حکم کرتے ان کو ساتھ آسان کام کے تا کہ اس کو ہمیشہ کرتے رہیں چنانچہ دوسری حدیث میں آیا ہے کہ اللہ کے نزدیک سب عملوں سے بہت پیارا وہ عمل ہے جو ہمیشہ ہوتا رہے اور اس حدیث میں کئی فائدے ہیں ایک یہ کہ اعمال صالح یعنی نیک عملوں سے درجے بلند ہوتے ہیں اور گناہ دور ہوتے ہیں اس واسطے کہ نہیں انکار کیا حضرت ﷺ نے ان کے استدلال پر اور نہ ان کی تعلیل پر اس جہت سے بلکہ اور جہت سے دوسرا فائدہ یہ ہے کہ جب پہنچے بندہ نہایت کو عبادت میں اور اس کے پھل کو تو ہوتا ہے یہ بہت بلانے والا اس کو طرف ہمیشگی کرنے کی اوپر اس کے واسطے لینا چاہنے نعمت کے اور زیادہ چاہنے اس کے ساتھ شکر کے تیسرا کھڑا ہونا ہے نزدیک اس چیز کے کہ حد مقرر کی ہے شارع نے عزیمت یعنی وجوب اور رخصت سے اور اعتقاد رکھنا اُس کا کہ لینا آسان کام کو جو شرع کے موافق ہو اولیٰ ہے مشکل کام سے جو اس کے مخالف ہو چوتھا یہ کہ اولیٰ عبادت میں میانہ روی

ہے اور ہمیشہ کرتے رہنا نہ زیادتی کرنی جو تھکا دے اور ترک کرنے تک نوبت پہنچا دے جیسا کہ دوسری حدیث میں ہے کہ جلد چلنے والا زمین کو کاٹتا ہے اور نہ سواری کو باقی رکھتا ہے پانچواں تنبیہ ہے اوپر نہایت رغبت اصحاب کے عبادت میں اور چاہنے ان کے زیادہ نیکی کو چھٹا جائز ہے غضبناک ہونا وقت مخالفت امر شرعی کے اور انکار حاذق پر جو معنی سمجھنے کے لائق ہو جب کہ سمجھنے میں قاصر ہو واسطے رغبت دلانے کی اوپر بیدار رہنے کے ساتواں جائز ہے آدمی کو بیان کرنا اس چیز کا کہ اس میں ہے فضیلت سے موافق حاجت کے واسطے اس کے جب کہ فخر اور بڑائی سے امن ہو آٹھواں یہ کہ حضرت ﷺ کے واسطے رتبہ کمال انسانی کا حاصل ہے یعنی جہاں تک انسان کا کمال ممکن ہے اس واسطے کہ وہ منحصر ہے دو حکمتوں میں علمی اور عملی اور تحقیق اشارہ کیا طرف پہلے کی ساتھ قول اپنے کے کہ میں تم سے زیادہ تر جاننے والا ہوں اور طرف دوسری کے ساتھ اس قول اپنے کے کہ میں تم سے زیادہ پرہیز گار ہوں۔ (فتح)

بَابُ مَنْ كَرِهَ أَنْ يَّعُوْدَ فِي الْكُفْرِ كَمَا يَكْرَهُ أَنْ يُّلْقٰى فِي النَّارِ مِنَ الْإِيْمَانِ.

باب ہے بیان میں اس شخص کے جو کفر میں پھر پلٹ جانے کو ایسے برا جانتا ہے جیسے کہ اُس کو برا لگتا ہے آگ میں ڈالا جانا ایمان سے ہے یعنی مرتد ہو جانے کو برا جاننا ایمان کی نشانی ہے۔

۲۰ ۔ حَدَّثَنَا سُلَيْمَانُ بْنُ حَرْبٍ قَالَ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنْ قَتَادَةَ عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ ثَلَاثٌ مَنْ كُنَّ فِيْهِ وَجَدَ حَلَاوَةَ الْإِيْمَانِ مَنْ كَانَ اللّٰهُ وَرَسُوْلُهُ أَحَبَّ إِلَيْهِ مِمَّا سِوَاهُمَا وَمَنْ أَحَبَّ عَبْدًا لَّا يُحِبُّهُ إِلَّا لِلّٰهِ عَزَّ وَجَلَّ وَمَنْ يَّكْرَهُ أَنْ يَّعُوْدَ فِي الْكُفْرِ بَعْدَ إِذْ أَنْقَذَهُ اللّٰهُ مِنْهُ كَمَا يَكْرَهُ أَنْ يُّلْقٰى فِي النَّارِ.

۲۰۔ انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت ﷺ نے فرمایا کہ تین خصلتیں ہیں جس میں وہ ہوں گی وہ ایمان کی شیرینی کا مزہ پائے گا ایک وہ شخص جس کے نزدیک اللہ اور اس کا رسول تمام عالم سے زیادہ تر پیارا ہو دوسری یہ کہ محبت کرے کسی شخص سے اس طرح کہ نہ محبت کرتا ہو اس سے مگر محض اللہ ہی واسطے تیسری یہ کہ برا جانے کفر میں پھر کر پلٹ جانے کو بعد اس کے کہ اللہ نے اس کو کفر سے نکالا جیسے اس کو برا لگتا ہے آگ میں ڈالا جانا۔

فائدہ: مطابقت اس حدیث کی واسطے ترجمہ کے ظاہر ہے اس چیز سے کہ پہلے گزری اس کی شرح میں۔

بَابُ تَفَاضُلِ أَهْلِ الْإِيْمَانِ فِي الْأَعْمَالِ.

باب ہے بیان میں کم وبیش ہونے مراتب اہل ایمان کے عملوں میں۔

۲۱ ۔ حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيْلُ قَالَ حَدَّثَنِيْ مَالِكٌ

۲۱۔ ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت ﷺ نے

عَنْ عَمْرِو بْنِ يَحْيَى الْمَازِنِيُّ عَنْ اَبِيهِ عَنْ أَبِيْ سَعِيْدِ الْخُدْرِيِّ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ يَدْخُلُ أَهْلُ الْجَنَّةِ الْجَنَّةَ وَأَهْلُ النَّارِ النَّارَ ثُمَّ يَقُوْلُ اللّٰهُ تَعَالٰى أَخْرِجُوْا مِنَ النَّارِ مَنْ كَانَ فِيْ قَلْبِهٖ مِثْقَالُ حَبَّةٍ مِّنْ خَرْدَلٍ مِّنْ إِيْمَانٍ فَيُخْرَجُوْنَ مِنْهَا قَدِ اسْوَدُّوْا فَيُلْقَوْنَ فِيْ نَهَرِ الْحَيَا أَوِ الْحَيَاةِ شَكَّ مَالِكٌ فَيَنْبُتُوْنَ كَمَا تَنْبُتُ الْحِبَّةُ فِيْ جَانِبِ السَّيْلِ أَلَمْ تَرَ أَنَّهَا تَخْرُجُ صَفْرَآءَ مُلْتَوِيَةً قَالَ وُهَيْبٌ حَدَّثَنَا عَمْرٌو الْحَيَاةِ وَقَالَ خَرْدَلٍ مِّنْ خَيْرٍ.

فرمایا داخل ہوں گے بہشتی لوگ بہشت میں اور دوزخی دوزخ میں پھر فرمائے گا اللہ تعالیٰ کہ نکالو دوزخ سے اس کو جس کے دل میں ایک رائی کے دانہ کے برابر ایمان ہو پس نکالے جائیں گے آگ سے اس حالت میں کہ جل کر سیاہ بدن ہوئے ہوں گے پس ڈالے جائیں گے نہر الحیات میں پس جم اٹھیں گے جیسے پانی کے بہاؤ کے کوڑے میں دانہ جم اٹھتا ہے کیا تو نے نہیں دیکھا کہ زرد رنگ آپس میں لپٹا ہوا نکلتا ہے یعنی تروتازہ ہوجائیں گے اور تندرست ہوجائیں گے اور دوسری روایت میں ایمان کی جگہ خیر کا لفظ آیا ہے۔

فائدہ: امام الحرمین نے کہا کہ اعمال نامے تولے جائیں گے اور واقع ہوگا تول ان کا بقدر ثواب عملوں کے اور اس کے غیر نے کہا کہ جائز ہے کہ مجسم ہوں اعراض پس تولے جائیں گے اور جو ثابت ہوا ہے آخرت کے امروں سے ساتھ شرع کے اس میں عقل کو دخل نہیں اور مراد ساتھ رائی کے دانے کے یہاں وہ چیز ہے جو عملوں سے اصل توحید پر زیادہ ہے اس واسطے کہ دوسری روایت میں آیا ہے کہ نکالو دوزخ سے جس نے لا الہ الا اللہ کہا اور ذرے کے برابر نیکی کی اور پوری شرح اس کی شفاعت کی حدیث میں آئے گی اور وجہ مطابقت اس حدیث کی واسطے ترجمہ کے ظاہر ہے اور مراد بخاری کی ساتھ وارد کرنے اس کے کی رد ہے مرجیہ پر اس واسطے کہ اس میں ہے کہ باوجود ہونے ایمان کے گناہ ضرر نہیں کرتے اور رد ہے معتزلہ پر اس میں کہ وہ کہتے ہیں کہ گناہ موجب ہے واسطے ہمیشہ رہنے کے دوزخ میں یعنی جو آدمی گناہ کرے گا وہ ہمیشہ دوزخ میں رہے گا کبھی اس سے باہر نہ نکلے گا۔ (فتح)

۲۲ ـ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عُبَيْدِ اللّٰهِ قَالَ حَدَّثَنَا اِبْرَاهِيْمُ بْنُ سَعْدٍ عَنْ صَالِحٍ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ عَنْ أَبِيْ أُمَامَةَ بْنِ سَهْلِ بْنِ حُنَيْفٍ أَنَّهٗ سَمِعَ أَبَا سَعِيْدِ الْخُدْرِيَّ يَقُوْلُ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بَيْنَا

۲۲۔ ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جس حالت میں کہ میں سوتا تھا دیکھا میں نے لوگوں کو میرے سامنے پیش کیے گئے اور ان پر کرتے ہیں ان میں سے بعض کرتا تو چھاتی تک پہنچا ہے اور بعض اس کے نیچے تک اور عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ میرے پیش کیا گیا اور اس پر کرتا تھا کہ وہ

أَنَا نَائِمٌ رَأَيْتُ النَّاسَ يُعْرَضُونَ عَلَيَّ وَعَلَيْهِمْ قُمُصٌ مِّنْهَا مَا يَبْلُغُ الثُّدِيَّ وَمِنْهَا مَا دُوْنَ ذٰلِكَ وَعُرِضَ عَلَيَّ عُمَرُ بْنُ الْخَطَّابِ وَعَلَيْهِ قَمِيْصٌ يَجُرُّهُ قَالُوْا فَمَا أَوَّلْتَ ذٰلِكَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ قَالَ الدِّيْنَ.

اس کو زمین پر گھسیٹتا جاتا تھا یعنی بہت لمبا تھا اصحاب نے کہا کہ یارسول اللہ! آپ نے اس کی کیا تعبیر فرمائی حضرت ﷺ نے فرمایا کہ دین۔

فائدہ: دین اور کرتے میں یہ مناسبت ہے کہ جیسے کُرتا بدن کو چھپاتا ہے سردی گرمی سے بچاتا ہے ویسے دین بھی روح اور دل کو کفر اور گناہ سے بچاتا ہے اور جب کہ قمیص کے پہننے والوں میں تفاضل ثابت کر کے اس کو دین کے ساتھ تعبیر کیا تو اُس سے دین میں بھی کمی بیشی ثابت ہوگئی پس مطابقت حدیث کی ساتھ ترجمہ کے ثابت ہوگئی اور اس حدیث میں ثابت ہوا کہ عمر فاروق رضی اللہ عنہ کا دین نہایت کامل تھا اور مطابقت ترجمہ کی باب سے ظاہر ہے جہت تاویل کرنے کُرتے کی سے ساتھ دین کے اور تحقیق ذکر فرمایا کہ وہ لوگ کم وبیش ہیں کرتوں کے پہننے میں پس دلالت کی اس نے کہ وہ کم وبیش ہیں ایمان میں۔ (فتح)

بَابٌ اَلْحَيَاءُ مِنَ الْإِيْمَانِ. باب ہے حیا ایمان سے ہے۔

فائدہ: اور وجہ ہونے حیا کی ایمان سے پہلے گزر چکی ہے اور وہ یہ ہے کہ حیا باعث ہے اوپر فعل بندگی کے اور روکنے والا ہے فعل گناہ سے اور فائدہ دوہرانے اس کے کا اس جگہ یہ ہے کہ اس جگہ حیا بالتبع مذکور تھا اور اس جگہ بالقصد مذکور ہے اور یہ جو کہا کہ حضرت ﷺ ایک انصاری مرد پر گزرے اور وہ اپنے بھائی کو نصیحت کرتا تھا کہ زیادہ شرم نہ کیا کر تو شاید مرد بہت حیا کرنے والا تھا پس تھا باز رکھتا اس کو یہ اپنے حق کے پورا لینے سے تو اس کے بھائی نے اس کو اُس پر جھڑکا تو حضرت ﷺ نے فرمایا کہ چھوڑ اُس کو اس عادت پر پھر زیادہ کیا اس میں واسطے رغبت دلانے کے اُس کے حکم پر کہ وہ ایمان سے ہے اور جب کہ حیا آدمی کو اپنے حق کے پورا لینے سے منع کرتا ہے تو یہ اس کے واسطے اُس حق کے بدلے اجر حاصل کرے گا خاص کر جب کہ متروک مستحق ہو اور ابن تیمیہ نے کہا کہ اس کے معنی یہ ہیں کہ حیا منع کرتا ہے آدمی کو گناہ کے اختیار کرنے سے جیسے کہ منع کرتا ہے ایمان پس نام رکھا گیا اس کا ایمان جیسے کہ نام رکھی جاتی ہے چیز ساتھ نام اس چیز کے کہ اس کے قائم مقام ہو اور حاصل اس کا یہ ہے کہ اس کا ایمان سے ہونا مجازی ہے اور ظاہر یہ ہے کہ منع کرنے والے کو یہ معلوم نہ تھا کہ حیا ایمان کی کامل کرنے والی چیزوں سے ہے پس اسی واسطے واقع ہوئی تاکید اور کبھی تاکید اس وجہ سے ہوتی ہے کہ اس کام کا بہت اہتمام ہوتا ہے اگرچہ اس جگہ کوئی اس کا منکر نہ ہو اور راغب نے کہا کہ حیا کے معنی ہیں بند رہنا نفس کا قبیح کام سے اور حیا انسان کے خاصوں سے ہے تاکہ باز رہے اختیار کرنے ہر خواہش والی چیز سے پس نہ ہو مانند چوپائے کی اور وہ مرکب ہے بزدلی اور عفت سے پس اسی واسطے شرم

کرنے والا فاسق نہیں ہوتا اور دلاور میں حیا کم ہوتا ہے اور کبھی ہوتا ہے واسطے مطلق بند ہونے کے جیسا کہ بعض لڑکوں میں ہوتا ہے اور بعضوں نے کہا کہ وہ منقبض ہونا نفس کا ہے واسطے خوف اختیار کرنے اس چیز کے کہ وہ مکروہ ہو عام ہے اس سے کہ شرعی ہو یا عقلی یا عرفی اور مقابل پہلے کا فاسق ہے اور مقابل دوسرے کا دیوانہ اور تیسرے کا احمق اور حلیمی نے کہا کہ حقیقت حیا کی خوف مذمت کا ہے ساتھ منسوب ہونے بدی کے طرف اس کی اور اس کے غیر نے کہا کہ اگر حرام میں ہو تو وہ واجب ہے اور گر مکروہ میں ہو تو مستحب ہے اور اگر مباح میں ہو تو وہ عرفی ہے اور یہی مراد ہے ساتھ قول حضرت ﷺ کے کہ حیا نہیں لاتا مگر خیر اور جامع ان سب کا یہ ہے کہ مباح سوائے اس کے کچھ نہیں کہ واقع ہوتا ہے اوپر موافق شرع کے بطور اثبات کے ہو یا نفی کے اور کبھی پیدا ہوتا ہے حیا اللہ تعالیٰ کی طرف سے پھرنے اسے اس کی نعمتوں میں پس شرم کرتا ہے عقل والا یہ کہ مدد لے ساتھ اُن کے گناہ پر اور بعض سلف نے کہا کہ ڈر اللہ سے بقدر قدرت اس کی کے اوپر تیرے اور حیا کر اس سے بقدر نزدیک ہونے اس کی کے تجھ سے، واللہ اعلم۔ (فتح)

۲۳ ۔ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ يُوْسُفَ قَالَ اَخْبَرَنَا مَالِكُ بْنُ اَنَسٍ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ عَنْ سَالِمِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ عَنْ أَبِيْهِ أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَرَّ عَلٰى رَجُلٍ مِّنَ الْأَنْصَارِ وَهُوَ يَعِظُ أَخَاهُ فِي الْحَيَآءِ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ دَعْهُ فَإِنَّ الْحَيَآءَ مِنَ الْإِيْمَانِ.

۲۳۔ عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ ایک انصاری مرد پر گزرے اور وہ اپنے بھائی کو نصیحت کرتا تھا کہ زیادہ شرم نہ کیا کر سو فرمایا رسول اللہ ﷺ نے کہ اس کو چھوڑ دے اس لیے کہ حیا تو ایمان کی ایک شاخ ہے۔

بَابٌ ﴿فَإِنْ تَابُوْا وَأَقَامُوا الصَّلَاةَ وَاٰتَوُا الزَّكٰوةَ فَخَلُّوْا سَبِيْلَهُمْ﴾.

باب پس اگر توبہ کریں اور قائم رکھیں نماز کو اور دیں زکوٰۃ پس چھوڑ دو راستہ ان کا۔

فائدہ: یعنی یہ باب ہے بیچ تفسیر اس آیت کے اور سوائے اس کے کچھ نہیں کہ گردانا ہے بخاری نے حدیث کو تفسیر واسطے اس آیت کی اس واسطے کہ مراد ساتھ توبہ کے آیت میں پھرنا ہے کفر سے طرف توحید کی پس تفسیر کیا اُس کو حضرت ﷺ کے قول نے کہ یہاں تک کہ گواہی دیں اس کی کہ اللہ کے سوا کوئی لائق عبادت کے نہیں اور اس کی کہ بے شک محمد ﷺ اللہ کے رسول ہیں اور آیت اور حدیث میں اور بھی مناسبت ہے اس واسطے کہ تخلیہ آیت میں اور عصمت حدیث میں ایک معنی کے ساتھ ہے اور مناسبت حدیث کی واسطے بابوں ایمان کے اور جہت سے ہے اور وہ رد کرنا ہے مرجیہ پر اس واسطے کہ ان کا گمان یہ ہے کہ ایمان عملوں کا محتاج نہیں یعنی ایمان لانے کے بعد عملوں کی حاجت باقی نہیں رہتی۔ (فتح)

٢٤ - حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ مُحَمَّدٍ الْمُسْنَدِيُّ قَالَ حَدَّثَنَا أَبُوْ رَوْحٍ الْحَرَمِيُّ بْنُ عُمَارَةَ قَالَ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنْ وَاقِدِ بْنِ مُحَمَّدٍ قَالَ سَمِعْتُ أَبِيْ يُحَدِّثُ عَنِ ابْنِ عُمَرَ أَنَّ رَسُوْلَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ أُمِرْتُ أَنْ أُقَاتِلَ النَّاسَ حَتّٰى يَشْهَدُوْا أَنْ لَّا إِلٰهَ إِلَّا اللهُ وَأَنَّ مُحَمَّدًا رَّسُوْلُ اللهِ وَيُقِيْمُوا الصَّلَاةَ وَيُؤْتُوا الزَّكَاةَ فَإِذَا فَعَلُوْا ذٰلِكَ عَصَمُوْا مِنِّيْ دِمَآئَهُمْ وَأَمْوَالَهُمْ إِلَّا بِحَقِّ الْإِسْلَامِ وَحِسَابُهُمْ عَلَى اللهِ.

۲۴۔ ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ مجھ کو لوگوں سے لڑنے کا حکم ہوا ہے یہاں تک کہ وہ اس بات کی گواہی دیں کہ سوائے اللہ کے کوئی معبود برحق نہیں اور تحقیق محمد صلی اللہ علیہ وسلم رسول اللہ کا ہے اور قائم رکھیں نماز کو اور دیں زکوۃ کو سو جب کیا انہوں نے اس بات کو تو انہوں نے مجھ سے جان اور مال اپنا بچایا مگر دین کے حق تلفی کا بدلہ ضرور ہے اور اس کا حساب اللہ کے ذمہ پر ہے یعنی خواہ سزا دے خواہ معاف کرے۔

فائدہ: بعید جانا ہے ایک قوم نے اس حدیث کے صحیح ہونے کو بایں طور کہ اگر یہ حدیث ابن عمر رضی اللہ عنہما کے پاس ہوتی تو اپنے باپ عمر کو صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے ساتھ جھگڑنے نہ دیتے زکوۃ کے منع کرنے والوں کے لڑنے کے باب میں اور اگر اس کو پہچانتے ہوتے تو البتہ نہ برقرار رکھتے صدیق اکبر رضی اللہ عنہ عمر رضی اللہ عنہ کو اوپر استدلال کے ساتھ قول حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے کہ مجھ کو حکم ہوا لوگوں سے لڑنے کا یہاں تک کہ کہیں کلمہ لاالہ الا اللہ اور نہ انتقال کرتے استدلال سے ساتھ نص کے طرف قیاس کی اس واسطے کہ کہا کہ البتہ میں لڑوں گا اس سے جو جدائی کرے درمیان نماز اور زکوۃ کے اور اس کی شرح زکوۃ میں آئے گی انشاء اللہ تعالیٰ۔ اور اس قصے میں دلیل ہے اس پر کہ حدیث کبھی پوشیدہ رہتی ہے بعض اکابر اصحاب پر اور مطلع ہوتے ہیں اُس پر آحاد اُن کے یعنی صرف کسی اکیلے دو اکیلے کو اس پر اطلاع ہوتی ہے اور اسی واسطے نہیں التفات کیا جاتا ہے طرف آراء کی اگرچہ قوی ہوں باوجود سنت کے کہ اُن کے مخالف ہو اور یہ کہنا جائز نہیں کہ یہ حدیث کیوں نہ پہنچی اور کیوں نہ معلوم ہوئی یعنی اس واسطے کہ پیغمبر کی حدیثوں کو کسی نے احاطہ نہیں کیا اور نہ کسی کو طاقت ہے اور اللہ ہے توفیق دینے والا اور یہ فرمایا کہ یہاں تک کہ گواہی دیں تو گردانی گئی ہے غائیت مقاتلہ کی وجود چیزوں مذکورہ کا پس مقتضی اس کا یہ ہے کہ جو کلمہ پڑھے اور نماز ادا کرے اور زکوۃ دے اس نے اپنا جان مال بچایا اگرچہ باقی احکام کا انکار کرے اور جواب یہ ہے کہ پیغمبری کی گواہی دینی متضمن ہے تصدیق کو ساتھ اس چیز کے کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم اس کو لائے باوجود اس کے کہ نص حدیث کی اور وہ قول آپ کا کہ دین کی حق تلفی کا بدلہ ہے داخل ہوتے ہیں اس میں تمام احکام پس اگر کوئی کہے کہ پس کیوں کفایت کی ساتھ اس کے اور نص کی نماز پر اور زکوۃ پر یعنی اندریں صورت نماز اور زکوۃ کے ذکر کرنے کی بھی کچھ حاجت نہ تھی پس جواب یہ ہے کہ بیان کیا ان کو واسطے بڑے

ہونے حکم ان کی کے اور زیادہ اہتمام کے ساتھ امران کی کے واسطے کہ وہ دونوں اصل ہیں عبادتوں بدنی اور مالی کے اور مراد ساتھ نماز کے اس جگہ فرض نماز ہے نہ جنس اس کی پس نہ داخل ہوگا اس میں سجود تلاوت کا مثلاً اگرچہ صادق آتا ہے نام نماز کا اوپر اُس کے اور کہا شیخ محی الدین نووی نے کہ اس حدیث میں ہے کہ جو جان بوجھ کر نماز چھوڑے اس کو قتل کیا جائے پھر ذکر کیا اختلاف مذاہب کا بیچ اس کے اور کسی نے کرمانی سے اس جگہ پوچھا کہ جو زکوٰۃ نہ دے اس کا کیا حکم ہے تو اس نے حکم دیا کہ دونوں کا حکم ایک ہے واسطے مشترک ہونے اُن دونوں کے غایت میں اور شاید کہ اس کی مراد بھی لڑنا ہے نہ قتل کرنا یعنی تارک زکوٰۃ سے لڑنا درست ہے اُس کو قتل کرنا جائز نہیں اور فرق یہ ہے کہ جو زکوٰۃ نہ دے اس سے قہراً زکوٰۃ لینی ممکن ہے برخلاف نماز کے پس اگر مانع زکوٰۃ لڑائی کے قائم کرنے تک نوبت پہنچادے تاکہ زکوٰۃ کو منع کرے تو اس سے لڑائی کی جائے اور ساتھ اسی صورت کے لڑائی کی صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے زکوٰۃ کے منع کرنے والوں سے اور یہ منقول نہیں کہ کسی کو ان میں سے بند کر کے مار ڈالا ہو اور ربنا بر اس کے پس استدلال میں ساتھ اس حدیث کے اوپر قتل کرنے کے نماز چھوڑنے والے کی نظر ہے یعنی اس حدیث سے اس پر استدلال کرنا جو نماز نہ پڑھے اس کو مار ڈالنا جائز ہے ٹھیک نہیں واسطے فرق کے درمیان صیغہ اقاتل اور اقتل کے اور بہت طویل کیا ہے ابن دقیق العید نے عمدہ کی شرح میں بیچ انکار کے اُس شخص پر جس نے استدلال کیا ہے ساتھ اس حدیث کے اوپر اُس کے اور کہا کہ نہیں لازم آتا جائز ہونے لڑنے سے جائز ہونا قتل کا اس واسطے کہ مقاتلہ مفاعلہ کے باب سے لازم پکڑتا ہے واقع ہونے لڑائی کے دونوں طرف سے اور قتل کا یہ حال نہیں اور حکایت کی ہے بیہقی نے شافعی سے کہ کہا قتال قتل سے کسی طرح نہیں کبھی حلال ہوتا ہے لڑنا ایک مرد سے اور نہیں حلال ہوتا مار ڈالنا اس کا اور یہ جو کہا کہ ان کا حساب اللہ پر ہے یعنی اُن کے پوشیدہ کاموں میں اور ظاہر اس کا مشعر ہے کہ یہ اللہ پر واجب ہے اور اس کا ظاہر مراد نہیں پس یا تو علی ساتھ معنی لام کے ہے یعنی واسطے اللہ کے ہے یعنی اس کے اختیار میں ہے اور یا بطورِ تشبیہ کے ہے یعنی مانند واجب کے ہے اوپر اللہ کے بیچ تحقیق ہونے وقوع کے اور اس میں دلیل ہے اوپر قبول ہونے اعمال ظاہرہ کے اور حکم ساتھ اس چیز کے کہ چاہے اس کو ظاہر اور کفایت کرنا بیچ قبول ہونے ایمان کے ساتھ اعتقاد جازم کے برخلاف اس شخص کے جو واجب کرتا ہے دلیلوں کے سیکھنے کو اور تحقیق گزر چکی ہے جو چیز کہ اس میں ہے شبہ سے اور اس سے نکالا جاتا ہے کہ نہ کافر کہا جائے اہلِ بدعت کو جو اقرار کرتے ہیں توحید کا اور لازم جانتے ہیں اوپر اپنے شرع کے احکام کو اور قبول ہونا توبہ کافر کا اپنے کفر سے جو بغیر تفصیل کے درمیان کفر ظاہر اور باطن کے پس اگر کوئی کہے کہ اس حدیث کا مقتضیٰ یہ ہے کہ جو توحید سے باز رہے اس سے لڑائی کی جائے تو اس سے لازم آتا ہے کہ جزیہ ادا کرنے والے کافر اور معاہد سے بھی لڑائی کی جائے پس اُن سے لڑنا کیوں جائز نہیں تو اس کا جواب کئی وجہ سے ہے وجہ اول دعویٰ نسخ کا ہے بایں طور کہ وہ آذن ساتھ لینے جزیہ اور معاہدہ کے پیچھے ان حدیثوں سے ساتھ اس

دلیل کے کہ وہ پیچھے ہے اس آیت کے ﴿اقْتُلُوا الْمُشْرِكِيْنَ﴾ وجہ دوسری یہ ہے کہ یہ عام مخصوص البعض ہے اس واسطے کہ مقصود امر سے حاصل ہونا مطلوب کا ہے پس جب دلیل کے ساتھ کوئی فرد اس سے نکل جائے تو وہ اس کے عموم میں قادح نہیں وجہ تیسری یہ ہے کہ یہ عام ہے جس سے مراد خاص ہے پس مراد ناس سے آپ کے قول اقاتل الناس میں مشرکین ہیں بغیر اہلِ کتاب کے اور دلالت کرتی ہے اس پر روایت نسائی کی کہ اس میں صریح مشرکین کے لفظ آچکے ہیں پس اگر کہا جائے کہ جب تمام ہوا اہلِ جزیہ کے حق میں تو نہیں تمام ہوتا معاہدین کے حق میں اور نہ اس کے حق میں جو جزیہ نہ دے اور جواب یہ ہے کہ منع ترک مقاتلہ میں رفع کرنا اس کا ہے نہ تاخیر کرنا اس کا ایک مدت تک جیسے کہ صلح میں ہے اور جزیہ نہ ادا کرنے والے سے لڑنا ساتھ دلیل آیت کے ہے چوتھی وجہ یہ ہے کہ احتمال ہے کہ ہو مراد ساتھ اس چیز کے کہ مذکور ہو کلمہ شہادت وغیرہ سے بلند کرنا اللہ کے بول کا اور پست اور ذلیل کرنا مخالفین کا پس حاصل ہوگا بعض میں ساتھ قتل کے اور بعض میں ساتھ جزیہ کے اور بعض میں ساتھ معاہدہ کے پانچویں وجہ یہ ہے کہ نہ ہو مراد ساتھ قتال کے لڑنا یا وہ چیز کہ اس کے قائم مقام ہو جزیہ سے یا غیر اس کے سے وجہ چھٹی یہ ہے کہ غرض جزیہ کے مقرر کرنے سے ناچار کرنا ان کا ہے طرف اسلام کے اور سبب سبب کا سبب ہوتا ہے پس گویا کہ کہا کہ یہاں تک کہ اسلام لائیں یا لازم کریں اپنے اوپر اس چیز کو کہ پہنچائے ان کو طرف اسلام کی اور یہ جواب احسن ہے۔

بَابُ مَنْ قَالَ إِنَّ الْإِيْمَانَ هُوَ الْعَمَلُ لِقَوْلِ اللّٰهِ تَعَالٰى ﴿وَتِلْكَ الْجَنَّةُ الَّتِيْ أُوْرِثْتُمُوْهَا بِمَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ﴾ وَقَالَ عِدَّةٌ مِّنْ أَهْلِ الْعِلْمِ فِيْ قَوْلِهٖ تَعَالٰى ﴿فَوَرَبِّكَ لَنَسْأَلَنَّهُمْ أَجْمَعِيْنَ عَمَّا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ﴾ عَنْ قَوْلِ لَا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ وَقَالَ ﴿لِمِثْلِ هٰذَا فَلْيَعْمَلِ الْعَامِلُوْنَ﴾.

باب ہے بیان میں اس شخص کے جو کہتا ہے کہ ایمان وہ عمل ہی ہے واسطے فرمانے اللہ تعالیٰ کے کہ یہ بہشت جس کے تم وارث ہوئے بسبب اس کے کہ تم نے نیک عمل کیے اور کہا ایک جماعت نے اہلِ علم سے تفسیر میں اس آیت کے پس قسم ہے تیرے رب کی کہ البتہ پوچھیں گے ہم ان تمام کو اس سے جو تھے عمل کرتے کہ مراد عمل سے کلمہ لا الہ الا اللہ ہے اور کہا اللہ تعالیٰ نے واسطے مثل اس کے یعنی فوز عظیم کی پس چاہیے کہ عمل کریں عمل کرنے والے یعنی دنیا میں۔

فائدہ: امام بخاری رحمہ اللہ کی مراد اس باب سے رد کرنا ہے اس شخص پر جو کہتا ہے کہ ایمان فقط قول ہے بغیر عمل کے (قس) مطابقت آیتوں اور حدیث کے واسطے باب کے ساتھ بالمجموع کے ہے مجموع پر اس واسطے کہ ہر ایک ان میں سے تنہا تنہا دلالت کرتا ہے بعض دعوے پر پس قول اللہ کا بِمَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ عام ہے اعمال میں اور تحقیق نقل کیا ہے ایک جماعت نے مفسرین سے کہ تحقیق قول اس کا تعملون معنی اس کے تومنون ہیں پس ہوگا خاص اور قول اللہ کا ﴿عَمَّا

كَانُوا يَعْمَلُونَ ﴾ خاص ہے ساتھ عمل زبان کے بنا بر اس کے کہ نقل کیا ہے بخاری نے اور قول اس کا ﴿ فَلْيَعْمَلِ الْعَامِلُونَ ﴾ بھی عام ہے اور قول حضرت ﷺ کا حدیث میں ایمان لانا ساتھ اللہ کے بیچ جواب اس کے کہ کون عمل افضل ہے دلالت کرتا ہے کہ اعتقاد اور زبان سے اقرار کرنا جملہ اعمال سے ہے پس اگر کہا جائے کہ حدیث دلالت کرتی ہے کہ جہاد اور حج نہیں ہیں ایمان سے واسطے اس چیز کے کہ تقاضا کرتا ہے ثم مغائرت اور ترتیب سے پس جواب یہ ہے کہ مراد ساتھ ایمان کے اس جگہ تصدیق ہے یہ اس کی حقیقت ہے اور ایمان بولا جاتا ہے اعمال بدنی پر کما تقدم اس واسطے کہ وہ اس کے کامل کرنے والی چیزوں سے ہے پس اگر کہا جائے کہ کس طرح تطبیق ہے درمیان اس آیت کے اور اس حدیث کے کہ کوئی اپنے عمل کے سبب سے بہشت میں داخل نہ ہوگا تو جواب یہ ہے کہ منفی حدیث میں داخل ہونا بہشت میں ساتھ اس عمل کے ہے کہ خالی ہو قبول سے اور مثبت آیت میں داخل ہونا بہشت میں ہے ساتھ اس عمل کے قبول ہوا اور قبول ہونا تو صرف اللہ ہی کی رحمت سے ہے پس نہ حاصل ہوا بہشت میں داخل ہونا مگر ساتھ رحمت اللہ کے اور اس کا اور بھی جواب ہے۔

تنبیہ: مختلف ہوا ہے جواب اس سوال سے اور جواب یہ دیا گیا کہ لفظ من کی مراد ہے بیچ ہر ایک کے دونوں میں سے اور بعض کہتے ہیں کہ واقع ہوا ہے جواب مختلف ساتھ اختلاف احوال اور اشخاص کے پس جواب دیا گیا ہر مسائل ساتھ اس حال کے کہ لائق تھا اس کے یہی مختار ہے نزدیک حلیمی کے اور یہ جو کہا کہ کہا ایک جماعت نے اہلِ علم سے تو انہی میں ہیں انس بن مالک اور ابن عمر اور مجاہد اور یہ جو فرمایا کہ البتہ ہم ان سب سے پوچھیں گے تو امام نووی نے کہا کہ اس کے معنی یہ ہیں کہ ہم ان سب کے عمل پوچھیں گے یعنی جن کے ساتھ تکلیف متعلق ہے اور اس کو توحید کے ساتھ تخصیص کرنا دعویٰ بلا دلیل ہے میں کہتا ہوں کہ ان کی تخصیص کی ایک وجہ ہے عموم کی جہت سے اجمعین میں بعد اس کے کہ پہلے گزرا ذکر کفار کا اس قول تک کہ نہ غم کر اوپر ان کے اور ست کر اپنے بازو واسطے ایمانداروں کے پس داخل ہوں گے اس میں مسلمان اور کافر پس تحقیق کافر خطاب کیا گیا ہے ساتھ توحید کے بغیر خلاف کے برخلاف باقی عملوں کے کہ ان میں اختلاف ہے پس جو کہتا ہے کہ وہ مخاطب ہیں وہ کہتا ہے کہ وہ پوچھے جائیں گے سب عملوں سے اور جو کہتا ہے کہ وہ مخاطب نہیں کہتا ہے کہ اُسے فقط توحید ہی پوچھی جائے گی پس توحید کے سوا میں سب کا اتفاق ہے کہ کافروں سے توحید کا سوال ہوگا پس یہ ہے دلیل خاص کرنے کی ساتھ توحید کے کہ مراد آیت میں فقط توحید ہے پس حمل کرنا آیت کا اس پر اولیٰ ہے برخلاف حمل کرنے کے تمام عملوں پر واسطے اس چیز کے کہ اس میں اختلاف ہے اور یہ جو فرمایا واسطے مثل اس کی پس چاہیے کہ عمل کریں عمل کرنے والے تو ظاہر یہ ہے کہ بخاری نے تاویل کیا ہے اس آیت کو ساتھ اس چیز کے کہ تاویل کیا ہے ساتھ اس کے پہلی دونوں آیتوں کو یعنی پس چاہیے کہ ایمان لائیں ایمان لانے والے یا محمول ہے عمل اپنے عموم پر اس واسطے کہ جو ایمان لائے ضرور ہے کہ قبول کیا جائے اور جو قبول ہو پس

اس کے لائق ہے کہ عمل کرے اور جو عمل کرے ضرور ہے کہ پہنچے پس جب پہنچا تو کہا کہ واسطے مثل اس کی پس چاہی یکہ عمل کریں عمل کرنے والے اور احتمال ہے کہ قائل اس قول کا وہ ایماندار ہو جس نے اپنے قرین کو دیکھا یا اللہ کا قول ہو یا بعض فرشتوں کا۔ (فتح)

٢٥ ـ حَدَّثَنَا اَحْمَدُ بْنُ يُوْنُسَ وَمُوْسَى بْنُ اِسْمَاعِيْلَ قَالَا حَدَّثَنَا اِبْرَاهِيْمُ بْنُ سَعْدٍ قَالَ حَدَّثَنَا ابْنُ شِهَابٍ عَنْ سَعِيْدِ بْنِ الْمُسَيَّبِ عَنْ أَبِيْ هُرَيْرَةَ أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ سُئِلَ أَيُّ الْعَمَلِ أَفْضَلُ فَقَالَ إِيْمَانٌ بِاللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ قِيْلَ ثُمَّ مَاذَا قَالَ الْجِهَادُ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ قِيْلَ ثُمَّ مَاذَا قَالَ حَجٌّ مَّبْرُوْرٌ.

٢٥۔ ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ تحقیق رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پوچھے گئے کون عمل زیادہ تر عمدہ اور افضل ہے فرمایا حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ ایمان لانا ساتھ اللہ کے اور اس کے رسول کے کہا گیا پھر کون عمل افضل ہے آپ نے فرمایا کہ اللہ کی راہ میں جہاد کرنا کہا گیا پھر کون عمل افضل ہے آپ نے فرمایا کہ حج مقبول (یعنی جس میں کوئی گناہ نہ ہو)۔

فائدہ: اس حدیث سے معلوم ہوا کہ ایمان بھی عمل میں داخل ہے پس اس سے معلوم ہوا کہ ایمان فقط قول زبانی کا نام نہیں ہے بلکہ مجموعہ قول وعمل کا نام ہے پس مطابقت اس حدیث کی ترجمہ سے ظاہر ہے امام نووی نے کہا کہ ذکر کیا گیا ہے اس حدیث میں جہاد بعد ایمان کے اور ابوذر رضی اللہ عنہ کی حدیث میں حج مذکور نہیں اور ذکر کیا ہے عتق کو اور ابن مسعود کی حدیث میں پہلی نماز کا ذکر ہے پھر بر کا پھر جہاد کا اور گزری حدیث میں ذکر کیا ہے سلامت رہنے کو ہاتھ اور زبان سے کہا علماء نے کہ اختلاف جوابوں کا اس میں بسبب اختلاف احوال کے ہے اور حاجت مخاطبین کی ہے اور ذکر کیا اس چیز کو کہ سائل کو معلوم نہ تھی اور جو معلوم تھی اس کو چھوڑ دیا اور ممکن ہے کہ کہا جائے کہ لفظ من کی مراد ہے جیسے کہ کہا جاتا ہے کہ فلان اعقل الناس ہے اور مراد یہ ہوتی ہے کہ من اعقلھم پس اگر کہا جائے کہ کیوں مقدم کیا جہاد کو حج پر اور حالانکہ وہ رکن نہیں اور حج رکن ہے اور جواب یہ ہے کہ نفع حج کا اکثر اوقات قاصر ہوتا ہے اور نفع جہاد کا اکثر مستعدی ہوتا ہے یا یہ حکم اس وقت تھا جب کہ جہاد فرض عین تھا اور واقع ہونا اس کا فرض عین اس وقت کئی بار ہوا ہے پس ہوگا زیادہ تر مقصود اس سے پس اسی واسطے مقدم کیا گیا۔ (فتح)

بَابُ إِذَا لَمْ يَكُنِ الْإِسْلَامُ عَلَى الْحَقِيْقَةِ وَكَانَ عَلَى الْاِسْتِسْلَامِ أَوِ الْخَوْفِ مِنَ الْقَتْلِ لِقَوْلِهٖ تَعَالٰى ﴿قَالَتِ الْأَعْرَابُ اٰمَنَّا قُلْ لَّمْ تُؤْمِنُوْا وَلٰكِنْ

باب ہے اس بیان میں کہ جب اسلام حقیقت پر نہ ہو اور ہو اوپر ظاہری تابعداری کے یا واسطے خوف کے قتل سے (یعنی دل سے مسلمان نہیں ہوا فقط زبان سے منافقانہ اسلام کا اقرار کرتا ہے تو ایسا اسلام آخرت میں کچھ نفع

قُوْلُوْا أَسْلَمْنَا﴾ فَإِذَا كَانَ عَلَى الْحَقِيْقَةِ فَهُوَ عَلٰى قَوْلِهٖ جَلَّ ذِكْرُهٗ ﴿إِنَّ الدِّيْنَ عِنْدَ اللّٰهِ الْإِسْلَامُ﴾ اَلْاٰيَةَ.

نہیں دے گا) واسطے قول اللہ تعالیٰ کے کہا دیہاتی لوگوں نے ایمان لائے ہم تو کہہ دے کہ تم ایمان نہیں لائے ہو اور لیکن تم یہ بات کہو کہ اسلام لائے ہم اور جب کہ اسلام حقیقت پر ہو تو وہ وارد ہے اوپر قول اللہ تعالیٰ کے کہ تحقیق دین نزدیک اللہ تعالیٰ کے اسلام ہے آخر آیت تک۔

فائدہ: اور حاصل اس چیز کا کہ ذکر کیا ہے اس کو بخاری نے اور استدلال کیا ہے ساتھ اس کے یہ ہے کہ اسلام بولا جاتا ہے اور مراد اس سے شرعی ایمان ہوتا ہے اور وہ وہی ہے جو ایمان کا ہم معنی ہے اور نفع دیتا ہے نزدیک اللہ کے اور اسی پر ہے قول اللہ تعالیٰ کا ﴿إِنَّ الدِّيْنَ عِنْدَ اللّٰهِ الْإِسْلَامُ﴾ اور قول اللہ تعالیٰ کا ﴿فَمَا وَجَدْنَا فِيْهَا غَيْرَ بَيْتٍ مِّنَ الْمُسْلِمِيْنَ﴾ اور کبھی اطلاق کیا جاتا ہے اور مراد اس سے ایمان لغوی ہوتا ہے اور وہ محض فرمانبردار اور تابعدار ہونا ہے پس حقیقت بخاری کی کلام میں اس جگہ وہ شرعی ہے اور مناسبت حدیث کی واسطے ترجمہ کے ظاہر ہے اس اعتبار سے کہ مسلم بولا جاتا ہے اس شخص پر جو اسلام ظاہر کرے اگرچہ اس کا باطن معلوم نہ ہو پس نہ ہوگا وہ مومن اس واسطے کہ اس پر ایمان شرعی صادق نہیں آتا اور لیکن لغوی پس حاصل ہے۔ (فتح)

٢٦ - حَدَّثَنَا أَبُو الْيَمَانِ قَالَ أَخْبَرَنَا شُعَيْبٌ عَنِ الزُّهْرِيِّ قَالَ أَخْبَرَنِيْ عَامِرُ بْنُ سَعْدِ بْنِ أَبِيْ وَقَّاصٍ عَنْ سَعْدٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَعْطٰى رَهْطًا وَّسَعْدٌ جَالِسٌ فَتَرَكَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رَجُلًا هُوَ أَعْجَبُهُمْ إِلَيَّ فَقُلْتُ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ مَا لَكَ عَنْ فُلَانٍ فَوَاللّٰهِ إِنِّيْ لَأَرَاهُ مُؤْمِنًا فَقَالَ أَوْ مُسْلِمًا فَسَكَتُّ قَلِيْلًا ثُمَّ غَلَبَنِيْ مَا أَعْلَمُ مِنْهُ فَعُدْتُ لِمَقَالَتِيْ فَقُلْتُ مَا لَكَ عَنْ فُلَانٍ فَوَاللّٰهِ إِنِّيْ لَأَرَاهُ مُؤْمِنًا فَقَالَ أَوْ مُسْلِمًا ثُمَّ غَلَبَنِيْ مَا أَعْلَمُ مِنْهُ فَعُدْتُ لِمَقَالَتِيْ وَعَادَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ثُمَّ قَالَ

٢٦۔ سعد رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ تحقیق رسول اللہ ﷺ نے ایک جماعت کو کچھ مال دیا اور میں بیٹھا ہوا تھا پس حضرت ﷺ نے ایک مرد (جو مجھ کو ان سب سے زیادہ پسند تھا) کو چھوڑ دیا یعنی اس کو کچھ نہ دیا سو میں نے کہا یا رسول اللہ! کیا ہے آپ کو فلاں سے (یعنی آپ نے اس کو کیوں نہیں دیا) قسم ہے اللہ کی البتہ میں تو اس کو ایماندار جانتا ہوں حضرت ﷺ نے فرمایا یا مسلمان پس چپ رہا میں تھوڑی دیر مجھ کو غلبہ کیا اس چیز نے جو میں اس سے جانتا تھا پس میں نے اپنی بات کو لوٹایا پس میں نے کہا یا رسول اللہ! کیا ہے آپ نے فلاں شخص سے قسم ہ اللہ کی میں تو البتہ اُس کو مومن جانتا ہوں پس حضرت ﷺ نے فرمایا یا مسلمان پس چپ رہا میں تھوڑی دیر سو مجھ کو غلبہ کیا اس چیز نے جو میں اس سے جانتا تھا پس میں نے اپنی بات کو لوٹایا اور حضرت ﷺ نے بھی اسی بات کو لوٹایا

يَا سَعْدُ إِنِّیْ لَأُعْطِیَ الرَّجُلَ وَغَيْرُهُ أَحَبُّ مِنْهُ خَشْيَةَ أَنْ يَكُبَّهُ اللّٰهُ فِی النَّارِ. وَرَوَاهُ يُوْنُسُ وَصَالِحٌ وَمَعْمَرٌ وَابْنُ أَخِی الزُّهْرِیِّ عَنِ الزُّهْرِیِّ.

پھر فرمایا آپ نے اے سعد! تحقیق میں البتہ ایک مرد کو دیتا ہوں اور حالانکہ اس کے سوا اور شخص میرے نزدیک بہت پیارا ہوتا ہے اس سے ڈر سے کہ کبھی اللہ اس کو دوزخ میں اوندھا ڈالے (یعنی میں اس کی تالیف قلب کے واسطے اس کو مال دیتا ہوں اگر اس کو مال نہ دوں تو خوف ہے کہ کافر ہو جائے اور جس کا ایمان قوی ہے وہ مجھ کو زیادہ تر محبوب ہے اس سے اگر اس کو کچھ نہ دیا جائے تو اس کے اعتقاد بدلنے کا کچھ خوف نہیں)۔

فائدہ: ان آیتوں اور حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ اگر اسلام حقیقت پر نہ ہو یعنی بظاہر مسلمان ہو اور دل سے ایمان نہ لایا ہو تو وہ قبول نہیں ہے پس مطابقت حدیث کی ترجمہ سے ظاہر ہے اور حاصل قصے کا یہ ہے کہ جو اسلام ظاہر کرتا تھا حضرت ﷺ اس کو بہت مال دیتے تھے تا کہ اس کو اسلام سے الفت ہو سو جب حضرت ﷺ نے ایک قوم کو دیا اور حالانکہ وہ مولفۃ القلوب میں سے تھے اور اس مرد کو نہ دیا اور حالانکہ وہ مہاجرین میں سے تھا باوجودیکہ سب نے آپ سے سوال کیا تو عرض کیا سعد نے حضرت ﷺ سے اس کے امر میں اس واسطے کہ سعد جانتا تھا کہ وہ مرد اُن سے زیادہ تر حق دار ہے کہ اُس کے اسلام کا وہ امتحان کر چکا تھا اور اُن کے اسلام کا امتحان نہیں کیا تھا اسی واسطے کئی بار کلام کو دہرایا سو حضرت ﷺ نے اس کو دو امروں کی طرف راہ بتلائی ایک تو اس کی حکمت بتلائی جو ان کے دینے اور اُس کے نہ دینے میں تھی باوجودیکہ وہ آپ کو پیارا تھا ان لوگوں سے جن کو دیا اس واسطے کہ اگر مؤلفۃ القلوب کو نہ دیتے تو اُن کے مرتد ہو جانے سے امن نہ تھا پس ہوتے دوزخیوں میں سے دوسری اس کو راہ بتلائی طرف توقف کی تعریف کرنے سے ساتھ امر باطن کے سوائے تعریف کرنے کے ساتھ امر ظاہر کے پس ظاہر ہوا ساتھ اس کے فائدہ حضرت ﷺ کے رد کرنے کا سعد پر اور یہ کہ نہیں مستلزم ہے یہ محض انکار کو اوپر اُس کے بلکہ ایک جواب بطورِ مشورہ کے تھا ساتھ ادنیٰ کے اور دوسرا بطور عذر بیان کرنے کی پس اگر کہا جائے کہ کس طرح نہ قبول کی گئی گواہی سعد کی واسطے اس مرد کے ساتھ ایمان کے اور اگر اس کی عدالت کی گواہی دیتا تو قبول کی جاتی اس سے اور وہ لازم پکڑتی ہے ایمان کو پس جواب یہ ہے کہ نہیں خارج ہوا کلام سعد کا جگہ نکلنے گواہی کی اور سوائے اس کے کچھ نہیں کہ خارج ہوا ہے مخروج مدح کے واسطے اُس کے اور توسل کی طلب میں اس کے سبب سے پس اسی واسطے مناقشہ کیا گیا ہے اس کے لفظ میں اور اگر ساتھ شہادت کے ہوتا تو البتہ نہ لازم پکڑتا مشورہ کو اوپر اُس کے ساتھ امر اولیٰ کے اس کی گواہی کے رد کرنے کو بلکہ سیاق راہ بتلاتا ہے کہ حضرت ﷺ نے اُس کے قول کو اُس کے حق میں قبول کیا اس دلیل سے کہ آپ

نے اس کے آگے عذر کیا اور ابوذر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تو جعیل (یہ اس مرد کا نام ہے) کو کیا جانتا ہے میں نے کہا کہ مہاجرین میں سے ہے یعنی مہاجرین میں سے ہے فرمایا پس کس طرح جانتا ہے تو فلانے کو میں نے کہا کہ اشراف لوگوں سے ہے فرمایا پس جعیل بہتر ہے اہلِ زمین میں سے فلانے سے پس ظاہر ہوئی حکمت بیچ دینے ان کی کے اور نہ دینے اس کے کی اور یہ کہ تحقیق یہ واسطے تالیف قلوب کے تھا جیسے کہ ہم نے تقریر کی اور باب کی حدیث میں کئی فائدے ہیں فرق کرنا درمیان حقیقت ایمان اور اسلام کے اور ترک کرنا یقین کا ساتھ ایمان کامل کے واسطے اس شخص کے کہ نہیں نص کی گئی اوپر اس کے اور اوپر منع کرنا قطع کا ساتھ بہشت کے پس نہیں پکڑا جاتا ہے اس سے ساتھ تصریح کے اگرچہ تعرض کیا ہے اس کے واسطے بعض شارحین نے ہاں وہ اسی طرح ہے اس شخص کے حق میں جس کے حق میں نص ثابت نہیں ہوئی اور اس میں رد ہے غالی مرجیوں پر کہ وہ کہتے ہیں کہ ایمان میں صرف زبان سے اقرار کرنا کافی ہے اور اس میں جواز تصرف امام کا ہے بیچ مال مصالح کے اور مقدم کرنا اہم امر کا پھر جو اہم ہوا اگرچہ پوشیدہ رہے اس کی وجہ بعض رعیت پر اور اس میں جواز سفارش کا ہے پاس امام کے اس چیز میں کہ اعتقاد رکھے شافع اس کے جواز کو اور تنبیہ چھوٹے کے واسطے بڑے کے اس پر جو گمان کرے کہ وہ اس سے غافل ہوا اور مراجعت سفارش کیے گئے کی امر میں جب کہ نہ پہنچائے طرف کسی مفسدی کی اور یہ کہ پوشیدہ نصیحت کرنی بہتر ہے ظاہر نصیحت کرنے سے جیسے کہ کتاب الزکوۃ میں اس کی طرف اشارہ آئے گا کہ میں کھڑا ہوا اور آپ سے کان میں بات کی اور کبھی متعین ہوتی ہے چھپی نصیحت کرنی جب کہ کھینچے اعلان طرف فساد کی اور اس میں ہے کہ مشیر علیہ ساتھ اس چیز کے کہ اعتقاد کرتا ہے اس کو مشیر مصلحت نہ انکار کرے اوپر اس کے بلکہ بیان کرے واسطے اس کے وجہ واسطے صواب کے اور اس میں عذر بیان کرنا ہے واسطے سفارش کرنے والے کے جب کہ ہو مصلحت بیچ ترک اجابت اس کی کے اور یہ کہ نہیں عیب ہے سفارش کرنے والے پر جب کہ رد کی جائے سفارش اس کی واسطے اس کے اور اس میں مستحب ہونا ترک پیچھا کرنے کا ہے سوال میں جیسا کہ استنباط کیا اس کو بخاری نے آئندہ اور ایک روایت میں اتنا زیادہ ہے کہ زہری نے کہا کہ ہم دیکھتے ہیں کہ اسلام کلمہ ہے اور ایمان عمل ہے اور یہ مشکل ہے ساتھ نظر کرنے کے طرف حدیث جبرئیل کی کہ تحقیق ظاہر اس کا اس کے مخالف ہے اور ممکن ہے کہ ہو مراد زہری کی یہ کہ تحقیق مرد حکم کیا جاتا ہے ساتھ اسلام اس کے کی اور نام رکھا جاتا ہے مسلم جب کہ زبان سے کلمہ پڑھے یعنی کلمہ شہادت کا اور یہ کہ وہ نہیں نام رکھا جاتا مومن مگر ساتھ عمل کے اور عمل شامل ہے دل اور جوارح کے عمل کو اور عمل جوارح کا دلالت کرتا ہے اوپر سچا ہونے اس کی کے اور لیکن اسلام جو حدیث جبرائیل میں مذکور ہے پس وہ ایمان شرعی کامل ہے جو مراد ہے اس آیت میں ﴿وَمَنْ يَّبْتَغِ غَيْرَ الْإِسْلَامِ دِيْنًا فَلَنْ يُّقْبَلَ مِنْهُ﴾۔ (فتح)

بَابُ إِفْشَاءِ السَّلَامِ مِنَ الْإِسْلَامِ وَقَالَ — باب پھیلانا اسلام کا اسلام سے ہے (یعنی ایمان کی

عَمَّارٌ ثَلٰثٌ مَنْ جَمَعَهُنَّ فَقَدْ جَمَعَ الْاِيْمَانَ الْاِنْصَافُ مِنْ نَفْسِكَ وَبَذْلُ السَّلَامِ لِلْعَالَمِ وَالْاِنْفَاقُ مِنَ الْاِقْتَارِ.

شاخ ہے) اور حضرت عمار رضی اللہ عنہ نے کہا کہ تین خصلتیں ہیں جس نے ان کو جمع کیا پس اس نے ایمان کو جمع کیا اول اپنی جان سے انصاف کرنا دوسرے سب لوگوں کو سلام کرنا تیسری تنگی کے وقت اللہ کی راہ میں خرچ کرنا۔

فائدہ: ابوالزناد وغیرہ نے کہا کہ سوائے اس کے نہیں کہ ہوتا ہے جو جمع کرے ان خصلتوں کو کامل کرنے والا واسطے ایمان کے اس واسطے کہ مدار ایمان کی اوپر ان کے ہے اس واسطے کہ جب بندہ موصوف ہو ساتھ انصاف کے تو نہیں چھوڑتا واسطے مولیٰ اپنے کے حق واجب اوپر اپنے مگر کہ اس کو ادا کرتا ہے اور نہیں چھوڑتا کسی چیز کو جس سے اللہ نے منع کیا ہے مگر کہ اس سے پرہیز کرتا ہے اور یہ جامع ہے ارکان ایمان کو اور سلام کرنا شامل ہے اچھی عادتوں اور عمدہ خوؤں کو اور تواضع کو اور نہ حقیر جاننے کو اور حاصل ہوتی ہے ساتھ اس کے الفت اور محبت اور تنگی کے وقت اللہ کی راہ میں خرچ کرنا مستلزم ہے غایت بخشش کو اس واسطے کہ جب محتاجی کے وقت میں خرچ کرے تو فراخی کے وقت میں زیادہ خرچ کرے گا اور نفقہ عام ہے اس سے کہ ہو عیال پر واجب اور مندوب یا مہمان پر اور ہونا اس کا تنگی کے وقت میں مستلزم ہے اعتماد کو اللہ پر اور زہد کو دنیا میں اور کم ہونے امید کے کو اور سوائے اس کے قیامت کی مہول سے اور یہ تقریر قوی کرتی ہے اس کو کہ حدیث مرفوع ہو اس واسطے کہ مشابہ ہے کہ ہو یہ کلام اس شخص کی جس کو جامع کلمے ملے۔ (فتح)

٢٧ ۔ حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ قَالَ حَدَّثَنَا اللَّيْثُ عَنْ يَزِيْدَ بْنِ اَبِیْ حَبِيْبٍ عَنْ اَبِی الْخَيْرِ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عَمْرٍو رَجُلًا سَأَلَ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَیُّ الْاِسْلَامِ خَيْرٌ قَالَ تُطْعِمُ الطَّعَامَ وَتَقْرَاُ السَّلَامَ عَلٰى مَنْ عَرَفْتَ وَمَنْ لَّمْ تَعْرِفْ.

٢٧۔ عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ ایک مرد نے حضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا کہ اسلام کی کون خصلت زیادہ تر عمدہ ہے فرمایا کہ تو کھانا کھلائے اور سلام کہے اس کو جس کو تو پہچانے اور جس کو نہ پہچانے۔

فائدہ: اس حدیث سے معلوم ہوا کہ سلام کہنا بھی اسلام کی ایک عمدہ خصلت ہے پس موافقت حدیث کی ترجمہ سے ظاہر ہے۔

بَابُ كُفْرَانِ الْعَشِيْرِ وَكُفْرٍ دُوْنَ كُفْرٍ فِيْهِ عَنْ اَبِیْ سَعِيْدِ الْخُدْرِیِّ عَنِ النَّبِیِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ.

باب ہے بیان میں نافرمانی کرنے خاوندوں کے اور بعض کفر بعض کفر سے کم ہے اس باب میں ابوسعید رضی اللہ عنہ کی حدیث آئی ہے۔

فائدہ: کہا قاضی ابو بکر بن عربی نے اپنی شرح میں کہ مراد بخاری کی یہ ہے کہ بیان کرے کہ جیسے بندگیوں کا نام

ایمان رکھا جاتا ہے ویسے ہی گناہوں کا نام کفر رکھا جاتا ہے لیکن جس جگہ ان پر کفر بولا جاتا ہے وہاں مراد کفر نہیں ہوتا جو اسلام سے نکال دے اور خاص کی گئی نافرمانی خاوندوں کی گناہوں کی سب قسموں میں سے واسطے ایک دقیقہ عجیب کے اور وہ قول حضرت ﷺ کا ہے کہ اگر میں کسی کو کسی کے سجدہ کرنے کا حکم کرتا تو عورت کو حکم کرتا کہ اپنے خاوند کو سجدہ کرے پس جوڑا خاوند کے حق کو بیوی پر ساتھ حق اللہ کے سو جب ناشکری کرے عورت اپنے خاوند کے حق سے اور حالانکہ اس کا حق عورت پر اس نہایت کو پہنچا ہے تو ہوگی یہ دلیل اوپر سستی اس کی کے ساتھ حق اللہ کے پس اسی واسطے بولا جاتا ہے اس پر کفر لیکن وہ ایسا کفر ہے جو اسلام سے خارج نہیں کرتا اور پکڑی جاتی ہے اس کی کلام سے مناسبت اس ترجمہ کے واسطے امروں ایمان کے اور یہ اس وجہ سے کہ کفر ایمان کی ضد ہے اور اوپر قول بخاری کا و کفر دون کفر پس یہ اشارہ ہے طرف اثر کی کہ روایت کیا ہے اس کو احمد نے کتاب الایمان میں عطا کے طریق سے اور یہ جو کہا کہ فیه عن ابی سعید تو مراد یہ ہے کہ داخل ہوتی ہے باب میں حدیث ابوسعید رضی اللہ عنہ کی اور فائدہ اس کا اشارہ ہے طرف اس کی کہ واسطے اس حدیث کے طریق ہے سوائے اس طریق کے جو روایت کیا گیا ہے اور حدیث ابوسعید رضی اللہ عنہ کی روایت کیا ہے اس کو بخاری نے حیض وغیرہ میں اور اس میں ہے کہ حضرت ﷺ نے عورتوں سے فرمایا کہ اے عورتوں کے گروہ! خیرات کرو اس واسطے کہ میں نے دوزخیوں میں تمہی کو زیادہ دیکھا یعنی میں نے دوزخ میں عورتیں مردوں سے زیادہ دیکھیں عورتوں نے پوچھا کہ یا حضرت اس کا کیا سبب ہے حضرت ﷺ نے فرمایا کہ بہت کوسا کرتی ہیں اور اپنے خاوندوں کے حق نہیں مانتیں یعنی ناشکری کرتی ہیں۔ (فتح)

٢٨ - حَدَّثَنَا عَبْدُاللّٰهِ بْنُ مَسْلَمَةَ عَنْ مَالِكٍ عَنْ زَيْدِ بْنِ اَسْلَمَ عَنْ عَطَآءِ بْنِ يَسَارٍ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أُرِيْتُ النَّارَ فَإِذَا أَكْثَرُ أَهْلِهَا النِّسَآءُ يَكْفُرْنَ قِيْلَ أَيَكْفُرْنَ بِاللّٰهِ قَالَ يَكْفُرْنَ الْعَشِيْرَ وَيَكْفُرْنَ الْإِحْسَانَ لَوْ أَحْسَنْتَ إِلٰى إِحْدَاهُنَّ الدَّهْرَ ثُمَّ رَأَتْ مِنْكَ شَيْئًا قَالَتْ مَا رَأَيْتُ مِنْكَ خَيْرًا قَطُّ.

٢٨۔ ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ حضرت ﷺ نے فرمایا کہ مجھ کو دوزخ دکھلائی گئی پس ناگہاں اس کے اکثر لوگ عورتیں تھیں جو کفر کرتی ہیں کہا گیا کیا اللہ کے ساتھ کفر کرتی ہیں حضرت ﷺ نے فرمایا کہ خاوندوں کی نافرمانی کرتی ہیں اور احسان کا کفر کرتی ہیں اگر تمام عمر تو ان کے ساتھ احسان کرے پھر تجھ سے کوئی چیز دیکھ لے تو کہتی ہے کہ میں نے تجھ سے کبھی بہتری نہیں دیکھی یعنی ایک بات میں تمام عمر کا احسان برباد کر دیتی ہے۔

فائدہ: اس حدیث سے معلوم ہوا کہ کفر کا اطلاق کبھی کفر باللہ کے سوا اور گناہوں پر آتا ہے چنانچہ یہاں عورت کی نافرمانی پر کفر بولا گیا ہے اور یہ بھی معلوم ہوگیا کہ بعض کفر بعض سے کم ہے پس مطابقت حدیث کی ترجمہ سے ظاہر ہے اور مطابقت اس ترجمہ کی کتاب الایمان سے ضد کی جہت سے ہے اس لیے کہ ایمان اور کفر آپس میں ایک دوسرے کی

ضد ہیں یہ حدیث ابن عباس رضی اللہ عنہما کی ایک ٹکڑا ہے حدیث دراز کا کہ روایت کیا ہے اس کو بخاری نے باب صلوۃ کسوف میں ساتھ اس اسناد کے پوری اور اس کی شرح بھی اسی جگہ آئے گی۔

تنبیہ: اس جگہ دو فائدوں پر ایک یہ کہ بخاری کا مذہب یہ ہے کہ جائز ہے قطع کرنا حدیث کا جب کہ ہو وہ چیز جو توڑے اس کو اس سے کہ نہ متعلق ہو ساتھ ماقبل اپنے کے ایسا تعلق جو پہنچادے طرف فساد معنی کے پاس یہ فعل اس کا وہم دلاتا ہے اس شخص کو جو حدیث کو یاد نہیں رکھتا کہ مختصر پوری حدیث کے سوا اور حدیث ہے خاص کر جب کہ مختصر کا ابتدا پوری حدیث کے درمیان سے ہو جیسا کہ اس حدیث میں واقع ہوا ہے اس واسطے کہ اول اس کا اریت النار الخ ہے اول پوری حدیث کا ابن عباس رضی اللہ عنہما سے یہ ہے **خسفت الشمس علی عهد رسول الله** پس ذکر کیا نماز کسوف کا پھر خطبہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا اور جس قدر یہاں مذکور ہے یہ بھی اس میں ہے پس جو چاہے کہ اس کتاب کی حدیثوں کو شمار کرے تو وہ گمان کرتا ہے کہ یہ دو حدیثیں ہیں یا زیادہ واسطے مختلف ہونے ابتدا کے اور تحقیق واقع ہوا ہے اس گمان میں جس نے حکایت کی کہ گنتی ان کی بغیر تکرار کے چار ہزار ہے یا مانند اس کی مانند ابن صالح اور نووی کی اور جو ان کے پیچھے ہیں اور حالانکہ امر اس طرح نہیں بلکہ گنتی اُن کی موافق تحریر کے اڑھائی ہزار حدیث اور تیرہ حدیثیں ہیں جیسے کہ میں نے مقدمہ میں تفصیل کے ساتھ بیان کر دیا ہے دوسرا فائدہ یہ ہے کہ قرار پا چکی ہے یہ بات کہ بخاری نہیں دوہراتا کسی حدیث کو مگر واسطے کسی فائدے کے لیکن وہ فائدہ کبھی تو متن میں ہوتا ہے اور کبھی اسناد میں ہوتا ہے اور کبھی دونوں میں ہوتا ہے اور جس جگہ خاص متن میں ہوتا ہے نہیں دوہراتا اس کو اس کی صورت بعینہ سے بلکہ اس میں تصرف کرتا ہے پس اگر اس کے طریق بہت ہوں تو وارد کرتا ہے واسطے ہر باب کے ایک طریق اور اگر کم ہوں تو مختصر کرتا ہے متن کو یا اسناد کو اور اس نے اس حدیث میں یہی حال اختیار کیا ہے کہ وارد کیا ہے اس کو اس جگہ عبداللہ بن مسلمہ سے مختصر اوپر مقصود ترجمہ کے جیسے کہ پہلے اس کی طرف اشارہ گزر چکا ہے کہ بعض گناہوں پر کفر بولا جاتا ہے پھر وارد کیا ہے اس کو نماز کے بیان میں بیچ باب **من صلی وقدامه نار بعینه** اسی اسناد سے جب کہ دونوں ایک دوسرے کے غیر نہ تھے تو اختیار کیا اوپر مقصود ترجمہ کے فقط پھر وارد کیا اس کو کسوف کی نماز میں اسی اسناد سے پس بیان اس کو پورے طور سے پھر وارد کیا اُس کو بدء الخلق میں سوائے عبداللہ بن مسلمہ کے اور اسناد سے مختصر اوپر جگہ حاجت کے پھر وارد کیا اس کو **عشرة النساء** میں اُن کے سوا اور اسناد سے وہ بھی مالک سے روایت کرتا ہے اور اسی طریق پر حمل کیا جاتا ہے سارا تصرف اُس کا پس نہیں پائی جاتی اس کی کتاب میں کوئی حدیث ایک صورت پر دو جگہوں میں یا زیادہ میں اور اللہ توفیق دینے والا اور حدیث کے فائدے آئندہ آئیں گے اگر چاہا اللہ نے۔ (فتح)

بَابٌ اَلْمَعَاصِیُ مِنْ أَمْرِ الْجَاهِلِيَّةِ وَلَا باب ہے اس بیان میں کہ گناہ جہالت کے کاموں میں

يُكَفَّرُ صَاحِبُهَا بِارْتِكَابِهَا إِلَّا بِالشِّرْكِ لِقَوْلِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِنَّكَ امْرُؤٌ فِيكَ جَاهِلِيَّةٌ وَقَوْلِ اللّٰهِ تَعَالٰى ﴿إِنَّ اللّٰهَ لَا يَغْفِرُ أَنْ يُّشْرَكَ بِهٖ وَيَغْفِرُ مَا دُوْنَ ذٰلِكَ لِمَنْ يَّشَآءُ﴾ ﴿وَإِنْ طَآئِفَتَانِ مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ اقْتَتَلُوْا فَأَصْلِحُوْا بَيْنَهُمَا﴾.

سے ہیں اور گناہ کرنے والے کی تکفیر نہ کی جائے مگر ساتھ شرک کے واسطے فرمانے نبی ﷺ کے کہ تو ایسا آدمی ہے کہ تجھ میں جاہلیت کی خو ہے اور واسطے فرمانے اللہ تعالیٰ کے کہ تحقیق اللہ نہیں بخشتا ہے شرک اور بخشتا ہے سوا اس کے جس کے واسطے چاہے اور اگر دو جماعتیں مسلمانوں کی آپس میں لڑیں تو ان کے درمیان اصلاح کراؤ پس نام رکھا اللہ نے ان کا مومن۔

فائدہ: یعنی اللہ تعالیٰ نے اہل قتال کا نام مومن رکھا ہے حالانکہ قتل کرنا بڑا سخت گناہ ہے پس معلوم ہوا کہ آدمی کبیرہ گناہ کرنے کے ساتھ ایمان سے خارج نہیں ہوتا ہے جاہلیت اس زمانے کو کہتے ہیں جو اسلام سے پہلے تھا اور کبھی بولا جاتا ہے شخص معین میں یعنی بیچ حالت جاہلیت اس کی کے اور یہ جو کہا کہ مگر ساتھ شرک کے تو مراد یہ ہے کہ جو گناہ کہ پکڑا جائے ترک واجب سے یا فعل حرام سے پس وہ جاہلیت کی عادتوں سے ہے اور شرک سب گناہوں سے بڑا ہے اس واسطے مستثنیٰ کیا ہے اس کو اور حاصل ترجمہ کا یہ ہے کہ جب اس نے پہلے بیان کیا کہ گناہوں کو بطور مجاز کے کفر کہا جاتا ہے اوپر ارادے کفر نعمت کے نہ کفر انکار کا تو ارادہ کیا اس نے یہ کہ بیان کرے کہ وہ کفر ہے کہ اسلام سے نہیں نکالتا برخلاف خارجیوں کے جو تکفیر کرتے ہیں ساتھ گناہوں کے یعنی کہتے ہیں کہ گناہ کرنے سے آدمی کافر ہو جاتا ہے اور نص قرآن کی اس پر رد کرتی ہے اور وہ قول اللہ تعالیٰ کا ہے ﴿وَيَغْفِرُ مَا دُوْنَ ذٰلِكَ لِمَنْ يَّشَآءُ﴾ پس ہو گیا وہ گناہ جو سوائے شرک کے ہے تحت امکان مغفرت کے یعنی شرک کے سوا ہر گناہ کا بخشا جانا ممکن ہے اور مراد ساتھ شرک کے اس آیت سے کفر ہے اس واسطے کہ جو حضرت محمد ﷺ کی نبوت سے مثلاً انکار کرے وہ کافر ہوتا ہے اگرچہ اللہ کے ساتھ اور رب نہ ٹھہرادے اور اس کی مغفرت بالاتفاق نہیں ہوگی اور کبھی وارد ہوتا ہے شرک اور مراد اس سے وہ چیز ہوتی ہے جو کفر سے خاص تر ہو جیسے کہ اس آیت میں ہے ﴿لَمْ يَكُنِ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا مِنْ أَهْلِ الْكِتَابِ وَالْمُشْرِكِيْنَ﴾ ابن بطال نے کہا غرض بخاری کی رد کرنا ہے اس شخص پر جو گناہوں کے ساتھ تکفیر کرتا ہے مانند خارجیوں کی اور کہتا ہے کہ جو اس حالت پر مرے وہ ہمیشہ دوزخ میں رہے گا اور آیت ان پر رد کرتی ہے اس واسطے کہ مراد ساتھ قول اللہ تعالیٰ کے ﴿وَيَغْفِرُ مَا دُوْنَ ذٰلِكَ لِمَنْ يَّشَآءُ﴾ وہ شخص ہے جو مر جائے ہر گناہ پر سوائے شرک کے اور لیکن قصہ ابوذر رضی اللہ عنہ کا پس سوائے اس کے نہیں کہ ذکر کیا گیا ہے تاکہ استدلال کیا جائے ساتھ اس کے اس پر کہ جس میں باقی رہے ایک خصلت جاہلیت کی خصلتوں سے سوائے شرک کے کہ وہ اس کے ساتھ ایمان سے خارج نہیں ہوتا برابر ہے کہ وہ خصلت کبیرے گناہوں سے ہو یا صغیروں سے اور وہ ظاہر ہے اور نیز استدلال کیا ہے بخاری

نے اُس پر کہ ایماندار جب گناہ کا مرتکب ہو تو اس کو کافر نہ کہا جائے بایں طور کہ اللہ تعالیٰ نے باقی رکھا ہے اس پر نام مومن کا یعنی اس کو مومن کہا ہے سو فرمایا ﴿وَاِنْ طَائِفَتَانِ مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ اقْتَتَلُوْا﴾ پھر فرمایا ﴿اِنَّمَا الْمُؤْمِنُوْنَ اِخْوَةٌ فَاَصْلِحُوْا بَيْنَ اَخَوَيْكُمْ﴾ اور نیز استدلال کیا ہے اس نے ساتھ قول حضرت ﷺ کے اذا التقی المسلمان بسیفهما پس نام رکھا حضرت ﷺ نے ان کا مسلمان باوجود وعدہ دینے کے ساتھ آگ کے اور مراد اس جگہ لڑنا ہے جب کہ ہو بغیر تاویل جائز کے اور نیز استدلال کیا ہے اس نے ساتھ قول حضرت ﷺ کے واسطے ابو ذر رضی اللہ عنہ کے اور جاہلیت کی تجھ میں خو بو ہے یعنی جاہلیت کی خصلت ہے باوجودیکہ مرتبہ ابوذر رضی اللہ عنہ کا ایمان سے اعلیٰ درجہ میں ہے اور سوائے اس کے کچھ نہیں کہ توبیخ کی اس کو ساتھ اس کے اوپر بڑے ہونے درجے اس کے نزدیک آپ کے واسطے ڈرانے کے کہ پھر ایسا کام نہ کرے اس واسطے کہ اگرچہ وہ معذور ہے کسی وجہ سے لیکن واقع ہونا ایسے امر کا ایسے آدمی سے بڑا سمجھا جاتا ہے زیادہ تر اس سے جو اس سے کم تر ہے اور تحقیق ظاہر ہوئی ساتھ اس کے وجہ داخل ہونے دونوں حدیثوں کی نیچے ترجمہ کے اور طائفہ ٹکڑا ہے ایک چیز کا اور بولا جاتا ہے واحد پر اور زیادہ پر نزدیک جمہور کے اور لیکن شرط ہونا حضور چار کا زانی کے رجم میں باوجود اس آیت کے ﴿وَلْيَشْهَدْ عَذَابَهُمَا طَآئِفَةٌ مِّنَ الْمُؤْمِنِيْنَ﴾ پس آیت وارد ہے کوڑوں کے مارنے میں اور نہیں ہے اشتراط بیچ اس کے اور اشتراط رجم میں ثابت ہے اور دلیل ہے اور لیکن شرط ہونا تین کا خوف کی نماز میں باوجود قول اللہ تعالیٰ کے ﴿فَلْتَقُمْ طَآئِفَةٌ مِّنْهُمْ مَّعَكَ﴾ پس یہ واسطے اس آیت کے ہے ﴿وَلْيَاْخُذُوْا اَسْلِحَتَهُمْ﴾ پس ذکر کیا اس کو ساتھ لفظ جمع کے اور ادنیٰ درجہ جمع کا تین ہے صحیح قول پر۔ (فتح)

٢٩ ـ حَدَّثَنَا عَبْدُالرَّحْمٰنِ بْنُ الْمُبَارَكِ قَالَ حَدَّثَنَا حَمَّادُ بْنُ زَيْدٍ قَالَ حَدَّثَنَا اَيُّوْبُ وَيُوْنُسُ عَنِ الْحَسَنِ عَنِ الْاَحْنَفِ بْنِ قَيْسٍ قَالَ ذَهَبْتُ لِاَنْصُرَ هٰذَا الرَّجُلَ فَلَقِيَنِيْ اَبُوْ بَكْرَةَ فَقَالَ اَيْنَ تُرِيْدُ قُلْتُ اَنْصُرُ هٰذَا الرَّجُلَ قَالَ ارْجِعْ فَاِنِّيْ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ اِذَا الْتَقَى الْمُسْلِمَانِ بِسَيْفَيْهِمَا فَالْقَاتِلُ وَالْمَقْتُوْلُ فِي النَّارِ فَقُلْتُ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ هٰذَا الْقَاتِلُ فَمَا بَالُ الْمَقْتُوْلِ قَالَ اِنَّهٗ كَانَ حَرِيْصًا عَلٰى قَتْلِ صَاحِبِهٖ.

٢٩۔ احنف بن قیس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں اس مرد کی مدد کرنے کو چلا (یعنی علی رضی اللہ عنہ کی) پس مجھ کو ابوبکرۃ رضی اللہ عنہ ملا سو کہا اس نے کہ تو کہاں کا ارادہ رکھتا ہے میں نے کہا مدد کرنے کا اس مرد کی اس نے کہا کہ پھر جا پس تحقیق میں نے حضرت ﷺ سے سنا ہے کہ فرماتے تھے کہ جب دو مسلمان ایک دوسرے کا سامنا کریں تلواریں لے کر تو قتل کرنے والا اور جو قتل ہوا دونوں دوزخ میں ہی ہیں میں نے کہا یا رسول اللہ! قتل کرنے والا تو اس واسطے دوزخی ہوا کہ اس نے ظلم کیا تھا مگر جو قتل ہوا تھا اس کا کیا قصور تھا حضرت ﷺ نے فرمایا کہ وہ بھی اپنے حریف کے مارنے پر حریص اور مستعد تھا یعنی اس کا قابو نہ ہوا ورنہ اس کو ضرور مارتا۔

فائدہ: اس حدیث میں بھی قاتل اور مقتول کو مسلمان فرمایا ہے پس معلوم ہوا کہ قتل وغیرہ گناہ کرنے سے آدمی کافر نہیں ہوتا ہے پس مطابقت ترجمہ سے ظاہر ہے اور اس حدیث سے یہ بات ثابت ہوتی ہے کہ قاتل اور مقتول مسلمان دوزخی اسی صورت میں ہیں جب عداوت سے ایک دوسرے کے مارنے کا قصد رکھیں اور اگر ایک مسلمان کو دوسرا ناحق قتل کرنے کا ارادہ کرے تو اس صورت میں مقتول پر مطلق کچھ گناہ نہیں ہے بلکہ وہ شہید ہوتا ہے اور ابوبکرہ رضی اللہ عنہ صحابی ہے مشہور اور ارادہ کیا تھا احنف نے کہ نکلے ساتھ قوم اپنی کے طرف علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ کی تاکہ لڑے ہمراہ اس کے دن جنگ جمل کی پس منع کیا اس کو ابوبکرہ رضی اللہ عنہ نے تو وہ پھر آیا اور حمل کیا ابوبکرہ رضی اللہ عنہ نے حدیث کو اپنے عموم پر ہر دو مسلمانوں میں کہ آپس میں لڑیں اپنی تلواروں سے واسطے اکھاڑنے مارنے کے نہیں تو حق یہ ہے کہ وہ محمول ہے اس پر جب کہ ہو قتال ان دونوں سے بغیر تاویل سائغ کے کما قدمنا اور خاص کیا جائے گا یہ پہلے حدیث کے عموم سے ساتھ دلیل اس کی کے کہ خاص ہے بیچ قتال اہل بغی کے اور تحقیق رجوع کیا احنف نے ابوبکرہ کی رائے سے اس معاملے میں اور حاضر ہوا ساتھ علی رضی اللہ عنہ کے باقی لڑائیوں میں۔ (فتح)

۳۰ - حَدَّثَنَا سُلَيْمَانُ بْنُ حَرْبٍ قَالَ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنْ وَاصِلِ الْأَحْدَبِ عَنِ الْمَعْرُوْرِ بْنِ سُوَيْدٍ قَالَ لَقِيْتُ أَبَا ذَرٍّ بِالرَّبَذَةِ وَعَلَيْهِ حُلَّةٌ وَعَلٰى غُلَامِهٖ حُلَّةٌ فَسَأَلْتُهٗ عَنْ ذٰلِكَ فَقَالَ إِنِّيْ سَابَبْتُ رَجُلًا فَعَيَّرْتُهٗ بِأُمِّهٖ فَقَالَ لِيَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَا أَبَا ذَرٍّ أَعَيَّرْتَهٗ بِأُمِّهٖ إِنَّكَ امْرُؤٌ فِيْكَ جَاهِلِيَّةٌ إِخْوَانُكُمْ خَوَلُكُمْ جَعَلَهُمُ اللّٰهُ تَحْتَ أَيْدِيْكُمْ فَمَنْ كَانَ أَخُوْهُ تَحْتَ يَدِهٖ فَلْيُطْعِمْهُ مِمَّا يَأْكُلُ وَلْيُلْبِسْهُ مِمَّا يَلْبَسُ وَلَا تُكَلِّفُوْهُمْ مَا يَغْلِبُهُمْ فَإِنْ كَلَّفْتُمُوْهُمْ فَأَعِيْنُوْهُمْ.

۳۰۔ معرور سے روایت ہے کہ میں ربذہ (ایک جگہ کا نام ہے مدینہ سے تین منزل پر) میں ابوذر رضی اللہ عنہ سے ملا تو وہ حلہ یعنی دو کپڑے چادر اور تہ بند پہنے ہوئے تھے اور اس کا غلام بھی حلہ پہنے ہوئے تھا یعنی دونوں مالک اور غلام کا لباس برابر تھا پس میں نے اس سے برابری کا سبب پوچھا سو ابوذر رضی اللہ عنہ نے کہا کہ میں نے ایک مرد کو ماں کی گالی دی تھی (یعنی یہ کہا تھا کہ تو حبشن کا جنا ہے) سو حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھ کو فرمایا اے ابوذر رضی اللہ عنہ کیا تو نے اس کو ماں کی گالی دی ہے بے شک تو ایسا مرد ہے کہ تجھ میں جہالت کی خو بو ہے تمہارے غلام تمہارے بھائی ہیں یعنی وہ بھی آدم علیہ السلام کی اولاد ہیں اور تمہارے خدمتگار ہیں اللہ نے ان کو تمہارے ہاتھ کے نیچے کر دیا ہے یعنی تم کو ان کا مالک کیا ہے سو جس کا بھائی جس کے ملک میں ہو تو اس کو کھلائے جو آپ کھاتا ہو اور اس کو پہنائے جو آپ پہنتا ہو اور اس پر ایسا بوجھ نہ ڈالو جو ان کو دبا ڈالے پس اگر ان پر کسی سخت کام کا بوجھ ڈالو تو خود بھی ان کی مدد کرو۔

فائدہ: اس حدیث سے معلوم ہوا کہ گالی دینا گناہ ہے اور جہالت کی خو ہے مگر اُس سے آدمی کافر نہیں ہو جاتا پس مطابقت حدیث کی ترجمہ سے ظاہر ہے اور یہ بھی اس حدیث سے معلوم ہوا کہ اپنے غلام یا نوکر کو کوئی بھاری کام نہ بتلائے اگر بتلائے تو خود بھی اس کی مدد کرے یہ جو کہا کہ بے شک تو ایسا مرد ہے کہ تجھ میں جہالت کی خو ہے یعنی خصلت ہے جاہلیت کی خصلتوں میں سے اور ظاہر ہوتا ہے کہ تھا یہ گالی دینا ابوذر رضی اللہ عنہ سے پہلے اس سے کہ اس کے حرام ہونے کو پہچانے پس یہ خصلت جاہلیت کی خصلتوں سے اس میں باقی تھی پس اسی واسطے کہا جیسا کہ روایت کیا ہے اس کو بخاری نے ادب میں کہ میں نے کہ اس وقت میرے بڑھاپے میں فرمایا ہاں گویا کہ تعجب کیا اس نے پوشیدہ رہنے اس کے سے اوپر اپنے باوجود بڑی ہونے عمر اپنی کے پس بیان کیا اس کے واسطے ہونا اس خصلت کا مذموم شرعاً اور تھے ابوذر رضی اللہ عنہ بعد اس کے برابری کرتے اپنے غلام سے پوشاک وغیرہ میں واسطے احتیاط کے اگرچہ حدیث کے لفظ تقاضا کرتے ہیں سلوک کے شرط ہونے کو نہ برابری کرنے کو اور باقی بحث اس کی عتق میں آئے گی اور تحقیق آیا ہے بیچ سبب پہنانے ابوذر رضی اللہ عنہ کے اپنے غلام کو مثل لباس اپنے کی اثر مرفوع جو صریح تر ہے اس سے اور خاص تر ہے روایت کیا ہے اس کو طبرانی نے ابو امامہ رضی اللہ عنہ سے کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ابوذر رضی اللہ عنہ کو ایک غلام دیا سو فرمایا کہ کھلاؤ اس کو جو آپ کھاتا ہے اور پہناؤ اس کو جو آپ پہنتا ہے او زتھا واسطے ابوذر رضی اللہ عنہ کے ایک کپڑا تو اس نے اس کو چیر کر دو ٹکڑے کیا اور آدھا غلام کو دیا سو حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو دیکھا اور پوچھا تو عرض کیا کہ یا حضرت! آپ نے فرمایا کہ کھلاؤ ان کو جو آپ کھاتے ہو اور پہناؤ ان کو جو آپ پہنتے ہو فرمایا ہاں۔

بَابُ ظُلْمٍ دُوْنَ ظُلْمٍ.

باب ہے اس بیان میں کہ بعض قسم ظلم کی اشد ہے بعض سے یعنی ظلم کی کئی قسمیں ہیں بعض بڑی ہیں اور بعض چھوٹی ہیں۔

فائدہ: غرض امام بخاری کی اس باب سے یہ ہے کہ ایمان سوائے عمل کے پورا نہیں ہوتا ہے اور گناہ سے (یعنی سوائے شرک کے) آدمی کافر نہیں ہوتا ہے بلکہ اس کا ایمان ناقص ہو جاتا ہے اور یہ جملہ یعنی ترجمہ حدیث کے لفظ ہے کہ روایت کیا ہے اس کو احمد نے کتاب الایمان میں اور استدلال کیا ہے واسطے اس کے بخاری نے ساتھ حدیث مرفوع کے اور وجہ دلالت کی یہ ہے کہ اصحاب نے سمجھا اللہ کے قول بظلم سے عام ہونا انواع گناہوں کا اور حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ان پر انکار نہ کیا اور سوائے اس کے نہیں کہ بیان کیا کہ مراد ظلم کی سب قسموں سے بڑی قسم ہے اور وہ شرک ہے جیسے کہ ہم اس کو عنقریب واضح کریں گے پس دلالت کی اس نے اس پر کہ واسطے ظلم کے مرتبے ہیں کم وبیش اور مناسبت وارد کرنے اس کے پیچھے اس چیز کے کہ پہلے گزری کہ گناہ سوائے شرک کے نہیں منسوب کیا جاتا صاحب ان کا طرف کفر کی جو خارج کرنے والا ہو اسلام سے اس تقریر پر ظاہر ہے اور خطابی نے کہا تھا شرک نزدیک

اصحاب کے اکبر اس سے کہ نام رکھا جائے ساتھ ظلم کے پس حمل کیا انہوں نے ظلم کو آیت میں اس کے سوا اور ظلم یعنی گناہوں سے سو پوچھا انہوں نے اس سے تو یہ آیت اتری اور خطابی کی اس کلام میں نظر ہے اور جو میرے واسطے ظاہر ہوتا ہے یہ ہے کہ انہوں نے ظلم کو اپنے عموم پر حمل کیا جو شامل ہے شرک کو اور جو اس سے کم ہے اور یہی ہے جس کا تقاضا کرتی ہے کاری گری بخاری کی اور سوائے اس کے کچھ نہیں کہ حمل کیا انہوں نے اس کو اپنے عموم پر اس واسطے کہ قول اس کا بظلم نکرہ ہے نفی کے سیاق میں لیکن عموم اس کا اس جگہ باعتبار ظاہر کے ہے جیسے کہ سمجھا اس کو اصحاب نے اس آیت سے اور تحقیق والے لوگ کہتے ہیں کہ اگر داخل ہو نکرے پر نفی کے سیاق میں وہ چیز کہ تاکید کرتی ہے عموم کو اور قوی کرتی ہے اس کو مانند من کی بیچ قول اس کے کہ ماجاء نی من رجل تو فائدہ دیتی ہے تنصیص عموم کا نہیں تو عموم مستفاد ہے باعتبار ظاہر کے جیسے کہ سمجھا اس کو اصحاب نے اس آیت سے اور بیان کیا واسطے ان کے حضرت ﷺ نے کہ اس کا ظاہر مراد نہیں بلکہ وہ عام اس قسم سے ہے کہ مراد اس کے ساتھ خاص ہے پس مراد ساتھ ظلم کے اعلیٰ ہے سب قسموں اس کی سے اور وہ شرک ہے پس اگر کوئی کہے کہ کہاں سے لازم آتا ہے کہ جو ایمان کو ظلم کے ساتھ ملا دے وہ نہ امن والا ہوتا ہے اور نہ ہدایت یافتہ تاکہ دشوار ہو اوپر ان کے اور سیاق سوائے اس کے نہیں کہ تقاضا کرتا ہے کہ جس سے ظلم نہ پایا جائے پس وہ امن میں ہے اور راہ یافتہ ہے پس کیا چیز ہے جو دلالت کرتی ہے اس کی نفی پر اس شخص سے کہ اس سے ظلم پایا جائے پس جواب یہ ہے کہ مستفاد ہے مفہوم سے اور وہ مفہوم صفت کا ہے یا مستفاد ہے اختصاص سے مقدم کرنے سے واسطے ان کے امن پر یعنی واسطے ان کے امن ہے نہ واسطے غیر ان کے کہ اسی طرح کہا ہے زمخشری نے پس اگر کوئی کہے کہ نہیں لازم آتا قول اس کے سے ﴿اِنَّ الشِّرْكَ لَظُلْمٌ عَظِيْمٌ﴾ کہ شرک کے سوا ظلم نہیں ہوتا تو جواب یہ ہے کہ تنوین ظلم میں واسطے تعظیم کے ہے اور تحقیق بیان کیا ہے شارع نے اس استدلال کو ساتھ آیت دوسری کے پس تقدیر یہ ہے ﴿لَمْ يَلْبِسُوْا اِيْمَانَهُمْ بِظُلْمٍ﴾ یعنی ساتھ شرک کے اس واسطے کہ کوئی ظلم اس سے زیادہ نہیں اور ایک روایت میں یہ صریح آچکا ہے اور محمد بن اسمٰعیل تیمی نے کہا کہ ملنا ایمان کا ساتھ شرک کے متصور نہیں پس مراد یہ ہے کہ نہیں حاصل ہوئیں اس واسطے ان کے دونوں صفتیں کفر کہ متاخر ہو ایمان متقدم سے یعنی مرتد نہیں ہوئے اور احتمال ہے کہ مراد یہ ہو کہ نہیں جمع کیا انہوں نے درمیان ان کے ظاہر اور باطن میں یعنی منافق نہیں ہوئے اور یہ وجہ بہت ٹھیک ہے اسی واسطے بخاری نے اس کے پیچھے منافق کی علامتوں کا باب باندھا اور یہ اس کی عجیب ترتیب سے ہے اور حدیث کے متن میں کئی فائدے ہیں حمل کرنا عموم پر یہاں تک کہ وارد ہو دلیل خصوص کی اور یہ کہ نکرہ نفی کے سیاق میں عام ہوتا ہے اور یہ کہ خاص قاضی ہے عام پر اور مبین مجمل پر اور یہ کہ لفظ حمل کیا جاتا ہے خلاف ظاہر پر واسطے مصلحت دفع تعارض کے اور یہ کہ ظلم کے درجے کم وبیش ہیں جیسے کہ ترجمہ باندھا ہے ساتھ اس کے اور یہ کہ جو اللہ کے ساتھ کسی چیز کو شریک نہ ٹھہرائے پس واسطے اس کے امن ہے اور وہ ہدایت پا گیا ہے پس

اگر کوئی کہے کہ گنہگار کبھی عذاب کیا جاتا ہے پس نہیں وہ امن اور ہدایت پانا جو حاصل ہوا ہے واسطے اس کے تو جواب یہ ہے کہ وہ امن میں ہے ہمیشہ دوزخ میں رہنے سے راہ پا گیا ہے طرف بہشت کی، واللہ اعلم۔ (فتح)

٣١ ـ حَدَّثَنَا اَبُو الْوَلِيْدِ قَالَ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ ح قَالَ حَدَّثَنِي بِشْرٌ قَالَ حَدَّثَنَا مُحَمَّدٌ عَنْ شُعْبَةَ عَنْ سُلَيْمَانَ عَنْ اِبْرَاهِيْمَ عَنْ عَلْقَمَةَ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ قَالَ لَمَّا نَزَلَتْ ﴿اَلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَلَمْ يَلْبِسُوْا اِيْمَانَهُمْ بِظُلْمٍ﴾ قَالَ أَصْحَابُ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَيُّنَا لَمْ يَظْلِمْ فَأَنْزَلَ اللّٰهُ عَزَّ وَجَلَّ ﴿إِنَّ الشِّرْكَ لَظُلْمٌ عَظِيْمٌ﴾.

٣١۔ عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جب یہ آیت اتری کہ جو لوگ ایمان لائے اور نہ ملایا اپنے ایمان کو ساتھ ظلم کے تو ان کو قیامت میں امن ہے تو حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اصحاب نے کہا کہ ہم میں کون ایسا ہے جو ظلم نہیں کرتا تو اللہ نے یہ آیت اتاری کہ تحقیق شرک البتہ بڑا ظلم ہے۔

فائدہ: یعنی اس آیت میں ظلم سے مطلق ہر قسم کا ظلم مراد نہیں بلکہ اس سے مراد شرک ہے جو اعلیٰ قسم کا ظلم ہے پس اقسام ظلم کا کم وبیش ہونا اس سے ثابت ہو گیا جس کی وجہ سے مطابقت حدیث کی ترجمہ کے ساتھ ظاہر ہو گئی۔

بَابُ عَلَامَةِ الْمُنَافِقِ. باب ہے بیان میں نشانی منافق کے۔

فائدہ: مراد اس باب سے یہ ہے کہ ایمان گناہ سے ناقص ہو جاتا ہے جیسے کہ نیکیوں سے بڑھ جاتا ہے اور نفاق کہتے ہیں اس کو ظاہر باطن کے مخالف ہو پس اگر نفاق اعتقاد میں ہو تو اس کو نفاق کفر کا کہتے ہیں اور عمل میں ہو تو اس کو نفاق عمل کا کہتے ہیں جب پہلے بیان کیا کہ کفر کے مراتب کم وبیش ہیں اور اسی طرح ظلم بھی تو اس کے پیچھے یہ بیان کیا کہ نفاق بھی اسی طرح ہے شیخ محی الدین نے کہا کہ مراد بخاری کی ساتھ اس ترجمہ کے یہ ہے کہ گناہ ایمان کو کم کرتے ہیں جیسے کہ بندگی اس کو زیادہ کرتی ہے اور کرمانی نے کہا کہ مناسبت اس باب کے واسطے کتاب ایمان کے یہ ہے کہ نفاق نشانی ہے نہ ہونے ایمان کی یا اس واسطے کہ تا کہ معلوم ہو اس سے کہ بعض نفاق کفر ہے سوائے بعض کے اور نفاق لغت میں مخالف ہونا باطن کا ہے واسطے ظاہر کے پس اگر ہو بیچ اعتقاد ایمان کے تو وہ نفاق کفر ہے نہیں تو نفاق عمل کا ہے اور داخل ہوتا ہے اس میں فعل اور ترک اور کم وبیش ہوتے ہیں درجے اس کے۔ (فتح)

٣٢ ـ حَدَّثَنَا سُلَيْمَانُ اَبُو الرَّبِيْعِ قَالَ حَدَّثَنَا اِسْمٰعِيْلُ بْنُ جَعْفَرٍ قَالَ حَدَّثَنَا نَافِعُ بْنُ مَالِكِ ابْنِ اَبِيْ عَامِرٍ اَبُوْ سُهَيْلٍ عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

٣٢۔ ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ پتہ منافق کا تین چیزیں ہیں ایک تو یہ جب بات کہے تو جھوٹ بولے دوسری یہ کہ جب قول اور اقرار کرے تو اس کے خلاف کرے تیسری یہ کہ جب اس کے پاس امانت رکھی جائے

قَالَ اٰيَةُ الْمُنَافِقِ ثَلَاثٌ إِذَا حَدَّثَ كَذَبَ وَإِذَا وَعَدَ أَخْلَفَ وَإِذَا اؤْتُمِنَ خَانَ.

جائے تو اس میں خیانت کرے۔

فائدہ: پس اگر کہا جائے کہ ظاہر حدیث کا حصر ہے تین میں پس کس طرح آیا ہے دوسری حدیث میں ذکر چار خصلتوں کا تو جواب یہ ہے کہ دونوں حدیثوں میں تعارض نہیں اس واسطے کہ نہیں لازم آتا شمار کرنے خصلت مذمومہ کے سے جو دلالت کرنے والی ہے اوپر کمال نفاق کے ہونا اس کا علامت اوپر نفاق کے واسطے اس احتمال کے کہ ہوں علامتیں دلالت کرنے والیں اوپر اصل نفاق کے اور خصلت زیادہ جب نسبت کی جائے طرف اس کی تو کمال ہوتا ہے ساتھ اس کے خلوص نفاق کا علاوہ ازیں مسلم کی روایت میں وہ چیز ہے جو دلالت کرتی ہے اوپر ارادہ عدم حصر کے کہ اس کے لفظ یہ ہیں من علامة المنافق ثلث اور جب حمل کیا جائے لفظ پہلے اوپر اس کے تو نہیں وارد ہوتا سوال پس ہوگی یہ بات کہ بعض علامتوں کی بعض وقت میں خبر دی اور دوسرے وقت میں دوسری علامتوں کی خبر دی اور وجہ اختصار کی ان تین علامتوں پر یہ ہے کہ وہ خبر دینے والی ہیں اس چیز کی کہ ان کے سوا ہیں اس واسطے کہ اصل دیانت کی تین چیزوں میں بند ہے قول اور فعل اور نیت میں پس تنبیہ کی اوپر فاسد ہونے قول کے ساتھ جھوٹ کے اور اوپر فاسد ہونے فعل کے ساتھ خیانت کے اور اوپر فاسد ہونے نیت کے ساتھ خلاف کرنے وعدے کے اس واسطے کہ خلاف کرنا وعدے کا نہیں قدح کرتا مگر جب کہ ہو نیت اوپر خلاف وعدے کے جوڑی گئی ساتھ وعدے کے لیکن جب کہ ہو نیت وعدے کے وفا کرنے کی پھر اس کو کوئی مانع پیش آئے یا اس کے واسطے کوئی رائے ظاہر ہو تو اس سے نفاق کی صورت نہیں پائی گئی کہا ہے اس کو غزالی نے احیاء میں اور شہادت دیتی ہے واسطے اس کے وہ چیز جو طبرانی نے سلمان سے روایت کی ہے کہ جب وعدے کرے اور حالانکہ وہ اس کے دل میں نیت ہو کہ وہ وعدہ خلاف کرے گا اور اسی طرح باقی خصلتوں میں کہا اور ایک روایت میں ہے کہ جب وعدہ کرے مرد اپنے بھائی سے اور اس کی نیت یہ ہو کہ اس کے واسطے وعدہ پورا کرے گا پھر نہ پورا کیا تو نہیں اس پر گناہ اور مراد ساتھ وعدے کے حدیث میں وعدہ کرنا ساتھ خیر کے ہے اور اوپر بدی پس مستحب ہے خلاف کرنا اس کا اور کبھی واجب ہوتا ہے جب تک کہ نہ مترتب ہو اوپر ترک جاری کرنے اس کے کہ کوئی فساد اور اوپر جھوٹ حدیث میں پس مالک سے حکایت ہے کہ وہ پوچھے گئے اس شخص سے کہ تجربہ کیا گیا ہے اس پر جھوٹ کا پس کہا کہ شاید اس نے خبر دی ہو اپنی خوشی سے جو اس کے واسطے پہلے گزری پس مبالغہ کیا اس کے بیان میں پس یہ ضرر نہیں کرتا اور سوائے اس کے کچھ نہیں کہ ضرر تو وہ کرتا ہے جو بیان کرے چیزوں کو خلاف واقعہ کے جھوٹ کی نیت سے نووی نے کہا کہ ایک جماعت علماء نے اس حدیث کو مشکل گنا ہے اس اعتبار سے کہ یہ خصلتیں کبھی پائی جاتی ہیں مسلمان میں کہ اجماع ہیں اوپر عدم حکم کے ساتھ کفر اس کے کی اور نہیں ہے اس میں کچھ اشکال بلکہ اس کے معنی صحیح ہیں اور جو چیز کہ تحقیق والوں نے کہی ہے یہ ہے کہ معنی اس کے یہ

ہیں کہ یہ خصلتیں نفاق کی ہیں اور جس میں یہ خصلتیں پائی جائیں وہ منافقوں کے مشابہ اور مانند ہے ان خصلتوں میں اور عادت کرنے والا ہے ساتھ خوان کی کے میں کہتا ہوں کہ محصل اس جواب کا حمل کرنا تسمیہ میں ہے اوپر مجاز کے یعنی جس میں یہ خصلتیں پائی جائیں وہ منافقوں کی مانند ہیں اور یہ بنا براس کے ہے کہ نفاق سے مراد نفاق کفر ہے اور تحقیق کہا گیا ہے جواب میں کہ مراد ساتھ نفاق کے نفاق عمل ہے کما قدمنا اور ساتھ اسی کے راضی ہوا ہے قرطبی اور استدلال کیا گیا ہے واسطے اس کے ساتھ قول عمر رضی اللہ عنہ کے واسطے حذیفہ رضی اللہ عنہ کے کہ کیا تو جانتا ہے مجھ میں کوئی چیز نفاق سے پس نہیں ارادہ کیا اس نے ساتھ اس کے نفاق کفر کا اور سوائے اس کے نہیں کہ مراد اس کی نفاق عمل کا ہے اور تائید کرتا ہے اس کی وصف کرنا اس کا ساتھ خالص کے دوسری حدیث میں ساتھ قول اپنے کے کان منافقا خالصا اور بعض کہتے ہیں کہ مراد ساتھ بولنے نفاق کے ڈرانا ہے ان خصلتوں کے اختیار کرنے سے اور یہ کہ اس کا ظاہر مراد نہیں اور ساتھ اس کے راضی ہوا ہے خطابی اور کہا کہ احتمال ہے کہ مراد وہ ہو جس کی یہ عادت ہوگئی ہو اور بعض کہتے ہیں کہ یہ محمول ہے اس کے حق میں جس پر یہ خصلتیں غالب ہوگئی ہوں اور اس کو آسان جانے اور ان کے عمل کو ہلکا سمجھے پس تحقیق جو ایسا ہو وہ اکثر اوقات فاسد اعتقاد ہوتا ہے اور یہ سب جواب اس پر مبنی ہیں کہ لام المنافق میں واسطے جنس کے ہے اور بعض دعوے کرتے ہیں کہ وہ واسطے عہد کے ہے پس کہا کہ حدیث وارد ہوئی ہے بیچ حق شخص معین کے یا بیچ منافقوں کے جو حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں تھے اور تمسک کیا ہے ان بعض نے ساتھ حدیثوں ضعیف کے کہ اس باب میں آئی ہیں اگر ثابت ہو اس سے کوئی چیز تو البتہ متعین ہوگا پھرنا طرف اس کی اور سب جوابوں سے عمدہ تر جواب وہ ہے جس سے راضی ہوا ہے قرطبی۔ (فتح)

٣٣ ـ حَدَّثَنَا قَبِيصَةُ بْنُ عُقْبَةَ قَالَ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ عَنِ الْأَعْمَشِ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ مُرَّةَ عَنْ مَسْرُوْقٍ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عَمْرٍو أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ أَرْبَعٌ مَنْ كُنَّ فِيْهِ كَانَ مُنَافِقًا خَالِصًا وَمَنْ كَانَتْ فِيْهِ خَصْلَةٌ مِّنْهُنَّ كَانَتْ فِيْهِ خَصْلَةٌ مِّنَ النِّفَاقِ حَتّٰى يَدَعَهَا إِذَا اؤْتُمِنَ خَانَ وَإِذَا حَدَّثَ كَذَبَ وَإِذَا عَاهَدَ غَدَرَ وَإِذَا خَاصَمَ فَجَرَ تَابَعَهُ شُعْبَةُ عَنِ الْأَعْمَشِ.

۳۳۔ عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ تحقیق نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا چار چیزیں ہیں جس میں وہ چار ہوں گی وہ نرا منافق ہے اور جس میں ان چاروں سے ایک خصلت ہوگی تو اس میں ایک ہی نفاق کی خصلت ہے یہاں تک کہ اس کو چھوڑ دے ایک یہ کہ جب اس کے پاس امانت رکھی جائے تو اس میں خیانت کرے دوسری یہ کہ جب بات کہے تو جھوٹ بولے تیسری یہ کہ جب قول اقرار کرے تو اس کے خلاف کرے چوتھی یہ کہ جب جھگڑا اور گفتگو کرے تو گالی دے اور ناحق پر چلے۔

بَابُ قِيَامِ لَيْلَةِ الْقَدْرِ مِنَ الْإِيْمَانِ.

باب شب قدر کی رات میں کھڑا ہونا یعنی جاگنا ایمان

سے ہے یعنی ایمان کی علامتوں سے ہے۔

فائدہ: جب بیان کیں علامتیں نفاق کی اور قباحت ان کی تو رجوع کیا طرف نشانیوں ایمان کے اور خوبی ان کی کے اس واسطے کہ کلام اوپر متعلقات ایمان کے مقصود بالا صالت یہی ہے اور سوائے اس کے نہیں کہ ذکر کرتا ہے اس کے غیر کے متعلقات کو واسطے موافقت کے پھر رجوع کیا پس ذکر کیا کہ قیام شب قدر کا اور قیام رمضان کا اور روزہ رمضان کا ایمان سے ہے۔ (فتح)

٣٤ ـ حَدَّثَنَا اَبُو الْيَمَانِ قَالَ اَخْبَرَنَا شُعَيْبٌ قَالَ حَدَّثَنَا اَبُو الزِّنَادِ عَنِ الْاَعْرَجِ عَنْ أَبِيْ هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ يَّقُمْ لَيْلَةَ الْقَدْرِ إِيْمَانًا وَّاحْتِسَابًا غُفِرَ لَهٗ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِهٖ.

۳۴۔ ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو شخص ایمان سے اور ثواب کے واسطے شب قدر میں جاگے گا اور نماز پڑھے گا تو اس کے پہلے گناہ معاف ہو جائیں گے۔

بَابُ الْجِهَادِ مِنَ الْاِيْمَانِ. باب یعنی جہاد کرنا ایمان کی علامتوں میں سے ہے۔

فائدہ: وارد کیا ہے اس باب کو درمیان قیام شب قدر کے اور درمیان قیام رمضان کے اور اس کے روزے کے پس لیکن مناسبت وارد کرنے اس کے کہ فی الجملہ پس واضح ہے واسطے مشترک ہونے اس کے کی بیچ ہونے اس کے ایمان کی خصلتوں سے اور اوپر وارد کرنا اس کا درمیان ان دونوں بابوں کے باوجود یہ کہ تعلق ایک کا دوسرے سے ظاہر ہے پس واسطے نکتہ کے نہیں دیکھتا میں کہ کسی نے اس کے واسطے تعرض کیا ہو بلکہ کرمانی نے کہا کہ اس کی یہ کاریگری دلالت کرتی ہے کہ نظر مقطوع ہے غیر اس مناسبت سے یعنی مشترک ہونا اس کا بیچ ہونے اس کے کی ایمان کی خصلتوں سے اور میں کہتا ہوں کہ بلکہ قیام شب قدر کا اگرچہ مناسبت اس کی ساتھ قیام رمضان کے ظاہر ہے لیکن واسطے حدیث کے جس کو باب الجہاد میں وارد کیا ہے مناسبت ہے ساتھ تلاش کرنے شب قدر کے نہایت عمدہ اس واسطے کہ تلاش شب قدر کی چاہتی ہے محافظت زائدہ کو اور مجاہدے تام کو اور باوجود اس کے کبھی موافق پڑتا ہے اس کو اول اور اسی طرح مجاہد تلاش کرتا ہے شہادت کو اور قصد کرتا ہے کہ اللہ کا بول بالا ہو اور کبھی حاصل ہوتا ہے اس کے واسطے یہ اول تو دونوں مناسب ہیں اس میں کہ دونوں سے ہر ایک میں مجاہدہ ہے اور اس میں کہ ہر ایک دونوں میں سے کبھی حاصل ہوتا ہے مقصود اصلی واسطے صاحب اس کے کی اول پس کھڑا ہونے والا واسطے تلاش شب قدر کے ثواب دیا گیا ہے پس اگر شب قدر کے موافق پڑ جائے تو اس کو بڑا ثواب حاصل ہوتا ہے اور مجاہد واسطے تلاش کرنے شہادت کے ثواب دیا گیا ہے پس اگر اس کے موافق پڑ جائے تو اس کو بہت ثواب حاصل ہوتا ہے اور اشارہ کرتا ہے طرف اس کی آرزو کرنا حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا شہادت کو ساتھ قول اپنے کی کہ البتہ میں دوست رکھتا ہوں اس کو کہ اللہ کی راہ میں مارا جاؤں

پس ذکر کی بخاری نے فضیلت جہاد کی واسطے اس کی موافقت کے پھر پھرا طرف قیام رمضان کی اور وہ بہ نسبت قیام شب قدر کی عام ہے بعد خاص کے پھر ذکر کیا بعد اس کے باب روزے کا اس واسطے کہ روزہ ترکوں سے ہے پس مؤخر کیا اس کو قیام سے اس واسطے کہ وہ افعال سے ہے اور اس واسطے کہ رات دن سے پہلے ہے اور شاید اس نے اشارہ کیا ہے کہ قیام مشروع ہے پہلی رات میں مہینے سے برخلاف بعض کے۔ (فتح)

٣٥ ۔ حَدَّثَنَا حَرَمِيُّ بْنُ حَفْصٍ قَالَ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْوَاحِدِ قَالَ حَدَّثَنَا عُمَارَةُ قَالَ حَدَّثَنَا أَبُو زُرْعَةَ بْنُ عَمْرِو بْنِ جَرِيْرٍ قَالَ سَمِعْتُ أَبَا هُرَيْرَةَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ انْتَدَبَ اللّٰهُ عَزَّوَجَلَّ لِمَنْ خَرَجَ فِيْ سَبِيْلِهٖ لَا يُخْرِجُهٗ إِلَّا إِيْمَانٌ بِيْ وَتَصْدِيْقٌ بِرُسُلِيْ أَنْ أُرْجِعَهٗ بِمَا نَالَ مِنْ أَجْرٍ أَوْ غَنِيْمَةٍ أَوْ أُدْخِلَهُ الْجَنَّةَ وَلَوْلَا أَنْ أَشُقَّ عَلٰى أُمَّتِيْ مَا قَعَدْتُ خَلْفَ سَرِيَّةٍ وَلَوَدِدْتُ أَنِّيْ أُقْتَلُ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ ثُمَّ أُحْيَا ثُمَّ أُقْتَلُ ثُمَّ أُحْيَا ثُمَّ أُقْتَلُ.

٣٥۔ ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت ﷺ نے فرمایا کہ ضامن ہوگیا ہے اللہ غالب اور بزرگ اُس شخص کا جو اس کے راہ میں جہاد کو نکلا نہ نکالا ہو اس کو مگر ایمان لانے ساتھ اللہ کے اور اس کے رسولوں کی تصدیق نے یعنی محض اللہ کی رضا مندی چاہنے کے واسطے نکلا دنیا کے واسطے یا دکھلانے کے واسطے نہیں نکلا اللہ ضامن ہوا اس بات کا کہ پھر لاؤں گا میں اس کو ساتھ اس کے جو پایا ہے ثواب سے یا غنیمت سے یا کہ اس کو بہشت میں داخل کروں گا اور اگر اپنی امت پر مشکل نہ جانتا تو میں کسی لشکر سے پیچھے نہ رہتا اور البتہ میں دوست رکھتا ہوں اس بات کو کہ اللہ کی راہ میں قتل کیا جاؤں پھر زندہ کیا جاؤں پھر قتل کیا جاؤں پھر زندہ کیا جاؤں پھر قتل کیا جاؤں۔

بَابُ تَطَوُّعِ قِيَامِ رَمَضَانَ مِنَ الْإِيْمَانِ.

باب رمضان کی راتوں میں ثواب کے واسطے جاگنا اور نفل پڑھنا ایمان سے ہے یعنی ایمان کی ایک شاخ ہے

٣٦ ۔ حَدَّثَنَا إِسْمٰعِيْلُ قَالَ حَدَّثَنِيْ مَالِكٌ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ عَنْ حُمَيْدِ ابْنِ عَبْدِالرَّحْمٰنِ عَنْ أَبِيْ هُرَيْرَةَ أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ مَنْ قَامَ رَمَضَانَ إِيْمَانًا وَّاحْتِسَابًا غُفِرَ لَهٗ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِهٖ.

٣٦۔ ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ تحقیق حضرت ﷺ نے فرمایا کہ جو شخص ایمان اور ثواب کے واسطے رمضان میں جاگے گا اور نفل پڑھے گا تو اس کے پہلے گناہ سب معاف ہو جائیں گے۔

بَابُ صَوْمِ رَمَضَانَ اِحْتِسَابًا مِّنَ الْإِيْمَانِ.

باب رمضان کا روزہ رکھنا ثواب کے واسطے ایمان سے ہے یعنی ایمان کی ایک بڑی شاخ ہے۔

۳۷ ـ حَدَّثَنَا ابْنُ سَلَامٍ قَالَ اَخْبَرَنَا مُحَمَّدُ بْنُ فُضَيْلٍ قَالَ حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ سَعِيْدٍ عَنْ اَبِيْ سَلَمَةَ عَنْ أَبِيْ هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ صَامَ رَمَضَانَ إِيْمَانًا وَّاحْتِسَابًا غُفِرَ لَهٗ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِهٖ.

۳۷۔ ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جس نے ایمان سے اور ثواب کے واسطے رمضان کا روزہ رکھا تو اس کے اگلے گناہ سب معاف ہو جائیں گے۔

بَابٌ اَلدِّيْنُ يُسْرٌ.

باب اس بیان میں کہ دین آسان ہے (یعنی اس میں سختی نہیں ہے)۔

فائدہ: یعنی دین اسلام آسانی والا ہے نام رکھا گیا دین کا یسر یعنی آسان واسطے مبالغہ کے بہ نسبت پہلے دینوں کی اس واسطے کہ اللہ نے دور کیا ہے بوجھ کو جو پہلی امتوں پر تھا اور اس کی مثالوں سے زیادہ تر واضح مثال یہ ہے کہ تحقیق توبہ ان کی تھی ساتھ قتل کرنے اپنی جانوں کے یعنی ان کی توبہ یہی تھی کہ اپنے تئیں مار ڈالیں اور توبہ اس امت کی ساتھ چھوڑ دینے گناہ کے ہے اور قصد کے کہ آئندہ نہ کروں گا اور نادم ہونے کی اور یہ جو کہا کہ بہت پیارا دین تو مراد خصلتیں دین کی ہیں اس واسطے کہ دین کی خصلتیں سب محبوب ہیں لیکن جو ان سے آسان ہو پس وہ اللہ کے نزدیک بہت پیاری ہے اور دلالت کرتی ہے اس پر جو احمد نے روایت کیا ہے کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ بہتر تمہارے دین میں سے چیز ہے جو آسان ہے یا دین جنس ہے یعنی اللہ کے نزدیک سب دینوں سے بہت پیارا دین ابراہیمی ہے اور مراد ساتھ دینوں کے پہلی امتوں کی شریعتیں ہیں اور حنیف سنت میں وہ شخص ہے جو ابراہیم کے دین پر ہو اور نام رکھا گیا ابراہیم علیہ السلام کا حنیف واسطے پھرنے اس کی کے باطل سے طرف حق کے اس واسطے کہ اصل حنیف کے معنی میل کے ہیں اور سمجھ کے معنی ہیں آسان یعنی وہ مبنی ہے سہولت پر قول اللہ تعالیٰ کے ﴿وَمَا جَعَلَ عَلَيْكُمْ فِي الدِّيْنِ مِنْ حَرَجٍ مِلَّةَ اَبِيْكُمْ اِبْرَاهِيْمَ﴾ یعنی نہیں گردانا گیا تم پر دین میں کوئی حرج یہ دین تمہارے باپ ابراہیم علیہ السلام کا ہے اور اس حدیث کو امام بخاری نے اس کتاب میں مسند نہیں کیا اس واسطے کہ وہ اس کی شرط پر نہیں اور یہ جو فرمایا کہ جو دین کو سخت پکڑے گا وہ مغلوب ہو جائے گا تو ابن منیر نے کہا کہ اس میں نشانی ہے نبوت کی نشانیوں سے پس تحقیق ہم نے دیکھا اور ہم سے پہلے اور لوگوں نے بھی دیکھا کہ جو دین کے کام میں زیادتی کرتا ہے اور مشکل عبادت کو اختیار کرتا ہے تو وہ دین کے کام سے بالکل عاجز ہو جاتا ہے اور نہیں مراد ہے منع طلب اکمل کی عبادت میں اس واسطے کہ یہ عمدہ کاموں سے ہے بلکہ مراد منع کرنا افراط اور زیادتی سے ہے جو پہنچانے والی ہے طرف ملال اور تھک جانے کی یا مبالغہ کرنا ہے نفل نماز میں جو پہنچائے طرف ترک افضل کی یا مراد نکال دینا فرض کا اپنے وقت سے مانند اس شخص کی

جو تمام رات نماز پڑھتا رہے یہاں تک کہ اس پر نیند غالب ہو جائے پچھلی رات میں پس سو جائے فجر کی نماز سے جماعت میں یا یہاں تک کہ وقت مختار نکل جائے یا سورج نکل آئے پس نماز کا وقت فوت ہو جائے اور ایک روایت میں ہے کہ ہرگز نہیں پہنچو گے تم اس امر کو یعنی دین کو ساتھ غالب ہونے کے اور بہتر دین تمہارا آسان ہے اور کبھی اس سے مستفاد ہوتا ہے اشارہ طرف پکڑنے کی ساتھ رخصت شرعیہ کے پس تحقیق لینا عزیمت یعنی اولویت کو رخصت کی جگہ میں افراط ہے مانند اس شخص کی جو ترک کرے تیمم کو وقت عاجز ہونے کے پانی کے استعمال کرنے سے پس پہنچادے استعمال کرنا اس کا طرف ضرر کی اور مدد چاہو ساتھ سیر فجر کے یعنی مدد چاہو اوپر ہمیشگی عبادت کے ساتھ واقع کرنے اس کی کہ نشاط اور خوش دلی کے وقتوں میں اور غدوہ اول دن کی سیر کو کہتے ہیں اور روحہ اُس سیر کو کہتے ہیں جو زوال کے بعد ہو اور دلجہ پچھلے دن کی سیر کو کہتے ہیں اس واسطے کہ رات کا عمل دن کے عمل سے دشوار ہے اور یہ وقت مسافر کے وقتوں سے نہایت اطیب ہوتے ہیں یعنی مسافر ان میں بہت خوش دل ہوتا ہے اور شاید حضرت ﷺ نے خطاب کیا ہے مسافر کو پس تنبیہ کی اس کو اس کی خوش دلی کے وقتوں پر اس واسطے کہ مسافر جب تمام رات دن چلے تو عاجز ہو جاتا ہے اور منقطع ہو جاتا ہے اور جب قصد کرے چلنے کا ان نشاط کے وقتوں میں تو ممکن ہوتی ہے اس کو ہمیشگی بغیر مشقت کے اور خوبی اس استعارے کی یہ ہے کہ دنیا حقیقت میں گھر نقل کرنے کا ہے طرف آخرت کی اور یہ کہ خاص کر ان وقتوں میں بدن بہت راحت والا ہے واسطے عبادت کے اور قصد کے معنی ہیں میانہ امر کو اختیار کرنا اور مناسبت وارد کرنے بخاری کی اس حدیث کو پیچھے ان حدیثوں سے کہ اس سے پہلے ہیں ظاہر اس اعتبار سے کہ وہ بغل گیر ہے ترغیب کو قیام اور روزے اور جہاد میں پس ارادہ کیا بخاری نے یہ کہ بیان کرے کہ جو اس کے ساتھ عمل کرے اس کے واسطے یہ ہے کہ نہ مشقت میں ڈالے اپنی جان کو اس طور سے کہ عاجز ہو جائے اور عمل سے بالکل رہ جائے بلکہ عمل کرے نرمی اور آہستگی سے تا کہ ہمیشہ رہے عمل اس کا اور بند نہ ہو پھر پھرا طرف بیان کرنے ان حدیثوں کے جو دلالت کرتی ہیں کہ اعمال صالح ایمان سے معدود ہیں پس کہا کہ نماز ایمان ہے۔ (فتح)

وَقَوْلُ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَحَبُّ الدِّيْنِ إِلَى اللّٰهِ الْحَنِيْفِيَّةُ السَّمْحَةُ.

حضرت ﷺ نے فرمایا کہ اللہ کے نزدیک سب سے بہت پیارا دین ابراہیمی ہے جو سچا اور سہل اور آسان ہے

٣٨ - حَدَّثَنَا عَبْدُ السَّلَامِ بْنُ مُطَهَّرٍ قَالَ حَدَّثَنَا عُمَرُ بْنُ عَلِيٍّ عَنْ مَعْنِ ابْنِ مُحَمَّدٍ الْغِفَارِيِّ عَنْ سَعِيْدِ بْنِ أَبِيْ سَعِيْدٍ الْمَقْبُرِيِّ عَنْ أَبِيْ هُرَيْرَةَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ إِنَّ الدِّيْنَ يُسْرٌ وَلَنْ يُشَادَّ

٣٨۔ ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت ﷺ نے فرمایا کہ دین سہل اور آسان ہے اور جو دین کو سخت پکڑے گا اور بھاری عادتوں کو اختیار کرے گا تو وہ مغلوب ہو جائے گا (یعنی دین کے کاموں سے عاجز ہو جائے گا اور بالکل رہ جائے گا) پس میانہ روی اختیار کرو اور قربت چاہو اور خوشخبری لو ثواب کی

الدِّيْنَ اَحَدٌ اِلَّا غَلَبَهٗ فَسَدِّدُوْا وَقَارِبُوْا وَاَبْشِرُوْا وَاسْتَعِيْنُوْا بِالْغَدْوَةِ وَالرَّوْحَةِ وَشَيْءٍ مِّنَ الدُّلْجَةِ.

اور مدد چاہو ساتھ سیر کرنے کے فجر کو اور شام کو اور آخر رات میں۔

فائدہ: یعنی ان اوقات میں اپنی جانوں کو آرام دیا کرو اور راحت پہنچایا کرو۔

بَابٌ اَلصَّلَاةُ مِنَ الْاِيْمَانِ وَقَوْلُ اللّٰهِ تَعَالٰى ﴿وَمَا كَانَ اللّٰهُ لِيُضِيْعَ اِيْمَانَكُمْ﴾ يَعْنِيْ صَلَاتَكُمْ عِنْدَ الْبَيْتِ.

باب نماز ایمان سے ہے یعنی ایمان کی ایک بڑی شاخ ہے اور قول اللہ تعالیٰ کا نہیں ہے اللہ کہ ضائع کرے تمہارے ایمانوں کو یعنی نماز کو تمہاری جو تم نے بیت المقدس کی طرف پڑھی ہے۔

فائدہ: غرض اس سے یہ ہے کہ اس آیت میں ایمان سے مراد نماز ہے واسطے اطلاق کرنے اسم کل کے اوپر جز کے اور یہ جو کہا کہ اللہ تمہارے ایمان کو ضائع نہیں کرے گا یعنی تمہاری نماز کو جو بیت المقدس کی طرف پڑھی ہے بنا بر اس کے پس قول بخاری کا عند البیت مشکل ہے اور نہیں ہے خاص ہونا واسطے اس کے ساتھ ہونے اس کے کہ نزدیک خانے کعبے کے اور بعض کہتے ہیں کہ اس میں تصحیف ہے اور صواب یہ ہے کہ نماز تمہاری واسطے غیر خانے کعبے کے اور میرے نزدیک اس میں تصحیف نہیں بلکہ وہ صواب ہے اور مقاصد بخاری کے ان امروں میں دقیق ہیں اور اس کا بیان یہ ہے کہ اختلاف کیا ہے علماء نے اس جہت میں کہ تھے حضرت ﷺ متوجہ ہوتے طرف اس کی واسطے نماز کے جس حالت میں کہ آپ مکہ میں تھے سو ابن عباس رضی اللہ عنہما وغیرہ نے کہا کہ بیت المقدس کی طرف نماز پڑھتے تھے لیکن خانہ کعبہ کی طرف پیٹھ نہ کرتے تھے بلکہ کرتے تھے اس کو درمیان اپنے اور درمیان بیت المقدس کے اور مطلق کہا ہے اور لوگوں نے کہ تھے نماز پڑھتے طرف بیت المقدس کی اور دوسرے لوگوں نے کہا کہ تھے نماز پڑھتے طرف خانہ کعبہ کی پھر جب ہجرت کر کے مدینے میں تشریف لائے تو بیت المقدس کی طرف نماز پڑھنے لگے اور یہ ضعیف ہے اور لازم آتا ہے اس سے دعویٰ نسخ کا دوبار اور پہلا قول زیادہ ترجیح ہے اس واسطے کہ وہ جامع ہے دونوں قولوں کو اور تحقیق صحیح کہا ہے اس کو حاکم وغیرہ نے ابن عباس رضی اللہ عنہما کی حدیث سے اور شاید بخاری نے اشارہ کیا ہے طرف یقین کرنے کی ساتھ اصح قول کے یعنی نماز جب کہ تھے نزدیک خانے کعبے کے تو تھی طرف بیت المقدس کی اور اقتصار کیا اس پر واسطے کفایت کرنے کے ساتھ اولویت کے اس واسطے کہ نماز ان کی طرف غیر جہت خانہ کعبے کی اور حالانکہ وہ خانے کعبے کے پاس تھی جبکہ نہ ضائع ہوئی تو لائق تر ہے یہ کہ نہ ضائع ہو جب کہ اس سے دور ہوں پس تقدیر کلام کی یہ ہے کہ نماز تمہاری جو تم نے خانے کعبے کے نزدیک بیت المقدس کی طرف پڑھی ہے۔ (فتح)

۳۹ ۔ حَدَّثَنَا عَمْرُو بْنُ خَالِدٍ اَخْبَرَنَا زُهَيْرٌ

۳۹۔ براء رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ تحقیق رسول اللہ ﷺ جب

قَالَ اَخْبَرَنَا اَبُوْ اِسْحَاقَ عَنِ الْبَرَآءِ بْنِ عَازِبٍ اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ اَوَّلَ مَا قَدِمَ الْمَدِيْنَةَ نَزَلَ عَلٰى اَجْدَادِهٖ اَوْ قَالَ اَخْوَالِهٖ مِنَ الْاَنْصَارِ وَاَنَّهٗ صَلّٰى قِبَلَ بَيْتِ الْمَقْدِسِ سِتَّةَ عَشَرَ شَهْرًا اَوْ سَبْعَةَ عَشَرَ شَهْرًا وَكَانَ يُعْجِبُهٗ اَنْ تَكُوْنَ قِبْلَتُهٗ قِبَلَ الْبَيْتِ وَاَنَّهٗ صَلّٰى اَوَّلَ صَلَاةٍ صَلَّاهَا صَلَاةَ الْعَصْرِ وَصَلّٰى مَعَهٗ قَوْمٌ فَخَرَجَ رَجُلٌ مِّمَّنْ صَلّٰى مَعَهٗ فَمَرَّ عَلٰى اَهْلِ مَسْجِدٍ وَهُمْ رَاكِعُوْنَ فَقَالَ اَشْهَدُ بِاللّٰهِ لَقَدْ صَلَّيْتُ مَعَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قِبَلَ مَكَّةَ فَدَارُوْا كَمَا هُمْ قِبَلَ الْبَيْتِ وَكَانَتِ الْيَهُوْدُ قَدْ اَعْجَبَهُمْ اِذْكَانَ يُصَلِّیْ قِبَلَ بَيْتِ الْمَقْدِسِ وَاَهْلُ الْكِتَابِ فَلَمَّا وَلّٰى وَجْهَهٗ قِبَلَ الْبَيْتِ اَنْكَرُوْا ذٰلِكَ قَالَ زُهَيْرٌ حَدَّثَنَا اَبُوْ اِسْحَاقَ عَنِ الْبَرَآءِ فِیْ حَدِيْثِهٖ هٰذَا اَنَّهٗ مَاتَ عَلَى الْقِبْلَةِ قَبْلَ اَنْ تُحَوَّلَ رِجَالٌ وَقُتِلُوْا فَلَمْ نَدْرِ مَا نَقُوْلُ فِيْهِمْ فَاَنْزَلَ اللّٰهُ تَعَالٰى ﴿وَمَا كَانَ اللّٰهُ لِيُضِيْعَ اِيْمَانَكُمْ﴾.

اول مدینے میں تشریف لائے تو اپنے ننہیال میں یا کہا اپنے ماموں کے پاس اترے اور تحقیق حضرت ﷺ نے نماز پڑھی بیت المقدس کی طرف سولہ یا سترہ مہینے تک اور حضرت ﷺ کو پسند آتا تھا کہ آپ کا قبلہ کعبہ کی طرف ہو اور تحقیق آپ نے سب سے پہلے نماز جو مکہ کی طرف پڑھی وہ عصر کی نماز تھی اور نماز پڑھی ساتھ آپ کے ایک قوم نے سو نکلا ایک مرد اُن لوگوں سے جنہوں نے حضرت ﷺ کے ساتھ نماز پڑھی تھی اور ایک مسجد والوں پر گزرا اور حالانکہ وہ نماز پڑھ رہے تھے پس کہا اس شخص نے کہ میں اللہ کے ساتھ گواہی دیتا ہوں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کے ساتھ کعبے کی طرف نماز پڑھی ہے سو بدستور وہ لوگ کعبے کی طرف گھوم گئے اور حضرت ﷺ کا بیت المقدس کی طرف نماز پڑھنا یہود اور اہلِ کتاب کو اچھا معلوم ہوتا تھا سو جب حضرت ﷺ نے اپنا منہ کعبے کی طرف پھیرا یعنی مکہ کی طرف نماز پڑھنی شروع کی تو یہود کو بہت برا معلوم ہوا کہا زہیر نے کہ حدیث بیان کی ہم سے ابواسحاق نے وہ روایت کرتے ہیں براء رضی اللہ عنہ سے اسی حدیث میں کہ قبلہ بیت المقدس پر اس کے بدلنے سے پہلے کئی آدمی مر گئے اور مقتول ہوئے تھے سو ہم نہیں جانتے تھے کہ ان کے حق میں کیا کہیں (یعنی ان کی نمازیں صحیح ہوئیں یا نہیں) پس اتارا اللہ تعالیٰ نے اس آیت کو ﴿وَمَا كَانَ اللّٰهُ لِيُضِيْعَ اِيْمَانَكُمْ﴾ یعنی اللہ تعالیٰ تمہاری نمازوں کو ضائع نہیں کرے گا۔

فائدہ: یہ جو کہا کہ سولہ یا سترہ مہینے تو ایک روایت میں سولہ مہینے کا ذکر ہے بغیر شک کے اور ایک روایت میں سترہ ماہ کا ذکر ہے سو تطبیق دونوں روایتوں میں آسان ہے بایں طور کہ جس نے سولہ مہینے کا ذکر کیا ہے اس نے قدوم اور تحویل کے دونوں مہینوں سے ایک مہینہ پورا کر کے زائد کو لغو کر دیا ہے اور جس نے سترہ مہینے کا ذکر کیا ہے اس نے دونوں کو گن لیا ہے اور جس نے شک کیا ہے اس نے اس میں تردد کیا ہے اور یہ اس واسطے ہے کہ مدینہ میں آنا ربیع الاول کے مہینے

میں تھا بغیر خلاف کے اور تھی تحویل طرف کعبے کی بیچ آدھے مہینے رجب کے دوسرے سال میں صحیح قول پر اور ساتھ اسی کے جزم کیا ہے جمہور نے اور روایت کیا ہے اس کو حاکم نے ساتھ سند صحیح کے ابن عباس رضی اللہ عنہما سے اور ابن حبان نے کہا کہ سترہ مہینے اور تین دن اور یہ مبنی ہے اس پر کہ مدینے میں آنا رجب کی بارہویں کو تھا اور اس میں نو قول ہیں لیکن اعتماد پہلے قول پر ہے اور یہ جو کہا کہ سب سے پہلے نماز جو کعبے کی طرف پڑھی عصر کی نماز تھی تو ایک روایت میں ظہر یا عصر شک کے ساتھ آیا ہے اور تحقیق یہ ہے کہ مقرر پہلی نماز جو آپ نے قبیلے بنی سلمہ میں کعبے کی طرف پڑھی جب کہ بشر بن براء رضی اللہ عنہ کا انتقال ہوا ظہر کی نماز تھی اور پہلی نماز جو مسجد نبوی میں پڑھی عصر کی نماز تھی اور اپیر فجر کی نماز پس اہل قبا میں اور جس مسجد پر وہ گزرا تھا بعض کہتے ہیں کہ وہ بنی سلمہ کی مسجد تھی اور بعض کہتے ہیں کہ وہ عباد بن بشر تھا جس نے صبح کی نماز میں اہل قبا کو خبر دی تھی اور احتمال ہے کہ وارد اہل الکتاب میں ساتھ معنی مع کے ہو یعنی نماز پڑھتے تھے ساتھ اہل کتاب کے طرف بیت المقدس کی اور اختلاف کیا گیا ہے حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی نماز میں طرف بیت المقدس کی جس حالت میں کہ آپ مکہ میں تھے پس ابن ماجہ میں ابوبکر بن عیاش سے روایت ہے کہ ہم نے حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ بیت المقدس کی طرف اٹھارہ مہینے نماز پڑھی اور پھیرا گیا قبلہ طرف کعبے کی بعد داخل ہونے کے مدینے میں دو مہینے اور اس کا بیان یہ ہے کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم مکہ میں محض بیت المقدس کی طرف نماز پڑھتے تھے اور گمان کیا ہے بعض لوگوں نے کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم مکہ میں ہمیشہ کعبہ کی طرف نماز پڑھتے رہے پھر جب مدینے میں تشریف لائے تو بیت المقدس کی طرف منہ کیا پھر منسوخ ہوا نماز پڑھنا طرف بیت المقدس کی اور یہ جو کہا کہ مقتول ہوئے سو میں نے کسی چیز میں نہیں پایا کہ کوئی مسلمانوں میں سے مقتول ہوا ہو پہلے تحویل کی طرف خانے کعبے کی لیکن نہیں لازم آتا عدم ذکر سے عدم وقوع پس اگر یہ لفظ محفوظ ہو تو محمول ہوگا اس پر کہ بعض مسلمان جو غیر مشہور تھے مقتول ہوئے اس مدت میں بیچ غیر جہاد کے اور نہیں یاد رکھا گیا نام اس کا واسطے کم ہونے کوشش کے ساتھ تاریخ کے اس وقت میں۔

تنبیہ: اس حدیث میں کئی فائدے ہیں رد ہے مرجیہ پر بیچ انکار کرنے ان کے کی نام رکھنے اعمال دین کو ایمان اور یہ کہ تمنا بدل ڈالنے بعض احکام کی جائز ہے جب کہ اس میں مصلحت ظاہر ہو اور اس میں بیان ہے کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی بزرگی کا اور کرامت آپ کی کا نزدیک رب آپ کے کی واسطے دینے اللہ کے آپ کو وہ چیز جو آپ نے چاہی بغیر تصریح کے ساتھ سوال کے اور اس میں بیان ہے اس چیز کا کہ تھے اصحاب میں حرص سے اپنے دین پر اور شفقت سے اپنے بھائیوں پر اور تحقیق واقع ہوئے واسطے ان کے نظیر اس مسئلے کی جب کہ شراب کی حرمت اتری جیسے کہ براء رضی اللہ عنہ کی حدیث ہے نیز ثابت ہو چکا ہے، پس اتری یہ آیت کہ نہیں ان لوگوں پر جو ایمان لائے اور عمل کیے نیک کوئی گناہ اس چیز میں کہ انہوں نے کہا اس قول تک کہ اللہ دوست رکھتا ہے نیکو کاروں کو اور واسطے لحاظ اس معنی کے پیچھے لایا ہے بخاری اس باب کے باب حسن اسلام المرء، پس ذکر کیا دلیل کو اس پر کہ مسلمان جب نیکی کرے تو اس پر ثواب دیا جاتا ہے۔ (فتح)

بَابُ حُسْنِ إِسْلَامِ الْمَرْءِ قَالَ مَالِكٌ أَخْبَرَنِي زَيْدُ بْنُ أَسْلَمَ أَنَّ عَطَآءَ بْنَ يَسَارٍ أَخْبَرَهُ أَنَّ أَبَا سَعِيْدٍ الْخُدْرِيَّ أَخْبَرَهُ أَنَّهُ سَمِعَ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ إِذَا أَسْلَمَ الْعَبْدُ فَحَسُنَ إِسْلَامُهُ يُكَفِّرُ اللّٰهُ عَنْهُ كُلَّ سَيِّئَةٍ كَانَ زَلَفَهَا وَكَانَ بَعْدَ ذٰلِكَ الْقِصَاصُ الْحَسَنَةُ بِعَشْرِ أَمْثَالِهَا إِلٰى سَبْعِ مِائَةِ ضِعْفٍ وَالسَّيِّئَةُ بِمِثْلِهَا إِلَّا أَنْ يَّتَجَاوَزَ اللّٰهُ عَنْهَا.

باب ہے آدمی کا اسلام کو سنوارنا، ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ اُس نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا کہ جب کوئی شخص اسلام لایا اور اپنے اسلام کو سنوارا تو اللہ اس کے پہلے گناہ سب معاف کر دے گا اور ہو گا بعد اس کے بدلہ ہر نیکی کا دس گنا ثواب سات سو کے برابر تک اور بدی اتنی ہی لکھی جائے گی جتنی کی ہے (یعنی ایک بدی کے بدلے ایک ہی بدی لکھی جائے گی دوگنی نہ لکھی جائے گی) مگر یہ کہ اللہ معاف کر دے (یعنی جب اللہ تعالیٰ نے اس کو معاف کر دیا تو پھر وہ ایک بھی نہ لکھی جائے گی۔

فائدہ: یہ جو کہا کہ اپنے اسلام کو سنوارا یعنی اپنے اعتقاد سے اور اخلاص سے اور داخل ہونا اس کا اس میں باطن میں اور ظاہر میں اور یہ کہ یاد رکھے نزدیک عمل اپنے کے قریب ہونا اپنے رب کا اپنے سے اور جانے کہ اللہ کو اس کے کام پر خبر ہے جیسے کہ دلالت کرتی ہے اس پر تفسیر احسان کی جبرئیل علیہ السلام کی حدیث میں اور ایک روایت میں کہ جو نیکی اسلام سے پہلے کی ہو اس کو اللہ لکھ لیتا ہے اور عبد میں مرد اور عورت داخل ہے اور کہا مازری نے کہ کافر سے تقرب صحیح نہیں پس اس کو نیک عمل کا ثواب نہیں ملتا جو اس سے شرک کی حالت میں صادر ہوا ہو اس واسطے کہ شرط متقرب سے یہ ہے کہ ہو پہچاننے والا واسطے اس شخص کے جس کی طرف قربت چاہتا ہے اور کافر اس طرح نہیں اور تابع ہوا ہے اس کا قاضی عیاض اس اشکال کی تقریر پر اور نووی نے اس کو ضعیف کہا ہے پس کہا کہ صواب جس پر تحقیق والے ہیں بلکہ نقل کیا ہے بعضوں نے اس میں اجماع کہ کافر جب کوئی نیک کام کرے مانند صدقہ اور صلہ رحم کی پھر مسلمان ہو جائے اور اسلام پر مرے تو اس کا ثواب اس کے واسطے لکھا جاتا ہے اور لیکن یہ دعویٰ کرنا کہ وہ قواعد کے مخالف ہے پس یہ مسلم نہیں اس واسطے کہ کبھی اعتبار کیا جاتا ہے ساتھ بعض اعمال کافر کے دنیا میں مانند کفارے ظہار کے اس واسطے کہ اگر وہ مسلمان ہو جائے تو اس پر اس کا دوہرانا لازم نہیں بلکہ وہی اس کو کافی ہے اور حق یہ ہے کہ نہیں لازم آتا لکھنے ثواب کے سے واسطے مسلمان کے اس کو مسلمان ہونے کی حالت میں بطور فضل کے اللہ کے طرف سے اور احسان کے کہ ہو یہ واسطے ہونے عمل اس کے کہ صادر اس سے کفر میں مقبول اور حدیث سوائے اس کے نہیں کہ بغل گیر ہے ثواب کے لکھنے کو اور نہیں تعرض کیا واسطے قبول کے اور احتمال ہے کہ ہو قبول معلق اس کے اسلام پر پس قبول کیا جائے اور ثواب دیا جائے اگر اسلام لائے نہیں تو نہیں اور یہ قوی ہے اور تحقیق جزم کیا ہے ساتھ اس چیز کے کہ

جزم کیا ہے ساتھ اس کے نووی نے ابراہیم حربی اور ابن بطال وغیرہ نے ابن منیر نے کہا کہ مخالف واسطے قواعد کے دعویٰ یہ ہے کہ لکھا جائے واسطے اس کے یہ بیچ حالت کفر اس کے کی اور لیکن یہ کہ جوڑے اللہ اس کی نیکیوں کے ساتھ اسلام میں ثواب اس چیز کا کہ تھا صادر ہوا اس سے اس قسم سے کہ اس کو نیکی گمان کرتا تھا پس نہیں ہے کوئی مانع اس سے جیسے کہ اگر فضل کرے اس پر ابتداءً بغیر عمل کے اور جیسے کہ فضل کرتا ہے عاجز پر ساتھ ثواب اس چیز کے کہ تھا عمل کرتا حالت قدرت میں پس جب جائز ہے کہ لکھے واسطے اس کے ثواب اس چیز کا کہ نہیں عمل کیا البتہ تو جائز ہے یہ کہ لکھے واسطے اس کے ثواب اس چیز کا کہ عمل کیا ہے اس کو حالت کفر میں ابن بطال نے کہا کہ جائز ہے واسطے اللہ کے یہ کہ فضل کرے اپنے بندوں پر ساتھ اس چیز کے کہ چاہے اور نہیں ہے جائز واسطے کسی کے اعتراض اوپر اس کے اور استدلال کیا ہے اس کے غیر نے ساتھ اس کے کہ جو اہلِ کتاب سے ایمان لائے اس کو دوہرا ثواب ملتا ہے جیسا کہ دلالت کرتا ہے اُس پر قرآن وحدیث اور وہ اگر اپنے پہلے ایمان پر مرجائے تو نہیں نفع دیتی اس کو کوئی خیر نیک عمل سے بلکہ ہوگا اڑتے ہوا پس دلالت کی اس نے کہ اس کے پہلے عمل کا ثواب لکھا جاتا ہے اس حال میں کہ ملایا گیا ہے ساتھ دوسرے عمل اُس کے کی اور ساتھ قول حضرت ﷺ کے کہ جب کہ پوچھا آپ سے عائشہ رضی اللہ عنہا نے حال ابن جدعان کا اور اس چیز کا کہ تھا کرتا اس کو نیکی سے کہ کیا اس کو نفع دیتی ہے تو حضرت ﷺ نے فرمایا کہ اس نے کسی دن نہیں کہا کہ الٰہی میری خطا بخش دے پس دلالت کی اس نے کہ اگر اس کو کہتا بعد مسلمان ہونے کے تو نفع دیتی اس کو وہ چیز کہ کہتا تھا اس کو حالتِ کفر میں اور یہ جو کہا کہ سات سو کے برابر تک تو بعض علماء نے اس کے ظاہر کو لیا ہے پس گمان کیا کہ یہ زیادتی سات سو سے آگے نہیں بڑھتی اور رد کیا ہے ساتھ اس آیت کے ﴿وَاللّٰهُ يُضَاعِفُ لِمَنْ يَّشَاءُ﴾ اور آیت دونوں امروں کا احتمال رکھتی ہے پس احتمال ہے کہ ہو مراد کہ وہ زیادہ ہوتا ہے اتنی زیادتی ساتھ اس طور کے کہ اس کو سات سو کے برابر کرتا ہے اور احتمال ہے کہ وہ سات سو کو بڑھاتا ہے بایں طور کہ اس پر زیادہ کرتا ہے اور صریح اس کے رد میں حدیث ابن عباس رضی اللہ عنہما کی ہے جو رقاق میں ہے کہ لکھتا ہے اللہ واسطے اس کے دس نیکیاں سات سو تک بہت گنا تک اور یہ جو کہا کہ مگر یہ کہ اللہ معاف کردے تو اس میں دلیل ہے اوپر خوارج وغیرہ کے جو گناہوں کے ساتھ بندے کو کافر ٹھہراتے ہیں اور کہتے ہیں کہ گنہگار ہمیشہ دوزخ میں رہیں گے پس اول حدیث کا رد کرتا ہے اس شخص پر جو ایمان کے کم وبیش ہونے سے انکار کرتا ہے اس واسطے کہ حسن کے درجے کم وبیش ہیں اور اس کا آخر رد کرتا ہے خوارج اور معتزلہ پر۔ (فتح)

٤٠ ـ حَدَّثَنَا إِسْحَاقُ بْنُ مَنْصُوْرٍ قَالَ حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ قَالَ أَخْبَرَنَا مَعْمَرٌ عَنْ هَمَّامِ بْنِ مُنَبِّهٍ عَنْ أَبِيْ هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ

۴۰۔ ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ جب تم میں سے کسی نے اپنا اسلام سنوارا اور اپنا دین ستھرا بنایا پھر جو نیک بات کرے گا تو اس کی نیکی دس گنا لکھی جائے

اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا أَحْسَنَ أَحَدُكُمْ إِسْلَامَهٗ فَكُلُّ حَسَنَةٍ يَعْمَلُهَا تُكْتَبُ لَهٗ بِعَشْرِ أَمْثَالِهَا إِلٰى سَبْعِ مِائَةِ ضِعْفٍ وَكُلُّ سَيِّئَةٍ يَعْمَلُهَا تُكْتَبُ لَهٗ بِمِثْلِهَا.

گی سات سو کے برابر تک اور جو بدی کرے گا وہ اتنی ہی لکھی جائے گی جتنی کی ہے۔

فائدہ: جب کسی نے اپنا اسلام سنوارا تو اللہ ہر نیکی کو دس سے سات سو تک بڑھاتا ہے دس سے تو کوئی بھی کم نہیں ہے آگے نیت پر موقوف ہے جیسے نیت خالص ہوگی ویسے ہی زیادتی بھی ہوگی اور اگر بدی کرے گا تو اتنی ہی رہے گی اس میں ترقی نہ ہوگی اس حدیث سے اللہ کی رحمت کو خیال کیا جائے کہ اپنے بندوں کی بدی اتنی ہی رکھی اور نیکی کو سات سو تک بڑھا دیا اور اسلام کا سنوارنا یہ ہے کہ قرآن اور حدیث کے موافق اعتقاد درست کرے شرک اور بدعت کو چھوڑے خصوصاً تقلید شخصی کو جس میں ایک خلقت مبتلا ہو رہی ہے چھوڑنا بہت ہی ضروری ہے۔

بَابٌ أَحَبُّ الدِّيْنِ إِلَى اللّٰهِ عَزَّ وَجَلَّ أَدْوَمُهٗ.

باب اللہ کے نزدیک بہت پیارا دین وہ ہے جو ہمیشہ ہوتا رہے۔

فائدہ: مراد بخاری کی یہ ہے کہ استدلال کرے اس پر کہ ایمان بولا جاتا ہے اوپر اعمال کے اس واسطے کہ مراد ساتھ دین کے اس جگہ عمل ہے اور دین حقیقی وہ اسلام ہے اور اسلام حقیقی وہ مرادف ہے یعنی ہم معنی ہے ایمان کا پس صحیح ہوگا ساتھ اس کے مقصود اس کا اور مناسبت اس کی واسطے ماقبل اپنے کی قول آپ کے سے ہے کہ لازم پکڑو اپنے اوپر وہ عمل جس کی تم طاقت رکھتے ہو اس واسطے کہ جب اس نے پہلے بیان کیا کہ اسلام خوب ہوتا ہے نیک عملوں سے تو ارادہ کیا اس نے یہ کہ تنبیہ کرے اس پر کہ جہاد نفس کا اس میں مبالغہ کی حد تک مطلوب نہیں اور تحقیق پہلے گزر چکے ہیں بعض یہ معنی بیچ باب الدین یسر کی اور یہ جو کہا کہ اس کی نماز لوگوں میں مشہور رہے تو اس کے معنی یہ ہیں کہ لوگ ذکر کرتے ہیں کہ یہ بہت نماز پڑھتا ہے اور ایک روایت میں اتنا زیادہ ہے کہ وہ رات کو نہیں سوتے اور یہ جو کہا کہ باز رہ تو یہ کلمہ جھڑک کا ہے اور احتمال ہے کہ ہو واسطے عائشہ رضی اللہ عنہا کے اور مراد منع کرنا اس کا ہے عورت کی مدح سے ساتھ اس چیز کے کہ اس نے ذکر کی اور احتمال ہے کہ ہو مراد منع کرنا اس فعل سے اور تحقیق لیا ہے اس کو اماموں کی ایک جماعت نے پس کہا ہے انہوں نے کہ ساری رات نماز پڑھنی مکروہ ہے جیسا کہ اپنی جگہ میں آئے گا اور یہ جو کہا عَلَيْكُمْ بِمَا تُطِيْقُوْنَ تو اس کے معنی یہ ہیں کہ مشغول ہوں عملوں سے ساتھ اس چیز کے جس کو تم ہمیشہ کر سکو پس منطوق اس کا تقاضا کرتا ہے امر کو ساتھ اقتصار کے اس چیز پر کہ اس کی طاقت ہو عبادت سے اور اس کا مفہوم چاہتا ہے نہی کو تکلیف مالا یطاق سے یعنی جو کام نہ ہو سکے اس کو اختیار کرنا منع ہے اور قاضی عیاض نے کہا کہ احتمال ہے کہ ہو یہ خاص ساتھ نماز رات کے اور احتمال ہے کہ ہو عام شرعیہ عملوں میں میں کہتا ہوں کہ اس کے وارد ہونے کا سبب خاص ہے لیکن لفظ

عام ہے اور یہی معتبر ہے اور تحقیق تعبیر کیا اس سے ساتھ قول اپنے علیکم کے باوجود یکہ مخاطب عورتیں ہیں واسطے طلب عام کرنے حکم کے پس غالب ہوئے ذکور عورتوں پر اور یہ کہا پس قسم ہے اللہ کی تو اس میں جواز قسم کھانے کا ہے بغیر چاہنے قسم کے اور کبھی مستحب ہوتی ہے جب کہ ہو بیچ بڑائی بیان کرنے کسی امر کے دین کے امروں سے یا رغبت دلانا ہو او پر اس کے یا نفرت دلانا ہو کسی گناہ سے اور ملال کے معنی ہیں بھاری جاننا کسی چیز کو اور نفرت کرنا نفس کا اس سے بعد محبت اس کی کے اور یہ محال ہے اللہ تعالیٰ پر ساتھ اتفاق کے کہا اسماعیلی اور ایک جماعت نے اہل تحقیق سے کہ سوائے اس کے کچھ نہیں کہ بولا گیا ہے یہ واسطے مقابلہ لفظی کے مجازاً جیسے کہ اللہ نے کہا ﴿وَ جَزٰٓؤُا سَيِّئَةٍ سَيِّئَةٌ مِّثْلُهَا﴾ اور قرطبی نے کہا کہ وجہ اس کے مجاز ہونے کی یہ ہے کہ جب کہ تھا اللہ تعالیٰ قطع کرتا ثواب کو اس شخص سے کہ قطع کرے عمل کو ساتھ ملال کے باب نام رکھنے چیز کے سے ساتھ نام سبب اس کی کے اور ہروی نے کہا کہ معنی اس کے یہ ہیں کہ نہیں موقوف کرتا تم سے فضل اپنا یہاں تک کہ تھک جاؤ تم اس کے سوال سے پس زہد کرو بیچ رغبت کے طرف اُس کی اور بعضوں نے کہا کہ معنی اس کے یہ ہیں کہ نہیں متناہی ہوتا حق اس کا جو تم پر ہے بندگی میں یہاں تک کہ ختم ہو کوشش تمہاری اور بعض کہتے ہیں کہ اس کے معنی یہ ہیں کہ نہیں تھکتا اللہ جب کہ تم تھک جاؤ اور بعض کہتے ہیں کہ حتی اس جگہ ساتھ معنی واو کے ہے یعنی اللہ نہیں تھکتا اور تم تھک جاتے ہو اور پہلے معنی لائق تر ہیں بنا بر قواعد کے اور یہ کہ وہ مقابلہ لفظی کے قبیل سے ہے اور تائید کرتا ہے اس کی جو اس حدیث کے بعض طریقوں میں واقع ہوا ہے کہ اختیار کرو عملوں سے جو تم سے ہو سکے پس تحقیق اللہ تعالیٰ نہیں تھکتا ثواب سے یہاں تک کہ تھک جاؤ تم عمل سے لیکن اس کی سند ضعیف ہے اور یہ کہا کہ بہت محبوب تو معنی محبت کے اللہ سے تعلق ارادے کا ہے ساتھ ثواب کے یعنی سب عملوں سے اکثر ثواب اس کا ہوتا ہے جو ہمیشہ ہوتا رہے اور ایک روایت میں اِلَیْهِ کے بدلے الی اللہ واقع ہوا ہے اور یہ موافق ہے واسطے ترجمہ باب کے اور باقی روایتوں میں ہشام سے اَحَبُّ الدِّيْنِ اِلَيْهِ واقع ہوا ہے یعنی حضرت ﷺ کے نزدیک اور تصریح کی ہے ساتھ اس کے بخاری نے رقاق میں اور ان دونوں روایتوں میں مخالفت نہیں اس واسطے کہ جو اللہ کے نزدیک پیارا ہو وہ اس کے رسول کے نزدیک بھی پیارا ہوتا ہے کہا نووی نے کہ ساتھ دائمی ہونے قلیل عمل کے ہمیشہ جاری رہتی ہے بندگی ساتھ ذکر کے اور مراقبہ کے اور اخلاص کے اور متوجہ ہونے کے طرف اللہ کی برخلاف بہت عمل کے جو دشوار ہو یہاں تک کہ بڑھتا ہے قلیل دائم ساتھ اس طور کے کہ زیادہ ہوتا ہے اوپر کثیر منقطع کے کئی گنا۔ ابن جوزی نے کہا کہ مدامی عمل کے محبوب ہونے کے دو سبب میں ایک یہ کہ عمل کو چھوڑنے والا بعد داخل ہونے کے بیچ اس کے مانند معرض کی ہے بعد وصل کے پس وہ معترض ہے واسطے ذم کے اسی واسطے وارد ہوا ہے وعدہ عذاب کا اس شخص کے حق میں جو قرآن کی آیت کو یاد کر کے بھول جائے اگر چہ پہلے یاد کرنے سے اس پر متعین نہ تھا دوسرا سبب یہ ہے کہ ہمیشہ نیکی کرنے والا ملازم ہے واسطے خدمت کے اور نہیں جو لازم پکڑے دروازے کو ہر دن کسی

وقت میں مانند اس شخص کی جو لازم پکڑے ایک دن کامل پہر منقطع ہو اور ایک روایت میں اتنا زیادہ ہے کہ اللہ کے نزدیک بہت پیارا عمل وہ ہے جو ہمیشہ ہوتا رہے اگرچہ کم ہو۔ (فتح)

٤١ ۔ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنّٰى قَالَ حَدَّثَنَا يَحْيٰى عَنْ هِشَامٍ قَالَ أَخْبَرَنِيْ أَبِيْ عَنْ عَائِشَةَ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ دَخَلَ عَلَيْهَا وَعِنْدَهَا امْرَأَةٌ قَالَ مَنْ هٰذِهٖ قَالَتْ فُلَانَةُ تَذْكُرُ مِنْ صَلَاتِهَا قَالَ مَهْ عَلَيْكُمْ بِمَا تُطِيْقُوْنَ فَوَاللّٰهِ لَا يَمَلُّ اللّٰهُ حَتّٰى تَمَلُّوْا وَكَانَ أَحَبَّ الدِّيْنِ إِلَيْهِ مَادَامَ عَلَيْهِ صَاحِبُهٗ.

۴۱۔ عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس کے پاس تشریف لائے اور ان کے پاس ایک عورت بیٹھی ہوئی تھی حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ یہ کون عورت ہے؟ عائشہ رضی اللہ عنہا نے کہا کہ یہ فلاں عورت ہے جس کی نماز لوگوں میں مشہور ہے یعنی یہ عورت بہت عبادت کرتی ہے آپ نے فرمایا کہ باز رہ وہ عمل اختیار کرو جس کی تم طاقت رکھتے ہو سوقسم ہے اللہ کی کہ نہیں تھکتا ہے اللہ یہاں تک کہ تم تھک جاؤ اور زیادہ تر پیارا دین حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے نزدیک وہ تھا جس پر ہمیشگی کرے کرنے والا اس کا۔

فائدہ: مدامی عمل اللہ تعالیٰ کو اس واسطے پسند ہے کہ کرنے والا اس کا بیدار ہے غافل نہیں ہے اور دوسرا سبب یہ ہے کہ ہمیشہ کرنے سے اس عمل کی برکت سے دل آدمی کا رنگین ہو جاتا ہے اور روز بروز اس کو قرب اور صفائی حاصل ہوتی جاتی ہے اور اللہ کے نزدیک محبوب ہوتا جاتا ہے اور اللہ تعالیٰ کے تھک جانے کا یہ مطلب ہے کہ جب تم مشکل عملوں کو اختیار کرو گے تو آخر کو تھک جاؤ گے اور تھوڑے عملوں سے بھی رہ جاؤ گے پس اللہ تعالیٰ تم کو ثواب نہیں دے گا۔

بَابُ زِيَادَةِ الْإِيْمَانِ وَنُقْصَانِهٖ. باب ایمان کی کمی وبیشی کا بیان۔

فائدہ: پہلے یہ باب ان لفظوں سے گزر چکا ہے: **باب تفاضل اهل الايمان في الاعمال** اور وارد کی اس میں حدیث ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ کے ساتھ معنی حدیث انس رضی اللہ عنہ کے جس کو یہاں وارد کیا پس تعاقب کیا گیا ہے ساتھ اس کے کہ یہ باب دوبارہ واقع ہوا ہے اور جواب دیا گیا ہے بایں طور کہ جب کہ تھا زیادہ ہونا اور ناقص ہونا اس میں باعتبار عملوں کے یا باعتبار تصدیق کے تو باب باندھا واسطے ہر ایک کے دونوں احتمالوں سے اور خاص کی گئی حدیث ابوسعید رضی اللہ عنہ کی ساتھ عملوں کے اس واسطے کہ نہیں ہے اس کے سیاق میں فرق درمیان موزوں چیزوں کے برخلاف حدیث انس رضی اللہ عنہ کے کہ اس میں فرق ہے ایمان میں جو قائم ہے ساتھ دل کے جو کے وزن سے اور گیہوں کے وزن سے اور ذرّے کے وزن سے۔ ابن بطال نے کہا کہ فرق تصدیق میں بقدر علم اور جہل کے ہے سو جس کا علم کم ہو گی تصدیق اس کی مثلاً بقدر ذرّے کے اور جو اس سے علم میں زیادہ ہے اس کی تصدیق بقدر جو یا گیہوں کے ہو گی مگر یہ کہ تصدیق اصل تصدیق جو حاصل ہے ہر ایک کے دل میں ان میں سے نہیں جائز ہے اس پر نقصان اور جائز ہے اس پر

زیادہ ہونا ساتھ زیادہ ہونے علم اور معائنہ کے انتہی۔

اور پہلے گزر چکا ہے کلام نووی کا اول کتاب میں جو اشارہ کرتا ہے طرف اس معنی کے اور واقع ہوا ہے استدلال اس آیت میں ساتھ نظیر اس چیز کے کہ اشارہ کیا ہے طرف اس کی بخاری نے واسطے سفیان بن عیینہ کے روایت کیا ہے اس کو ابونعیم نے حلیہ میں کہ کسی نے ابن عیینہ سے کہا کہ کچھ لوگ کہتے ہیں کہ ایمان زبان سے اقرار کرنا ہے تو ابن عیینہ نے کہا کہ یہ حکم احکام کے اترنے سے پہلے تھا پس حکم ہوا لوگوں کو یہ کہیں لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ سو جب انہوں نے اس کو کہا تو انہوں نے اپنا جان مال بچایا پھر جب اللہ نے ان کا صدق معلوم کیا تو ان کو نماز کا حکم کیا تو انہوں نے نماز پڑھی اور اگر وہ نماز نہ پڑھتے تو ان کو زبان سے اقرار کرنا نفع نہ دیتا پس ذکر کیا اس نے ارکان کو یہاں تک کہ کہا پھر جب اللہ نے معلوم کیا جو پے در پے اترا ان پر فرضوں سے اور اُن کے قبول کرنے کو تو فرمایا آج ہم نے تمہارا دین کامل کر دیا جو چھوڑے اس سے کوئی چیز ساتھ سُستی کے تو اس کو ہم اس پر ادب کریں گے اور اس کا ایمان ناقص ہوگا اور جو چھوڑے ان کو انکار کر کے وہ کافر ہوگا اور تابع ہوا ہے اس کا ابوعبید اپنی کتاب الایمان میں پس ذکر کیا مانند اس کی اور زیادہ کیا کہ بعض مخالف لوگوں کو جب اس کے ساتھ الزام دیا گیا تو اس نے جواب دیا کہ ایمان نہیں مجموع دین کا سوائے اس کے کچھ نہیں کہ ایمان کی تین جزئیں ہیں ایمان ایک جز ہے اور اعمال دو جز ہیں اس واسطے کہ وہ فرض اور نفل ہیں اور تعاقب کیا ہے اس کا ابوعبید نے بایں طور کہ یہ ظاہر قرآن کے مخالف ہے اور اللہ نے فرمایا کہ بے شک دینَ اللہ کے نزدیک اسلام ہے اور جس جگہ اسلام مفرد بولا جائے اس میں ایمان داخل ہوتا ہے جیسے کہ اس کی تقریر پہلے گزر چکی ہے پس اگر کہا جائے کہ کس واسطے دوہرایا آیتوں کو جو مذکور ہیں اس میں اور حالانکہ دونوں کتاب الایمان میں پہلے گزر چکی ہیں تو جواب یہ ہے کہ تحقیق بخاری نے دوہرایا ہے ان کو تاکہ تمہید کرے ساتھ اس کے کمال کے معنی کو جو مذکور ہیں تیسری آیت میں اس واسطے کہ استدلال ساتھ ان دونوں کے نہیں ہے زیادہ ہونے میں اور لازم پکڑتا ہے ناقص ہونے کو اور لیکن کمال پس نہیں ہے نص زیادتی میں بلکہ وہ مستلزم ہے واسطے ناقص ہونے کے فقط اور لازم پکڑنا اس کا نقص کو استدعا کرتا ہے قبول کرنے اس کے کی زیادتی کو اور اسی واسطے کہا ہے بخاری نے پس جب کوئی چیز کمال سے چھوڑے تو وہ ناقص ہے اور واسطے اسی نکتے کے عدول کیا ہے اس نے تیسری آیت کی تعبیر میں دونوں آیتوں کے اسلوب سے جس جگہ کہ کہا اول وقول اللہ اور پھر کہا وقال اور ساتھ اس تقریر کے دفع ہوگا اعتراض اس شخص کا جس نے اعتراض کیا ہے اس پر بایں طور کہ آیت اکملت لکم میں اس کی مراد پر کوئی دلیل نہیں اس واسطے کہ اکمال اگر ہو ساتھ معنی اظہار حجت کے مخالفوں پر یا ساتھ معنی اظہار اہلِ دین کے مشرکوں پر تو نہیں حجت ہے واسطے بخاری کے بیچ اس کے اور اگر ہو ساتھ معنی اکمال فرائض کے تو لازم آتا ہے کہ دین اس سے پہلے ناقص تھا اور یہ کہ جو اصحاب میں سے اس آیت کے نازل ہونے سے پہلے مرا داس کا ایمان ناقص تھا اور حالانکہ امر اس طرح

نہیں اس واسطے کہ ایمان ہمیشہ پورا تھا اور واضح کرتا ہے اس اعتراض کے دفع کو جواب قاضی ابو بکر بن عربی کا بایں طور کہ ناقص ہونا امر نسبتی ہے لیکن بعض نقص پر ذم مترتب ہوتی ہے اور بعض پر مترتب نہیں ہوتی پس اول وہ ہے جس کو اختیار کے ساتھ ناقص کرے مانند اس شخص کی کہ جانے دین کے احکام کو پھر ان کو جان بوجھ کر چھوڑ دے اور دوسرا وہ ہے جس کو بے اختیار چھوڑ دے مانند اس شخص کی جو نہ جانے یا نہ مکلّف ہو پس اس کی مذمت نہیں کی جاتی بلکہ تعریف کی جاتی ہے اس جہت سے کہ اس کا دل بااطمینان تھا ساتھ اس کے کہ اگر زیادہ کیا جاتا تو البتہ قبول کرتا اور اگر مکلف ہوتا تو البتہ عمل کرتا اور یہ یہی حال ہے اصحاب کا جو فرضوں کے اترنے سے پہلے مر گئے اور اس کا حاصل یہ ہے کہ نقص بنسبت ان کے ظاہری اور نسبتی ہے اور واسطے اُن کے اس میں رتبہ کمال کا ہے باعتبار معنی کے اور یہ نظیر ہے اس شخص کے قول کی جو کہتا ہے کہ محمد ﷺ کی شرع موسیٰ علیہ السلام اور عیسیٰ علیہ السلام کی شرع سے کامل تر ہے واسطے شامل ہونے اس کے احکام پر جو پہلی کتابوں میں واقع نہیں ہوئے اور باوجود اس کے پس موسیٰ علیہ السلام کی شرع اپنے زمانے میں کامل اور پوری تھے اور ان کے بعد عیسیٰ علیہ السلام کی شرع میں کچھ نئے احکام نازل ہوئے پس اکمال ہونا نسبتی امر ہے کما تقرر اور یہ جو کہا کہ لاالہ الا اللہ کہے اور اس کے دل میں گیہوں کے برابر خیر ہو تو اس میں دلیل ہے اوپر اشتراط نطق کے ساتھ توحید کے یعنی زبان سے توحید کا اقرار کرنا شرط ہے یا مراد ساتھ قول کے اس جگہ قول نفسی ہے یعنی دل میں اقرار کرنا پس معنی یہ ہیں کہ جو اقرار کرے ساتھ توحید کے اور تصدیق کرے پس اقرار کرنے سے کوئی چارہ نہیں پس اسی واسطے دوہرایا ہے اس کو ہر بار میں اور فرق حاصل ہوتا ہے تصدیق میں اوپر اس وجہ کے کہ پہلے گزری پس اگر کوئی کہے کہ پس کیوں نہیں ذکر کیا رسالت کو ساتھ لا الہ الا اللہ کے یعنی اس کے ساتھ محمد رسول اللہ کیوں نہیں ذکر کیا؟ تو جواب یہ ہے کہ مراد سارا کلمہ ہے اور پہلی جز علم ہے اوپر اس کے جیسا کہ تو کہتا ہے کہ میں نے قل ہو اللہ احد پڑھا اور مراد ساری سورت ہوتی ہے اور معنی ذرے کے بعض کہتے ہیں کہ وہ کمتر چیز ہے تولی گئی چیزوں سے اور بعض کہتے ہیں کہ وہ گرد ہے جو ظاہر ہوتی ہے آفتاب کی روشنی میں مانند سویوں کے سروں کی اور بعض کہتے ہیں کہ وہ چھوٹی چیونٹی ہے اور ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ جب تو اپنی ہتھیلی کو مٹی میں رکھے پھر اس کو جھاڑے تو جو چیز ہاتھ سے گرے وہ ذرہ ہے اور بعض کہتے ہیں کہ چار ذرے رائی کے وزن کے برابر ہوتے ہیں اور آخر توحید میں بخاری نے روایت کی ہے کہ داخل ہوگا بہشت میں جس کے دل میں رائی کے برابر ایمان ہو پھر وہ شخص جس کے دل میں کمتر چیز ہو اور یہ ہیں معنی ذرے کے اور مراد خیر سے حدیث میں ایمان ہے جیسا کہ متن میں خیر کے بدلے ایمان آچکا ہے۔ (فتح)

وَقَوْلِ اللهِ تَعَالٰى ﴿وَزِدْنَاهُمْ هُدًى﴾ ﴿وَيَزْدَادَ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا إِيْمَانًا﴾ وَقَالَ ﴿اَلْيَوْمَ اَكْمَلْتُ لَكُمْ دِيْنَكُمْ﴾ فَإِذَا

اور قول اللہ تعالیٰ کا اور زیادہ کی ہم نے اُن کو ہدایت اور زیادہ ہوں وہ لوگ جو ایمان لائے ہیں ایمان میں اور فرمایا آج کے دن کامل کیا ہم نے واسطے تمہارے

تَرَكَ شَيْئًا مِّنَ الْكَمَالِ فَهُوَ نَاقِصٌ.

دین تمہارا پس جب ترک کرے کمال سے کوئی چیز پس وہ ناقص ہے۔

فائدہ: زیادتی ہدایت کی اور کمال دین کا مستلزم ہے زیادتی ایمان کو اس لیے کہ ہدایت اور دین اور ایمان ایک ہی چیز ہے اور جب زیادتی اور کمال سے کسی چیز کو چھوڑ دے گا تو ایمان ناقص رہ جائے گا پس مناسبت ان آیات کی ترجمہ سے ظاہر ہے۔

٤٢ - حَدَّثَنَا مُسْلِمُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ قَالَ حَدَّثَنَا هِشَامٌ قَالَ حَدَّثَنَا قَتَادَةُ عَنْ أَنَسٍ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ يَخْرُجُ مِنَ النَّارِ مَنْ قَالَ لَا إِلٰهَ إِلَّا اللَّهُ وَفِي قَلْبِهِ وَزْنُ شَعِيرَةٍ مِّنْ خَيْرٍ وَيَخْرُجُ مِنَ النَّارِ مَنْ قَالَ لَا إِلٰهَ إِلَّا اللَّهُ وَفِي قَلْبِهِ وَزْنُ بُرَّةٍ مِّنْ خَيْرٍ وَيَخْرُجُ مِنَ النَّارِ مَنْ قَالَ لَا إِلٰهَ إِلَّا اللَّهُ وَفِي قَلْبِهِ وَزْنُ ذَرَّةٍ مِّنْ خَيْرٍ قَالَ أَبُو عَبْدِ اللَّهِ قَالَ أَبَانُ حَدَّثَنَا قَتَادَةُ حَدَّثَنَا أَنَسٌ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنْ إِيْمَانٍ مَّكَانَ مِنْ خَيْرٍ.

۴۲۔ انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ نکلے گا دوزخ سے وہ شخص جس نے لاالہ الا اللہ کہا (یعنی نہیں کوئی معبود برحق سوائے اللہ کے) اور ہو اس کے دل میں ایک جو کے برابر نیکی اور نکلے گا دوزخ سے جس نے لاالہ الا اللہ کہا اور ہو اس کے دل میں ایک گیہوں کے برابر نیکی۔ پھر نکلے گا دوزخ سے وہ جس نے لاالہ الا اللہ کہا اور ہو اس کے دل میں نیکی ایک ذرہ کے برابر اور ایک روایت میں بجائے نیکی کے ایمان کا لفظ آیا ہے۔

٤٣ - حَدَّثَنَا الْحَسَنُ بْنُ الصَّبَّاحِ سَمِعَ جَعْفَرَ بْنَ عَوْنٍ حَدَّثَنَا أَبُو الْعُمَيْسِ أَخْبَرَنَا قَيْسُ بْنُ مُسْلِمٍ عَنْ طَارِقِ بْنِ شِهَابٍ عَنْ عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ أَنَّ رَجُلًا مِّنَ الْيَهُوْدِ قَالَ لَهُ يَا أَمِيرَ الْمُؤْمِنِيْنَ آيَةٌ فِي كِتَابِكُمْ تَقْرَءُوْنَهَا لَوْ عَلَيْنَا مَعْشَرَ الْيَهُوْدِ نَزَلَتْ لَاتَّخَذْنَا ذٰلِكَ الْيَوْمَ عِيْدًا قَالَ أَيُّ آيَةٍ قَالَ ﴿اَلْيَوْمَ أَكْمَلْتُ لَكُمْ دِيْنَكُمْ وَأَتْمَمْتُ عَلَيْكُمْ نِعْمَتِيْ وَرَضِيْتُ لَكُمُ الْإِسْلَامَ

۴۳۔ عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک مرد یہودی نے کہا کہ اے امیر المومنین! تمہاری کتاب میں ایک آیت ہے کہ اس کو تم پڑھتے ہو اگر ہم لوگوں یہود پر اترتی تو اس دن ہم عید ٹھہرا لیتے کہا عمر رضی اللہ عنہ نے وہ کون آیت ہے؟ کہا یہودی مرد نے وہ آیت یہ ہے ﴿اَلْيَوْمَ أَكْمَلْتُ لَكُمْ دِيْنَكُمْ وَأَتْمَمْتُ عَلَيْكُمْ نِعْمَتِيْ وَرَضِيْتُ لَكُمُ الْإِسْلَامَ دِيْنًا﴾ یعنی (آج کے دن کامل کر دیا میں نے واسطے تمہارے دین تمہارا اور تمام کر دیں میں نے اوپر تمہارے نعمتیں اپنی اور پسند کیا میں نے واسطے اسلام کو دین) کہا عمر رضی اللہ عنہ نے کہ تحقیق ہم

دِينًا﴾ قَالَ عُمَرُ قَدْ عَرَفْنَا ذٰلِكَ الْيَوْمَ وَالْمَكَانَ الَّذِىْ نَزَلَتْ فِيْهِ عَلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَهُوَ قَآئِمٌ بِعَرَفَةَ يَوْمَ جُمُعَةٍ.

پہچانتے ہیں اس دن اور اس مکان کو جس میں یہ آیت نبی ﷺ پر اتری جمعہ کے دن عرفات میں کھڑے ہوئے تھے۔

فائدہ: یعنی اس آیت کے اترنے کا دن اور مکان وغیرہ سب ہم کو معلوم ہے جس حالت میں یہ آیت اتری وہ حالت بھی ہم کو معلوم ہے کہ حضرت ﷺ اس وقت کھڑے ہوئے تھے اور اس وقت کے سب حالات ہم کو خوب ضبط اور یاد ہیں یعنی ہم نے بھی اس کو عید ٹھہرایا ہوا ہے جو اس وقت کے سب صفات اور حالات کو ضبط رکھا ہے اور اس کے مکان کی بھی تعظیم کرتے ہیں اس سے بڑھ کر اور کیا عید ہوگی اور یہ جو کہا کہ ہم اس کو عید ٹھہرا لیتے یعنی اس کی تعظیم کرتے اور اس کو ہر سال میں اپنی عید ٹھہراتے واسطے عظیم ہونے اس چیز کے کہ حاصل ہوئی اس میں کامل کرنے دین کے سے اور عید فعل ہے عود سے اور سوائے اس کے نہیں کہ نام رکھا گیا ہے عید کا عید اس واسطے کہ وہ ہر سال میں پھر آتی ہے اور اگر کوئی کہے کہ کس طرح مطابق ہوا جواب ساتھ سوال کے اس واسطے کہ اس نے کہا کہ البتہ ہم اس کو عید ٹھہرا لیتے اور جواب دیا عمر رضی اللہ عنہ نے ساتھ پہچاننے وقوت کے اور مکان کے اور یہ نہ کہا کہ ہم نے اس کو عید ٹھہرایا ہے اور جواب یہ ہے کہ یہ آیت عرفہ کے دن پچھلے پہر اتری تھی اور عید کا دن سوائے اس کے کچھ نہیں کہ ثابت ہوتا ہے ساتھ اول اپنے کے اور فقہاء نے کہا کہ دیکھنا چاند کا پیچھے زوال کے واسطے آئندہ رات کے ہے اور میرے نزدیک یہ ہے کہ کفایت کی ہے اس نے اس روایت میں ساتھ اشارہ کے نہیں تو اسحاق کی روایت میں جو ہم نے پہلے بیان کی نص ہے مراد پر اس کے لفظ یہ ہیں کہ جمعہ کے دن اتری عرفہ کے دن اور دونوں ہمارے واسطے عید ہیں پس معلوم ہوا کہ جواب بغل گیر ہے اس کو کہ انہوں نے اسی دن کو عید ٹھہرایا اور وہ جمعہ کا دن ہے اور ٹھہرایا انہوں نے عرفہ کے دن کو عید اس واسطے کہ وہ رات عید کی ہے پس اگر کہا جائے کہ کس طرح دلالت کرتا ہے یہ قصہ اوپر ترجمہ باب کے تو جواب دیا گیا ہے کہ وہ اس جہت سے ہے کہ اس نے بیان کیا ہے کہ اس کا نازل ہونا عرفہ کے دن تھا اور تھا یہ حجۃ الوداع میں جو اخیر زمانہ پیغمبری کا تھا جب کہ تمام ہوئی شریعت اور ارکان اس کے اور تحقیق جزم کیا ہے سدی نے کہ نہیں نازل ہوئی بعد اس آیت کے کوئی چیز حلال اور حرام سے۔ (فتح)

بَابُ الزَّكَاةِ مِنَ الْإِسْلَامِ وَقَوْلُهُ ﴿وَمَا أُمِرُوْا إِلَّا لِيَعْبُدُوا اللّٰهَ مُخْلِصِيْنَ لَهُ الدِّيْنَ حُنَفَآءَ وَيُقِيْمُوا الصَّلَاةَ وَيُؤْتُوا الزَّكَاةَ وَذٰلِكَ دِيْنُ الْقَيِّمَةِ﴾.

باب زکوٰۃ کا دینا اسلام سے ہے یعنی اسلام کی ایک عمدہ شاخ ہے اور قول اللہ تعالیٰ کا اور نہیں حکم کیے گئے مگر یہ کہ عبادت کریں اللہ کی خالص ہو کر اور چاہیے کہ مائل کرنے والے ہوں دین باطل سے طرف سچے دین کی اور قائم کریں نماز کو اور دیں زکوٰۃ کو اور یہ دین ہے مضبوط۔

فائدہ: اس آیت میں زکوٰۃ کو دین میں داخل کیا ہے اور دین اور اسلام ایک چیز ہے پس معلوم ہوا کہ زکوٰۃ دینا بھی اسلام سے ہے پس مناسبت آیت کی ترجمہ سے ظاہر ہے اور آیت دلالت کرتی ہے اوپر اس چیز کے کہ باب باندھا واسطے اس کے اس واسطے کہ مراد ساتھ دین قیمہ کے دین اسلام ہے اور سوائے اس کے کچھ نہیں کہ خاص کی گئی زکوٰۃ ساتھ ترجمہ کے اس واسطے کہ باقی جو چیز آیت اور حدیث میں مذکور ہے اس کا جدا جدا باب باندھا ہے۔

٤٤ ۔ حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيْلُ قَالَ حَدَّثَنِيْ مَالِكُ بْنُ أَنَسٍ عَنْ عَمِّهٖ أَبِيْ سُهَيْلِ بْنِ مَالِكٍ عَنْ أَبِيْهِ أَنَّهٗ سَمِعَ طَلْحَةَ بْنَ عُبَيْدِ اللّٰهِ يَقُوْلُ جَآءَ رَجُلٌ إِلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنْ أَهْلِ نَجْدٍ ثَائِرَ الرَّأْسِ يُسْمَعُ دَوِيُّ صَوْتِهٖ وَلَا يُفْقَهُ مَا يَقُوْلُ حَتّٰى دَنَا فَإِذَا هُوَ يَسْأَلُ عَنِ الْإِسْلَامِ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ خَمْسُ صَلَوَاتٍ فِي الْيَوْمِ وَاللَّيْلَةِ فَقَالَ هَلْ عَلَيَّ غَيْرُهَا قَالَ لَا إِلَّا أَنْ تَطَوَّعَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَصِيَامُ رَمَضَانَ قَالَ هَلْ عَلَيَّ غَيْرُهٗ قَالَ لَا إِلَّا أَنْ تَطَوَّعَ قَالَ وَذَكَرَ لَهٗ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الزَّكَاةَ قَالَ هَلْ عَلَيَّ غَيْرُهَا قَالَ لَا إِلَّا أَنْ تَطَوَّعَ قَالَ فَأَدْبَرَ الرَّجُلُ وَهُوَ يَقُوْلُ وَاللّٰهِ لَا أَزِيْدُ عَلٰى هٰذَا وَلَا أَنْقُصُ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَفْلَحَ إِنْ صَدَقَ.

۴۴۔ طلحہ بن عبید اللہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک شخص نجد کا رہنے والا رسول اللہ ﷺ کے پاس آیا اس حال میں کہ اس کے بال پریشان تھے اس کی آواز ہم سنتے تھے لیکن اس کی بات نہ سمجھتے تھے یہاں تک کہ وہ نزدیک آیا پس ناگہاں وہ اسلام کے معنی پوچھتا تھا سو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ پانچ نمازیں ہیں ایک رات اور دن میں پھر اس مرد نے کہا کیا میرے اوپر ان پانچ کے سوا اور بھی نماز ہے تو حضرت ﷺ نے فرمایا کہ نہیں مگر نفل چاہے تو پڑھ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا اور رمضان کے مہینے کے روزے پھر اس نے کہا کیا میرے اوپر اس کے سوا اور روزہ بھی ہے تو حضرت ﷺ نے فرمایا کہ نہیں مگر نفل روزہ چاہے تو رکھ اور رسول اللہ ﷺ نے اس سے زکوٰۃ کا ذکر کیا سو اس نے کہا کیا میرے اوپر زکوٰۃ کے سوا اور دینا بھی فرض ہے تو حضرت ﷺ نے فرمایا کہ نہیں مگر یوں کہ تو بطور نفل کے کچھ دے دے پھر پلٹ چلا وہ مرد اور وہ کہتا جاتا تھا کہ قسم اللہ کی کہ میں اس پر نہ بڑھاؤں گا اور نہ اس میں سے گھٹاؤں گا تو حضرت ﷺ نے فرمایا کہ مراد کو پہنچا اگر یہ شخص سچا ہے۔

فائدہ: حضرت ﷺ نے حج کا ذکر نہیں کیا اس واسطے کہ اس کا سوال اسلام کے سب ارکان سے نہ تھا اور جو اس نے کہا کہ اس میں کمی زیادتی نہیں کروں گا یعنی ان فرض چیزوں میں اپنی طرف سے زیادتی کمی نہ کروں گا تو اس کا یہ مطلب نہیں کہ اس کے سوا سنت ونفل ادا نہ کروں گا اور یہ جو کہا کہ ناگہاں وہ اسلام کے معنی پوچھتا تھا تو مراد اس سے اسلام کے احکام ہیں اور احتمال ہے کہ اس نے حقیقت اسلام کی پوچھی ہو اور سوائے اس کے کچھ نہیں کہ اس کے

واسطے کلمہ شہادت کا ذکر نہ کیا تو یہ اس واسطے کہ وہ اس کو جانتا تھا یا حضرت ﷺ نے معلوم کیا کہ وہ اسلام کے احکام فعلی پوچھتا ہے یا ذکر کیا اس کو اور راوی نے اس کو نقل نہیں کیا واسطے مشہور ہونے اس کے کی اور سوائے اس کے کچھ نہیں کہ نہ ذکر کیا حج کو یا تو اس واسطے کہ اس وقت حج فرض نہ تھا یا راوی نے اس کو نقل نہیں کیا اور تائید کرتا ہے اس کی جو دوسری روایت میں آچکا ہے کہ حضرت ﷺ نے اس کو احکام اسلام کی خبر دی پس داخل ہوئے اس میں باقی فرائض اور نوافل اور یہ جو کہا کہ پانچ نمازیں پس ظاہر ہوئے ساتھ اس کے مطابقت جواب کی واسطے سوال کے اور مستفاد ہوتا ہے مالک کے سیاق سے کہ نہیں واجب ہے کوئی چیز نمازوں سے ہر رات اور دن میں سوائے پانچ نمازوں کے برخلاف اس شخص کے جو واجب کہتا ہے وتر کو اور فجر کی دوسنتوں کو اور چاشت کی نماز کو اور عید کی نماز کو اور دو رکعتوں کو بعد نماز شام کے اور یہ کہا کہ کیا مجھ پر پانچ نمازوں کے سوا اور نماز بھی فرض ہے تو حضرت ﷺ نے فرمایا کہ نہیں مگر یہ کہ نفل چاہے تو پڑھ تو استدلال کیا گیا ہے ساتھ اس کے اس پر کہ اگر کوئی نفل کو شروع کرے تو اس کا تمام کرنا واجب ہو جاتا ہے واسطے استدلال کرنے کے ساتھ اس کے کہ استثناء اس میں متصل ہے قرطبی نے کہا اس واسطے کہ نفل کے سوا اور چیز کے وجوب کی نفی کر دے اور استثناء نفی سے اثبات ہوتا ہے اور نہیں ہے کوئی قائل ساتھ واجب ہونے نفلوں کے پس متعین ہوئی یہ بات کہ ہو مراد مگر یہ کہ تو نفلوں میں شروع کرے پس لازم ہوگا تجھ کو تمام کرنا انکا اور تعاقب کیا ہے اس کا طیبی نے کہ یہ استدلال اس کا مغالطہ ہے اس واسطے کہ استثناء اس جگہ غیر جنس سے ہے اس واسطے نفلوں میں یہ نہیں کہا جاتا کہ تجھ پر واجب ہے پس گویا کہ آپ نے فرمایا کہ نہیں واجب ہے تجھ پر کوئی چیز مگر یہ کہ تو نفل پڑھنے چاہے تو یہ تجھ کو درست ہیں اور تحقیق معلوم ہے کہ نفل واجب نہیں تو اور کوئی چیز بھی ہرگز واجب نہ ہوگی اسی طرح کہا ہے اس نے اور حرف مسئلہ کا دائر ہے استثناء پر سو جو کہتا ہے کہ وہ متصل ہے اس نے اصل کے ساتھ تمسک کیا ہے اور جو کہتا ہے کہ وہ منقطع ہے وہ دلیل کی طرف محتاج ہے اور اس پر دلیل وہ ہے جو نسائی نے روایت کیا ہے کہ حضرت ﷺ کبھی نفل روزے کی نیت کرتے تھے پھر روزے کو کھول دیتے تھے اور بخاری میں ہے کہ حضرت ﷺ نے جویریہ حارث کی بیٹی کو حکم دیا کہ روزہ کھول ڈالے بعد اس کے کہ اس نے اس کو شروع کر لیا تھا پس دلالت کی اس نے کہ شروع عبادت میں نہیں لازم پکڑتا پورا کرنے کو جب کہ ہو عبادت نفل ساتھ اس نص کے روزے میں اور ساتھ قیاس کے باقی میں پس اگر کہا جائے کہ وارد ہوتا ہے حج تو ہم کہتے ہیں کہ نہیں اس واسطے کہ وہ جدا ہے اپنے غیر سے ساتھ لازم ہونے اتمام کے اس کے فاسد میں اگر کسی چیز سے حج فاسد ہو جائے تو بدستور اس کو پورا کرے درمیان سے نہ چھوڑ دے پس کس طرح ہے جب کہ حج صحیح ہو اور اسی طرح جدا ہوا حج ساتھ لازم ہونے کفارے کے نفل حج میں مانند فرض حج کی، واللہ اعلم۔ اور حنفیوں کے اس استدلال میں نظر ہے اس واسطے کہ وہ نہیں قائل ہیں ساتھ فرض ہونے اتمام کے بلکہ ساتھ وجوب اس کے اور استثناء واجب کا فرض سے منقطع ہے واسطے مبائن

ہونے دونوں کے اور نیز پس تحقیق استثناء نفی سے نزدیک ان کے نہیں واسطے اثبات کے بلکہ اس سے سکوت کیا گیا ہے اور اس قصے میں کئی چیزیں ہیں جو مجمل چھوڑی گئی ہیں ان کی تفسیر نہیں فرمائی منجملہ ان کے بیان نصاب زکوٰۃ کا ہے کہ اس کے نصاب کو بیان نہیں فرمایا اور اسی طرح نمازوں کے نام کو بھی بیان نہیں فرمایا اور اس کا سبب یہ ہے کہ یہ امر ان کے نزدیک مشہور تھے یا مقصود قصے سے بیان کرنا اس کا ہے کہ جو فرائض کے ساتھ تمسک کرے وہ نجات پانے والا ہے اگرچہ نفل نہ پڑھے اور ایک روایت میں اتنا زیادہ ہے کہ مراد کو پہنچا قسم ہے اس کے باپ کی اگر یہ سچا ہے پس اگر کوئی کہے کہ کس طرح تطبیق ہے درمیان اس کے اور درمیان نہی کے باپوں کے ساتھ قسم کھانے سے تو جواب یہ ہے کہ یہ واقعہ نہی سے پہلے تھا یا یہ کلمہ جاری ہوتا ہے زبان پر نہیں مقصود ہوتی ساتھ اس کے قسم یا اس میں اضمار ہے یعنی اس کے باپ کے رب کی قسم اور ابن بطال نے کہا کہ دلالت کرتا ہے قول اس کا اَفلَحَ اِنْ صَدَقَ اس پر کہ اگر وہ نہ سچا ہوا اس چیز پر کہ التزام کیا اس کو تو مراد کو نہیں پہنچتا پس اگر کہا جائے کہ کس طرح ثابت کیا واسطے اس کے فلاح کو ساتھ مجرد اسی چیز پر کہ مذکور ہوئی باوجودیکہ منع چیزوں کو ذکر نہیں کیا تو جواب دیا ہے ابن بطال نے کہ یہ نہی کے وارد ہونے سے پہلے واقع ہوا ہو اور یہ جواب عجیب ہے یعنی ٹھیک نہیں اور صواب یہ ہے کہ یہ داخل ہے عموم قول راوی کے کہ حضرت ﷺ نے اس کو احکام اسلام کی خبر دی پس اگر کہا جائے کہ لیکن فلاح اس کی ساتھ اس کے کہ نہ گھٹائے پس ظاہر ہے اور لیکن یہ کہ نہ بڑھائے پس کس طرح صحیح ہے تو جواب دیا ہے نووی نے بایں طور کہ ثابت کیا واسطے اس کے فلاح اس واسطے کہ اس نے ادا کیا جو اس پر فرض تھا اور نہیں اس میں یہ کہ جب وہ اس سے زیادہ عمل کرے گا تو مراد کو نہیں پہنچے گا اس واسطے جب وہ واجب کے ساتھ فلاح کو پہنچا تو فلاح اس کی ساتھ مستحب کے سمیت واجب کے بطریق اولیٰ ہے پس اگر کہا جائے کہ کس طرح برقرار رکھا اس کو اس کے قسم پر اور حالانکہ واقعہ ہوا ہے انکار اس شخص پر جو قسم کھائے کہ نیک کام نہیں کرے گا تو جواب یہ ہے کہ یہ مختلف ہے ساتھ اختلاف احوال اور اشخاص کے اور یہ جاری ہے اصل پر بایں طور کہ نہیں گناہ ہے اوپر غیر تارک فرضوں کے پس وہ فلاح پانے والا ہے اگرچہ اُس کا غیر اس سے فلاح میں زیادہ ہو۔ (فتح)

بَابُ اتِّبَاعِ الْجَنَآئِزِ مِنَ الْاِيْمَانِ. باب جنازے کے ساتھ جانا ایمان سے ہے یعنی ایمان کی ایک شاخ ہے۔

فائدہ: ختم کیا بخاری نے معظم تراجم کو جو واقعہ ہوئے ہیں واسطے اس کے ایمان کی شاخوں سے ساتھ اس ترجمہ کے اس واسطے کہ یہ آخر احوال دنیا کا ہے اور سوا اس کے نہیں کہ مؤخر کیا ترجمہ اداء الخمس من الایمان کو واسطے ایک معنی کے جس کو ہم عنقریب ذکر کریں گے اور وجہ دلالت کی حدیث سے ترجمہ پر تحقیق تنبیہ کی ہے ہم نے اس پر اس کی نظروں میں پہلے اور یہ جو کہا کہ جو جنازے کے تابع ہو تو تحقیق تمسک کیا ہے ساتھ اُس کے اس شخص نے جو گمان

کرتا ہے کہ جنازہ کے پیچھے چلنا افضل ہے اور اس میں حجت نہیں اس واسطے کہ کہا جاتا ہے تَبِعَهٗ جبکہ اس کے پیچھے چلے یا جب گزرے ساتھ اس کے پس اس کے ساتھ چلے اور اسی طرح اتبعہ ہے اور تحقیق بیان کیا ہے دوسری حدیث نے جو ابن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے ساتھ چلنے کے آگے اس کے اور یہ جو کہا کہ یہاں تک اس پر نماز پڑھی جائے تو یصلی ساتھ زیر لام کے ہے اور اس کی زبر بھی مروی ہے پس بنا بر زیر کے نہیں حاصل ہوتا موعود بہ مگر واسطے اس شخص کے کہ اس سے نماز پائی جائے اور بنا بر زبر کے بھی کہا جاتا ہے کہ حاصل ہوتا ہے اس کے واسطے یہ اگرچہ نماز پڑھے اور جب کہ نماز کا قصد کرے اور اس کو کوئی مانع ہو تو ظاہر حاصل ہونا ثواب کا ہے واسطے اس کے مطلق اور اللہ خوب جانتا ہے اور یہ جو کہا وہ دو قیراط کے برابر ثواب لے کر پھرتا ہے تو تحقیق ثابت کیا ہے اس روایت نے کہ دو قیراطیں سوائے اس کے نہیں کہ حاصل ہوتی ہیں ساتھ مجموع نماز اور دفن کرنے کے اور یہ کہ نماز جنازے کی ساتھ سوائے دفن کے صرف ایک ہی قیراط حاصل ہوتی ہے اور یہی قول معتمد ہے برخلاف اس شخص کے جو تمسک کرتا ہے ساتھ ظاہر بعض روایتوں کے پس گمان کرتا ہے کہ حاصل ہوتی ہیں ساتھ مجموع کے تین قیراطیں اور اس کی باقی بحث کتاب الجنائز میں آئے گی۔ (فتح)

٤٥ ـ حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عَلِيِّ الْمَنْجُوفِيُّ قَالَ حَدَّثَنَا رَوْحٌ قَالَ حَدَّثَنَا عَوْفٌ عَنِ الْحَسَنِ وَمُحَمَّدٍ عَنْ أَبِيْ هُرَيْرَةَ أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ مَنِ اتَّبَعَ جَنَازَةَ مُسْلِمٍ إِيْمَانًا وَّاحْتِسَابًا وَكَانَ مَعَهٗ حَتّٰى يُصَلّٰى عَلَيْهَا وَيَفْرُغَ مِنْ دَفْنِهَا فَإِنَّهٗ يَرْجِعُ مِنَ الْأَجْرِ بِقِيْرَاطَيْنِ كُلُّ قِيْرَاطٍ مِثْلُ أُحُدٍ وَمَنْ صَلّٰى عَلَيْهَا ثُمَّ رَجَعَ قَبْلَ أَنْ تُدْفَنَ فَإِنَّهٗ يَرْجِعُ بِقِيْرَاطٍ.

۴۵۔ ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو شخص ایمان سے اور ثواب کے واسطے مسلمان کے جنازے کے پیچھے جائے یعنی اس کے ساتھ جائے اور اس پر نماز پڑھے اور دفن سے فارغ ہونے تک اس کے ساتھ رہے پس وہ پھرتا ہے دو قیراط کے برابر ثواب لے کر ہر قیراط مثل اُحد پہاڑ کی ہے اور جو شخص نماز پڑھے جنازے پر پھر چلا جائے پس دفن سے تو وہ پھرتا ہے ثواب لے کر برابر ایک قیراط کے۔

فائدہ: قیراط کہتے ہیں دینار کے بارہویں حصہ کو اور یہاں قیراط سے مراد حصہ عظیم ہے اور یہ جو کہا کہ ایمان سے ساتھ جائے یعنی یہ نہ جانے کہ یہ بھی ایک ایمان کی شاخ ہے پس مطابقت حدیث کی ترجمہ سے ظاہر ہے۔

بَابُ خَوْفِ الْمُؤْمِنِ مِنْ أَنْ يَّحْبَطَ عَمَلُهٗ وَهُوَ لَا يَشْعُرُ.

باب مومن کا خوف کرنا اس سے کہ اس کا عمل برباد ہو جائے اور اس کو خبر نہ ہو۔

فائدہ: یہ باب عقد کیا گیا ہے واسطے رد کے خاص مرجیہ پر اگرچہ اکثر باب جو پہلے گزر چکے ہیں بغل گیر ہیں رد کو

اوپر اس کے لیکن کبھی شریک ہوتے ہیں اُن کو غیر ان کے اہل بدعت سے بیچ کسی چیز کے ان میں سے برخلاف اس باب کے اور مرجیہ منسوب ہیں طرف ارجا کی اور وہ تاخیر ہے اس واسطے کہ انہوں نے مؤخر کیا عملوں کو ایمان سے پس کہا انہوں نے کہ ایمان فقط دل کے ساتھ تصدیق کرنا ہے اور نہیں شرط کیا اُن کے جمہور نے زبان کے ساتھ اقرار کرنے کو اور کہتے ہیں کہ گنہگاروں کا ایمان کامل ہے اور کہتے ہیں کہ ایمان کے ساتھ گناہ بالکل ضرر نہیں کرتا اور اُن کے اقوال اصول کی کتابوں میں مشہور ہیں اور مناسبت وارد کرنے اس ترجمہ کی پیچھے اس باب کے جو پہلے ہے اس جہت سے ہے کہ جنازے کے ساتھ جانا جگہ ظن کی ہے کہ نہیں قصد کی جاتی ساتھ اس کے رعایت اس کے اہل کی یا مجموع دونوں امروں کا مقصود ہوتا ہے اور سیاق حدیث کا چاہتا ہے کہ تحقیق ثواب موعود بہ سوائے اس کے کچھ نہیں کہ حاصل ہوتا ہے واسطے اس کے جو اس کو ثواب کے واسطے کرے یعنی خالص پس پیچھے لایا اس کے وہ چیز جو اشارہ کرتی ہے کہ تحقیق شان یہ ہے کہ کبھی عارض ہوتی ہے واسطے مرد کے وہ چیز جو خلل ڈالتی ہے اس کے قصد خالص پر پس محروم ہوتا ہے ساتھ اس کے موعود سے اور اس کو خبر نہیں ہوتی پس قول اس کا اَنْ يُّحْبِطَ عَمَلُهٗ یعنی محروم ہوتا ہے اپنے عمل کے ثواب سے اس واسطے کہ وہ نہیں ثواب دیا جاتا مگر اس چیز میں کہ اس کو خالص اللہ کے واسطے کیا اور ساتھ اس تقریر کے دفع ہوگا اعتراض اس شخص کا جو اعتراض کرتا ہے اس پر ساتھ اس کے کہ وہ قوی کرتا ہے مذہب احباطیہ کو جو کہتے ہیں کہ گناہ نیکیوں کو باطل کر دیتے ہیں اور کہا ابوبکر بن عربی نے بیچ رو کے اوپر ان کے کہ قول فیصلہ کرنے والا اس میں یہ ہے کہ عمل کا حبط کرنا دو قسم ہے ایک باطل کرنا ایک چیز کا ہے دوسری چیز کو اور لے جانا اُس کا تمام مانند باطل کرنے ایمان کی کفر کو او کفر کی ایمان کو اور یہ دونوں جہتوں میں لے جانا حقیقی ہے دوسرا حبط کرنا باہم وزن کرنے کا ہے جب کہ بدیوں کو ایک پلے میں ڈالا جائے اور نیکیوں کو ایک پلے میں ڈالا جائے سو جس کی نیکیاں بھاری ہوئیں اس نے نجات پائی اور جس کی بدیاں بھاری ہوئیں وہ اللہ کی مشیت میں کھڑا ہوا پس یا تو اللہ اس کو بخش دے گا اور یا عذاب کرے گا پس کھڑا کرنا ایک طرح کا ابطال ہے اس واسطے کہ روکنا منفعت کا وقت حاجت کے طرف اس کے باطل کرنا ہے واسطے اس کے اور عذاب کرنا ابطال ہے جو اس سے سخت تر ہے آگ سے نکلنے کے وقت تک پس بیچ ہر ایک کے ابطال نسبتی ہے بولا گیا اس پر اسم حبط کرنے کا بطور مجاز کے اور یہ ابطال حقیقی نہیں اس واسطے کہ جب وہ آگ سے نکالا گیا اور بہشت میں داخل کیا گیا تو پھر آیا طرف اس کی ثواب اس کے عمل کا اور یہ برخلاف قول فرقہ احباطیہ کے ہے جو دونوں احباط کو برابر کہتے ہیں اور گنہگار کو کافر کہتے ہیں اور یہ اکثر قدریہ ہیں اور یہ جو ابراہیم تیمی نے کہا کہ نہیں پیش کیا میں نے اپنے قول کو اپنے عمل پر الخ تو یہ اس نے اس واسطے کہا کہ وہ لوگوں کو وعظ کیا کرتا تھا اور اس کے معنی یہ ہیں کہ باوجود وعظ کرنے اس کی کے لوگوں کو نہ پہنچا نہایت عمل کو اور تحقیق مذمت کی ہے اللہ نے اس شخص کی جو نیک کام بتلا دے اور بُرے کام سے روکے اور آپ عمل میں قصور کرے سو فرمایا کہ بڑی بیزاری ہے اللہ کے

نزدیک یہ کہ تم کہو جو نہیں کرتے ہو سو اس نے خوف کیا یہ کہ ہو جھٹلانے والا یعنی مانند جھٹلانے والے کی اور یہ جو ابن ابی ملیکہ نے کہا کہ میں نے تیس اصحاب کو پایا الخ تو ان میں سے عائشہ اور اُن کی بہن اسماء رضی اللہ عنہما اور عبادلہ اربعہ اور ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ اور عقبہ بن حارث رضی اللہ عنہ اور مسور بن مخرمہ رضی اللہ عنہ پس یہ لوگ ہیں جن سے اس نے سنا اور تحقیق پایا ہے اُس نے ایک جماعت کو جو ان لوگوں سے بزرگ تر ہیں مانند علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ اور سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ کی اور تحقیق جزم کیا ہے اُس نے بایں طور کہ تھے وہ خوف کرتے نفاق سے عملوں میں اور نہیں منقول ہے اُن کے غیر سے خلاف بیچ اُس کے پس گویا کہ یہ اجماع ہے اور یہ اس واسطے ہے کہ کبھی عارض ہوتی ہے ایماندار پر اس کے عمل میں وہ چیز کہ اخلاص کے مخالف ہوتی ہے اور یہ جو کہا کہ وہ نفاق سے خوف کرتے تھے تو اس سے یہ لازم نہیں آتا کہ نفاق اُن سے واقعہ ہو بلکہ یہ بطور مبالغہ کے ہے ان سے ورع اور تقویٰ میں راضی ہوا اللہ ان سے۔ ابن بطال نے کہا کہ سوائے اس کے نہیں کہ خوف کیا انہوں نے اس واسطے کہ ان کی عمریں دراز ہوئیں یہاں تک کہ انہوں نے تغیر اور تبدل دیکھا جو انہوں نے پہلے نہ دیکھا تھا اور نہ قادر ہوئے اس کے انکار پر پس خوف کیا انہوں نے یہ کہ قصور کیا ہو ساتھ سکوت کے اور یہ جو کہا کہ کوئی اُن میں سے نہ کہتا تھا کہ وہ جبرائیل علیہ السلام وغیرہ کے ایمان پر ہے یعنی نہ جزم کرتا تھا کوئی ان میں سے ساتھ نہ عارض ہونے نفاق کے جیسا کہ جزم کیا جاتا ہے ساتھ اس کے جبرائیل علیہ السلام کے ایمان میں اور اس میں اشارہ ہے کہ یہ لوگ مذکور قائل تھے ساتھ کم وبیش ہونے درجوں ایمان داروں کے برخلاف مرجیہ کے جو قائل ہیں کہ ایمان صدیقوں کا اور ان کے سوا اور لوگوں کا ایک برابر ہے اس میں کچھ فرق نہیں۔ (فتح)

وَقَالَ إِبْرَاهِيْمُ التَّيْمِيُّ مَا عَرَضْتُ قَوْلِيْ عَلٰى عَمَلِيْ إِلَّا خَشِيْتُ أَنْ أَكُوْنَ مُكَذِّبًا.

اور ابراہیم تیمی نے کہا کہ نہیں سامنے کیا میں نے اپنے قول کو اپنے عمل پر مگر خوف کیا میں نے اس بات کا کہ ہوں میں دین کو جھٹلانے والا یعنی جب زبان سے دعویٰ دین کا کروں اور اس کے موافق عمل نہ کروں تو میں دین کو جھٹلاتا ہوں۔

وَقَالَ ابْنُ أَبِيْ مُلَيْكَةَ أَدْرَكْتُ ثَلَاثِيْنَ مِنْ أَصْحَابِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كُلُّهُمْ يَخَافُ النِّفَاقَ عَلٰى نَفْسِهٖ مَا مِنْهُمْ أَحَدٌ يَقُوْلُ إِنَّهٗ عَلٰى إِيْمَانِ جِبْرِيْلَ وَمِيْكَائِيْلَ.

اور ابن ابی ملیکہ نے کہا کہ میں نے تیس صحابہ کو پایا ہر ایک اپنے نفس پر نفاق سے خوف کرتا تھا اور ان میں سے کوئی نہیں کہتا تھا کہ میرا ایمان جبرئیل اور میکائیل کے برابر ہے (یعنی ہر ایک ان میں سے خوف کرتا تھا اور کسی کو ان میں سے نفاق سے بچنے کا یقین نہ تھا جیسے کہ جبرئیل اور میکائیل کے ایمان میں عدم نفاق کا یقین ہے) پس

اس سے معلوم ہوا کہ وہ ایمان کی زیادتی اور نقصان کے قائل تھے پس مرجیہ کا قول باطل ہو گیا جو کہتے ہیں کہ ایمان صدیقوں وغیرہ سب کا ایک برابر ہے۔

وَيُذْكَرُ عَنِ الْحَسَنِ مَا خَافَهُ إِلَّا مُؤْمِنٌ وَلَا أَمِنَهُ إِلَّا مُنَافِقٌ.

یعنی حسن بصری سے روایت ہے کہ نہیں خوف کرے گا اس سے مگر مومن اور نہیں بے خوف ہوگا اس سے مگر منافق۔

فائدہ: نووی نے کہا کہ نہیں ڈرتا اس سے کوئی مگر ایماندار اور نہیں بے خوف ہوتا اُس سے کوئی مگر منافق یعنی اللہ تعالیٰ سے میں کہتا ہوں کہ یہ کلام اگر چہ صحیح ہے لیکن بخاری کی مراد کے برخلاف ہے اس واسطے کہ حسن بصری کی کلام کے سیاق سے معلوم ہوتا ہے کہ مراد اس کے نفاق کا بیان کرنا ہے جیسے معلّی بن زیادہ سے روایت ہے کہ میں حسن بصری سے سنا کہ اس مسجد میں قسم کھاتا تھا اُس اللہ کی جس کے سوا کوئی لائق عبادت کے نہیں کہ نہیں گزرا کوئی ایماندار کبھی اور نہ باقی رہا مگر کہ وہ نفاق سے ڈرنے والا ہے اور نہیں گزرا کوئی منافق اور نہ باقی رہا مگر کہ وہ نفاق سے بے خوف ہے اور حسن بصری کہتے ہیں کہ جو نفاق سے نہ ڈرے وہ منافق ہے اور یہ موافق ہے واسطے اثر ابن ابی ملیکہ کے جو اس سے پہلے ہے اور وہ قول اس کا ہے کہ سب نفاق سے ڈرتے تھے اور اللہ سے ڈرنا اگر چہ مطلوب ہے لیکن باب کا سیاق دوسرے امر میں ہے اور یہ جو کہا کہ وَمَا يَحْذَرُ تو یہ معطوف ہے خوف پر یعنی باب مَا يَحْذَرُ اور فصل کیا درمیان ترجموں کے ساتھ آثار کے جن کو ذکر کیا واسطے متعلق ہے ساتھ پہلی کے جیسا کہ ہم اس کو واضح کریں گے پس اس میں لف ونشر غیر مرتب ہے اور مراد اس کی نیز رد ہے مرجیہ پر اس واسطے کہ وہ کہتے ہیں کہ نہیں ڈر گناہ سے ساتھ حاصل ہونے ایمان کے اور مفہوم آیت کا جس کو ذکر کیا ہے اُن پر رد کرتا ہے اس واسطے کہ اللہ تعالیٰ نے مدح کی ہے اس شخص کی جو اپنے گناہ کے واسطے بخشش مانگے اور نہ اڑا رہے او پر اُس کے پس مفہوم اُس کا مذمت اس شخص کی ہے جو یہ نہ کرے اور داخل ہوتا ہے ترجمہ کے معنی میں قول اللہ تعالیٰ کا ﴿لَا تَرْفَعُوْا اَصْوَاتَكُمْ فَوْقَ صَوْتِ النَّبِيِّ وَلَا تَجْهَرُوْا لَهٗ بِالْقَوْلِ كَجَهْرِ بَعْضِكُمْ لِبَعْضٍ اَنْ تَحْبَطَ اَعْمَالُكُمْ﴾ یعنی نہ بلند کرو اپنی آوازوں کو پیغمبر کی آواز پر اور نہ پکارو اُس کو ساتھ بات کے مانند پکارنے بعض تمہارے کے بعض کو یہ کہ حبط ہوں عمل تمہارے اور یہ آیت زیادہ تر دلالت کرتی ہے مراد پر اور اس کے سوا اور بھی کئی آیتیں ہیں پس جو اڑا رہے گناہوں کے نفاق پر تو اُس پر خوف ہے کہ پہنچا دے اس کو طرف نفاق کفر کی اور شاید بخاری نے اشارہ کیا ہے طرف حدیث عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ کی کہ حضرت ﷺ نے فرمایا کہ خرابی ہے اڑنے والوں کو جو اڑے رہے اس چیز پر کہ انہوں نے کی اور حالانکہ وہ جانتے ہیں کہ جو توبہ کرے اللہ اس کی توبہ قبول کرتا ہے پھر بخشش نہیں مانگتے یہ قول مجاہد وغیرہ کا ہے اور

ترمذی میں صدیق اکبر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جو توبہ کرے وہ گناہ پر اڑنے والا نہیں اگرچہ ایک دن میں ستر بار پھر وہی گناہ کرے اور دونوں کی سند حسن ہے۔ (فتح)

وَمَا يُحْذَرُ مِنَ الْإِصْرَارِ عَلَى النِّفَاقِ وَالْعِصْيَانِ مِنْ غَيْرِ تَوْبَةٍ لِقَوْلِ اللّٰهِ تَعَالٰى ﴿وَلَمْ يُصِرُّوا عَلٰى مَا فَعَلُوْا وَهُمْ يَعْلَمُوْنَ﴾.

یعنی قتل اور گناہ پر بغیر توبہ کے اصرار کرنے سے ڈرنے کا بیان فرمانے اللہ تعالیٰ کے کہ نہ اصرار کیا انہوں نے اُس پر جو کیا انہوں نے اور حالانکہ وہ جانتے ہیں۔

فائدہ: مرجیہ ایک فرقہ ہے وہ کہتے ہیں کہ آدمی جب ایمان لے آئے تو پھر گناہ کا کچھ ڈر نہیں ہے اگر گناہ کر لیا تو ایمان کو کچھ نقصان نہیں پہنچتا ہے سو اس آیت سے معلوم ہوا کہ اگر گناہ پر اڑ جائے گا اور اس سے توبہ نہیں کرے گا تو اس کے واسطے نہایت ہی خوف ہے گو وہ ایمان رکھتا ہو پس یہ قول ان کا مردود ہے اور مرجیہ ان کو اس واسطے کہتے ہیں کہ وہ لوگ رجا میں یعنی امید میں بہت زیادتی کرتے ہیں یہاں تک کہتے ہیں کہ ایمان کے ساتھ گناہ کرنے سے کچھ نقصان نہیں۔

٤٦ ـ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَرْعَرَةَ قَالَ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنْ زُبَيْدٍ قَالَ سَأَلْتُ أَبَا وَآئِلٍ عَنِ الْمُرْجِئَةِ فَقَالَ حَدَّثَنِيْ عَبْدُ اللّٰهِ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ سِبَابُ الْمُسْلِمِ فُسُوْقٌ وَقِتَالُهٗ كُفْرٌ.

۴۶۔ زبید سے روایت ہے اُس نے کہا کہ میں نے ابو وائل سے مرجیہ کا قول پوچھا (یعنی وہ کہتے ہیں کہ عمل ایمان میں داخل نہیں اور گناہ سے ایمان کو کچھ نقصان نہیں ہے) سو کہا اس نے کہ حدیث بیان کی مجھ سے عبداللہ نے کہ تحقیق نبی ﷺ نے فرمایا کہ مسلمان کو گالی دینا سخت گناہ ہے اور اس کو قتل کرنا کفر ہے (یعنی ناشکری ہے)

فائدہ: مرجیہ کہتے ہیں کہ کبیرہ گناہ کرنے والا فاسق نہیں سو اس حدیث سے معلوم ہوا کہ مرتکب کبیرہ کا فاسق ہے اور گناہ کفر کا سبب ہے اگر مسلمان کو حلال جان کر قتل کرے تو صریح کفر ہے اور نہیں تو گناہ کبیرہ ہے پس لامحالہ ایماندار کو اپنے عمل کے برباد جانے کا خوف کرنا ضروری ہے پس مطابقت حدیث کی ترجمہ سے ظاہر ہے ایک روایت میں ہے کہ جب مرجیہ ظاہر ہوئے تو میں ابووائل کے پاس آیا تو میں نے اس کے واسطے یہ ذکر کیا تو ظاہر ہوا اس سے کہ اس کا سوال اُن کے اعتقاد سے تھا اور تحقیق تھا یہ وقت ظاہر ہونے اُن کی کے اور ابووائل کی وفات ۹۹ھ ہجری میں تھی پس اس میں دلیل ہے اس پر کہ بدعت ارجاء کی پرانی ہے اور ابراہیم حربی نے کہا کہ سباب اشد ہے سب سے اور وہ یہ ہے کہ کہے مرد میں جو اس میں ہو اور جو اس میں نہ ہو مراد ساتھ اس کے اس کا عیب ہو اور فسق کے معنی ہیں لغت میں نکلنا اور شرع میں نکلنا ہے اللہ اور رسول ﷺ کی فرمانبرداری سے اور وہ شرع کی عرف میں سخت تر ہے

عصیاں سے اللہ نے فرمایا: ﴿وَكَرَّهَ إِلَيْكُمُ الْكُفْرَ وَالْفُسُوقَ وَالْعِصْيَانَ﴾ پس حدیث میں تعظیم ہے مسلمان کے حق کی اور یہ جو اس کو ناحق برا کہے وہ فاسق ہے اور اس کا مقتضاء رد ہے اوپر مرجیہ کے اور معلوم ہوئی اس سے مطابقت جواب ابووائل کی واسطے سوال کے اُن کے قول سے گویا کہ اس نے کہا کہ اُن کا قول کس طرح حق ہوتا اور حالانکہ حضرت ﷺ نے یہ فرمایا ہے اور یہ جو کہا کہ اُس کا لڑنا کفر ہے تو اگر کہا جائے کہ یہ اگرچہ بغل گیر ہے رد کو مرجیہ پر لیکن ظاہر اس کا قوی کرتا ہے خارجیوں کے مذہب کو جو کہتے ہیں کہ مسلمان گناہوں سے کافر ہو جاتا ہے تو جواب یہ ہے کہ مبالغہ بیچ رد کے بدعتیوں پر اس کو چاہا ہے اور نہیں ہے دلیل واسطے خارجیوں کے بیچ اس کے اس واسطے کہ اس کا ظاہر مراد نہیں ہے لیکن جب کہ تھا لڑنا سخت تر سباب سے اس واسطے کہ وہ پہنچاتا ہے طرف قبض کرنے روح کے تو تعبیر کیا اس سے ساتھ لفظ اَشَدُّ کے لفظ فسق سے اور وہ کفر ہے اور نہیں مراد ہے حقیقت کفر کی جو نکلنا ہے اسلام سے بلکہ بولا اس پر کفر کو واسطے مبالغہ کے ڈرانے میں واسطے اعتماد کرنے کی اس چیز پر کہ مقرر ہوئی قواعد سے کہ ایسا کام اسلام سے خارج نہیں کرتا مانند حدیث شفاعت کی اور مانند قول اللہ تعالیٰ کی کہ ﴿إِنَّ اللَّهَ لَا يَغْفِرُ أَنْ يُشْرَكَ بِهِ وَيَغْفِرُ مَادُونَ ذَٰلِكَ لِمَنْ يَشَاءُ﴾ یعنی اللہ شرک کو نہیں بخشتا اور اس کے سوا جس کو چاہتا ہے بخش دیتا ہے اور تحقیق اشارہ کیا ہے ہم نے طرف اس کی بَابُ الْمَعَاصِيْ مِنْ أَمْرِ الْجَاهِلِيَّةِ میں یا بولا اُس پر کفر کو واسطے مشابہ ہونے اس کے ساتھ اس کے اس واسطے کہ ایماندار سے لڑنا کافر کی شان سے ہے اور بعض کہتے ہیں کہ مراد اس جگہ کفر لغوی ہے اور وہ ڈھانکنا ہے اس واسطے کہ حق مسلمان کا مسلمان پر یہ ہے کہ اس کی اعانت کرے اور مدد کرے اور اس سے تکلیف دینے والی چیز کو دور کرے سو جب وہ اس سے لڑا تو گویا کہ ڈھانکا اس نے اُس پر حق کو اور پہلے دونوں معنی لائق تر ہیں ساتھ مراد بخاری کے اور اولیٰ ہیں ساتھ مقصود کے ڈرانے سے جو اس کو کرنے اور جھڑکنے کے اُس سے برخلاف تیسرے معنی کے اور بعض کہتے ہیں کہ مراد ساتھ قول اس کے کی کفر یہ ہے کہ کبھی پھرتا ہے یہ فعل ساتھ نحوست اپنی کے طرف کفر کی اور یہ احتمال بعید ہے اور بعید تر اُس سے حمل کرنا ہے اس کا اس شخص پر جو اس کو حلال جانے اس واسطے کہ وہ ترجمہ کے مطابق نہیں اور یہ مراد ہوتی تو نہ حاصل ہوتی تفریق درمیان سباب اور قتال کے اس واسطے کہ مسلمان کی لعنت کو حلال جاننے والا بغیر تاویل کے نیز کافر ہوتا ہے اور تحقیق باب باندھا ہے اس کا بخاری نے محاربین میں کما سیاتی اور مانند اس حدیث کی قول حضرت ﷺ کا ہے لَا تَرْجِعُوْا بَعْدِيْ كُفَّارًا يَضْرِبُ بَعْضُكُمْ رِقَابَ بَعْضٍ یعنی نہ پھر جانا بعد میرے کافر ہو کر ایک دوسرے کی گردن مارے پس بیچ اس کے یہ جواب ہیں اور اس کی نظیر یہ آیت ہے ﴿أَفَتُؤْمِنُوْنَ بِبَعْضِ الْكِتَابِ وَتَكْفُرُوْنَ بِبَعْضٍ﴾ بعد قول اللہ تعالیٰ کی ﴿ثُمَّ أَنْتُمْ هٰؤُلَاءِ تَقْتُلُوْنَ أَنْفُسَكُمْ وَتُخْرِجُوْنَ فَرِيْقًا مِّنْكُمْ مِّنْ دِيَارِهِمْ﴾ دلالت کی اس نے کہ بعض عملوں پر کفر بولا جاتا ہے بطور ڈرانے کے اور ایک روایت میں ہے کہ مسلمان کو لعنت کرنا مانند قتل اس کے کی ہے تو یہ حدیث اس

کے مخالف نہیں اس واسطے کہ مشبہ بہ مشبہ سے اوپر ہے اور جس قدر میں دونوں شریک ہیں وہ پہنچنا نہایت کو تاثیر میں یہ آبرو میں اور یہ جان میں، واللہ اعلم۔

٤٧ ـ أَخْبَرَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيْدٍ حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيْلُ بْنُ جَعْفَرٍ عَنْ حُمَيْدٍ حَدَّثَنِيْ أَنَسُ بْنُ مَالِكٍ قَالَ أَخْبَرَنِيْ عُبَادَةُ بْنُ الصَّامِتِ أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ خَرَجَ يُخْبِرُ بِلَيْلَةِ الْقَدْرِ فَتَلَاحٰى رَجُلَانِ مِنَ الْمُسْلِمِيْنَ فَقَالَ إِنِّيْ خَرَجْتُ لِأُخْبِرَكُمْ بِلَيْلَةِ الْقَدْرِ وَإِنَّهُ تَلَاحٰى فُلَانٌ وَّفُلَانٌ فَرُفِعَتْ وَعَسٰى أَنْ يَّكُوْنَ خَيْرًا لَّكُمْ فَالْتَمِسُوْهَا فِي السَّبْعِ وَالتِّسْعِ وَالْخَمْسِ.

۴۷۔ عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نکلے رسول اللہ ﷺ خبر دینے کو شب قدر کی پس جھگڑے دو مرد مسلمان سو فرمایا حضرت ﷺ نے کہ میں تم کو شب قدر کی خبر دینے کے واسطے نکلا تھا پس جھگڑا فلانا فلانا پس اٹھائی گئی پہچان شب قدر کی یعنی نامعلوم ہوگئی اور شاید کہ ہو یہ بہتر واسطے تمہارے پس تلاش کرو اس کو ستائیسویں رات میں اور انتیسویں رات میں اور پچیسویں رات میں۔

فائدہ: اٹھائی گئی یعنی تعیین اس کی میرے دل سے اٹھ گئی اور مجھ کو معلوم نہیں رہی میں اس وقت کو بھول گیا ہوں بسبب جھگڑنے ان کے کی اس سے معلوم ہوا کہ جھگڑنا اور آپس میں دشمنی کرنا بہت بری بات ہے اور اس کے سبب سے آدمی برکات اور بھلائیوں سے محروم ہو جاتا ہے پس مومن کو حبط عمل سے خوف کرنا بہت ضرور ہے پس مناسبت حدیث کی ترجمہ سے ظاہر ہے اٹھائی گئی تعیین اس کی یعنی میری یاد سے یہی ہے معتمد اس جگہ اور اس کا سبب وہ ہے جو مسلم نے واضح کیا ہے بیچ اس قصے کے کہا پس آئے دو مرد جھگڑتے یعنی ہر ایک دعویٰ کرتا تھا کہ وہ حق پر ہے ان کے ساتھ شیطان تھا سو میں اس کو بھول گیا قاضی عیاض نے کہا کہ اس میں دلیل ہے اس پر کہ جھگڑنا برا ہے اور یہ کہ وہ سبب ہے عقوبت معنوی میں یعنی محروم ہونے میں اور اس سے معلوم ہوا کہ جس جگہ میں شیطان حاضر ہو وہاں سے برکت اور خیر اٹھائی جاتی ہے پس اگر کہا جائے کہ کس طرح ہوگا جھگڑا حق کی طلب میں برا میں کہتا ہوں کہ سوائے اس کے نہیں کہ یہ بڑا ہوا واسطے واقع ہونے اس کے کی مسجد میں اور وہ جگہ ذکر کی ہے نہ لغو کی پھر نیز وقت مخصوص میں ساتھ ذکر کے نہ لغو کے اور وہ رمضان کا مہینہ ہے پس مذمت واسطے اس چیز کے ہے کہ عارض ہوئی نہ واسطے ذات اس کی کے پھر وہ مستلزم آواز کے بلند ہونے کو اور حضرت ﷺ کے حضور میں آواز کا بلند کرنا منع ہے واسطے دلیل اس آیت کے ﴿لَا تَرْفَعُوْا اَصْوَاتَكُمْ فَوْقَ صَوْتِ النَّبِيِّ﴾ الی قولہ ﴿اَنْ تَحْبَطَ اَعْمَالُكُمْ وَاَنْتُمْ لَا تَشْعُرُوْنَ﴾ اور اس جگہ سے ظاہر ہوتی ہے مناسبت اس حدیث کی واسطے ترجمہ کے اور مطابقت اس کی واسطے اس کے اور بہت شارحین پر پوشیدہ رہی ہے پس اگر کہا جائے کہ قول اللہ کا ﴿وَاَنْتُمْ لَا تَشْعُرُوْنَ﴾ تقاضا کرتا ہے مواخذے کو ساتھ

اس عمل کے جس میں قصد نہ ہو تو جواب یہ ہے کہ مراد یہ ہے کہ تم بے خبر ہو ساتھ احباط کے واسطے اعتقاد رکھنے تمہارے کے ساتھ چھوٹے ہونے گناہ کے پس کبھی مرد گناہ کو جانتا ہے لیکن یہ نہیں جانتا وہ کبیرہ ہے جیسے کہ کہا گیا ہے بیچ قول حضرت ﷺ کے ((اِنَّهُمَا لَيُعَذَّبَانِ وَمَايُعَذَّبَانِ فِیْ كَبِيْرٍ)) یعنی ان کے نزدیک کبیرہ نہ تھا اور بے شک وہ کبیرہ تھا یعنی نفس الامر میں اور یہ جو کہا کہ عنقریب ہے کہ یہ ہو بہتر یعنی نہ اٹھایا جانا اگرچہ خیر میں زیادہ ہے اور اس سے اولیٰ ہے اس واسطے کہ وہ متحقق فیہ ہے لیکن اس کے اٹھائے جانے میں خیر کی امید ہے واسطے لازم پکڑنے اس کے کی زیادہ ثواب کو واسطے ہونے اُس کے سبب واسطے زیادتی کوشش کے اس کی تلاش میں اور سوائے اُس کے نہیں کہ حاصل ہوا یہ ساتھ برکت حضرت ﷺ کے اور یہ جو کہا کہ ستائیسویں میں تو اس میں اشارہ ہے طرف اس کی کہ امید اُس کی ستائیسویں میں قوی تر ہے واسطے اہتمام کے ساتھ مقدم کرنے اُس کے کی اور اختلاف کیا گیا بیچ مراد کے ساتھ تسع وغیرہ کے پس بعض کہتے ہیں کہ انتیسویں رات مراد ہے اور بعض کہتے ہیں کہ اکیسویں رات مراد ہے اور اُس کی تفصیل اعتکاف میں آئے گی۔ (فتح)

بَابُ سُؤَالِ جِبْرِيْلَ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنِ الْإِيْمَانِ وَالْإِسْلَامِ وَالْإِحْسَانِ وَعِلْمِ السَّاعَةِ وَبَيَانِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَهٗ ثُمَّ قَالَ جَآءَ جِبْرِيْلُ عَلَيْهِ السَّلَامُ يُعَلِّمُكُمْ دِيْنَكُمْ فَجَعَلَ ذٰلِكَ كُلَّهٗ دِيْنًا وَمَا بَيَّنَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لِوَفْدِ عَبْدِ الْقَيْسِ مِنَ الْإِيْمَانِ وَقَوْلِهٖ تَعَالٰى ﴿وَمَنْ يَّبْتَغِ غَيْرَ الْإِسْلَامِ دِيْنًا فَلَنْ يُّقْبَلَ مِنْهُ﴾.

باب پوچھنا جبرائیل علیہ السلام کا نبی ﷺ کو ایمان سے اور اسلام سے اور احسان سے اور قیامت کے علم سے اور بیان کرنا نبی ﷺ کا واسطے اس کے پھر آپ نے فرمایا کہ یہ جبرائیل علیہ السلام تھا تمہارے پاس آیا تھا تم کو دین سکھلانے کو پس گردانا نبی ﷺ نے ان سب کو دین اور جو بیان کیا نبی ﷺ نے واسطے ایلچیوں عبدالقیس کے ایمان سے اور قول اللہ تعالیٰ کا اور جو شخص چاہے سوائے اسلام کے دین کو پس ہرگز نہیں قبول کیا جائے گا اس سے۔

فائدہ: اس سے معلوم ہوا کہ دین اور ایمان اور اسلام ایک ہی چیز ہے اور یہی مراد ہے امام بخاری کی اس باب سے اور یہ جو کہا کہ پوچھنا جبرائیل علیہ السلام کا حضرت ﷺ کو ایمان الخ تو پہلے گزر چکا ہے کہ بخاری کی رائے یہ ہے کہ ایمان اور اسلام فقط ایک ہی چیز سے مراد ہے پس جب کہ تھا سوال جبرائیل علیہ السلام کا ایمان اور اسلام سے اور جواب اُس کا تقاضا کرتا دونوں کے غیر ہونے کو اور یہ کہ ایمان تصدیق ہے ساتھ امور مخصوصہ کے اور اسلام ظاہر کرنا اعمال مخصوصہ کا ہے تو ارادہ کیا اس نے یہ کہ رد کرے اس کو ساتھ تاویل کے طرف طریق اپنے کی اور یہ جو کہا کہ بیان یعنی ساتھ بیان اس بات کے کہ اعتقاد اور عمل دین ہے اور قول اس کا مابین یعنی ساتھ اس چیز کے کہ بیان کیا واسطے ایلچیوں کے

کہ ایمان وہی اسلام ہے اس واسطے کہ تفسیر کیا اس کو اُن کے قصے میں ساتھ اس چیز کے کہ تفسیر کیا ساتھ اس کے اسلام کو اس جگہ اور یہ جو کہا کہ قول اللہ تعالیٰ کا یعنی ساتھ اس چیز کے کہ دلالت کرتی ہے اس پر آیت کہ اسلام وہ دین ہے اور دلالت کرتی ہے اس پر حدیث ابوسفیان کی کہ ایمان وہ دین ہے پس یہ تقاضا کرتا ہے کہ اسلام اور ایمان ایک چیز ہے یہ حاصل ہے اس کی کلام کا اور تحقیق نقل کیا ہے ابوعوانہ اسفرائنی نے مزنی شافعی کے صاحب سے کہ وہ دونوں ایک چیز ہیں اور امام احمد سے روایت ہے کہ وہ دونوں غیر ہیں اور واسطے ہر ایک کے دونوں قولوں سے دلیلیں ہیں متعارضہ اور خطابی نے کہا کہ تصنیف کی ہے اس مسئلے میں دو بڑے اماموں نے اور واسطے دونوں قولوں کے بہت دلائل ہیں اور مختلف ہوئے ہیں دونوں بیچ اس کے اور حق یہ ہے کہ دونوں کے درمیان عموم اور خصوص ہے پس ہر مومن مسلمان ہے اور نہیں ہر مسلمان مومن انتہی۔ اور اس کا مقتضی یہ ہے کہ اسلام نہیں بولا جاتا اعتقاد اور عمل دونوں پر برخلاف ایمان کے کہ وہ دونوں پر بولا جاتا ہے اور رد کرتا ہے اس پر قول اللہ تعالیٰ کا ﴿وَرَضِيتُ لَكُمُ الْإِسْلَامَ دِينًا﴾ پس تحقیق اسلام اس جگہ شامل ہے اعتقاد اور عمل دونوں کو اس واسطے کہ عامل غیر معتقد صاحب دین مرضی کا نہیں اور ساتھ اس کے استدلال کیا ہے مزنی اور ابومحمد بغوی نے پس کہا اس نے حدیث جبرائیل علیہ السلام کی شرح میں کہ ٹھہرایا ہے حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اسلام کو اس جگہ اسم واسطے اس چیز کے کہ ظاہر ہو اعمال سے اور ایمان کو نام واسطے اس چیز کے کہ دل میں ہو اعتقاد سے اور یہ نہیں اس واسطے کہ تصدیق نہیں اسلام سے بلکہ یہ تفصیل ہے واسطے ایک جملے کے کہ وہ سب ایک چیز ہے اور مجموع ان کا دین ہے اسی واسطے حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جبرائیل علیہ السلام تمہارے پاس آیا تھا تاکہ تم کو تمہارا دین سکھائے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ﴿رَضِيتُ لَكُمُ الْإِسْلَامَ دِينًا﴾ اور فرمایا ﴿وَمَنْ يَبْتَغِ غَيْرَ الْإِسْلَامِ دِينًا فَلَنْ يُقْبَلَ مِنْهُ﴾ اور نہیں ہوتا دین بیچ جگہ رضا اور قبول کے مگر ساتھ جوڑنے تصدیق کے انتہی۔ اور جو چیز کہ ظاہر ہوتی ہے مجموع دلیلوں سے یہ ہے کہ واسطے ہر ایک کے دونوں سے حقیقت شرعیہ ہے جیسے کہ واسطے ہر ایک کے دونوں میں سے حقیقت لغوی ہے لیکن ہر ایک دونوں میں سے مستلزم ہے دوسرے کو ساتھ معنی کامل کرنے کے واسطے اس کے پس جیسے کہ عاقل نہیں ہوتا مسلمان کامل مگر جب کہ اعتقاد کرے پس اسی طرح اعتقاد کرنے والا بھی نہیں ہوتا مومن کامل مگر جب کہ عمل کرے اور جس جگہ کہ بولا جاتا ہے ایمان اسلام کی جگہ میں بالعکس یا بولا جاتا ہے ایک دونوں کا دونوں کے ارادہ پر معاً تو وہ بطورِ مجاز پر باعتبار اُس چیز کے کہ ظاہر ہوتی ہے مراد ساتھ بیان کے پس اگر وارد ہوں دونوں سوال کے مقام میں تو محمول ہوں گے حقیقت پر اور اگر دونوں اکٹھے وارد نہ ہوں یا سوال کی جگہ میں نہ ہوں تو ممکن ہے حمل کرنا حقیقت پر یا مجاز پر باعتبار اس چیز کے کہ ظاہر ہو قرینوں سے اور تحقیق حکایت کیا ہے اس کو اسماعیلی نے اہل سنت اور جماعت سے کہا انہوں نے کہ تحقیق مختلف ہوتی ہے دلالت ان دونوں کے ساتھ اقتران کے پس اگر اکیلا کیا جائے ایک دونوں میں سے تو داخل ہوتا ہے دوسرا بیچ اس کے اور اسی پر محمول ہوگا جو

حکایت کی ہے محمد بن نصر نے اکثر سے کہ انہوں نے دونوں کو ایک چیز کہا اور جو حکایت کی ہے لا لکائی نے اہل سنت سے کہ انہوں نے دونوں کے درمیان فرق کیا بنا بر اُس کے کہ جبرائیل علیہ السلام کی حدیث میں ہے اور اللہ ہے توفیق دینے والا اور یہ جو کہا کہ علم الساعۃ تو یہ تفسیر ہے اس واسطے کہ مراد کے ساتھ قول جبرائیل علیہ السلام کے بیچ سوال کے کہ کب ہے قیامت یعنی کب ہے علم قیامت کا نہیں کوئی چارہ تقدیر کرنے اور محذوف کے سے یعنی کب ہے علم قیامت کے وقت کا اور یہ جو کہا کہ بیان کرنا حضرت ﷺ کا واسطے اس کے تو یہ معطوف ہے علم پر جو معطوف ہے سوال مجرور پر پس اگر کوئی کہے کہ حضرت ﷺ نے قیامت کے وقت کو بیان نہیں کیا پس کس طرح کہا بخاری نے اور بیان کرنا حضرت ﷺ کا واسطے اس کے تو جواب اس کا یہ ہے کہ مراد ساتھ بیان کے بیان کرنا اکثر اس چیز کا ہے جس سے سوال کیا گیا پس مطلق چھوڑا اس کو اس واسطے کہ حکم اکثر خیر کا حکم اس کے کل کا ہے یا گردانا گیا حکم بیچ علم قیامت کے بایں طور کہ نہیں جانتا اس کو مگر اللہ۔

٤٨ ـ حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ قَالَ حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيلُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ أَخْبَرَنَا أَبُوْ حَيَّانَ التَّيْمِيُّ عَنْ أَبِيْ زُرْعَةَ عَنْ أَبِيْ هُرَيْرَةَ قَالَ كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بَارِزًا يَوْمًا لِلنَّاسِ فَأَتَاهُ جِبْرِيْلُ فَقَالَ مَا الْإِيْمَانُ قَالَ الْإِيْمَانُ أَنْ تُؤْمِنَ بِاللّٰهِ وَمَلَائِكَتِهٖ وَكُتُبِهٖ وَبِلِقَائِهٖ وَرُسُلِهٖ وَتُؤْمِنَ بِالْبَعْثِ قَالَ مَا الْإِسْلَامُ قَالَ الْإِسْلَامُ أَنْ تَعْبُدَ اللّٰهَ وَلَا تُشْرِكَ بِهٖ شَيْئًا وَتُقِيْمَ الصَّلَاةَ وَتُؤَدِّيَ الزَّكَاةَ الْمَفْرُوْضَةَ وَتَصُوْمَ رَمَضَانَ قَالَ مَا الْإِحْسَانُ قَالَ أَنْ تَعْبُدَ اللّٰهَ كَأَنَّكَ تَرَاهُ فَإِنْ لَّمْ تَكُنْ تَرَاهُ فَإِنَّهٗ يَرَاكَ قَالَ مَتَى السَّاعَةُ قَالَ مَا الْمَسْئُوْلُ عَنْهَا بِأَعْلَمَ مِنَ السَّائِلِ وَسَأُخْبِرُكَ عَنْ أَشْرَاطِهَا إِذَا وَلَدَتِ الْأَمَةُ رَبَّهَا وَإِذَا تَطَاوَلَ رُعَاةُ الْإِبِلِ الْبُهْمُ فِي الْبُنْيَانِ فِيْ خَمْسٍ لَا

۴۸۔ ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی ﷺ ایک دن لوگوں میں بیٹھے ہوئے تھے سو آپ کے پاس ایک مرد آیا اور اس نے کہا کہ ایمان کیا ہے یعنی اس کی حقیقت کیا ہے حضرت ﷺ نے فرمایا کہ ایمان یہ ہے کہ تو دل سے مانے اللہ کو اور اس کے فرشتوں کو اور اس کے ملنے کو اور اُس کے پیغمبروں کو اور دل سے مانے تو قیامت کو پس مرد نے کہا کہ اسلام کیا ہے حضرت ﷺ نے فرمایا کہ اسلام یہ ہے کہ تو اللہ کی عبادت کرے اور اُس کے ساتھ کسی چیز کو شریک نہ ٹھہرائے اور یہ کہ تو نماز کو ٹھیک پڑھے اور زکوٰۃ کو دے اور رمضان کا روزہ رکھے اس مرد نے کہا کہ احسان کیا ہے یعنی احسان کی حقیقت کیا ہے حضرت ﷺ نے فرمایا احسان یہ ہے کہ تو اللہ کی ایسی طرح عبادت کرے جیسے کہ اس کو دیکھ رہا ہے سو اگر اس طرح کا دیکھنا تجھ سے نہ ہو سکے تو یوں جان کہ وہی تجھ کو دیکھتا ہے اس مرد نے کہا کہ قیامت کب ہے اور کب ہوگی حضرت ﷺ نے فرمایا کہ جواب دینے والا پوچھنے والے سے اس کو زیادہ نہیں جانتا یعنی قیامت کے نہ جاننے میں ہم دونوں برابر ہیں جیسے

يَعْلَمُهُنَّ إِلَّا اللّٰهُ ثُمَّ تَلَا النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ﴿إِنَّ اللّٰهَ عِنْدَهٗ عِلْمُ السَّاعَةِ﴾ الْآيَةَ ثُمَّ أَدْبَرَ فَقَالَ رُدُّوْهُ فَلَمْ يَرَوْا شَيْئًا فَقَالَ هٰذَا جِبْرِيْلُ جَآءَ يُعَلِّمُ النَّاسَ دِيْنَهُمْ قَالَ أَبُوْ عَبْدِ اللّٰهِ جَعَلَ ذٰلِكَ كُلَّهٗ مِنَ الْإِيْمَانِ.

کہ تجھ کو اس کی خبر نہیں ہے ایسے ہی مجھ کو بھی اس کی خبر نہیں اور عنقریب ہے کہ خبر دوں گا میں تجھ کو نشانیوں سے اُس کے جب کہ لونڈی اپنے مالک اور مربی کو جنے یعنی مالکوں کے نطفے سے لونڈیاں جنیں گی تو ان کی اولاد بھی باپ کی طرح لونڈیوں کے مربی ٹھہرے (خلاصہ مطلب یہ کہ قرب قیامت کے کنیز زادوں کی کثرت ہوگی) اور جب کہ سیاہ اونٹوں کے چرانے والے فخر کریں گے عمارت میں (یعنی کمینے اور خسیس لوگ دولت مند ہو کر بڑی بڑی عمارتیں بنا کر فخر کریں گے) اور قیامت کا علم ان پانچ چیزوں میں ہے جن کو اللہ کے سوا کوئی نہیں جانتا پھر پڑھی نبی ﷺ نے یہ آیت ﴿إِنَّ اللّٰهَ عِنْدَهٗ عِلْمُ السَّاعَةِ﴾ الْآيَةَ یعنی تحقیق اللہ اس کے نزدیک ہے علم قیامت کا آخر آیت تک پھر پلٹ چلا وہ مرد سو حضرت ﷺ نے فرمایا کہ اس کو پھیر لاؤ پس نہ دیکھا لوگوں نے کسی چیز کو پس حضرت ﷺ نے فرمایا کہ یہ جبرائیل علیہ السلام تھا آیا تھا لوگوں کو دین سکھلانے کو۔ ابو عبداللہ (یعنی امام بخاری رحمہ اللہ) نے کہا کہ گردانا حضرت ﷺ نے اس سب کو ایمان سے۔

فائدہ: اس حدیث کو حدیث جبرئیل کہتے ہیں اس واسطے کہ سائل خود جبرائیل علیہ السلام تھے اور امام الاحادیث اور امام الجوامع بھی اس کا نام ہے یعنی سب حدیثوں کے یہ حدیث جڑھ ہے اس واسطے کہ جو مطالب اور حدیثوں میں ہیں سب اس حدیث میں جمع ہیں اس حدیث میں بھی دین سے مراد اسلام ہے اور اسلام اور ایمان ایک چیز ہے پس مطابقت حدیث کی ترجمہ سے ظاہر ہے یہ جو کہا کہ بارزًا تو اس کے معنی ہیں کہ تھے ظاہر واسطے ان کے ان سے پردے میں نہ تھے اور نہ غیر کے ساتھ ملنے والے تھے اور راس کا بیان ایک روایت میں یوں آیا ہے کہ حضرت ﷺ اپنے اصحاب کے درمیان بیٹھے تھے پس کوئی مسافر آتا پس نہ پہچانتا کہ حضرت ﷺ پیغمبر ان میں کون سے ہیں سو طلب کیا ہم نے طرف آپ کی یہ کہ بنا دیں ہم واسطے آپ کے جگہ بیٹھنے کی کہ پہچانے آپ کو مسافر جبکہ آپ کے پاس آئے سو ہم نے آپ کے واسطے مٹی کا دکان بنایا اس پر بیٹھتے تھے انتہی۔ اور استنباط کیا ہے اُس سے قرطبی نے مستحب ہونا بیٹھنے عالم کا ایسے مکان میں کہ اُس کے ساتھ خاص ہو اور بلند ہو جب کہ اُس کی طرف محتاج ہو واسطے ضرورت تعلیم کے اور

مانند اس کی کے اور یہ جو کہا کہ آپ کے پاس مرد آیا یعنی فرشتہ مرد کی صورت میں اور ایک روایت میں ہے کہ ناگہاں ایک مرد پیادہ چلتا آیا اور ایک روایت میں ہے کہ ہم البتہ حضرت ﷺ کے پاس بیٹھے تھے کہ ناگہاں سامنے سے ایک مرد آیا نہایت خوبصورت اور نہایت پاکیزہ خوشبو میں گویا کہ اس کے کپڑوں کو میل نہ پہنچا تھا اور ایک روایت میں ہے کہ جس حالت میں کہ ہم ایک دن حضرت ﷺ کے پاس بیٹھے تھے کہ ناگہاں ظاہر ہوا ہم پر ایک مرد نہایت سفید کپڑوں والا نہایت سیاہ بالوں والا اور ایک روایت میں ہے کہ کالی داڑھی والا نہ دیکھے جاتے تھے اُس پر نشان سفر کے اور نہ ہم میں سے کوئی اس کو پہچانتا تھا یہاں تک کہ حضرت ﷺ کے پاس آ بیٹھا سو اپنے گھٹنوں کو حضرت ﷺ کے گھٹنوں کی طرف ٹکایا اور اپنی دونوں ہتھیلیوں کو آپ کے رانوں پر رکھا اور ایک روایت میں ہے کہ وہ شہر سے نہ تھا پس لوگوں کی گردنوں پر قدم رکھتا ہوا آیا یہاں تک کہ حضرت ﷺ کے آگے بیٹھا جیسا کہ کوئی ہم میں سے نماز میں بیٹھتا ہے پھر اپنے دونوں ہاتھ حضرت ﷺ کے دونوں گھٹنوں پر رکھے اس سے معلوم ہوا کہ اُس نے اپنے دونوں ہاتھ حضرت ﷺ کے گھٹنوں پر رکھے تھے اور ساتھ اسی کے جزم کیا ہے بغوی وغیرہ نے اور نووی وغیرہ نے کہا کہ وہ حضرت ﷺ کے سامنے اس طرح بیٹھا تھا جیسے شاگرد استاد سکھلانے والے کے آگے بیٹھتا ہے اور یہ اگرچہ ظاہر سیاق ہے لیکن اُس کا اپنے ہاتھوں کو حضرت ﷺ کے گھٹنوں پر رکھنا ایک فعل ہے جو خبر دینے والا ہے واسطے سننے کی طرف اس کی کان لگا کر اور اس میں اشارہ ہے واسطے اس چیز کے جو لائق ہے واسطے سوال کئے گئے کے تواضع سے اور درگزر کرنے سے اس چیز سے جو ظاہر ہو ظلم سائل کے سے اور ظاہر یہ ہے کہ اس نے ارادہ کیا تھا ساتھ اُس کے چھپانا امر اپنے کا تاکہ قوی ہو گمان کہ وہ ظالم گنواروں سے ہے اسی واسطے لوگوں کی گردنوں پر قدم رکھتا ہوا آیا یہاں تک کہ حضرت ﷺ کے پاس پہنچا کما تقدم۔ اسی واسطے عجب جانا اصحاب نے اس کے فعل کو اور اسی واسطے کہ وہ شہر والوں سے نہ تھا اور پیادہ آیا تھا اس پر سفر کا نشان نہ تھا پس اگر کہا جائے کہ کس طرح پہچانا عمر نے کہ ان میں سے کوئی اُن کو نہ پہچانتا تھا تو جواب یہ ہے کہ سند لی اس نے ساتھ صریح قول حاضرین کے جیسا کہ دوسری روایت میں آیا ہے کہ بعض نے بعض کی طرف دیکھا تو سب نے کہا کہ ہم اس کو نہیں پہچانتے اور ایک روایت میں اس حدیث کے وارد ہونے کا سبب واقع ہوا ہے کہ حضرت ﷺ نے فرمایا کہ مجھ سے پوچھو تو اصحاب ہیبت کے مارے آپ سے نہ پوچھ سکے پس ایک مرد آیا اور جو کہا کہ پس کہا اس نے تو ایک روایت میں اتنا زیادہ ہے کہ اس نے کہا کہ یا رسول اللہ ایمان کیا ہے پس اگر کہا جائے کہ کس طرح شروع کیا اس نے ساتھ سوال کے پہلے سلام کے تو جواب یہ ہے کہ احتمال ہے کہ ہو یہ واسطے مبالغہ کے بیچ چھپانے امر اپنے کے یا تاکہ بیان کرے کہ یہ واجب نہیں یا اس نے سلام کیا لیکن راوی نے اس کو نقل نہیں کیا میں کہتا ہوں کہ یہ تیسرا احتمال معتمد ہے پس تحقیق ثابت ہو چکا ہے ایک روایت میں کہ اس نے کہا کہ **السلام علیك یا محمد** تو حضرت ﷺ نے اس کو سلام کا جواب دیا کہا کیا میں قریب ہو جاؤں

فرمایا قریب ہو پس ہمیشہ رہا یہ کہتا کئی بار یہاں تک کہ بیٹھا اور یہ جو کہا کہ ایمان کیا ہے تو بعض کہتے ہیں کہ پہلے پہل کا سوال اس واسطے کیا کہ وہ اصل ہے پھر اسلام کا سوال کیا اس واسطے کہ وہ ظاہر کرتا ہے دعویٰ کے مصداق کو پھر تیسری بار احسان کا سوال کیا اس واسطے کہ وہ متعلق ہے ساتھ دونوں کے اور یہ جو کہا کہ ایمان یہ ہے کہ تو اللہ کے ساتھ ایمان لائے تو دلالت کی جواب نے اس پر کہ حضرت ﷺ نے معلوم کیا کہ اس نے اس کے متعلق چیزوں سے سوال کیا ہے نہ اس کے لفظ کے معنی سے نہیں تو یہ جواب کہ ایمان تصدیق ہے اور کرمانی نے کہا کہ نہیں وہ تعریف چیز کی ساتھ نفس اس کے بلکہ مراد حدود سے ایمان شرعی ہے اور حد سے ایمان لغوی میں کہتا ہوں کہ ظاہر یہ ہے کہ سوائے اس کے کچھ نہیں کہ دہرایا ایمان کے لفظ کو واسطے کوشش کے ساتھ شان اس کی کے واسطے بڑا جاننے امراس کے کو پس گویا کہ اس نے کہا کہ ایمان شرعی تو تصدیق مخصوص ہے نہیں تو ہوتا جواب ایمان تصدیق ہے اور ایمان ساتھ اللہ کے وہ تصدیق ہے ساتھ وجود اس کے کی اور یہ کہ وہ موصوف ہے ساتھ صفتوں کمال کے پاک ہے صفات نقص سے اور یہ جو کہا کہ ساتھ فرشتوں اس کے کی تو ایمان ساتھ فرشتوں سے وہ تصدیق ہے ساتھ وجود ان کے کے اور یہ کہ وہ جیسے کہ بیان کیا ہے ان کو اللہ نے بندے ہیں اکرام کیے گئے اور مقدم کیا فرشتوں کو کتابوں پر واسطے نظر کرنے کی طرف ترتیب کی جو واقعہ ہے اس واسطے کہ اللہ تعالیٰ نے بھیجا فرشتے کو ساتھ کتاب کے طرف رسول کی اور نہیں اس میں دلیل واسطے اس شخص کے جو فضیلت دیتا ہے فرشتے کو رسول پر اور ایمان ساتھ کتابوں اللہ کے تصدیق ہے ساتھ اس طور کے کہ وہ اللہ کی کلام ہے اور جو اس میں ہے سو حق ہے اور مراد ساتھ بعث کے قیام ہے قبروں سے اور مراد ساتھ ملنے رب کے مابعد اس کے ہے اور بعض کہتے ہیں کہ لقا حاصل ہوتا ہے ساتھ انتقال کے دنیا سے اور بعث اُس کے بعد ہے اور بعض کہتے ہیں کہ مراد لقا سے اللہ کا دیکھنا ہے ذکر کیا ہے اُس کو خطابی نے اور تعاقب کیا ہے اس کا نووی نے بایں طور کے کوئی نہیں یقین کرتا واسطے نفس اپنے کے ساتھ دیکھنے اللہ کے واسطے نفس اپنے کے اس واسطے کہ وہ خاص ہے ساتھ اس شخص کے جو ایمان کے ساتھ مرے اور کوئی آدمی نہیں جانتا کہ اس کا خاتمہ کس چیز کے ساتھ ہوگا پس کس طرح ہوگا یہ ایمان کی شرطوں سے اور جواب اس کا یہ ہے کہ مراد ایمان ساتھ اس کے ہے کہ یہ حق ہے نفس الامر میں اور یہ قوی دلیلوں سے ہے واسطے اہل سنت کے بیچ بہت کرنے دیدار اللہ کے آخرت میں اس واسطے کہ وہ ٹھہرائی گئی ہے ایمان کے قواعد سے اور یہ جو کہا کہ ساتھ رسولوں اس کے کے تو ایک روایت میں نبیوں کا ذکر آیا ہے اور یہ شامل ہے رسولوں کو بغیر عکس کے یعنی رسول ان کو شامل نہیں اور ایمان ساتھ رسولوں کے تصدیق ہے ساتھ اس کے کہ وہ سچے ہیں اس چیز میں جو خبر دی انہوں نے ساتھ اس کے اپنے رب کی طرف سے اور دلالت کرتا ہے اجمال فرشتوں میں اور کتابوں میں اور رسولوں میں اوپر کافی ہونے کے ساتھ اس کے ایمان میں ساتھ اُن کے بغیر تفصیل کے مگر جس کا نام ثابت ہوا پس واجب ہے ایمان لانا ساتھ اس کے ساتھ تعیین کے اور یہ ترتیب مطابق ہے واسطے

آیت ﴿اٰمَنَ الرَّسُوْلُ بِمَا اُنْزِلَ اِلَيْهِ مِنْ رَّبِّهٖ ﴾ کے اور یہ جو کہا کہ تو ایمان لائے ساتھ دن بعث کے تو ایک روایت میں اتنا زیادہ ہے وَالْیَوْمِ الْاٰخِرِ یعنی دن پچھلے کے سو بعض کہتے ہیں کہ یہ تاکید ہے واسطے بعث کے اور بعض کہتے ہیں کہ بعث دوبار واقعہ ہوا ہے پہلا نکلنا عدم سے وجود کی ماؤں کے شکموں سے بعد نطفے یا علقے کی طرف زندگی دنیا کی اور دوسرا بعث ہے قبروں کی پیٹوں سے طرف جگہ قرار پکڑنے کی اور لیکن دن پچھلا پس کہا گیا واسطے اُس کے یہ اس واسطے کہ دنیا کے دنوں کا پچھلا دن ہے یا پچھلا ہے دنوں محدودہ کا اور اس کے ساتھ ایمان لانے سے مراد تصدیق ہے ساتھ اس چیز کے کہ واقع ہو اس میں حساب اور عملوں کے وزن ہونے اور بہشت اور دوزخ سے اور ایک روایت میں اتنا زیادہ ہے وَ تومن بالقدر یعنی ایمان لائے تو ساتھ قدر کے اور ایک روایت میں اتنا زیادہ ہے وَحَلْوَهٗ وَمُرَّهٗ مِنَ اللّٰهِ یعنی خوشی اور ناخوشی اللہ کی طرف سے ہے اور شاید حکمت بیچ دوہرانے لفظ تومن کی نزدیک ذکر بعث کے اشارہ ہے طرف اُس کی وہ قسم دوسری ہے ساتھ اس چیز کے کہ ایمان لایا جائے ساتھ اس کے اس واسطے کہ بعث بعد کو پائی جائے گی اور جو پہلے مذکور ہوا وہ اب موجود ہے اور واسطے تعظیم کے ساتھ ذکر اس کی کے واسطے کثرت اس شخص کے جو اس کا منکر تھا کافروں سے اور اسی واسطے بہت بار آیا ہے ذکر اس کا قرآن میں اور اسی طرح حکمت ہے بیچ دوہرانے لفظ تومن کی نزدیک ذکر قدر کے گویا کہ وہ اشارہ ہے طرف اس چیز کی کہ واقع ہوتا ہے اس میں اختلاف سے پس حاصل ہوا اہتمام ساتھ شان اس کے کے ساتھ دوہرانے تومن کے پھر مقرر کیا اس کو ساتھ بدل لانے کے ساتھ قول اپنے کی خَیْرِہٖ وَشَرِّہٖ وَحَلوہ ومرہ پھر زیادہ کیا اس کو تاکید سے ساتھ قول اپنے کے دوسری روایت میں مِنَ اللّٰهِ اور مراد قدر کے ساتھ ایمان لانے سے یہ ہے کہ بے شک اللہ کو معلوم ہے اندازہ سب چیزوں کا اور زمانہ ان کا پہلے پیدا کرنے ان کے کے پھر پیدا کیا اس چیز کو کہ پہلے گزر چکا تھا اس کے علم میں کہ وہ پیدا کیا جائے گی پس ہر نئی پیدا ہوئی چیز صادر ہے اس کے علم اور قدرت اور ارادے سے یہ ہے وہ معلوم دین سے ساتھ براہین قطعیہ کے اور اسی پر تھے سلف علماء اصحاب اور برگزیدہ تابعین سے یہاں تک کہ پیدا ہوئی بدعت قدر کی بیچ اخیر زمانے اصحاب کے رضی اللہ عنہم اور سب سے پہلے پہل معبد جہنی نے قدر میں کلام کیا بصری میں یحیٰی ابن یعمر سے روایت ہے کہ میں چلا اور عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے مل کر یہ مسئلہ پوچھا تو عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ نے کہا کہ میں بیزار ہوں اس شخص سے جو یہ بات کہتا ہے اور بے شک اللہ نہیں قبول کرتا اس شخص سے کوئی عمل جو نہ ایمان لائے ساتھ تقدیر کے اور حکایت کی ہے ان لوگوں نے جنہوں نے کتابیں بنائیں ہیں قدر یہ کہ گروہوں سے کہ نہیں جانتا اللہ کسی چیز کو بندوں کے عملوں سے پہلے واقع ہونے اُن کے کے بندوں سے اور سوائے اس کے نہیں کہ جانتا ہے اُن کو بعد واقع ہونے اُن کے کی، قرطبی نے کہا کہ تحقیق گزر چکا ہے یہ مذہب اور ہم متاخرین میں سے کسی کو نہیں پہچانتے کہ اس کی طرف منسوب ہو کہا اور آج کے دن سب قدر یہ اتفاق کرنے والے ہیں اس پر کہ اللہ تعالیٰ عالم ہے ساتھ عملوں بندوں کے

پہلے واقع ہونے ان کی کے اور سوائے اس کے کچھ نہیں کہ مخالف ہوئے ہیں سلف کے بیچ گمان اپنے کے ساتھ اُس کے
کہ افعال بندوں کے مقدور ہیں واسطے ان کے اور واقع ہیں اُن سے بطور استقلال کے یعنی اللہ ان پر قادر نہیں اور
باوجود ہونے اس کے مذہب باطل زیادہ تر ہلکا ہے پہلے مذہب سے اور لیکن ان کے پچھلے پس انکار کیا ہے انہوں نے
متعلق ہونے ارادے کے ساتھ افعال بندوں کے واسطے بھاگنے کے تعلق قدیم سے ساتھ محدث کے اور وہ جھگڑا کیے
گئے ہیں ساتھ اس چیز کے کہ امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ نے کہا کہ اگر مانے قدری علم کو تو جھگڑا کیا جائے واسطے اس کے کہ کیا جائز
ہے یہ کہ واقع ہو وجود میں خلاف اس چیز کا کہ بغل گیر ہے اُس کو علم اللہ کا پس اگر جائز نہ کہے تو اہل سنت کے قول کو
موافق ہوگا اور اگر جائز رکھے تو لازم آئے گی اس کو نسبت کرنی جہل کی طرف اللہ تعالیٰ کی بلند ہے اللہ تعالیٰ اس سے۔

تنبیہ: ظاہر سیاق تقاضا کرتا ہے کہ ایمان نہیں بولا جاتا مگر اس شخص پر تصدیق کرے ساتھ اس چیز کے جو مذکور ہوئی
اور تحقیق کفایت کی ہے فقہاء نے ساتھ اطلاق ایمان کے اس شخص پر جو ایمان لائے ساتھ اللہ کے اور اس کے رسول
کے اور نہیں ہے کچھ اختلاف اس واسطے کہ ایمان ساتھ رسول اللہ کے مراد ساتھ اُس کے ایمان ہے ساتھ وجود اس کی
کے اور ساتھ اُس چیز کے کہ لائے وہ اپنے رب سے پس سب مذکور چیزیں اس میں داخل ہوں گی اور یہ جو کہا کہ تو
اللہ کی عبادت کرے تو مراد ساتھ عبادت کے باب کی حدیث میں اقرار کرنا ہے ساتھ دونوں شہادتوں کے یعنی زبان
سے کہنا اَشْهَدُ اَنْ لَّآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا رَّسُوْلُ اللّٰهِ جیسے کہ تعبیر کیا ہے ساتھ اس کے عمر کی حدیث
میں اس جگہ اور ساتھ اس کے ظاہر ہوا دفع ہونا احتمال ثانی کا جس کو نووی نے ذکر کیا ہے یعنی مراد عبادت سے مطلق
بندگی ہے اور جب کہ تعبیر کیا راوی نے ساتھ عبادت کے تو محتاج ہوا یہ کہ واضح کرے اس کو ساتھ قول اپنے کے یہ کہ
نہ شریک ٹھہرائے تو ساتھ اس چیز کے کسی چیز کو اور محتاج ہوا طرف اس کی عمر رضی اللہ عنہ کی روایت میں واسطے لازم پکڑنے
اس کی کے اس کو پس اگر کہا جائے کہ سوال عام ہے اس واسطے کہ اس نے سوال کیا تھا اسلام کی ماہیت سے اور
جواب خاص ہے واسطے قول آپ کے کہ اَنْ تَعْبُدَ اور تَشْهَدَ اور اسی طرح کہا ایمان میں اَنْ تُؤْمِنَ اور احسان میں
اَنْ تَعْبُدَ یعنی اس واسطے کہ خطاب واحد کے ساتھ ہے اور جواب یہ ہے کہ یہ واسطے فرق کے ہے درمیان مصدر کے
اور درمیان اَنْ اور فعل کے اس واسطے کہ اَنْ تفعل دلالت کرتا ہے استقبال پر اور مصدر کسی زمانہ پر دلالت نہیں کرتے
علاوہ ازیں بعض روایتوں میں اس جگہ مصدر کا صیغہ واقع ہوا ہے یعنی شہادت اَنْ لَّآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ اور نہیں مراد خطاب
کرنے اس کے سے ساتھ واحد کے خاص ہونا س کا ساتھ اس کے بلکہ مراد تعلیم سامعین کی ہے جو اس وقت پاس
بیٹھے سنتے تھے حکم کو بیچ حق اُن کے کی اور حق اس شخص کے جو مشابہ ہو ان کو مکلفوں سے اور تحقیق بیان کیا ہے اس کو
ساتھ قول اپنے کے اس کے اخیر میں کہ تا کہ سکھلائے لوگوں کو دین ان کا پس اگر کہا جائے کہ کس واسطے نہیں ذکر
کیا حج کو اور بعضوں نے جواب دیا ہے کہ احتمال ہے کہ حج اس وقت فرض نہ ہوا ہو اور یہ احتمال مردود ہے ساتھ اُس

کے جو ایک روایت میں آیا ہے کہ یہ حضرت ﷺ کا اخیر عمر کا واقعہ ہے اور احتمال ہے کہ حجۃ الوداع کے بعد ہو اس واسطے کہ وہ اخیر سفر آپ کا ہے پھر آنے کے بعد تین مہینے سے کم میں آپ کا انتقال ہوا اور شاید وہ آیا تھا بعد اتارنے تمام احکام کے واسطے پکا کرنے امور دین کے جن کو متفرق پہنچایا تھا ایک مجلس میں تاکہ ضبط ہو اور خوب یاد ہو جائے استنباط کیا جاتا ہے اس سے جواز سوال کا اس چیز سے کہ نہیں جاہل ہے اس سے سائل تاکہ معلوم کرے اس کو سامع اور لیکن حج پس تحقیق ذکر کیا لیکن بعض راویوں نے یا اس سے غفلت کی یا اس سے بھول گئے اور دلیل اس پر مختلف ہونا راویوں کا ہے بیچ ذکر بعض عملوں کے سوائے بعض کے پس کھمس کی روایت میں ہے اور یہ کہ حج کرے خانے کعبے کا اگر تجھ کو اس کی طرف راہ کی طاقت ہو اور اسی طرح انس رضی اللہ عنہ کی حدیث میں اور عطا خراسانی کی روایت میں روزے کا ذکر نہیں اور ابو عامر کی حدیث میں فقط نماز اور زکوٰۃ کا ذکر ہے اور نہیں مذکور ہے ابن عباس رضی اللہ عنہ کی حدیث میں ذکر زیادہ ذکر دونوں شہادتوں سے اور ذکر کیا ہے سلیمان تیمی نے اپنی روایت میں سب کو اور زیادہ کیا بعد قول اس کے کہ اور تو حج کرے اور بجالائے اور جنابت کے سبب سے غسل کرے اور وضو پورا کرے اور کہا مطروق نے اپنی روایت میں اور نماز کو قائم کرے اور زکوٰۃ دے پس ظاہر ہوا کہ بعض راویوں نے بعض حکموں کو یاد رکھا ہے اور بعض نے یاد نہیں رکھا اور نماز سے مراد نماز فرض ہے جیسا کہ دوسری روایت میں مکتوب کا ذکر آ چکا ہے اور احسان کے معنی ہیں اتقان اور دوسرے کو نفع پہنچانا اور مراد پہلے معنی ہیں اس واسطے کہ مقصود مضبوط کرنا عبادت کا ہے اور کبھی دوسرے کا بھی لحاظ ہوتا ہے بایں طور کہ اخلاص والا مثلاً احسان کرنے والا ہے ساتھ اخلاص اپنے کے طرف نفس اپنے کی اور احسان عبادت کا اخلاص ہے بیچ اس کے اور خشوع اور فارغ ہونا دل کا وقت ادا کرنے اس کے کے اور مراقبہ محمود کا اور اشارہ کیا جواب میں طرف دو حالتوں کی بلند تر ان میں یہ ہے کہ غالب ہو اس پر مشاہدہ حق کا یہاں تک کہ جیسے اس کو اپنی آنکھ سے دیکھ رہا ہے اور یہی مراد ہے اس کے قول سے کَاَنَّكَ تَرَاهُ یعنی اور تو اس کو دیکھتا ہے اور دوسری حالت یہ ہے کہ حاضر رکھے دل میں یہ بات کہ اللہ اس پر خبردار ہے اس کے ہر کام کو دیکھتا ہے اور وہ قول اس کا ہے فَاِنَّهٗ یَرَاكَ اور یہ دونوں حالتیں ثمرہ ہیں اللہ کی معرفت اور خشیت کا یعنی اُس کے پہچاننے کا اور اس سے ڈرنے کا اور نووی نے کہا کہ اس کے معنی یہ ہیں کہ رعایت کرے تو آداب مذکورہ کی جب کہ تو اس کو دیکھتا ہو اور وہ تجھ کو دیکھے اس واسطے کہ وہ تجھ کو دیکھتا ہے نہ اس واسطے کہ تو اس کو دیکھتا ہے پس وہ ہمیشہ تجھ کو دیکھتا ہے پس خوب کر اس کی عبادت کو اگرچہ تو اس کو نہ دیکھے پس معنی حدیث کے یہ ہیں کہ اگر تجھ سے اس کا دیکھنا نہ ہو سکے تو بدستور ہو اوپر احسان عبادت کے اس واسطے کہ وہ تجھ کو دیکھتا ہے۔ کہا اُس نے اور یہ قدر حدیث سے اصل عظیم ہے اصول دین سے اور قاعدہ مہمہ ہے قواعد مسلمین سے اور وہ عمدہ صدیقوں کا ہے اور خواہش سالکوں کی اور خزانہ عارفوں کا اور طریق صالحوں کا اور یہ حدیث جوامع کلم سے ہے جو حضرت ﷺ کو ملے اور مقرر بلایا ہے اہل تحقیق سے طرف ہم نشینی نیکو کاروں کی تاکہ ہو

یہ مانع مخلوط ہونے سے ساتھ کسی چیز کے نقائص سے واسطے تعظیم ان کی کے اور شرمانے کے اُن سے پس کیا حال ہے اس شخص کا جس پر ہمیشہ اللہ خبردار ہو اُس کے ظاہر اور باطن میں۔

تنبیہ: سیاق حدیث کا دلالت کرتا ہے کہ دنیا میں آنکھوں سے اللہ کا دیکھنا واقع نہیں ہوا اور لیکن دیکھنا حضرت ﷺ کا پس واسطے دوسری دلیل کے ہے اور تحقیق تصریح کی ہے مسلم نے اپنی روایت میں ابو امامہ رضی اللہ عنہ کی حدیث سے کہ حضرت ﷺ نے فرمایا کہ جان رکھو کہ بے شک تم اللہ کو کبھی نہ دیکھو گے یہاں تک کہ مرجاؤ اور تاویل کی ہے اس حدیث کی بعض غالی صوفیوں نے بغیر علم کے پس کہا انہوں نے کہ اس میں اشارہ ہے طرف مقام محو اور فنا ہونے کی اور اس کے معنی یہ ہیں فَاِنْ لَّمْ تَکُنْ یعنی پس اگر نہ ہو تو کچھ چیز اور فنا ہو اپنی جان سے یہاں تک کہ جیسے تو موجود نہیں تو اس وقت تو اس کو دیکھے گا اور غافل ہوا ہے قائل اس کا واسطے جاہل ہونے کے عربی علم سے اس سے کہ اگر یہی مراد ہوتی جو اُس نے گمان کیا ہے تو البتہ ہوتا قول اُس کا تَرَاہُ محذوف الالف یعنی اس کا الف محذوف ہوتا اس واسطے کہ ہوتا وہ مجزوم واسطے ہونے اُس کی کے بنا برگمان اس کی کے جواب شرط کا اور نہیں وارد ہوا کسی چیز میں اس حدیث کے طریقوں سے حذف ہونا الف کا اور جو دعویٰ کرے کہ ثابت رکھنا اس کا فعل مجزوم میں برخلاف قیاس کے ہے تو نہیں رجوع کیا جاتا طرف اس کی اس واسطے کہ اس جگہ کوئی ضرورت نہیں اور نیز اگر اُس کا دعویٰ صحیح ہوتا تو البتہ قول اُس کا فَاِنَّہٗ یَرَاکَ ضائع ہو جاتا اس واسطے کہ نہیں ربط ہے واسطے اُس کے ساتھ ماقبل کے اور فاسد کرتی ہے اس تاویل کو روایت کہمس کی اس واسطے کہ اس کے لفظ یہ ہے کہ فَاِنَّکَ اِنْ لَّا تَرَاہُ فَاِنَّہٗ یَرَاکَ اور اسی طرح ہے بیچ روایت سلمان کی پس مسلط کیا نفی کو دیکھنے پر نہ کون پر جو باعث ہے اوپر تاویل مذکور کے اور ابو فروہ کی روایت میں ہے فَاِنْ لَّمْ تَرَہٗ فَاِنَّہٗ یَرَاکَ اور اسی طرح ہے انس رضی اللہ عنہ اور ابن عباس رضی اللہ عنہ کی حدیث میں اور سب یہ باطل کرتا ہے اس تاویل کو۔

فائدہ: ایک روایت میں اتنا زیادہ ہے کہ اس نے ہر جواب کے بعد کہا کہ آپ نے سچ کہا تو ہم نے اس سے تعجب کیا کہ خود ہی پوچھتا ہے اور خود ہی اس کی تصدیق کرتا ہے تو قرطبی نے کہا کہ سوائے اس کے کچھ نہیں کہ اصحاب نے اس سے تعجب کیا اس واسطے کہ جو چیز حضرت ﷺ لائے ہیں نہیں پہچانی جاتی وہ مگر آپ کی جہت سے اور نہیں یہ سائل ان لوگوں سے جن کا ملنا حضرت ﷺ سے معروف ہے اور نہ اس نے حضرت ﷺ سے کچھ سنا ہے پھر وہ پوچھتا ہے پوچھنا عارف کا ساتھ چیز مسئول کے اس واسطے کہ وہ خبر دیتا ہے آپ کو آپ اس میں سچے ہیں پس تعجب کیا انہوں نے اس سے تعجب بعید جانے والے کا اور یہ جو کہا کہ کب ہے قیامت یعنی کب قائم ہوگی قیامت اور مراد دن قیامت کا ہے اور یہ جو کہا کہ مسئول عنہا سائل سے زیادہ عالم نہیں تو یہ اگرچہ مشعر ہے ساتھ برابر ہونے کے علم میں لیکن مراد برابر ہونا علم میں ساتھ اس کے ہے کہ قیامت کا علم اللہ ہی کو ہے واسطے قول اس کی کے بعد خمس کے لَا یَعْلَمُھَا اِلَّا اللّٰہُ

یعنی نہیں جانتا اس کو مگر اللہ اور نووی نے کہا کہ استنباط کیا جاتا ہے کہ عالم اگر سوال کیا جائے اس چیز سے جو اُس کو معلوم نہ ہو تو کھلم کھلا کہہ دے کہ میں اس کو نہیں جانتا اور نہیں ہوتا اس میں نقصان اُس کے مرتبے میں بلکہ ہوتی ہے یہ دلیل اوپر زیادہ ورع اس کی کے اور کہا قرطبی نے کہا کہ مقصود اس سوال کا روکنا سامعین کا ہے سوال سے قیامت کے وقت سے اس واسطے کہ وہ اس سے بہت سوال کیا کرتے تھے جیسا کہ وارد ہوا ہے بہت آیتوں اور حدیثوں میں پس جب حاصل ہوا جواب ساتھ اس چیز کے کہ جو مذکور ہوئی تو حاصل ہوئی ان کو ناامیدی پہچان اس کی سے برخلاف پہلے سوالوں کے پس تحقیق مراد ساتھ اس کے چاہنا جوابوں کا ہے تا کہ سیکھیں ان کو سننے والے اور عمل کریں ساتھ اس کے اور تنبیہ کی ساتھ ان سوالوں کے اوپر تفصیل اس چیز کے کہ ممکن ہے معرفت اس کی اس سے کہ نہیں ممکن ہے اور یہ جو کہا کہ سائل سے اور یہ نہ کہا کہ میں تجھ سے اس کا زیادہ عالم نہیں تو یہ مشعر ہے ساتھ تعمیم کے واسطے تعریض سامعین کے کہ ہر سائل اور مسئول عنہ کا حال یہی ہے اور یہ جو کہا کہ عنقریب میں تجھ کو اس کی نشانیوں سے خبر دوں گا تو قرطبی نے کہا کہ قیامت کی نشانیاں دو قسم ہیں ایک قسم معتاد ہے اور ایک اس کا غیر ہے اور مذکور اس جگہ پہلی قسم ہے اور لیکن غیر اس کا مانند چڑھنے آفتاب کی مغرب کی طرف سے پس یہ قیامت کے قریب ہوں گی اور مراد اس جگہ وہ نشانیاں ہیں جو اس سے پہلے ہونے والی ہیں اور یہ جو کہا کہ جب کہ لونڈی اپنے مالک کو جنے تو مراد رب سے یہاں مالک یا سردار ہے اور تحقیق اختلاف کیا ہے علماء نے اگلے زمانے میں اور پچھلے زمانے میں اس حدیث کے معنی میں اور تحقیق خلاصہ کیا ہے میں نے اُن کو چار قولوں پر خطابی نے کہا کہ اُس کے معنی فراخ ہونا اسلام کا اور غالب ہونا مسلمانوں کے ہے شرک کے شہروں پر اور قید کرنا اُن کی اولاد کا پس جب مالک ہوا مرد لونڈی کا اور اس کے نطفے سے لونڈی نے اولاد جنی تو اس کا بچہ بجائے اُس کے مالک کے ہوگا اس واسطے کہ وہ اس کے مالک کا بیٹا ہے تو وہ بھی اس لونڈی یعنی اپنی ماں کا مالک ٹھہرا۔ نووی وغیرہ نے کہا کہ یہ اکثر کا قول ہے میں کہتا ہوں کہ اس کی مراد ہونے میں نظر ہے اس واسطے کہ لونڈیوں کا مالکوں کے نطفوں سے اولاد جننا موجود تھا وقت اس کلام کے اور غالب ہونا کافروں کے شہروں پر اور اُن کی اولاد کو قید کرنا اور ان کو لونڈیاں بنانا واقع ہوا ہے اکثر اس کلام کا اسلام کے ابتدا میں اور سیاق کلام کا تقاضا کرتا ہے اشارت کو طرف واقع ہونے اس چیز کی کے کہ نہیں واقع ہوئی اس قسم سے کہ قیامت کے قریب واقع ہوگا اور بعضوں نے اس کی یہ وجہ بیان کی ہے کہ اطلاق مالک کا اس کی اولاد پر مجازی ہے اس واسطے کہ جب کہ تھا وہ سبب بیچ آزاد ہونے اس کی کے ساتھ مرنے اپنے باپ کے تو اس پر یہ نام بولا گیا اور خاص کیا ہے اس کو بعضوں نے ساتھ اس کے کہ قیدی جب بہت ہوں تو کبھی بچہ پہلے قید ہو جاتا ہے اور حالانکہ وہ چھوٹا ہوتا ہے پھر آزاد ہوتا ہے اور بڑا ہو کر رئیس بلکہ بادشاہ ہو جاتا ہے پھر اس کی ماں قید ہوتی ہے پس اس کو خریدتا ہے اس کو پہچانتا ہے یا نہیں پہچانتا کہ وہ اس کی ماں ہے تو اس سے خدمت لیتا ہے اور اس سے صحبت کرتا ہے یا اس کو آزاد کر کے اس سے نکاح

کرتا ہے اور دوسرا قول یہ ہے کہ سردار لوگ اپنی اولاد کی ماؤں کو بیچ ڈالیں گے تو اس کو مالک ایک دوسرے کے ہاتھ میں بیچیں گے یہاں تک کہ اُس کا لڑکا اُس کو خریدے گا اور حالانکہ وہ اس سے بے خبر ہوگا بنا بر اس کے پس جو چیز کہ قیامت کی نشانیوں سے ہوگی وہ غلبہ جہل کا ہے ساتھ تحریم مع امہات اولاد کے یا واسطے اہانت کے ساتھ احکام شرع کی پس اگر کہا جائے کہ اس مسئلے میں اختلاف ہے پس نہیں صحیح ہے حمل کرنا اوپر اُس کے اس واسطے کہ نہیں جہل اور نہ اہانت نزدیک قائل جواز کے ہم کہتے ہیں کہ درست ہے کہ حمل کیا جائے اوپر صورت اتفاقیہ کے مانند بیچنے اُس کے کے حمل کی حالت میں اس واسطے کہ وہ بالاجماع حرام ہے اور تیسرا قول یہ ہے جو نووی نے کہا کہ نہیں خاص ہے خریدنا اولاد کا اپنی ماں کو ساتھ امہات اولاد کے بلکہ وہ اُن کے غیر میں بھی ہوسکتا ہے بایں طور کے جنے لونڈی آزاد مرد کو اپنے مالک کے سوا کسی اور سے ساتھ صحبت شبہ کے یا غلام کو ساتھ نکاح کے یا زنا کے پھر بیچی جائے لونڈی دونوں صورتوں میں ساتھ بیع صحیح کے اور گھومے ہاتھوں میں یہاں تک کہ خریدے اس کو اس کا بیٹا یا بیٹی چوتھا قول یہ ہے کہ اکثر ہوگا عقوق اولاد میں یعنی اولاد ماں باپ کی نافرمانی کرے گی پس معاملہ کرے گا بیٹا اپنی ماں سے جیسے سردار اپنی لونڈی کے ساتھ معاملہ کرتا ہے اہانت سے ساتھ گالی دینے کے اور مارنے کے اور خدمت لینے کے پس اس کو رب بطورِ مجاز سے کہا واسطے سبب کے یا مراد ساتھ رب کے مربی ہے پس ہوگا بطورِ حقیقت کے اور یہ وجہ سب وجہوں سے زیادہ تر مدلل ہے نزدیک میرے واسطے عام ہونے اس کے کے اور اس واسطے کہ مقام دلالت کرتا ہے اس پر کہ مراد ایک حالت ہے کہ ہوتی ہے باوجود ہونے اس کے کے کہ دلالت کرتی ہے اوپر فاسد ہونے احوال کے غریب اور محصل اس کا اشارہ ہے طرف اس کی کہ قائم ہونا قیامت کا وقت الٹے ہونے امروں کے بایں طور کہ جو مربی ہوگا وہ پرورش پایا گیا ہوگا اور نیچا اونچا ہو جائے گا اور یہ مناسب ہے واسطے اس کے دوسری نشانی میں کہ بکریاں چرانے والے ننگے پاؤں والے زمین کے بادشاہ ہوں گے۔

تنبیہات: ایک یہ ہے کہ نووی نے کہا کہ نہیں اس میں دلیل اوپر حرام ہونے بیع امہات اولاد کے اور نہ اس کے جواز پر اور تحقیق غلطی کی ہے جس نے استدلال کیا ہے ساتھ اس کے واسطے ہر ایک کے دونوں امروں سے اس واسطے کہ جب کوئی چیز ٹھہرائی جائے نشانی دوسری چیز پر تو نہیں دلالت کرتی اوپر حرمت کے اور نہ اوپر اباحت کے دوسری تطبیق دی جاتی ہے درمیان اس چیز کے کہ اس حدیث میں ہے بولنے رب کے سے سردار مالک پر بیچ قول اس کی کے ربھا اور درمیان اس چیز کے جو دوسری حدیث میں ہے اور وہ صحیح میں ہے کہ نہ کہے کوئی ربک یعنی رب تیرا اور نہ کہے رب میرا لیکن چاہیے کہ کہے سردار میرا اور مولا میرا ساتھ اس طور کے کہ یہ حدیث اس جگہ بطورِ مبالغہ کے واقع ہوئی ہے یا مراد ساتھ رب کے اس جگہ مربی ہے اور منہی عنہ میں سردار ہے یا یہ منع اس سے متاخر ہے یا خاص ہے ساتھ غیر رسول ﷺ کے اور سیاہ اونٹ اس واسطے کہا کہ وہ سب رنگوں سے بدتر ہے نزدیک ان کے اور سب رنگوں

سے بہتر سرخ رنگ ہے جس کے ساتھ مثال بیان کی جاتی ہے اور بعض کہتے ہیں کہ معنی اس کے یہ ہیں کہ نہیں کوئی واسطے ان کے اور اس میں نظر ہے اس واسطے کہ اونٹ اُن کی طرف منسوب ہیں پس کس طرح کہا جائے گا کہ ان کے واسطے کوئی چیز نہیں میں کہتا ہوں کہ وہ محمول ہے اس پر کہ وہ اضافت اختصاص کی ہے نہ ملک کی اور یہی ہے وہ غالب کہ چرانے والا غیر کی بکریاں چراتا ہے ساتھ اجرت کے اور لیکن مالک پس ایسا کم ہے کہ خود بکریاں چرائے اور ایک روایت میں ہے کہ گونگے بہرے اور ان کو گونگے بہرے کہا گیا واسطے مبالغہ کے بیچ وصف کرنے اُن کے کے ساتھ جہل کے یعنی نہ برتیں گے اپنی کانوں کو اور نہ اپنی آنکھوں کو بیچ کسی چیز کے اپنے دین کے امر سے اگرچہ ان کے حواس درست ہوں گے قرطبی نے کہا کہ مقصود خبر دینا ہے احوال کے بدل ہو جانے سے بایں طور کہ غالب ہوں گے جنگلی لوگ حکومت پر اور مالک ہوں گے شہروں پر ساتھ قہر کے پس بہت ہوں گے مال اُن کے اور پھریں گی ہمتیں اُن کی طرف مضبوط کرنے عمارتوں کے اور فخر کے ساتھ اس کے اور تحقیق مشاہدہ کیا ہے ہم نے اس کو اس زمانے میں اور اسی قسم سے ہے حدیث دوسری کہ نہ قائم ہوگی قیامت یہاں تک کہ ہوگا زیادہ تر سعید لوگوں میں ساتھ دنیا کے لکع بن لکع یعنی بیوقوف اور یہ جو کہا کہ فی خمس تو اس کے معنی یہ ہیں کہ قیامت کے وقت کا علم داخل ہے پانچ چیزوں کے جملے میں قرطبی نے کہا کہ نہیں امید واسطے کسی کے بیچ علم کسی چیز کے ان پانچ امروں سے واسطے اس حدیث کے اور تحقیق تفسیر کیا ہے حضرت ﷺ نے اس آیت کو ﴿وَعِنْدَهٗ مَفَاتِحُ الْغَيْبِ لَا يَعْلَمُهَا اِلَّا هُوَ﴾ ساتھ ان پانچ چیزوں کے اور وہ صحیح میں ہے پس جو دعویٰ کرے کہ اس نے معلوم کیا ہے کسی چیز کو ان میں سے سوائے سند اپنی کے طرف حضرت ﷺ کی تو ہوگا کاذب اور جھوٹا اپنے دعوے میں اور لیکن فن غیب کا پس کبھی جائز ہے نجومی وغیرہ سے جب کہ ہو امر عادی سے اور یہ علم نہیں اور تحقیق نقل کیا ہے ابن عبدالبر نے اجماع کو اوپر حرام ہونے لینے اجرت کے اور اس کے دینے کے اور کوئی چیز مقرر کرنے کے بیچ اس کے اور ابن مسعود سے روایت ہے کہ تمہارے پیغمبر کو ہر چیز کا علم ملا ہے سوائے ان پانچ کے اور ابن عمر سے بھی مانند اس کی روایت آئی ہے اور حمید بن زنجویہ نے اصحاب سے روایت کی ہے کہ تحقیق ذکر کیا گیا علم سورج گہن کا پہلے ظاہر ہونے اس کے کے سو انکار کیا گیا اوپر اس کے پس کہا کہ غیب تو فقط پانچ چیز ہی ہیں اور اس آیت کو پڑھا اور جو اس کے سوا ہے وہ غیب ہے کہ بعض اس کو جانتے ہیں اور بعض اس کو نہیں جانتے۔

تنبیہ: بغل گیر ہے جواب زیادتی کو سوال پر واسطے اہتمام کے ساتھ اس کے واسطے راہ دکھانے امت کے طرف اس چیز کی کہ مرتب ہے اس کی معرفت پر مصلحت سے پس اگر کہا جائے کہ نہیں آیت حرف حصر کا جیسا کہ حدیث میں ہے تو جواب دیا ہے طیبی نے بایں طور کہ فعل جب عظیم الخطر ہو اور وہ چیز کہ بنا کیا جاتا ہے اس پر فعل رفیع الشان ہو تو سمجھا جاتا ہے اس سے حصر بطور کفایہ کے اور خاص کر جب کہ لحاظ کیا جائے اس چیز کو کہ مذکور ہے شان نزول کے اسباب میں کہ عرب تھے دعویٰ کرتے علم مہینہ کے اترنے کا پس یہ مشعر ہے ساتھ اس کے کہ مراد ساتھ آیت کے نفی علم

اُن کی کے ہے ساتھ اس کے یعنی اُن کو بالکل اس کا علم نہیں بلکہ وہ خاص ہے ساتھ اللہ سبحانہ وتعالیٰ کے۔

فائدہ: اور نکتہ بیچ عدول کے اثبات سے طرف نفی کے بیچ قول اللہ تعالیٰ کے ﴿وَمَا تَدْرِیْ نَفْسٌ مَّا ذَا تَكْسِبُ غَدًا﴾ اور اسی طرح تعبیر ساتھ درایت کے سوائے علم کے واسطے مبالغہ اور تعمیر کے ہے اس واسطے کہ درایت حاصل کرنا علم خبر کا ہے ساتھ حیلے کے پس نفی ہوئی اس کی ہر نفس سے باوجود ہونے اس کی کے اس کی خاص چیزوں سے اور نہ واقع ہوا اُس سے اور پر علم کے تو ہوگی عدم اطلاع اور پر علم غیر اس کے کے بطریق اولیٰ کی انتہی کلام الطیبی۔

اور یہ جو کہا کہ پھرا پیٹھ دے کر سو فرمایا کہ اس کو پھیر لاؤ تو ایک روایت میں اتنا زیادہ ہے کہ اس کو پھیر لانے لگے تو انہوں نے کچھ چیز نہ دیکھی اس میں ہے کہ فرشتہ جائز ہے کہ صورت پکڑے واسطے غیر نبی کے پس دیکھے اس کو اور اس کے روبرو کلام کرے اور وہ سنتا ہو اور تحقیق ثابت ہو چکا ہے عمران بن حصین رضی اللہ عنہ سے کہ وہ فرشتوں کا کلام سنتا تھا اور سب روایتوں کا اتفاق ہے اس پر کہ خبر دی حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اصحاب کو ساتھ حال اس کی کے بعد اس کے کہ انہوں نے اس کو تلاش کیا اور اس کو نہ پایا اور مسلم کی روایت میں ہے کہ پھر وہ چلا گیا عمر رضی اللہ عنہ نے کہا سو میں بہت دیر ٹھہرا پھر فرمایا کہ اے عمر! کیا تو جانتا ہے کہ یہ سائل کون تھا میں نے کہا اللہ اور اس کا رسول خوب جانتا ہے پس فرمایا کہ وہ جبرئیل تھا تو تطبیق دی ہے نووی نے درمیان ان دونوں روایتوں کے بایں طور کہ جب حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اصحاب کو اس کی خبر دی تو اُس وقت مجلس میں حاضر نہ تھے بلکہ تھے ان لوگوں میں سے جو کھڑے ہوئے یا تو ساتھ ان لوگوں کے جو اس مرد کی تلاش میں نکلے اور یا واسطے کسی اور شغل کے اور نہ پھرے ساتھ اس کے جو پھرا واسطے کسی عارض کے جو اُن کو عارض ہوا پس خبر دی حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حاضرین کو اُسی وقت اور نہ اتفاق پڑا خبر دینے کا عمر کو مگر بعد تین دن کے اور دلالت کرتا ہے اس پر قول اس کا کہ پس ملے مجھ سے حضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور فرمایا کہ عمر رضی اللہ عنہ پس اس کو خطاب کیا تنہا برخلاف پہلے اخبار کے اور یہ تطبیق خوب ہے۔

تنبیہات: اول دلالت کرتی ہیں یہ روایتیں جن کو ہم نے ذکر کیا اس پر کہ نہ پہچانا حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے جبرئیل کو مگر اخیر حال میں اور یہ کہ آئے جبرئیل آپ کے پاس بیچ صورت مرد خوبصورت کے لیکن وہ نہیں معروف ہے نزدیک ان کے اور بعض کہتے ہیں کہ دحیہ کلبی صحابی کی صورت میں آئے تھے لیکن یہ وہم ہے اور کہا عمر رضی اللہ عنہ نے کہ ہم میں سے کوئی اس کو نہ پہچانتا تھا اور دحیہ کلبی تو ان کے نزدیک مشہور تھے دوسری یہ ہے کہ ابن منیر نے کہا بیچ قول حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے کہ وہ آیا تھا کہ تم کو تمہارا دین سکھلائے کہ اس میں دلالت ہے اس پر کہ سوال حسن کا نام رکھا جاتا ہے علم اور تعلیم اس واسطے کہ جبرئیل سے سوائے سوال کے کچھ صادر نہیں ہوا اور باوجود اس کے پس نام رکھا ہے اس کا معلم اور تحقیق مشہور ہو چکا ہے قول ان کا کہ نیک سوال آدھا علم ہے اور ممکن ہے کہ لیا جائے اس حدیث سے اس واسطے کہ فائدہ اُس میں پیدا ہوا ہے سوال اور جواب دونوں پر تیسری یہ ہے کہ قرطبی نے کہا کہ اس حدیث کو سنت کی ماں کہا جائے

واسطے اس چیز کے کہ بغل گیر ہے اس کو جمل علم سنت سے طیبی نے کہا واسطے اس نکتہ کے شروع کیا ہے ساتھ اس کے بغوی نے اپنی کتاب مصابیح کو اور شرح السنۃ کو واسطے پیروی قرآن کے بیچ شروع کرنے اس کی کے ساتھ فاتحہ کے اس واسطے کہ وہ بغل گیر ہے علوم قرآن کو بطورِ اجمال کے اور کہا قاضی عیاض نے کہ شامل ہے یہ حدیث اوپر تمام وظیفوں عبادات ظاہرہ اور باطنہ کے عقود ایمان سے ابتدا میں اور حال میں اور مآل میں اور اعمال جوارح کے سے اور اخلاص چھپے بھیدوں کے سے اور محفوظ رہنے کے اعمال کی آفتوں سے یہاں تک کہ علوم شریعت کے سب راجع ہیں طرف اس کی اور نکلنے والے ہیں اس سے میں کہتا ہوں اور واسطے اسی کے سپرد کیا ہے میں نے کلام کو اوپر اس کے باوجودیکہ جو میں نے ذکر کیا ہے اگرچہ بہت ہے لیکن بہ نسبت اس چیز کی کہ بغل گیر ہے اس کو قلیل ہے سونہیں مخالفت کی میں نے اختصار کے طریق کی اور اللہ ہے توفیق دینے والا امام بخاری نے کہا کہ گردانا ان سب کو ایمان سے یعنی اس ایمان سے جو کامل اور شامل ہے ان سب امروں پر۔ (فتح)

بَابٌ. یہ باب ہے۔

فائدہ: یہ باب بغیر ترجمہ کے ہے نووی نے کہا اس واسطے کہ ترجمہ یعنی سوال جبرائیل کا ایمان سے نہیں متعلق ہے ساتھ اس کے یہ حدیث پس نہیں صحیح ہے داخل کرنا اس کا بیچ اس کے میں کہتا ہوں کہ تعلق کی نفی کرنی نہیں تمام ہے اس جگہ دونوں حالتوں پر اس واسطے کہ اگر ثابت ہو باب بغیر ترجمہ کے تو وہ بجائے فصل کے ہے پہلے باب سے پس ضرور ہے کہ اس کو اُس کے ساتھ کوئی تعلق ہو اور اگر نہ ثابت ہو اس جگہ باب تو اس کا تعلق اس کے ساتھ متعین ہے لیکن وہ متعلق ہے ساتھ قول اس کے کے ترجمہ میں کہ ان سب کو دین ٹھہرایا اور وجہ تعلق کی یہ ہے کہ نام رکھا ہے اُس نے دین کا ایمان بیچ حدیث ہرقل کے پس تمام ہوگی مراد بخاری کی ساتھ ہونے دین کے وہ ایمان پس اگر کہا جائے کہ نہیں حجت واسطے اس کے بیچ اس کے اس واسطے کہ وہ منقول ہے ہرقل سے تو جواب یہ ہے کہ ہرقل نے اس کو اپنے اجتہاد سے نہیں کہا اور سوائے اس کے نہیں کہ خبر دی ہے اس نے ساتھ اُس کے اپنی استقرا سے جو پہلے نبیوں کی کتابوں سے کیا تھا جیسے کہ اس کی تقریر پہلے گزر چکی ہے اور نیز ہرقل نے اس کو رومی زبانوں میں بیان کیا تھا اور ابوسفیان نے اس کو عربی زبان میں تعبیر کیا اور اس کو ابن عباس رضی اللہ عنہما کی طرف ڈالا اور وہ علماء زبان عربی سے ہیں پس روایت کی اُس نے اس سے اور نہ انکار کیا اوپر اس کے پس دلالت کی اُس نے کہ وہ صحیح ہے لفظ میں اور معنی میں۔ (فتح)

٤٩ - حَدَّثَنَا إِبْرَاهِيْمُ بْنُ حَمْزَةَ قَالَ حَدَّثَنَا إِبْرَاهِيْمُ بْنُ سَعْدٍ عَنْ صَالِحٍ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ عَنْ عُبَيْدِ اللّٰهِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ أَنَّ عَبْدَ اللّٰهِ بْنَ عَبَّاسٍ أَخْبَرَهُ قَالَ أَخْبَرَنِيْ أَبُوْ

۴۹۔ ابوسفیان رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ہرقل نے اس کو کہا کہ میں نے پوچھا تجھ سے کہ اُس کے تابعدار بڑھتے ہیں یا گھٹتے ہیں سو تو نے کہا کہ بڑھتے ہیں سو یہی حال ہے ایمان کا کہ اُس کو ترقی ہوتی جاتی ہے یہاں تک کہ کمال کو پہنچتا ہے اور میں

سُفْيَانَ بْنُ حَرْبٍ أَنَّ هِرَقْلَ قَالَ لَهُ سَأَلْتُكَ هَلْ يَزِيْدُوْنَ أَمْ يَنْقُصُوْنَ فَزَعَمْتَ أَنَّهُمْ يَزِيْدُوْنَ وَكَذٰلِكَ الْإِيْمَانُ حَتّٰى يَتِمَّ وَسَأَلْتُكَ هَلْ يَرْتَدُّ أَحَدٌ سَخْطَةً لِدِيْنِهٖ بَعْدَ أَنْ يَدْخُلَ فِيْهِ فَزَعَمْتَ أَنْ لَّا وَكَذٰلِكَ الْإِيْمَانُ حِيْنَ تُخَالِطُ بَشَاشَتُهُ الْقُلُوْبَ لَا يَسْخَطُهٗ أَحَدٌ.

نے پوچھا تجھ سے کہ کوئی اُن میں سے پھر بھی جاتا ہے اس کے دین سے ناخوش ہو کر بعد داخل ہونے کے اُس میں تو نے کہا کہ نہیں سو یہی حال ایمان کا ہے جب کہ اس کی روشنی دل میں رچ جائے اس سے کوئی ناخوش نہیں ہوتا۔

فائدہ: ہرقل نے اس حدیث میں ایمان اور دین میں کچھ فرق نہیں کیا ہے بلکہ دونوں کو ایک ہی ٹھہرایا ہے پس مطابقت اس حدیث کی ترجمہ سے ظاہر ہے۔

بَابُ فَضْلِ مَنِ اسْتَبْرَأَ لِدِيْنِهٖ. دین کو ستھرا رکھنے والے کی فضیلت کا بیان۔

فائدہ: شاید اس نے ارادہ کیا ہے کہ بیان کرے کہ پرہیز گاری ایمان کی کامل کرنے والی چیزوں سے ہے پس اسی واسطے وارد کیا باب حدیث کو ایمان کے بابوں میں اور اس اسناد میں دلیل ہے اوپر صحیح ہونے تحمل لڑکے تمیز کرنے والے کے اس واسطے کہ جب حضرت ﷺ نے انتقال فرمایا اس وقت نعمان کی عمر آٹھ برس کی تھی اور یہ جو کہا کہ حلال ظاہر ہے اور حرام بھی ظاہر ہے یعنی اپنی ذات میں اور وصف میں ساتھ دلیلوں اپنی کے جو ظاہر ہیں اور یہ جو کہا کہ بہت لوگ ان کو نہیں جانتے کہ کیا یہ حلال سے ہے یا حرام سے اور مفہوم قول اس کے کثیر کا یہ ہے کہ ان کے حکم کی معرفت ممکن ہے لیکن واسطے کم لوگوں کے اور وہ امام مجتہدین ہیں پس شبہات بنا بر اس کے اُن کے غیر کے حق میں ہیں اور کبھی واقع ہوتا ہے شبہ واسطے اُن کے جس جگہ کہ نہ ظاہر ہو واسطے ترجیح ایک دونوں دلیلوں کے اور یہ جو کہا کہ جو شبے کی چیزوں سے بچا وہ اپنے دین اور آبرو کو سلامت لے گیا یعنی پاک کیا اُس نے اپنے دین کو نقصان سے اور اپنی آبرو کو طعن سے بیچ اس کے اس واسطے کہ جو نہ پہچانا جائے ساتھ پرہیز کرنے کے شبے والی چیزوں سے نہیں سلامت رہتا طعن کرنے والے کے قول سے اور اس میں دلیل ہے اس پر کہ جو شبے والی چیز سے نہ بچا اپنے کسب اور معاش میں اس نے تعریض کی اپنے نفس کو واسطے طعن کے اور اس میں اشارہ ہے طرف محافظت کی دین کے امروں پر اور رعایت مروت کی اور اختلاف ہے بیچ حکم شبے والی چیزوں کے پس بعض کہتے ہیں کہ حرمت ہے اور یہ مردود ہے اور بعض کہتے ہیں کہ کراہت ہے بعض کہتے ہیں کہ وقف ہے اور وہ مانند خلاف کی ہے اس چیز میں جو شرع سے پہلے ہے اور حاصل اس چیز کا کہ تفسیر کیا ہے ساتھ اس کے علماء نے شبے والی چیزوں کو چار چیزیں ہیں ایک تعارض دلیلوں کا ہے یعنی شبے والی وہ چیز ہے جس میں دلیلیں متعارض وارد ہوں ایک سے حرمت معلوم ہو اور ایک سے حلت دوسری

مختلف ہونا علماء کا ہے یعنی شبہے والی اُس چیز کو کہتے ہیں جس میں علماء کا اختلاف ہو اور یہ پہلی وجہ سے نکالی گئی ہے تیسر
ی یہ کہ مراد ساتھ اس کے مسمی مکروہ کا ہے یعنی جس چیز کو مکروہ کہتے ہیں اسی کو شبہے والی چیز کہا جاتا ہے چوتھی یہ کے کہ
مراد ساتھ اس کے مباح ہے اور نہیں ممکن ہے اُس کے قائل کو کہ حمل کرے اس کو اوپر متساوی طرفین کے ہر وجہ سے
بلکہ ممکن ہے حمل کرنا اس کا اُس چیز پر جو ہو قسم خلاف اولیٰ سے بایں طور کہ ہو متساوی طرفین باعتبار اپنی ذات کے
راجح ہو فعل اُس کا یا ترک کرنا اس کا باعتبار امر خارجی کے اور جو ظاہر ہوتا ہے واسطے میرے راجح ہونا پہلی وجہ کا ہے
جیسا کہ میں اس کو عنقریب ذکر کروں گا اور نہیں بعید ہے کہ ہو ہر وجہ مراد یا مختلف ہے یہ ساتھ مختلف ہونے لوگوں کے
پس عالم دانا پوشیدہ نہیں رہتی اس پر تمیز حکم کی پس نہیں واقع ہوتا واسطے اس کے یہ مگر بیچ بہت طلب کرنے کے مباح یا
مکروہ سے جیسے کہ پہلے گزر چکا ہے اور جو عالم سے کم ہے واقع ہوتا ہے واسطے اس کے شبہ بیچ تمام چیزوں مذکورہ کے
باعتبار اختلاف احوال کے اور نہیں پوشیدہ ہے کہ جو مکروہ میں بہت پڑتا ہے ہوتی ہے اس میں جرأت اوپر اختیار کرنے
اس چیز کے کہ منع کیا گیا ہے اس سے فی الجملہ یا باعث ہوتی ہے اس کو عادت اس کی اختیار کرنے منع چیز کے جو حرام
نہیں اوپر اختیار کرنے منع چیز کے جو حرام ہے جب کہ ہو اس کی جنس سے یا ہو واسطے شبہ کے بیچ اس کے اور وہ یہ ہے
کہ جو منع چیز کو اختیار کرتا ہے اس کا دل سیاہ ہو جاتا ہے واسطے گم ہونے نور ورع کے پس واقع ہونا حرام میں اگرچہ نہ
اختیار کرے وقوع کو اور یہ جو کہا کہ ہر بادشاہ کے واسطے رمنہ ہوتا ہے یعنی رکھ جو جانوروں کے گھاس چرنے کے
واسطے گھیری جاتی ہے اور بیچ خاص کرنے تمثیل کے ساتھ اس کے ایک نکتہ ہے اور وہ یہ ہے کہ عرب کے بادشاہ تھے
گھیرتے واسطے چرانے اپنے مویشی کے خاص مکانوں کو وعدہ مار کا دیتے تھے اس شخص کو جو اس میں چرائے بغیر اذن
ان کی کے ساتھ مار سخت کے پس مثال بیان فرمائی حضرت ﷺ نے واسطے ان کے ساتھ اس چیز کے کہ مشہور تھی
نزدیک ان کے پس ڈرنے والا مار سے انتظار کرنے والا واسطے رضامندی بادشاہ کے دور ہوتا ہے اس رکھ سے اس
خوف سے کہ اس کے مویشی اس میں پڑیں پس دور ہونا اس سے سلامت تر ہے واسطے اس کے اگرچہ اس کا سخت ڈر
ہو اور جو خوف نہیں کرتا وہ اس سے قریب ہوتا ہے اور اس کے گرد چراتا ہے پس نہیں امن میں ہوتا اس سے کہ کوئی
بکری بھٹک کر اس میں واقع ہو بغیر اس کے اختیار کے یا جس مکان میں وہ ہے اس میں گھاس نہ ہو اور رکھ میں گھاس
ہو پس نہ روک سکے اپنی جان کو اس میں پڑنے سے پس اللہ تعالیٰ سبحانہ وہ بادشاہ ہے اور اس کا رمنہ اس کے محارم ہیں
اور مراد ساتھ محارم کے کرنا ممنوع حرام چیز کا ہے یا ترک کرنا مامور واجب کا اور یہ جو کہا کہ وہ قلب ہے یعنی دل تو نام
رکھا گیا قلب کا قلب واسطے پھرنے اس کی کے امور میں یا اس واسطے کہ وہ خالص ہے اس چیز کا کہ بدن میں ہے اور
خالص ہر چیز کا قلب اس کا ہے یا اس واسطے کہ بدن میں الٹا رکھا گیا ہے اور خاص کیا گیا دل ساتھ اس کے اس
واسطے کہ وہ سردار ہے بدن کا اور ساتھ درست ہونے سردار کے درست ہوتی ہے رعیت اور ساتھ فاسد ہونے اس کے

فاسد ہوتی ہے اوراس میں تنبیہ ہے اوپر تعظیم قدر دل کے اور ترغیب ہے اوپر درست کرنے اس کے اوراشارہ ہے طرف اس کی کہ واسطے پاک کمائی کے اس میں اثر ہے اور مراد وہ چیز ہے جواس کے ساتھ متعلق ہے فہم سے جو مرکب کیا ہے اس کو اللہ نے بیچ اس کے اور استدلال کیا جاتا ہے ساتھ اس کے اس پر کہ عقل دل میں ہے اور مناسبت اس کی واسطے ماقبل اپنے کے ساتھ نظر کرنے کے ہے طرف اس کی کہ اصل بچنے اور واقع ہونے میں وہ چیز ہے جو دل کے ساتھ ہو اس واسطے کہ وہ ستون ہے بدن کا اور کہا علماء نے کہ یہ حدیث چوتھائی احکام کی ہے اور اشارہ کیا ہے ابن عربی نے کہ ممکن ہے نکالنا تمام احکام کا فقط تھا اسی حدیث سے قرطبی نے کہا کہ اس واسطے کہ وہ شامل ہے اوپر تفصیل کے درمیان حلال وغیرہ کے اوپر متفق ہونے تمام احکام کے ساتھ دل کے پس اس جگہ سے ممکن ہے رد کرنا تمام احکام کا طرف اس کی۔ (فتح)

٥٠ ـ حَدَّثَنَا أَبُوْ نُعَيْمٍ حَدَّثَنَا زَكَرِيَّا عَنْ عَامِرٍ قَالَ سَمِعْتُ النُّعْمَانَ بْنَ بَشِيْرٍ يَقُوْلُ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ اَلْحَلَالُ بَيِّنٌ وَالْحَرَامُ بَيِّنٌ وَبَيْنَهُمَا مُشَبَّهَاتٌ لَا يَعْلَمُهَا كَثِيْرٌ مِّنَ النَّاسِ فَمَنِ اتَّقَى الْمُشَبَّهَاتِ اسْتَبْرَأَ لِدِيْنِهٖ وَعِرْضِهٖ وَمَنْ وَقَعَ فِي الشُّبُهَاتِ كَرَاعٍ يَرْعٰى حَوْلَ الْحِمٰى يُوْشِكُ أَنْ يُّوَاقِعَهٗ أَلَا وَإِنَّ لِكُلِّ مَلِكٍ حِمًى أَلَا إِنَّ حِمَى اللّٰهِ فِيْ أَرْضِهٖ مَحَارِمُهٗ أَلَا وَإِنَّ فِي الْجَسَدِ مُضْغَةً إِذَا صَلَحَتْ صَلَحَ الْجَسَدُ كُلُّهٗ وَإِذَا فَسَدَتْ فَسَدَ الْجَسَدُ كُلُّهٗ أَلَا وَهِيَ الْقَلْبُ.

٥٠۔ نعمان بن بشیر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا فرماتے تھے کہ بے شک حلال کھلا ہے اور حرام بھی کھلا ہے لیکن ان دونوں کے درمیان دو طرفا ملتی ہوئے شبہے کی بہت چیزیں ہیں ان کو بہت لوگ نہیں جانتے سو جو شبہوں سے بچا وہ اپنے دین اور آبرو کو سلامت لے گیا اور جو شبہوں میں پڑا وہ آخر حرام میں بھی پڑا جیسے وہ چرانے والا رکھ (یعنی روکی ہوئی زمین کے) آس پاس چراتا ہے قریب ہے کہ کبھی رمنی کو بھی چریں گے جانو کہ ہر بادشاہ کا ایک رمنہ ہوتا ہے جان لو کہ اللہ کا رمنہ اس کی حرام کی ہوئی چیزیں ہیں جان رکھو کہ بے شک بدن میں ایک گوشت کا ٹکڑا ہے جب وہ سنورا تو سب بدن سنورا اور جب وہ بگڑا تو سب بدن بگڑا یاد رکھو کہ وہ ٹکڑا دل ہے۔

فائدہ: دنیا کی سب چیزیں تین طرح پر ہیں حلال اور حرام اور شبہ دار سو جو چیزیں حلال ہیں وہ قرآن اور حدیث میں صاف کھلی ہیں اور جو حرام ہیں وہ بھی کھلی ہیں اور شبہ دار یعنی کچھ حلال سے میل رکھتی ہے اور حرام سے بھی سو حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کا قاعدہ فرمایا کہ جس چیز میں شبہ پڑے کہ حلال ہے یا حرام تو اس کو چھوڑ دے ہرگز نہ کرے اُس میں دین کا بچاؤ ہے اس واسطے کہ جب شبہ والی چیزوں میں آدمی پڑا تو ہوتے ہوتے حرام چیزوں میں ہی گرفتار ہوگا اور دل بگڑا یعنی جب دل فسق اور فجور میں جم گیا تو تمام بدن بگڑ جائے گا۔

بَابُ أَدَآءِ الْخُمُسِ مِنَ الْإِيْمَانِ.

لوٹ کے مال سے پانچواں حصہ اللہ کے راہ میں دینا ایمان سے ہے یعنی ایمان کی ایک شاخ ہے۔

فائدہ: یہی مراد ہے ساتھ قول اللہ تعالیٰ کے ﴿وَاعْلَمُوْا اَنَّمَا غَنِمْتُمْ مِّنْ شَیْءٍ فَاَنَّ لِلّٰهِ خُمُسَهٗ﴾ الآیۃ۔

٥١ ـ حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ الْجَعْدِ قَالَ أَخْبَرَنَا شُعْبَةُ عَنْ أَبِيْ جَمْرَةَ قَالَ كُنْتُ أَقْعُدُ مَعَ ابْنِ عَبَّاسٍ يُجْلِسُنِيْ عَلٰى سَرِيْرِهٖ فَقَالَ أَقِمْ عِنْدِيْ حَتّٰى أَجْعَلَ لَكَ سَهْمًا مِّنْ مَّالِيْ فَأَقَمْتُ مَعَهٗ شَهْرَيْنِ ثُمَّ قَالَ إِنَّ وَفْدَ عَبْدِ الْقَيْسِ لَمَّا أَتَوُا النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ مَنِ الْقَوْمُ أَوْ مَنِ الْوَفْدُ قَالُوْا رَبِيْعَةُ قَالَ مَرْحَبًا بِالْقَوْمِ أَوْ بِالْوَفْدِ غَيْرَ خَزَايَا وَلَا نَدَامٰى فَقَالُوْا يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ إِنَّا لَا نَسْتَطِيْعُ أَنْ نَّأْتِيَكَ إِلَّا فِي الشَّهْرِ الْحَرَامِ وَبَيْنَنَا وَبَيْنَكَ هٰذَا الْحَيُّ مِنْ كُفَّارِ مُضَرَ فَمُرْنَا بِأَمْرٍ فَصْلٍ نُّخْبِرْ بِهٖ مَنْ وَّرَآئَنَا وَنَدْخُلْ بِهِ الْجَنَّةَ وَسَأَلُوْهُ عَنِ الْأَشْرِبَةِ فَأَمَرَهُمْ بِأَرْبَعٍ وَنَهَاهُمْ عَنْ أَرْبَعٍ أَمَرَهُمْ بِالْإِيْمَانِ بِاللّٰهِ وَحْدَهٗ قَالَ أَتَدْرُوْنَ مَا الْإِيْمَانُ بِاللّٰهِ وَحْدَهٗ قَالُوا اللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗ أَعْلَمُ قَالَ شَهَادَةُ أَنْ لَّا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ وَأَنَّ مُحَمَّدًا رَّسُوْلُ اللّٰهِ وَإِقَامُ الصَّلَاةِ وَإِيْتَآءُ الزَّكَاةِ وَصِيَامُ رَمَضَانَ وَأَنْ تُعْطُوْا مِنَ الْمَغْنَمِ الْخُمُسَ وَنَهَاهُمْ عَنْ أَرْبَعٍ عَنِ الْحَنْتَمِ وَالدُّبَّآءِ وَالنَّقِيْرِ وَالْمُزَفَّتِ وَرُبَّمَا قَالَ الْمُقَيَّرِ وَقَالَ احْفَظُوْهُنَّ وَأَخْبِرُوْا بِهِنَّ

٥١۔ ابو جمرہ سے روایت ہے اُس نے کہا کہ میں عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کے پاس بیٹھا کرتا تھا پس ابن عباس رضی اللہ عنہما مجھ کو اپنے تخت پر بیٹھا لیتے تھے سو ابن عباس رضی اللہ عنہما نے کہا کہ تو میرے پاس ٹھہر تا کہ میں اپنے مال سے ایک حصہ تجھ کو دے دوں ابو جمرہ نے کہا سو میں اُن کے پاس دو مہینے تک ٹھہرا پھر ابن عباس رضی اللہ عنہما نے کہا کہ عبدالقیس کے ایلچی جب نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئے تو حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کون قوم ہو یا کون ایلچی ہو؟ تو انھوں نے جواب دیا کہ ہم ربیعہ کی قوم سے ہیں، حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا خوش آمدید قوم کو یا فرمایا خوش آمدید ایلچیوں کو کہ نہ ذلیل ہوں نہ شرمندہ (یعنی تمہارے واسطے بشارت ہے) انہوں نے عرض کی اے رسول اللہ کے ہم آپ کے پاس آنے کی طاقت نہیں پاتے مگر مہینے حرام میں (اس واسطے) کہ ہمارے اور آپ کے درمیان یہ قوم ہے کفار سے مضر کے (جو ہم کو آنے سے روکتے ہیں) سو آپ ہم کو کوئی امر فیصلہ کرنے والا دیجیے (یعنی فرق کرنے والا درمیان حق اور باطل کے) جو خبر دیں ہم ساتھ اس کے اپنے پیچھے والے لوگوں کو یعنی اپنی قوم کو جو وطن میں چھوڑ آئے ہیں اور داخل ہوں ہم اس کے سبب بہشت میں اور پوچھا انہوں نے حضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے شرابوں کے برتنوں کا حال (یعنی اُن کو استعمال میں لائیں یا نہ لائیں) پس حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اُن کو چار چیزوں کا حکم فرمایا اور چار چیزوں سے منع فرمایا ان کو ایمان لانے کا اللہ کے ساتھ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تم جانتے ہو کیا ہے ایمان

مَنْ وَّرَآئَکُمْ.

ساتھ اللہ کے انہوں نے عرض کیا کہ اللہ اور اس کا رسول سب سے زیادہ تر جاننے والا ہے حضرت ﷺ نے فرمایا اللہ ایک کے ساتھ ایمان لانا یہ ہے کہ گواہی دینی اس بات کی کہ سوائے اللہ کے کوئی بندگی کے لائق نہیں اور محمد ﷺ اللہ کا رسول ہے اور قائم کرنا نماز کا اور دینا زکوٰۃ کا اور روزے رکھنے رمضان کے اور لوٹ کے مال سے پانچواں حصہ دینا اور حضرت ﷺ نے منع فرمایا ان کو چار قسم کے باسنوں کے استعمال کرنے سے لاکھے برتن سے اور تونبے کے کدو سے اور چربی برتن سے جو درخت کی جڑ سے کھود کر بناتے ہیں اور روغنی رال والے برتن سے اور حضرت ﷺ نے فرمایا کہ یاد رکھو ان کو اور خبر دو ان کی اپنے پیچھے والے لوگوں کو۔

فائدہ: مہینے حرام کے چار ہیں ذیقعدہ اور ذی الحجہ اور محرم اور رجب ان چار مہینوں میں لڑائی وغیرہ لوٹ مار سب بند ہو جاتے ہیں راہ چلتے کوئی کسی سے شوخی نہیں کرتا تھا یہ جو کہا کہ میں ابن عباس رضی اللہ عنہما کے ساتھ بیٹھا تھا تو اس کا سبب یہ ہے کہ وہ مترجم تھا درمیان ابن عباس رضی اللہ عنہما کے اور درمیان لوگوں کے ابن صلاح نے کہا کہ اصل ترجمہ کے معنی ہیں تعبیر کرنا ایک زبان کو دوسری زبان میں اور وہ میرے نزدیک اس جگہ عام تر ہے اس سے اور یہ کہ وہ پہنچاتا تھا کلام ابن عباس رضی اللہ عنہما کا ان لوگوں کو جو ان پر پوشیدہ تھے اور پہنچاتا تھا اس کو کلام اُن کا یا تو واسطے ہجوم لوگوں کے یا واسطے قصور فہم کے میں کہتا ہوں کہ دوسرے معنی ظاہر تر ہیں اس واسطے کہ وہ ابن عباس رضی اللہ عنہما کے ساتھ چوپائے پر بیٹھا تھا پس نہیں فرق ہے بیچ ہجوم کے درمیان ان کے مگر یہ کہ حمل کیا جائے کہ ابن عباس رضی اللہ عنہما چوپائے کے درمیان میں بیٹھے تھے اور ابو جمرہ اس کے اس کنارے پر تھا جو متصل تھا ساتھ اُن کے جن کی طرف سے ترجمہ کرتا تھا اور بعض کہتے ہیں کہ ابو جمرہ کو فارسی زبان آتی تھی پس تھا ترجمہ کرتا واسطے ابن عباس رضی اللہ عنہما کے یعنی جو ابن عباس رضی اللہ عنہما کہتے تھے ان کی کلام کا مطلب فارسیوں کو فارسی زبان میں ترجمہ کر کے سمجھاتا تھا۔ قرطبی نے کہا کہ اس میں دلیل ہے اُس پر کہ ابن عباس رضی اللہ عنہما تھے کفایت کرتے ترجمہ میں ساتھ ایک مرد کے اور تحقیق باب باندھا ہے بخاری نے ساتھ اس کے کتاب احکام کے اخیر میں اور بعض کہتے ہیں کہ یہ حدیث اصل ہے بیچ پکڑنے محدث کے لکھنے والے کو اور یہ جو ابن عباس رضی اللہ عنہما نے ابو جمرہ کو حدیث بیان کی کہ عبدالقیس کے ایلچی آئے تو اس کا سبب یہ ہے کہ ایک عورت اس کے پاس آئی پوچھتی تھی کہ ٹھلیا میں کھجور بھگو کر اُس کے نچوڑ پینے کا کیا حکم ہے تو ابن عباس رضی اللہ عنہما نے اس کو اس سے منع کیا میں تو

میں نے کہا کہ اے ابن عباس! کہ میں سبز گھڑے میں کھجور بھگوتا ہوں اس کا نچوڑ میٹھا ہوتا ہے تو میں پیتا ہوں تو میرے پیٹ میں قرقر ہوتی ہے ابن عباس رضی اللہ عنہما نے کہا کہ نہ پی اس سے اگر چہ شہد سے زیادہ تر میٹھا ہو اور اس میں دلیل ہے اس پر کہ ابن عباس رضی اللہ عنہما کو گھڑوں میں کھجور بھگونے کی حرمت کا منسوخ ہونا نہیں پہنچا اور وہ ثابت ہے مسلم کی حدیث میں اور کہا قرطبی نے کہ اس میں دلیل ہے اس پر کہ جائز ہے واسطے مفتی کے یہ کہ ذکر کرے دلیل کو اس حال میں کہ بے پرواہ ہو ساتھ اس کے نص کرنے سے اوپر جواب فتویٰ کے جب کہ وہ سائل بنا ساتھ موضع حجت کے یعنی اس واسطے کہ ابن عباس رضی اللہ عنہما نے ابوجمرہ کے جواب میں یہ حدیث بیان کی اور عبدالقیس کے ایلچی چالیس مرد تھے تیرہ ان میں سردار تھے وہ سوار تھے اور باقی اُن کے تابع تھے وہ پیادہ تھے اور یہ جو کہا کہ کون قوم ہو تو اس میں دلیل ہے اوپر مستحب ہونے سوال قاصد کے اس کے نفس سے تاکہ پہچانا جائے اور اپنے لائق جگہ میں اتارا جائے اور یہ جو انہوں نے کہا کہ ہم ربیعہ ہیں تو اس میں تعبیر ہے بعض سے ساتھ کل کے اس واسطے کے وہ بعض ربیعہ تھے اور یہ جو کہا کہ مرحبا تو اس میں دلیل ہے اوپر مستحب ہونے تانیس قادم کے یعنی اس کے واسطے لگاؤ پیدا کرنا اور یہ مرحبا حضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے کئی بار واقع ہوا ہے چنانچہ فرمایا **مرحبا بام هانی** ، **مرحبا بنتی** اور سوائے اس کے اور یہ جو کہا کہ نہ ذلیل ہوں نہ شرمندے تو ابن ابی جمرہ نے کہا کہ خوشخبری دی ان کو ساتھ خیر کے دنیا اور آخرت میں اس واسطے کہ نادم ہونا سوائے اس کے کچھ نہیں کہ ہوتا ہے عاقبت میں پس جب اس کی نفی ہوئی تو اس کی ضد ثابت ہوئی اور اس میں دلیل ہے اوپر جائز ہونے ثنا کے آدمی پر اس کے روبرو جب کہ اُس پر فتنے سے امن ہو اور یہ جو انہوں نے کہا کہ یارسول اللہ تو اس میں دلیل ہے اس پر کہ وہ مقابلے کے وقت مسلمان تھے اور یہ جو کہا کہ مگر حرام کے مہینے میں تو مراد اس سے جنس ہے پس شامل ہوگا حرام چاروں مہینوں کو اور بعض کہتے ہیں کہ مراد رجب کا مہینہ ہے اور مضر کی قوم اس کی تعظیم میں بہت مبالغہ کرتی تھی پس اسی واسطے منسوب ہوا طرف ان کی اور ظاہر یہ ہے کہ تھے وہ خاص کرتے اس کو ساتھ زیادہ تعظیم کے باوجود حرام جاننے اُن کے لڑنے کو دوسرے تین مہینوں میں مگر یہ کہ اکثر اوقات اُن کو بھول جاتے تھے برخلاف اس کے اور اس میں دلیل ہے اوپر مقدم ہونے اسلام عبدالقیس کے اوپر قبائل مضر کے جو اُن کے اور مدینے کے درمیان بستے تھے اور عبدالقیس کے گھر بحرین میں تھے اور یہ جو کہا کہ خبر دیں ہم ساتھ اُس کے اپنی پچھلوں کو الخ تو اس میں دلیل ہے اوپر ظاہر کرنے عذر کے وقت عاجز ہونے کے پورا دینے حق کے سے واجب ہو یا مستحب اور اس پر کہ جو چیز زیادہ تر مقصود ہو پہلے اس کا سوال کیا جائے اور اس پر کہ نیک عمل بہشت میں داخل کرتے ہیں جب کہ قبول ہوں اور ان کا قبول ہونا واقع ہوتا ہے ساتھ رحمت اللہ کے اور کہا قاضی ابوبکر بن عربی نے کہ اگر حرف عطف کا نہ ہوتا تو ہم کہتے کہ ذکر شہادتوں کا وارد ہوا ہے بطور تقدیر کے لیکن ممکن ہے کہ پڑھا جائے قول اُس کا **وَاَقَامَ الصَّلٰوةَ** ساتھ زبر کے پس ہوگا عطف اوپر قول اس کے **اَمَرَهُمْ بِالْاِيْمَانِ** اور تقدیر یہ کہ **اَمَرَهُمْ بِالْاِيْمَانِ مُصَدِّقًا بِهٖ**

وَبِشَرْطِهٖ مِنَ الشَّهَادَتَيْنِ وَاَمَرَهُمْ بِاِقَامِ الصَّلٰوةِ الخ پس اگر کہا جائے کہ ظاہر اس چیز کا کہ ترجمہ باندھا ہے ساتھ اس کے بخاری نے کہ خمس کا ادا کرنا ایمان سے ہے تقاضا کرتا ہے داخل کرنے اس کے کو ساتھ باقی خصلتوں کے ایمان کی تفسیر میں اور تقدیر مذکور اس کے مخالف ہے اور جواب دیا ہے ابن رشید نے ساتھ اس کے کہ حاصل ہوتی ہے مطابقت اور جہت سے اور وہ یہ ہے کہ سوال کیا انہوں نے ان عملوں سے جن کے ساتھ بہشت میں داخل ہوں اور جواب دیا ان کو حضرت ﷺ ان عملوں سے جن کے ساتھ بہشت میں داخل ہوں اور جواب دیا ان کو حضرت ﷺ نے ساتھ کئی چیزوں کے ایک ان میں سے ادا کرنا خمس کا ہے اور جو اعمال کہ بہشت میں داخل کرتے ہیں وہ ایمان کے اعمال ہیں تو ہوگا ادا کرنا خمس کا ایمان سے ساتھ اس تقریر کے پس اگر کہا جائے کہ ایک روایت میں ہے کہ فرمایا کہ میں تم کو چار چیزوں کا حکم کرتا ہوں ایمان لانا ساتھ اللہ کے اور گواہی دینا اس کی کہ نہیں کوئی لائق بندگی کے سوائے اللہ کے اور گرہ دی ہاتھ سے ایک پس دلالت کی اس نے کہ گواہی ایک ہے چار میں سے پس کہا جاتا ہے کہ کس طرح فرمایا چار اور حالانکہ مذکور پانچ ہیں اور تحقیق جواب دیا ہے اس سے قاضی عیاض نے واسطے پیروی ابن بطال کے بایں طور کہ مراد چار ماسوا ادا خمس کے ہیں گویا کہ آپ نے ارادہ کیا اُن کے معلوم کروانے کا ساتھ قواعد ایمان کے اور فرض عین کے پھر معلوم کرادی ان کو وہ چیز جو لازم ہے ان کو نکالنا اس کا جب کہ واقع ہو واسطے اُن کے جہاد اس واسطے کہ تھے وہ درپے لڑائی کافروں مضر کے اور بعینہ اس کو ذکر نہ کیا اس واسطے کہ وہ سبب ہے جہاد سے یعنی اس کا سبب جہاد ہے اور جہاد اس وقت فرض عین نہ تھا اور تحقیق جواب دیا گیا ہے اس سے بایں طور کہ وہ اعتبار اجزاء مفصلہ کے چار ہے اور اپنی حد ذات میں ایک ہے اور اس کے معنی یہ ہیں کہ یہ اسم جامع ہیں واسطے چاروں خصلتوں کے ذکر کیا کہ آپ ان کو ان کے ساتھ حکم کرتے ہیں پھر تفسیر کیا اس کو پس وہ واحد ہے باعتبار نو کے متعدد ہے باعتبار وظائف کے جیسا کہ ممنوع عنہ اور وہ کھجور کا بھگونا ہے باعتبار نوع کے واحد ہے اور باعتبار باسنوں کے متعدد ہے اور حکمت بیچ اجمال کے ساتھ پہلی تفسیر کے یہ ہے کہ خواہش ہو نفس کی طرف تفصیل کی پھر آرام پکڑے طرف اس کی اگرچہ حاصل ہو حفظ اس کا واسطے سامع کے پس جب بھول جائے کوئی چیز اس کی تفصیل طلب کرے نفس اپنے کو ساتھ عدد کے پس نہ پورا لے عدد کو کہ اُس کے حفظ میں ہے تو معلوم کرے کہ تحقیق فوت ہوئی ہے اس سے بعض وہ چیز جو سنی تھی اور قاضی عیاض نے کہا کہ حج فی الفور فرض ہے اور تحقیق حجت پکڑی ہے شافعی رحمہ اللہ نے واسطے اس کی کے تراخی پر یعنی ساتھ دیر اور مہلت کے بایں طور کے فرض ہونا حج کا تھا ہجرت کے بعد اور یہ کہ حضرت ﷺ تھے قادر اوپر حج کے سنہ آٹھ اور نو میں اور حالانکہ نہ حج کیا آپ نے مگر دسویں سال میں اور لیکن قول اس شخص کا جو کہتا ہے کہ سوائے اس کے نہیں کہ ترک کیا ذکر حج کا اس واسطے کہ وہ فرض ہے تراخی پر تو یہ قول اس کا ٹھیک نہیں اس واسطے کہ ہونا اس کا تراخی پر نہیں منع کرتا حکم کرنے کو ساتھ اس کے اور اسی طرح قول اس شخص کا جو کہتا ہے کہ سوائے اس کے

نہیں کہ ترک کیا اس کو کہ وہ ان کے نزدیک مشہور تھا قوی نہیں اس واسطے کہ حضرت ﷺ نے اس کو اُن کے غیر کے واسطے ذکر کیا ان لوگوں کے واسطے جن کے نزدیک مشہور تر تھا اور اسی طرح قول اس شخص کا جو کہتا ہے کہ اس واسطے اس کے ذکر کو ترک کیا کہ اُن کے واسطے اس کی طرف راہ نہ تھی واسطے سبب کفار مضر کے ٹھیک نہیں اس واسطے کہ نہیں لازم آتا ناطاقت ہونے سے حال میں نہ خبر دینا ساتھ اُس کے تاکہ عمل کیا جائے ساتھ اس کے وقت طاقت اور قدرت کے بلکہ یہ دعویٰ کہ ان کو حج کی طرف راہ نہ تھی ممنوع ہے اس واسطے کہ حج واقع ہوتا ہے حرام کے مہینوں میں اور تحقیق ذکر کیا ہے علماء نے کہ کافر ان میں باامن ہوتے تھے لیکن ممکن ہے کہ کہا جائے کہ سوائے اس کے نہیں کہ خبر دی ان کو ساتھ بعض امروں کے واسطے ہونے ان کی کے کہ سوال کیا تھا انہوں نے آپ سے یہ کہ خبر دیں ان کو ساتھ اس چیز کے کہ اس کے کرنے سے بہشت میں داخل ہوں پس اقتصار کیا واسطے ان کے اس چیز پر کہ ممکن ہے اُن کو فعل ان کا فی الحال اور قصد کیا خبر دینا ان کا ساتھ تمام احکام کے جو واجب ہیں اوپر ان کے کرنے میں اور نہ کرنے میں اور دلالت کرتا ہے اس پر اقتصار آپ کا مناہی میں اوپر بھگونے کے باسنوں میں باوجودیکہ مناہی مین وہ چیز ہے جو اشد ہے تحریم میں بھگونے سے لیکن اقتصار کیا اس پر اس واسطے کہ کثرت ان کی کے ساتھ اس کے اور یہ جو کہا کہ منع کیا ان کو چار چیز سے سبز باسن سے اور کدو کے تونبے سے اور چربی باسن سے اور روغنی رال والے برتن سے تو بھگونے کھجور کے سے خاص ان برتنوں میں اس واسطے ہے کہ ان میں نشہ جلدی پیدا ہوتا ہے پس بہت وقت پیتا ہے اس سے جو اس سے بے خبر ہوتا ہے پھر ثابت ہوئی رخصت بیچ بھگونے کھجور کے ہر برتن میں باوجود منع کرنے کے پینے ہر نشہ والی چیز کے سے کماسیاتی فی کتاب الاشربہ۔ اور یہ جو فرمایا کہ اپنے پچھلوں کو ان کے ساتھ خبر دو تو یہ شامل ہے اس شخص کو جن کے پاس وہ آئے تھے اور یہ باعتبار مکان کے ہے اور شامل ہے اس شخص کو جو پیدا ہوگا واسطے اُن کے اولاد وغیرہم سے اور یہ باعتبار زمانے کے ہے پس احتمال ہے اعمال اس کا دونوں معنوں میں اکٹھے حقیقت میں اور مجاز میں اور نکالا ہے اُس سے بخاری نے اعتماد اوپر خبر احاد کے یعنی ایک کی خبر مقبول ہے کماسیاتی بابہ۔ (فتح)

بَابُ مَا جَآءَ إِنَّ الْأَعْمَالَ بِالنِّيَّةِ وَالْحِسْبَةِ وَلِكُلِّ امْرِئٍ مَّا نَوٰى فَدَخَلَ فِيْهِ الْإِيْمَانُ وَالْوُضُوْءُ وَالصَّلَاةُ وَالزَّكَاةُ وَالْحَجُّ وَالصَّوْمُ وَالْأَحْكَامُ.

یعنی ہر ایک شخص کے واسطے وہی چیز ہے جو اس نے نیت کی پس داخل ہو گیا اُس کے عموم میں ایمان اور وضو اور نماز اور زکوۃ اور حج اور روزہ اور سب احکام یعنی اس حدیث کے عموم میں سب عمل داخل ہیں پس سوائے نیت کے کسی عمل کا اعتبار نہیں۔

فائدہ: یعنی باب ہے بیان میں اس چیز کے کہ وارد ہوئی ہے دلالت کرنے والی اس پر کہ اعمال شرعیہ معتبر ہیں ساتھ نیت کے اور حسبت کے اور مراد ساتھ حسبت کے طلب کرنا ثواب کا ہے اور کوئی حدیث نہیں آئی جس کے یہ لفظ ہوں

اور سوائے اس کے کچھ نہیں کہ استدلال کیا ہے اس نے ساتھ حدیث عمر رضی اللہ عنہ کے اس پر کہ عمل ساتھ نیت کے ہیں اور ساتھ حدیث ابومسعود رضی اللہ عنہ کے کہ عمل ساتھ حسبت کے ہیں اور یہ جو کہا کہ پس داخل ہوا بیچ اس کے تو یہ بخاری کا قول ہے اور وجہ داخل ہونے نیت کے ایمان میں اوپر طریق بخاری کے یہ ہے کہ ایمان عمل ہے کما تقدم شرحہ اور لیکن ایمان ساتھ معنی تصدیق کے پس نہیں محتاج ہے طرف نیت کی مانند تمام عملوں دل کے اللہ کے خوف اور اس کی عظمت اور محبت اور قربت چاہنے سے طرف اس کی اس واسطے کہ وہ جدا کی گئی ہے واسطے اللہ تعالیٰ کے پس نہیں محتاج ہے واسطے نیت کے جو جدا کرے اس کو اس واسطے کہ نیت جدا کرتی ہے عمل کو جو واسطے اللہ کے ہو اس عمل سے جو اس کے غیر کے واسطے ہو واسطے ریا کے اور جدا کرتی ہے اعمال کے مراتب کو مانند فرض کی مستحب سے اور جدا کرتی ہے عبادت کو عادت سے مانند روزے کی حمیت سے اور یہ جو کہا کہ وضو تو یہ اشارہ ہے طرف خلاف اس شخص کی جو اس میں نیت کو شرط نہیں ٹھہراتا جیسے کہ منقول ہے اوزاعی اور ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ وغیرہما سے اور ان کی حجت یہ ہے کہ وہ عبادت مستقل نہیں ہے بلکہ وسیلہ ہے طرف عبادت کی مانند نماز کی اور مناقضہ کیے گئے ہیں ساتھ تیمم کے اس واسطے کہ وہ بھی وسیلہ ہے اور تحقیق شرط کی ہے اس میں حنفیہ نے نیت اور استدلال کیا ہے جمہور نے اوپر شرط ہونے نیت کے وضو میں ساتھ دلیلوں صحیحہ کے جو تصریح کرتی ہیں ساتھ وعدے ثواب کے اوپر اس کے پس نہیں کوئی چارہ قصد سے یعنی نیت سے جو جدا کرے اس کو اس کے غیر سے تاکہ حاصل ہو ثواب موعود اور لیکن نماز پس نہیں اختلاف ہے بیچ شرط ہونے نیت کے اس میں اور لیکن زکوٰۃ پس سوائے اس کے کچھ نہیں کہ ساقط ہوتی ہے ساتھ لینے بادشاہ کے اگرچہ نہ نیت کرے مال والا اس واسطے کہ بادشاہ اس کے قائم مقام ہے اور لیکن حج پس سوائے اس کے کچھ نہیں کہ پھرتا ہے طرف فرض اس شخص کی جو اپنے غیر کی طرف سے حج کرے واسطے دلیل خاص کے اور وہ حدیث ابن عباس رضی اللہ عنہما کی ہے شبرمہ کے قصے میں یعنی اندریں صورت زکوٰۃ اور حج میں جو نیت شرط نہیں تو یہ واسطے دلیل خاص کے ہے اور لیکن روزہ پس اشارہ کیا ہے ساتھ اس کے طرف خلاف اس شخص کی جو گمان کرتا ہے کہ رمضان کے روزے کے واسطے نیت کی حاجت نہیں اس واسطے کہ وہ جدا ہے ساتھ نفس اپنے کے جیسا کہ منقول ہے زفر سے اور یہ جو کہا کہ احکام تو مراد اس سے معاملات ہیں کہ داخل ہوتی ہے اس میں حاجت طرف محاکمہ کی پس شامل ہوگا بیعوں کو اور نکاحوں کو اور اقرار وغیرہ کو اور جس صورت میں نیت شرط نہیں تو یہ واسطے دلیل خاص کے ہے اور تحقیق ذکر کیا ہے ابن منیر نے ایک ضابطہ واسطے اس چیز کے کہ اس میں نیت شرط ہے اس چیز سے کہ اس میں شرط نہیں پس کہا اس نے کہ ہر عمل کہ نہ ظاہر ہو اس کے واسطے فائدہ دنیا میں بلکہ مقصود ساتھ اس کے طلب ثواب ہو تو اس میں نیت شرط ہے اور جس عمل کا فائدہ بالفعل ظاہر ہو اور لائے اس کو طبیعت پہلی شرط کے واسطے مناسبت کے درمیان ان دونوں کے تو اس میں نیت شرط نہیں مگر واسطے اس شخص کے کہ قصد کرے ساتھ اس کے اور معنی کو کہ مترتب ہو اس پر ثواب اور سوائے اس کے کچھ نہیں کہ

اختلاف کیا ہے علماء نے بیچ بعض صورتوں کے جہت تحقیق مناط تفرقہ کے سے اور لیکن وہ چیز کہ ہو معانی محض سے مانند خوف اور امید کی تو نہیں کہا جاتا ساتھ شرط ہونے نیت کے بیچ اس کے اس واسطے کہ نہیں ممکن ہے یہ کہ واقع ہو مگر نیت میں اور جب فرض کیا جائے اس میں نیت مقصود تو محال ہو جائے گی حقیقت اس کی پس نیت اس میں شرط عقلی ہے اس واسطے کہ نہیں شرط ہے نیت واسطے بھاگنے کی تسلسل سے اور لیکن اقوال پس محتاج ہے طرف نیت کی تین جگہوں میں ایک تقرب چاہنا ہے طرف اللہ کی واسطے بھاگنے کے ریا سے دوسری جدائی کرنی ہے درمیان الفاظ کے جو احتمال رکھتے ہیں واسطے غیر مقصود کے اور تیسری قصد انشا کا ہے تا کہ نکل جائے سبقت زبان کی۔ (فتح)

وَقَالَ اللّٰهُ تَعَالٰى ﴿قُلْ كُلٌّ يَّعْمَلُ عَلٰى شَاكِلَتِهٖ﴾ عَلٰى نِيَّتِهٖ.

یعنی فرمایا اللہ تعالیٰ نے کہ کہہ دے کہ ہر شخص عمل کرتا ہے او پر نیت اپنی کے۔

فائدہ: اس آیت سے بھی معلوم ہوتا ہے کہ عملوں کا اعتبار نیت کے ساتھ ہے۔

نَفَقَةُ الرَّجُلِ عَلٰى أَهْلِهٖ يَحْتَسِبُهَا صَدَقَةٌ.

یعنی مرد کا اپنے گھر والوں پر خرچ کرنا ثواب کی نیت سے صدقہ ہے۔

وَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَلٰكِنْ جِهَادٌ وَّنِيَّةٌ.

یعنی نبی ﷺ نے فرمایا لیکن جہاد ہے اور نیت ہے۔

فائدہ: غرض اس آیت اور حدیثوں سے یہ ہے کہ ہر کام میں نیت نیک کرے فقط نیت کرنے پر بھی ثواب ملتا ہے خواہ اس کام کو نہ کیا ہو۔

۵۲ ـ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ مَسْلَمَةَ قَالَ أَخْبَرَنَا مَالِكٌ عَنْ يَحْيَى بْنِ سَعِيْدٍ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ إِبْرَاهِيْمَ عَنْ عَلْقَمَةَ بْنِ وَقَّاصٍ عَنْ عُمَرَ أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ الْأَعْمَالُ بِالنِّيَّةِ وَلِكُلِّ امْرِئٍ مَّا نَوٰى فَمَنْ كَانَتْ هِجْرَتُهٗ إِلَى اللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ فَهِجْرَتُهٗ إِلَى اللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ وَمَنْ كَانَتْ هِجْرَتُهٗ لِدُنْيَا يُصِيْبُهَا أَوِ امْرَأَةٍ يَّتَزَوَّجُهَا فَهِجْرَتُهٗ إِلٰى مَا هَاجَرَ إِلَيْهِ.

۵۲۔ عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ سب کاموں کا اعتبار ساتھ نیت کے ہے یعنی کوئی عمل بدوں نیت کے لائق ثواب کے نہیں سو جس کی ہجرت اللہ اور رسول کے واسطے ہوئی تو اس کی ہجرت اللہ اور رسول کے واسطے ہو چکی یعنی اس کا ثواب ضرور پائے گا اور جس کی ہجرت دنیا کے واسطے ہوئی کہ اس کو پائے یا کسی عورت کے واسطے کہ اس سے نکاح کرے تو اس کی ہجرت اس کی طرف ہوئی جس کے واسطے اس نے ہجرت کی۔

۵۳ ـ حَدَّثَنَا حَجَّاجُ بْنُ مِنْهَالٍ قَالَ حَدَّثَنَا

۵۳۔ ابو مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا کہ

شُعْبَةُ قَالَ أَخْبَرَنِيْ عَدِيُّ بْنُ ثَابِتٍ قَالَ سَمِعْتُ عَبْدَ اللّٰهِ بْنَ يَزِيْدَ عَنْ أَبِيْ مَسْعُوْدٍ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ إِذَا أَنْفَقَ الرَّجُلُ عَلٰى أَهْلِهِ يَحْتَسِبُهَا فَهُوَ لَهُ صَدَقَةٌ.

جب کوئی مرد اپنے اہل پر کھانے پینے کا کچھ مال خرچ کرے ثواب کی نیت سے تو وہ اس کے واسطے صدقہ ہے یعنی اس کو اس میں صدقے کا ثواب ملتا ہے۔

فائدہ: اس حدیث کی شرح آئندہ آئے گی اگر چاہا اللہ تعالیٰ نے اور مقصود اس سے اس باب میں یہ قول اس کا ہے یَحْتَسِبُهَا یعنی ثواب کی نیت سے قرطبی نے کہا کہ فائدہ دیا ہے اس کی منطوق نے کہ ثواب خرچ کرنے کا سوائے اس کے کچھ نہیں کہ حاصل ہوتا ہے ساتھ قصد قربت کے برابر ہے کہ واجب ہو یا مستحب اور اس کے مفہوم نے فائدہ دیا کہ جو قربت کی نیت سے نہ کرے اس کو ثواب نہیں ملتا لیکن جو پاک ہوا ذمہ اس کا نفقے واجب سے اس واسطے کہ اس کے معنی معقول ہیں اور نفقے کو صدقہ جو کہا تو یہ بطور مجاز کے ہے اور مراد ساتھ اس کے اجر ہے اور قرینہ پھیرنے والا حقیقت سے اجماع ہے اوپر جائز ہونے نفقے کے ہاشمی بیوی پر جس پر صدقہ حرام ہے۔ (فتح)

٥٤ - حَدَّثَنَا الْحَكَمُ بْنُ نَافِعٍ قَالَ أَخْبَرَنَا شُعَيْبٌ عَنِ الزُّهْرِيِّ قَالَ حَدَّثَنِيْ عَامِرُ بْنُ سَعْدٍ عَنْ سَعْدِ بْنِ أَبِيْ وَقَّاصٍ أَنَّهُ أَخْبَرَهُ أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ إِنَّكَ لَنْ تُنْفِقَ نَفَقَةً تَبْتَغِيْ بِهَا وَجْهَ اللّٰهِ إِلَّا أُجِرْتَ عَلَيْهَا حَتّٰى مَا تَجْعَلُ فِيْ فَمِ امْرَأَتِكَ.

۵۴۔ سعد رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ کی رضامندی چاہنے کے واسطے جو چیز تو خرچ کرے گا تجھ کو اس کا ثواب ملے گا یہاں تک کہ جو تو اپنی عورت کے منہ میں ڈالے اس میں بھی تجھ کو اجر ہوگا۔

فائدہ: یہ جو فرمایا اِنَّكَ تو مراد اس سے وہ ہے اور جس سے اتفاق صحیح ہو اور یہ ٹکڑا ہے سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ کی حدیث کا بیچ بیمار ہونے اس کے کے مکہ میں اور بیمار پرسی کرنے حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے واسطے اس کے اور اسکی شرح کتاب الوصایا میں آئے گی اور مراد اس سے اس جگہ یہ قول اس کا ہے تبتغی یعنی طلب کرے تو ساتھ اس کے رضامندی اللہ کی اور نکالا ہے اس سے نووی نے کہ نفس کی لذت جب حق کے موافق ہو تو نہیں نقصان کرتی اُس کے ثواب میں اس واسطے کہ رکھنا لقمے کا بی بی کے منہ میں واقع ہوتا ہے اکثر اوقات بیچ حال کھیلنے کے آپس میں اور واسطے شہوت نفس کے اس میں دخل ظاہر ہے اور باوجود اس کے جب متوجہ کرے قصد کو اس حال میں طرف چاہنے ثواب کی تو حاصل ہوتا ہے واسطے اس کے ثواب ساتھ فضل اللہ کے میں کہتا ہوں اور آئی ہے وہ چیز جو صریحتہ ہے مراد میں لقمے کے رکھنے سے اور وہ چیز ہے جو روایت کی ہے مسلم نے ابو ذر رضی اللہ عنہ سے پس ذکر کیا حدیث کو بیچ اس کے ہے کہ تمہاری صحبت کرنے میں بھی صدقہ ہے اصحاب نے عرض کیا کہ یا حضرت کیا ایک ہم میں سے اپنی شہوت ادا کرتا ہے اور اس پر

ثواب دیا جاتا ہے فرمایا ہاں بتلاؤ تو کہ اگر اس کو حرام میں رکھے تو اس کو گناہ ہے اور جب ہوا یہ اس محل میں باوجود اس چیز کے کہ اس میں نفس کی حظ ہے تو پس کیا گمان ہے ساتھ غیر اس کے کے اس چیز سے کہ نہیں واسطے نفس کے حظ بیچ اس کے اور مثال دینا ساتھ لقمے کے مبالغہ ہے بیچ تحقیق اس قاعدہ کے اس واسطے کہ جب ثابت ہوا ثواب ایک لقمے میں واسطے بی بی کے جو بے قرار نہیں تو پس کیا گمان ہے ساتھ اس شخص کے جو کھلائے کئی لقمے کسی محتاج کو یا عمل کرے بندگیوں سے وہ چیز جو مشقت اس کی زیادہ ہے مشقت مول لقمے کے سے کہ وہ حقارت سے ادنیٰ محل میں ہے اور تمام اس کا یہ حال یہ ہے کہ کہا جائے کہ جب ہوا یہ حال بی بی کے حق میں باوجود شریک ہونے خاوند کے ساتھ اس کے نفع میں ساتھ اس چیز کے کہ اس کو کھلاتا ہے اس واسطے کہ یہ اثر کرتا ہے اس کے بدن کے خوب ہونے میں اور خاوند اس کے بدن سے نفع اٹھاتا ہے اور نیز پس اکثر اوقات یہ ہے کہ خرچ کرنا بی بی پر واقع ہوتا ہے ساتھ خواہش نفس کے برخلاف غیر ان دونوں کے پس تحقیق وہ محتاج ہوتا ہے طرف مجاہدے نفس کی یعنی پس تو کیا گمان کرتا ہے ساتھ اس شخص کے جو محتاج کو کئی لقمے کھلائے۔ (فتح)

بَابُ قَوْلِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الدِّيْنُ النَّصِيْحَةُ لِلّٰهِ وَلِرَسُوْلِهٖ وَلِأَئِمَّةِ الْمُسْلِمِيْنَ وَعَامَّتِهِمْ وَقَوْلِهٖ تَعَالٰى ﴿إِذَا نَصَحُوْا لِلّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ﴾.

باب ہے اس بیان میں کہ قول نبی ﷺ کا کہ دین خیر خواہی کرنا ہے واسطے اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کے اور مسلمانوں کے حاکموں کے اور تمام مسلمانوں کے اور قول اللہ تعالیٰ کا کہ جب خیر خواہی کی انہوں نے واسطے اللہ کے اور اس کے رسول کے۔

فائدہ: یہ جو کہا کہ دین خیر خواہی کرنا ہے تو احتمال ہے کہ حمل کیا جائے مبالغے پر یعنی اکثر دین نصیحت ہے اور احتمال ہے کہ حمل کیا جائے اپنے ظاہر پر اس واسطے کہ ہر عمل کے نہ ارادہ کرے ساتھ اس کے عامل اس کا اخلاص کا تو وہ دین سے نہیں اور خطابی نے کہا کہ نصیحت کلمہ جامعہ ہے اس کے معنی ہیں گھیرنا حظ کا واسطے اس شخص کے جو اس کی خیر خواہی کی گئی ہے اور یہ مختصر کلام ہے بلکہ نہیں کلام میں کوئی کلمہ مفرد کہ پوری کی جائے ساتھ اس کے مراد معنی اس کلمہ کے سے اور یہ حدیث ان حدیثوں سے ہے جن کے حق میں کہا گیا ہے کہ یہ چوتھائی دین کی ہے امام نووی نے کہا کہ بلکہ وہ تنہا حاصل کرنے والی ہے واسطے غرض کل دین کے اس واسطے کہ دین بند ہے ان امروں میں جن کو اس حدیث میں ذکر کیا پس اللہ کی خیر خواہی وصف کرنا اس کا ہے ساتھ اس چیز کے کہ وہ اس کے لائق ہے اور فروتنی کرنی واسطے اُس کے ظاہر میں اور باطن میں اور رغبت کرنی اُس کی رضامندی میں ساتھ بندگی اس کی کے اور ڈرنا اُس کے غصے سے ساتھ ترک کرنے گناہ اس کے کے اور جہاد کرنا بیچ رد کرنے گناہ گاروں کے طرف اس کی اور عیسیٰ علیہ السلام نے حواریوں سے کہا کہ ناصح وہ ہے جو اللہ کے حق کو لوگوں پر مقدم کرے اور کتاب اللہ کی خیر خواہی اُس کا سیکھنا ہے اور

سکھانا اور قائم رکھنا اس کے حرفوں کا تلاوت میں اور لکھنا اس کا کتابت میں اور سمجھنا اُس کے معنوں کا اور نگاہ رکھنا اس کے حدوں کا اور عمل کرنا ساتھ اس چیز کے کہ اس میں ہے اور ہٹانا باطل والوں کی تحریف کا اس سے اور رسول کی خیر خواہی یہ ہے کہ اس کی تعظیم کرے اور اس کی مدد کرے زندگی میں اور بعد فوت ہونے کے اور اس کی سنت کو زندہ کرے ساتھ سیکھنے اس کے کے اور سکھلانے اس کے کے اور حضرت ﷺ کی پیروی کرے آپ کے اقوال میں اور افعال میں اور محبت رکھے ساتھ آپ کے اور آپ کے اصحاب کے اور حاکموں مسلمانوں کے خیر خواہی یہ ہے کہ مدد کرنے اُن کی اس چیز پر جس کے ساتھ قائم ہونے کی ان کو تکلیف دی گئی یعنی سرداری اور ان کو غفلت کے وقت تنبیہ کرے اور کلمے کو ان پر جمع کرے اور نفرت کرنے والے لوگوں کو ان کی طرف پھیرے اور بہت بڑی خیر خواہی ان کی یہ ہے کہ روکے اُن کو ظلم سے ساتھ اچھی بات کے اور امام مجتہدین بھی مسلمانوں کے حاکموں میں داخل ہیں۔ اور ان کی خیر خواہی یہ ہے کہ ان کے علموں کو پھیلائے اور ان کے مناقب کو بکھیرے اور ان کے حق میں گمان نیک رکھے اور عام مسلمانوں کی خیر خواہی شفقت ہے اوپر ان کے اور کوشش کرنی اُس چیز میں کہ اس کا نفع ان کی طرف پھیرے اور ان کو وہ چیز سکھلائے جو ان کو فائدہ دے اور ہٹانا تکلیف دینے والی چیز کا اُن سے اور یہ کہ چاہے واسطے ان کے جو اپنی جان کے واسطے چاہے اور برا جانے واسطے اُن کے وہ چیز جس کو اپنی جان کے واسطے برا جانے اور اس حدیث میں اور بھی کئی فائدے ہیں ایک یہ ہے کہ ایمان بولا جاتا ہے عمل پر اس واسطے کہ آپ نے نصیحت کا نام دین رکھا اور ایک جواز تاخیر بیان کی ہے وقت خطاب سے قول اس کے سے کہ ہم نے کہا کس کے واسطے اور ایک رغبت سلف کی ہے بیچ طلب کرنے علو اسناد کے اور وہ مستفاد ہے قصے ابوسفیان کے سے ساتھ سہیل کے۔ (فتح)

۵۵ ۔ حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ قَالَ حَدَّثَنَا يَحْيٰى عَنْ إِسْمَاعِيلَ قَالَ حَدَّثَنِي قَيْسُ بْنُ أَبِي حَازِمٍ عَنْ جَرِيرِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ قَالَ بَايَعْتُ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلٰى إِقَامِ الصَّلَاةِ وَإِيتَاءِ الزَّكَاةِ وَالنُّصْحِ لِكُلِّ مُسْلِمٍ.

۵۵۔ جریر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ ﷺ سے بیعت کی نماز کے قائم کرنے پر اور زکوٰۃ کے دینے پر اور ہر مسلمان کی خیر خواہی کرنے پر۔

فائدہ: یہ جو کہا کہ میں نے حضرت ﷺ سے بیعت کی تو قاضی عیاض نے کہا کہ صرف نماز اور زکوٰۃ کو ذکر کیا واسطے مشہور ہونے اُن کے اور روزے وغیرہ کو ذکر نہیں کیا اس واسطے کہ وہ داخل ہے سمع اور اطاعت میں میں کہتا ہوں کہ زیادتی سمع اور اطاعت کی دوسری روایت میں آچکی ہے کہ بیعت کی میں نے حضرت ﷺ سے سمع اور اطاعت پر تو حضرت ﷺ نے مجھ کو سکھلایا کہ اس چیز میں کہ تجھ سے ہو سکے اور ہر مسلمان کی خیر خواہی کرنے پر اور ایک روایت میں اتنا زیادہ ہے کہ جریر کا دستور تھا کہ جب کوئی چیز خریدتے یا بیچتے تھے تو اپنے ساتھی سے کہتے تھے کہ جان لے کہ جو

چیز ہم نے تجھ سے لی وہ ہم کو بہت پیاری ہے اس چیز سے جو ہم نے تجھ کو دی پس اختیار کر یا چھوڑ دے اور طبرانی نے روایت کی ہے کہ جریر رضی اللہ عنہ کے غلام نے ایک گھوڑا تین سو سے خریدا سو جب جریر نے اس کو دیکھا تو اس کے مالک کے پاس گیا پس کہا کہ تیرا گھوڑا تین سو سے بہتر ہے پس ہمیشہ رہا اس کو زیادہ کرتا یہاں تک کہ اس کو آٹھ سو درہم دیا۔ قرطبی نے کہا کہ تھی بیعت حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی واسطے اصحاب اپنے کے موافق اس چیز کے کہ اُس کی طرف حاجت ہوتی تجدید عہد سے یا تاکید امر سے پس اس واسطے مختلف ہیں الفاظ ان کے اور یہ جو فرمایا کہ اس چیز میں کہ تجھ سے ہو سکے تو مقصود ساتھ اس کے تنبیہ ہے اس پر کہ لازم ان امروں سے جن پر بیعت کی گئی وہ چیز ہے جس کی طاقت ہو جیسے کہ وہ شرط کی گئی ہے اصل تکلیف میں اور مشعر ہے امر ساتھ قول اس لفظ کے وقت بیعت کے ساتھ معاف ہونے ہفوہ کے اور وہ چیز کہ واقع ہو بھول چوک سے۔ (فتح)

٥٦ ـ حَدَّثَنَا أَبُو النُّعْمَانِ قَالَ حَدَّثَنَا أَبُوْ عَوَانَةَ عَنْ زِيَادِ بْنِ عِلَاقَةَ قَالَ سَمِعْتُ جَرِيْرَ بْنَ عَبْدِ اللّٰهِ يَقُوْلُ يَوْمَ مَاتَ الْمُغِيْرَةُ بْنُ شُعْبَةَ قَامَ فَحَمِدَ اللّٰهَ وَأَثْنٰى عَلَيْهِ وَقَالَ عَلَيْكُمْ بِاتِّقَاءِ اللّٰهِ وَحْدَهٗ لَا شَرِيْكَ لَهٗ وَالْوَقَارِ وَالسَّكِيْنَةِ حَتّٰى يَأْتِيَكُمْ أَمِيْرٌ فَإِنَّمَا يَأْتِيْكُمُ الْاٰنَ ثُمَّ قَالَ اسْتَعْفُوْا لِأَمِيْرِكُمْ فَإِنَّهٗ كَانَ يُحِبُّ الْعَفْوَ ثُمَّ قَالَ أَمَّا بَعْدُ فَإِنِّيْ أَتَيْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قُلْتُ أُبَايِعُكَ عَلَى الْإِسْلَامِ فَشَرَطَ عَلَيَّ وَالنُّصْحِ لِكُلِّ مُسْلِمٍ فَبَايَعْتُهٗ عَلٰى هٰذَا وَرَبِّ هٰذَا الْمَسْجِدِ إِنِّيْ لَنَاصِحٌ لَكُمْ ثُمَّ اسْتَغْفَرَ وَنَزَلَ.

٥٦۔ زیاد بن علاقہ سے روایت ہے کہ میں نے جریر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ سے سنا جس دن کہ انتقال کیا مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ نے کھڑا ہوا جریر منبر پر سو اس نے اللہ کا حمد بیان کیا اور اس کی تعریف کہی اور کہا کہ ڈرتے رہو ایک اللہ سے جس کا کوئی شریک نہیں اور لازم پکڑو اوپر اپنے آہستگی اور آرام کو یہاں تک کہ آجائے تمہارے پاس امیر پس وہ تمہارے پاس ابھی آتا ہے پھر جریر نے کہا کہ معافی مانگو تم واسطے امیر اپنے کے (یعنی مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ کے جو تمہارا امیر تھا مر گیا ہے) اس لیے کہ وہ معافی کو دوست رکھتا تھا پھر جریر نے کہا لیکن پیچھے حمد اور صلوٰۃ کے پس میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس گیا اور میں نے عرض کیا کہ میں آپ سے اسلام پر بیعت کرتا ہوں پس حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھ سے یہ شرط کی کہ ہر مسلم کی خیر خواہی کرنا سو بیعت کی میں نے آپ سے اس بات پر اور اس مسجد کے رب کی قسم ہے کہ تحقیق میں البتہ تمہاری خیر خواہی کرتا ہوں پھر جریر نے استغفار کیا اور منبر سے اترا۔

فائدہ: یہ جو کہا کہ جس دن مغیرہ بن شعبہ مر گیا تو اس کا مطلب یہ ہے کہ مغیر بن شعبہ رضی اللہ عنہ کوفے کا حاکم تھا معاویہ کی حکومت میں اور اس کی وفات سنہ ۵ ہجری میں ہوئی اور اُس نے اپنے بیٹے عروہ کو اپنا نائب بنایا تھا اور بعض

کہتے ہیں کہ جریر کو اور یہ جو جریر نے اُن کو آرام اور اطمینان کا حکم کیا پیچھے بیان کرنے تقوی اللہ کے تو یہ اس واسطے کہ غالب یہ ہے کہ امیروں کا مرنا پہنچا تا ہے طرف فتنے فساد کی خاص کر اہل کوفہ کہ وہ اس وقت امیروں کے مخالف تھے اور یہ جو کہا کہ یہاں تک کہ تمہارے پاس سردار آئے یعنی بدلے اس سردار کے جو مر گیا اور یہ جو کہا کہ ابھی تو ارادہ کیا ساتھ اس کے قریب کرنے مدت کا واسطے سہولت کرنے کے اوپر اس کے اور اسی طرح ہوا کہ جب معاویہ کو مغیرہ کے مرنے کی خبر پہنچی تو اپنے نائب کو جو بصرے پر حاکم تھا لکھا کہ سردار ہو کے کوفے میں چلا جائے اور یہ جو کہا کہ قسم ہے اس مسجد کے رب کی تو جائز ہے کہ ہو یہ اشارہ طرف کعبے کی۔

فائدہ: یہ جو کہا کہ ہر مسلمان کی خیر خواہی کرے تو یہ قید تخصیص مسلمان کی واسطے اغلب کے ہے نہیں تو کافر کے واسطے خیر خواہی کرنی بھی معتبر ہے بایں طور کہ اس کو اسلام کی دعوت دی جائے اور اشارہ کیا جائے طرف اس کی ساتھ صواب کے جب کہ مشورہ چاہے اور اختلاف کیا ہے علماء نے بیچ بیع کے اس کے بیع پر مانند اُس کے پس جزم کیا ہے احمد نے کہ یہ خاص ہے ساتھ مسلمانوں کے اور حجت پکڑی اس نے ساتھ اس حدیث کے۔

فائدہ ثانیہ: ختم کیا ہے بخاری نے کتاب الایمان کو ساتھ باب خیر خواہی کرنے کے اس حال میں کہ اشارہ کرنے والا ہے طرف اُس کی کہ عمل کیا اُس نے ساتھ مقتضی اس کے کے ارشاد میں طرف عمل کی ساتھ حدیث صحیح کے سوائے سقیم اور ضعیف کے پھر ختم کیا اس کو ساتھ خطبے جریر کے جو بغل گیر ہے اس کی شرح حال کو اس کی تصنیف میں پس اشارہ کیا ساتھ قول اپنے کے پس سوائے اس کے نہیں کہ آتا ہے تمہارے پاس ابھی طرف وجوب تمسک کی ساتھ احکام شرح کے یہاں تک کہ آئے جو اس کو قائم کرے اس واسطے کہ ایک گروہ ہمیشہ غالب رہے گا اور وہ فقہاء اصحاب حدیث ہیں۔ (فتح)

❀......❀......❀

بسم اللہ الرحمن الرحیم

کِتَابُ الْعِلْمِ — کتاب ہے علم کے بیان میں

فائدہ: کتاب العلم کو سب کتابوں پر اس واسطے مقدم کیا کہ مدار کل کتابوں کا علم پر ہے اور ایمان کو علم پر اس واسطے مقدم کیا کہ وہ مبدء ہے ہر نیکی کا علم میں بھی اور عمل میں بھی اور وحی کو ایمان پر اس واسطے مقدم کیا کہ ایمان کی معرفت وحی پر موقوف ہے کہا قاضی ابوبکر بن عربی نے کہ شروع کیا ہے بخاری نے کتاب العلم کو ساتھ باب فضل علم کے پہلے نظر کرنے کے اس کی حقیقت میں اور یہ واسطے اعتقاد اُس کے ہے کہ علم نہایت واضح ہے پس اس کی تعریف کی حاجت نہیں یا اس واسطے کہ نظر بیچ حقائق چیزوں کے نہیں فن کتاب سے اور یہ دو وجہیں ظاہر ہیں اس واسطے کہ بخاری نے اپنی کتاب کو حقائق اشیاء کے واسطے نہیں بنایا بلکہ وہ جاری ہے اوپر طریق پہلے عربوں کے اس واسطے کہ وہ شروع کرتے ہیں ساتھ فضیلت مطلب کے واسطے شوق دلانے کے طرف اُس کی جب کہ حقیقت مکشوف اور معلوم۔ (فتح)

بَابُ فَضْلِ الْعِلْمِ. — علم کی فضیلت اور بزرگی کا بیان۔

وَقَوْلِ اللّٰهِ تَعَالٰى ﴿يَرْفَعِ اللّٰهُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مِنْكُمْ وَالَّذِيْنَ اُوْتُوا الْعِلْمَ دَرَجَاتٍ وَاللّٰهُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ خَبِيْرٌ﴾.

یعنی فرمانا اللہ غالب اور بزرگ کا کہ بلند کرتا ہے اللہ ان لوگوں کو جو ایمان لائے اور جو دیے گئے علم درجے اور اللہ ساتھ اُس کے جو عمل کرتے ہو تم خبر رکھنے والا ہے۔

فائدہ: اس کی تفسیر میں کہا گیا ہے کہ مراد یہ ہے کہ بلند کرتا ہے اللہ مومن عالم کو اوپر مومن غیر عالم کے اور درجوں کا بلند ہونا دلالت کرتا ہے اوپر فضیلت کے اس واسطے کہ مراد ساتھ اس کے کثرت ثواب کی ہے اور ساتھ اس کے بلند ہوتے ہیں درجے اور ان کا بلند ہونا شامل ہے معنویت کو دنیا میں ساتھ بلند ہونے مرتبے کے اور نیک آواز کے اور ثواب کے آخرت میں ساتھ بلند ہونے مرتبے کے بہشت میں اور زید بن اسلم سے روایت ہے بیچ تفسیر اس آیت کے ﴿نَرْفَعُ دَرَجَاتٍ مَّنْ نَّشَآءُ﴾ کہا ساتھ علم کے اور یہ جو کہا کہ ﴿رَبِّ زِدْنِيْ عِلْمًا﴾ تو یہ ظاہر دلالت ہے بیچ فضیلت علم کے اس واسطے کہ نہیں حکم کیا اللہ نے اپنے پیغمبر کو ساتھ زیادہ مانگنے کے کسی چیز سے مگر علم سے اور مراد ساتھ علم کے علم شرعی ہے جو فائدہ دیتا ہے معرفت اس چیز کی کا جو واجب ہے اوپر مکلف کے اس کے دین کے کام سے اس کی عبادت میں اور معاملات میں اور جاننے اللہ کے اس کی صفتوں کے سے اور وہ چیز کہ واجب ہے واسطے اس کے قیام سے ساتھ امر اس کی کے نقص والی چیزوں سے اور مدار اس کی حدیث اور تفسیر اور فقہ پر ہے اور تحقیق تصنیف کی

گئی ہے یہ جامع صحیح بخاری ہر چیز میں تین قسموں سے پس راضی ہو اللہ اس کے مؤلف سے اور مدد دے ہم کو اس چیز پر کہ در پے ہوئے ہیں ہم اس کی توضیح سے ساتھ اکرام اور احسان اپنے کے پس اگر کہا جائے کہ کس واسطے نہیں وارد کی بخاری نے اس باب میں کوئی حدیث تو جواب یہ ہے کہ یا تو اس نے کفایت کی ہے ساتھ دونوں آیتوں کے اور یا اس واسطے کہ بیاض چھوڑا تا کہ ملائے اس میں وہ چیز کہ اس کے مناسب ہو پس نہ میسر ہوا واسطے اس کے یہ اور علم کی فضیلت میں بہت حدیثیں وارد ہوئی ہیں ان میں سے ہے یہ حدیث کہ جو راہ چلے کہ اس میں علم کو تلاش کرے تو آسان کرتا ہے اللہ واسطے اس کے راہ طرف بہشت کی۔ (فتح)

وَقَوْلِهٖ عَزَّ وَجَلَّ ﴿وَقُلْ رَّبِّ زِدْنِیْ عِلْمًا﴾.

اور قول اللہ تعالیٰ کا اے رب میرے زیادہ کر مجھ کو علم۔

فائدہ: امام بخاری نے فضل علم کے باب میں فقط دو آیتوں پر اس واسطے اکتفا کیا ہے کہ قرآن سب سے اقوی حجت اور دلیل ہے۔

بَابُ مَنْ سُئِلَ عِلْمًا وَّهُوَ مُشْتَغِلٌ فِیْ حَدِیْثِهٖ فَأَتَمَّ الْحَدِیْثَ ثُمَّ أَجَابَ السَّآئِلَ.

جب کسی شخص سے ایسی حالت میں مسئلہ پوچھا جائے کہ وہ اپنی بات میں مشغول ہو تو وہ اپنی بات کو تمام کر کے سائل کو جواب دے۔

فائدہ: محصل اس کا تنبیہ ہے اوپر ادب عالم اور متعلم کے اوپر عالم پس واسطے اس چیز کے کہ بغل گیر ہے اس کو ترک کرنے زجر سائل کے سے بلکہ ادب دیا اس کو ساتھ اعراض کے اس سے اول یہاں تک کہ پوری کی وہ چیز کہ اس میں مشغول تھے پھر رجوع کیا طرف جواب اس کی کے پس نرمی کے ساتھ اس کے اس واسطے کہ وہ گنواروں سے تھا اور وہ سخت مزاج ہوتے ہیں اور اس میں متوجہ ہونا ہوتا ہے ساتھ جواب سوال سائل کے اگرچہ نہ ہو سوال متعین اور نہ جواب اور اوپر متعلم یعنی سیکھنے والا واسطے اس چیز کے کہ بغل گیر ہے اس کو ادب سائل کے سے یہ کہ نہ سوال کرے عالم کو اس حال میں کہ وہ اس کے غیر کے ساتھ مشغول ہو اس واسطے کہ پہلے کا حق مقدم ہے اور لیا جاتا ہے اس سے پکڑنا درسوں کا سبق پر اور اسی طرح فتوی اور مقدمے اور مانند ان کی اور اس میں مراجعت عالم کی ہے جب کہ سائل اس کے جواب کو نہ سمجھے یہاں تک کہ ظاہر ہو واسطے قول اس کے کی کہ کس طرح ہے ضائع کرنا اس کا اور اس میں اشارہ ہے طرف اس کی کہ علم سوال اور جواب ہے اسی واسطے کہا گیا ہے کہ خوب سوال آدھا علم ہے اور تحقیق لیا ہے اس کے ظاہر کو مالک اور احمد وغیرہ نے بیچ خطبے کے پس کہا انہوں نے کہ نہ قطع کرے خطبے کو واسطے سوال سائل کے بلکہ جب فارغ ہو تو اس کو جواب دے اور فرق کیا ہے جمہور نے درمیان اس کے کہ واقع ہو یہ بیچ واجبوں اس کی کے پس مؤخر کرے جواب کو یا بیچ غیر واجبوں اس کی کے پس اس وقت جواب دے اور اولیٰ اس وقت تفصیل ہے پس اگر ہو اُس

قسم سے کہ اہتمام کیا جاتا ہے ساتھ اس کے دین کے امر میں اور خاص کر اگر سائل اس کے ساتھ خاص ہو تو مستحب ہے اس کو جواب دینا پھر خطبے کو تمام کرے اور اسی طرح درمیان نماز اور خطبے کے اور اگر اس کے برخلاف ہو تو جواب کو مؤخر کرے اور اسی طرح کبھی واقع ہوئی ہے بیچ درمیان واجب کے وہ چیز کے تقاضا کرتی ہے پہلے جواب دینے کو لیکن اگر جواب دے تو از سر نو شروع کرے اصح قول پر اور پکڑا جاتا ہے یہ اختلاف حدیثوں کے سے جو وارد ہیں اس باب میں پس اگر ہو سوائے امروں سے کہ ان کا پہچاننا فی الفور ضرور نہیں تو مؤخر کیا جائے جیسے کہ اس حدیث میں خاص کر جب کہ ہو ترک کرنا سوال کا اس سے اولیٰ واقع ہوئی ہے نظیر اس شخص کے حق میں جس نے قیامت سے سوال کیا تھا اور نماز کی تکبیر ہوئی پھر جب نماز سے فارغ ہوئے تو فرمایا کہاں ہے سوال کرنے والا پس اس کو جواب دیا اور اگر سائل کو بالفعل ضرورت ہو تو اس کو پہلے جواب دیا جائے جیسے کہ مسلم میں ابو رفاعہ کی حدیث میں ہے کہ اس نے حضرت ﷺ سے کہا اور حالانکہ حضرت ﷺ خطبہ پڑھتے تھے کہ مرد مسافر ہے اپنے دین کو نہیں جانتا اپنا دین پوچھنے کے واسطے آیا ہے تو حضرت ﷺ نے خطبہ چھوڑ دیا اور آپ کے پاس کرسی لائی گئی آپ اس پر بیٹھے اور اس کو کھلانے لگے پھر اپنے خطبے پر آئے اور اس کو پورا کیا اور اسی قسم کی اور بھی کئی حدیثیں ہیں اور مناسبت اس متن کی واسطے کتاب علم کے یہ ہے کہ سپرد ہونا حکومت کا طرف نالائقوں کے سوائے اس کے نہیں کہ ہوتا ہے نزدیک غلبے جہل کے اور اٹھ جانے علم کے اور یہ قیامت کی نشانیوں سے ہے اور اس کا مقتضی یہ ہے کہ علم جب تک قائم رہے گا تو امر میں کشائش رہے گی اور شاید بخاری نے اشارہ کیا ہے طرف اس کی کہ علم سوائے اس کے کچھ نہیں کہ لیا جاتا ہے بڑوں سے واسطے اشارے کے ساتھ اس چیز کے کہ جو مروی ہے کہ حضرت ﷺ نے فرمایا کہ قیامت کی نشانیوں سے ہے کہ تلاش کیا جائے گا علم نزدیک جھوٹوں کے اور باقی شرح اس حدیث کی رقاق میں آئے گی۔ (فتح)

۵۷۔ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ سِنَانٍ قَالَ حَدَّثَنَا فُلَيْحٌ ح وَحَدَّثَنِي إِبْرَاهِيمُ بْنُ الْمُنْذِرِ قَالَ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ فُلَيْحٍ قَالَ حَدَّثَنِي أَبِي قَالَ حَدَّثَنِي هِلَالُ بْنُ عَلِيٍّ عَنْ عَطَاءِ بْنِ يَسَارٍ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ بَيْنَمَا النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي مَجْلِسٍ يُحَدِّثُ الْقَوْمَ جَاءَهُ أَعْرَابِيٌّ فَقَالَ مَتَى السَّاعَةُ فَمَضَى رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُحَدِّثُ فَقَالَ بَعْضُ الْقَوْمِ سَمِعَ مَا قَالَ فَكَرِهَ مَا

۵۷۔ ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جس حالت میں کہ رسول اللہ ﷺ ایک مجلس میں حدیث بیان فرماتے تھے کہ آپ کے پاس ایک دیہاتی آیا پس اس نے کہا کہ قیامت کب ہے پس رسول اللہ ﷺ بدستور حدیث میں مشغول رہے اور اس کے سوال کا کچھ جواب نہ دیا سو بعض لوگوں نے کہا کہ حضرت ﷺ نے اس کی بات کو سنا لیکن اس کو برا جانا اور بعض لوگوں نے کہا بلکہ آپ نے اس کی بات کو سنا ہی نہیں یہاں تک کہ حضرت ﷺ اپنی بات کو تمام کر چکے تو فرمایا کہاں ہے قیامت سے پوچھنے والا اس دیہاتی نے کہا کہ میں یہ حاضر

قَالَ وَقَالَ بَعْضُهُمْ بَلْ لَمْ يَسْمَعْ حَتّٰى إِذَا قَضٰى حَدِيْثَهٗ قَالَ أَيْنَ أُرَاهُ السَّائِلُ عَنِ السَّاعَةِ قَالَ هَا أَنَا يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ قَالَ فَإِذَا ضُيِّعَتِ الْأَمَانَةُ فَانْتَظِرِ السَّاعَةَ قَالَ كَيْفَ إِضَاعَتُهَا قَالَ إِذَا وُسِّدَ الْأَمْرُ إِلٰى غَيْرِ أَهْلِهٖ فَانْتَظِرِ السَّاعَةَ.

ہوں یارسول اللہ ۔ حضرت ﷺ نے فرمایا کہ جب امانت ضائع کی جائے تو قیامت کا انتظار کر اعرابی نے کہا کہ امانت کا ضائع کرنا کیسے ہوتا ہے آپ نے فرمایا جب نالائقوں کو حاکم بنا دیا جائے تو انتظار کر قیامت کا۔

فائدہ: اس حدیث سے معلوم ہوا کہ جب اپنی بات سے فارغ ہو جائے تو اس وقت اس کا جواب دے درمیان سے اپنی کلام کو قطع کر کے جواب دینا کچھ ضرور نہیں اس لیے کہ حضرت ﷺ نے اپنی کلام سے فارغ ہو کر سائل کو جواب دیا تھا پس مطابقت حدیث کی ترجمہ سے ظاہر ہے۔

بَابُ مَنْ رَفَعَ صَوْتَهٗ بِالْعِلْمِ.

بلند آواز سے مسئلہ بتلانا جائز ہے۔

۵۸ - حَدَّثَنَا أَبُو النُّعْمَانِ عَارِمُ بْنُ الْفَضْلِ قَالَ حَدَّثَنَا أَبُوْ عَوَانَةَ عَنْ أَبِيْ بِشْرٍ عَنْ يُوْسُفَ بْنِ مَاهَكَ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عَمْرٍو قَالَ تَخَلَّفَ عَنَّا النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِيْ سَفْرَةٍ سَافَرْنَاهَا فَأَدْرَكَنَا وَقَدْ أَرْهَقَتْنَا الصَّلَاةُ وَنَحْنُ نَتَوَضَّأُ فَجَعَلْنَا نَمْسَحُ عَلٰى أَرْجُلِنَا فَنَادٰى بِأَعْلٰى صَوْتِهٖ وَيْلٌ لِلْأَعْقَابِ مِنَ النَّارِ مَرَّتَيْنِ أَوْ ثَلَاثًا.

۵۸۔ عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ نبی ﷺ ایک سفر میں ہم سے پیچھے رہ گئے پس حضرت ﷺ نے پایا ہم کو اور ہم نے تاخیر کیا تھا نماز کو (یعنی حضرت ﷺ کی انتظاری کرتے کرتے نماز کا وقت تنگ ہو گیا تھا) اور ہم وضو کر رہے تھے پس شروع کیا ہم نے اپنے پاؤں پر مسح کرنا (یعنی پاؤں کو بہت خفیف سا دھویا جلدی کے واسطے) پس حضرت ﷺ نے بہت بلند آواز سے پکار کر کہا کہ خرابی ہے ایڑیوں کو آگ سے دو دفعہ کہا یا تین دفعہ۔

فائدہ: استدلال کیا ہے بخاری نے اوپر جواب بلند کرنے آواز کے ساتھ علم کے ساتھ قول اس کے کہ بلند آواز سے پکارا اور سوائے اس کے کچھ نہیں کہ تمام ہوتا ہے استدلال ساتھ اس کے جس جگہ بلائے حاجت طرف اس کی واسطے دور ہونے کے یا بہت جمع ہونے مخلوق کے یا سوائے اس کے اور لاحق ہوتا ہے ساتھ اس کے جب کہ وہ وعظ میں جیسے کہ یہ جابر رضی اللہ عنہ کی حدیث میں ثابت ہو چکا ہے کہ حضرت ﷺ کا دستور تھا کہ جب خطبہ پڑھتے تھے اور قیامت کا ذکر کرتے تھے تو آپ سخت غضبناک ہوتے اور آپ کی آواز بلند ہوتی اور ایک روایت میں ہے کہ اگر کوئی آدمی بازار میں ہوتا تو اس کو سن لیتا اور نیز استدلال کیا گیا ہے ساتھ حدیث کے اوپر شروع ہونے دوہرانے حدیث کے تاکہ سمجھی جائے۔ (فتح)

بَابُ قَوْلِ الْمُحَدِّثِ حَدَّثَنَا وَأَخْبَرَنَا وَأَنْبَأَنَا.

باب ہے محدث کے قول حَدَّثَنا واخبرنا وانبانا کے بیان میں یعنی ان میں کچھ فرق نہیں سب کا اعتبار برابر ہے۔

فائدہ: ابن رشید نے کہا کہ اشارہ کیا ہے بخاری نے ساتھ اس ترجمہ کے طرف اس کی کہ بنا کیا ہے اُس نے اپنی کتاب کو اوپر سند حدیثوں کے جو مروی ہے حضرت ﷺ سے میں کہتا ہوں اور مراد اس کی یہ ہے کہ کیا یہ الفاظ ساتھ ایک معنی کے ہیں یا نہیں اور قول ابن عیینہ کا سوائے غیر اس کے دلالت کرتا ہے اس پر کہ وہ اس کے نزدیک مختار ہے۔(فتح)

وَقَالَ لَنَا الْحُمَيْدِيُّ كَانَ عِنْدَ ابْنِ عُيَيْنَةَ حَدَّثَنَا وَأَخْبَرَنَا وَأَنْبَأَنَا وَسَمِعْتُ وَاحِدًا. وَقَالَ ابْنُ مَسْعُوْدٍ حَدَّثَنَا رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَهُوَ الصَّادِقُ الْمَصْدُوْقُ وَقَالَ شَقِيْقٌ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ سَمِعْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَلِمَةً وَقَالَ حُذَيْفَةُ حَدَّثَنَا رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حَدِيْثَيْنِ وَقَالَ أَبُو الْعَالِيَةِ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِيْمَا يَرْوِىْ عَنْ رَّبِّهٖ وَقَالَ أَنَسٌ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِيْمَا يَرْوِيْهِ عَنْ رَّبِّهٖ عَزَّ وَجَلَّ وَقَالَ أَبُوْ هُرَيْرَةَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَرْوِيْهِ عَنْ رَّبِّكُمْ عَزَّ وَجَلَّ.

یعنی حمیدی نے ہم سے کہا کہ ابن عیینہ کے نزدیک حدثنا اور اخبرنا اور انبانا اور سمعت ایک تھا۔ ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے کہا کہ حدیث بیان کی ہم سے رسول اللہ ﷺ نے اور وہ سچے ہیں اور سچے کیے گئے ہیں اور شقیق عبداللہ سے روایت کرتے ہیں اس نے کہا کہ میں نے رسول اللہ ﷺ سے ایسا کلمہ سنا اور انس رضی اللہ عنہ نے کہا کہ نبی ﷺ اپنے رب سے روایت کرتے ہیں اور حذیفہ رضی اللہ عنہ نے کہا کہ ہمیں رسول اللہ ﷺ نے دو حدیثیں سنائیں اور کہا ابو العالیہ نے نقل کرکے ابن عباس رضی اللہ عنہما سے انہوں نے نبی ﷺ سے ان حدیثوں میں جن میں حضرت ﷺ روایت کرتے ہیں اپنے رب سے اور ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے کہا کہ نبی ﷺ تمہارے رب سے روایت کرتے ہیں جو بابرکت اور بلند ہے۔

فائدہ: غرض امام بخاری کی اس باب سے یہ ہے کہ حدثنا اور اخبرنا اور انبانا اور سمعت اور یروی وغیرہ الفاظ جو محدثین کی اصطلاح میں مستعمل ہوتے ہیں ان میں کچھ فرق نہیں ہے سب کا اعتبار برابر ہے جیسے کہ صحابہ کے ان اقوال سے ثابت ہوتا ہے اور معنی حدثنا کے یہ ہیں کہ حدیث بیان کی ہم کو اور اخبرنا کا خبر دی ہم کو اور انبانا کا بتلایا ہم کو اور سمعت کا یہ کہ میں نے سنا اور یروی کا یہ کہ روایت کرتے ہیں پس یہ الفاظ سب صحیح ہیں اور ثبوت سماع میں نص ہیں یہ نہیں کہ ایک کا اعتبار زیادہ ہے اور دوسرے کا کم ہے اور مراد اس کی ان تعلیقوں سے یعنی معلق حدیثوں سے یہ ہے کہ صحابی نے ایک بار حدثنا کہا اور ایک بار سمعت کہا پس دلالت کی اس نے کہ نہیں فرق کیا انہوں نے ان صیغوں میں

اور اوپر حدیث ابن عباس رضی اللہ عنہما اور انس رضی اللہ عنہ اور ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی بیچ روایت کرنے حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اپنے رب سے پس تحقیق موصول کیا ہے ان کو کتاب التوحید میں اور مراد اس کی ساتھ ذکر اس کے کی اس جگہ تنبیہ ہے اوپر عنعنہ کے یعنی جو عن عن کے ساتھ روایت ہو اور یہ کہ اس کا حکم وصل ہے وقت ثبوت ملاقات کے اور اشارہ کیا بنا بر اس کے کہ ذکر کیا ہے اس کو ابن رشید نے طرف اس کی کہ روایت حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی سوائے اس کے کچھ نہیں کہ اپنے رب سے ہے برابر ہے کہ صریح کرے ساتھ اس کے صحابی یا نہ کرے اور دلالت کرتی ہے واسطے اس کے حدیث ابن عباس رضی اللہ عنہما کی جو مذکور ہے پس تحقیق نہیں کہا اس میں بعض جگہوں میں عن ربہ لیکن وہ اختصار ہے پس محتاج ہے طرف تقدیر کی میں کہتا ہوں اور سمجھا جاتا ہے حکم سے ساتھ صحت اس چیز کے کہ ہو یہ راہ اس کی صحیح ہونا حجت پکڑنے کا ساتھ مراسیل اصحاب کے اس واسطے کہ واسطہ درمیان حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اور درمیان رب آپ کی کے اس چیز میں کہ نہیں نام کیا آپ سے رب نے بیچ رات معراج کے مثلاً جبرئیل ہیں اور وہ مقبول ہے قطعاً اور واسطہ درمیان صحابی اور درمیان حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے مقبول ہے اتفاقاً اور وہ صحابی دوسرا ہے اور یہ احکام کی حدیثوں میں ہے سوائے اُن کے غیر کے پس تحقیق اصحاب نے اکثر اوقات اٹھایا ہے اس کو بعض تابعین سے مثل کعب احبار کی پس اگر کہا جائے کہ کس جگہ سے ظاہر ہوتی ہے مناسبت حدیث ابن عمر رضی اللہ عنہما کی واسطے ترجمہ کے اور محصل ترجمہ کا برابری کرنا ہے درمیان صیغوں ادا کے جو صریح ہیں اور نہیں ہے یہ ظاہر حدیث مذکور میں اور جواب یہ ہے کہ یہ مستفاد ہوتا ہے حدیث مذکور کے الفاظ کے اختلاف سے اور ظاہر ہوتا ہے یہ جب کہ جمع ہوں طریق اس کے اس واسطے کہ ایک روایت میں فحدثونی اور ایک روایت میں ہے فاخبرونی اور ایک روایت میں فانبئونی پس دلالت کی اس نے کہ تحدیث اور اخبار اور انبا برابر ہیں نزدیک ان کے اور نہیں اختلاف ہے اس میں نزدیک اہل علم کے بہ نسبت لغت کے اور اس میں صریح دلیلوں سے قول اللہ تعالیٰ کا ہے ﴿يَوْمَئِذٍ تُحَدِّثُ أَخْبَارَهَا﴾ اور قول اللہ تعالیٰ کا ﴿وَلَا يُنَبِّئُكَ مِثْلُ خَبِيرٍ﴾ اور لیکن نسبت اصطلاح کی پس اس میں اختلاف ہے پس بعض تو ان میں سے بدستور اصل لغت پر قائم ہیں اور یہ رائے زہری اور مالک اور ابن عیینہ اور یحییٰ بن قطان اور اکثر اہل حجاز اور اہل کوفہ کی ہے اور اسی پر بدستور جاری ہے عمل معنی ربہ کا اور ترجیح دی ہے اس کو ابن حاجب نے اپنی مختصر میں اور حاکم سے منقول ہے کہ وہ مذہب چاروں اماموں کا ہے اور ان میں سے بعض اس کو مطلق دیکھتے ہیں جب کہ پڑھے استاد اپنے لفظ سے اور تقیید اس کی جب کہ پڑھا جائے اوپر اس کے اور یہ مذہب اسحاق بن راہویہ اور نسائی اور ابن حبان وغیرہ کا ہے اور بعض کی رائے ہے کہ ان صیغوں میں فرق ہے باعتبار جدا ہونے تحمل کے پس خاص کرتے ہیں تحدیث کو ساتھ اس چیز کے کہ بولے ساتھ اس کے شیخ استاد اور اخبار کو ساتھ اس چیز کے کہ پڑھا جائے اوپر اس کے اور یہ مذہب ابن جریج اور اوزاعی اور شافعی اور ابن وہب اور جمہور اہل مشرق کا ہے پھر ان کے تابعداروں نے اور تفصیل پیدا کی سو جس نے تنہا شیخ کا لفظ سنا اس

نے مفرد کیا پس کہا حدثنی یعنی حدیث بیان کی مجھ سے اور جس نے اپنے غیر کے ساتھ استاد سے سنا اس نے جمع کے لفظ بولے یعنی پس کہا حدثنا یعنی حدیث بیان کی ہم سے اور جس نے خود استاد پر پڑھا اس نے مفرد کہا پس کہا اخبرنی یعنی خبر دی مجھ کو اور جس غیر کی قرأت کے ساتھ سنا اس نے جمع کا صیغہ بولا اور اسی طرح خاص کیا ہے انہوں نے انبا کو ساتھ اجازت کے کہ مشافہ کرے ساتھ اُس کے شیخ اس شخص کو جس اجازت دی اور سب یہ تفصیل خوب ہے اور واجب نہیں نزدیک ان کے اور سوائے اس کے کچھ نہیں کہ مراد ان کی جدائی کرنی ہے درمیان صیغوں تحمل کے اور بعض نے گمان کیا ہے کہ یہ واجب ہے پس تکلف کیا ہے انھوں نے بیچ حجت پکڑنے کے واسطے اس کے ساتھ اس چیز کے کہ نہیں ہے فائدہ تلے اُس کے۔ (فتح)

۵۹ ۔ حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيْدٍ حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيْلُ بْنُ جَعْفَرٍ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ دِيْنَارٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِنَّ مِنَ الشَّجَرِ شَجَرَةً لَا يَسْقُطُ وَرَقُهَا وَإِنَّهَا مَثَلُ الْمُسْلِمِ فَحَدِّثُوْنِيْ مَا هِيَ فَوَقَعَ النَّاسُ فِيْ شَجَرِ الْبَوَادِيْ قَالَ عَبْدُ اللّٰهِ وَوَقَعَ فِيْ نَفْسِيْ أَنَّهَا النَّخْلَةُ فَاسْتَحْيَيْتُ ثُمَّ قَالُوْا حَدِّثْنَا مَا هِيَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ قَالَ هِيَ النَّخْلَةُ.

۵۹۔ ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ البتہ درختوں میں سے ایک ایسا درخت ہے کہ اُس کے پتے نہیں گرتے وہ مسلمان کی مثال ہے سو بتلاؤ مجھ کو وہ کون درخت ہے؟ پس سب لوگ جنگل کے درختوں میں سوچ کرنے لگے عبداللہ رضی اللہ عنہ نے کہا میرے دل میں خیال آیا کہ وہ کھجور کا درخت ہے لیکن مجھ کو حیا آ گیا (یعنی شرم سے میں کہہ نہیں سکا) پھر لوگوں نے عرض کیا کہ یارسول اللہ آپ ہم سے بیان فرمائیں وہ کیا درخت ہے آپ نے فرمایا وہ کھجور ہے۔

فائدہ: اس حدیث میں حضرت ﷺ نے حدثونی فرمایا اور صحابہ نے بھی حدثنا فرمایا پس معلوم ہوا کہ لفظ بھی صحیح اور معتبر ہے اور یہی وجہ ہے مطابقت کی ساتھ ترجمہ کے اور یہ جو فرمایا کہ اس کی مثال مسلمان کی ہے اس کا مطلب یہ ہے کہ جیسے کھجور میں ہر حال میں برکت ہے کہ اس کے تمام اجزا کے ساتھ نفع اٹھایا جاتا ہے ایسے ہی مسلمان کے ہر کام میں برکت ہے اور ہر کام میں اس کو ثواب ملتا ہے کسی حالت میں اس کا نقصان نہیں راحت میں شکر کرتا ہے اور رنج میں صبر کرتا ہے تو اس کو دونوں طرح ثواب ملتا ہے ایک روایت میں ہے کہ بے شک درختوں میں ایک درخت ہے کہ اس کی برکت مانند برکت مسلمان کی ہے اور اس کی برکت موجود ہے اور اس کے ہر اجزاء میں ہمیشہ ہر احوال میں پس نکلنے کے وقت سے خشک ہونے تک کھایا جاتا ہے کئی طرح سے پھر اس کے بعد فائدہ اٹھایا جاتا ہے اس کے تمام اجزاء سے یہاں تک کہ گھٹلیاں چارپایوں کی گھاس میں اور اس کی چھال رسیوں میں اور سوائے اس کے جو پوشیدہ نہیں اور اسی طرح برکت مسلمان کی عام ہے سب احوال میں اور اس کا نفع ہمیشہ جاری ہے واسطے اس کے او

رواسطے غیر اس کے یہاں تک کہ بعد مرنے اس کے کی یہی اور ایک روایت میں ہے کہ میں حضرت ﷺ کے پاس تھا اور آپ جمار کھاتے تھے اور ایک روایت میں ہے کہ ابن عمر رضی اللہ عنہما نے کہا کہ میرے دل میں یہ بات آئی کہ وہ کھجور کا درخت ہے تو میں نے اپنے باپ سے کہا جو میرے دل میں واقع ہوا تو اس نے کہا کہ البتہ کہنا تیرا اس کو محبوب تر تھا نزدیک میرے اس سے کہ ہو واسطے میرے ایسا ایسا یعنی اتنا اتنا مال اور اس حدیث میں اور بھی کئی فائدے ہیں سوائے اس چیز کے کہ پہلے گزرے امتحان کرنا عالم کا ہے طالب علموں کے ذہنوں کو ساتھ اس چیز کے کہ پوشیدہ ہو باوجود بیان کرنے اس کے کی واسطے ان کے اگر نہ سمجھیں اس کو اور ایک روایت میں ہے کہ حضرت ﷺ نے اغلوطات سے منع فرمایا تو یہ روایت محمول ہے اس پر جس میں کوئی نفع نہ ہو اور اس میں رغبت دلانا ہے اوپر سمجھنے کے علم میں اور بخاری نے اس کا باب باندھا ہے اور اس میں مستحب ہونا حیا کا ہے جب کہ نہ پہنچائے طرف فوت کرنے مصلحت کے اسی واسطے تمنا کی عمر رضی اللہ عنہ نے کہ اس کے بیٹے نے چپ نہ کی ہوتی اور اس میں دلیل ہے اوپر برکت کھجور کے اور اس کے میوے کے اور اس کا بھی بخاری نے باب باندھا ہے اور اس میں دلیل ہے اس پر کہ جمار کا بیچنا جائز ہے اس واسطے کہ جس چیز کا کھانا جائز ہے اس کا بیچنا بھی جائز ہے اسی واسطے باب باندھا ہے اس کا بخاری نے بیعوں میں اور تعاقب کیا ہے اس کا ابن بطال نے اس واسطے کہ وہ ان چیزوں میں ہے جن پر اجماع ہے اور جواب دیا گیا ہے بایں طور کہ یہ نہیں منع کرتا تنبیہ کو اوپر اس کے اسی واسطے وارد کیا ہے اس کو بعد حدیث نہی کے بیچ میوے کی سے یہاں تک کہ اس کی پختگی ظاہر ہو پس گویا کہ وہ کہتا ہے کہ شاید کوئی خیال کرنے والا خیال نہ کرے یہ اسی قسم سے ہے اور حالانکہ اس طرح نہیں اور اس میں دلیل ہے اوپر جواز تجمیر کھجور کے اور تحقیق باب باندھا ہے اس کا بخاری نے اطعمہ میں تا کہ نہ گمان کیا جائے کہ یہ مال کے ضائع کرنے کی قسم سے ہے اور وارد کیا ہے اس کو بیچ تفسیر قول اللہ تعالیٰ کے کہ بیان کی اللہ نے مثال کلمہ طیبہ کی واسطے بشارت کرنے کے اس سے کہ مراد ساتھ درخت کے آیت میں کھجور کا درخت ہے اور ایک روایت میں صریح آ چکا ہے کہ حضرت ﷺ نے یہ آیت پڑھی پھر فرمایا کہ تم جانتے ہو کہ وہ کیا درخت ہے؟ ابن عمر رضی اللہ عنہما نے کہا کہ مجھ کو معلوم ہو گیا کہ وہ کھجور کا درخت ہے تو میں کم عمر ہونے کے سبب سے کلام نہ کر سکا سو حضرت ﷺ نے فرمایا کہ وہ کھجور کا درخت ہے اور تطبیق درمیان اس کے اور درمیان اس چیز کے کہ پہلے گزری بایں طور ہے کہ حضرت ﷺ کے پاس جمار لایا گیا پس شروع کیا اس کے کھانے میں آیت کو پڑھتے ہوئے یہ کہتے ہوئے کہ درختوں میں ایک درخت ہے الخ۔ اور ایک روایت میں ہے کہ حضرت ﷺ نے فرمایا کہ کون ہے جو مجھ کو خبر دے ایک درخت کی کہ اس کی مثال مومن کی مثال ہے اس کی جڑ ثابت ہے اور اس کی شاخ آسمان میں ہے اور مراد ساتھ ہونے فرع مومن کے آسمان میں بلند ہونا اس کے عمل کا ہے اور قبول ہونا اس کا اور اس میں بیان ہونا مثالوں اور اشباہ کا ہے واسطے زیادہ سمجھانے کے اور صورت بنانے معنوں کے تا کہ ذہنوں میں گڑ جائیں اور واسطے تیز

کرنے فکر کے بیچ نظر کے حادثہ کے حکم میں اور اس میں اشارہ ہے طرف اس کی کہ تشبیہ ایک چیز کی ساتھ دوسری چیز کے نہیں لازم ہے یہ کہ ہو نظیر اس کی تمام وجهوں سے اس واسطے کہ مومن کی مثل جمادات یعنی بے جان چیزوں سے کوئی چیز نہیں اور نہ کوئی چیز اس کے برابر ہے اور اس میں تعظیم کرنی بڑے کی ہے اور مقدم کرنا چھوٹے کا اپنے باپ کو قول میں اور یہ کہ نہ جلدی کرے اس سے ساتھ اس چیز کے کہ اس کو سمجھے اگرچہ گمان کرے کہ وہ صواب ہے اور اس میں ہے کہ کبھی پوشیدہ رہتی ہے بڑے عالم پر بعض وہ چیز کہ پاتا ہے اس کو جو اس سے کم ہوتا ہے اس واسطے کہ علم اللہ کی عنایت ہے اور اللہ دیتا ہے اپنا فضل جس کو چاہتا ہے اور استدلال کیا ہے ساتھ اس کے مالک نے اس پر کہ جو خطرے کہ دل میں گزرتے ہیں محبت ثنا سے اوپر اعمال خیر کے نہیں نقصان ہے اس میں جب کہ ہو اصل ان کا واسطے اللہ کے اور یہ مستفاد ہے عمر رضی اللہ عنہ کی تمنا سے جو مذکور ہوئی اور وجہ تمنا عمر رضی اللہ عنہ کی وہ چیز ہے کہ پیدا ہوا ہے اس پر آدمی محبت خیر کی سے واسطے نفس اپنے کے اور واسطے اولاد اپنی کے اور تاکہ ظاہر ہو فضیلت اولاد کی فہم میں لڑکپن سے اور تاکہ زیادہ ہو نزدیک حضرت ﷺ کے قربت میں اور شاید کہ اس کو امید تھی کہ دعا کریں واسطے اس کے اس وقت ساتھ زیادتی کے فہم میں اور اس میں اشارہ ہے طرف اس کی کہ دنیا ناچیز ہے عمر رضی اللہ عنہ کی آنکھ میں اس واسطے کہ اس نے مقابلہ کیا ہے اپنے بیٹے کے مسئلہ سمجھنے کو ساتھ سرخ اونٹوں کے باوجود بڑے ہونے قدر ان کی کے اور مہنگے ہونے قیمت اس کی کے۔ (فتح)

بَابُ طَرْحِ الْإِمَامِ الْمَسْئَلَةَ عَلٰی أَصْحَابِهٖ لِيَخْتَبِرَ مَا عِنْدَهُمْ مِّنَ الْعِلْمِ.

امام کا اپنے ساتھیوں سے مسئلہ پوچھنا ان کے علم کو جانچنے کو۔

فائدہ: امام بخاری نے اس باب میں بھی ابن عمر رضی اللہ عنہما کی حدیث بیان کی ہے، ہی جو ابھی مذکور ہوئی ہے اور سوائے اس کے نہیں کہ وارد کیا ہے اس کو ساتھ بند دوسرے کے واسطے ظاہر کرنے فائدے کے جو دفع کرے اس شخص کے اعتراض کو جو دعویٰ کرتا ہے بخاری پر تکرار بلا فائدہ کا اور کرمانی نے دعویٰ کیا ہے کہ یہ باب باندھنا بخاری کا واسطے پیروی کرنے اپنے استادوں کی ہے اُن کی تصنیفوں میں یعنی انہوں نے جو اپنی کتابوں میں یہ باب باندھا ہے تو ان کو دیکھ کر بخاری نے بھی باب باندھا ہے سو یہ دعویٰ کرمانی کا مقبول نہیں اور نہیں پایا ہم نے کسی سے ان لوگوں میں سے جو پہچانتے ہیں بخاری کے حال کو اور اس کے علم کی فراخی کو اور اس کے تصرف کی جودت کو کہ اس نے حکایت کی ہو کہ بخاری تراجم میں کسی کی تقلید کرتا ہے اور اگر اس طرح ہوتا تو نہ ہوتی واسطے اس کے زیادتی غیر پر اور تحقیق پے در پے وارد ہو چکی ہے نقل بہت اماموں سے کہ جملہ اس چیز کے سے کہ برگزیدہ ہوئی ہے ساتھ اس کے کتاب بخاری کی باریک ہونا اس کی نظر کا ہے بیچ تصرف اس کی کے اس کے بابوں کے ترجموں میں اور جو کرمانی نے دعویٰ کیا ہے اس سے پہلے کسی نے یہ دعویٰ نہیں کیا اور اللہ ہی مدد دینے والا ہے۔ (فتح)

٦٠ ـ حَدَّثَنَا خَالِدُ بْنُ مَخْلَدٍ حَدَّثَنَا سُلَيْمَانُ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ دِيْنَارٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ إِنَّ مِنَ الشَّجَرِ شَجَرَةً لَا يَسْقُطُ وَرَقُهَا وَإِنَّهَا مَثَلُ الْمُسْلِمِ حَدِّثُوْنِيْ مَا هِيَ قَالَ فَوَقَعَ النَّاسُ فِيْ شَجَرِ الْبَوَادِيْ قَالَ عَبْدُ اللّٰهِ فَوَقَعَ فِيْ نَفْسِيْ أَنَّهَا النَّخْلَةُ فَاسْتَحْيَيْتُ ثُمَّ قَالُوْا حَدِّثْنَا مَا هِيَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ قَالَ هِيَ النَّخْلَةُ.

٦٠۔ ترجمہ اس کا ابھی گزر چکا ہے۔

فائدہ: اس میں حضرت ﷺ نے صحابہ کا علم جانچنے کو ان سے وہ درخت پوچھا جو مسلمان کی مثل ہے پس مطابقت حدیث کی ترجمہ سے ظاہر ہے۔

بَابُ مَا جَآءَ فِي الْعِلْمِ وَقَوْلِهٖ تَعَالٰى ﴿وَقُلْ رَّبِّ زِدْنِيْ عِلْمًا﴾.

باب ہے جو علم کے بیان میں آیا ہے اور اللہ تعالیٰ کے اس فرمان میں کہ اور تو کہہ کہ اے میرے رب! مجھے زیادہ علم عطا فرما۔

اَلْقِرَآءَةُ وَالْعَرْضُ عَلَى الْمُحَدِّثِ وَرَأَى الْحَسَنُ وَالثَّوْرِيُّ وَمَالِكٌ الْقِرَآءَةَ جَائِزَةً.

محدث پر پڑھنے اور اس کو سنانے کا بیان اور حسن اور ثوری اور مالک قرأۃ کو جائز رکھتے ہیں۔

فائدہ: سوائے اس کے نہیں کہ مغائرت کی ہے درمیان دونوں لفظوں کے بخاری نے ساتھ عطف کے واسطے اس چیز کے کہ درمیان اُن کے ہے عموم اور خصوص سے اس واسطے کہ جب طالب پڑھے تو ہوگا عام تر عرض وغیرہ سے اور نہیں واقع ہوتا ہے عرض مگر ساتھ قرأت کے اس واسطے کہ عرض عبارت ہے اس چیز سے جو مقابلہ کرے ساتھ اس کے طالب اپنے استاد کے اصل کو ساتھ استاد کے یا ساتھ غیر اس کے کی روبرو اس کے پس وہ خاص تر ہے قرأت سے اور فراخی کی ہے اس میں بعض نے پس مطلق چھوڑا اس کو اس چیز پر جب کہ حاضر کرے طالب اصل کو پاس استاد اپنے کی تو وہ اس میں نظر کرے اور اس کی صحت کو پہچانے اور اسکو اپنی طرف سے روایت کرنے کی اجازت دے بغیر اس کے کہ حدیث بیان کرے اس کو ساتھ اس کے یا پڑھے اس کو طالب اوپر اس کے اور حق یہ ہے کہ نام رکھا جاتا ہے اُس کا عرض المناول ساتھ قید کے نہ اطلاق کے اور بعض سلف نہ اعتبار کرتے تھے مگر وہ چیز کہ سنے اُس کو استاد کے لفظ

سے اور بولنے سے سوائے اس چیز کے کہ پڑھی جائے اوپر اس کے اور اسی واسطے باب باندھا ہے بخاری نے اس کے جواز پر یعنی واسطے رد کرنے قول بعض سلف کے جو مذکور ہوا اور وارد کیا ہے اس میں قول حسن بصری کا کہ نہیں ڈر ہے ساتھ پڑھنے کے عالم پر یعنی عالم پر پڑھنا معتبر ہے اور اسی طرح ذکر کیا سفیان ثوری اور مالک سے موصول کہ برابری کی ہے دونوں نے درمیان سننے کے عالم سے اور قرأت کے اوپر اس کے اور یہ جو کہا کہ جائز ہے یعنی پڑھنا اوپر عالم کے اس واسطے کہ سماع میں تو کچھ اختلاف نہیں اور یہ جو کہا کہ حجت پکڑی ہے بعض نے تو مراد ساتھ اس کے حمیدی ہے استاد بخاری کا پھر ظاہر ہوا واسطے میرے کہ اس کا قائل ابوسعید حداد ہے جیسے کہ بخاری سے روایت ہے کہ ابوسعید حداد نے کہا کہ میرے پاس حضرت ﷺ کی ایک حدیث ہے بیچ پڑھنے کے عالم پر تو اس کو کہا گیا کہ وہ کیا ہے تو اس نے کہا کہ ضمام بن ثعلب کا قصہ یعنی جیسے کہ متن میں ہے اور یہ جو کہا کہ فَاَجَازُوْہُ یعنی قبول کیا انہوں نے اس کو اس سے اور نہیں قصد کیا اس نے اجازت کا جو اہل حدیث کی اصطلاح میں مستعمل ہے اور یہ جو کہا کہ حجت پکڑی ہے مالک نے ساتھ خط کے تو مراد اس جگہ وہ خط ہے جس میں اقرار کرنے والے کا اقرار لکھا جائے اس واسطے کہ جب اس پر پڑھا جائے اور وہ کہے ہاں تو جائز ہوتی ہے گواہی دینی اوپر اس کے اگرچہ نہ بولے وہ ساتھ اس چیز کے کہ اس میں ہے پس اسی طرح جب عالم پر پڑھا جائے اور وہ اس کے ساتھ اقرار کرے تو صحیح ہے یہ کہ روایت کی جائے اس سے اور اوپر قیاس کرنا مالک کا قرأت حدیث کو اوپر قرأت قرآن کے تو روایت کیا ہے اس کو خطیب نے کفایہ میں ابن وہب کے طریق سے کہا کہ میں نے مالک سے سنا اور حالانکہ کسی نے اس خطوں کا حال پوچھا جو اس پر عرض کی جاتی ہے کیا کہے مرد حدثنی ۔ مالک نے کہا ہاں اسی طرح قرآن کیا نہیں پڑھتا ایک مرد دوسرے مرد پر پس کہتا ہے پڑھنے والا لہ پڑھایا مجھ کو فلاں نے اور روایت کی ہے حاکم نے بیچ علوم حدیث کے مطرف کے طریق سے کہ میں سترہ برس مالک کے ساتھ رہا پس نہیں دیکھا میں نے اس کو کہ کسی پر مؤطا پڑھی ہو بلکہ لوگ ہی اس پر پڑھتے تھے اور میں نے اس سے سنا کہ انکار کرتا تھا اس شخص پر جو نہیں جائز رکھتا اس کو مگر ساتھ سماع کے استاد کے لفظ سے پس کہتا تھا کہ یہ کیوں نہیں جائز ہے واسطے تیرے حدیث میں اور جائز ہے تجھ کو قرآن میں اور قرآن بڑھ کر ہے حدیث سے اور تحقیق گزر چکا ہے خلاف بیچ ہونے قرأت کے استاد پر کہ کافی نہیں اور سوائے اس کے نہیں کہ کہتے تھے اس کو بعض متشددین اہل عراق سے اور مبالغہ کیا ہے بعض مدنیوں وغیرہم نے بیچ مخالفت ان کی کے پس کہا انہوں نے کہ استاد پر پڑھنا بلند تر ہے سماع سے یعنی استاد کے لفظ کی سستی سے اور ان کی حجت یہ ہے کہ استاد اگر چوک جائے تو نہیں میسر ہوتا واسطے طالب کے رد کرنا اوپر اس کے اور ابوعبید سے روایت ہے کہ قرأت مجھ پر ثابت تر اور مفہوم تر ہے واسطے میرے اس سے کہ میں خود طالب پر پڑھوں اور مشہور مالک اور سفیان ثوری سے یہ ہے کہ وہ دونوں برابر ہیں اور مشہور قول جس پر جمہور ہیں یہ ہے کہ استاد کی زبان سے سننا بلند ہے مرتبے میں پڑھنے سے اوپر اس کے جب

تک کہ کوئی چیز عارض نہ ہو جو گردانے قرأت کو اوپر اس کے اولیٰ اور اسی واسطے ہوا سماع لفظ اس کے سے لکھنے میں بلند تر سب درجوں سے واسطے اس چیز کے کہ لازم آتا ہے اس سے تحرز شیخ اور طالب کے سے۔ (فتح)

وَاحْتَجَّ بَعْضُهُمْ فِي الْقِرَآءَةِ عَلَى الْعَالِمِ بِحَدِيْثِ ضِمَامِ بْنِ ثَعْلَبَةَ قَالَ لِلنَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ آللّٰهُ أَمَرَكَ أَنْ نُصَلِّيَ الصَّلَوَاتِ قَالَ نَعَمْ قَالَ فَهٰذِهٖ قِرَآءَةٌ عَلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَخْبَرَ ضِمَامٌ قَوْمَهٗ بِذٰلِكَ فَأَجَازُوْهُ.

یعنی عالم پر قرأت کرنے کے جواز میں بعض نے ضمام کی حدیث سے دلیل پکڑی ہے کہ اس نے نبی ﷺ سے کہا کہ آپ کو اللہ نے حکم کیا ہے کہ ہم نمازیں پڑھیں حضرت ﷺ نے فرمایا ہاں سو یہ قرأۃ ہے حضرت ﷺ پر ضمام نے اپنی قوم کو جا کر اس کی خبر دی سو انہوں نے اس کو جائز رکھا۔

فائدہ: اس سے معلوم ہوا کہ اگر کسی عالم کو حدیث سنا کر اس سے روایت کرے تو جائز ہے۔

وَاحْتَجَّ مَالِكٌ بِالصَّكِّ يُقْرَأُ عَلَى الْقَوْمِ فَيَقُوْلُوْنَ أَشْهَدَنَا فُلَانٌ وَيُقْرَأُ ذٰلِكَ قِرَآءَةً عَلَيْهِمْ وَيُقْرَأُ عَلَى الْمُقْرِئِ فَيَقُوْلُ الْقَارِئُ أَقْرَأَنِيْ فُلَانٌ.

یعنی امام مالک نے دلیل پکڑی ہے (قرأت کے جائز ہونے پر) ساتھ خط کے جو کسی قوم پر پڑھا جائے پس جائز ہے کہ وہ لوگ کہیں کہ گواہ کیا ہم کو فلاں نے اور استاد پر پڑھا جائے پس پڑھنے والے کو جائز ہے یہ کہنا کہ مجھ کو فلاں شخص نے پڑھایا ہے۔

حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ سَلَامٍ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْحَسَنِ الْوَاسِطِيُّ عَنْ عَوْفٍ عَنِ الْحَسَنِ قَالَ لَا بَأْسَ بِالْقِرَآئَةِ عَلَى الْعَالِمِ.

یعنی حسن نے کہا کہ عالم پر پڑھنے میں کوئی ڈر نہیں یعنی عالم کو پڑھ پڑھ کر سناتے جانے میں کوئی خوف نہیں۔

وَأَخْبَرَنَا مُحَمَّدُ بْنُ يُوْسُفَ الْفَرَبْرِيُّ وَحَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ إِسْمَاعِيْلَ الْبُخَارِيُّ قَالَ حَدَّثَنَا عُبَيْدُ اللّٰهِ بْنُ مُوْسٰى عَنْ سُفْيَانَ قَالَ إِذَا قُرِئَ عَلَى الْمُحَدِّثِ فَلَا بَأْسَ أَنْ يَّقُوْلَ حَدَّثَنِيْ.

یعنی سفیان ثوری نے کہا کہ جب محدث کو پڑھ پڑھ کر سناتا جائے تو اس میں کچھ ڈر نہیں کہ کہے اُس نے مجھ سے حدیث بیان کی۔

قَالَ وَسَمِعْتُ أَبَا عَاصِمٍ يَقُوْلُ عَنْ مَالِكٍ وَسُفْيَانَ الْقِرَآءَةُ عَلَى الْعَالِمِ

یعنی عالم کو پڑھ کر سنانا اور اس کی قرأت کو سننا برابر ہے۔

وَقِرَآءَ تُهٗ سَوَآءٌ.

٦١ ـ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ يُوْسُفَ قَالَ حَدَّثَنَا اللَّيْثُ عَنْ سَعِيْدٍ هُوَ الْمَقْبُرِيُّ عَنْ شَرِيْكِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ اَبِيْ نَمِرٍ اَنَّهٗ سَمِعَ اَنَسَ بْنَ مَالِكٍ يَقُوْلُ بَيْنَمَا نَحْنُ جُلُوْسٌ مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي الْمَسْجِدِ دَخَلَ رَجُلٌ عَلٰى جَمَلٍ فَاَنَاخَهٗ فِي الْمَسْجِدِ ثُمَّ عَقَلَهٗ ثُمَّ قَالَ لَهُمْ اَيُّكُمْ مُحَمَّدٌ وَالنَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مُتَّكِئٌ بَيْنَ ظَهْرَانَيْهِمْ فَقُلْنَا هٰذَا الرَّجُلُ الْاَبْيَضُ الْمُتَّكِئُ فَقَالَ لَهُ الرَّجُلُ يَا ابْنَ عَبْدِ الْمُطَّلِبِ فَقَالَ لَهُ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَدْ اَجَبْتُكَ فَقَالَ الرَّجُلُ لِلنَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِنِّيْ سَآئِلُكَ فَمُشَدِّدٌ عَلَيْكَ فِي الْمَسْاَلَةِ فَلَا تَجِدْ عَلَيَّ فِيْ نَفْسِكَ فَقَالَ سَلْ عَمَّا بَدَا لَكَ فَقَالَ اَسْاَلُكَ بِرَبِّكَ وَرَبِّ مَنْ قَبْلَكَ آللّٰهُ اَرْسَلَكَ اِلَى النَّاسِ كُلِّهِمْ فَقَالَ اللّٰهُمَّ نَعَمْ قَالَ اَنْشُدُكَ بِاللّٰهِ آللّٰهُ اَمَرَكَ اَنْ نُصَلِّيَ الصَّلَوَاتِ الْخَمْسَ فِي الْيَوْمِ وَاللَّيْلَةِ قَالَ اللّٰهُمَّ نَعَمْ قَالَ اَنْشُدُكَ بِاللّٰهِ آللّٰهُ اَمَرَكَ اَنْ نَصُوْمَ هٰذَا الشَّهْرَ مِنَ السَّنَةِ قَالَ اللّٰهُمَّ نَعَمْ قَالَ اَنْشُدُكَ بِاللّٰهِ آللّٰهُ اَمَرَكَ اَنْ تَاْخُذَ هٰذِهِ الصَّدَقَةَ مِنْ اَغْنِيَآئِنَا فَتَقْسِمَهَا عَلٰى فُقَرَآئِنَا فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ

٦١۔ انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جس حالت میں کہ ہم نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ مسجد میں بیٹھے تھے کہ ایک مرد اونٹ کا سوار آیا سو اُس نے اونٹ کو مسجد میں بٹھایا پھر اس کو رسی سے جکڑا پھر اس نے کہا کہ تم میں محمد صلی اللہ علیہ وسلم کون سے ہیں؟ اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم اُن کے درمیان تکیہ لگائے بیٹھے تھے پس ہم نے کہا کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم یہ سفید مرد تکیہ لگانے والا ہے پس اس شخص نے حضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے کہا کہ اے عبدالمطلب کے بیٹے سو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اُسے کہا کہ میں نے تیری بات کو سن لیا ہے سو اس نے حضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کی کہ میں آپ سے کچھ پوچھتا ہوں پس سختی کے ساتھ پوچھوں گا پس آپ مجھ سے ناراض نہ ہوں۔ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا پوچھ جو چاہتا ہے سو اس نے کہا کہ میں اب پوچھتا ہوں قسم دے کر آپ کے رب اور پہلوں کے رب کی کہ کیا اللہ نے آپ کو تمام آدمیوں کی طرف رسول کر کے بھیجا ہے پس حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہاں قسم اللہ کی پس کہا اس نے کہ آپ کو اللہ کی قسم دیتا ہوں کہ آپ کو اللہ نے حکم کیا ہے پانچ نمازیں پڑھنے کا ایک دن اور رات میں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہاں قسم اللہ کی پس اس نے کہا کہ میں آپ کو اللہ کی قسم دیتا ہوں کہ کیا اللہ نے آپ کو حکم کیا ہے مہینے رمضان کے روزے رکھنے کا ہر سال میں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہاں قسم اللہ کی پس اس نے کہا کہ میں قسم دیتا ہوں میں آپ کو ساتھ اللہ کے کہ کیا اللہ نے حکم کیا ہے آپ کو صدقہ لینے کا ہمارے دولت مندوں سے اور تقسیم کرنا ہمارے فقیروں پر پس نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہاں قسم اللہ کی پس کہا اس مرد نے کہ میں ایمان لایا ساتھ اس چیز کے جس کو آپ لائے ہیں اور میں اپنی قوم کی طرف

وَسَلَّمَ اللّٰهُمَّ نَعَمْ فَقَالَ الرَّجُلُ اٰمَنْتُ بِمَا جِئْتَ بِهٖ وَاَنَا رَسُوْلُ مَنْ وَرَآئِیْ مِنْ قَوْمِیْ وَاَنَا ضِمَامُ بْنُ ثَعْلَبَةَ اَخُوْ بَنِیْ سَعْدِ بْنِ بَكْرٍ. وَرَوَاهُ مُوْسَى بْنُ اِسْمَاعِيْلَ وَعَلِیُّ بْنُ عَبْدِ الْحَمِيْدِ عَنْ سُلَيْمَانَ بْنِ الْمُغِيْرَةِ عَنْ ثَابِتٍ عَنْ اَنَسٍ عَنِ النَّبِیِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِهٰذَا.

رسول ہوں (یعنی آپ کا یہ حکم میں ان کو پہنچاؤں گا اور اُن کو اسلام کی طرف دعوت دوں گا) اور میں ضمام بن ثعلبہ کا ہوں بھائی سعد بن بکر کا۔

فائدہ: یہ جو کہا کہ حضرت ﷺ تکیہ دیے بیٹھے تھے تو اس سے معلوم ہوا کہ جائز ہے تکیہ کرنا امام کو درمیان اپنے تابعداروں کے اور اس میں بیان ہے اس چیز کا کہ تھے اس پر حضرت ﷺ ترک تکبر سے واسطے قول اس کے کہ درمیان اُن کے تھا اور یہ جو کہا کہ مسجد میں تو استنباط کیا ہے اس سے ابن بطال وغیرہ نے پاک ہونا اونٹوں کے پیشاب اور لید کا اس واسطے کہ نہیں امن ہے اس سے جتنی دیر کہ وہ مسجد میں رہا اور حضرت ﷺ نے اس پر انکار نہ کیا اور اس کی دلالت ظاہر نہیں اور سوائے اس کے کچھ نہیں کہ اس میں محض احتمال ہے اور دفع کرتی ہے اس کو روایت ابو نعیم کی کہ سامنے آیا ایک مرد اپنے اونٹ پر یہاں تک کہ مسجد کے پاس آیا سو اس کو بیٹھایا پھر اس کو باندھا پھر مسجد میں داخل ہوا پس یہ سیاق حدیث کا دلالت کرتا ہے کہ وہ مسجد میں داخل نہیں ہوا اور احمد وغیرہ نے ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کی ہے کہ اس نے اونٹ کو مسجد کے دروازہ پر بیٹھایا اور اس کو باندھا پھر مسجد میں داخل ہوا اور یہ جو کہا کہ اَجَبْتُكَ تو مراد یہ ہے کہ میں نے تیری بات سنی یا مراد انشا اجابت کا ہے یا اترا بر قرار رکھنا آپ کا واسطے اصحاب کے اعلام میں اس سے بجائے بولنے کے اور یہی لائق ہے ساتھ مراد بخاری کے اور بعض کہتے ہیں کہ حضرت ﷺ نے اس کے واسطے نعم نہ کہا اس واسطے کہ نہ خطاب کیا اس کو ساتھ اس چیز کے کہ لائق تھی واسطے مرتبے اس کی تعظیم سے خاص کر ساتھ اس آیت کے ﴿لَا تَجْعَلُوْا دُعَآءَ الرَّسُوْلِ بَيْنَكُمْ كَدُعَآءِ بَعْضِكُمْ بَعْضًا﴾ اور عذر اس کی طرف سے اگر ہم کہیں کہ وہ مسلمان ہو کر آیا تھا یہ ہے کہ اس کو نہی نہیں پہنچی اور تھی اس میں باقی سختی گنواروں جیسی اور تحقیق ظاہر ہوئی اس کی سختی بیچ قول اس کے کہ میں سختی کرنے والا ہوں آپ پر سوال میں اور ایک روایت میں اتنا زیادہ ہے انس رضی اللہ عنہ سے کہ ہم کو قرآن میں منع ہوا کہ ہم حضرت ﷺ سے کچھ چیز پوچھیں تو ہم کو خوش لگتا تھا کہ کوئی گنوار آئے جو عاقل ہو تو وہ حضرت ﷺ سے پوچھے اور ہم سنیں کہ گنواروں کو ہم سے زیادہ جرأت تھی یعنی اصحاب کھڑنے ہونے والے ہیں نزدیک نہی کے اور گنوار معذور رکھے جاتے ہیں ساتھ جہل کے اور انہوں نے انہوں کے عاقل کی تمنا کی تا کہ ہو پہچاننے والا اُس چیز کو کہ آپ سے پوچھے اور ظاہر ہوئی عقل ضمام کی بیچ مقدم کرنے اس کے کی عذر کو آگے

سوال اپنے کے واسطے گمان اس کے کی کہ وہ مقصود کو نہیں پہنچے گا مگر ساتھ اس خطاب کے اور یہ جو اُس نے کہا کہ میں ایمان لایا ساتھ اس چیز کے کہ آپ لائے تو احتمال ہے کہ ہو یہ اخبار پہلے حال سے اور یہی مختار ہے نزدیک بخاری کے اور ترجیح دی ہے اس کو قاضی عیاض نے اور یہ کہ وہ حاضر ہوا بعد مسلمان ہونے اپنے کے اس حال میں کہ ثبوت چاہتا تھا رسول سے ساتھ اس چیز کے کہ خبر دی اُن کو حضرت ﷺ کے ایلچی نے اور احتمال ہے کہ ہو قول اس کا کہ ایمان لایا میں انشا یعنی میں اب ایمان لایا اور ترجیح دی ہے اس کو قرطبی نے واسطے قول اس کے کی زَعَمَ اس واسطے کہ زعم وہ قول ہے جس پر اعتماد نہ ہو اور اس میں نظر ہے اس واسطے کہ زعم قول محقق پر بھی بولا جاتا ہے جیسا کہ نقل کیا ہے اس کو ابوعمرو اور زاہدی نے شرح فصیح میں اور اوپر ابوداؤد نے جو باب باندھا ہے بَابُ الْمُشْرِكِ يُدْخِلُ الْمَسْجِدَ تو اس سے اس کی یہ مراد نہیں کہ ضمام مشرک آیا تھا بلکہ اس کی وجہ یہ ہے کہ انہوں نے چھوڑا ایک شخص آنے والے کو مسجد میں داخل ہو بغیر استفصال کے اور تائید کرتی ہے اس کی کہ اس قول کہ میں ایمان لایا اخبار ہے یہ بات کہ اس نے توحید کی دلیل نہیں پوچھی بلکہ سوال عموم رسالت سے اور شرع کے احکام سے اور اگر انشا ہوتا تو البتہ ہوتی طلب معجزے کی واجب کرتی واسطے اس کے تصدیق کو یہ قول کرمانی کا ہے اور الٹ کیا ہے اس کو قرطبی نے پس استدلال کیا ہے اس نے ساتھ اس کے اوپر صحیح ہونے ایمان مقلد رسول کے اگرچہ نہ ظاہر ہو واسطے اس کے معجزہ واللہ اعلم۔ اور اس حدیث میں اور بھی کئی فائدے ہیں سوائے اس چیز کے کہ پہلے گزری عمل کرنا ہے ساتھ خبر واحد کے اور نہیں قدح کرتا اس میں آنا ضمام کا واسطے ثبوت چاہنے کے اس واسطے کہ مقصود اس کا ملاقات کرنا اور روبرو ہونا تھا اور تحقیق رجوع کیا ضمام نے طرف قوم اپنی کی تنہا تو انہوں نے اس کی تصدیق کی اور ایمان لائے جیسا کہ ابن عباس رضی اللہ عنہما کی حدیث میں ہے اس میں منسوب ہونا شخص کا ہے طرف دادے اپنے کی جب کہ ہو مشہور اس کے باپ سے اور اسی قسم سے ہے قول حضرت ﷺ کا کہ میں عبدالمطلب کا بیٹا ہوں اور اس میں قسم چاہنا ہے محقق پر واسطے زیادہ تاکید کے اور اس میں روایت اقران کی ہے اقران سے اس واسطے کہ سعید اور شریک دونوں تابعی ہیں ایک درجے میں۔ (فتح)

فائدہ: غرض امام بخاری کی اس باب کے باندھنے سے یہ ہے کہ اگر شاگرد استاد پر قرأت کرے یعنی استاد کو پڑھ کر سناتا جائے جیسے کہ ہند میں اب اس زمانے میں بھی یہی دستور ہے کہ شاگرد پڑھتا جاتا ہے اور استاد سنتا جاتا ہے تو یہ جائز اور معتبر ہے جیسے کہ انس رضی اللہ عنہ کی دونوں حدیثوں سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ دونوں شخص حضرت ﷺ کو حدیث سناتے گئے اور حضرت ﷺ سنتے گئے ایسے ہی اگر خود استاد اپنی مرویات اور حدیثوں کو پڑھ کر اپنے شاگردوں کو سناتا جائے اور شاگرد چپ کر کے سنتا جائے جیسے کہ عرب کا دستور ہے تو ان دونوں صورتوں میں شاگرد کو اختیار ہے کہ جب اپنے استاد سے کسی کے آگے حدیث نقل کرنے لگے تو خواہ حدثنی فلاں کہے یا اخبرنی فلاں یعنی مجھ سے حدیث بیان کی فلاں نے یا مجھے خبر دی فلاں نے ہر طور سے جائز ہے اور مراد بخاری کی اس سے رد کرنا قول اس کا جو کہتا ہے

کہ استاد پر قرأت کرنا اور سنانا معتبر نہیں وہی معتبر ہے جو استاد خود پڑھ کر سناتا جائے اور شاگرد سنتا جائے۔

بَابُ مَا يُذْكَرُ فِي الْمُنَاوَلَةِ وَكِتَابِ أَهْلِ الْعِلْمِ بِالْعِلْمِ إِلَى الْبُلْدَانِ.

باب ہے بیان میں مناولت کے اور اہل علم کے علم کو شہروں کی طرف لکھنا۔

فائدہ: مناولہ کہتے ہیں اس کو کہ اپنی اصل مرویات اور مسموعات کی کتاب (جس میں اپنی استادوں سے حدیثیں سن کر لکھ رکھی ہوں) اپنے شاگردوں کو دینا اور وہ دو قسم کی ہوتی ہے ایک تو یہ کہ اپنے شاگرد کو کتاب اصل دے دے اور اس کے ساتھ اس کو روایت کی اجازت بھی دے دے یعنی کہے کہ یہ میرا سماع ہے فلانے سے یا یہ میری تصنیف ہے سو تو مجھ سے اس کتاب کی روایت کر کہ حدیث بیان کی مجھ سے فلانے نے۔ دوسری قسم یہ ہے کہ فقط اپنی کتاب مرویات کی شاگرد کے حوالے کر دے اور اس کو آپ سے روایت کرنے کی اجازت نہ دے سو اس دوسری قسم میں تو حدثنی یا اخبرنی فلاں کہنا جائز نہیں ہے اور پہلی قسم میں یہ امر جائز ہے اور مراد امام بخاری کی بھی یہی پہلی قسم ہے اور مکاتبت اس کو کہتے ہیں کہ اپنی حدیثوں اور مرویات کو شاگرد کی طرف لکھ بھیجے اور وہ بھی دو قسم کی ہوتی ہے ایک تو یہ کہ اس کے ساتھ استاد سے روایت کرنے کی اجازت بھی ہوا اور دوسری وہ کہ اس کے ساتھ یہ اجازت نہ ہو سو ان دونوں قسموں میں استاد سے روایت کرنا جائز ہے بایں طور کہ مجھ سے فلاں نے حدیث بیان کی ہے یا فلاں شخص نے میری طرف لکھا ہے اور امام بخاری کے نزدیک مناولت اور مکاتبت برابر ہے اور بعض کے نزدیک مناولت بالا جازت کو مکاتبت پر ترجیح ہے اور تحقیق پہلے بیان کی ہم نے صورت عرض مناولت کی اور وہ حاضر کرنا طالب کا ہے کتاب کو تحقیق جائز رکھی ہے جمہور نے روایت کرنی ساتھ اس کے اور رد کیا ہے اس کو جس نے عرض قرأت کو رد کیا ہے بطریق اولیٰ اور یہ جو کہا کہ طرف شہروں کی تو مراد اہل شہروں کے ہیں اور ذکر شہروں کا بطورِ مثال کے ہے نہیں تو حکم عام ہے گاؤں وغیرہ میں اور مکاتبت روایت اٹھانے کی قسموں سے ہے۔ اور وہ یہ ہے کہ لکھے استاد اپنی حدیث کو اپنے خط سے یا اجازت دے واسطے اس کے کہ اعتماد ہو ساتھ اس کے ساتھ لکھنے اس کی کے اور بھیجے اس کو بعد لکھنے اس کی کے طرف طالب کی اور اجازت دے اس کو ساتھ روایت کرنے کے استاد کی طرف سے اور تحقیق برابری کی ہے بخاری نے درمیان اس کے اور درمیان مناولت کے اور ترجیح دی ہے ایک قوم نے مناولت کو اوپر مکاتبت کے واسطے حاصل ہونے شافہ کے اس میں سوائے مکاتبت کے اور تحقیق جائز ہے ایک جماعت نے قدما سے بولنے اخبار کے بیچ بولنے ان دونوں کے اور اولیٰ وہ چیز ہے جس پر اہل تحقیق ہیں شرط ہونے بیان اس کے سے اور یہ جو کہا کہ نقل کروایا عثمان نے قرآنوں کو تو یہ ایک ٹکڑا حدیث دراز کا ہے جو فضائل قرآن میں آئے گی اور دلالت اس کی اوپر جائز ہونے روایت کے ساتھ مکاتبت کے واضح ہے اس واسطے کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے حکم کیا اُن کو ساتھ اعتماد کے اوپر اس چیز کے کہ اُن قرآنوں میں ہے اور مخالفت اس چیز کی کہ اس کے سوائے ہے اور مستفاد بھیجنے عثمان رضی اللہ عنہ کے

سے مصاحف کو سوائے اس کے کچھ نہیں کہ وہ اسناد صورت اس چیز کا ہے کہ لکھی گئی ہے بیچ اس کے طرف عثمان کی نہ اصل ثبوت قرآن کا کہ وہ متواتر ہے نزدیک اُن کے اور ایک روایت میں ہے کہ عبداللہ کے پاس ایک خط آیا تو اس نے کہا کہ نظر کر اس خط میں سو جو چیز کہ پہچانے تو اس سے اس کو رہنے دے اور جس کو تو نہ پہچانے اس کو مٹا دے اور یہ اصل ہے عرض مناولت کی۔ (فتح)

وَقَالَ أَنَسُ بْنُ مَالِكٍ نَسَخَ عُثْمَانُ بْنُ عَفَّانَ الْمَصَاحِفَ فَبَعَثَ بِهَا إِلَى الْآفَاقِ.

یعنی انس رضی اللہ عنہ نے کہا کہ عثمان رضی اللہ عنہ نے قرآن کو نقل کروایا اور شہروں کی طرف بھیج دیا۔

فائدہ: اس سے معلوم ہوا کہ شہروں کی طرف لکھ کر بھیجنا جائز ہے اور کاتب سے روایت کرنا بھی جائز ہے ورنہ ان کی طرف قرآن بھیجنے کے کوئی معنی نہ ہوں گے۔

وَرَأَى عَبْدُ اللهِ بْنُ عُمَرَ وَيَحْيَى بْنُ سَعِيْدٍ وَمَالِكُ بْنُ أَنَسٍ ذٰلِكَ جَائِزًا وَاحْتَجَّ بَعْضُ أَهْلِ الْحِجَازِ فِي الْمُنَاوَلَةِ بِحَدِيْثِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حَيْثُ كَتَبَ لِأَمِيْرِ السَّرِيَّةِ كِتَابًا وَقَالَ لَا تَقْرَأْهُ حَتّٰى تَبْلُغَ مَكَانَ كَذَا وَكَذَا فَلَمَّا بَلَغَ ذٰلِكَ الْمَكَانَ قَرَأَهُ عَلَى النَّاسِ وَأَخْبَرَهُمْ بِأَمْرِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ.

یعنی عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما اور یحییٰ بن سعید اور مالک نے مکاتبت کو جائز رکھا ہے اور بعض اہل حجاز نے مناولت کی اجازت ہونے میں اس حدیث کی دلیل پکڑی ہے کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک لشکر کے سردار کے واسطے خط لکھا اور اس کو فرمایا کہ اس کو نہ پڑھو جب تک کہ فلاں فلاں مکان میں نہ پہنچ جاؤ سو جب وہ امیر اس مکان میں پہنچا تو اس خط کو لوگوں میں پڑھا اور حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا حکم ان کو سنا دیا۔

فائدہ: اس حدیث سے بھی معلوم ہوا کہ مناولت جائز ہے اور وجہ دلالت کی اس حدیث سے ظاہر ہے اس واسطے کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو خط دیا اور اس کو حکم کیا کہ پڑھے اس کو اپنے اصحاب پر تا کہ عمل کریں ساتھ اس چیز کے کہ اس میں ہے پس اس میں مناولت ہے اور معنی مکاتبت کے اور تعاقب کیا ہے اس کا بعض نے بایں طور کے حجت سوائے اس کے نہیں کہ واجب ہوئی ہے ساتھ اس کے واسطے عدم توہم تبدیل اور تغییر کے بیچ اس کے واسطے عدالت اصحاب کے برخلاف ان لوگوں کے کہ ان کے بعد ہیں اور میں کہتا ہوں کہ شرط قیام حجت کی ساتھ مکاتبت کے یہ ہے کہ ہو خط مہر لگایا گیا اور اس کا حامل امانت دار ہو اور جس کی طرف خط لکھا گیا ہے وہ خط استاد کا پہچانتا ہو سوائے اس کی شروط سے جو دفع کرنے والی ہیں واسطے توہم تغییر کے۔ (فتح)

٦٢ - حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيْلُ بْنُ عَبْدِ اللهِ قَالَ حَدَّثَنِيْ إِبْرَاهِيْمُ بْنُ سَعْدٍ عَنْ صَالِحٍ عَنِ

٦٢۔ عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک مرد کو اپنا خط دے کر بھیجا اور اس کو فرمایا کہ اس خط کو

ابْنِ شِهَابٍ عَنْ عُبَيْدِ اللّٰهِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عُتْبَةَ بْنِ مَسْعُوْدٍ أَنَّ عَبْدَ اللّٰهِ بْنَ عَبَّاسٍ أَخْبَرَهُ أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بَعَثَ بِكِتَابِهٖ رَجُلًا وَّأَمَرَهُ أَنْ يَّدْفَعَهُ إِلٰى عَظِيْمِ الْبَحْرَيْنِ إِلٰى كِسْرٰى فَلَمَّا قَرَأَهُ مَزَّقَهُ فَحَسِبْتُ أَنَّ ابْنَ الْمُسَيَّبِ قَالَ فَدَعَا عَلَيْهِمْ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنْ يُّمَزَّقُوْا كُلَّ مُمَزَّقٍ.

بحرین کے بادشاہ کے پاس پہنچادے پس بحرین کے بادشاہ نے اس خط کو کسریٰ (پرویز بادشاہ ایران) کے پاس پہنچایا سو جب کسریٰ نے اس خط کو پڑھا تو اُسے پھاڑ ڈالا اور ٹکڑے ٹکڑے کردیا (راوی کہتا ہے کہ میں خیال کرتا ہوں کہ ابن مسیب نے یہ بات کہی) پس حضرت ﷺ نے ان پر بددعا کی یہ کہ ٹکڑے ٹکڑے کیے جائیں ہر قسم ریزہ ریزہ کیے جانے کا۔

فائدہ: حضرت ﷺ کی بددعاء کی یہ تاثیر ہوئی کہ اس کے بیٹے نے اس کا پیٹ پھاڑ ڈالا سو جب وہ مرنے لگا تو دواؤں کا خزانہ کھولا اور زہر کے ڈبے پر لکھ دیا کہ یہ دوا جماع کے واسطے اکسیر ہے اور اس کا بیٹا جماع کا بہت شوق رکھتا تھا جب وہ مرگیا تو اس کے بیٹے نے دوائی خانہ کھولا اور اس ڈبے پر لکھا ہوا دیکھا تو اس کو کھا گیا اور کھاتے ہی ملک عدم کی طرف روانہ ہوا۔ پس اسی دن اُن کی سلطنت میں تنزل شروع ہوگیا یہاں تک کہ عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے عہد سعادت میں ان کا نام ونشان بھی کہیں باقی نہ رہا اس حدیث سے معلوم ہوا کہ شہروں کی طرف لکھنا جائز ہے اور یہی وجہ ہے مطابقت کی ترجمہ سے اور وجہ دلالت اس کی اوپر مکاتبت کے ظاہر ہے اور ممکن ہے کہ استدلال کیا جائے ساتھ اس کے اوپر مناولت کے اس اعتبار سے کہ حضرت ﷺ نے اپنے ایلچی کو خط دیا اور حکم دیا کہ اس کو یہ کہ خبر دے بحرین کے حاکم کو ساتھ اس کے کہ وہ رسول اللہ ﷺ کا خط ہے اگرچہ نہ سنی اس نے وہ چیز کہ اس میں تھی اور نہ اس کو پڑھا۔ (فتح)

٦٣ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ مُقَاتِلٍ أَبُو الْحَسَنِ الْمَرْوَزِيُّ أَخْبَرَنَا عَبْدُ اللّٰهِ قَالَ أَخْبَرَنَا شُعْبَةُ عَنْ قَتَادَةَ عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ قَالَ كَتَبَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كِتَابًا أَوْ أَرَادَ أَنْ يَّكْتُبَ فَقِيْلَ لَهٗ إِنَّهُمْ لَا يَقْرَءُوْنَ كِتَابًا إِلَّا مَخْتُوْمًا فَاتَّخَذَ خَاتَمًا مِّنْ فِضَّةٍ نَقْشُهٗ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ كَأَنِّيْ أَنْظُرُ إِلٰى بَيَاضِهٖ فِيْ يَدِهٖ فَقُلْتُ لِقَتَادَةَ مَنْ قَالَ نَقْشُهٗ

٦٣۔ انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی ﷺ نے خط کو لکھا یا لکھنے کا ارادہ کیا سو کسی نے آپ سے عرض کی کہ وہ لوگ بغیر مہر کسی خط کو نہیں پڑھتے ہیں یعنی جس خط پر مہر لگی ہو اس کو پڑھتے ہیں پس حضرت ﷺ نے چاندی کی انگشتری بنوائی جس میں محمد رسول اللہ لکھا ہوا تھا گویا کہ میں آپ کے ہاتھ میں اس کی سفیدی کی طرف ابھی دیکھ رہا ہوں پس کہا میں نے قتادہ سے یہ کس نے کہا کہ اس کا نقش محمد رسول اللہ تھا انہوں نے کہا کہ انس رضی اللہ عنہ نے۔

مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ قَالَ أَنَسٌ.

فائدہ: اس حدیث سے بھی مکاتبت کا جائز ہونا معلوم ہوا پس اس کی ترجمہ سے موافقت ہوگئی۔ اور یہ جو کہا کہ نہیں پڑھتے خط مگر مہر کیا ہوا تو پہچانا جاتا ہے اس سے فائدہ اس حدیث کے وارد کرنے کا اس باب میں تا کہ تنبیہ کرے اس پر کہ شرط عمل کے ساتھ مکاتبت کے یہ ہے کہ ہو خط مہر کیا ہوا تا کہ حاصل ہو امن تو ہم تغیر اس کے سے لیکن بے پرواہی کی جاتی ہے اس کے مہر لگانے سے جب کہ ہو حامل عدل امانت دار۔

فائدہ: نہیں ذکر کیا بخاری نے قسموں تحمل کی سے اجازت کو جو خالی ہو مناولت سے یا مکاتبت سے اور نہ وجادت کو اور نہ وصیت کو اور نہ اعلام مجردہ کو اجازت سے اور شاید وہ ان میں سے کسی چیز کو نہیں دیکھتا اور بخاری نہیں جائز رکھتا اجازت میں اطلاق تحدیث کا پس دلالت کی اس نے کہ وہ مسموع ہے نزدیک اس کے لیکن سب استعمال اس کے کا واسطے اس صیغے کے تا کہ فرق کرے درمیان اس چیز کے کہ اس کی شرط پر ہے اور اس کے جو اس کی شرط پر نہیں۔ (فتح)

بَابُ مَنْ قَعَدَ حَيْثُ يَنْتَهِيْ بِهِ الْمَجْلِسُ وَمَنْ رَّأَى فُرْجَةً فِي الْحَلْقَةِ فَجَلَسَ فِيْهَا.

جہاں پر مجلس تمام ہو یعنی سب لوگوں کے پیچھے بیٹھنے کا بیان اور مجلس کے اندر جگہ ملے وہاں بیٹھنے کا بیان۔

فائدہ: مناسبت اس باب کی واسطے کتاب علم کے اس جہت سے ہے کہ مراد ساتھ مجلس اور حلقے کی حلقہ علم کا ہے اور مجلس علم کی پس داخل ہوگا طالب کے ادب میں کئی وجہ سے جیسے کہ ہم عنقریب اس کو بیان کریں گے اور جو ترجمے پہلے گزرے ہیں وہ سب متعلق ہیں ساتھ صفات عالم کے۔ (فتح)

٦٤ ـ حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيْلُ قَالَ حَدَّثَنِيْ مَالِكٌ عَنْ إِسْحَاقَ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ أَبِيْ طَلْحَةَ أَنَّ أَبَا مُرَّةَ مَوْلٰى عَقِيْلِ بْنِ أَبِيْ طَالِبٍ أَخْبَرَهُ عَنْ أَبِيْ وَاقِدٍ اللَّيْثِيِّ أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بَيْنَمَا هُوَ جَالِسٌ فِي الْمَسْجِدِ وَالنَّاسُ مَعَهٗ إِذْ أَقْبَلَ ثَلَاثَةُ نَفَرٍ فَأَقْبَلَ اثْنَانِ إِلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَذَهَبَ وَاحِدٌ قَالَ فَوَقَفَا عَلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَأَمَّا أَحَدُهُمَا فَرَأٰى فُرْجَةً فِي الْحَلْقَةِ فَجَلَسَ فِيْهَا وَأَمَّا الْآخَرُ فَجَلَسَ خَلْفَهُمْ وَأَمَّا

۶۴۔ ابو واقد لیثی سے روایت ہے کہ جس حالت میں کہ رسول اللہ ﷺ لوگوں کے ساتھ مسجد میں بیٹھے ہوئے تھے اچانک تین مرد سامنے سے آئے پس دونوں رسول اللہ ﷺ کی طرف آگے آئے اور ایک چلا گیا سو وہ دونوں رسول اللہ ﷺ کے پاس کھڑے ہوئے پس ان دونوں میں سے ایک نے تو مجلس میں خالی جگہ دیکھی پس وہاں بیٹھ گیا اور دوسرا ان سب کے پیچھے بیٹھ گیا اور تیسرا پلٹ کر چلا گیا پس جب رسول اللہ ﷺ فارغ ہوئے تو فرمایا کہ ہاں میں خبر دیتا ہوں تم کو تینوں شخص کے حال کی پس ان میں سے ایک نے تو اللہ کی طرف ٹھکانہ پکڑا سو اللہ نے اس کو جگہ دی اور دوسرا تو شرمایا پس اللہ بھی اس سے شرمایا یعنی اللہ نے اس کو اپنے غضب سے بچایا اور

الثَّالِثُ فَأَدْبَرَ ذَاهِبًا فَلَمَّا فَرَغَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ آلَا أُخْبِرُكُمْ عَنِ النَّفَرِ الثَّلَاثَةِ أَمَّا أَحَدُهُمْ فَأَوٰى إِلَى اللّٰهِ فَآوَاهُ اللّٰهُ وَأَمَّا الْأٰخَرُ فَاسْتَحْيَا فَاسْتَحْيَا اللّٰهُ مِنْهُ وَأَمَّا الْأٰخَرُ فَأَعْرَضَ فَأَعْرَضَ اللّٰهُ عَنْهُ.

تیسرے نے منہ پھیرا سو اللہ نے اس سے منہ پھیرا یعنی جب اس نے اپنے لائق جگہ نہ دیکھی تو غرور سے چلا گیا اس واسطے غضب الٰہی میں گرفتار ہوا۔

فائدہ: اس سے معلوم ہوا کہ علم اور وعظ کی مجلس میں قریب ہونا نہایت افضل ہے اور دور بیٹھنا جائز ہے لیکن ثواب ملتا ہے اور مناسبت اس باب کی کتاب العلم کے ساتھ اس طور سے ہے کہ مجلس سے مراد یہاں علم کی مجلس ہے چنانچہ حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت ﷺ علم بیان فرما رہے تھے یہ جو کہا کہ پس وہ دونوں حضرت ﷺ پر کھڑے ہوئے تو ایک روایت میں اتنا زیادہ ہے کہ جب وہ حضرت ﷺ پر کھڑے ہوئے تو سلام کیا اور مستفاد ہوتا ہے اس سے جو باہر سے آئے پہلے وہ سلام کرے اور یہ کہ جو کھڑا ہو وہ بیٹھے کو سلام کرے اور سوائے اس کے کچھ نہیں کہ سلام کا جواب ذکر نہیں کیا واسطے کفایت کرنے کے ساتھ مشہور ہونے اس کی کے اور اس سے مستفاد ہوتا ہے کہ جو عبادت میں غرق ہو اس سے سلام کا جواب دینا ساقط ہو جاتا ہے اور نہیں ذکر کیا کہ انہوں نے تحیۃ المسجد پڑھا تو واسطے ہونے اس قصے کے کہ تھا پہلے مشروع ہونے اس کے کی یا وہ دونوں بے وضو تھے یا واقع ہوا پس منقول نہیں ہوا واسطے اہتمام کے ساتھ غیر اس قصے کے اور اس حدیث سے معلوم ہوا کہ مستحب ہے حلقہ باندھنا بیچ مجلسوں ذکر اور علم کے اور یہ کہ جو کسی جگہ میں پہلے پہنچے ہوتا ہے وہ زیادہ ترحق دار ساتھ اس کے اور یہ جو کہا کہ فَآوَاهُ اللّٰهُ تو اس کے معنی یہ ہیں کہ بدلا دیا اس کو اللہ نے ساتھ نظیر فعل اس کے کی بایں طور کے جوڑا اس کو طرف رحمت اپنی کی اور رضامندی اپنی کی اور اس میں مستحب ہونا ہے ادب کا ہے بیچ مجلسوں علم کے اور فضیلت خالی جگہ کی بند کرنے کی حلقے میں جیسے وارد ہوئی ہے ترغیب بیچ بند کرنے خالی جگہوں کے جماعت کی صفوں میں اور جائز ہونا تخطی کا واسطے بند کرنے خالی جگہوں کے جب کہ کسی کو ایذا نہ دے پس اگر ایذا کا خوف ہو تو مستحب ہے بیٹھنا جس جگہ کہ اخیر پہنچے جیسا کہ دوسرے نے کیا اور اس میں ثنا ہے اس شخص پر جو ہجوم کرے خیر کی طلب میں اور یہ جو کہا کہ شرمایا تو معنی یہ ہیں کہ ترک کیا مزاحمت کو جیسا کہ اس کے ساتھی نے کیا واسطے شرمانے کے حضرت ﷺ سے اور حاضرین سے اور یا اس کے معنی یہ ہیں کہ وہ مجلس سے چلا جانے سے شرمایا جیسا کہ اس کے تیسرے ساتھی نے کیا تھا اور یہ جو کہا کہ اللہ اس سے شرمایا یعنی اس پر رحم کیا اور اس کو عقاب نہ کیا اور یہ جو کہا کہ اللہ نے بھی اس سے منہ پھیرا یعنی غضبناک ہوا او پر اس کے اور وہ محمول ہے اس پر جو منہ پھیر کے گیا نہ کسی عذر سے اور یہ اس وقت ہے جب کہ ہو مسلمان اور احتمال ہے کہ ہو منافق اور حضرت ﷺ کو

اس کے امر پرا طلاع ہوگئی ہو جیسے کہ احتمال ہے کہ ہو قول حضرت ﷺ فَاَعْرَضَ اللّٰہُ عَنْہُ اخبار یا دعا اور ایک روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ خبر ہے اور یہ کہ جائز ہے خبر دینا گنہگاروں سے اور ان کے احوال سے واسطے جھڑک کے اس سے اور یہ غیبت نہیں گنی جاتی اور اس حدیث میں فضیلت ہے ملازمت حلقوں علم اور ذکر کے اور بیٹھنا عالم اور مذکر کا مسجد میں اور اس میں تعریف ہے شرمانے والے پر اور بیٹھنا جس جگہ کو ختم ہو ساتھ اس کے مجلس۔ (فتح)

بَابُ قَوْلِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ رُبَّ مُبَلَّغٍ أَوْعٰی مِنْ سَامِعٍ.

بہت آدمی علم پہنچایا گیا زیادہ تر یاد رکھنے والا ہے سننے والے سے۔

٦٥۔ حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ قَالَ حَدَّثَنَا بِشْرٌ قَالَ حَدَّثَنَا ابْنُ عَوْنٍ عَنِ ابْنِ سِیْرِیْنَ عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ أَبِیْ بَکْرَةَ عَنْ أَبِیْهِ ذَکَرَ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَعَدَ عَلٰی بَعِیْرِهٖ وَأَمْسَكَ إِنْسَانٌ بِخِطَامِهٖ أَوْ بِزِمَامِهٖ قَالَ أَیُّ یَوْمٍ هٰذَا فَسَکَتْنَا حَتّٰی ظَنَنَّا أَنَّهٗ سَیُسَمِّیْهِ سِوَی اسْمِهٖ قَالَ أَلَیْسَ یَوْمَ النَّحْرِ قُلْنَا بَلٰی قَالَ فَأَیُّ شَهْرٍ هٰذَا فَسَکَتْنَا حَتّٰی ظَنَنَّا أَنَّهٗ سَیُسَمِّیْهِ بِغَیْرِ اسْمِهٖ فَقَالَ أَلَیْسَ بِذِی الْحِجَّةِ قُلْنَا بَلٰی قَالَ فَإِنَّ دِمَآئَکُمْ وَأَمْوَالَکُمْ وَأَعْرَاضَکُمْ بَیْنَکُمْ حَرَامٌ کَحُرْمَةِ یَوْمِکُمْ هٰذَا فِیْ شَهْرِکُمْ هٰذَا فِیْ بَلَدِکُمْ هٰذَا لِیُبَلِّغِ الشَّاهِدُ الْغَآئِبَ فَإِنَّ الشَّاهِدَ عَسٰی أَنْ یُّبَلِّغَ مَنْ هُوَ أَوْعٰی لَهٗ مِنْهُ.

٦٥۔ ابو بکرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ اپنے اونٹ پر سوار ہوئے اور ایک شخص نے اُس کی لگام کو پکڑا آپ نے فرمایا یہ کون دن ہے؟ پس چپ رہے ہم یہاں تک کہ ہم نے خیال کیا اس کے نام کے سوا آپ اُس کا کچھ اور نام رکھیں گے۔ حضرت ﷺ نے فرمایا کیا یہ قربانی کا دن نہیں؟ ہم نے عرض کی کہ ہاں۔ (پھر) فرمایا کہ یہ کون مہینہ ہے پس چپ رہے ہم یہاں تک کہ ہم کو گمان ہوا کہ آپ اس کے پہلے نام کے سوا اس کا کچھ اور نام رکھیں گے۔ حضرت ﷺ نے فرمایا کیا یہ ذی الحج نہیں؟ ہم نے عرض کی ہاں ذی الحج ہے۔ حضرت ﷺ نے فرمایا کہ تحقیق خون تمہارے اور مال تمہارے اور آبروئیں تمہاری درمیان میں تمہارے حرام ہیں مثل حرام ہونے اس دن کی اس مہینے میں اس شہر میں اور چاہیے کہ پہنچا دے حاضر غائب کو پس قریب ہے کہ حاضر ایسے شخص کو پہنچائے جو اس سے زیادہ تر یاد رکھنے والا ہو۔

فائدہ: یعنی جیسے مکے میں اور ذی الحج کے مہینے میں عرفے کا دن حرام ہے اس میں کسی طرح زیادتی درست نہیں اسی طرح اپنی جانوں اور مالوں اور آبروؤں کو حرام جانو کسی کو دوسرے مسلمان کا ناحق جان مارنا اور مال چھیننا درست نہیں اور اس دن اور مہینے اور شہر کی حرمت اُن کے نفسوں میں خوب جمی ہوئی تھی اور اُن کی حرمت کو توڑ دینا اُن کے نزدیک کسی حال اور کسی ضرورت میں جائز نہ تھا اور مناسبت حدیث کی ترجمہ سے ظاہر ہے قرطبی نے کہا کہ سوال کرنا حضرت ﷺ کا تین چیزوں سے اور چپ رہنا آپ کا بعد ہر سوال کے ان میں ہی تھا واسطے حاضر کرنے اُن کے

فہموں کو اور تا کہ متوجہ ہوں طرف اس کی بالکل اور تا کہ معلوم کریں عظمت اُس چیز کی جس کی حضرت ﷺ ان کو خبر دیتے ہیں پس اسی واسطے اس کے بعد کہا کہ بے شک خون تمہارے الخ واسطے مبالغے کے بیچ حرام ہونے ان چیزوں کے اور مناط تشبیہ کی بیچ قول اس کے کی فَاِنَّ دِمَاءَ کُمْ وَاَمْوَالَکُمْ بعد ہے ظاہر ہونا اس کا ہے نزدیک سامعین کے اس واسطے کہ حرمت شہر اور مہینے اور دن کی تھی ثابت ان کے نفسوں میں مقرر نزدیک اُن کے برخلاف جانوں اور مالوں اور آبروؤں کے اس واسطے کہ تھے جاہلیت والے مباح جانتے ان کو نو وارد ہوئی شرع اوپر ان کے ساتھ اُس کے کہ مسلمان کی جان و مال اور آبرو کا حرام ہونا بہت بڑا ہے حرمت شہر اور مہینے اور دن کی سے پس نہ وارد ہوگا۔ مشبہ بہ کا پس ہونا رتبے میں مشبہ سے اس واسطے کہ خطاب سوائے اس کے نہیں کہ واقع ہوا ہے بہ نسبت اس چیز کے کہ عادی تھے ساتھ اس کے مخاطب پہلے اقرار پانے شرع کے اور ایک روایت میں ہے کہ انہوں نے ہر سوال کا جواب دیا اور کہا کہ اللہ اور اس کا رسول خوب جانتا ہے اور یہ حسن ادب ان کے سے ہے اس واسطے کہ انھوں نے معلوم کیا کہ نہیں پوشیدہ ہے آپ پر وہ چیز کہ پہچانتے ہیں اس کو جواب سے اور یہ کہ نہیں ہے مراد آپ کی مطلق اخبار ساتھ اس چیز کے کہ پہچانتے ہیں اس کو اسی واسطے باب کی روایت میں کہا کہ یہاں تک کہ ہم نے گمان کیا کہ آپ اس کا کوئی اور نام رکھیں گے پس اس میں اشارہ ہے طرف سپرد کرنے کل امروں کی طرف شارع کی اور مستفاد ہوتی ہے اس سے حجت واسطے ان لوگوں کے جو شرع کے حقائق کو ثابت کرتے ہیں اور مراد حاضر سے وہ ہے جو مجلس میں حاضر ہے اور مراد غائب سے جو اس مجلس سے غائب ہے اور مراد پہنچانا قول مذکور کا ہے یا تمام احکام کا اور اس حدیث میں اور بھی کئی فائدے ہیں سوائے اس کے جو پہلے گزرے رغبت دلاتا ہے اوپر پہنچانے علم کے اور جائز ہونا تحمل کا پہلے کامل ہونے اہلیت کے اور یہ کہ ادا میں سمجھنا شرط نہیں اور کبھی آتا ہے پچھلوں میں وہ شخص جو زیادہ تر سمجھنے والا ہوتا ہے پہلوں سے لیکن ایسے لوگ کم ہیں اور استنباط کیا ہے ابن منیر نے اس سے کہ راوی کی تفسیر زیادہ تر راجح ہے اس کے غیر کی تفسیر سے اور اس میں جواز قعود کا ہے اوپر پیٹھ چوپایوں کے اس حال میں کہ چوپایا کھڑا ہو جب کہ اس کی حاجت ہو اور جو نہی اس میں وارد وہ محمول ہے اُس پر جو بغیر ضرورت کے ہو اور یہ کہ جائز ہے خطبہ پڑھنا بلند جگہ پر تا کہ ہو ابلغ بیچ سنانے اس کے لوگوں کو اور دیکھنے ان کے کی اس کو۔ (فتح)

بَابُ الْعِلْمُ قَبْلَ الْقَوْلِ وَالْعَمَلِ لِقَوْلِ اللّٰهِ تَعَالٰى ﴿فَاعْلَمْ اَنَّهٗ لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ﴾ فَبَدَأَ بِالْعِلْمِ.

علم کا قول اور عمل پر مقدم ہونے کا بیان واسطے قول اللہ غالب اور بزرگ کے پس جان تو کہ تحقیق اللہ کے سوا کوئی لائق بندگی کے نہیں پس شروع کیا ساتھ علم کے۔

فائدہ: ابن منیر نے کہا کہ مراد ساتھ اس کے یہ ہے کہ علم شرط ہے بیچ صحیح ہونے قول اور فعل کے پس نہیں اعتبار ہے ان کا مگر ساتھ اس کے پس وہ متقدم ہے اوپر ان دونوں کے اس واسطے کہ وہ صحیح کرنے والا ہے واسطے نیت کے جو صحیح

کرنے والی ہے واسطے عمل کے پس تنبیہ کی بخاری نے اس پر تا کہ سبقت کی جائے طرف ذہن کی قول ان کے سے کہ نہیں نفع دیتا علم مگر ساتھ عمل کے اہانت ہے واسطے امر علم کے اور تساہل ہے اس کے طلب میں اور یہ جو کہا کہ پس شروع کیا ساتھ علم کے جس جگہ کہ کہا ﴿فَاعْلَمْ اَنَّهٗ لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ﴾ پھر کہا اور مغفرت مانگ واسطے اپنے گناہ کے اور خطاب اگرچہ واسطے حضرت ﷺ کے ہے پس وہ شامل ہے واسطے امت کے اور استدلال کیا ہے سفیان بن عیینہ نے ساتھ اس آیت کے اوپر فضیلت علم کے کہ پہلے اللہ نے اِعْلَمْ کہا پھر اس کو عمل کا حکم دیا اور کھینچی جاتی ہے اس سے دلیل اس چیز کی جو اہل کلام کہتے ہیں معرفت کی واجب ہونے سے لیکن نزاع جیسے کہ ہم نے پہلے بیان کیا سوائے اس کے نہیں کہ وہ بیچ واجب ہونے سیکھنے دلیلوں کے ہے بنا بر ان قواعد کے جو کلام کی کتابوں میں مذکور ہے اور یہ جو کہا کہ علماء وارث ہیں پیغمبروں کے تو اس کو بخاری نے حدیث نہیں کہا پس اسی واسطے نہیں گنی جاتی اس کی معلق حدیثوں میں لیکن وارد کرنا اس کا ترجمہ میں مشعر ہے ساتھ اس کے کہ اس کی کوئی اصل ہے اور اس کا شاہد قرآن میں یہ قول اللہ کا ہے ﴿ثُمَّ اَوْرَثْنَا الْكِتٰبَ الَّذِيْنَ اصْطَفَيْنَا مِنْ عِبَادِنَا﴾ اور مناسبت اس کی واسطے ترجمہ کے اس جہت سے ہے کہ تحقیق وارث قائم ہے مقام مورث کی اس واسطے اس کے حکم اس کا ہے اور یہ جو کہا کہ طریقا یعنی راہ تو نکرہ بیان کیا اس کو اور علم کو تا کہ شامل ہو اقسام طرق کو جو پہنچانے والے ہیں طرف حاصل کرنے علوم دینی کی اور تا کہ درج ہو اس میں علم تھوڑا اور بہت اور یہ جو کہا کہ آسان کرتا ہے اللہ واسطے اس کے راہ یعنی آخرت میں یا دنیا میں بایں طور کہ توفیق دیتا ہے اس کو واسطے نیک عملوں کے جو پہنچانے والے ہیں طرف بہشت کی اور اس میں بشارت ہے ساتھ آسان کرنے علم کے اوپر طالب کے اس واسطے کہ اس کا طلب کرنا ان راہوں سے ہے جو پہنچانے والے ہیں طرف بہشت کی اور یہ جو کہا کہ اِنَّمَا يَخْشَى اللّٰهَ تو اس کے معنی یہ ہیں کہ ڈرتا ہے اللہ سے جو جانتا ہے اس کی قدرت کو اور غلبے کو اور وہ عالم لوگ ہیں اور یہ جو کہا کہ لَوْ كُنَّا نَسْمَعُ الخ یعنی سننا مانند اُس چیز کے کہ یاد رکھے اور سمجھے اور نعقل میں سمجھنا مانند اس شخص کی جو تمیز کرے اور یہ سب صفتیں اہل علم کی ہیں پس معنی یہ ہیں کہ اگر اہل علم سے ہوتے تو البتہ ہم جانتے وہ چیز کہ ہم پر واجب ہے پس عمل کرتے ہم ساتھ اس کے پس نجات پاتے ہم اور یہ جو کہا مَنْ يُّرِدِ اللّٰهُ بِهٖ خَيْرًا يُّفَقِّهْهُ فِي الدِّيْنِ تو مراد ساتھ فقہ کے سمجھ ہے احکام شرعیہ میں اور یہ جو کہا کہ سوائے اس کے نہیں کہ علم ساتھ سیکھنے کے ہے تو اس کے معنی یہ ہیں کہ نہیں علم معتبر مگر جو ماخوذ ہو پیغمبروں سے اور اُن کے وارثوں سے بطور سیکھنے کے۔ (فتح)

وَاَنَّ الْعُلَمَآءَ هُمْ وَرَثَةُ الْاَنْبِيَآءِ وَرَّثُوا الْعِلْمَ مَنْ اَخَذَهٗ اَخَذَ بِحَظٍّ وَافِرٍ وَمَنْ سَلَكَ طَرِيْقًا يَطْلُبُ بِهٖ عِلْمًا سَهَّلَ اللّٰهُ لَهٗ طَرِيْقًا اِلَى الْجَنَّةِ.

یعنی تحقیق علماء یہی ہیں وارث پیغمبروں کے جو علم کے وارث ہوئے ہیں جس نے علم حاصل کیا اس نے بڑا کامل حصہ لیا اور جو شخص دینی علم کی طلب کے واسطے راہ میں چلا اللہ اس کی برکت سے اس پر بہشت کی راہ

آسان کردے گا۔

فائدہ: یہ بشارت ہے بہشت کی طالب علم اور دیندار عالم کے حق میں اور علم دین قرآن وحدیث ہے اور بس۔

وَقَالَ جَلَّ ذِكْرُهُ ﴿إِنَّمَا يَخْشَى اللّٰهَ مِنْ عِبَادِهِ الْعُلَمٰٓؤُا﴾ وَقَالَ ﴿وَمَا يَعْقِلُهَا إِلَّا الْعَالِمُوْنَ﴾ ﴿وَقَالُوْا لَوْ كُنَّا نَسْمَعُ أَوْ نَعْقِلُ مَا كُنَّا فِيْ أَصْحَابِ السَّعِيْرِ﴾ وَقَالَ ﴿هَلْ يَسْتَوِي الَّذِيْنَ يَعْلَمُوْنَ وَالَّذِيْنَ لَا يَعْلَمُوْنَ﴾ وَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ يُّرِدِ اللّٰهُ بِهٖ خَيْرًا يُّفَقِّهْهُ فِي الدِّيْنِ وَإِنَّمَا الْعِلْمُ بِالتَّعَلُّمِ وَقَالَ أَبُوْ ذَرٍّ لَوْ وَضَعْتُمُ الصَّمْصَامَةَ عَلٰى هٰذِهٖ وَأَشَارَ إِلٰى قَفَاهُ ثُمَّ ظَنَنْتُ أَنِّيْ أُنْفِذُ كَلِمَةً سَمِعْتُهَا مِنَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَبْلَ أَنْ تُجِيْزُوْا عَلَيَّ لَأَنْفَذْتُهَا.

یعنی سوائے اس کے نہیں کہ ڈرتے ہیں اللہ سے اس کے بندے جو عالم ہیں اور فرمایا اور نہیں سمجھتے امثال مضروبہ کو مگر علم والے اور فرمایا کہ کہیں گے وہ کافر لوگ کہ اگر ہم ہوتے سنتے یا سمجھتے تو نہ ہوتے ہم رہنے والوں میں دوزخ کے اور کہا کیا برابر ہیں جو لوگ کہ علم رکھتے ہیں اور جو لوگ کہ علم نہیں رکھتے اور حضرت ﷺ نے فرمایا کہ اللہ جس کے ساتھ بہتری کا ارادہ کرتا ہے اس کو دین کے باب میں سمجھ دیتا ہے اور سوائے اس کے نہیں کہ علم پڑھنے اور سیکھنے سے حاصل ہوتا ہے اور ابوذر رضی اللہ عنہ نے کہا کہ اگر تم تلوار کو میری گردن پر رکھو اور مجھ کو گمان ہو کہ میں ایک کلام کو (جس کو میں نے رسول اللہ ﷺ سے سنا ہے) تمہاری مجھ پر تلوار چلانے سے پہلے پہنچا سکوں گا تو البتہ پہنچا دوں اس کو۔

فائدہ: یعنی اگر ایسی حالت میں بھی میرا قابو لگے تو میں رسول اللہ ﷺ کی حدیث کو پہنچا دوں اور چھپا نہ رکھوں پس معلوم ہوا کہ علم دین کو چھپانا بہت برا ہے مرثد سے روایت ہے کہ میں ابوذر رضی اللہ عنہ کے پاس آیا اور وہ جمرہ وسطیٰ کے پاس بیٹھا تھا اور تحقیق جمع ہوئے تھے اس پر لوگ سو ایک مرد اس کے پاس آیا اور اس پر کھڑا ہوا پس کہا اس نے کہ کیا فتویٰ دینے سے باز نہیں رہتا تو ابوذر رضی اللہ عنہ نے اپنا سر اٹھایا سو کہا کہ کیا تو میرا محافظ ہے الخ۔ اور ایک روایت میں ہے کہ جس نے اس کو فتویٰ دینے سے منع کیا تھا وہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ تھے جو اس وقت خلیفہ تھے اور اس کا سبب یہ تھا کہ ابوذر شام میں تھے سو جھگڑے ساتھ معاویہ کے بیچ تاویل اس آیت کے ﴿وَالَّذِيْنَ يَكْنِزُوْنَ الذَّهَبَ وَالْفِضَّةَ﴾ سو معاویہ نے کہا کہ یہ خاص اہل کتاب کے حق میں اتری ہے تو ابوذر رضی اللہ عنہ نے کہا کہ اُن کے حق میں بھی اور ہمارے حق میں بھی تو معاویہ نے عثمان رضی اللہ عنہ کو لکھا کہ ابوذر رضی اللہ عنہ کو بلا لیں تو عثمان رضی اللہ عنہ نے ابوذر رضی اللہ عنہ کو بلا بھیجا پس حاصل ہوا جھگڑا کہ پہنچایا اس نے طرف منتقل ہونے ابوذر رضی اللہ عنہ کی مدینے سے تو ابوذر رضی اللہ عنہ ربذہ میں آبسے یہاں تک کہ فوت ہوئے اور اس میں دلیل ہے اس پر کہ ابوذر رضی اللہ عنہ کی یہ رائے تھی کہ اگر امام فتوے دینے سے منع کرے تو اس میں اس

کی فرمانبرداری واجب نہیں اس واسطے کہ ان کی رائے یہ تھی کہ فتوے دینا اس پر واجب ہے واسطے حکم کرنے حضرت ﷺ کے ساتھ حکم پہنچانے کے اس سے کما تقدم.

اور شاید اس نے یہ وعید سنی ہوگی کہ جو علم کو چھپا دے اس کو آگ کی لگام دی جائے گی اور معنی تجیزوا کے یہ ہیں کہ پہلے اس سے کہ تم میرے قتل کو پورا کرو اور اس میں رغبت دلانا ہے اوپر سکھلانے علم کے اور اٹھانا مشقت کا بیچ اس کے اور صبر کرنا تکلیف پر واسطے چاہنے ثواب کے اور یہ جو کہا کہ ربانی تو یہ نسبت ہے طرف رب کی یعنی جو قصد کرے اس چیز کا کہ حکم کیا ہے اس کو اس کے رب نے ساتھ قصد اس کے کی علم اور عمل سے اور بعض نے کہا کہ عالموں کو ربانی اس واسطے کہتے ہیں کہ وہ علم کو پاتے ہیں یعنی اس کے ساتھ قائم ہوتے ہیں اور حاصل یہ ہے کہ اس میں اختلاف ہے کہ کیا یہ نسبت رب کی طرف ہے یا تربیت کی اور تربیت بنا بر اس کے واسطے علم کے ہے اور بنا بر اس کے کہ حکایت کی ہے واسطے سیکھنے اس کے اور مراد ساتھ چھوٹے علم کے وہ چھوٹے نہیں کہ ظاہر اس کو مسئلوں سے اور ساتھ بڑے علم کے وہ چیز ہے جو باریک ہو اس سے اور بعض کہتے ہیں کہ سکھلا دے ان کو جزئیات اس کی پہلی کلیات اس کے کی یا فروع اس کے پہلے اصول اس کے کی یا مقدمات اس کے پہلے مقاصد اس کے اور ابن اعرابی نے کہا کہ نہیں کہا جاتا واسطے عالم کے ربانی یہاں تک کہ ہو عالم معلم عامل۔ (فتح)

وَقَوْلُ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لِيُبَلِّغِ الشَّاهِدُ الْغَآئِبَ.

یعنی قول نبی ﷺ کا چاہیے کہ پہنچا دے حاضر غائب کو۔

وَقَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ ﴿كُوْنُوْا رَبَّانِيِّيْنَ﴾ حُلَمَآءَ فُقَهَآءَ وَيُقَالُ الرَّبَّانِيُّ الَّذِيْ يُرَبِّي النَّاسَ بِصِغَارِ الْعِلْمِ قَبْلَ كِبَارِهٖ.

یعنی کہا ابن عباس رضی اللہ عنہما نے آیت ﴿كُوْنُوْا رَبَّانِيِّيْنَ﴾ کی تفسیر میں کہ تم ربانی ہو جاؤ یعنی حکماء اور علماء اور فقہاء ہو جاؤ بعض نے کہا کہ ربانی اس کو کہتے ہیں جو مشکل مسئلوں سے پہلے علم کی آسان باتوں سے لوگوں کی تربیت کرے اور بتدریج ان کو مشکل مسائل کی تعلیم کرے۔

فائدہ: غرض امام بخاری کی ان آیات اور آثار سے یہ ہے کہ علم حاصل کرنا قول وعمل وغیرہ سب پر مقدم ہے اس لیے کہ جب ایک چیز کا کسی کو علم نہیں ہوگا اس کو زبان سے کہنا یا اس پر عمل کرنا ممکن نہیں ہے اور اس سے یہ بات بھی سمجھی جاتی ہے کہ علم وہی معتبر ہے جو پیغمبروں سے بطریق تعلیم وتعلم کے ماخوذ ہے اور اس سے یہ بات بھی معلوم ہوتی ہے کہ مطلق علم جہاں پر بولا جاتا ہے وہاں مراد اس سے علم شریعت کا ہے اسی وجہ سے اگر کوئی شخص علماء کے واسطے وصیت کرے تو نہیں خرچ کیا جائے گا مگر اصحاب حدیث پر اور تفسیر وفقہ پر کرمانی۔

بَابُ مَا كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَتَخَوَّلُهُمْ بِالْمَوْعِظَةِ وَالْعِلْمِ كَيْ لَا يَنْفِرُوْا.

باب ہے بیان میں اس کے جو نبی ﷺ خبر گیری کرتے تھے صحابہ کے ساتھ وعظ اور علم کی تا کہ اُن کو نفرت نہ ہو۔

فائدہ: یعنی آنحضرت ﷺ لوگوں کو ہر روز وعظ نہیں سناتے تھے بلکہ کبھی کبھی نصیحت فرماتے جب کہ لوگوں کی کمال رغبت دیکھتے اور زیادہ شوق معلوم کرتے تا کہ لوگ تھک نہ جائیں اور تنگ نہ ہو جائیں اور موعظت کے معنی ہیں نصیحت اور وعظ کرنا اور عطف علم کا اوپر اس کے عطف عام کا ہے خاص پر اس واسطے کہ علم شامل ہے موعظت وغیرہ کو اور سوائے اس کے نہیں کہ عطف کیا اس کو اوپر اس کے اس واسطے کہ وہ منصوص ہے حدیث میں اور ذکر کیا علم کو بطورِ استنباط کے اور یہ جو کہا تا کہ نفرت کریں تو استعمال کیا ہے بخاری نے ترجمہ میں دونوں حدیثوں کے معنی کو جن کو بیان کیا اور متضمن ہے یہ تفسیر سامہ کو ساتھ نفور کے اور وہ دونوں متقارب ہیں اور مناسبت اس کی واسطے ماقبل کے ظاہر ہے اس چیز کی جہت سے کہ حکایت کیا ہے اس کو اخیر تفسیر زبانی کی سے مانند مناسبت اس چیز کے کہ اس کے پہلے ہے سختی کرنے ابوذر رضی اللہ عنہ کی سے بیچ حکم پہنچانے کے واسطے اس چیز کے اس سے پہلے گزری حکم پہنچانے سے اور اکثر ابواب اس کتاب کے واسطے اس شخص کے کہ نظر کرے بیچ اس کے نہیں خالی ہوتی اس سے۔ (فتح)

٦٦ ـ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ يُوْسُفَ قَالَ أَخْبَرَنَا سُفْيَانُ عَنِ الْأَعْمَشِ عَنْ أَبِيْ وَائِلٍ عَنِ ابْنِ مَسْعُوْدٍ قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَتَخَوَّلُنَا بِالْمَوْعِظَةِ فِي الْأَيَّامِ كَرَاهَةَ السَّامَةِ عَلَيْنَا.

٦٦۔ ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ ہماری خبر گیری کرتے تھے ساتھ وعظ کے کئی دنوں میں واسطے مکروہ جاننے اکتانے ہمارے کے۔

فائدہ: اور مستفاد ہوتا ہے اس حدیث سے استحباب ترک مداومت کا بیچ کوشش کے نیک عمل میں واسطے خوف ملال کے اگرچہ ہمیشگی مطلوب لیکن وہ دو قسم پر ہے یا تو ہر دن ساتھ نہ ہونے تکلف کے اور یا دوسرے دن پس ہوگا دن ترک کا واسطے راحت کے تا کہ متوجہ ہو دوسرے پر ساتھ نشاط کے اور یا ایک دن جمعہ میں اور مختلف ہے ساتھ احوال اور اشخاص کے اور ضابط حاجت ہے ساتھ رعایت وجود نشاط کے اور احتمال ہے عمل ابن مسعود رضی اللہ عنہ کا باوجود استدلال اس کے کی یہ کہ پیروی کی ہو اس نے ساتھ فعل حضرت ﷺ کے یہاں تک کہ اس دن میں جس کو معین کیا اور احتمال ہے کہ پیروی کی ہو اس نے ساتھ مجرد فاصلہ کرنے کی درمیان عمل اور ترک کے کہ تعبیر کیا اس سے ساتھ تخول کے اور دوسری بات ظاہر تر ہے اور تحقیق لی ہے بعض علماء نے حدیث باب سے کراہت تشبیہ غیر روایت کے ساتھ روایت کی یعنی غیر مؤکد نفلوں کو مؤکدہ سنتوں کے ساتھ مانند کرے ساتھ ہمیشگی کرنے کے اوپر اُن کے بیچ وقت معین کے اور

مالک سے بھی اسی طرح آیا ہے اور یہ جو کہا کہ بشارت دو اور نفرت نہ دلاؤ تو مراد تالیف اس شخص کی ہے جو تازہ اسلام لایا اور ترک کرنا تشدید کا اس پر ابتداء میں اور اسی طرح جھڑکنا گناہ سے لائق ہے یہ کہ ہو ساتھ نرمی کے تا کہ قبول کرے اور اسی طرح تعلیم علم کی لائق ہے کہ ہو ساتھ آہستگی کے اس واسطے کہ جب ابتداء میں چیز آسان ہو تو محبوب ہوتی ہے طرف اس شخص کی جو اس میں داخل ہوتا ہے اور قبول کرتا ہے اس کو ساتھ خوشدلی کے اور ہوتی عاقبت اس کی اکثر اوقات زیادتی برخلاف اس کی ضد کے۔ (فتح)

٦٧ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ قَالَ حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ سَعِيْدٍ قَالَ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ قَالَ حَدَّثَنِيْ أَبُو التَّيَّاحِ عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ يَسِّرُوْا وَلَا تُعَسِّرُوْا وَبَشِّرُوْا وَلَا تُنَفِّرُوْا.

٦٧۔ انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ لوگوں کے ساتھ آسانی او رنرمی کرو اور نہ سخت پکڑو اور خوشخبری دو اور نہ نفرت دلاؤ اور نہ بھڑکاؤ۔

فائدہ: نرمی چاہیے تا کہ لوگ دین سیکھیں اور بدخلقی اور سختی نہیں چاہیے کہ وحشت نہ کریں۔

بَابُ مَنْ جَعَلَ لِأَهْلِ الْعِلْمِ أَيَّامًا مَّعْلُوْمَةً.

بیان میں اس کے جو اہل علم کے واسطے دن مقرر کر دے۔

فائدہ: یہ جو فرمایا کہ ایام معلومہ تو شاید لیا ہے اس کو بخاری نے فعل عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کے سے بیچ وعظ کرنے اس کے کی ہر جمعرات کے دن یا استنباط عبداللہ رضی اللہ عنہ کے سے اس کو اس حدیث سے جس کو وارد کیا ہے۔ (فتح)

٦٨ - حَدَّثَنَا عُثْمَانُ بْنُ أَبِيْ شَيْبَةَ قَالَ حَدَّثَنَا جَرِيْرٌ عَنْ مَنْصُوْرٍ عَنْ أَبِيْ وَائِلٍ قَالَ كَانَ عَبْدُ اللّٰهِ يُذَكِّرُ النَّاسَ فِيْ كُلِّ خَمِيْسٍ فَقَالَ لَهُ رَجُلٌ يَا أَبَا عَبْدِ الرَّحْمٰنِ لَوَدِدْتُّ أَنَّكَ ذَكَّرْتَنَا كُلَّ يَوْمٍ قَالَ أَمَا إِنَّهُ يَمْنَعُنِيْ مِنْ ذٰلِكَ أَنِّيْ أَكْرَهُ أَنْ أُمِلَّكُمْ وَإِنِّيْ أَتَخَوَّلُكُمْ بِالْمَوْعِظَةِ كَمَا كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَتَخَوَّلُنَا بِهَا مَخَافَةَ السَّآمَةِ عَلَيْنَا.

٦٨۔ ابووائل سے روایت ہے کہ عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ ہر جمعرات کے روز لوگوں کو وعظ سنایا کرتے تھے پس ایک مرد نے اُن سے کہا کہ اے ابوعبدالرحمٰن (ابن مسعود رضی اللہ عنہ کی کنیت ہے) البتہ میں دوست رکھتا ہوں کہ تم ہر روز ہم کو وعظ سنایا کرو عبداللہ رضی اللہ عنہ نے کہا خبردار ہو تحقیق شان یہ ہے کہ منع کرتا ہے مجھ کو اس سے یہ کہ میں برا جانتا ہوں تمہارے تھکانے کو اور تحقیق میں خبر گیری کرتا ہوں تمہارے ساتھ وعظ کی جیسے کہ خبر گیری کرتے تھے ہمارے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ساتھ اس کے واسطے خوف دلگیری ہماری کے۔

فائدہ: یہ حدیث شامل ہے تین حکموں پر ایک فضیلت دین میں سمجھ حاصل کرنے کی ہے دوسرا یہ کہ دینے والا فی

الحقیقت وہ اللہ ہی ہے تیسرا یہ کہ بعض اس امت سے ہمیشہ حق پر ہی رہیں گے پس پہلا مسئلہ لائق ہے ساتھ بابوں علم کے اور دوسرا لائق ہے ساتھ قسمت صدقوں کے اور تیسرا لائق ہے ساتھ ذکر نشانیوں قیامت کے اور تحقیق وارد کیا ہے اس کو بخاری نے اعتصام میں واسطے التفات اس کی کے کہ کوئی زمانہ مجتہد سے خالی نہیں ہے اور اس کا مفصل بیان آئندہ آئے گا اور یہ کہ مراد ساتھ امر اللہ کے اس جگہ ہوا ہے جو ہر ایماندار کی روح کو قبض کرے گی جس کے دل میں کچھ ایمان ہوگا اور بدترین لوگ باقی رہیں گے پس قائم ہوگی اوپر ان کے قیامت اور تحقیق متعلق ہیں تینوں حدیثیں ساتھ بابوں علم کے بلکہ ساتھ ترجمہ اس باب کے خاصہ جہت اثبات خیر کی سے واسطے اس شخص کے کہ اللہ کے دین میں سمجھ بوجھ حاصل کرے اور یہ کہ تحقیق یہ نہیں ہوتا ساتھ کمانے کے فقط بلکہ واسطے اس شخص کے کہ کھولے اللہ ساتھ اس کے اوپر اس کے اور یہ کہ اللہ جس پر یہ کھولتا ہے ہمیشہ رہتی جنس اس کی موجود یہاں تک کہ اللہ کا حکم آئے اور تحقیق جزم کیا ہے بخاری نے ساتھ اس کے کہ مراد ساتھ اس کے اہل حدیث ہیں جو حدیثوں کا علم رکھتے ہیں اور امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ نے کہا کہ اگر اہل حدیث نہیں تو میں نہیں جانتا کہ وہ کون ہیں اور قاضی عیاض نے کہا کہ مراد احمد رحمہ اللہ کی اہل سنت ہیں اور جو اہل حدیث کے مذہب کے ساتھ اعتقاد کرتا ہے اور نووی نے کہا کہ احتمال ہے کہ ہو یہ گروہ ایمانداروں کی قسموں سے ان لوگوں سے اللہ کے امر کو قائم رکھتے ہیں۔ مجاہد اور فقیہ اور محدث اور زاہد امر بالمعروف سے اور سوائے اس کے خیر کی اقسام سے اور نہیں لازم ہے جمع ہونا ان کا ایک مکان میں بلکہ جائز ہے کہ متفرق اور جدا جدا ہوں اور اس کی مفصل شرح کتاب الاعتصام میں آئے گی اور خیر کے لفظ کو نکرہ بیان کیا تاکہ شامل ہو خیر اور بہت کو اور مفہوم حدیث کا یہ ہے کہ جو دین میں بوجھ پیدا نہ کرے یعنی نہ سیکھے قواعد اسلام کے اور جو متصل ہے ساتھ اس کے فروع سے تو بے شک وہ محروم ہوا خیر سے اور ایک روایت میں ہے اتنا زیادہ ہے کہ جو دین میں بوجھ پیدا نہ کرے اللہ اس کی پرواہ نہیں کرتا اور اس کے معنی صحیح ہیں اس واسطے کہ جو اپنے ذیل کا کام نہ پہچانے وہ نہ فقیہ ہوتا ہے اور نہ طالب فقہ کا پس صحیح ہے کہ وصف کیا جائے کہ نہیں ارادہ کیا گیا ساتھ اس کے خیر کا اور اس میں بیان ظاہر ہے واسطے فضیلت عالموں کے تمام لوگوں پر اور واسطے فضل تفقہ فی الدین کے تمام علموں پر اور مراد ہذہ الامۃ سے بعض امت ہے جیسا کہ آئندہ آئے گا۔ (فتح)

بَابُ مَنْ يُّرِدِ اللّٰهُ بِهٖ خَيْرًا يُّفَقِّهْهُ فِي الدِّيْنِ.

باب ہے اس بیان میں کہ جس کے ساتھ اللہ بہتری کا ارادہ کرتا ہے اس کو دین میں سمجھ دیتا ہے۔

٦٩ ـ حَدَّثَنَا سَعِيْدُ بْنُ عُفَيْرٍ قَالَ حَدَّثَنَا ابْنُ وَهْبٍ عَنْ يُوْنُسَ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ قَالَ قَالَ حُمَيْدُ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ سَمِعْتُ مُعَاوِيَةَ

٦٩ ـ معاویہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ اللہ جس کے ساتھ بہتری چاہتا ہے اس کو دین میں سمجھ دیتا ہے اور میں تو بانٹنے والا ہوں اور اللہ دیتا ہے اور یہ امت اللہ کے

خَطِيبًا يَقُوْلُ سَمِعْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ مَنْ يُّرِدِ اللّٰهُ بِهٖ خَيْرًا يُّفَقِّهْهُ فِي الدِّيْنِ وَإِنَّمَا أَنَا قَاسِمٌ وَّاللّٰهُ يُعْطِيْ وَلَنْ تَزَالَ هٰذِهِ الْأُمَّةُ قَائِمَةً عَلٰى أَمْرِ اللّٰهِ لَا يَضُرُّهُمْ مَّنْ خَالَفَهُمْ حَتّٰى يَأْتِيَ أَمْرُ اللّٰهِ.

دین پر ہمیشہ قائم رہے گی ان کا مخالف ان کو ضرر نہیں پہنچا سکے گا یہاں تک کہ قیامت آئے۔

بَابُ الْفَهْمِ فِي الْعِلْمِ.

معلومات میں غور کرنا اور فکر کرنا۔

فائدہ: یعنی فضیلت سمجھنے کی علم میں یعنی معلوم میں اور یہ جو کہا کہ میں مدینے تک ابن عمر رضی اللہ عنہما کے ساتھ رہا تو اس میں وہ چیز ہے کہ تھے اس پر بعض اصحاب بچتے حدیث کے سے حضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے مگر وقت حاجت کے واسطے خوف زیادتی اور نقصان سے اور تھا یہ طریقہ ابن عمر رضی اللہ عنہما کا اور اس کے والد عمر رضی اللہ عنہ کا اور ایک جماعت کا اور سوائے اس کے کچھ نہیں کہ بہت آئی ہے روایت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے باوجود اس کے اس واسطے کہ بہت لوگ اس سے پوچھتے تھے اور بہت لوگ اس سے فتویٰ چاہتے تھے اور اس حدیث کی شرح پہلے گزر چکی ہے اور مناسبت اس کی واسطے ترجمہ کے یہ ہے کہ جب حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے جمار کے حاضر ہونے کے وقت مسئلہ ذکر فرمایا تو ابن عمر رضی اللہ عنہما نے سمجھ لیا کہ مسئول عنہ کھجور ہے۔ (فتح)

٧٠ ـ حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ قَالَ قَالَ لِي ابْنُ أَبِيْ نَجِيْحٍ عَنْ مُّجَاهِدٍ قَالَ صَحِبْتُ ابْنَ عُمَرَ إِلَى الْمَدِيْنَةِ فَلَمْ أَسْمَعْهُ يُحَدِّثُ عَنْ رَّسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِلَّا حَدِيْثًا وَّاحِدًا قَالَ كُنَّا عِنْدَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَأُتِيَ بِجُمَّارٍ فَقَالَ إِنَّ مِنَ الشَّجَرِ شَجَرَةً مَّثَلُهَا كَمَثَلِ الْمُسْلِمِ فَأَرَدْتُّ أَنْ أَقُوْلَ هِيَ النَّخْلَةُ فَإِذَا أَنَا أَصْغَرُ الْقَوْمِ فَسَكَتُّ قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ هِيَ النَّخْلَةُ.

٧٠۔ مجاہد رحمۃ اللہ علیہ سے روایت ہے اُس نے کہا کہ ساتھ رہا میں ابن عمر رضی اللہ عنہما کے مدینے تک پس میں نے ان کو حضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے حدیث بیان کرتے ہوئے نہیں سنا مگر ایک حدیث عبداللہ رضی اللہ عنہ نے کہا کہ ہم نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس تھے پس آپ کے پاس کھجور کا گودا لایا گیا سو حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ البتہ درختوں میں سے ایک درخت ہے کہ اس کے پتے نہیں جھڑتے مثال اس کی مثال مسلمان کی ہے پس میں نے چاہا کہ کہوں میں کہ وہ کھجور کا درخت ہے پس ناگہاں میں سب لوگوں سے چھوٹا تھا پس چپ رہا میں (اور شرم سے کچھ نہ کہہ سکا) پس نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ وہ کھجور ہے۔

فائدہ: اس حدیث سے معلوم ہوا کہ عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے اُس چیز کو سمجھ لیا لیکن شرم کے مارے کہہ نہ سکا اور یہی وجہ ہے مطابقت اس حدیث کی ترجمہ سے۔

بَابُ الْإِغْتِبَاطِ فِي الْعِلْمِ وَالْحِكْمَةِ

باب ہے علم اور حکمت کے رشک کرنے کے بیان میں

وَقَالَ عُمَرُ تَفَقَّهُوْا قَبْلَ أَنْ تُسَوَّدُوْا قَالَ أَبُوْ عَبْدِ اللّٰهِ وَبَعْدَ أَنْ تُسَوَّدُوْا وَقَدْ تَعَلَّمَ أَصْحَابُ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِيْ كِبَرِ سِنِّهِمْ.

اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کہا کہ دین میں سمجھ حاصل کرو پہلے اس سے کہ سردار بنائے جاؤ تم بخاری نے کہا اور سردار بنائے جانے کے بعد بھی اور علم سیکھا نبی ﷺ کے صحابہ نے بڑی عمروں میں۔

فائدہ: اغتباط اور حسد میں یہ فرق ہے کہ غبطہ میں دوسرے کی نعمت کا زوال مقصود نہیں ہوتا بلکہ اس میں مقصود اتنا ہی ہوتا ہے کہ ایسی نعمت اللہ مجھ کو بھی دے جیسے کہ اس شخص کو دی ہے بخلاف حسد کے کہ اس میں دوسرے کی نعمت کا زوال مقصود ہوتا ہے اور یہ بھی خیال ہوتا ہے کہ کسی طرح یہ نعمت اس کے پاس نہ رہے۔

فائدہ: یہ جو امام بخاری نے کہا اور سردار بنائے جانے کے بعد بھی تو مراد اس کی یہ ہے کہ عمر رضی اللہ عنہ کے قول کا کوئی مفہوم نہیں واسطے اس خوف کے کہ کوئی اس سے یہ نہ سمجھ لے کہ سرداری مانع ہے سمجھ حاصل کرنے سے اور سوائے اس کے کچھ نہیں کہ مراد عمر رضی اللہ عنہ کی یہ ہے کہ سرداری کبھی ہوتی ہے سبب واسطے منع کے اس واسطے کہ جو رئیس ہوتا ہے کبھی مانع ہوتا ہے اس کو تکبر اور مرتبہ یہ کہ سیکھنے والوں کی جگہ بیٹھے اور اسی واسطے کہا مالک نے کہ قضا کے عیب سے یہ ہے کہ قاضی جب موقوف کیا جائے تو نہ پھرے طرف اس مجلس کی کہ تھا تعلیم پاتا بیچ اس کے اور تحقیق تفسیر کیا ہے اس کو ابو عبیداللہ نے اپنی کتاب غریب الحدیث میں پس کہا معنی اس کے یہ ہیں کہ سمجھ پیدا کرو جب کہ ہو تم چھوٹے پہلے اس سے کہ تم سردار بنائے جاؤ پس مانع ہو تم کو عار سیکھنے میں اس شخص سے کہ تم سے کم ہو سو تم جاہل باقی رہو اور شمر لغوی نے کہا کہ مراد یہ ہے کہ تم نکاح کرو اس واسطے کہ جب نکاح کرے تو ہو جاتا ہے سردار اپنے گھر والوں کا خاص کر جب کہ اس کے واسطے اولاد پیدا ہو اور بعض کہتے ہیں کہ مراد عمر رضی اللہ عنہ کی ہٹانا ہے ریاست کی طلب کرنے سے اس واسطے کہ جو بوجھ حاصل کرتا ہے پہچانتا ہے اُس چیز کو کہ اس میں ہے ہلاکتوں سے تو پرہیز کرتا ہے اس سے اور یہ حمل بعید ہے اس واسطے کہ مراد سرداری ہے اور وہ عام تر ہے نکاح کرنے سے اور نہیں وجہ واسطے اس شخص کے کہ تخصیص کرتا ہے اس کو ساتھ اُس کے اس واسطے کہ کبھی ہوتی ہے ساتھ اس کے اور ساتھ غیر اس کے کی چیزوں سے جو مشغول کرنے والی ہیں واسطے اصحاب اپنے کے مشغول ہونے سے ساتھ علم کے اور ابن المنیر نے کہا کہ مطابقت عمر رضی اللہ عنہ کے قول کی واسطے ترجمہ کے یہ ہے کہ اس نے گردانا ہے سرداری کو علم کے ثمروں سے اور وصیت کی طالب کو ساتھ لوٹنے زیادتی کے پہلے پہنچنے کے سرداری کے درجے کو اور یہ تحقیق کرتا ہے علم کے استحقاق کو ساتھ اس کے کہ رشک کیا جائے صاحب اس کا اس واسطے کہ وہ سبب ہے واسطے سیادت اس کی کے اسی طرح کہا ہے اُس نے اور جو ظاہر ہوتا ہے واسطے میرے یہ ہے کہ مراد بخاری کی یہ ہے کہ اگرچہ رشک کیا جاتا ہے صاحب اس کا عادت میں لیکن حدیث دلالت کرتی ہے اس پر کہ رشک نہیں ہوتا مگر ساتھ ایک دو امروں کے علم کی یا بخشش کی اور نہیں ہوتی بخشش خوب مگر ساتھ علم کے پس گویا کہ وہ کہتا ہے کہ سیکھو علم کو پہلے

حاصل ہونے ریاست کے تا کہ تم رشک کیے جاؤ جب کہ رشک کیے جاؤ تم ساتھ حق کے اور نیز کہتا ہے کہ اگر جلدی کرو تم طرف ریاست کے جس کی عادت سے ہے کہ مانع ہوتی ہے اپنے صاحب کو طلب علم سے تو چھوڑ دو اس عادت کو اور سیکھو علم کو تا کہ حاصل ہو واسطے تمہارے رشک حقیقی اور یہ جو کہا کہ نہیں ہے حسد تو حسد تمنا کرنا زوال نعمت کا ہے دوسرے سے اور اس کا سبب یہ ہے کہ طبائع پیدا کی گئی ہیں اوپر حبّ ترفع کے یعنی بلند ہونے کے اپنی جنس پر پس جب دیکھتا ہے واسطے غیر اپنے کے جو اس کے پاس نہیں تو چاہتا ہے کہ اُس سے دور ہو جائے تا کہ اس پر بلند ہو یا مطلق تا کہ اس کے مساوی ہو اور اس کا صاحب مذموم ہے جب کہ عمل کرے ساتھ مقتضیٰ اس کے کی عزم پختہ سے یا قول سے یا فعل سے اور لائق ہے اس کے واسطے جس کو یہ خطرہ گزرے یہ کہ برا جانے اس کو جیسے کہ برا جانتا ہے اُس چیز کو کہ رکھی گئی ہے اس کی طبع میں جب منع چیزوں کی سے اور مستثنیٰ کیا ہے انہوں نے اس سے جب کہ ہو نعمت واسطے کافر یا فاسق کے کہ مدد لے ساتھ اس کے اوپر گناہ اللہ کے پس یہ ہے حکم حسد کا باعتبار حقیقت اس کی کے اور اپر حسد جو حدیث میں مذکور ہے پس وہ غبط ہے یعنی رشک ہے اور بولا گیا ہے اوپر اس کے حسد بطور مجاز کے اور وہ یہ ہے کہ تمنا کرے یہ کہ ہو واسطے اس کے مثل اس چیز کی کہ واسطے غیر اس کے کی ہے بغیر اس کے کہ اس سے وہ چیز دور ہو اور حرص اس پر نام رکھا جاتا ہے اس کا منافسہ پس اگر بندگی میں ہو تو محمود ہے اور اسی قسم سے ہے قول اللہ تعالیٰ کا ﴿فَلْيَتَنَافَسِ الْمُتَنَافِسُوْنَ﴾ اور اگر ہو گناہ میں تو وہ مذموم ہے اور اگر ہو جائز چیزوں میں تو وہ مباح ہے پس گویا کہ حدیث میں کہا کہ نہیں کوئی رشک اعظم اور افضل غبط سے ان دونوں امروں میں اور وجہ حصر کی یہ ہے کہ عبادتیں یا بدنی ہیں یا مالی یا کائن ہیں دونوں سے اور تحقیق اشارہ کیا ہے طرف بدنی کی ساتھ حکمت کے اور قضا کرنے کی ساتھ اس کے اور تعلیم کرنے اس کے کی اور ابن عمر رضی اللہ عنہما کی حدیث کے لفظ یہ ہے کہ ایک مرد ہے کہ اللہ نے اس کو قرآن سکھایا پس وہ قائم ہوتا ہے ساتھ اس کے دن کو اور رات کو اور مراد ساتھ قیام کے ساتھ اس کے عمل ہے مطلق عام تر ہے تلاوت اس کی سے نماز کے اندر اور اس کے باہر تعلیم کرنے اس کے سے اور حکم اور فتویٰ سے ساتھ مقتضیٰ اس کے کی پس نہیں ہے دونوں حدیثوں میں تعارض اور جائز ہے حمل کرنا حسد کا حدیث میں اپنی حقیقت پر بنا بر اس کے کی کہ استثناء منقطع ہے اور تقدیر نفی حسد کی ہے مطلق لیکن یہ دونوں خصلتیں محمود ہیں اور نہیں ہے حسد بیچ ان دونوں کے پس نہیں حسد ہرگز اور یہ جو کہا کہ مگر دو چیزوں میں تو مراد یہ ہے کہ نہیں حسد محمود مگر دو خصلتوں میں اور مال کو نکرہ اس واسطے بیان کیا تا کہ شامل ہو تھوڑے اور بہت کو اور تعبیر کیا ساتھ تسلیط کے واسطے دلالت اس کی کے اوپر مقہور کرنے نفس کے جو پیدا ہوا ہے حرص پر اور تعبیر کیا ساتھ ہلاک کرنے کے تا کہ دلالت کرے کہ وہ کوئی چیز باقی نہیں رکھتا اور کامل کیا اس کو ساتھ قول اپنے کے کہ حق میں یعنی بندگیوں میں تا کہ دور ہو اس سے وہم اسراف کا جو مذموم ہے اور مراد ساتھ حکمت کے قرآن ہے بنا بر اس چیز کے کہ ہم نے اس کی طرف پہلے اشارہ کیا اور بعض کہتے ہیں کہ مراد ساتھ حکمت کے ہر وہ چیز ہے جو جہل سے منع کرے اور قبیح امر سے

جھڑ کے اور ایک روایت میں ہے کہ اللہ نے اسکو علم دیا اور اس کو مال نہ دیا پس اس کی نیت صادق ہے کہ کہتا ہے کہ اگر میرے واسطے مال ہوتا تو البتہ میں عمل کرتا فلانا پس ثواب دونوں کا برابر ہے اور اطلاق ہونے ان کے کا برابر رد کرتا ہے خطابی پر اس واسطے کہ اس نے جزم کیا ہے کہ حدیث دلالت کرتی ہے اس پر کہ مالدار جب کہ قائم ہو ساتھ شرطوں مال کے تو فقیر سے افضل ہوتا ہے ہاں افضل ہوتا ہے بہ نسبت اس شخص کے کہ اعراض کرے اور تمنا نہ کرے لیکن یہ افضلیت جو اس سے مستفاد ہے وہ فقط بہ نسبت اسی خصلت کے ہے مطلق نہیں اور اس کی بحث آئندہ آئے گی۔ (فتح)

٧١ ـ حَدَّثَنَا الْحُمَيْدِيُّ قَالَ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ قَالَ حَدَّثَنِي إِسْمَاعِيلُ بْنُ أَبِي خَالِدٍ عَلَى غَيْرِ مَا حَدَّثَنَاهُ الزُّهْرِيُّ قَالَ سَمِعْتُ قَيْسَ بْنَ أَبِي حَازِمٍ قَالَ سَمِعْتُ عَبْدَ اللَّهِ بْنَ مَسْعُودٍ قَالَ قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا حَسَدَ إِلَّا فِي اثْنَتَيْنِ رَجُلٌ آتَاهُ اللَّهُ مَالًا فَسُلِّطَ عَلَى هَلَكَتِهِ فِي الْحَقِّ وَرَجُلٌ آتَاهُ اللَّهُ الْحِكْمَةَ فَهُوَ يَقْضِي بِهَا وَيُعَلِّمُهَا.

۷۱۔ عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا نہیں ہے رشک کرنا مگر دو چیزوں میں پہلی یہ کہ اللہ نے ایک مرد کو مال دیا ہے سو غالب کر دیا اور توفیق دی اس کو حق کے راہ میں خرچ کرنے کی دوسری یہ کہ اللہ نے ایک مرد کو علم دیا اور حکمت دی سو وہ اس کے ساتھ حکم کرتا ہے اور اس کو سکھاتا ہے۔

فائدہ: یعنی دو چیزیں رشک کرنے کی لائق ہیں اگر رشک کرے تو ان پر کرے یعنی اس طرح کہے کہ اگر مجھ کو بھی قرآن آتا یا توفیق ہوتی جیسے کہ اس کو ہے تو میں بھی لوگوں کو سکھاتا جیسا کہ یہ سکھلاتا ہے اور اگر میرے پاس بھی مال ہوتا جیسا اس کے پاس ہے تو میں بھی اس کو اللہ کی راہ میں خرچ کرتا جیسا کہ یہ کرتا ہے اور مناسبت حدیث کی ترجمہ سے ظاہر ہے۔

بَابُ مَا ذُكِرَ فِي ذَهَابِ مُوسَى صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي الْبَحْرِ إِلَى الْخَضِرِ وَقَوْلِهِ تَعَالَى ﴿هَلْ أَتَّبِعُكَ عَلَى أَنْ تُعَلِّمَنِ مِمَّا عُلِّمْتَ رُشْدًا﴾.

باب ہے بیان میں جانے موسیٰ علیہ السلام کے طرف خضر علیہ السلام کی دریا میں اور تفسیر قول اللہ تبارک وتعالیٰ کی ﴿هَلْ أَتَّبِعُكَ عَلَى أَنْ تُعَلِّمَنِ مِمَّا عُلِّمْتَ رُشْدًا﴾.

فائدہ: یہ باب باندھا گیا ہے واسطے ترغیب کے بیچ اٹھانے مشقت کے بیچ طلب کرنے علم کے اس واسطے کہ جس چیز کے ساتھ رشک کی جاتی ہے اس میں مشقت اٹھائی جاتی ہے اور اس واسطے کہ نہ منع کیا موسیٰ علیہ السلام کو پہنچنے ان کے نے سرداری سے اعلیٰ محل میں طلب علم سے اور سوار ہونے جنگل اور دریا کے سے واسطے اس کے پس ظاہر ہوئی ساتھ اس کے مناسبت اس باب کی واسطے اس چیز کے کہ اس سے پہلے ہے اور ظاہر باب سے معلوم ہوتا ہے کہ موسیٰ علیہ السلام دریا میں

سوار ہوئے جب کہ خضر علیہ السلام کی طلب میں متوجہ ہوئے اور اس میں نظر ہے اس واسطے کہ جو بخاری وغیرہ کے نزدیک ثابت ہو چکا ہے یہ ہے کہ وہ میدان میں نکلے جیسا کہ آئندہ آئے گا۔ فَخَرَجَا یَمْشِیَانِ یعنی پیادہ چلے یہاں تک کہ پتھر کے پاس آئے اور سوائے اس کے نہیں کہ سوار ہوئے دریا میں کشتی پر وہ اور خضر علیہ السلام بعد اس کے کہ باہم ملے پس محمول ہوگا قول اس کا اِلَی الْبَحْرِ اس پر کہ اس میں حذف ہے یعنی طرف مقصد خضر علیہ السلام کی اس واسطے کہ نہیں سوار ہوئے موسیٰ علیہ السلام دریا میں واسطے اپنی ذاتی حاجت کے اور سوائے اس کے نہیں کہ سوار ہوئے تھے واسطے تابعداری خضر علیہ السلام کے اور احتمال ہے کہ تقدیر یہ ہو کہ ذَهَابُ مُوْسٰی فِیْ سَاحِلِ الْبَحْرِ یعنی جانا موسیٰ علیہ السلام کا دریا کے کنارے میں۔ (فتح)

٧٢ - حَدَّثَنِیْ مُحَمَّدُ بْنُ غُرَيْرٍ الزُّهْرِیُّ قَالَ حَدَّثَنَا يَعْقُوْبُ بْنُ إِبْرَاهِيْمَ قَالَ حَدَّثَنِیْ أَبِیْ عَنْ صَالِحٍ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ حَدَّثَهٗ أَنَّ عُبَيْدَ اللّٰهِ بْنَ عَبْدِ اللّٰهِ أَخْبَرَهٗ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ أَنَّهٗ تَمَارٰی هُوَ وَالْحُرُّ بْنُ قَيْسِ بْنِ حِصْنٍ الْفَزَارِیُّ فِیْ صَاحِبِ مُوْسٰی قَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ هُوَ خَضِرٌ فَمَرَّ بِهِمَا أُبَیُّ بْنُ كَعْبٍ فَدَعَاهُ ابْنُ عَبَّاسٍ فَقَالَ إِنِّیْ تَمَارَيْتُ أَنَا وَصَاحِبِیْ هٰذَا فِیْ صَاحِبِ مُوْسَى الَّذِیْ سَأَلَ مُوْسَى السَّبِيْلَ إِلٰی لُقِيِّهٖ هَلْ سَمِعْتَ النَّبِیَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَذْكُرُ شَأْنَهٗ قَالَ نَعَمْ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ بَيْنَمَا مُوْسٰی فِیْ مَلَإٍ مِّنْ بَنِیْ إِسْرَآئِيْلَ جَآءَهٗ رَجُلٌ فَقَالَ هَلْ تَعْلَمُ أَحَدًا أَعْلَمَ مِنْكَ قَالَ مُوْسٰی لَا فَأَوْحَى اللّٰهُ عَزَّ وَجَلَّ إِلٰی مُوْسٰی بَلٰی عَبْدُنَا خَضِرٌ فَسَأَلَ مُوْسَى السَّبِيْلَ إِلَيْهِ فَجَعَلَ اللّٰهُ لَهُ الْحُوْتَ اٰيَةً وَقِيْلَ لَهٗ إِذَا فَقَدْتَّ الْحُوْتَ فَارْجِعْ فَإِنَّكَ سَتَلْقَاهُ

٧٢۔ ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ وہ اور حر بن قیس دونوں آپس میں موسیٰ علیہ السلام کے ساتھ میں جھگڑے ابن عباس رضی اللہ عنہما نے کہا کہ وہ خضر علیہ السلام ہے پس گزرا ان کے پاس سے ابی بن کعب رضی اللہ عنہ سو ابن عباس رضی اللہ عنہما نے اس کو بلایا اور کہا کہ میں نے اور میرے اس ساتھی نے آپس میں جھگڑا کیا ہے موسیٰ علیہ السلام کے ساتھی کے باب میں جس کی ملاقات کے واسطے موسیٰ علیہ السلام نے راستہ پوچھا کیا نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو تم نے اس کا ذکر کرتے سنا ہے ابی بن کعب نے کہا ہاں میں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو سنا ہے کہ آپ فرماتے ہیں جس حالت میں کہ موسیٰ علیہ السلام بنی اسرائیل کی ایک جماعت میں تھے ناگہاں اس کے پاس ایک مرد آیا سو اس نے آ کر کہا کیا آپ کو کوئی ایسا شخص معلوم ہے جو آپ سے زیادہ علم رکھتا ہو یعنی موسیٰ علیہ السلام نے کہا نہیں یعنی مجھے کوئی ایسا شخص معلوم نہیں سو اللہ نے موسیٰ علیہ السلام کو حکم بھیجا کہ ہاں ہمارا ایک بندہ خضر علیہ السلام ہے پس موسیٰ علیہ السلام نے اس کی طرف جانے کا راستہ پوچھا پس گردانا اللہ نے اس کے واسطے مچھلی کو نشانی یعنی ایک مچھلی کو بھون کر اپنے ساتھ لے اور کہا گیا اُس کو کہ جب تو مچھلی کو گم کرے اور تجھ سے چھوٹ جائے تو پلٹ آ ؤ پس بے شک تو اس کو ملے گا (پس روانہ ہوئے اور مچھلی کو بھون کر زنبیل میں رکھ لیا اور ساتھ اپنے خادم یوشع کو بھی لے چلے) پس تھے

وَكَانَ يَتَّبِعُ أَثَرَ الْحُوتِ فِي الْبَحْرِ فَقَالَ لِمُوسٰى فَتَاهُ أَرَأَيْتَ إِذْ أَوَيْنَا إِلَى الصَّخْرَةِ فَإِنِّي نَسِيتُ الْحُوتَ وَمَا أَنْسَانِيهِ إِلَّا الشَّيْطَانُ أَنْ أَذْكُرَهُ قَالَ ذٰلِكَ مَا كُنَّا نَبْغِ فَارْتَدَّا عَلٰى اٰثَارِهِمَا قَصَصًا فَوَجَدَا خَضِرًا فَكَانَ مِنْ شَأْنِهِمَا الَّذِيْ قَصَّ اللّٰهُ عَزَّ وَجَلَّ فِيْ كِتَابِهٖ.

پیروی کرتے مچھلی کی نشانی کی دریا میں یعنی موافق وعدہ اللہ کے اس کے گم ہونے کی انتظاری کرتے تھے کہ کب گم ہوتی ہے (سو چلے گئے یہاں تک کہ جب سنگم پتھر کے پاس آئے تو دونوں سر ٹیک کر سو گئے اور وہ مچھلی آب حیات کی تاثیر سے زندہ ہو کر دریا میں کود پڑی اس وقت یوشع جاگتے تھے جب موسیٰ علیہ السلام جاگے تو وہ مچھلی کا قصہ ان سے کہنا بھول گئے اور وہاں سے جب ایک رات اور دن چلے تو موسیٰ علیہ السلام نے اپنے خادم سے کہا ہم کو کھانا دو ہم نے اس سفر میں بہت تکلیف پائی ہے) سو موسیٰ علیہ السلام سے ان کے خادم نے کہا یہ تو بتلایئے کہ جب ہم آئے تھے پتھر کے پاس سو میں بھول گیا مچھلی کا قصہ کہنا اور نہیں بھولایا مجھ کو مچھلی کی یاد سے مگر شیطان نے سو موسیٰ علیہ السلام نے کہا یہی تو ہم چاہتے تھے پھر الٹے قدموں پر پلٹے قدم پر قدم ڈالتے سو پایا انہوں نے خضر علیہ السلام کو پس ان کا قصہ وہی ہوا جس کو اللہ نے اپنی کتاب میں بیان فرمایا۔

فائدہ: پورا قصہ حضرت موسیٰ علیہ السلام وخضر علیہ السلام کا قرآن وحدیث میں یوں آیا ہے کہ وہ دونوں قدم پر قدم ڈالتے الٹے پھرے یہاں تک کہ پتھر کے پاس پہنچے تو اچانک وہاں دیکھا کہ ایک مرد ہے کپڑے سے لپٹے ہوئے پھر سلام کیا اس کو موسیٰ علیہ السلام نے سو خضر علیہ السلام نے کہا کہ تیرے ملک میں سلام کہاں یعنی اس ملک میں سلام کی رسم نہیں تو نے سلام کیونکر کیا موسیٰ علیہ السلام نے کہا کہ ہاں میں تیرے پاس آیا ہوں کہ مجھ کو تو سکھلائے جو اللہ نے تجھ کو علم سکھایا ہے خضر علیہ السلام نے کہا کہ بے شک تو میرے ساتھ نہ ٹھہر سکے گا اے موسیٰ اللہ کے بے شمار علم سے مجھ کو ایک علم سے اللہ نے سکھایا ہے کہ تو اس علم کو نہیں جانتا ہے اور تجھ کو اللہ کے علم سے ایک علم ہے تجھ کو اللہ نے سکھایا ہے کہ میں اس کو نہیں جانتا پھر موسیٰ علیہ السلام نے کہا کہ اگر اللہ نے چاہا تو مجھ کو تو ثابت قدم پائے گا۔ میں تیرے حکم کے برخلاف نہ کروں گا پھر خضر علیہ السلام نے اسے کہا کہ اگر میری پیروی کرتا ہے تو مجھ کو کوئی بات نہ پوچھو جب تک کہ میں خود اس کا ذکر نہ کروں پھر دونوں روانہ ہوئے کنارے کنارے دریا کے چلے جاتے تھے سو ادھر سے ایک ناؤ گزری تو ناؤ والوں سے تینوں آدمی کے چڑھانے کی بات چیت کی سو وہ پہچان گئے کہ خضر علیہ السلام کو وہ بدون کرایہ لیے چڑھا لے گئے پھر جب دونوں ناؤ پر سوار ہوئے تو کچھ دیر نہ لگی تھی کہ خضر علیہ السلام نے بسولے سے ناؤ کا ایک تختہ نکال دیا موسیٰ علیہ السلام نے ان سے کہا کہ ان لوگوں

نے ہم کو بے کرایہ چڑھالیا تو نے ان کی ناؤ کو قصد کر کے پھاڑ ڈالا تا کہ لوگوں کو ڈبو دے البتہ عجیب بات تجھ سے ہوئی خضر علیہ السلام نے کہا میں نے تجھ سے نہ کہا تھا کہ بے شک تو میرے ساتھ نہ رہ سکے گا موسیٰ علیہ السلام نے کہا مجھ کو میری بھول چوک پر نہ پکڑ اور مجھ پر مشکل نہ ڈال یعنی میں نے بھول سے کیا ہے مجھ کو معاف کیجئے تنگ نہ پکڑیئے حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ پہلی بار کا پوچھنا موسیٰ علیہ السلام کا بھولے سے ہوا حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ایک چڑا آیا سو ناؤ کے کنارے پر بیٹھا پھر اس نے چونچ ڈبوئی دریا میں ایک بار سو خضر علیہ السلام نے موسیٰ علیہ السلام سے کہا نہیں میرا علم اور تیرا علم اللہ کے علم کے آگے مگر اس کے برابر جتنا اس چڑے نے دریا سے پانی گھٹایا یعنی اللہ کا علم مثل سمندر کی ہے اور ہمارا تمہارا علم قطرے کے برابر جتنا چڑیا نے اپنی چونچ میں اٹھایا پھر دونوں ناؤ سے نکلے سو جس حال میں کہ وہ دریا کے کنارے پر چلے جاتے تھے کہ یکا یک خضر علیہ السلام نے ایک لڑکے کو دیکھا کہ لڑکوں کے ساتھ کھیل رہا ہے سو خضر علیہ السلام نے اس لڑکے کو اپنے ہاتھ سے پکڑ لیا پھر اس کا سر اپنے ہاتھ سے اکھاڑ ڈالا اور اس کو مار ڈالا سو موسیٰ علیہ السلام نے کہا کیا تو نے مار ڈالا معصوم جان کو بدون بدلے جان کے یعنی اس نے کسی کا خون نہیں کیا جس کے بدلے میں تو اس کو مارتا البتہ تجھ سے یہ بہت برا کام ہوا خضر علیہ السلام نے کہا بھلا تجھ سے میں نے نہ کہا تھا کہ تو میرے ساتھ نہ ٹھہر سکے گا حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ دوسرا سوال پہلے سے بہت کڑا ہے موسیٰ نے کہا کہ اگر اب میں تجھ سے کوئی بات پوچھوں اس کے بعد تو مجھ کو اپنے ساتھ نہ رکھو تو میرا عذر بہت مانا ہے پھر دونوں چلے یہاں تک کہ ایک بستی والوں کے پاس پہنچے ان لوگوں سے کھانا مانگا انہوں نے کھانا نہ دیا سو دونوں نے ایک دیوار کو پایا کہ گرنا چاہتی تھی سو خضر علیہ السلام نے اپنے ہاتھ سے اس کی طرف اشارہ کیا سو اس کو سیدھا کھڑا کر دیا تو موسیٰ علیہ السلام نے کہا کہ یہ قوم ہیں کہ ہم ان کے پاس آئے سو انہوں نے ہم کو کھانا نہ کھلایا اگر تو دیوار سدھار کرنے کی مزدوری لیتا خضر علیہ السلام نے کہا اسی وقت میرے اور تیرے درمیان جدائی ہے سو اب میں بتلاؤں گا بھید ان تینوں باتوں کا جن پر تو صبر نہ کر سکا۔ پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ہمارے جی نے چاہا کہ اگر موسیٰ علیہ السلام صبر کرتے تو بہت قصہ ان کا ہم کو معلوم ہوتا اور اللہ کے کاموں کی حکمتیں بہت لوگوں کو معلوم ہوتیں پھر حضرت خضر علیہ السلام نے موسیٰ علیہ السلام سے کہا کہ ناؤ کا حال تو یہ ہے کہ وہ ناؤ محتاج لوگوں کی تھی کہ دریا میں محنت کر کے اس کے کرایہ سے اپنی اوقات بسر کرتے تھے سو میں نے چاہا کہ اس میں عیب لگا دوں اس واسطے کہ وہاں ایک ظالم بادشاہ تھا کہ درست ناؤ کو زبردستی سے چھین لیتا تھا تو اب اس کو ناقص جان کر نہ لے گا اور لڑکا مارنے کا سبب یہ ہے کہ وہ لڑکا پیدائشی کافر تھا اور اس کے ماں باپ ایماندار تھے سو ہم ڈرے کہ کہیں ان بیچاروں کو اپنے کفر سے بلا میں نہ ڈالے سو ہم نے چاہا کہ اللہ اس کے بدلے اُس سے اچھا نیک بیٹا ان کو دے گا اور دیوار کا قصہ یہ ہے کہ وہ دیوار دو یتیم لڑکوں کی تھی اور اس کے نیچے بہت سامان تھا اور ان کا باپ نیک آدمی تھا سو اللہ نے چاہا کہ وہ جب اپنی جوانی کو پہنچیں تو اس مال کو نکال کر اپنے خرچ میں لائیں اگر ابھی دیوار گر پڑتی تو اور لوگ اس مال کو لے جاتے اور یہ کام

میں نے اپنی طرف سے نہیں کیا یعنی اللہ کے حکم سے کیا ہے مجھ کو اس میں کچھ دخل نہیں اور آئندہ بھی یہ قصہ بخاری میں کئی جگہ آئے گا۔

فائدہ: یہ جو کہا کہ ابن عباس رضی اللہ عنہما اور حر بن قیس موسیٰ علیہ السلام کے ساتھی میں جھگڑے تو یہ جھگڑا سوائے اس جھگڑے کے ہے جو واقع ہوا درمیان سعید بن جبیر اور نوف بکالی کے اس واسطے کہ یہ جھگڑا موسیٰ علیہ السلام کے ساتھی کے حق میں ہے کہ کیا وہ خضر ہے یا کوئی اور وہ موسیٰ کے حق میں ہے کہ کیا وہ موسیٰ بن عمران ہے جس پر تورات اتری یا موسیٰ بن میشا ہے اور کہتے ہیں کہ خضر علیہ السلام کا نام بلیا ہے اور احادیث الانبیاء میں آئندہ آئے گا کہ اُس کا لقب خضر کس واسطے پڑا اور نقل خلاف کی اس کی نسبت میں اور کیا وہ رسول ہے یا نبی فقط یا فرشتہ ہے یا ولی ہے فقط اور کیا وہ باقی ہے یا مر گیا ہے اور اللہ نے اس کی طرف وحی کی کہ مطلق نفی نہ کر بلکہ کہہ خضر ہے اور یہ جو کہا کہ یہ تو ہم چاہتے تھے یعنی اس واسطے کہ مچھلی کا گم ہونا نشانی ٹھہرایا گیا تھا اوپر اس جگہ کے کہ اس میں خضر ہے اور اس حدیث سے معلوم ہوا کہ جائز ہے جھگڑا علم میں جب کہ ہو بغیر طعنے کے اور رجوع کرنا طرف اہل علم کے وقت تنازع کے اور عمل ساتھ خبر واحد صدوق کے اور سوار ہونا دریا میں واسطے طلب علم کے بلکہ بیچ طلب کرنے کثرت کے اس سے اور جواز اٹھانے خرچ کا سفر میں اور لازم پکڑنا تواضع کا ہر حال میں اور اسی واسطے حرص کی موسیٰ علیہ السلام نے اوپر ملاقات خضر علیہ السلام کے اور واسطے سیکھنے علم کے اس سے واسطے تعلیم کرنے اپنی قوم کے یہ کہ ادب سیکھیں ساتھ اس کے اور واسطے تنبیہ کرنے اس شخص کے جو اپنے تئیں پاک جانے یہ کہ چلے راہ تواضع کے۔ (فتح)

بَابُ قَوْلِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَللّٰهُمَّ عَلِّمْهُ الْكِتَابَ.

باب ہے بیان میں قول نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے اے اللہ سکھا دے تو اس کو کتاب یعنی قرآن۔

فائدہ: مقصود اس باب سے یہ ہے کہ یہ دعا حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ابن عباس رضی اللہ عنہما کے ساتھ خاص نہیں۔

٧٣ ـ حَدَّثَنَا اَبُوْ مَعْمَرٍ قَالَ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْوَارِثِ قَالَ حَدَّثَنَا خَالِدٌ عَنْ عِكْرِمَةَ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ ضَمَّنِيْ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَقَالَ اَللّٰهُمَّ عَلِّمْهُ الْكِتَابَ.

٧٣۔ ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھ کو اپنے سینے سے لگایا اور فرمایا کہ اے اللہ اس کو قرآن کا علم دے۔

فائدہ: یہ جو کہا کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھ کو اپنے سینے سے لگایا تو مستفاد ہوتا ہے اس سے جواز لگانے لڑکے قریب کا سینے سے بطور شفقت کے اور یہ جو کہا کہ الٰہی اس کو کتاب سکھا تو مراد ساتھ اس کے قرآن ہے اس واسطے کہ عرف شرعی اسی پر ہے اور مراد ساتھ تعلیم کے وہ چیز ہے کہ عام تر ہے اس یاد کرنے سے اور غور کرنے سے بیچ اس کے اور ایک روایت میں کتاب کے بدلے لفظ حکمت کی واقع ہوئی ہے اور حکمت کے ساتھ بھی قرآن مراد ہے اور ایک روایت

میں ہے کہ ابن عباس رضی اللہ عنہما نے کہا کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے میرے واسطے دعا کی اور میرے ماتھے پر ہاتھ پھیرا اور کہا کہ الٰہی اس کو حکمت اور تاویل کتاب کی اور یہ دعا حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ابن عباس رضی اللہ عنہما کے حق میں اس قبیل سے ہے کہ تحقیق ہوا قبول ہونا اس کا واسطے اس چیز کے کہ معلوم ہوئی ہے ابن عباس رضی اللہ عنہما کے حال سے بیچ معرفت تفسیر اور فقہ فی الدین کے اور اختلاف کیا ہے شارحین نے کہ حکمت سے اس جگہ کیا مراد ہے سو بعض کہتے ہیں کہ قرآن ہے کما تقدم اور بعض کہتے ہیں کہ عمل کرنا ساتھ اس کے اور بعض کہتے ہیں کہ سنت ہے اور بعض کہتے ہیں کہ اصابت ہے قول میں اور بعض کہتے ہیں کہ خوف ہے اور بعض کہتے ہیں کہ فہم ہے اللہ کی طرف سے اور بعض کہتے ہیں کہ ایک نور ہے کہ فرق کیا جاتا ہے ساتھ اس کے درمیان الہام اور سوا اس کے اور قریب تر ہے کہ مراد ساتھ اس کے ابن عباس رضی اللہ عنہما کی حدیث میں فہم ہے قرآن میں اور اس کا زیادہ بیان مناقب میں آئے گا۔ (فتح)

بَابُ مَتٰی یَصِحُّ سَمَاعُ الصَّغِیْرِ.

چھوٹے بچے کی روایت کب معتبر ہوتی ہے اور اس کا سماع کس وقت صحیح ہوتا ہے؟۔

فائدہ: مقصود ساتھ اس باب کے استدلال کرنا ہے اس پر کہ بالغ ہونا نہیں ہے شرط روایت کے اٹھانے میں اور کرمانی نے کہا کہ معنی صحت کے اس جگہ جواز قبول روایت اس کی کا ہے جو سنے حالت عدم بلوغ میں میں کہتا ہوں کہ یہ تفسیر واسطے ثمرے صحت کے ہے نہ واسطے نفس صحت کے اور اشارہ کیا ہے بخاری نے طرف اختلاف کی کہ واقع ہوا ہے درمیان احمد بن حنبل اور یحییٰ بن معین کے یحییٰ نے کہا کہ کم تر عمر روایت اٹھانے کی پندرہ برس ہیں کہ ابن عمر رضی اللہ عنہما اُحد کے دن پھیرے گئے اس واسطے کہ بالغ نہیں ہوئے تھے تو یہ بات احمد کو پہنچی پس کہا بلکہ جب سمجھے اس چیز کو کہ سنے اور سوائے اس کے نہیں کہ ابن عمر رضی اللہ عنہما کا قصہ قتال کے باب میں پھر وارد کیں خطیب نے کئی چیزیں اس قسم سے کہ یاد رکھا ہے اس کو ایک جماعت نے اصحاب سے اور جو ان کے بعد ہیں بالغ ہونے سے پہلے اور حدیث بیان ساتھ اُس کے بعد اس کے اور وہ روایت اُن سے قبول ہوئی اور یہی ہے معتمد اور جو ابن معین نے کہا ہے اگر مراد ساتھ اس کے تحدید ابتدا طلب کی ہے بنفسہ تو اس کی وجہ ہوسکتی ہے اور اگر مراد رد کرنا اس شخص کی حدیث کا ہے جو اتفاقاً سنے یا قصد کے ساتھ سنے اور حالانکہ وہ نابالغ ہو تو نہیں اور ابن عبدالبر نے کہا کہ اس کے قبول ہونے پر سب کا اتفاق ہے اور اس میں دلیل ہے اس پر کہ مراد ابن معین کی پہلے معنی ہیں اور حجت پکڑی ہے اوزعی نے واسطے اس کے ساتھ اس حدیث کے مروھم بالصلوٰۃ لسبع یعنی حکم کرو ان کو نماز کا سات برس کی عمر میں۔ (فتح)

۷۴۔ حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيْلُ بْنُ أَبِیْ أُوَيْسٍ قَالَ حَدَّثَنِیْ مَالِكٌ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ عَنْ عُبَيْدِ اللّٰهِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عُتْبَةَ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ

۷۴۔ ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ میں گدھی پر سوار ہو کر آیا یعنی حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس اور حالانکہ میں بلوغت کے قریب پہنچا ہوا تھا یعنی میں ابھی تک بالغ نہیں ہوا تھا اور رسول

عَبَّاسٍ قَالَ اَقْبَلْتُ رَاكِبًا عَلٰى حِمَارٍ اَتَانٍ وَاَنَا يَوْمَئِذٍ قَدْ نَاهَزْتُ الْاِحْتِلَامَ وَرَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُصَلِّيْ بِمِنًى اِلٰى غَيْرِ جِدَارٍ فَمَرَرْتُ بَيْنَ يَدَيْ بَعْضِ الصَّفِّ وَاَرْسَلْتُ الْاَتَانَ تَرْتَعُ فَدَخَلْتُ فِي الصَّفِّ فَلَمْ يُنْكِرْ ذٰلِكَ عَلَيَّ.

اللہ ﷺ منی میں بے سترہ کے نماز پڑھ رہے تھے پس گزرا میں بعض صف کے آگے سے اور گدہی کو میں نے چھوڑ دیا اور وہ چرنے لگی اور میں صف میں داخل ہوگیا سو حضرت ﷺ نے مجھ پر انکار نہیں کیا یعنی میں بھی بعض صفوں کے آگے سے گزر گیا اور گدھی بھی گزری سو حضرت ﷺ نے مجھ کو اس سے منع نہیں فرمایا (پس معلوم ہوا کہ لڑکے اور گدھے کے گزرنے سے نماز نہیں ٹوٹتی)۔

فائدہ: اس حدیث سے معلوم ہوا کہ نابالغ لڑکے کی روایت مقبول ہے اس لیے کہ ابن عباس رضی اللہ عنہما نے اس معاملے کو بلوغ سے پہلے دیکھ کر روایت کی ہے اس وقت وہ بالغ نہیں تھے حالانکہ سب لوگوں نے ان کی اس روایت کو قبول کرلیا ہے پس معلوم ہوا کہ چھوٹے لڑکے کا سماع معتبر ہے جب کہ بعد بلوغ کے اس کو روایت کرے پس مطابقت ترجمہ سے ظاہر ہے یہ جو کہا کہ اِلٰى غَيْرِ جِدَارٍ تو مراد ہے کہ آپ کے آگے سترہ کوئی نہ تھا کہا ہے اس کو شافعی نے اور سیاق کلام کا بھی اس پر دلالت کرتا ہے اس واسطے کہ ابن عباس رضی اللہ عنہما نے وارد کیا ہے اس کو استدلال کی جگہ میں اس پر کہ نمازی کے آگے سے گزرنا نماز کو قطع نہیں کرتا اور تائید کرتی ہے اس کی روایت بزار کی کہ حضرت ﷺ فرض نماز پڑھتے تھے نہ طرف کسی چیز کی کہ آپ کو پردہ کرے اور یہ جو کہا کہ بعض الصف تو احتمال ہے کہ مراد ایک صف ہو صفوں سے اور احتمال ہے کہ مراد بعض ہو ایک صف سے اور یہ جو کہا کہ کسی نے مجھ پر انکار نہیں کیا تو اس میں جواز تقدیم مصلحت راجحہ کا ہے اوپر مفسدی ہلکے کی اس واسطے کہ گزرنا مفسدہ خفیف ہے اور نماز میں داخل ہونا مصلحت راجح ہے اور استدلال کیا ہے ابن عباس رضی اللہ عنہما نے اوپر جواز کے ساتھ نہ انکار کرنے کے واسطے نہ ہونے موانع کے اس وقت اور یہ نہیں کہا جاتا کہ منع کیا ان کو انکار سے مشغول ہونے ان کے نے ساتھ نماز کے اس واسطے کہ اس نے مطلق انکار کی نفی کی ہے پس شامل ہوگی اس چیز کو کہ نماز کے بعد ہے اور نیز انکار تو اشارے سے بھی ممکن ہے اور اس میں بیان اُس چیز کا ہے کہ باب باندھا ہے بخاری نے واسطے اس کے کہ روایت کے اٹھانے میں نہیں شرط ہے کمال ہونا اہلیت کا اور سوائے اس کے نہیں کہ شرط ہے اس میں کمال ہونا اہلیت کا وقت ادا کے اور لاحق ہوتا ہے ساتھ لڑکے کے اس میں غلام اور فاسق اور کافر اور قائم ہوئی حکایت ابن عباس رضی اللہ عنہما کی حضرت ﷺ کے فعل اور تقریر کو مقام حکایت قول آپ کے کی اس واسطے کہ نہیں فرق ہے درمیان تینوں امروں کے بیچ شرطوں ادا کے پس اگر کہا جائے کہ قید کرنا ساتھ صبی اور صغیر کے ترجمہ میں نہیں مطابق ہے ابن عباس رضی اللہ عنہما کی حدیث کو کرمانی نے جواب دیا ہے کہ مراد ساتھ صغیر کے غیر بالغ ہے اور ذکر صبی کا ساتھ اس کے واسطے توضیح کے ہے اور احتمال ہے کہ لفظ صغیر کی محمود کے قصے کے ساتھ متعلق

ہو اور لفظ صبی کی دونوں کے ساتھ متعلق ہو۔ (فتح)

٧٥ ۔ حَدَّثَنِي مُحَمَّدُ بْنُ يُوسُفَ قَالَ حَدَّثَنَا أَبُوْ مُسْهِرٍ قَالَ حَدَّثَنِي مُحَمَّدُ بْنُ حَرْبٍ حَدَّثَنِي الزُّبَيْدِيُّ عَنِ الزُّهْرِيِّ عَنْ مَحْمُوْدِ بْنِ الرَّبِيْعِ قَالَ عَقَلْتُ مِنَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَجَّةً مَجَّهَا فِيْ وَجْهِيْ وَأَنَا ابْنُ خَمْسِ سِنِيْنَ مِنْ دَلْوٍ.

٧٥۔ محمود بن الربیع سے روایت ہے کہ میں یاد رکھتا ہوں نبی ﷺ کی اُس کلی کو جس کو آپ نے ڈول سے میرے منہ میں مارا تھا اور میں اس وقت پانچ برس کا تھا۔

فائدہ: علماء نے اس حدیث سے دلیل پکڑی ہے منہ پر تھوک ڈالنے کے جائز ہونے میں اور اوپر پاک ہونے تھوک کے پس معلوم ہوا کہ پانچ برس کے لڑکے کی روایت کو انہوں نے قبول کرلیا ہے پس ثابت ہوگیا کہ پانچ برس کے لڑکے کی روایت اور ساعت صحیح ہے اور یہی وجہ مطابقت کی ترجمہ سے ہے اور یہ جو کہا کہ حضرت ﷺ نے میرے منہ میں کلی ماری تو یہ یا تو خوش طبعی ہے ساتھ اس کے اور یا اس واسطے کہ برکت ہو اوپر اس کے جیسا کہ تھا آپ کی شان سے ساتھ اولاد اصحاب رضی اللہ عنہم کے اور ایک روایت میں ہے کہ محمود نے کہا کہ انتقال ہوا حضرت ﷺ کا اور حالانکہ میں پانچ برس کا تھا تو اس روایت سے معلوم ہوا کہ یہ واقعہ جس کو محمود نے یاد رکھا ہے حضرت ﷺ کی زندگی سے اخیر سال میں تھا اور مہلب نے بخاری پر اعتراض کیا ہے کہ اُس نے ابن زبیر کے قصے کو کیوں نہیں نقل کیا اس میں ہے کہ اس نے تین برس کی عمر میں اپنے والد کو دیکھا اور اس کے ساتھ گفتگو کی تو اس کا جواب یہ ہے کہ مراد بخاری کی نقل کرنا پیغمبر ﷺ کی سنتوں کا ہے اور محمود نے نقل کیا سنت مقصورہ کو کہ حضرت ﷺ نے اُس کے منہ میں کلی ماری بلکہ اس کی روایت میں فائدہ شرعیہ ہے جو ثابت کرتا ہے ہونے اس کے کو صحابی اور اوپر قصہ ابن زبیر کا پس نہیں اس میں نقل کرنا کسی سنت کا پیغمبر ﷺ کی سنتوں سے تاکہ اس باب میں داخل ہو اور بعض کہتے ہیں کہ لفظ سماع کی جو ترجمہ میں مذکور ہے تو مراد ساتھ اُس کے سماع ہے یا جو اس کے قائم مقام ہوتا ہے نقل فعل سے یا تقریر سے اور اس حدیث میں اور بھی کئی فائدے ہیں سوائے اس کے جو پہلے گزرا جواز حاضر کرنا لڑکوں کا حدیث کی مجلس میں اور ملاقات کرنے امام کے اپنے ساتھیوں سے اُن کے گھروں میں اور اُن کے لڑکوں سے خوش طبعی کرنی اور استدلال کیا ہے ساتھ اس کے بعض نے اوپر سنانے اس شخص کے جو وہ پانچ برس کا اور جو اس سے کم ہو اور اس کے واسطے حضور لکھا جائے اور نہیں حدیث میں اور نہ بخاری کے باب باندھنے میں وہ چیز جو اس پر دلالت کرے بلکہ وہ چیز کہ لائق ہے اس میں اعتبار فہم کا ہے سو جس نے خطاب کو سمجھا اس نے سنا اگرچہ پانچ برس سے کم ہو اور نہیں تو نہیں اور ابن رشید نے کہا کہ ظاہر یہ ہے کہ مراد اُن کی ساتھ معین کرنے پانچ برس کے یہ ہے کہ وہ جگہ گمان کی ہے واسطے اس

کے نہ یہ کہ پہنچنا اس کا شرط ہے کہ لابد ہے تحقیق ہونا اس کا اور قریب ہے اس سے ضبط کرنا فقہاء کا تمیز کی عمر کو ساتھ چھ یا سات برس کے اور ترجیح اُس کو ہے کہ وہ جگہ گمان کی ہے نہ تحدید اور خطیب نے ابو عاصم سے روایت کی ہے کہ میں اپنے بیٹے کو ابن جریج کے پاس لے گیا اس حال میں کہ میرا بیٹا تین برس کا تھا تو ابن جریج نے اس سے حدیث بیان کی ابو عاصم نے کہا کہ نہیں ڈر ہے ساتھ سکھانے قرآن او رحدیث کے لڑکے کو اور وہ اس عمر میں ہو یعنی جبکہ سمجھتا ہو اور یہ قوی دلیل ہے اس پر کہ مرجع اس میں طرف فہم کی ہے پس مختلف ہوگا ساتھ اختلاف اشخاص کے اور قصہ ابو بکر مقری حافظ کا بیچ سنانے اس کے کی واسطے چار برس کے لڑکے کی بعد اس کے کہ امتحان کیا اُس کو ساتھ حفظ ہونے ایک سورت کے قرآن سے مشہور ہے۔ (فتح)

بَابُ الْخُرُوْجِ فِیْ طَلَبِ الْعِلْمِ وَرَحَلَ جَابِرُ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ مَسِيْرَةَ شَهْرٍ إِلٰى عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ أُنَيْسٍ فِیْ حَدِيْثٍ وَاحِدٍ.

علم سیکھنے کے واسطے باہر نکلنا یعنی سفر کرنا اور جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ فقط ایک حدیث کے سیکھنے کے واسطے ایک مہینے کے راہ کا سفر کر کے عبداللہ بن انیس رضی اللہ عنہ کے پاس گئے

فائدہ: یہ حدیث ہے کہ روایت کیا ہے اس کو بخاری نے ادب مفرد میں عبداللہ بن محمد سے کہ اُس نے جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ سے سنا کہتا تھا کہ پہنچی مجھ کو ایک مرد سے حدیث جو اس نے اس کو حضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا تھا سو میں نے اونٹ خریدا پھر میں نے اس پر پالان ڈالا تو میں ایک مہینہ اس کی طرف چلا یہاں تک کہ میں شام میں آیا تو ناگہاں وہ عبداللہ بن انیس رضی اللہ عنہ تھے تو میں نے دربان سے کہا کہ اس کو کہو کہ جابر رضی اللہ عنہ دروازے پر کھڑا ہے تو اس نے کہا کہ عبداللہ رضی اللہ عنہ کا بیٹا میں نے کہا ہاں تو وہ باہر نکلے اور مجھ کو گلے لگایا تو میں نے کہا کہ ایک حدیث ہے جو مجھ کو تجھ سے پہنچی ہے کہ تو نے اس کو حضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے میں ڈرا کہ اس کے سننے سے پہلے مرجاؤں تو عبداللہ بن انیس رضی اللہ عنہ نے کہا کہ میں نے حضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا فرماتے تھے کہ جمع کئے جائیں گے لوگ قیامت کے دن ننگے بدن اور ایک روایت میں ہے کہ جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ ایک حدیث کے واسطے مصر میں گئے اور ایک روایت میں ہے کہ ایک صحابی نے کوچ کیا طرف فضالہ بن عبید رضی اللہ عنہ کی اور وہ مصر میں تھا ایک حدیث میں اور عبید بن علی سے روایت ہے کہ پہنچی مجھ کو ایک حدیث نزدیک علی کے تو میں ڈرا کہ اگر وہ مرگیا تو میں اس کو کسی کے پاس نہ جاؤں گا سو میں نے کوچ کیا یہاں تک کہ میں اس کے پاس عراق میں گیا اور شعبی نے کہا ایک مسئلے میں کہ بے شک مرد البتہ تھا کوچ کرتا اس چیز میں کہ اُس سے کم ہے طرف مدینے کی اور سعید بن مسیب سے روایت ہے کہ میں کئی دن رات ایک حدیث کی طلب میں کوچ کرتا تھا اور تلاش سے اس قسم کے بہت اقوال معلوم ہوتے ہیں اور جابر رضی اللہ عنہ کی حدیث میں دلیل ہے اوپر طلب علو اسناد کے اس واسطے کہ پہنچی اس کو حدیث عبداللہ بن انیس رضی اللہ عنہ سے سو نہ قناعت کی اس نے ساتھ اس کے یہاں تک کہ کوچ کیا اور اُس سے بلا واسطہ حدیث لی اور ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے آئندہ آئے گا کہ اگر میں کسی کو جانتا کہ

مجھ سے قرآن کو خوب جانتا ہے تو البتہ میں اس کی طرف کوچ کرتا اور ابوالعالیہ سے روایت ہے کہ ہم حضرت ﷺ کے اصحاب سے سنتے تھے پس نہیں راضی ہوتے تھے ہم یہاں تک کہ اصحاب کی طرف کوچ کرتے اور بغیر واسطہ کے اُن سے سنتے اور کسی نے امام احمد رحمۃ اللہ علیہ سے کہا کہ ایک مرد علم کو طلب کرتا ہے لازم پکڑے ایک مرد کو کہ اس کے پاس بہت علم ہے یا کوچ کرے۔ امام احمد رحمۃ اللہ علیہ نے کہا کہ کوچ کرے شہروں کے عالموں سے حدیثیں لکھے اور ان سے سیکھے اور اس میں بیان ہے اس چیز کا کہ تھے اُس پر اصحاب حرص سے اوپر حاصل کرنے حدیثوں کے اور اس میں جواز گلے لگانے والے کا ہے جس جگہ کہ نہ حاصل ہو شک اور یہ جو ابن عباس رضی اللہ عنہما نے کہا کہ میں اور میرے اس ساتھی نے جھگڑا کیا۔ الخ۔ تو اس حدیث میں فضیلت ہے زیادہ سیکھنے علم کے اگرچہ حاصل ہو ساتھ مشقت سفر کے اور فروتنی کرنے بڑے کے واسطے اس شخص کے اس سے سیکھتا ہے اور وجہ دلالت کی اس سے قول اللہ تعالیٰ سے ہے واسطے نبی ﷺ اپنے کے ﴿أُولَئِكَ الَّذِينَ هَدَى اللّٰهُ فَبِهُدَاهُمُ اقْتَدِهْ﴾ اور موسیٰ علیہ السلام بھی ان میں سے ہے پس داخل ہوگی امت پیغمبر ﷺ کی تلے اس امر کے مگر اس چیز میں کہ ثابت ہو چکا ہے منسوخ ہونا اس کا۔ (فتح)

٧٦ ـ حَدَّثَنَا أَبُو الْقَاسِمِ خَالِدُ بْنُ خَلِيٍّ قَاضِيْ حِمْصَ قَالَ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ حَرْبٍ قَالَ حَدَّثَنَا الْأَوْزَاعِيُّ أَخْبَرَنَا الزُّهْرِيُّ عَنْ عُبَيْدِ اللّٰهِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عُتْبَةَ بْنِ مَسْعُوْدٍ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ أَنَّهُ تَمَارٰى هُوَ وَالْحُرُّ بْنُ قَيْسِ بْنِ حِصْنِ الْفَزَارِيُّ فِيْ صَاحِبِ مُوْسٰى فَمَرَّ بِهِمَا أُبَيُّ بْنُ كَعْبٍ فَدَعَاهُ ابْنُ عَبَّاسٍ فَقَالَ إِنِّيْ تَمَارَيْتُ أَنَا وَصَاحِبِيْ هٰذَا فِيْ صَاحِبِ مُوْسٰى الَّذِيْ سَأَلَ السَّبِيْلَ إِلٰى لُقِيِّهٖ هَلْ سَمِعْتَ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَذْكُرُ شَأْنَهُ فَقَالَ أُبَيٌّ نَعَمْ سَمِعْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَذْكُرُ شَأْنَهُ يَقُوْلُ بَيْنَمَا مُوْسٰى فِيْ مَلَإٍ مِّنْ بَنِيْ إِسْرَآئِيْلَ إِذْ جَآءَهُ رَجُلٌ فَقَالَ أَتَعْلَمُ أَحَدًا أَعْلَمَ مِنْكَ قَالَ مُوْسٰى لَا

٧٦۔ ترجمہ اس کا خضر علیہ السلام اور موسیٰ علیہ السلام کے قصہ میں ابھی گزر چکا ہے۔

فَأَوْحَى اللّٰهُ عَزَّ وَجَلَّ إِلٰى مُوْسٰى بَلٰى عَبْدُنَا خَضِرٌ فَسَأَلَ السَّبِيْلَ إِلٰى لُقِيِّهٖ فَجَعَلَ اللّٰهُ لَهُ الْحُوْتَ اٰيَةً وَقِيْلَ لَهُ إِذَا فَقَدْتَّ الْحُوْتَ فَارْجِعْ فَإِنَّكَ سَتَلْقَاهُ فَكَانَ مُوْسٰى صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ يَتَّبِعُ أَثَرَ الْحُوْتِ فِي الْبَحْرِ فَقَالَ فَتٰى مُوْسٰى لِمُوْسٰى أَرَأَيْتَ إِذْ أَوَيْنَا إِلَى الصَّخْرَةِ فَإِنِّيْ نَسِيْتُ الْحُوْتَ وَمَا أَنْسَانِيْهُ إِلَّا الشَّيْطَانُ أَنْ أَذْكُرَهٗ قَالَ مُوْسٰى ذٰلِكَ مَا كُنَّا نَبْغِ فَارْتَدَّا عَلٰى اٰثَارِهِمَا قَصَصًا فَوَجَدَا خَضِرًا فَكَانَ مِنْ شَأْنِهِمَا مَا قَصَّ اللّٰهُ فِيْ كِتَابِهٖ.

فائدہ: علم کے واسطے سفر کرنے کی اس حدیث سے فضیلت معلوم ہوتی ہے کہ موسیٰ علیہ السلام نے باوجود پیغمبر ہونے کے علم سیکھنے کے واسطے سفر اختیار کیا، پس مطابقت حدیث کے ترجمہ سے ظاہر ہے۔

بَابُ فَضْلِ مَنْ عَلِمَ وَعَلَّمَ.

علم پڑھنے والے اور پڑھانے والے کی فضیلت کا بیان

٧٧ ـ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْعَلَاءِ قَالَ حَدَّثَنَا حَمَّادُ بْنُ أُسَامَةَ عَنْ بُرَيْدِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ عَنْ أَبِيْ بُرْدَةَ عَنْ أَبِيْ مُوْسٰى عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ مَثَلُ مَا بَعَثَنِيَ اللّٰهُ بِهٖ مِنَ الْهُدٰى وَالْعِلْمِ كَمَثَلِ الْغَيْثِ الْكَثِيْرِ أَصَابَ أَرْضًا فَكَانَ مِنْهَا نَقِيَّةٌ قَبِلَتِ الْمَآءَ فَأَنْبَتَتِ الْكَلَأَ وَالْعُشْبَ الْكَثِيْرَ وَكَانَتْ مِنْهَا أَجَادِبُ أَمْسَكَتِ الْمَآءَ فَنَفَعَ اللّٰهُ بِهَا النَّاسَ فَشَرِبُوْا وَسَقَوْا وَزَرَعُوْا وَأَصَابَتْ مِنْهَا طَائِفَةً أُخْرٰى إِنَّمَا هِيَ قِيْعَانٌ لَا تُمْسِكُ مَآءً وَلَا تُنْبِتُ كَلَأً فَذٰلِكَ مَثَلُ مَنْ

۷۷۔ ابو موسیٰ سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ مثال اور کہاوت اُس کی جس کے واسطے اللہ نے مجھ کو اٹھایا ہے رہنمائی اور علم سکھانے کو جیسے کہاوت مینہ پڑنے کی ہے جو پہنچا زمین پر سو اس میں سے جو بہتر قطعہ زمین تھی وہ پانی کو سوک گئی یعنی پی گئی اور گھاس اور بہت سا سبزہ اگایا اور اس زمین سے جو قطعہ کڑی سخت زمین تھی اس نے پانی کو سمیٹ اور جمع کر رکھا (جیسے تالاب اور جھیل) سو اللہ نے اس سے آدمیوں کو نفع پہنچایا پھر آدمیوں نے اس سے پانی پیا اور جانوروں کو پلایا اور کھیتوں کو سینچا اور اس میں سے ایک ٹکڑے زمین کو پانی پہنچا سو وہ چٹیل میدان ہے کہ پانی کو روکے اور نہ گھاس کو اگائے سو یہ مثال ہے اس کو جو اللہ کے دین کو سمجھا اور اللہ نے اس کو

فَقُهَ فِيْ دِيْنِ اللّٰهِ وَنَفَعَهٗ مَا بَعَثَنِيَ اللّٰهُ بِهٖ فَعَلِمَ وَعَلَّمَ وَمَثَلُ مَنْ لَّمْ يَرْفَعْ بِذٰلِكَ رَاْسًا وَلَمْ يَقْبَلْ هُدَى اللّٰهِ الَّذِيْ اُرْسِلْتُ بِهٖ قَالَ اَبُوْ عَبْدِ اللّٰهِ قَالَ إِسْحَاقُ وَكَانَ مِنْهَا طَآئِفَةٌ قَيَّلَتِ الْمَآءَ قَاعٌ يَعْلُوْهُ الْمَآءُ وَالصَّفْصَفُ الْمُسْتَوِيْ مِنَ الْاَرْضِ.

میری پیغمبری سے نفع دیا سو اُس نے علم سیکھا اور غیروں کو سکھایا اور مثال ہے اس کی جس نے ادھر کو سر نہ اٹھایا یعنی علم دین کی طرف کچھ دھیان نہ کیا اور اللہ کی ہدایت کو قبول نہ کیا۔

فائدہ: یعنی پیغمبر ﷺ کے دین اور مینہ کا ایک حال ہے یعنی مانند مینہ کے کہ عام ہوتا ہے اور لوگ اس کی طرف حاجت کے وقت آتے ہیں اور اسی طرح حال ہے لوگوں کا پہلے پیغمبر ہونے آپ کے سے پس جس طرح مینہ مردہ زمین کو زندہ کرتا ہے پس اسی طرح علوم زندہ کرتے ہیں دل مردہ کو پھر تشبیہ دی سامعین کو ساتھ زمین کے پس کہا زمین تین قسم کی ہوتی ہے اور آدمی بھی تین قسم کے ہوتے ہیں ایک قسم زمین کی جو عمدہ ہے اس میں مینہ برسنے سے چارہ سبزہ جمتا ہے اسی طرح جو دانا لوگ ہیں وہ قرآن وحدیث کو خوب سمجھتے ہیں اور نیک کام کرتے ہیں دوسری قسم زمین کی وہ ہے جس میں سبزہ نہیں جمتا لیکن پانی اسمیں جمع رہتا ہے تو ہر چند اس کو خود نفع نہیں لیکن اوروں کو فائدہ ہے اسی طرح بعض آدمی وہ ہیں کہ علم دین ان کو یاد ہے اور غیروں کو اس سے نفع ہوتا ہے اور بہت لوگ اُن کے علم سے ہدایت پاتے ہیں اور نیک عمل کرتے ہیں لیکن وہ عمل نہیں کرتے اور ان کے علم سے ان کی ذات کو فائدہ نہیں ہوتا ہے یعنی نہیں عمل کیا اُس نے ساتھ نوافل اس کے کی یا نہیں سمجھ پیدا کی اس چیز میں کہ اس کو جمع کیا لیکن اس کو غیر کی طرف ادا کر دیا تیسری قسم چٹیل میدان ہے کہ اس میں نہ پانی ٹھہرے نہ سبزہ جمے اسی طرح وہ لوگ ہیں جو علم کو سنتے ہیں سو نہ تو اس کو یاد رکھتے ہیں اور نہ اس کے ساتھ عمل کرتے ہیں اور نہ اس کو غیر کے واسطے نقل کرتے ہیں اور سوائے اس کے نہیں کہ جمع کیا مثال میں درمیان پہلے دونوں گروہوں کے جو محمود ہیں واسطے مشترک ہونے ان کے کی بیچ نفع اٹھانے کے ساتھ اُن کے اور جدا کیا تیسرے گروہ کو جو مذموم ہے واسطے نہ فائدہ پانے کے ساتھ اس کے نہ خود کو نفع ہے نہ غیر کو۔ (فتح)

ت: کہا امام بخاری نے تفسیر میں قاعًا صَفْصَفًا کے کہا کہ قاع اس زمین کو کہتے ہیں کہ جس پر پانی نہ ٹھہرے اور صَفْصَفًا کہتے ہیں برابر ہموار زمین کو۔

بَابُ رَفْعِ الْعِلْمِ وَظُهُوْرِ الْجَهْلِ.

باب ہے بیان میں اٹھ جانے علم کے اور ظاہر ہونے جہل کے۔

فائدہ: مقصود باب کا رغبت دلانا ہے اوپر تعلم علم کے اس واسطے کہ نہیں اٹھایا جائے گا علم مگر ساتھ قبض کرنے عالموں کے کما سیاتی صریحا اور جب تک کہ کوئی علم سیکھنے والا موجود رہے گا تب تک نہ حاصل ہوگا رفع اور تحقیق باب

کی حدیث میں ظاہر ہو چکا ہے کہ علم کا اٹھ جانا قیامت کی نشانیوں سے ہے اور یہ جو ربیعہ نے کہا کہ نہیں لائق ہے واسطے کسی کے الخ۔ تو مراد ربیعہ کی یہ ہے کہ جس میں سمجھ اور قابلیت علم کی ہو نہیں لائق ہے اس کو کہ اپنے نفس کو بے کار چھوڑے اور مشغول ہونے کو چھوڑ دے تا کہ نہ پہنچائے یہ طرف اٹھ جانے علم کی یا مراد اس کی ترغیب ہے علم کے پھیلانے پر اس کے اہل میں تا کہ نہ مر جائے عالم پہلے اس کے پس پہنچائے طرف اٹھ جانے علم کی اور مراد یہ ہے کہ مشہور کرے عالم اپنے تئیں اور در پے ہو واسطے سیکھنے کے اس سے یعنی لوگوں کو رغبت دلائے کہ اس سے علم کو سیکھیں تا کہ نہ ضائع ہو علم اس کا اور بعض کہتے ہیں کہ مراد اس کی تعظیم علم کی ہے اور عزت اس کی پس نہ اہانت کرے اپنے نفس کی بایں طور کے گردانے اس کو سبب واسطے دنیا کے اور یہ معنی خوب ہیں لیکن مناسب ساتھ باب کے وہ چیز ہے جو پہلے گزری۔ (فتح)

وَقَالَ رَبِيعَةُ لَا يَنْبَغِيْ لِأَحَدٍ عِنْدَهٗ شَيْءٌ مِّنَ الْعِلْمِ أَنْ يُّضَيِّعَ نَفْسَهٗ.

یعنی نہیں لائق ہے کسی ایک کو جس کے پاس کچھ علم ہو یہ کہ ضائع کرے جان اپنی کو۔

فائدہ: اپنی جان کا ضائع کرنا یہ ہے کہ لوگوں کو اس کے علم سے نفع نہ پہنچے۔

۷۸ ـ حَدَّثَنَا عِمْرَانُ بْنُ مَيْسَرَةَ قَالَ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْوَارِثِ عَنْ أَبِي التَّيَّاحِ عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِنَّ مِنْ أَشْرَاطِ السَّاعَةِ أَنْ يُّرْفَعَ الْعِلْمُ وَيَثْبُتَ الْجَهْلُ وَيُشْرَبَ الْخَمْرُ وَيَظْهَرَ الزِّنَا.

۷۸۔ انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ قیامت کی نشانیوں سے یہ ہے کہ علم اٹھا لیا جائے گا یعنی علماء مر جائیں گے اور جہالت ظاہر ہو جائے گی اور حرام کاری پھیل جائے گی اور شراب پی جائے گی۔

۷۹ ـ حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ قَالَ حَدَّثَنَا يَحْيٰى عَنْ شُعْبَةَ عَنْ قَتَادَةَ عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ قَالَ لَأُحَدِّثَنَّكُمْ حَدِيْثًا لَا يُحَدِّثُكُمْ أَحَدٌ بَعْدِيْ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ مِنْ أَشْرَاطِ السَّاعَةِ أَنْ يَّقِلَّ الْعِلْمُ وَيَظْهَرَ الْجَهْلُ وَيَظْهَرَ الزِّنَا وَتَكْثُرَ النِّسَآءُ وَيَقِلَّ الرِّجَالُ حَتّٰى يَكُوْنَ لِخَمْسِيْنَ امْرَأَةً الْقَيِّمُ الْوَاحِدُ.

۷۹۔ انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا فرماتے تھے کہ قیامت کی نشانیوں سے یہ ہے کہ علم کم ہو جائے گا اور جہالت ظاہر ہو جائے گی اور حرام کاری پھیل جائے گی اور عورتیں بہت ہو جائیں گی اور مرد کم ہو جائیں گے یہاں تک کہ پچاس عورتوں کا ایک خبر لینے والا رہ جائے گا۔

فائدہ: یہ جو کہا کہ علم کم ہو جائے گا اور دوسری روایت میں ہے کہ علم اٹھالیا جائے گا تو احتمال ہے کہ مراد ساتھ قلت کے اول علامت کا ہو اور ساتھ اٹھ جانے اس کے کی اخیر اس کا یا بولی گئی ہے قلت اور مراد ساتھ اس کے عدم ہے جیسے کہ بولا جاتا ہے عدم اور مراد ساتھ اس کے قلت ہوتی ہے اور یہی لائق تر ہے ساتھ ایک ہونے مخرج کے اور یہ جو کہا کہ عورتیں بہت ہو جائیں گی تو بعض کہتے ہیں کہ اس کا سبب یہ ہے کہ فتنے فساد بہت ہوں گے پس بہت ہوگی قتل مردوں میں اس واسطے کہ وہ اہل لڑائی کے ہیں سوائے عورتوں کے اور بعض کہتے ہیں کہ یہ اشارہ ہے طرف بہت ہونے فتوح کے پس لونڈیاں بہت ہوں گی تو ایک مرد کئی عورتوں کو صحبت کے واسطے رکھے گا اور اس میں نظر ہے اور ظاہر یہ ہے وہ علامت محض ہے واسطے کسی سبب کے بلکہ مقدر کرے گا اللہ تعالیٰ اخیر زمانے میں یہ کہ مرد کم پیدا ہوں گے اور عورتیں بہت پیدا ہوں گی اور عورتوں کا بہت ہونا نشانیوں سے مناسب ہے واسطے ظاہر ہونے جہل اور اٹھ جانے علم کے اور یہ جو کہا کہ پچاس عورتیں تو احتمال ہے کہ مراد حقیقت اس عدد کی ہو یا ہو مجاز کثرت سے اور تائید کرتی ہے اس کی یہ بات کہ ایک روایت میں چالیس کا ذکر ہے اور خاص کیے گئے ہیں یہ پانچ امر ساتھ ذکر کے واسطے ہونے اُن کے کی مشعر ساتھ اختلال امور کے کہ حاصل ہوتی ہے ساتھ حفاظت ان کی کے درستی معاش اور معاد کی اور وہ دین ہے اس واسطے کہ علم کا اٹھ جانا مخل ہے ساتھ اس کے اور عقل ہے اس واسطے کہ شراب کا پینا خلل انداز ہے واسطے اس کے اور نسب ہے اس واسطے ہے کہ حرام کاری خلل انداز ہے واسطے اُس کے اور نفس اور مال ہے اس واسطے کہ بہت ہونا فتنوں کا مخل ہے واسطے اس کے ان دونوں کے اور رسوائے اس کے کچھ نہیں کہ ہوا مختل ہونا ان امروں کا خبر دینے والا ساتھ خراب ہونے عالم کے اس واسطے کہ مخلوق نہ چھوڑی جائے گی بیکار اور نہیں کوئی پیغمبر بعد پیغمبر ہمارے کے درود اللہ کا اور سلام تمام پس متعین ہوا گا یہ قرطبی نے کہا کہ اس حدیث میں نشانی ہے نبوت کی نشانیوں سے اس واسطے کہ خبر دی حضرت ﷺ نے ان امروں سے کہ آئندہ واقع ہوں گے پس واقع ہوئی مطابقت پیشین گوئی کی خاص کر اس زمانے میں قرطبی نے کہا کہ احتمال ہے کہ مراد ساتھ قیم کے وہ شخص ہو جو ان پر قائم ہو برابر ہے کہ ان کے ساتھ صحبت کرتا ہو یا نہ اور احتمال ہے کہ یہ واقع ہو اس زمانے میں کہ نہ باقی رہے گا اس میں کوئی جو اللہ اللہ کہے پس نکاح کرے گا ایک مرد بے حساب عورتوں کو واسطے جہالت کے ساتھ حکم شرعی کے میں کہتا ہوں کہ تحقیق پایا گیا ہے یہ اس زمانے میں ترکمان وغیرہ کے بعض بادشاہوں سے باوجود دعوے کرنے اُن کے کی اسلام کا اور اللہ ہے مدد دینے والا مترجم کہتا ہے کہ اس زمانے میں بھی بعض نواب ایسے ہیں کہ ان کے نکاح میں پچاس پچاس عورتوں سے زیادہ ہیں باوجودیکہ وہ اسلام کا دعویٰ کرتے ہیں اور اللہ سے ہی مدد مانگی گئی۔

بَابُ فَضْلِ الْعِلْمِ. باب ہے علم کی فضیلت کے بیان میں۔

فائدہ: فضل اس جگہ ساتھ معنی زیادہ ہونے کے ہے یعنی جو اس سے زیادہ ہو اور جو فضل کہ کتاب العلم کے پہلے

باب میں گزر چکا ہے اس کے معنی فضیلت کے ہیں پس نہ گمان کیا جائے کہ اُس نے اس کو مکرر کیا۔

۸۰ ۔ حَدَّثَنَا سَعِيْدُ بْنُ عُفَيْرٍ قَالَ حَدَّثَنِي اللَّيْثُ قَالَ حَدَّثَنِي عُقَيْلٌ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ عَنْ حَمْزَةَ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عُمَرَ أَنَّ ابْنَ عُمَرَ قَالَ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ بَيْنَا أَنَا نَائِمٌ أُتِيْتُ بِقَدَحِ لَبَنٍ فَشَرِبْتُ حَتّٰى إِنِّيْ لَأَرَى الرِّيَّ يَخْرُجُ فِيْ أَظْفَارِيْ ثُمَّ أَعْطَيْتُ فَضْلِيْ عُمَرَ بْنَ الْخَطَّابِ قَالُوْا فَمَا أَوَّلْتَهُ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ قَالَ الْعِلْمَ.

۸۰۔ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا آپ فرماتے تھے جس حالت میں کہ میں سونے والا تھا میرے آگے دودھ کا ایک پیالہ لایا گیا سو میں نے اس میں سے پیا یہاں تک کہ میں دیکھتا ہوں کہ تازگی اور سیرابی میرے ناخنوں سے نکلنے لگی یعنی میں نہایت آسودہ ہو گیا پھر میں نے اپنا جوٹھا باقی دودھ عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کو دیا لوگوں نے کہا کہ اس خواب کی آپ نے کیا تعبیر کی حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اس کی تعبیر علم ہے۔

فائدہ: اس حدیث سے اہل تعبیر نے کہا ہے کہ جو کوئی دودھ کھاتے پیتے خواب میں دیکھے اس کو علم نصیب ہوگا اس لیے کہ علم سبب ہے روح کی زندگانی کا جیسے کہ دودھ سبب ہے بدن کی زندگانی کا اور یہ جو حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اس کی تعبیر علم ہے تو تعبیر دودھ کی ساتھ علم کے واسطے مشترک ہونے کے ہے دونوں کے بیچ بہت نفع ہونے کے اور اُس کی شرح تعبیر میں آئے گی ابن منیر نے کہا کہ وجہ فضیلت کی واسطے علم کے حدیث میں اس جہت سے ہے کہ تعبیر کیا علم سے بایں طور کہ وہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا فضلہ ہے اور حصہ ہے اس چیز سے کہ دیا آپ کو اللہ نے اور کافی ہے تجھ کو یہ اور یہ قول اس کا بنا بر اس کے ہے کہ مراد ساتھ فضل کے فضیلت ہے اور غافل ہوا اس نکتے سے جو پہلے گزرا۔ (فتح)

بَابُ الْفُتْيَا وَهُوَ وَاقِفٌ عَلَى الدَّآبَّةِ وَغَيْرِهَا.

باب ہے چار پائے وغیرہ کی پیٹھ پر کھڑا ہو کر فتوی دینے کے بیان میں۔

فائدہ: یہ جو کہا وَهُوَ وَاقِفٌ تو مراد اس سے مفتی ہے فتویٰ دینے والا اور مراد بخاری کی یہ ہے کہ مقرر عالم جواب دے سائل کے سوال کا اگرچہ سوار ہو اور مراد اس سے لغت میں ہر وہ چیز ہے جو چلے زمین پر اور عرف میں وہ چیز ہے جس پر سواری کی جائے اور وہی مراد ہے ساتھ ترجمہ کے اور خاص کیا ہے اس کو بعض اہل عرف نے ساتھ گدھے کے پس اگر کہا جائے کہ حدیث کے سیاق میں سوار ہونے کا ذکر نہیں تو جواب یہ ہے کہ بخاری نے اس کو حوالہ کیا ہے طریق دیگر پر جس کو حج میں وارد کیا پس کہا کہ تھے اپنی اونٹنی پر۔ (فتح)

۸۱ ۔ حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيْلُ قَالَ حَدَّثَنِيْ مَالِكٌ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ عَنْ عِيْسَى بْنِ طَلْحَةَ بْنِ

۸۱۔عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم حجۃ الوداع کے دن منی میں ٹھہرے واسطے لوگوں کے جو ایسے

عُبَيْدِ اللّٰهِ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عَمْرِو بْنِ الْعَاصِ أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَقَفَ فِيْ حَجَّةِ الْوَدَاعِ بِمِنًى لِلنَّاسِ يَسْأَلُوْنَهُ فَجَآئَهُ رَجُلٌ فَقَالَ لَمْ أَشْعُرْ فَحَلَقْتُ قَبْلَ أَنْ أَذْبَحَ فَقَالَ اذْبَحْ وَلَا حَرَجَ فَجَآءَ اٰخَرُ فَقَالَ لَمْ أَشْعُرْ فَنَحَرْتُ قَبْلَ أَنْ أَرْمِيَ قَالَ ارْمِ وَلَا حَرَجَ فَمَا سُئِلَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنْ شَيْءٍ قُدِّمَ وَلَا أُخِّرَ إِلَّا قَالَ افْعَلْ وَلَا حَرَجَ.

مسائل پوچھتے تھے سو آپ کے پاس ایک شخص آیا اور کہا اس نے کہ میں نہ جانتا تھا پس منڈایا میں نے سر اپنا پہلے ذبح کرنے سے پس فرمایا کہ ذبح کر لے اب اور نہیں ہے کچھ گناہ پھر ایک اور شخص آپ کے پاس آیا اور اس نے کہا کہ نہیں جانتا تھا میں پس قربانی کی میں نے پہلے کنکریوں مارنے کی پس فرمایا کہ اب کنکریاں پھینک لے اور نہیں ہے کچھ گناہ پس رسول اللہ ﷺ نہیں پوچھے گئے کسی چیز سے کہ مقدم ہوئی یا مؤخر مگر یہی فرمایا کہ کر لے اور کچھ گناہ نہیں۔

فائدہ: حضرت ﷺ حجۃ الوداع کے دن اپنی اونٹنی پر سوار ہو کر کھڑے ہوئے تھے چنانچہ حجۃ الوداع کی پوری حدیث میں اس کا ذکر ہے اسی وجہ سے ہے مطابقت اس کی ساتھ ترجمہ کے اور یہ جو کہا کہ نہیں حرج یعنی نہیں کچھ چیز تجھ پر گناہ سے مطلق نہ ترتیب میں اور نہ ترکِ فدیہ میں یہ ہے ظاہر اس کا اور بعض فقہاء نے کہا کہ مراد نفی گناہ کی ہے فقط اور اس میں نظر ہے اس واسطے کہ بعض روایتوں صحیحہ میں ہے وَلَمْ يَأْمُرْ بِكَفَّارَةٍ یعنی نہ حکم دیا ساتھ کفارے کے۔ (فتح)

بَابُ مَنْ أَجَابَ الْفُتْيَا بِإِشَارَةِ الْيَدِ وَالرَّأْسِ.

ہاتھ اور سر کے اشارے سے مسئلہ بتلانے کے بیان میں۔

فائدہ: ہاتھ سے اشارہ کرنا مستفاد ہے دونوں حدیثوں سے جو مذکور ہیں باب میں پہلے اور اشارہ کرنا ساتھ سر کے مستفاد ہے اسماء کی حدیث سے فقط اور وہ عائشہ رضی اللہ عنہا کے فعل سے ہے پس ہوگا موقوف لیکن اس کے واسطے حکم مرفوع حدیث کا ہے اس واسطے کہ تھے وہ نماز پڑھتے پیچھے حضرت ﷺ کے اور تھے حضرت ﷺ دیکھتے نماز میں اپنے پیچھے والوں کو پس داخل ہوگا تقدیر میں اور یہ جو باب کی حدیث میں کہا فَقَالَ لَا حَرَجَ تو احتمال ہے کہ ہو قال بیان واسطے قول اس کے کی کہ اشارہ کیا اور ہوگا اطلاق قول سے اوپر فعل کے جیسا کہ پچھلی حدیث میں ہے فَقَالَ هٰكَذَا بِيَدِهٖ اور یہی ہے لائق تر ساتھ مراد بخاری کے اور احتمال ہے کہ یہ وہی پہلا سائل ہو اور احتمال ہے کہ اس کے سوا کوئی اور ہو اور یہی ظاہر تر ہے تاکہ موافق ہو پہلی روایت کو کہ اس میں کہ پھر اور شخص آیا اور یہ جو کہا کہ علم قبض کیا جائے گا تو یہ تفسیر ہے واسطے قول اس کے کی يُرْفَعُ الْعِلْمُ اور قبض سوائے اس کے نہیں کہ واقع ہوگا ساتھ مرنے عالموں کے اور یہ جو اسماء نے عائشہ رضی اللہ عنہا کے حدیث میں کہا کہ کیا حال ہے لوگوں کا یعنی واسطے اُس چیز کے کہ میں دیکھتی ہوں ان کی بے قراری سے پس اشارہ کیا یعنی عائشہ رضی اللہ عنہا نے طرف آسمان کی یعنی سورج گہن پڑا ہے اور یہ جو اس نے کہا کہ ناگہاں لوگ کھڑے

تھے تو شاید اس نے عائشہ رضی اللہ عنہا کے حجرے سے مڑ کر دیکھا تو ان کو گہن کی نماز میں کھڑے پایا۔ (فتح)

٨٢ ـ حَدَّثَنَا مُوْسَى بْنُ إِسْمَاعِيْلَ قَالَ حَدَّثَنَا وُهَيْبٌ قَالَ حَدَّثَنَا أَيُّوْبُ عَنْ عِكْرِمَةَ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ سُئِلَ فِيْ حَجَّتِهٖ فَقَالَ ذَبَحْتُ قَبْلَ أَنْ أَرْمِيَ فَأَوْمَأَ بِيَدِهٖ قَالَ وَلَا حَرَجَ قَالَ حَلَقْتُ قَبْلَ أَنْ أَذْبَحَ فَأَوْمَأَ بِيَدِهٖ وَلَا حَرَجَ.

۸۲۔ عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ حجۃ الوداع میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے کسی نے پوچھا پس اُس نے کہا کہ قربانی کی میں نے پہلے کنکریوں مارنے کے یعنی کیا مجھ پر کچھ گناہ ہے پس حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے ہاتھ سے اشارہ کیا کہ کچھ گناہ نہیں یعنی تجھ پر اور کہا اس شخص نے کہ سر منڈایا میں نے پہلے ذبح کرنے سے پس حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے ہاتھ سے اشارہ کیا کہ کچھ گناہ نہیں۔

٨٣ ـ حَدَّثَنَا الْمَكِّيُّ بْنُ إِبْرَاهِيْمَ قَالَ أَخْبَرَنَا حَنْظَلَةُ بْنُ أَبِيْ سُفْيَانَ عَنْ سَالِمٍ قَالَ سَمِعْتُ أَبَا هُرَيْرَةَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ يُقْبَضُ الْعِلْمُ وَيَظْهَرُ الْجَهْلُ وَالْفِتَنُ وَيَكْثُرُ الْهَرْجُ قِيْلَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ وَمَا الْهَرْجُ فَقَالَ هٰكَذَا بِيَدِهٖ فَحَرَّفَهَا كَأَنَّهٗ يُرِيْدُ الْقَتْلَ.

۸۳۔ ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا علم قبض کیا جائے گا اور جہالت اور فتنے ظاہر ہو جائیں گے اور ہرج بہت ہو جائے گی کسی نے عرض کی کہ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہرج کس کو کہتے ہیں پس حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے ہاتھ سے اشارہ کیا پس اس کو پھیرا گویا کہ آپ اس سے قتل مراد رکھتے تھے یعنی ہرج قتل کو کہتے ہیں۔

فائدہ: اس حدیث سے معلوم ہوا کہ اشارہ سے مسئلہ بتلانا جائز ہے جب کہ سائل سمجھ لے۔

٨٤ ـ حَدَّثَنَا مُوْسَى بْنُ إِسْمَاعِيْلَ قَالَ حَدَّثَنَا وُهَيْبٌ قَالَ حَدَّثَنَا هِشَامٌ عَنْ فَاطِمَةَ عَنْ أَسْمَآءَ قَالَتْ أَتَيْتُ عَائِشَةَ وَهِيَ تُصَلِّيْ فَقُلْتُ مَا شَأْنُ النَّاسِ فَأَشَارَتْ إِلَى السَّمَآءِ فَإِذَا النَّاسُ قِيَامٌ فَقَالَتْ سُبْحَانَ اللّٰهِ قُلْتُ اٰيَةٌ فَأَشَارَتْ بِرَأْسِهَا أَيْ نَعَمْ فَقُمْتُ حَتّٰى تَجَلَّانِيَ الْغَشْيُ فَجَعَلْتُ أَصُبُّ عَلٰى رَأْسِي الْمَآءَ فَحَمِدَ اللّٰهَ عَزَّ وَجَلَّ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَأَثْنٰى

۸۴۔ اسماء رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ میں عائشہ رضی اللہ عنہا کے پاس گئی اور وہ نماز پڑھ رہی تھی اچانک اور لوگ کھڑے تھے یعنی نماز پڑھ رہے تھے سورج کی پس میں نے کہا لوگوں کا کیا حال ہے یعنی نماز کیوں پڑھ رہے ہیں پس اشارہ کیا عائشہ رضی اللہ عنہا نے طرف آسمان کی یعنی آسمان کی طرف نہیں دیکھتی کہ سورج کو گہن لگا ہوا ہے پس عائشہ رضی اللہ عنہا نے سبحان اللہ کہا میں نے کہا کوئی نشانی ہے پس عائشہ رضی اللہ عنہا نے اپنے سر کے ساتھ اشارہ کیا کہ ہاں (اسماء رضی اللہ عنہا کہتی ہیں) پس کھڑی ہوئی میں یہاں تک کہ بے ہوش ہوگئی (یعنی گرمی کی وجہ سے) پس میں نے

عَلَيْهِ ثُمَّ قَالَ مَا مِنْ شَيْءٍ لَمْ أَكُنْ أُرِيْتُهُ إِلَّا رَأَيْتُهُ فِيْ مَقَامِيْ حَتَّى الْجَنَّةُ وَالنَّارُ فَأُوْحِيَ إِلَيَّ أَنَّكُمْ تُفْتَنُوْنَ فِيْ قُبُوْرِكُمْ مِثْلَ أَوْ قَرِيْبَ لَا أَدْرِيْ أَيَّ ذٰلِكَ قَالَتْ أَسْمَآءُ مِنْ فِتْنَةِ الْمَسِيْحِ الدَّجَّالِ يُقَالُ مَا عِلْمُكَ بِهٰذَا الرَّجُلِ فَأَمَّا الْمُؤْمِنُ أَوِ الْمُوْقِنُ لَا أَدْرِيْ بِأَيِّهِمَا قَالَتْ أَسْمَآءُ فَيَقُوْلُ هُوَ مُحَمَّدٌ رَسُوْلُ اللّٰهِ جَآءَ نَا بِالْبَيِّنٰتِ وَالْهُدٰى فَأَجَبْنَا وَاتَّبَعْنَا هُوَ مُحَمَّدٌ ثَلَاثًا فَيُقَالُ نَمْ صَالِحًا قَدْ عَلِمْنَا إِنْ كُنْتَ لَمُوْقِنًا بِهٖ وَأَمَّا الْمُنَافِقُ أَوِ الْمُرْتَابُ لَا أَدْرِيْ أَيَّ ذٰلِكَ قَالَتْ أَسْمَآءُ فَيَقُوْلُ لَا أَدْرِيْ سَمِعْتُ النَّاسَ يَقُوْلُوْنَ شَيْئًا فَقُلْتُهٗ.

اپنے سر پر پانی ڈالنا شروع کیا پس نبی ﷺ نے اللہ کی تعریف بیان کی اور اس پر ثناء کہی پھر حضرت ﷺ نے فرمایا کوئی چیز نہیں جس کو میں نے دیکھا ہوا نہیں تھا مگر دیکھا میں نے اس کو اس جگہ میں یہاں تک کہ بہشت اور دوزخ بھی پس مجھ کو وحی ہوئی کہ فتنے میں ڈالے جاؤ گے تم اپنی قبروں میں مثل یا قریب (راوی کہتا ہے کہ میں نہیں جانتا کہ اسماء رضی اللہ عنہا نے کون سا لفظ بولا ہے) فتنہ سے مسیح دجال کے پوچھا جائے گا تو اس مرد کو (یعنی محمد ﷺ کو) کیسے جانتا ہے؟ پس جو مومن ہوگا یا موقن (راوی کہتا ہے کہ میں نہیں جانتا کہ اسماء رضی اللہ عنہا نے ان دونوں لفظوں سے کون لفظ بولا ہے) وہ کہے گا وہ محمد ﷺ ہیں وہ رسول اللہ کے ہیں لائے ہمارے پاس دلیلیں روشن اور ہدایت پس ہم نے مان لیا ان کی پیغمبری کو اور تابع ہوئے اس کے وہ محمد ﷺ ہیں تین دفعہ کہے گا پس اس کو کہا جائے گا تو سو جا نیکوکار ہو کر ہم جانتے تھے کہ تو اس کے ساتھ یقین رکھتا ہے اور جو منافق ہوگا یا شک والا ہوگا وہ کہے گا میں نہیں جانتا میں نے لوگوں کو ایک چیز کہتے ہوئے سنا تھا پس ویسے ہی میں نے بھی اس کو کہہ دیا (یعنی دین کی تحقیق نہ کی سنی سنائی بات کا یقین کرلیا اور باپ دادوں کے رواج پر اڑ رہا)۔

فائدہ: اس حدیث سے معلوم ہوا کہ اشارہ سے بتلانا جائز ہے کہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے دو دفعہ اسماء کو اشارہ سے جواب دیا۔

بَابُ تَحْرِيْضِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَفْدَ عَبْدِ الْقَيْسِ عَلٰى أَنْ يَّحْفَظُوا الْإِيْمَانَ وَالْعِلْمَ وَيُخْبِرُوْا مَنْ وَّرَآئَهُمْ وَقَالَ مَالِكُ بْنُ الْحُوَيْرِثِ قَالَ لَنَا النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ارْجِعُوْا إِلٰى أَهْلِيْكُمْ فَعَلِّمُوْهُمْ.

ترغیب دینی نبی ﷺ کی عبدالقیس کے ایلچیوں کو کہ ایمان اور علم کو یاد رکھیں اور اپنے پیچھے والے لوگوں کو خبر دیں اور کہا مالک بن حویرث نے کہ ہم کو نبی ﷺ نے فرمایا پلٹ جاؤ اپنے گھر والوں کی طرف پس ان کو علم سکھلاؤ۔

٨٥ ـ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ قَالَ حَدَّثَنَا غُنْدَرٌ قَالَ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنْ أَبِي جَمْرَةَ قَالَ كُنْتُ أُتَرْجِمُ بَيْنَ ابْنِ عَبَّاسٍ وَبَيْنَ النَّاسِ فَقَالَ إِنَّ وَفْدَ عَبْدِ الْقَيْسِ أَتَوُا النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ مَنِ الْوَفْدُ أَوْ مَنِ الْقَوْمُ قَالُوْا رَبِيْعَةُ فَقَالَ مَرْحَبًا بِالْقَوْمِ أَوْ بِالْوَفْدِ غَيْرَ خَزَايَا وَلَا نَدَامٰى قَالُوْا إِنَّا نَأْتِيْكَ مِنْ شُقَّةٍ بَعِيْدَةٍ وَبَيْنَنَا وَبَيْنَكَ هٰذَا الْحَيُّ مِنْ كُفَّارِ مُضَرَ وَلَا نَسْتَطِيْعُ أَنْ نَأْتِيَكَ إِلَّا فِيْ شَهْرٍ حَرَامٍ فَمُرْنَا بِأَمْرٍ نُخْبِرُ بِهِ مَنْ وَّرَآءَ نَا نَدْخُلُ بِهِ الْجَنَّةَ فَأَمَرَهُمْ بِأَرْبَعٍ وَنَهَاهُمْ عَنْ أَرْبَعٍ أَمَرَهُمْ بِالْإِيْمَانِ بِاللّٰهِ عَزَّ وَجَلَّ وَحْدَهُ قَالَ هَلْ تَدْرُوْنَ مَا الْإِيْمَانُ بِاللّٰهِ وَحْدَهُ قَالُوا اللّٰهُ وَرَسُوْلُهُ أَعْلَمُ قَالَ شَهَادَةُ أَنْ لَّا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ وَأَنَّ مُحَمَّدًا رَّسُوْلُ اللّٰهِ وَإِقَامُ الصَّلَاةِ وَإِيْتَآءُ الزَّكَاةِ وَصَوْمُ رَمَضَانَ وَتُعْطُوا الْخُمُسَ مِنَ الْمَغْنَمِ وَنَهَاهُمْ عَنِ الدُّبَّآءِ وَالْحَنْتَمِ وَالْمُزَفَّتِ قَالَ شُعْبَةُ رُبَّمَا قَالَ النَّقِيْرِ وَرُبَّمَا قَالَ الْمُقَيَّرِ قَالَ احْفَظُوْهُ وَأَخْبِرُوْهُ مَنْ وَّرَآءَ كُمْ.

٨٥۔ عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ بے شک عبدالقیس کے ایلچی نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئے تو حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کون قوم ہو یا کون ایلچی ہو تو انہوں نے جواب دیا کہ ہم ربیعہ کی قوم سے ہیں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا خوشا بحال قوم یا یوں فرمایا کہ خوشا بحال ایلچیاں کو نہ ذلیل ہوں نہ شرمسار (یعنی تمہارے واسطے بشارت ہو) انہوں نے عرض کی کہ اے اللہ کے رسول ہم آپ کے پاس آنے کی طاقت نہیں پاتے مگر مہینے حرام میں (یعنی ذی القعدہ اور ذی الحج اور محرم اور رجب میں) اس واسطے کہ ہمارے اور آپ کے درمیان یہ قوم ہے کفار سے مضر کی (جو ہم کو آپ کے پاس آنے سے روکتے ہیں) سو آپ ہم کو کوئی امر فیصل کرنے والا فرما دیجئے یعنی فرق کرنے والا درمیان حق اور باطل کے جو خبر دیں ہم ساتھ اس کے اپنے پیچھے والوں کو یعنی اپنی قوم کو جو وطن میں چھوڑ آئے ہیں اور داخل ہوں ہم اس کے سبب بہشت میں سو حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو چار چیزوں کے کرنے کا حکم فرمایا اور چار چیزوں سے منع فرمایا حکم فرمایا ان کو ایمان لانے کا ساتھ اللہ کے حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تم جانتے ہو کہ کیا ہے ایمان لانا ساتھ اللہ ایک کے انہوں نے عرض کی کہ اللہ اور رسول اس کا سب سے زیادہ تر جاننے والا ہے حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ ایک کے ساتھ ایمان لانا یہ کہ گواہی دینی اس بات کی کہ اللہ کے سوا کوئی بندگی کے لائق نہیں اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم اللہ کا رسول ہے او رقائم کرنا نماز کا اور دینا زکوۃ کا اور روزے رکھنے رمضان کے اور لوٹ کے مال سے پانچواں حصہ ادا کرنا اور حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے منع فرمایا ان کو چار قسم کا باسنوں کے استعمال کرنے سے کدو کے تونبے سے اور لاکھے برتن سے اور روغنی

رال والے برتن سے اور چوبی برتن سے اور حضرت ﷺ نے فرمایا کہ یادرکھوان کواور خبر دو ساتھ ان کے اپنے پیچھے والوں کو۔

فائدہ: یہ جو شعبہ نے کہا کہ اکثر اوقات اس نے نقیر کہا اور اکثر اوقات مقیر تو یہ مراد نہیں کہ وہ ان دونوں لفظوں میں تردد کرتا تھا تاکہ ثابت ہو ایک سوائے دوسرے کے اس واسطے کہ لازم آتا ہے ذکر مقیر سے تکرار واسطے پہلے مذکور ہونے مزفت کے اس واسطے کہ وہ اس کے معنی میں ہے بلکہ مراد یہ ہے کہ جازم تھا وہ ساتھ ذکر پہلی تین چیزوں کے شک کرنے والا تھا چوتھے میں اور وہ نقیر ہے پس کبھی اس کو ذکر کرتا تھا اور کبھی نہ کرتا تھا اور اس کو تیسرے میں بھی شک تھا کبھی مزفت کہتا ہے اور کبھی مقیر کہتا تھا یہ ہے توجیہ اس کی پس نہیں ہے التفاف طرف اس چیز کے کہ اس کے سوائے ہے۔ (فتح)

بَابُ الرِّحْلَةِ فِي الْمَسْئَلَةِ النَّازِلَةِ وَتَعْلِيمِ أَهْلِهِ.

جو نیا مسئلہ در پیش ہو اس کے پوچھنے کے واسطے سفر کرنا۔

٨٦ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ مُقَاتِلٍ أَبُو الْحَسَنِ قَالَ أَخْبَرَنَا عَبْدُ اللهِ قَالَ أَخْبَرَنَا عُمَرُ بْنُ سَعِيْدِ بْنِ أَبِيْ حُسَيْنٍ قَالَ حَدَّثَنِيْ عَبْدُاللهِ بْنُ أَبِيْ مُلَيْكَةَ عَنْ عُقْبَةَ بْنِ الْحَارِثِ أَنَّهُ تَزَوَّجَ ابْنَةً لِأَبِيْ إِهَابِ بْنِ عَزِيْزٍ فَأَتَتْهُ امْرَأَةٌ فَقَالَتْ إِنِّيْ قَدْ أَرْضَعْتُ عُقْبَةَ وَالَّتِيْ تَزَوَّجَ فَقَالَ لَهَا عُقْبَةُ مَا أَعْلَمُ أَنَّكِ أَرْضَعْتِنِيْ وَلَا أَخْبَرْتِنِيْ فَرَكِبَ إِلَى رَسُوْلِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِالْمَدِيْنَةِ فَسَأَلَهُ فَقَالَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَيْفَ وَقَدْ قِيْلَ فَفَارَقَهَا عُقْبَةُ وَنَكَحَتْ زَوْجًا غَيْرَهُ.

٨٦۔ عقبہ بن حارث رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ اس نے ابی اہاب کی بیٹی سے نکاح کیا سو اس کے پاس ایک عورت آئی پس اس نے کہا کہ میں نے عقبہ اور اس کی بیوی دونوں کو دودھ پلایا ہوا ہے یعنی پس وہ عورت اس کی دودھ شریک بہن ہوئی اور اس کا نکاح باطل ہوا پس عقبہ نے اس عورت کو کہا کہ مجھ کو معلوم نہیں کہ تو نے مجھے دودھ پلایا تھا اور تو نے مجھ کو خبر بھی نہیں کی یعنی پہلے نکاح سے پس سوار ہو کر چلے عقبہ رسول اللہ ﷺ کی طرف مدینہ میں (یعنی مکے سے مدینے کو چلا) سو مسئلہ پوچھا عقبہ نے حضرت ﷺ سے سو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ کس طرح نکاح میں رکھے گا تو اس کو اس حال میں کہ کہا گیا ہے کہ تو اس کا دودھ شریک بھائی ہے سو جدا کر دیا عقبہ نے اس عورت کو اور نکاح کیا اس عورت نے دوسرے خاوند سے۔

فائدہ: اس حدیث سے معلوم ہوا کہ کسی خاص حادثہ اور نئے مسئلہ کے واسطے سفر کرنا جائز ہے کہ عقبہ ایک مسئلہ کے واسطے مکہ سے مدینہ میں سفر کر کے گیا پس مطابقت حدیث کی ترجمہ سے ظاہر ہے اور یہ جو کہا کہ پس سوار ہوا یعنی مکہ سے اس واسطے کہ وہ اس کے رہنے کی جگہ تھی اور فرق درمیان اس ترجمہ کے اور ترجمہ بَابُ الْخُرُوْجِ فِيْ طَلَبِ الْعِلْمِ کے یہ ہے کہ یہ خاص تر ہے اور وہ عام تر ہے اور حدیث کی باقی شرح آئندہ آئے گی، انشاء اللہ تعالیٰ۔ (فتح)

بَابُ التَّنَاوُبِ فِي الْعِلْمِ.

۸۷ - حَدَّثَنَا أَبُو الْيَمَانِ أَخْبَرَنَا شُعَيْبٌ عَنِ الزُّهْرِيِّ ح قَالَ أَبُو عَبْدِ اللّٰهِ وَقَالَ ابْنُ وَهْبٍ أَخْبَرَنَا يُونُسُ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ عَنْ عُبَيْدِ اللّٰهِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ أَبِي ثَوْرٍ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عَبَّاسٍ عَنْ عُمَرَ قَالَ كُنْتُ أَنَا وَجَارٌ لِي مِنَ الْأَنْصَارِ فِي بَنِي أُمَيَّةَ بْنِ زَيْدٍ وَهِيَ مِنْ عَوَالِي الْمَدِينَةِ وَكُنَّا نَتَنَاوَبُ النُّزُولَ عَلٰى رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَنْزِلُ يَوْمًا وَأَنْزِلُ يَوْمًا فَإِذَا نَزَلْتُ جِئْتُهُ بِخَبَرِ ذٰلِكَ الْيَوْمِ مِنَ الْوَحْيِ وَغَيْرِهِ وَإِذَا نَزَلَ فَعَلَ مِثْلَ ذٰلِكَ فَنَزَلَ صَاحِبِي الْأَنْصَارِيُّ يَوْمَ نَوْبَتِهِ فَضَرَبَ بَابِي ضَرْبًا شَدِيدًا فَقَالَ أَثَمَّ هُوَ فَفَزِعْتُ فَخَرَجْتُ إِلَيْهِ فَقَالَ قَدْ حَدَثَ أَمْرٌ عَظِيمٌ قَالَ فَدَخَلْتُ عَلٰى حَفْصَةَ فَإِذَا هِيَ تَبْكِي فَقُلْتُ طَلَّقَكُنَّ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَتْ لَا أَدْرِي ثُمَّ دَخَلْتُ عَلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقُلْتُ وَأَنَا قَائِمٌ أَطَلَّقْتَ نِسَاءَكَ قَالَ لَا فَقُلْتُ اللّٰهُ أَكْبَرُ.

علم سیکھنے کے واسطے باری باری سے جانا۔

۸۷۔ عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں اور میرا ایک پڑوسی انصاری امیہ کے قبیلہ میں رہتے تھے اور وہ قبیلہ ان دیہات سے ہے جو مدینے کے قریب پورب کی طرف واقع ہے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں ہم باری سے آیا کرتے تھے ایک دن وہ آتا تھا اور ایک دن میں آتا تھا پس جب کہ میں آتا تھا تو اس دن کی خبر (یعنی جو وحی وغیرہ سے کوئی نیا معاملہ واقع ہوتا تھا) اس کے پاس لے جاتا تھا اور جبکہ وہ آتا تھا تو بھی ویسے ہی کرتا تھا یعنی جو دیکھ سُن جاتا وہ مجھ کو بتلا دیتا سو اپنی باری کے دن میرا ساتھی انصاری آیا اور میرے دروازے پر سخت چوٹ ماری اور کہا کہ کیا عمر یہاں ہے پس میں گھبرا گیا اور نکلا میں طرف اس کی سو اُس نے کہا کہ ایک بڑا حادثہ پیدا ہوا ہے یعنی نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی بیویوں کو طلاق دے دی ہے میں حفصہ رضی اللہ عنہا کے پاس آیا (حفصہ رضی اللہ عنہا عمر رضی اللہ عنہ کی بیٹی تھی اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بیوی تھی) اور وہ رو رہی تھی پس میں نے کہا کیا تم کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے طلاق دے دی ہے حفصہ رضی اللہ عنہا نے کہا کہ میں نہیں جانتی ہوں پھر میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آیا سو کہا میں نے اور حالانکہ میں کھڑا ہوا تھا کہ کیا آپ نے اپنی عورتوں کو طلاق دے دی ہے حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا نہیں پس میں نے کہا اللہ اکبر یعنی اللہ بڑا ہے حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے یہ کلمہ تعجب سے کہا کہ ایسے معاملے عظیم کو اس نے بلا تحقیق مجھ سے جا کر کیوں بیان کیا۔

فائدہ: اس حدیث سے معلوم ہوا کہ باری سے اور نوبت نوبت سے آ کر علم سیکھنا جائز ہے پس مطابقت حدیث کی ترجمہ سے ظاہر ہے اور یہ جو کہا کہ میں حفصہ رضی اللہ عنہا پر داخل ہوا تو یہ قول عمر رضی اللہ عنہ کا ہے اور حدیث میں اختصار ہے نہیں تو بعد قول اس کے امر عظیم یہ ہے کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی بیویوں کو طلاق دی میں نے کہا تحقیق مجھ کو گمان تھا کہ یہ

بات ہونے والی ہے یہاں تک کہ جب میں نے صبح کی نماز پڑھی تو اپنے کپڑے پہنے میں پھر اترا اور حفصہ رضی اللہ عنہا پر داخل ہوا یعنی اپنی بیٹی پر جوام المومنین ہے اور اس حدیث سے معلوم ہوا کہ جائز ہے اعتماد کرنا اوپر خبر واحد کے اور عمل ساتھ مراسیل اصحاب کے اور یہ کہ طالب نہ غافل ہو نظر کرنے سے اپنی معاش کے امر میں تا کہ مدد لے ساتھ اس کے اوپر طلب علم وغیرہ کے باوجود اخذ اس کے کی ساتھ حزم کے سوال میں اس چیز سے کہ فوت ہو اس سے دن غائب ہونے اس کے کی واسطے اس چیز کے کہ معلوم ہوا عمر رضی اللہ عنہ کے حال سے کہ وہ اس وقت تجارت کرتے تھے کما سیاتی فی البیوع اور اس میں نظر ہے کہ شرط تواتر کی یہ ہے کہ ہو سند اس کے نقل کرنے والوں کی امر محسوس نہ وہ اشاعت کہ نہ معلوم ہو کہ کس نے اس کو شروع کیا اور باقی شرح اس کی نکاح میں آئے گی انشاء اللہ تعالیٰ۔ (فتح)

بَابُ الْغَضَبِ فِي الْمَوْعِظَةِ وَالتَّعْلِيْمِ إِذَا رَاٰى مَا يَكْرَهُ.

وعظ اور تعلیم میں جب واعظ کوئی چیز بری دیکھے تو غصہ ہونا جائز ہے۔

٨٨ ـ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ كَثِيْرٍ قَالَ أَخْبَرَنَا سُفْيَانُ عَنِ ابْنِ أَبِيْ خَالِدٍ عَنْ قَيْسِ بْنِ أَبِيْ حَازِمٍ عَنْ أَبِيْ مَسْعُوْدِ الْأَنْصَارِيِّ قَالَ قَالَ رَجُلٌ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ لَا أَكَادُ أُدْرِكُ الصَّلَاةَ مِمَّا يُطَوِّلُ بِنَا فُلَانٌ فَمَا رَأَيْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِيْ مَوْعِظَةٍ أَشَدَّ غَضَبًا مِنْ يَوْمِئِذٍ فَقَالَ أَيُّهَا النَّاسُ إِنَّكُمْ مُنَفِّرُوْنَ فَمَنْ صَلّٰى بِالنَّاسِ فَلْيُخَفِّفْ فَإِنَّ فِيْهِمُ الْمَرِيْضَ وَالضَّعِيْفَ وَذَا الْحَاجَةِ.

٨٨۔ ابو مسعود انصاری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک مرد نے کہا کہ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نہیں قریب ہے کہ میں جماعت کو پا سکوں اس سبب سے کہ فلاں شخص (یعنی امام ہمارا) ہماری نماز کو بہت لمبا کرتا ہے اور بڑی طویل قرأت پڑھتا ہے جس سے ہم لوگ تھک جاتے ہیں پس میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو وعظ میں اس دن سے زیادہ تر غضبناک کبھی نہیں دیکھا پس حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اے لوگو نفرت دلاتے ہو جماعت سے پس جو شخص لوگوں کا امام ہو اس کو لازم ہے کہ نماز کو ہلکا کرے اس واسطے کہ ان میں سے بعض مریض ہوتے ہیں اور بعض ضعیف اور بعض حاجت مند ہوتے ہیں یعنی ان کو دنیا کا کوئی کام کرنا ہوتا ہے۔

فائدہ: یہ جو کہا کہ میں جماعت کی نماز نہیں پا سکتا تو اس کے معنی یہ ہیں کہ میں جماعت کی نماز سے قریب نہیں ہوتا بلکہ کبھی اس سے دیر کرتا ہوں واسطے دراز ہونے قرأت کے اور سخت غضبناک اس لیے ہوئے کہ پہلے اس سے منع کر چکے تھے۔ (فتح)

٨٩ ـ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ مُحَمَّدٍ قَالَ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْمَلِكِ بْنُ عَمْرٍو الْعَقَدِيُّ قَالَ حَدَّثَنَا

٨٩۔ زید بن خالد جہنی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے ایک شخص نے گری ہوئی چیز کا سوال پوچھا یعنی اس کو کیا کرنا

سُلَيْمَانُ بْنُ بِلَالٍ الْمَدِيْنِيُّ عَنْ رَبِيْعَةَ بْنِ أَبِيْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ عَنْ يَزِيْدَ مَوْلَى الْمُنْبَعِثِ عَنْ زَيْدِ بْنِ خَالِدِ الْجُهَنِيِّ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ سَأَلَهُ رَجُلٌ عَنِ اللُّقَطَةِ فَقَالَ اعْرِفْ وِكَاءَهَا أَوْ قَالَ وِعَاءَهَا وَعِفَاصَهَا ثُمَّ عَرِّفْهَا سَنَةً ثُمَّ اسْتَمْتِعْ بِهَا فَإِنْ جَاءَ رَبُّهَا فَأَدِّهَا إِلَيْهِ قَالَ فَضَالَّةُ الْإِبِلِ فَغَضِبَ حَتّٰى احْمَرَّتْ وَجْنَتَاهُ أَوْ قَالَ احْمَرَّ وَجْهُهُ فَقَالَ وَمَا لَكَ وَلَهَا مَعَهَا سِقَاؤُهَا وَحِذَاؤُهَا تَرِدُ الْمَاءَ وَتَرْعَى الشَّجَرَ فَذَرْهَا حَتّٰى يَلْقَاهَا رَبُّهَا قَالَ فَضَالَّةُ الْغَنَمِ قَالَ لَكَ أَوْ لِأَخِيْكَ أَوْ لِلذِّئْبِ.

چاہیے حضرت ﷺ فرمایا پہچان رکھ سر بند اس کا یا فرمایا برتن اس کا یعنی جس میں وہ چیز پڑی ہوئی ہے اور تھیلا اس کا پھر مشہور کر اس کو لوگوں میں ایک برس تک پھر فائدہ اٹھا ساتھ اس کے یعنی اپنے کام میں لا پس اگر اس کا مالک آ جائے تو اس چیز کو اس کے حوالے کر دے فضالہ نے پوچھا کہ اونٹ گم ہوئے کا کیا حال ہے پس حضرت ﷺ بہت غصے میں آئے یہاں تک کہ آپ کے رخسار سرخ ہو گئے یا کہا کہ آپ کا چہرہ مبارک سرخ ہو گیا سو فرمایا تجھے کیا کام ہے اس سے یعنی چھوڑ دے اس کو کہ اس کے لینے کی کچھ حاجت نہیں اس کے ساتھ مشک اس کی ہے اور موزے اس کے ہیں پانی پر آتا ہے اور درختوں کو کھاتا ہے پس چھوڑ دے اس کو یہاں تک کہ ملے اس کو مالک اس کا (یعنی اس کے ضائع ہونے کا کچھ خوف نہیں)۔

فائدہ: کہتے ہیں کہ اونٹ کو پیاس مارنے کی بہت عادت ہے دس دس بیس بیس دن تک بغیر پانی کے رہ سکتا ہے اور اس کے پاس اس کا جوتا ہے یعنی پاؤں اس کے چلنے پھرنے کو بہت مضبوط ہیں۔

ت: فضالہ نے پوچھا کہ گم ہوئی بکری کا کیا حال ہے حضرت ﷺ نے فرمایا وہ واسطے تیرے ہے یا واسطے بھائی تیرے کے یا بھیڑیے کے (یعنی اس کو تو لے لے اس کے ضائع ہونے کا خوف ہے ایسا نہ ہو کہ اس کو بھیڑیا کھا جائے اور حرام چلی جائے۔

۹۰ ۔ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْعَلَاءِ قَالَ حَدَّثَنَا أَبُوْ أُسَامَةَ عَنْ بُرَيْدٍ عَنْ أَبِيْ بُرْدَةَ عَنْ أَبِيْ مُوْسٰى قَالَ سُئِلَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنْ أَشْيَاءَ كَرِهَهَا فَلَمَّا أُكْثِرَ عَلَيْهِ غَضِبَ ثُمَّ قَالَ لِلنَّاسِ سَلُوْنِيْ عَمَّا شِئْتُمْ قَالَ رَجُلٌ مَنْ أَبِيْ قَالَ أَبُوْكَ حُذَافَةُ فَقَامَ اٰخَرُ فَقَالَ مَنْ أَبِيْ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ فَقَالَ أَبُوْكَ سَالِمٌ مَوْلٰى شَيْبَةَ فَلَمَّا رَاٰى عُمَرُ مَا

۹۰۔ ابو موسیٰ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ سے لوگوں نے کئی مکروہ اور فضول چیزوں کا سوال کیا سو جب لوگوں نے ایسی بہت باتیں پوچھیں تو حضرت ﷺ سخت ناراض ہو گئے پھر آپ نے لوگوں کو فرمایا پوچھو مجھ سے جو چاہتے ہو تم پس ایک مرد نے کہا کہ میرا باپ کون ہے؟ حضرت ﷺ نے فرمایا تیرا باپ حذافہ ہے پس دوسرا شخص کھڑا ہو گیا سو اس نے کہا یا رسول اللہ میرا باپ کون ہے؟ حضرت ﷺ نے فرمایا سالم مولیٰ شیبہ کا سو جب عمر رضی اللہ عنہ نے آپ کے چہرہ

فِيْ وَجْهِهٖ قَالَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ إِنَّا نَتُوْبُ إِلَى اللّٰهِ عَزَّ وَجَلَّ.

مبارک میں غصہ دیکھا تو عرض کی کہ یارسول اللہ ہم توبہ کرتے ہیں طرف اللہ غالب اور بزرگ کی (یعنی آپ ہمارے قصور کو معاف فرمائیے کہ ہم نے ایسی بیجا باتیں پوچھیں ہیں جن سے آپ ناراض ہوئے) ان حدیثوں سے معلوم ہوا کہ کوئی چیز بری دیکھ کر وعظ میں غصہ کرنا جائز ہے۔

فائدہ: اس روایت میں ہے کہ عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے کہا کہ ہم اللہ کی طرف توبہ کرتے ہیں اور اگلی روایت میں ہے کہ ہم اللہ کی مالکی سے راضی ہوئے الخ تو تطبیق ان دونوں کے درمیان ظاہر ہے بایں طور کہ عمر رضی اللہ عنہ نے یہ سب کہا تھا سو جس راوی کو جو یاد رہا اس کو نقل کیا۔

تنبیہ: امام بخاری نے فقط یہ کہا کہ وعظ اور تعلیم میں غضبناک ہونا درست ہے تو یہ اس واسطے کہ حاکم کو حکم ہے کہ غصے کی حالت میں حکم نہ کرے اور فرق یہ ہے کہ وعظ کرنے والے کی شان سے ہے یہ کہ ہو غضبناک کی صورت میں اس واسطے کہ مقام اس کا چاہتا ہے کہ تکلف کرے غصے میں اس واسطے کہ وہ ڈرانے والے کی صورت میں ہے اور اسی طرح معلم جب کہ انکار کرے اس شخص پر جو سیکھتا ہے اس سے بدفہمی کو اور مانند اس کی اس واسطے کہ کبھی ہوتا ہے وہ بہت بلانے والا واسطے قبول کے اس سے اور نہیں ہے یہ لازم ہر شخص کے حق میں بلکہ مختلف ہے ساتھ اختلاف احوال سیکھنے والوں کے اور رہا پیر حاکم پس وہ برخلاف اس کے ہے کما یاتی فی بابہ پس اگر کہا جائے کہ حکم کیا حضرت ﷺ نے غصے کی حالت میں جس جگہ کہ کہا تیرا باپ فلانا ہے تو جواب یہ ہے کہ کہا جائے اول تو یہ حکم کے باب سے نہیں اور بر تقدیر اس کے پس یہ حضرت ﷺ کے خاصہ سے ہے واسطے معصوم ہونے محل کے پس برابر ہے غضب آپ کا اور راضی ہونا آپ کا اور مجرد غضب آپ کا ایک چیز پر دلالت کرتا ہے اس کے حرام ہونے پر برخلاف غیر آپ کے کی اور یہ جو اگلی حدیث میں عمر رضی اللہ عنہ نے کہا کہ ہم راضی ہوئے تو ابن بطال نے کہا کہ عمر رضی اللہ عنہ نے اس سے سمجھا کہ یہ سوالات کبھی بطور تعنت یا شک کے ہوتے ہیں تو اس نے خوف کیا کہ اترے عذاب اس سبب سے پس کہا راضی ہوئے ہم الخ تو راضی ہوئے حضرت ﷺ ساتھ اس کے سو چپ ہوئے۔ (فتح)

بَابُ مَنْ بَرَكَ عَلٰى رُكْبَتَيْهِ عِنْدَ الْإِمَامِ أَوِ الْمُحَدِّثِ.

امام یا محدث کے نزدیک دونوں زانو ہو کر بیٹھنے کا بیان۔

۹۱ - حَدَّثَنَا أَبُو الْيَمَانِ قَالَ أَخْبَرَنَا شُعَيْبٌ عَنِ الزُّهْرِيِّ قَالَ أَخْبَرَنِيْ أَنَسُ بْنُ مَالِكٍ أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

۹۱۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ باہر تشریف لائے سو عبداللہ بیٹا حذافہ کا کھڑا ہوا سو اس نے کہا کہ میرا باپ کون ہے؟ حضرت ﷺ نے فرمایا تیرا باپ حذافہ

خَرَجَ فَقَامَ عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ حُذَافَةَ فَقَالَ مَنْ أَبِيْ فَقَالَ أَبُوْكَ حُذَافَةُ ثُمَّ أَكْثَرَ أَنْ يَقُوْلَ سَلُوْنِيْ فَبَرَكَ عُمَرُ عَلٰى رُكْبَتَيْهِ فَقَالَ رَضِيْنَا بِاللّٰهِ رَبًّا وَّبِالْإِسْلَامِ دِيْنًا وَّبِمُحَمَّدٍ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَبِيًّا فَسَكَتَ.

ہے پھر حضرت ﷺ نے بہت دفعہ فرمایا کہ پوچھو مجھ سے پوچھو مجھ سے سو بیٹھ گئے عمر دونو زانو ہو کر اور کہا کہ راضی ہوئے ہم اللہ کی مالکی اور مسلمانی کے دین سے اور محمد ﷺ کی پیغمبری سے تین دفعہ کہا سو حضرت ﷺ چپ ہوئے۔

بَابُ مَنْ أَعَادَ الْحَدِيْثَ ثَلَاثًا لِيُفْهَمَ عَنْهُ فَقَالَ أَلَا وَقَوْلُ الزُّوْرِ فَمَا زَالَ يُكَرِّرُهَا.

ایک بات کو تین دفعہ لوٹانا تا کہ سننے والا سمجھ لے یعنی پس کہا نبی ﷺ نے کہ جھوٹی بات کبیرہ گناہ ہے پس حضرت ﷺ ہمیشہ اس کو لوٹاتے رہے یعنی بہت دفعہ اسی ایک کلمہ کو پھر پھر کے کہا۔

فائدہ: یہ ایک ٹکڑا ہے معلق ابو بکرہ کی حدیث سے جو شہادت میں مذکور ہے اور دیات میں کہ اس کا اول یہ ہے کہ أَلَا أُنَبِّئُكُمْ بِأَكْبَرِ الْكَبَائِرِ ثَلٰثًا یعنی کیا نہ بتلاؤں میں تم کو کبیرہ گناہوں میں جو بہت بڑے ہیں یہ کلمہ آپ نے تین بار فرمایا پس ذکر کی ساری حدیث پس اس میں ہے معنی ترجمہ کے اس واسطے کہ حضرت ﷺ نے ان کو یہ تین بار فرمایا اور یہ جو کہا کہ ہمیشہ اس کو دوہراتے رہے یعنی اسی مجلس میں اور یہ جو عمر رضی اللہ عنہ نے کہا کہ حضرت ﷺ نے فرمایا هَلْ بَلَّغْتُ ثَلٰثًا تو یہ بھی ایک حدیث کا ٹکڑا ہے جو کتاب الحدود میں آئے گی اس کا اول یہ ہے کہ حضرت ﷺ نے حجۃ الوداع میں فرمایا أَيُّ شَهْرٍ هٰذَا اور ذکر کی حدیث اور اس میں یہ بھی ہے جس کو یہاں معلق کیا اور یہ جو انس رضی اللہ عنہ نے اگلی حدیث میں کہا کہ حضرت ﷺ جب کوئی بات فرماتے تھے تو اس کو تین بار دہراتے تھے تو مراد یہ ہے کہ انس رضی اللہ عنہ خبر دینے والا ہے اس چیز سے کہ پہچانا تھا اس کو حضرت ﷺ کے حال سے اور دیکھا تھا اس کو نہ یہ کہ حضرت ﷺ نے اس کو اس کی خبر دی تھی اور مراد تین بار دوہرانے سے سمجھانا ہے اس بات کا اور ابن منیر نے کہا کہ تنبیہ کی ہے بخاری نے ساتھ اس ترجمہ کے اوپر رد کرنے اس شخص کے جو برا جانتا ہے حدیث کے دوہرانے کو اور انکار کرتا ہے طالب پر دوہرانے کی طلب کو اور گنتا ہے اس کو بلادت سے یعنی جہالت سے اور لاحق یہ ہے کہ یہ مختلف ہوتا ہے ساتھ مختلف ہونے طبیعتوں کے پس نہیں عیب ہے طالب پر جس کو ایک بار سکھلانے سے یاد نہ ہو سکے جبکہ دوہرانا چاہے اور نہیں عذر ہے واسطے استاد کے جبکہ نہ دوہرائے بلکہ اس کو دوہرانا بہت موکد ہے ابتدا سے اس واسطے کہ شروع لازم کرنے والا ہے ابن تین نے کہا کہ تین بار دوہرانا غایت اس چیز کا ہے جو واقع ہو ساتھ اس کے عذر اور بیان اور یہ جو کہا کہ جب کسی قوم پر آتے تھے تو تین بار سلام کرتے تھے تو شاید یہ اس وقت ہوتا تھا جب کہ اجازت مانگنے کے واسطے سلام کرتے تھے بنا بر اس چیز کے کہ روایت کی ہے ابو موسیٰ وغیرہ نے اور اسپر یہ کہ گزرے کوئی راہ چلنے والا سلام کرتا تو مشہور عدم تکرار ہے

میں کہتا ہوں کہ بخاری نے بھی بعینہ یہی بات سمجھی ہے پس وارد کیا ہے حدیث کو مقرون ساتھ حدیث ابوموسیٰ کے کما سیاتی فی الاستیذان لیکن احتمال ہے کہ نیز یہ واقع ہوتا ہو آپ سے جب کہ خوف کرتے کہ آپ نے سلام کو نہیں سنایا اور یہ جو کہا کہ دو بار یا تین بار تو اس نے دلالت کی کہ تین بار دوہرانا شرط نہیں بلکہ مراد سمجھانا ہے پس جب حاصل ہو بغیر اس کے تو کفایت کرتا ہے اور اس کی باقی شرح آئندہ آئے گی۔ (فتح)

وَقَالَ ابْنُ عُمَرَ قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ هَلْ بَلَّغْتُ ثَلَاثًا.

اور ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا کہ بے شک میں نے پہنچا دیا ہے حکم اللہ کا تین دفعہ آپ نے یہ کلمہ کہا۔

۹۲ ۔ حَدَّثَنَا عَبْدَةُ قَالَ حَدَّثَنَا عَبْدُ الصَّمَدِ قَالَ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ الْمُثَنّٰى قَالَ حَدَّثَنَا ثُمَامَةُ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ عَنْ أَنَسٍ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنَّهُ كَانَ إِذَا سَلَّمَ سَلَّمَ ثَلَاثًا وَإِذَا تَكَلَّمَ بِكَلِمَةٍ أَعَادَهَا ثَلَاثًا.

۹۲۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی ﷺ جب کوئی بات فرماتے تھے تو اس کو تین بار لوٹاتے تھے تا کہ اس کو سننے والا سمجھ لے اور جب حضرت ﷺ کسی قوم پر تشریف لاتے تو ان پر تین بار سلام کرتے تھے۔

۹۳ ۔ حَدَّثَنَا عَبْدَةُ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ الصَّفَّارُ حَدَّثَنَا عَبْدُ الصَّمَدِ قَالَ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ الْمُثَنّٰى قَالَ حَدَّثَنَا ثُمَامَةُ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ عَنْ أَنَسٍ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنَّهُ إِذَا تَكَلَّمَ بِكَلِمَةٍ أَعَادَهَا ثَلَاثًا حَتّٰى تُفْهَمَ عَنْهُ وَإِذَا أَتٰى عَلٰى قَوْمٍ فَسَلَّمَ عَلَيْهِمْ سَلَّمَ عَلَيْهِمْ ثَلَاثًا.

۹۳۔ ترجمہ اس کا اوپر گزر گیا ہے۔

۹٤ ۔ حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ قَالَ حَدَّثَنَا أَبُوْ عَوَانَةَ عَنْ أَبِيْ بِشْرٍ عَنْ يُوْسُفَ بْنِ مَاهَكَ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عَمْرٍو قَالَ تَخَلَّفَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِيْ سَفَرٍ سَافَرْنَاهُ فَأَدْرَكَنَا وَقَدْ أَرْهَقْنَا الصَّلَاةَ صَلَاةَ الْعَصْرِ وَنَحْنُ نَتَوَضَّأُ فَجَعَلْنَا نَمْسَحُ عَلٰى أَرْجُلِنَا

۹۴۔ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ ایک سفر میں جس میں ہم نے مسافری کی تھی ہم سے پیچھے رہ گئے پس حضرت ﷺ نے پایا ہم کو اور حالانکہ ہم نے تاخیر کیا تھا نماز کو (یعنی نماز کا وقت بہت تنگ ہو گیا تھا) اور ہم وضو کر رہے تھے پس ہم لوگوں نے اپنی ایڑیوں پر مسح کرنا شروع کیا یعنی جلدی کے واسطے ہلکا سا دھویا پس حضرت ﷺ

فَنَادٰی بِأَعْلٰی صَوْتِہٖ وَیْلٌ لِلْأَعْقَابِ مِنَ النَّارِ مَرَّتَیْنِ أَوْ ثَلَاثًا۔ نے بلند آواز سے پکارا کہ خرابی ہے ایڑیوں کو دوزخ سے تین دفعہ فرمایا۔

بَابُ تَعْلِیْمِ الرَّجُلِ أَمَتَہٗ وَأَھْلَہٗ۔ اپنی لونڈی اور اپنی بیوی بال بچوں کو علم سکھانے کا ثواب

فائدہ: مطابقت حدیث کی واسطے ترجمہ کے لونڈی میں نص کے ساتھ ہے اور اہل میں قیاس کے ساتھ ہے اس واسطے کہ کوشش ساتھ گھر والوں آزاد کے بیچ تعلیم فرائض اللہ کے اور سنتوں اس کے رسول کے بہت مؤکد ہے کوشش سے لونڈیوں کے حق میں اور یہ جو کہا من اھل الکتاب یعنی ایک مرد اہل کتاب تو فقط کتاب کی عام ہے اور اس کے معنی خاص ہیں یعنی جو اللہ کی طرف سے اتاری گئی ہے اور مراد ساتھ اس کے تورات اور انجیل ہے جیسے کہ متفق ہوئے ہیں ساتھ اس کے نصوص کتاب اور سنت کے جس جگہ کہ مطلق اہل کتاب بولا جائے اور بعض کہتے ہیں کہ مراد اس جگہ خاص انجیل ہے اگر ہم کہیں کہ نصرانیت کا دین ناسخ ہے واسطے دین یہودیت کے جیسے کہ تقریر کی ہے اس کی ایک جماعت نے اور نہیں حاجت ہے طرف شرط ہونے ناسخ کی اس واسطے کہ عیسیٰ علیہ السلام تھے رسول کر کے بھیجے گئے طرف بنی اسرائیل کی بغیر خلاف کے سو جس نے ان میں سے ان کے دین کو قبول کیا وہ ان کی طرف منسوب ہوا اور جس نے ان میں سے ان کو جھٹلایا اور بدستور یہودیت پر رہا وہ ایماندار نہ ہوگا پس نہ شامل ہوگی اس کو حدیث اس واسطے کہ اس کی شرط یہ ہے کہ ہو ایماندار ساتھ پیغمبر اپنے کے ہاں جو یہودیت میں داخل ہوا بنی اسرائیل کے غیروں سے یا عیسیٰ علیہ السلام کے روبرو نہ تھا پس نہ پہنچی اس کو دعوت اس کی تو صادق آتا ہے اس پر کہ بے شک وہ یہودی ہے ایماندار اس واسطے کہ وہ ایمان لایا ہے ساتھ اپنے موسیٰ علیہ السلام کے اور نہیں جھٹلایا اس نے کسی پیغمبر کو بعد اُن کے سو جس نے محمد ﷺ کی پیغمبری کو پایا ان لوگوں میں سے جو اس درجہ میں تھے اور ان کے ساتھ ایمان لایا تو نہیں مشکل ہے یہ کہ داخل ہو تلے خبر مذکور کے اور اسی قسم سے ہیں وہ عرب جو یمن وغیرہ میں تھے۔ ان لوگوں میں سے جو یہودیت میں داخل ہوئے اور نہ پہنچی ان کو دعوت عیسیٰ علیہ السلام کی اس واسطے کہ وہ خاص بنی اسرائیل کی طرف رسول کر کے بھیجے گئے تھے۔ ہاں اشکال ان یہودیوں میں ہے جو حضرت ﷺ کے روبرو تھے اور تحقیق ثابت ہو چکا ہے کہ جو آیت کہ موافق ہے واسطے اس حدیث کے اور وہ قول اللہ تعالیٰ کا ہے ﴿اُولٰٓئِكَ یُؤْتَوْنَ اَجْرَھُمْ مَّرَّتَیْنِ﴾ یعنی ان لوگوں کو دوہرا ثواب ہے اتری بیچ حق ایک گروہ کے جو ایمان لائے تھے ان میں سے مانند عبداللہ بن سلام وغیرہ کی چنانچہ ایک روایت میں آیا ہے کہ اہل کتاب میں سے دس آدمی مسلمان ہوئے اُن میں سے ابو رفاعہ ہے پس اتری یہ آیت ﴿اَلَّذِیْنَ اٰتَیْنٰھُمُ الْكِتٰبَ مِنْ قَبْلِهٖ ھُمْ بِهٖ یُؤْمِنُوْنَ﴾ پس یہ لوگ بنی اسرائیل میں سے ہیں اور نہیں ایمان لائے ساتھ عیسیٰ علیہ السلام کے بلکہ بدستور رہے یہودیت پر یہاں تک کہ ایمان لائے ساتھ محمد ﷺ کے اور تحقیق ثابت ہو چکا ہے کہ ان کو دوہرا ثواب ہے۔ طیبی نے کہا پس احتمال ہے جاری کرنا حدیث کا اپنے عموم پر اس واسطے کہ نہیں بعید ہے یہ کہ ہو ایمان لانا ساتھ محمد ﷺ کے سبب واسطے قبول

ہونے ان دینوں کے اگر چہ منسوخ ہیں اور جس چیز کو میں پیچھے ذکر کروں گا وہ اس کی مؤید ہے اور ممکن ہے کہ کہا جائے بیچ حق ان لوگوں کے جو مدینے میں تھے یہ کہ ان کو عیسیٰ علیہ السلام کی دعوت نہیں پہنچی اس واسطے کہ وہ نہیں پھیلی اکثر شہروں میں پس بدستور رہے اپنی یہودیت پر ایمان لانے والے ساتھ پیغمبر اپنے موسیٰ علیہ السلام کے یہاں تک کہ اسلام آیا پس ایمان لائے وہ ساتھ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے پس ساتھ اس کے دور ہو گا اشکال۔

فوائد: پہلا فائدہ: یہ ہے کہ ابن متین وغیرہ کی شرح میں ہے کہ آیت مذکورہ کعب احبار اور عبداللہ بن سلام رضی اللہ عنہما کے حق میں اتری اور یہ مستقیم ہے عبداللہ کے حق میں خطا ہے کعب کے حق میں اس واسطے کہ کعب کو حضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے صحبت نہیں اور نہیں مسلمان ہوا مگر عمر فاروق رضی اللہ عنہ کی خلافت میں۔

فائدہ دوسرا: یہ ہے کہ قرطبی نے کہا کہ جس کتابی کو دوہرا اجر ملتا ہے وہ یہ ہے کہ تھا حق پر اپنی شرع میں از روئے عقیدہ کے اور فعل کے یہاں تک کہ ہمارے پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ایمان لایا پس اس کو ثواب ملتا ہے او پر پیروی حق اول اور ثانی کے اور مشکل ہے اس پر کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ہرقل کی طرف لکھا کہ مسلمان ہو جا کہ اللہ تجھ کو دوہرا ثواب دے گا اور داخل ہوا تھا وہ نصرانیت کے دین میں بعد تبدیل کے اور کہا داؤدی نے کہ احتمال ہے کہ سب امتوں کو شامل ہو اس چیز میں کہ کیا انہوں نے اس کو خیر سے جیسے کہ حکیم بن حزام کی حدیث میں ہے کہ مسلمان ہوا تو اس چیز پر کہ پہلے کی خیر سے اور رو تعاقب کیا گیا ہے اس واسطے کہ حدیث مقید ہے کہ ساتھ اہل کتاب کے پس نہ شامل ہو گی اس کے غیر کو مگر ساتھ قیاس خیر کے ایمان پر اور نیز پس نکتہ بیچ قول اس کے کی کہ اپنے پیغمبر کے ساتھ ایمان لایا اشعار ہے ساتھ علت ثواب کے یعنی مقرر سبب دو اجروں کا ایمان لانا ہے ساتھ دو پیغمبروں کے اور کافر لوگ اس طرح نہیں اور ممکن ہے کہ کہا جائے کہ فرق درمیان اہل کتاب کے اور غیر ان کے کی کافروں سے یہ ہے کہ اہل کتاب محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو پہچانتے ہیں اللہ نے فرمایا ﴿يَجِدُونَهٗ مَكْتُوبًا عِندَهُمْ فِي التَّوْرَاةِ وَالْإِنجِيلِ﴾ یعنی پاتے ہیں اس کو لکھا ہوا نزدیک اپنے تورات اور انجیل میں سو جو اس کے ساتھ ایمان لایا اور اس کے تابع ہوا ان میں سے تو ہو گی واسطے اس کے فضیلت اپنے غیر پر اور اسی طرح جو ان میں سے اس کو جھٹلا دے اس کا گناہ سخت تر ہو گا اس کے غیر کے گناہ سے۔

تیسرا فائدہ: یہ ہے کہ حکم عورت کتابی کا مانند حکم مرد کی ہے اور وہ جاری ہے سب احکام میں جس جگہ کہ داخل ہوتے ہیں ساتھ مردوں کے بالتبع مگر وہ چیز کہ خاص کرے اس کو دلیل اور اور یہ جو راوی نے کہا کہ میں نے تجھ کو یہ حدیث دی بغیر کسی چیز کے یعنی دنیا کے امروں سے نہیں تو آخرت کا ثواب حاصل ہے واسطے اس کے اور یہ جو کہا کہ طرف مدینے کی یعنی مدینے نبویہ کے اور تھا یہ معاملہ بیچ زمانے حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اور خلفاء راشدین کے پھر بہ اجدا ہوئے اصحاب شہروں میں بعد فتح ہونے شہروں کے اور ان میں بسے پس کفایت کی ہر شہر والوں نے ساتھ عالموں اپنے کے مگر جس نے علم میں فراخی چاہی یعنی چاہا کہ بہت علم سیکھے تو اس نے سفر کیا اور استدلال کیا ہے ابن بطال وغیرہ مالکیہ

نے اوپر خاص کرنے مدینے منورہ کے ساتھ علم کے اور اس میں نظر ہے واسطے اس چیز کے کہ ہم نے تقریر کی اور سوائے اس کے نہیں کہ کہا شعبی نے یہ واسطے رغبت دلانے سامع کے ہے تا کہ ہو یہ بہت بلانے والا واسطے یاد کرنے اس کے کی اور بہت کھینچنے والا واسطے حرص اس کی کے اور اللہ سے ہے مدد مانگی گئی اور تحقیق روایت کی ہے دارمی نے ساتھ سند صحیح کے بسر بن عبداللہ سے کہا کہ بے شک میں البتہ سوار ہوتا طرف کسی شہر کی شہروں سے واسطے ایک حدیث کی اور ابو عالیہ سے روایت ہے کہ ہم اصحاب سے حدیث سنتے تھے پس ہم راضی نہ ہوتے یہاں تک کہ سوار ہوتے طرف ان کی پس اُن سے سنتے۔ (فتح)

٩٥ ـ أَخْبَرَنَا مُحَمَّدٌ هُوَ ابْنُ سَلَامٍ حَدَّثَنَا الْمُحَارِبِيُّ قَالَ حَدَّثَنَا صَالِحُ بْنُ حَيَّانَ قَالَ قَالَ عَامِرٌ الشَّعْبِيُّ حَدَّثَنِي أَبُوْ بُرْدَةَ عَنْ أَبِيْهِ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ثَلَاثَةٌ لَهُمْ أَجْرَانِ رَجُلٌ مِنْ أَهْلِ الْكِتَابِ اٰمَنَ بِنَبِيِّهٖ وَاٰمَنَ بِمُحَمَّدٍ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَالْعَبْدُ الْمَمْلُوْكُ إِذَا أَدّٰى حَقَّ اللّٰهِ وَحَقَّ مَوَالِيْهِ وَرَجُلٌ كَانَتْ عِنْدَهٗ أَمَةٌ فَأَدَّبَهَا فَأَحْسَنَ تَأْدِيْبَهَا وَعَلَّمَهَا فَأَحْسَنَ تَعْلِيْمَهَا ثُمَّ أَعْتَقَهَا فَتَزَوَّجَهَا فَلَهٗ أَجْرَانِ ثُمَّ قَالَ عَامِرٌ أَعْطَيْنَاكَهَا بِغَيْرِ شَيْءٍ قَدْ كَانَ يُرْكَبُ فِيْمَا دُوْنَهَا إِلَى الْمَدِيْنَةِ.

٩٥۔ بردہ اپنے باپ سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ تین شخص ہیں جن کو دوہرا ثواب ملتا ہے ایک مرد تو اہل کتاب سے یہودی اور نصرانی جو ایمان لایا ساتھ نبی اپنے کے اور ایمان لایا ساتھ محمد ﷺ کے دوسرا وہ غلام جس نے اللہ کا حق اور اپنے مالکوں کا حق ادا کیا تیسرا وہ مرد جس کے پاس ایک لونڈی تھی جس سے صحبت کیا کرتا تھا پھر اُس نے اس کو ادب سکھلایا سو بہت اچھی طرح اس کو ادب سکھلایا اور اس کو شرع کے حکم بتلائے سو اس کی اچھی طرح تعلیم کی پھر اس کو آزاد کیا بعد اس کے اس سے نکاح کر لیا تو اس کے واسطے دو ثواب ہیں یعنی ایک ثواب تعلیم اور آزادی کا دوسرا ثواب نکاح کر لینے کا پھر کہا عامر نے (جو راوی اس حدیث کا ہے) اپنے شاگرد کو کہ یہ حدیث میں نے تجھ کو مفت دے دی ہے پس تحقیق لوگ اس سے ادنیٰ بات کے واسطے مدینے کی طرف سفر کرتے تھے یعنی لوگ تو ادنیٰ ادنیٰ باتوں کی تحصیل کے واسطے مدینہ جایا کرتے تھے اور سفر کی تکلیفیں اٹھا کر علم حاصل کرتے تھے میں نے تو تجھ کو مفت یہ حدیث سکھلا دی ہے کسی طرح کی تکلیف تجھ کو نہیں ہوئی ہے گھر میں بیٹھے بیٹھے ایسی عمدہ چیز ہاتھ آ گئی۔

بَابُ عِظَةِ الْإِمَامِ النِّسَآءَ وَتَعْلِيْمِهِنَّ.

باب ہے بیان میں وعظ کرنے اور تعلیم کرنے امام کے

عورتوں کو۔

فائدہ: تنبیہ کی ہے بخاری نے ساتھ اس ترجمہ کے اس پر کہ جو پہلے گزرا ہے بلانے سے طرف تعلیم اہل کی نہیں ہے خاص ساتھ اہل ان کے کی بلکہ یہ مندوب ہے واسطے امام اعظم کے یعنی بادشاہ کے اور جو اس کی طرف سے نائب ہو اور سمجھا گیا ہے وعظ ساتھ تصریح کی اس کے قول سے جو حدیث میں ہے فَوَعَظَهُنَّ یعنی پس وعظ کیا ان کو اور تھی موعظت ساتھ قول حضرت ﷺ کے کہ میں نے دوزخیوں میں اکثر تم ہی کو دیکھا اس واسطے کہ تم بہت لعنت کیا کرتی ہو اور خاوندوں کی ناشکری کرتی ہو اور حاصل ہوتی ہے تعلیم قول اس کے سے کہ حکم کیا ان کو صدقہ کرنے کا گویا کہ ان کو معلوم کروایا کہ خیرات سے ان کے گناہ اترتے ہیں۔ (فتح)

٩٦ ۔ حَدَّثَنَا سُلَيْمَانُ بْنُ حَرْبٍ قَالَ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنْ أَيُّوبَ قَالَ سَمِعْتُ عَطَآءً قَالَ سَمِعْتُ ابْنَ عَبَّاسٍ قَالَ أَشْهَدُ عَلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَوْ قَالَ عَطَآءٌ أَشْهَدُ عَلَى ابْنِ عَبَّاسٍ أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ خَرَجَ وَمَعَهُ بِلَالٌ فَظَنَّ أَنَّهُ لَمْ يُسْمِعْ فَوَعَظَهُنَّ وَأَمَرَهُنَّ بِالصَّدَقَةِ فَجَعَلَتِ الْمَرْأَةُ تُلْقِي الْقُرْطَ وَالْخَاتَمَ وَبِلَالٌ يَأْخُذُ فِيْ طَرَفِ ثَوْبِهِ قَالَ أَبُوْ عَبْدِ اللّٰهِ وَقَالَ إِسْمَاعِيْلُ عَنْ أَيُّوْبَ عَنْ عَطَآءٍ وَقَالَ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ أَشْهَدُ عَلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ.

٩٦۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ تحقیق نبی ﷺ نکلے اور آپ کے ساتھ بلال رضی اللہ عنہ تھے پس حضرت ﷺ نے گمان کیا کہ عورتوں نے وعظ نہیں سنا (یعنی بہ سبب دور ہونے عورتوں کے) سو حضرت ﷺ نے ان کو وعظ سنایا اور صدقہ دینے کا حکم فرمایا پس ہر عورت بالی اور انگوٹھی ڈالتی تھی اور بلال رضی اللہ عنہ اپنے کپڑے کے کنارے میں لیتے جاتے تھے۔

فائدہ: اس حدیث سے معلوم ہوا کہ جائز ہے معاطاۃ خیرات میں اور جائز ہے صدقہ عورت کا اپنے مال سے بغیر اذن اپنے خاوند کے اور یہ کہ صدقہ بہت گناہوں کو مٹا دیتا ہے جو دوزخ میں داخل کرتے ہیں۔ (فتح)

بَابُ الْحِرْصِ عَلَى الْحَدِيْثِ۔ حدیث پر حرص اور خواہش کرنے کا بیان۔

فائدہ: مراد ساتھ حدیث کے شرع کی عرف میں وہ چیز ہے جو حضرت ﷺ کی طرف منسوب کی جائے گویا کہ مراد ساتھ اس کے مقابلہ قرآن کا ہے اس واسطے کہ وہ قدیم ہے۔ (فتح)

٩٧ ۔ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْعَزِيْزِ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ قَالَ

٩٧۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ اُس نے کہا

حَدَّثَنِیْ سُلَیْمَانُ عَنْ عَمْرِو بْنِ أَبِیْ عَمْرٍو عَنْ سَعِیْدِ بْنِ أَبِیْ سَعِیْدِ الْمَقْبُرِیِّ عَنْ أَبِیْ هُرَیْرَةَ أَنَّهُ قَالَ قِیْلَ یَا رَسُوْلَ اللّٰهِ مَنْ أَسْعَدُ النَّاسِ بِشَفَاعَتِكَ یَوْمَ الْقِیَامَةِ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ لَقَدْ ظَنَنْتُ یَا أَبَا هُرَیْرَةَ أَنْ لَا یَسْأَلُنِیْ عَنْ هٰذَا الْحَدِیْثِ أَحَدٌ أَوَّلُ مِنْكَ لِمَا رَأَیْتُ مِنْ حِرْصِكَ عَلَى الْحَدِیْثِ أَسْعَدُ النَّاسِ بِشَفَاعَتِیْ یَوْمَ الْقِیَامَةِ مَنْ قَالَ لَا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ خَالِصًا مِنْ قَلْبِهٖ أَوْ نَفْسِهٖ.

یارسول اللہ سب لوگوں سے کون شخص زیادہ بہرہ مند ہے ساتھ شفاعت آپ کے قیامت کے دن رسول اللہ ﷺ نے فرمایا اے اباہریرہ! مجھ کو یقین تھا کہ تجھ سے پہلے اس حدیث کو مجھ سے کوئی نہ پوچھے گا اس واسطے کہ میں تیری حرص حدیث پر زیادہ دیکھتا ہوں سب لوگوں سے زیادہ تر بہرہ مند اور ظفر یاب ساتھ شفاعت میری کے وہ شخص ہے جس نے اپنے خالص دل سے کہا کوئی لائق بندگی کے نہیں سوائے اللہ کے۔

فائدہ: یہ جو کہا کہ البتہ مجھ کو یقین تھا کہ تجھ سے پہلے اس حدیث کو مجھ سے کوئی نہ پوچھے گا تو اس میں فضیلت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کی ہے اور فضیلت حرص کی اوپر طلب علم کے اور یہ جو کہا مَنْ قَالَ لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ تو یہ احتراز ہے شرک سے اور مراد سمیت قول اس کے کی ہے مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ لیکن کبھی کفایت کی جاتی ہے ساتھ جزو پہلے کے شہادت کے دونوں کلموں سے اس واسطے کہ ہوگئی ہے وہ نشانی اوپر مجموع اس کے کی کما تقدم فی الایمان اور یہ جو کہا خالصا تو یہ احتراز ہے منافق سے اور معنی اسعد کے فعل ہیں یہ اسم تفضیل نہیں یعنی سعید لوگوں میں اور احتمال ہے کہ ہوافعل التفضیل اپنے باب پر اور یہ کہ حاصل ہوگی واسطے ہر ایک کے سعادت ساتھ شفاعت حضرت ﷺ کے لیکن خالص ایماندار کو اکثر سعادت حاصل ہوگی اس واسطے کہ حضرت ﷺ شفاعت کریں گے مخلوق میں واسطے آرام دینے اُن کے کی خوف موقف سے اور شفاعت کریں گے بعض کافروں کے حق میں ساتھ تخفیف عذاب کی جیسا کہ صحیح ہو چکا ہے ابوطالب کے حق میں اور شفاعت کریں گے بعض ایمانداروں کے حق میں ساتھ نکلنے کی آگ سے بعد اس کے کہ اس میں داخل ہوئے اور بیچ حق بعض کے ساتھ نہ داخل ہونے ان کے کی آگ میں بعد اس کے کہ واجب کیا انہوں نے اپنے حق میں داخل ہونا بیچ اس کے اور بیچ حق بعض کے ساتھ داخل ہونے بہشت کے بغیر حساب کے اور بیچ حق بعض کے ساتھ بلند ہونے درجوں کے بیچ اس کے پس ظاہر ہوا مشترک ہونا سعادت میں ساتھ شفاعت کے اور یہ کہ سعید تر ساتھ اس کے ان میں ایماندار خالص ہے اور اس حدیث میں دلیل ہے اوپر شرط ہونے اقرار زبانی کے ساتھ دونوں کلموں شہادت کے واسطے تعبیر کرنے اس کے کی ساتھ قول کے اپنے قول میں من قال الخ۔ (فتح)

بَابٌ كَیْفَ یُقْبَضُ الْعِلْمُ وَكَتَبَ عُمَرُ علم کس طرح اٹھایا جائے گا اور عمر بن عبدالعزیز نے

بْنُ عَبْدِ الْعَزِيْزِ إِلٰى أَبِيْ بَكْرِ بْنِ حَزْمٍ انظُرْ مَاكَانَ مِنْ حَدِيْثِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَاكْتُبْهُ فَإِنِّيْ خِفْتُ دُرُوْسَ الْعِلْمِ وَذَهَابَ الْعُلَمَآءِ وَلَا تَقْبَلْ إِلَّا حَدِيْثَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَلْتفشوا الْعِلْمَ وَلْتَجْلِسُوْا حَتّٰى يُعَلَّمَ مَنْ لَا يَعْلَمُ فَإِنَّ الْعِلْمَ لَا يَهْلِكُ حَتّٰى يَكُوْنَ سِرًّا حَدَّثَنَا الْعَلَاءُ بْنُ عَبْدِ الْجَبَّارِ قَالَ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْعَزِيْزِ بْنُ مُسْلِمٍ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ دِيْنَارٍ بِذٰلِكَ يَعْنِيْ حَدِيْثَ عُمَرَ بْنِ عَبْدِ الْعَزِيْزِ إِلٰى قَوْلِهِ ذَهَابَ الْعُلَمَآءِ.

ابوبکر بیٹے حزم کی طرف لکھا جمع کر جو پائے تو حضرت ﷺ کی حدیث سے سو اس کو لکھ لے اس واسطے کہ میں خوف کرتا ہوں علم کے پرانے ہوجانے کا اور علماء کے مرجانے کا اور نہیں قبول کی جاتی مگر حدیث نبی ﷺ کی اور چاہیے کہ پھیلائیں علم کو اور چاہیے کہ علم کی تعلیم کے واسطے بیٹھیں تا کہ جان لے جو نہیں جانتا اس واسطے کہ علم نہیں گم ہوتا ہے یہاں تک کہ ہوجائے پوشیدہ۔

فائدہ: یہ جو کہا کہ اس کو لکھ لے تو مستفاد ہوتا ہے اس سے مشروع ہونا تصنیف حدیث نبوی کا اور اس سے پہلے اپنی یادداشت پر اعتماد کیا کرتے تھے جو جب خوف کیا عمر بن عبدالعزیز نے اور وہ پہلی صدی کے سر پر تھا دور ہونے علم کے سے ساتھ مرجانے عالموں کے تو اس نے مناسب جانا کہ اس کی تدوین میں ضبط ہے واسطے اس کے باقی رکھنا ہے اس کا اور ایک روایت میں ہے کہ عمر بن عبدالعزیز نے شہروں کی طرف لکھا کہ حضرت ﷺ کی حدیث میں نظر کرو سو اس کو جمع کرو۔ (فتح)

۹۸ ـ حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيْلُ بْنُ أَبِيْ أُوَيْسٍ قَالَ حَدَّثَنِيْ مَالِكٌ عَنْ هِشَامِ بْنِ عُرْوَةَ عَنْ أَبِيْهِ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عَمْرِو بْنِ الْعَاصِ قَالَ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ إِنَّ اللّٰهَ لَا يَقْبِضُ الْعِلْمَ انْتِزَاعًا يَنْتَزِعُهُ مِنَ الْعِبَادِ وَلٰكِنْ يَقْبِضُ الْعِلْمَ بِقَبْضِ الْعُلَمَآءِ حَتّٰى إِذَا لَمْ يُبْقِ عَالِمًا اتَّخَذَ النَّاسُ رُؤُوْسًا جُهَّالًا فَسُئِلُوْا فَأَفْتَوْا

۹۸۔ عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ اللہ علم کو اسطرح نہ اٹھائے گا کہ لوگوں سے علم نکال کر کھینچ کر لیکن علم کو اٹھائے گا عالموں کو اٹھا کر یہاں تک کہ جب کسی عالم کو نہ چھوڑے گا تو لوگ جاہلوں کو عالم اور پیر مرشد ٹھہرائیں گے پھر وہ پوچھے جائیں گے اور مفتی کہلائیں گے یعنی انہیں جاہلوں سے لوگ مسئلہ پوچھیں گے سو وہی فتوے دیں گے اور مسئلہ بتائیں گے بے علمی اور نادانی سے سو آپ بھی وہ گمراہ ہوئے اور لوگوں کو بھی گمراہ کیا۔

بِغَیْرِ عِلْمٍ فَضَلُّوْا وَأَضَلُّوْا قَالَ الْفِرَبْرِیُّ حَدَّثَنَا عَبَّاسٌ قَالَ حَدَّثَنَا قُتَیْبَةُ حَدَّثَنَا جَرِیْرٌ عَنْ هِشَامٍ نَحْوَهُ.

فائدہ: یہ جو فرمایا کہ اللہ علم اس طرح نہ اٹھائے گا الخ یعنی سینوں سے مٹا دینا اور تھا حدیث بیان کرنا حضرت ﷺ کا ساتھ اس کے حجۃ الوداع میں جیسا کہ احمد اور طبرانی نے ابو امامہ رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ جب حجۃ الوداع کا دن ہوا تو حضرت ﷺ نے فرمایا کہ سیکھو علم کو پہلے اس سے کہ قبض کیا جائے یا اٹھایا جائے تو ایک دیہاتی نے کہا کہ کس طرح اٹھایا جائے گا؟ تو فرمایا کہ خبردار ہو کہ دور ہونا علم کا ساتھ دور ہونے اٹھانے والوں اس کے کی ہے یعنی ساتھ مرجانے عالموں کے تین بار فرمایا ابن منیر نے کہا کہ علم کا سینے سے مٹ جانا جائز ہے قدرت میں مگر تحقیق یہ حدیث دلالت کرتی ہے اوپر نہ واقع ہونے اس کے اور اس حدیث میں ترغیب دلانا ہے اوپر یاد کرنے علم کے او رڈرانا ہے جاہلوں کے رئیس بنانے سے اور یہ کہ فتوے دینا یہی ہے ریاست حقیقی اور مذمت ہے اس شخص کی جو آئے طرف اس کی بغیر علم کے او راستدلال کیا ہے ساتھ اس کے جمہور نے ساتھ خالی ہونے زمانے کے مجتہد سے اور واسطے اللہ کے ہے امر کرتا ہے جو چاہتا ہے اور اس مسئلے کی بحث کتاب الاعتصام میں ہم پھر کریں گے۔ (فتح)

بَابٌ هَلْ يُجْعَلُ لِلنِّسَآءِ يَوْمٌ عَلٰى حِدَةٍ فِي الْعِلْمِ.

عورتوں کو علم سکھانے کے واسطے ایک دن علیحدہ مقرر کرنا کیسا ہے؟۔

۹۹ ـ حَدَّثَنَا اٰدَمُ قَالَ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ قَالَ حَدَّثَنِي ابْنُ الْاَصْبَهَانِيِّ قَالَ سَمِعْتُ أَبَا صَالِحٍ ذَكْوَانَ يُحَدِّثُ عَنْ أَبِيْ سَعِيْدٍ الْخُدْرِيِّ قَالَتِ النِّسَآءُ لِلنَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ غَلَبَنَا عَلَيْكَ الرِّجَالُ فَاجْعَلْ لَنَا يَوْمًا مِنْ نَفْسِكَ فَوَعَدَهُنَّ يَوْمًا لَقِيَهُنَّ فِيْهِ فَوَعَظَهُنَّ وَأَمَرَهُنَّ فَكَانَ فِيْمَا قَالَ لَهُنَّ مَا مِنْكُنَّ امْرَأَةٌ تُقَدِّمُ ثَلَاثَةً مِنْ وَلَدِهَا إِلَّا كَانَ لَهَا حِجَابًا مِنَ النَّارِ فَقَالَتِ امْرَأَةٌ وَاثْنَتَيْنِ فَقَالَ وَاثْنَتَيْنِ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ قَالَ حَدَّثَنَا غُنْدَرٌ قَالَ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنْ عَبْدِ

۹۹۔ ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ عورتوں نے نبی ﷺ سے کہا کہ آپ کے پاس مرد ہم پر غالب آگئے ہیں یعنی مردوں کا آپ کے پاس بہت ہجوم رہتا ہے ہم کو آپ کے پاس بیٹھنے کی جگہ نہیں ملتی جو ہم آپ کا وعظ سنیں پس آپ اپنے پاس سے ایک دن خاص ہمارے واسطے مقرر فرمایئے سو حضرت ﷺ نے عورتوں کو ایک دن کا وعدہ کیا جس میں آپ نے اُن سے ملاقات کی پس وعظ سنایا ان کو اور حکم فرمایا ان کو پس جو آپ نے ان عورتوں سے فرمایا اس میں ایک بات یہ بھی تھی کہ تم سے کوئی ایسی عورت نہیں جو آگے بھیج چکی ہو تین لڑکے یعنی جس کے تین لڑکے مر گئے ہوں مگر ہو جائیں گے وہ واسطے اس کے پردہ دوزخ سے یعنی اس کو دوزخ سے بچائیں

الرَّحْمٰنِ بْنِ الْأَصْبَهَانِيِّ عَنْ ذَكْوَانَ عَنْ أَبِي سَعِيدِ الْخُدْرِيِّ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِهٰذَا وَعَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ الْأَصْبَهَانِيِّ قَالَ سَمِعْتُ أَبَا حَازِمٍ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ ثَلَاثَةً لَمْ يَبْلُغُوا الْحِنْثَ.

گے پس ایک عورت نے عرض کی کہ اگر دو ہوں تو حضرت ﷺ نے فرمایا دو ہی سہی۔

دوسری روایت میں اتنا لفظ زیادہ آیا ہے لَمْ يَبْلُغُوا الْحِنْثَ یعنی جو جوانی اور بلوغت کو نہ پہنچے ہوں۔

فائدہ: یعنی جو بالغ ہونے سے پہلے مرگئے اس واسطے کہ سوائے اس کے نہیں کہ گناہ تو صرف بالغ ہونے کے بعد لکھا جاتا ہے اور بھید اس میں یہ ہے کہ نہیں منسوب کیا جاتا ہے طرف ان کی اس وقت عقوق یعنی ماں باپ کی نافرمانی پس ہوگا غم اوپر ان کے اس وقت سخت تر اور اس حدیث میں بیان ہے اس چیز کا کہ اس پر اصحاب کی عورتیں تھیں حرص سے اوپر تعلیم امورِ دین کے اور اس میں جواز وعدے کا ہے اور یہ کہ مسلمانوں کی اولاد بہشت میں جائے گی اور یہ کہ جس کے دولڑکے مرجائیں وہ اس کے واسطے آگ سے حجاب ہوتے ہیں اور نہیں ہے یہ حکم خاص ساتھ عورتوں کے۔ (فتح)

بَابُ مَنْ سَمِعَ شَيْئًا فَلَمْ يَفْهَمْهُ فَرَاجَعَ فِيهِ حَتّٰى يَعْرِفَهُ.

جو شخص کسی چیز کو سنے اور نہ سمجھے پس اس کو پھر کر پوچھے تا کہ اس کو سمجھ آ جائے۔

١٠٠ ـ حَدَّثَنَا سَعِيدُ بْنُ أَبِي مَرْيَمَ قَالَ أَخْبَرَنَا نَافِعُ بْنُ عُمَرَ قَالَ حَدَّثَنِي ابْنُ أَبِي مُلَيْكَةَ أَنَّ عَائِشَةَ زَوْجَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَتْ لَا تَسْمَعُ شَيْئًا لَا تَعْرِفُهُ إِلَّا رَاجَعَتْ فِيهِ حَتّٰى تَعْرِفَهُ وَأَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ مَنْ حُوسِبَ عُذِّبَ قَالَتْ عَائِشَةُ فَقُلْتُ أَوَلَيْسَ يَقُولُ اللّٰهُ تَعَالٰى فَسَوْفَ يُحَاسَبُ حِسَابًا يَسِيرًا قَالَتْ فَقَالَ إِنَّمَا ذٰلِكِ الْعَرْضُ وَلٰكِنْ مَنْ نُوقِشَ الْحِسَابَ يَهْلِكْ.

١٠٠۔ ابن ابی ملیکہ سے روایت ہے کہ عائشہ رضی اللہ عنہا بیوی نبی ﷺ کی جس چیز کو سن کر نہیں سمجھتی تھیں اس کو پھر کر دوبارہ پوچھتی تھیں تا کہ سمجھ لیں اور عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ نبی ﷺ نے جو فرمایا جو شخص کہ حساب کیا گیا یعنی قیامت کو جس کا حساب لیا گیا وہ بے شک عذاب میں گرفتار ہوگیا عائشہ رضی اللہ عنہا کہتی ہیں کہ سو میں نے کہا کہ کیا اللہ غالب اور بزرگ نے نہیں فرمایا ہے پس قریب ہے کہ حساب کیا جائے گا حساب کرنا آسان، عائشہ رضی اللہ عنہا کہتی ہیں حضرت ﷺ نے فرمایا کہ یہ پیش کرنا ہے یعنی اس آیت سے حساب سے مراد عملوں کا سامنا کر دینا ہے کہ فقط اس کے عمل اس کو سامنے کر کے دکھا دیے جائیں گے اور کچھ پوچھا نہیں جائے گا کہ یہ کام تو نے کس واسطے کیا اور لیکن جو حساب میں نہایت کیا گیا اور ذرہ ذرہ سے پوچھا گیا وہ ہلاک ہوگا۔

فائدہ: یہ جو کہا کہ یہ عرض ہے تو مراد یہ ہے کہ لوگ میزان پر پیش کیے جائیں گے اور مراد مناقشہ سے اس جگہ مبالغہ ہے پورا لینے میں اور اس کے معنی یہ ہیں کہ لکھنا حساب کا پہنچانا ہے طرف مستحق ہونے عذاب کے اس واسطے کہ بندے کی نیکیاں موقوف ہیں قبول ہونے پر اور اگر نہ واقع ہو رحمت جو چاہنے والی ہے واسطے قبول کے تو نہیں حاصل ہوتی نجات اور اس حدیث میں بیان ہے اس چیز کا کہ تھی نزدیک عائشہ رضی اللہ عنہا کے حرص سے اوپر سمجھنے معنوں حدیث کے اور یہ کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نہ تھکتے تھے دوہرانے سے علم میں اور اس میں جائز ہونا مناظرے کا ہے اور مقابلہ کرنا حدیث کا ساتھ قرآن کے اور جدا جدا ہونا لوگوں کا حساب میں اور یہ کہ ایسا مسئلہ پوچھا نہیں داخل ہے اس چیز میں کہ اصحاب کو اس سے منع ہوا تھا اس آیت میں ﴿لَا تَسْئَلُوْا عَنْ اَشْيَاءَ﴾ اور تحقیق واقع ہوا ہے مانند اُس کی واسطے غیر عائشہ رضی اللہ عنہا کے پس حفصہ رضی اللہ عنہا کی حدیث میں ہے کہ جب اس نے سنا کہ جو لوگ جنگ بدر اور حدیبیہ میں حاضر ہوئے ان میں سے کوئی دوزخ میں داخل نہیں ہوگا حفصہ رضی اللہ عنہا نے کہا کہ کیا اللہ نے نہیں کہا ﴿وَاِنْ مِّنْكُمْ اِلَّا وَارِدُهَا﴾ تو جواب ملا اس کو ساتھ قول اللہ کے ﴿ثُمَّ نُنَجِّي الَّذِيْنَ اتَّقَوْا﴾ اور جب یہ آیت اتری کہ جو لوگ ایمان لائے اور اپنے ایمان کو ظلم کے ساتھ نہ ملایا تو اصحاب نے کہا کہ ہم میں سے کون ایسا ہے جو ظلم نہیں کرتا تو ان کو جواب ملا کہ مراد ظلم سے شرک ہے اور جامع در بیان ان تینوں مسئلوں کے ظاہر ہونا عموم کا حساب میں اور وارد ہونے میں اور ظلم میں پس ظاہر کیا واسطے ان کے کہ مراد بیچ ہر ایک کے ان میں سے ایک خاص امر ہے اور نہیں واقع ہوا اصحاب سے مگر کم باوجود توجیہ سوال کے اور ظاہر ہونے اس کے کی اور یہ واسطے کمال فہم ان کے کی اور معرفت ان کے ہے ساتھ زبان عربی کے پس جو وارد ہوا ہے بیچ مذمت اس شخص کے جو مشکل مسئلے پوچھے تو یہ محمول ہے اس کے حق میں جو بطور عیب جوئی کے پوچھے جیسے کہ اللہ نے فرمایا کہ جن کے دلوں میں زیغ ہے وہ متشابہات کی پیروی کرتے ہیں واسطے ڈھونڈنے فتنے کے اور عائشہ رضی اللہ عنہا کی حدیث میں ہے کہ جب تم ان لوگوں کو دیکھو جو اس سے پوچھتے ہیں تو وہ وہی ہیں جن کا اللہ نے نام رکھا ہے پس بچو ان سے۔ (فتح)

بَابٌ لِيُبَلِّغِ الْعِلْمَ الشَّاهِدُ الْغَآئِبَ قَالَهُ ابْنُ عَبَّاسٍ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ.

باب ہے اس بیان میں کہ چاہیے کہ پہنچا دے علم حاضر غائب کو یعنی جب کوئی دین کا مسئلہ کسی عالم سے پوچھے یا سُنے تو اس کو لازم ہے کہ وہ مسئلہ اور لوگوں کو پہنچا دے جو وہاں حاضر نہیں تھے روایت کیا ہے اس بات کو ابن عباس رضی اللہ عنہما نے حضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے

۱۰۱ - حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ يُوْسُفَ قَالَ حَدَّثَنِي اللَّيْثُ قَالَ حَدَّثَنِي سَعِيْدٌ هُوَ ابْنُ

۱۰۱۔ ابو شریح سے روایت ہے کہ اس نے عمرو بن سعید کو کہا کہ جس حالت میں کہ عمرو لشکر کو مکے کی طرف بھیج رہا تھا اے امیر

أَبِیْ سَعِیْدٍ عَنْ أَبِیْ شُرَیْحٍ أَنَّهٗ قَالَ لِعَمْرِو بْنِ سَعِیْدٍ وَهُوَ یَبْعَثُ الْبُعُوْثَ إِلٰی مَکَّةَ اِئْذَنْ لِیْ أَیُّهَا الْأَمِیْرُ أُحَدِّثْكَ قَوْلًا قَامَ بِهِ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ الْغَدَ مِنْ یَوْمِ الْفَتْحِ سَمِعَتْهُ أُذُنَایَ وَوَعَاهُ قَلْبِیْ وَأَبْصَرَتْهُ عَیْنَایَ حِیْنَ تَکَلَّمَ بِهٖ حَمِدَ اللّٰهَ وَأَثْنٰی عَلَیْهِ ثُمَّ قَالَ إِنَّ مَکَّةَ حَرَّمَهَا اللّٰهُ وَلَمْ یُحَرِّمْهَا النَّاسُ فَلَا یَحِلُّ لِامْرِئٍ یُؤْمِنُ بِاللّٰهِ وَالْیَوْمِ الْاٰخِرِ أَنْ یَّسْفِكَ بِهَا دَمًا وَلَا یَعْضِدَ بِهَا شَجَرَةً فَإِنْ أَحَدٌ تَرَخَّصَ لِقِتَالِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ فِیْهَا فَقُوْلُوْا إِنَّ اللّٰهَ قَدْ أَذِنَ لِرَسُوْلِهٖ وَلَمْ یَأْذَنْ لَکُمْ وَإِنَّمَا أَذِنَ لِیْ فِیْهَا سَاعَةً مِّنْ نَّهَارٍ ثُمَّ عَادَتْ حُرْمَتُهَا الْیَوْمَ کَحُرْمَتِهَا بِالْأَمْسِ وَلْیُبَلِّغِ الشَّاهِدُ الْغَآئِبَ فَقِیْلَ لِأَبِیْ شُرَیْحٍ مَا قَالَ عَمْرٌو قَالَ أَنَا أَعْلَمُ مِنْكَ یَا أَبَا شُرَیْحٍ لَا یُعِیْذُ عَاصِیًا وَلَا فَارًّا بِدَمٍ وَلَا فَارًّا بِخَرْبَةٍ.

(عمرو کو کہا) مجھ کو اذن دے کہ میں تجھ کو رسول اللہ ﷺ کی ایک حدیث بتلاؤں جس کو آپ نے فتح مکہ کے دن فرمایا تھا میرے دونوں کانوں نے اس کو سنا اور میرے دل نے اس کو یاد رکھا اور میری آنکھوں نے حضرت ﷺ کو دیکھا جبکہ آپ نے اس کو فرمایا تھا وہ حدیث یہ ہے کہ حضرت ﷺ کھڑے ہوئے اور اللہ کی تعریف کی اور اس پر صفت کہی پھر فرمایا کہ بے شک مکہ کو اللہ نے حرام کیا ہے آدمیوں نے اس کو نہیں حرام کیا یعنی یہ حرمت اس کی جو تمام خلقت کے دلوں میں بیٹھی ہوئی ہے تو یہ عزت اور حرمت اس کی آدمیوں نے اپنی طرف سے نہیں بنائی بلکہ یہ حرمت اس کی اللہ کی طرف سے مقرر ہو چکی ہے سو جو مرد کہ اللہ اور قیامت کے ساتھ ایمان رکھتا ہو وہ اس میں خون نہ بہائے یعنی کسی کو نہ مارے نہ قتل کرے اور مکہ کے درخت نہ کاٹے اور اگر کوئی مکہ میں خون کرنا درست جانے پیغمبر اللہ کے قتل کرنے کی دلیل سے تو اس سے کہہ دو کہ البتہ اللہ نے اپنے رسول کو حکم دیا تھا اور تم کو حکم نہیں دیا تھا اور مجھ کو بھی ایک دن کی ایک ہی ساعت میں اجازت ہوئی پھر اس کی حرمت پلٹ آئی جیسے کل تھی اور چاہیے کہ جو لوگ اس وقت حاضر ہیں وہ غائب لوگوں کو (جو حاضر نہیں ہیں) یہ حکم پہنچادیں پس ابو شریح سے پوچھا گیا کہ عمرو بن سعید نے کیا جواب دیا کہ اے ابو شریح میں تجھ سے زیادہ تر جاننے والا ہوں مکہ نہ گنہگار کو پناہ دے سکتا ہے اور نہ اس کو پناہ دے سکتا ہے جو خون کر کے یا چوری کر کے مکہ میں بھاگ آیا ہو یعنی مکہ قصاص اور حد قائم کرنے کو منع نہیں کر سکتا ہے۔

فائدہ: اصل یہ قصہ اس طور سے ہے کہ یہ جو کہا کہ وہ لشکروں کو بھیجتا تھا تو مراد یہ ہے کہ مکے کی طرف بھیجتا تھا واسطے لڑائی عبداللہ بن زبیر کے اس واسطے کہ اس نے یزید بن معاویہ کی بیعت سے انکار کیا تھا اور خانے کعبے کے حرم کے

ساتھ پناہ پکڑی تھی اور عمرو مدینے کا حاکم تھا یزید کی طرف سے اور قصہ مشہور ہے اس کا خلاصہ یہ ہے کہ وصیت کی معاویہ نے ساتھ خلافت کے بعد اپنے واسطے اپنے بیٹے یزید کے سو بیعت کی اس سے لوگوں نے مگر حسین بن علی اور ابن زبیر نے اور اپر ابوبکر کا بیٹا سو معاویہ کے مرنے سے پہلے مرگیا اور اپر ابن عمر سو اس نے معاویہ کے مرنے کے بعد یزید سے بیعت کی اور اپر حسین بن علی سو وہ کوفے کی طرف چلے گئے واسطے بلانے ان کے کی ان کو تا کہ اس سے بیعت کریں تو یہ اُن کے قتل کا سبب ہوا اور لیکن ابن زبیر سو اس نے خانے کعبے کے حرم میں پناہ پکڑی اور مکہ کا حاکم ہو گیا تو یزید نے عمرو بن سعید کو جو مدینے کا حاکم تھا لکھا کہ مکہ کی طرف لشکر بھیجے تو اس کا انجام کار یہ ہوا کہ اہل مدینہ نے اجماع کیا اوپر توڑنے بیعت یزید کے اور جب عمرو نے لشکر کو عبداللہ بن زبیر کی لڑائی کے واسطے مکہ کی طرف روانہ کیا تو اس وقت ابوشریح نے (جو صحابی تھے) عمرو کو مکے کی طرف لشکر بھیجنے سے منع کیا اور یہ حدیث اس کو سنائی کہ اللہ نے مکہ کو حرام کیا ہے اس میں لڑائی کرنا حرام ہے اور یہ جو عمرو نے کہا کہ مکہ خونی کو پناہ نہیں دے سکتا ہے تو اس کی یہ کلام ظاہر میں تو حق تھی لیکن اس نے اس سے ارادہ باطل کیا تھا اس لیے کہ عبداللہ بن زبیر نے ایسا کوئی جرم نہیں کیا تھا جس کی وجہ سے اس پر کوئی سزا واجب ہو بلکہ یزید سے وہ خلافت کا زیادہ حق دار تھا ایک اس وجہ سے کہ لوگ اس کی بیعت یزید سے پہلے کر چکے تھے دوسری اس وجہ سے کہ وہ صحابی تھے اور یہ جو کہا کہ میرے دونوں کانوں نے سنا تو مراد اس کی یہ ہے کہ اس نے مبالغہ کیا اس کے یاد رکھنے میں اور ثابت رہنے کے بیچ اس کے اور یہ کہ نہیں لیا اس نے اس کو ساتھ واسطہ کی اور یہ جو کہا کہ نہیں حرام کیا اس کو لوگوں نے تو مراد یہ ہے کہ واقع ہوا ہے حرام ہونا اس کا ساتھ وحی کے اللہ سے نہ لوگوں کی اصطلاح سے اور مراد گھڑی سے اس حدیث میں زمانے کی ایک مقدار ہے اور مراد ساتھ اس کے دن فتح مکہ کا ہے اور وہ سورج کے نکلنے سے عصر تک تھا اس میں لڑنے کی اجازت تھی نہ درختوں کے کاٹنے کی اور یہ جو کہا کہ نہیں پناہ دیتا تو مراد یہ ہے کہ نہیں بچاتا گنہگار کو قائم کرنے حد کے سے اوپر اس کے اور نہ بھاگنے والے کو ساتھ خون کے یعنی بھاگنے والے کو جس پر خون ہو کہ پناہ پکڑے ساتھ مکے کی تا کہ نہ بدلا لیا جائے اُس سے۔ (فتح)

۱۰۲۔ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ عَبْدِ الْوَهَّابِ قَالَ حَدَّثَنَا حَمَّادٌ عَنْ أَيُّوْبَ عَنْ مُحَمَّدٍ عَنِ ابْنِ أَبِيْ بَكْرَةَ عَنْ أَبِيْ بَكْرَةَ ذُكِرَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ فَإِنَّ دِمَآءَ كُمْ وَأَمْوَالَكُمْ قَالَ مُحَمَّدٌ وَأَحْسِبُهٗ قَالَ وَأَعْرَاضَكُمْ عَلَيْكُمْ حَرَامٌ كَحُرْمَةِ يَوْمِكُمْ هٰذَا فِيْ شَهْرِكُمْ هٰذَا أَلَا لِيُبَلِّغِ

۱۰۲۔ ابوبکرہ سے روایت ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا کہ تمہارے خون اور تمہارے مال اور تمہاری آبروئیں تم پر حرام ہیں جیسے اس تمہارے دن کو حرمت ہے اس تمہارے مہینے میں خبردار ہو چاہیے کہ تم میں سے جو شخص اس وقت حاضر ہے وہ غائب کو یہ حکم پہنچا دے اور محمد (راوی اس حدیث کا) کہتا تھا کہ سچ فرمایا ہے رسول اللہ ﷺ نے کہ یہ تبلیغ آپ کی امت میں واقع ہوگئی اور حاضر نے غائب کو آپ کا حکم پہنچا دیا حضرت ﷺ

الشَّاهِدُ مِنكُمُ الْغَائِبَ وَكَانَ مُحَمَّدٌ يَقُولُ صَدَقَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ ذٰلِكَ أَلَا هَلْ بَلَّغْتُ مَرَّتَيْنِ.

نے فرمایا خبردار ہو بے شک میں نے پہنچا دیا ہے حکم اللہ دو بار آپ نے یہ کلمہ فرمایا۔

بَابُ إِثْمِ مَنْ كَذَبَ عَلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ.

جو شخص حضرت ﷺ پر جھوٹ باندھے اس کے گناہ کا بیان۔

فائدہ: نہیں باب کی حدیثوں میں تصریح ساتھ گناہ کے اور سوائے اس کے کچھ نہیں کہ وہ مستفاد ہے وعدہ دینے سے ساتھ آگ کے اوپر اس کے واسطے کہ وہ لازم ہے اُس کا۔ (فتح)

۱۰۳ - حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ الْجَعْدِ قَالَ أَخْبَرَنَا شُعْبَةُ قَالَ أَخْبَرَنِي مَنْصُورٌ قَالَ سَمِعْتُ رِبْعِيَّ بْنَ حِرَاشٍ يَقُولُ سَمِعْتُ عَلِيًّا يَقُولُ قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا تَكْذِبُوا عَلَيَّ فَإِنَّهُ مَنْ كَذَبَ عَلَيَّ فَلْيَلِجِ النَّارَ.

۱۰۳۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ مجھ پر جھوٹ نہ باندھو سو بے شک یہ بات ہے کہ جو مجھ پر جھوٹ باندھے گا وہ دوزخ میں جائے گا۔

فائدہ: یہ جو فرمایا کہ مجھ پر جھوٹ نہ باندھو تو یہ عام ہے ہر جھوٹ میں مطلق ہے ہر قسم کے جھوٹ میں اور اس کے معنی یہ ہیں کہ میری طرف جھوٹ کو منسوب نہ کرو اور نہیں ہے کوئی مفہوم واسطے قول اسکے کے عَلَيَّ یعنی مجھ پر اس واسطے کہ نہیں متصور ہے یہ کہ جھوٹ بولا جائے واسطے حضرت ﷺ کے واسطے منع کرنے آپ کے مطلق جھوٹ سے اور تحقیق مغرور ہوئی ایک جماعت جاہلوں سے سو انہوں نے جھوٹی حدیثیں بنائی ہیں ترغیب اور ترہیب میں اور کہا انہوں نے کہ ہم حضرت ﷺ پر جھوٹ نہیں باندھتے بلکہ ہم نے یہ آپ کی شریعت کی تائید کے واسطے کیا ہے اور ان کو یہ معلوم نہیں ہوا کہ قائل ٹھہرانا حضرت ﷺ کا واسطے اس چیز کے کہ نہیں کہی آپ نے چاہتا ہے جھوٹ باندھنے کو اللہ پر اس واسطے کہ وہ ثابت کرنا ایک حکم کا احکام شرعیہ سے برابر ہے کہ ایجاب میں ہو یا مستحب میں اور اسی طرح مقابل اس کا اور وہ حرام اور مکروہ ہے اور نہیں اعتبار ہے اس شخص کا جو اس کے مخالف ہے فرقہ کرامیہ سے جس جگہ کہ جائز کہا ہے انہوں نے وضع حدیثوں کا ترغیب اور ترہیب میں یعنی واسطے رغبت دلانے کے کسی امر میں یا ڈرانے کی کسی کام سے بیچ ثابت کرنے اُس چیز کے کہ وارد ہوئی ہے قرآن اور حدیث میں اور حجت پکڑی ہے انہوں نے ساتھ اس کے کہ وہ جھوٹ ہے واسطے آپ کے نہ اوپر آپ کے اور یہ جہالت ہے ساتھ زبان عربی کے اور تمسک کیا ہے بعض نے ساتھ اس زیادتی کے جو حدیث کی بعض طریقوں میں وارد ہوئی ہے مَنْ كَذَبَ عَلَيَّ لِيُضِلَّ النَّاسَ یعنی جو جھوٹ باندھے مجھ پر تاکہ گمراہ کرے ساتھ اس کے لوگوں کو یعنی مراد ان بعض کی یہ ہے کہ حضرت ﷺ پر جھوٹ باندھنا وہ

برا ہے جس کے ساتھ لوگوں کو گمراہ کرے اور جو لوگوں کی ہدایت کے واسطے ہو تو یہ درست ہے اور جواب اس کا یہ ہے کہ یہ زیادتی ثابت نہیں ہوئی اور بر تقدیر ثابت ہونے اس کے کی پس نہیں ہے لام اس میں واسطے علت کی بلکہ واسطے ضرورت کے ہے جیسا کہ اس آیت میں ہے ﴿فَمَنْ اَظْلَمُ مِمَّنِ افْتَرٰی عَلَی اللّٰهِ كَذِبًا لِّيُضِلَّ النَّاسَ﴾ اور اس کے معنی یہ ہیں کہ اس کا انجام کار گمراہ کرنے کی طرف ہے یا وہ تخصیص بعض افراد عموم کے سے ہے پس نہیں ہے مفہوم واسطے اس کے مانند اس آیت کی ﴿وَلَا تَقْتُلُوْا اَوْلَادَكُمْ خَشْيَةَ اِمْلَاقٍ﴾ پس تحقیق قتل کرنا اولاد کا اور اضلال ان آیتوں میں واسطے تاکید امر کے ہے بیچ اس کے نہ خاص ہونا حکم کا اور یہ جو کہا کہ فلیلج النار تو ٹھہرایا آگ میں داخل ہونے کے امروں کو سبب کذب سے اس واسطے کہ لازم امر کا الزام ہے یعنی لازم کرنا اور لازم کرنا ساتھ داخل ہونے کے آگ میں سبب اس کا جھوٹ باندھنا ہے اوپر آپ کے۔ (فتح)

١٠٤ ۔ حَدَّثَنَا اَبُو الْوَلِيْدِ قَالَ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنْ جَامِعِ بْنِ شَدَّادٍ عَنْ عَامِرِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ الزُّبَيْرِ عَنْ اَبِيْهِ قَالَ قُلْتُ لِلزُّبَيْرِ اِنِّیْ لَا اَسْمَعُكَ تُحَدِّثُ عَنْ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَمَا يُحَدِّثُ فُلَانٌ وَّفُلَانٌ قَالَ اَمَا اِنِّیْ لَمْ اُفَارِقْهُ وَلٰكِنْ سَمِعْتُهٗ يَقُوْلُ مَنْ كَذَبَ عَلَیَّ فَلْيَتَبَوَّاْ مَقْعَدَهٗ مِنَ النَّارِ۔

۱۰۴۔ عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے اپنے باپ زبیر سے کہا کہ بے شک میں نے تجھ کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث بیان کرتے ہوئے نہیں سنا جیسے کہ فلاں فلاں شخص حدیث بیان کرتے ہیں (یعنی اور لوگ تو حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیثیں بہت بیان کرتے ہیں تم حضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے کبھی کوئی حدیث بھی بیان نہیں کرتے ہو) زبیر رضی اللہ عنہ نے کہا خبردار ہو کہ میں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے جدا نہیں ہوا ہوں (نہ سفر میں نہ حضر میں) لیکن میں نے حضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے کہ آپ فرماتے تھے کہ جو شخص مجھ پر جھوٹ باندھے گا پس چاہیے کہ ٹھکانہ بنا لے اپنا دوزخ میں یعنی میرے حدیث ترک کر دینے کا یہ سبب نہیں کہ میں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ نہیں رہا ہوں یا مجھ کو حدیث کی پہچان نہیں ہے بلکہ اس کا سبب یہ ہے کہ جو حدیث میں نے حضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے نہ سنی ہو اس کو سنی ہوئی گمان کر کے کہہ دوں تو اس حدیث مَنْ كَذَبَ کے وعید میں داخل ہو جاؤں۔

فائدہ: نعوذ باللہ اس حدیث میں سے معلوم ہوا کہ جو شخص موضوع حدیث بنائے گا وہ دوزخ میں جائے گا ایک کرامیہ فرقہ ہے وہ کہتے ہیں کہ ترغیب اور ترہیب کے واسطے جھوٹی حدیثیں بنانی جائز ہیں مگر یہ مذہب ان کا باطل ہے اس حدیث سے اور یہ جو کہا کہ میں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے جدا نہیں ہوا تو یہ باعتبار اکثر اوقات کے ہے نہیں تو ہجرت

کی تھی زبیر رضی اللہ عنہ نے طرف حبشے کی اور اسی طرح جب حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے مدینے کی طرف ہجرت کی تو اس وقت بھی حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ نہ تھے اور سوائے اس کے کچھ نہیں کہ وارد کیا اس کلام کو بطور توجیہ کے واسطے سوال کے اس واسطے کہ لازم ملازمت کا سماع ہے اور لازم ہے اس کو دوہرانا حدیث کا لیکن منع کیا اس کو اس سے اس چیز نے کہ ڈرا اس سے حدیث کے معنی سے جس کو ذکر کیا یعنی مَنْ كَذَبَ عَلَیَّ الخ اور بیچ تمسک کرنے زبیر کے ساتھ اس حدیث کے اوپر اس چیز کے کہ گیا ہے طرف اس کی کم حدیث بیان کرنے سے دلیل ہے واسطے اصح قول کے اس میں کہ کذب وہ خبر دینا ہے ساتھ چیز کے برخلاف اس چیز کے کہ وہ اس پر ہے برابر ہے کہ جان بوجھ کر ہو یا چوک کر اور چوکنے والا اگرچہ گنہگار نہیں ساتھ اجماع کے لیکن زبیر نے خوف کیا بہت حدیث بیان کرنے سے یہ کہ واقع ہو خطا میں بے خبر اس واسطے کہ وہ چوک سے اگرچہ گنہگار نہیں ہوتا ہے لیکن کبھی گنہگار ہوتا ہے ساتھ بہت حدیث بیان کرنے کے اس واسطے کہ بہت بیان کرنا حدیث کا جگہ ظن خطا کی ہے اور ثقہ جب حدیث بیان کرے اور اس میں چوک جائے اور وہ روایت اس سے اٹھائی جائے اور اس کو خبر نہ ہو کہ یہ خطا ہے تو عمل کیا جاتا ہے ساتھ اس کے ہمیشہ واسطے اعتماد کے ساتھ نقل اس کی کے پس ہوگا سبب واسطے عمل کے ساتھ اس چیز کے کہ نہیں کہی شارع نے سو جو ڈرے اکثار سے خطا میں واقع ہونے سے تو نہیں امن ہے اس پر گناہ سے جب کہ جان بوجھ کر بہت حدیث بیان کرے پس اسی واسطے توقف کیا زبیر وغیرہ اصحاب نے بہت حدیث بیان کرنے سے اور اوپر جس نے ان میں سے بہت حدیث بیان کی تو یہ محمول ہے اس پر کہ تھے وہ اعتماد کرنے والے اپنے نفسوں سے ساتھ ثابت رہنے کے یا دراز ہوئیں ان کی عمریں پس پڑی حاجت طرف اس چیز کے کہ تھی نزدیک ان کے پس پوچھے گئے پس نہ ممکن ہوا ان کو چھپانا راضی ہوا اللہ اُن سے اور یہ جو کہا کہ فَلیتبوأ تو اس کے معنی ہیں کہ پس چاہیے کہ پکڑے واسطے نفس اپنے کے جگہ اور یہ امر ہے ساتھ معنی خبر کے یا ساتھ معنی تہدید کے ہے یا بددعا ہے اس کے فاعل پر یعنی اللہ اس کا ٹھکانا دوزخ میں کرے۔ (فتح)

١٠٥ ـ حَدَّثَنَا أَبُوْ مَعْمَرٍ قَالَ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْوَارِثِ عَنْ عَبْدِ الْعَزِيْزِ قَالَ أَنَسٌ إِنَّهُ لَيَمْنَعُنِي أَنْ أُحَدِّثَكُمْ حَدِيْثًا كَثِيْرًا أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ مَنْ تَعَمَّدَ عَلَيَّ كَذِبًا فَلْيَتَبَوَّأْ مَقْعَدَهُ مِنَ النَّارِ.

۱۰۵۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ البتہ تمہارے آگے بہت حدیثیں بیان کرنے سے مجھ کو یہ منع کرتا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو شخص مجھ پر جھوٹ باندھے جان بوجھ کر پس چاہیے کہ ٹھکانا بنالے اپنا دوزخ میں۔

فائدہ: سوائے اس کے کچھ نہیں کہ خوف کیا انس رضی اللہ عنہ نے اس چیز سے کہ خوف کیا اس سے زبیر رضی اللہ عنہ نے اسی واسطے کہ تصریح کی ساتھ لفظ اکثار کے اس واسطے کہ وہ اس کا گمان کرتے تھے اور جو رکھ کے گرد پھرے تو اس میں پڑنے سے بے خوف نہیں ہوتا پس تھا کم حدیث بیان کرنا واسطے پرہیز کرنے کے اور باوجود اس کے پس انس رضی اللہ عنہ بہت

حدیث بیان کرنے والوں سے ہیں اس واسطے کہ ان کی وفات بہت دیر سے ہوئی تو لوگوں کو ان کی طرف حاجت پڑی کما قدمناہ اور نہ ممکن ہوا ان کو چھپانا اور تطبیق یوں ہے کہ ان کو جس قدر حدیثیں یاد تھیں اگر سب کو بیان کرتے تو کئی گنا ہوتے بہ نسبت ان حدیثوں کے کہ ان کو بیان کیا اور ایک روایت میں ہے کہ اگر مجھ کو بھول چوک کا خوف نہ ہوتا تو میں تم کو کئی چیزیں بیان کرتا پس اشارہ کیا ساتھ اس کے کہ جس حدیث میں ان کو تحقیق ہوتی تھی اس کو بیان کرتے تھے اور جس میں ان کو شک ہوتا اس کو بیان نہیں کرتے تھے۔ (فتح)

۱۰۶۔ حَدَّثَنَا مَكِّيُّ بْنُ إِبْرَاهِيمَ قَالَ حَدَّثَنَا يَزِيْدُ بْنُ أَبِيْ عُبَيْدٍ عَنْ سَلَمَةَ قَالَ سَمِعْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ مَنْ يَّقُلْ عَلَيَّ مَا لَمْ أَقُلْ فَلْيَتَبَوَّأْ مَقْعَدَهُ مِنَ النَّارِ.

۱۰۶۔ سلمہ بن اکوع رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا فرماتے تھے جو شخص مجھ پر کوئی جھوٹ باندھے جس کو میں نے نہیں کہا پس چاہیے کہ وہ ٹھکانا بنالے اپنا دوزخ میں۔

فائدہ: یہ جو فرمایا کہ جس کو میں نے نہیں کہا تو قول کو اس واسطے ذکر کیا کہ وہ اکثر ہے اور فعل کا حکم بھی اسی طرح ہے واسطے مشترک ہونے ان دونوں کے بیچ علت منع ہونے کے اور تحقیق داخل ہے فعل بیچ عموم حدیث زبیر اور انس کے جو پہلے گزر چکی ہیں واسطے تفسیر ان کی کے ساتھ لفظ کذب کے اوپر حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اور مثل اس کی ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی حدیث ہے جو اس کے بعد ہے پس نہیں فرق ہے درمیان اس کے کہ کہے کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے یوں فرمایا ہے یا یوں کہا ہے جب کہ اس کو نہ کہا ہو یا نہ کیا ہو اور تحقیق تمسک کیا ہے ساتھ ظاہر اس لفظ کے اس شخص نے جو کہتا ہے کہ روایت بالمعنی درست نہیں اور جو اس کو جائز رکھتے ہیں وہ جواب دیتے ہیں کہ مراد منع اس لفظ کے ساتھ لاتا ہے جو واجب کرے حکم کے بدل دینے کو باوجود یکہ نہیں شک ہے ہمیں کہ لفظ کے ساتھ لانا اولیٰ ہے۔ (فتح)

۱۰۷۔ حَدَّثَنَا مُوْسٰى قَالَ حَدَّثَنَا أَبُوْ عَوَانَةَ عَنْ أَبِيْ حَصِيْنٍ عَنْ أَبِيْ صَالِحٍ عَنْ أَبِيْ هُرَيْرَةَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ تَسَمَّوْا بِاسْمِيْ وَلَا تَكْتَنُوْا بِكُنْيَتِيْ وَمَنْ رَآنِيْ فِي الْمَنَامِ فَقَدْ رَآنِيْ فَإِنَّ الشَّيْطَانَ لَا يَتَمَثَّلُ فِيْ صُوْرَتِيْ وَمَنْ كَذَبَ عَلَيَّ مُتَعَمِّدًا فَلْيَتَبَوَّأْ مَقْعَدَهُ مِنَ النَّارِ.

۱۰۷۔ ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میرے نام کے ساتھ تم نام رکھو اور میری کنیت سے کنیت نہ رکھو اور جس نے مجھ کو خواب میں دیکھا سو اس نے مجھ کو بے شک دیکھا اس واسطے کہ شیطان میری صورت نہیں بن سکتا ہے اور جس نے مجھ پر جھوٹ باندھا جان کر پس چاہیے کہ ٹھکانا بنالے اپنا دوزخ میں۔

فائدہ: مقصود اس حدیث سے یہاں اخیر جملہ اس کا ہے یعنی وَمَنْ کَذَبَ الخ اور سوائے اس کے کچھ نہیں کہ بیان کیا ہے اس کو بخاری نے تمام اور نہیں مختصر کیا مانند عادت اپنی کی تاکہ تنبیہ کرے اس پر کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر جھوٹ

باندھنا برابر ہے اس میں جاگنا اور خواب یعنی حضرت ﷺ پر جھوٹ باندھنا ہر حالت میں حرام ہے برابر ہے کہ ہو دعویٰ سماع کا آپ سے جاگنے کی حالت یا خواب کی حالت میں پس اگر کہا جائے کہ جھوٹ گناہ ہے مگر جو مستثنیٰ کیا گیا ہے اصلاح وغیرہ میں اور گناہ پر آگ کے عذاب کا وعدہ ہے پس کیا چیز ہے کہ جدا ہوا ہے ساتھ اس کے حضرت ﷺ پر جھوٹ باندھنے والا وعید سے اس شخص پر سے جو حضرت ﷺ کے غیر پر جھوٹ باندھے تو اس کا جواب دو وجہ سے ہے ایک یہ کہ حضرت ﷺ پر جان بوجھ کر جھوٹ باندھنے والا کافر ہو جاتا ہے نزدیک بعض اہل علم کے اور وہ شیخ ابو محمد جوینی ہے اور ابن منیر نے بھی اسی کو اختیار کیا ہے اور اس کی وجہ یہ ہے کہ جھوٹ باندھنے والا اوپر آپ کے بیچ حلال کرنے حرام کے مثلاً نہیں جدا ہوتا حلال جاننے اس حرام کے سے یا حمل کرنے سے اوپر حلال جاننے اس کے اور حرام کو حلال جاننا کفر ہے اور اس میں نظر ہے اور جمہور اس پر ہیں کہ کافر نہیں ہوتا مگر جب کہ اس کے حلال جاننے کا اعتقاد رکھتا ہو اور جواب دوسرا یہ ہے کہ حضرت ﷺ پر جھوٹ باندھنا کبیرہ گناہ ہے اور آپ کے غیر پر جھوٹ باندھنا صغیرہ ہے پس دونوں جدا ہوگئے اور نہیں لازم آتا برابر ہونے وعید کے سے اس شخص کے حق میں جو حضرت ﷺ پر جھوٹ باندھے یا آپ کے غیر پر جھوٹ باندھے یہ کہ ہو ٹھکانا اُن کا ایک یا ان کے ٹھہرنے کی درازی برابر پس تحقیق دلالت کی قول آپ کے نے فلیتبوأ اوپر طول اقامت کے بیچ اس کے بلکہ ظاہر اس کا یہ ہے کہ وہ اس سے نہیں نکلتا اس واسطے کہ نہیں ٹھہرائی گئی واسطے اس کے کوئی جگہ سوائے اس کے مگر ادلہ قطعیہ قائم ہیں اس پر کہ دوزخ میں ہمیشہ رہنا خاص ہے ساتھ کافروں کے اور تحقیق فرق کیا ہے حضرت ﷺ نے درمیان جھوٹ باندھنے کے اوپر آپ کے اور درمیان جھوٹ باندھنے کے اوپر غیر آپ کے **کما سیاتی فی الجنائز ان کذبا علی لیس ککذب علی احد** یعنی مجھ پر جھوٹ باندھنا اور لوگوں پر جھوٹ باندھنے کی طرح نہیں اور اس کی بحث آئندہ آئے گی انشاء اللہ تعالیٰ اور ذکر کریں گے ہم اختلاف کو بیچ توبہ اس شخص کے جو جان بوجھ کر حضرت ﷺ پر جھوٹ باندھے کہ کیا قتل کیا جائے یا نہیں اور بہت علماء نے اس حدیث کے طریقوں کے جمع کرنے کے ساتھ اہتمام کیا ہے بعض نے کہا ہے کہ ساٹھ طریق سے مروی ہے اور بعض نے کہا ہے کہ اسی طریقوں سے مروی ہے اور بعض نے کہا کہ سو طریق سے مروی ہے صحیح اور حسن اور ضعیف اور ساقط سے باوجودیکہ ان میں بعض ایسی حدیثیں ہیں جو مطلق ہیں جھوٹ کی مذمت میں اوپر حضرت ﷺ کے بغیر قید کرنے کے ساتھ اس وعید خاص کے اور امام نووی نے نقل کیا ہے کہ یہ حدیث دو سو صحابی سے مروی ہے اور واسطے بہت ہونے اس کے طریقوں کے ایک جماعت علماء نے کہا ہے کہ وہ متواتر ہے اور ہمارے بعض مشائخوں نے اس میں تنازع کیا ہے کہ اس واسطے کہ شرط متواتر کی یہ ہے کہ برابر ہوں دونوں طرفیں اس کی اور جو اس کے درمیان ہے بہت ہونے میں اور نہیں پائی جاتی ہے یہ شرط اس کے ہر طریق میں تنہا اور جواب یہ ہے کہ مراد ساتھ اطلاق ہونے اس کے کی روایت مجموع کی ہے مجموع سے اپنی ابتدا سے انتہا تک ہر زمانے میں اور یہ کافی ہے

بیچ فائدہ دینے علم کے اوپر نیز پس طریق انس رضی اللہ عنہ کا تحقیق روایت کیا ہے اس کو عدد کثیر نے اور متواتر ہے اُن سے اور حدیث علی رضی اللہ عنہ کی روایت کیا اس کو اُس سے چھ مشہور تابعین نے اور اسکے ثقات نے اور اسی طرح حدیث ابن مسعود رضی اللہ عنہ کی اور ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی اور عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کی پس اگر کہا جائے کہ ہر طریق اس کا متواتر ہے تو البتہ ہو گا صحیح اس واسطے کہ نہیں شرط ہے متواتر میں کوئی عدد معین بلکہ جو علم یقینی کا فائدہ دے یعنی اس سے یقینا معلوم ہو جائے کہ یہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا کلام ہے تو کافی ہے اور صفات عالیہ راویوں میں عدد کے قائم مقام ہوتے ہیں یا اس پر زیادہ ہوتے ہیں جیسا کہ میں نے شرح نخبہ وغیرہ میں تقریر کی ہے اور میں نے بیان کیا ہے اس جگہ رد اس شخص پر جو دعوے کرتے ہے کہ متواتر کی مثال نہیں پائی جاتی مگر اس حدیث میں اور میں نے بیان کر دیا ہے کہ اس کی مثالیں بہت ہیں ایک ان میں سے یہ حدیث ہے مَنْ بَنیٰ لِلّٰہِ مَسْجِدًا اور حدیث المسح علی الخفین اور حدیث رفع یدین اور حدیث شفاعت اور حوض اور حدیث دیدار الٰہی کی آخرت میں اور حدیث الائمۃ من القریش اور سوائے اس کے اور اللہ سے ہے مدد مانگی گئی۔ (فتح)

بَابُ كِتَابَةِ الْعِلْمِ.

باب ہے علم کے لکھنے کے بیان میں یعنی حدیثوں وغیرہ کے لکھ کر اپنے پاس رکھنا جائز ہے بدعت نہیں۔

فائدہ: طریقہ بخاری کا احکام میں جن میں اختلاف واقع ہوتا ہے یہ ہے کہ نہیں یقین کرتا ان میں ساتھ کسی چیز کے بلکہ وارد کرتا ہے اس کو اوپر احتمال کے اور یہ ترجمہ بھی اسی قسم سے ہے اس واسطے کہ سلف نے اختلاف کیا ہے بیچ اس کے عمل میں اور ترک میں اگرچہ امر قرار پاچکا ہے اور اجماع منعقد ہو چکا ہے اوپر جائز ہونے کتابت علم کے بلکہ اوپر مستحب ہونے اس کے کی بلکہ نہیں بعید ہے واجب ہونا اس کا اس شخص پر جس کو بھول جانے کا خوف ہو ان لوگوں میں سے جن پر علم کا پہنچانا واجب ہے۔ (فتح)

١٠٨ ـ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ سَلَامٍ قَالَ أَخْبَرَنَا وَكِيعٌ عَنْ سُفْيَانَ عَنْ مُطَرِّفٍ عَنِ الشَّعْبِيِّ عَنْ أَبِي جُحَيْفَةَ قَالَ قُلْتُ لِعَلِيِّ بْنِ أَبِي طَالِبٍ هَلْ عِنْدَكُمْ كِتَابٌ قَالَ لَا إِلَّا كِتَابُ اللّٰهِ أَوْ فَهْمٌ أُعْطِيَهُ رَجُلٌ مُسْلِمٌ أَوْ مَا فِي هٰذِهِ الصَّحِيفَةِ قَالَ قُلْتُ فَمَا فِي هٰذِهِ الصَّحِيفَةِ قَالَ الْعَقْلُ وَفِكَاكُ الْاَسِيرِ وَلَا يُقْتَلُ مُسْلِمٌ بِكَافِرٍ.

١٠٨۔ ابو جحیفہ سے روایت ہے کہ میں نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے کہا کہ کیا تمہارے پاس کوئی کتاب ہے کہ جس کو تم نے حضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے سیکھا ہو جو آپ کو وحی ہوئی، حضرت علی رضی اللہ عنہ نے کہا کہ نہیں مگر قرآن مجید یا سمجھ ہے جو کسی مسلمان کو دی گئی یا جو کچھ کہ اس خط میں ہے میں نے کہا اس صحیفہ میں کیا لکھا ہے علی رضی اللہ عنہ نے کہا کہ اس میں دیت یعنی خون بہا کے احکام ہیں اور قیدیوں کا چھوڑانا اور یہ کہ کافر حربی کے بدلے مسلمان کو نہ قتل کیا جائے۔

فائدہ: ابو جحیفہ رضی اللہ عنہ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے اس واسطے پوچھا کہ شیعہ یہ گمان کرتے تھے کہ رسول اللہ ﷺ علی رضی اللہ عنہ کو سب لوگوں سے علیحدہ کوئی علم سکھا گئے ہیں وحی سے خاص کیا ہے حضرت ﷺ نے ان کو ساتھ اس کے ان کے سوا اور کسی کو اس پر اطلاع نہیں ہوئی سو حضرت علی رضی اللہ عنہ نے صاف کہہ دیا کہ ہمارے پاس اس صحیفہ کے سوا اور کچھ پوشیدہ علم نہیں ہے اور وہ صحیفہ ایک خط تھا کہ رسول اللہ ﷺ نے اس میں دیت وغیرہ کے چند احکام لکھ کر حضرت علی رضی اللہ عنہ کو دیا تھا سو اس صحیفہ کو حضرت علی رضی اللہ عنہ ہمیشہ اپنے پاس رکھتے تھے پس یہاں سے معلوم ہوا کہ حدیثوں کو لکھ کر رکھنا جائز ہے اور یہ جو کہا و فھم اعطیه تو اس کے معنی یہ ہیں کہ لیکن اللہ نے ایک مرد کو سمجھ دی اپنی کتاب میں پس وہ قادر ہے مسائل نکالنے پر قرآن سے پس حاصل ہوگی نزدیک اس کے زیادتی ساتھ اس اعتبار کے اور حرام ہے مارنا مسلمان کا بدلے کافر کے۔ (فتح)

۱۰۹ ـ حَدَّثَنَا أَبُوْ نُعَيْمٍ الْفَضْلُ بْنُ دُكَيْنٍ قَالَ حَدَّثَنَا شَيْبَانُ عَنْ يَحْيٰى عَنْ أَبِيْ سَلَمَةَ عَنْ أَبِيْ هُرَيْرَةَ أَنَّ خُزَاعَةَ قَتَلُوْا رَجُلًا مِنْ بَنِيْ لَيْثٍ عَامَ فَتْحِ مَكَّةَ بِقَتِيْلٍ مِنْهُمْ قَتَلُوْهُ فَأُخْبِرَ بِذٰلِكَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَرَكِبَ رَاحِلَتَهٗ فَخَطَبَ فَقَالَ إِنَّ اللّٰهَ حَبَسَ عَنْ مَكَّةَ الْقَتْلَ أَوِ الْفِيْلَ قَالَ أَبُوْ عَبْدِ اللّٰهِ كَذَا قَالَ أَبُوْ نُعَيْمٍ وَاجْعَلُوْهُ عَلَى الشَّكِّ الْفِيْلَ أَوِ الْقَتْلَ وَغَيْرُهٗ يَقُوْلُ الْفِيْلَ وَسَلَّطَ عَلَيْهِمْ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَالْمُؤْمِنِيْنَ أَلَا وَإِنَّهَا لَمْ تَحِلَّ لِأَحَدٍ قَبْلِيْ وَلَمْ تَحِلَّ لِأَحَدٍ بَعْدِيْ أَلَا وَإِنَّهَا حَلَّتْ لِيْ سَاعَةً مِّنْ نَّهَارٍ أَلَا وَإِنَّهَا سَاعَتِيْ هٰذِهٖ حَرَامٌ لَا يُخْتَلٰى شَوْكُهَا وَلَا يُعْضَدُ شَجَرُهَا وَلَا تُلْتَقَطُ سَاقِطَتُهَا إِلَّا لِمُنْشِدٍ فَمَنْ قُتِلَ فَهُوَ بِخَيْرِ النَّظَرَيْنِ إِمَّا أَنْ يُّعْقَلَ وَإِمَّا أَنْ يُّقَادَ أَهْلُ الْقَتِيْلِ فَجَآءَ رَجُلٌ مِّنْ

۱۰۹۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ خزاعہ (عرب کے ایک قبیلہ کا نام ہے) فتح مکہ کے سال میں بنی لیث (یہ بھی عرب کے ایک قبیلہ کا نام ہے) کے ایک مرد کو مار ڈالا بدلے ایک مرد اپنے کے جس کو بنی لیث نے قتل کیا تھا پس لوگوں نے اس معاملہ کی رسول اللہ ﷺ کو خبر دی سو حضرت ﷺ اپنی سواری پر سوار ہوئے اور آپ نے خطبہ پڑھا سو فرمایا کہ بے شک اللہ نے مکہ سے قتل کو یا ہاتھی والوں کو روکا تھا اور رسول اللہ ﷺ اور مسلمانوں کو ان پر غالب کیا یعنی مکہ والوں پر خبر دار ہوا اور بے شک مجھ سے پہلے کسی کو مکہ میں لڑنا حلال نہیں ہوا اور نہ مجھ سے پیچھے قیامت تک کسی کو حلال ہے خبر دار ہو کہ وہ صرف میرے واسطے ایک ساعت بھر حلال ہوا خبر دار ہو اور بے شک وہ میری اس ساعت میں حرام ہے سو اس کا درخت نہ کاٹا جائے اور اس کا شکار کا جانور نہ ہانکا جائے اور اس کی گری پڑی چیز کسی کو اٹھانی درست نہیں مگر اس کو جو ڈھونڈھے کے مالک کو پہنچادے اور جس کا کوئی آدمی مارا جائے وہ دو باتوں میں سے ایک بات جو بہتر جانے اس کو اختیار کر لے یا خون بہا قاتل سے لے یا خون کے بدلے خون لے پس ایک

أَهْلِ الْيَمَنِ فَقَالَ اكْتُبْ لِي يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ فَقَالَ اكْتُبُوْا لِأَبِيْ فُلَانٍ فَقَالَ رَجُلٌ مِّنْ قُرَيْشٍ إِلَّا الْإِذْخِرَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ فَإِنَّا نَجْعَلُهُ فِيْ بُيُوْتِنَا وَقُبُوْرِنَا فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِلَّا الْإِذْخِرَ إِلَّا الْإِذْخِرَ قَالَ أَبُوْ عَبْدِ اللّٰهِ يُقَالُ يُقَادُ بِالْقَافِ فَقِيْلَ لِأَبِيْ عَبْدِ اللّٰهِ أَيُّ شَيْءٍ كَتَبَ لَهُ قَالَ كَتَبَ لَهُ هٰذِهِ الْخُطْبَةَ.

مرد یمن کا رہنے والا آیا (اُس کا نام ابو شاہ تھا) سو اس نے کہا یا رسول اللہ یہ سب حکم آپ مجھ کو لکھ دیجئے پس حضرت ﷺ نے فرمایا کہ ابی فلاں یعنی اس مرد کو لکھ دو پھر حضرت ﷺ سے قریش کے ایک مرد (عباس حضرت ﷺ کے چچا تھے) نے کہا کہ یارسول اللہ مگر اذخر کی گھاس کاٹنے کی اجازت دیجئے اس لیے کہ ہم مکہ والے اس کو اپنے گھروں کی چھتوں پر اور قبروں میں ڈالتے ہیں سو حضرت ﷺ نے فرمایا کہ مگر اذخر گھاس کا کاٹنا درست ہے دوبار فرمایا۔

فائدہ: یہ جو کہا کہ مکہ سے ہاتھی کو روکا تو مراد ساتھ ہاتھی کے ہاتھی والے ہیں اور اشارہ کیا ساتھ اس کے طرف قصے کی کہ مشہور ہے واسطے حبشیوں کے بیچ جہاد کرنے ان کے کی مکے سے اور ان کے ساتھ ہاتھی تھے پس روکا ان کو اللہ نے اُن سے اور غالب کیا ان پر جانوروں کو جو ابابیل ہیں باوجودیکہ مکہ والے اس وقت کافر تھے پس مکے والوں کی عزت بعد اسلام کے زیادہ تر تاکید کی گئی ہے لیکن حضرت ﷺ کا اہل مکہ سے جہاد کرنا خاص ہے ساتھ آپ کے بنابر ظاہر حدیث کے یعنی آپ کے بعد قیامت تک کسی کو مکہ میں لڑنا حلال نہیں اور یہ جو ابو شاہ نے کہا کہ یاحضرت مجھ کو لکھ دیجئے تو مسلم کی روایت میں اتنا زیادہ ہے ولید بن مسلم سے کہ اوزاعی نے کہا کہ مراد اس سے وہ خطبہ ہے جس کو حضرت ﷺ سے سنا تھا میں کہتا ہوں اور ساتھ اس کے ظاہر ہوتی ہے مطابقت اس حدیث کی ساتھ ترجمہ کے۔ (فتح)

١١٠ ـ حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ قَالَ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ قَالَ حَدَّثَنَا عَمْرٌو قَالَ أَخْبَرَنِيْ وَهْبُ بْنُ مُنَبِّهٍ عَنْ أَخِيْهِ قَالَ سَمِعْتُ أَبَا هُرَيْرَةَ يَقُوْلُ مَا مِنْ أَصْحَابِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَحَدٌ أَكْثَرَ حَدِيْثًا عَنْهُ مِنِّيْ إِلَّا مَا كَانَ مِنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عَمْرٍو فَإِنَّهُ كَانَ يَكْتُبُ وَلَا أَكْتُبُ تَابَعَهُ مَعْمَرٌ عَنْ هَمَّامٍ عَنْ أَبِيْ هُرَيْرَةَ.

١١٠۔ ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی ﷺ کے صحابہ میں سے ایسا کوئی شخص نہیں کہ حضرت ﷺ کی حدیثیں مجھ سے زیادہ یاد رکھتا ہو مگر عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما کی حدیثیں مجھ سے زیادہ ہیں اس لیے کہ وہ لکھتے جاتے تھے اور میں نہیں لکھتا تھا۔

فائدہ: اس سے بھی معلوم ہوا کہ حدیثوں کا کتابوں میں لکھنا جائز ہے اور یہ جو ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے کہا کہ وہ لکھتا تھا اور میں نہ لکھتا تھا تو یہ استدلال ہے ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے اُس چیز پر کہ ذکر کی اکثر ہونے حدیثوں کے سے نزدیک عبداللہ بن

عمرو رضی اللہ عنہما کے ان حدیثوں سے کہ ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کے پاس تھیں اور اس سے مستفاد ہوتا ہے کہ ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کو یقین تھا کہ جس قدر عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما کو حدیثیں یاد ہیں اس قدر کسی صحابی کو یاد نہیں باوجودیکہ جو حدیثیں ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہیں وہ عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما کی مرویات سے کئی گنا زیادہ ہیں سو اگر ہم کہیں کہ یہ استثنا منقطع ہے تو اس میں کوئی اشکال نہیں اس واسطے کہ تقدیر یہ ہے کہ لیکن جو عبداللہ سے تھا اور وہ لکھتا تھا اور وہ مجھ سے نہ تھا برابر ہے کہ لازم آئے اس سے کہ وہ حدیث میں اکثر ہے واسطے اس چیز کے کہ چاہتی ہے اس کو عادت یا نہ اور اگر ہم کہیں کہ یہ استثنا متصل ہے تو اس کا سبب کئی وجہ سے ہے ایک یہ کہ تھے عبداللہ مشغول ساتھ عبادت کے اکثر مشغول ہونے ان کے سے ساتھ تعلیم کے پس کم ہوئی روایت ان سے اور ایک یہ ہے کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کے حق میں دعا کی تھی پس وہ کسی حدیث کو نہیں بھولتے تھے اور اس کے اور بھی کئی جواب ہیں اور یہ جو ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے کہا کہ میں نہیں لکھتا تھا تو اس کے معارض ہے وہ چیز جو ابن وہب نے روایت کی ہے حسن بن عمرو کے طریق سے کہ ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کے پاس ایک حدیث بیان ہوئی تو اس نے میرا ہاتھ پکڑا اور مجھ کو اپنے گھر میں لے گیا سو مجھ کو حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث کی کئی کتابیں دکھائیں اور کہا کہ یہ لکھا ہوا ہے نزدیک میرے اور ممکن ہے تطبیق بایں طور کہ ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں حدیثوں کو نہ لکھا تھا پھر آپ کے بعد لکھا میں کہتا ہوں اور اس سے قوی تر یہ ہے کہ جو ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کے پاس حدیثیں لکھی ہوئی موجود تھیں تو اس سے یہ لازم نہیں آتا کہ ان کو خود ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے اپنے ہاتھ سے لکھا تھا اور تحقیق ثابت ہو چکا ہے کہ وہ لکھتے نہ تھے پس متعین ہوئی یہ بات کہ وہ حدیث کی کتابیں جو ان کے پاس تھیں کسی اور کے خط سے تھیں اور مستفاد ہوتا ہے اس سے اور حضرت علی رضی اللہ عنہ کی حدیث سے جو پہلے گزری اور ابو شاہ کے قصے سے کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی حدیث لکھنے کی اجازت دی اور معارض ہے اس کی یہ حدیث جو مسلم میں ابو سعید رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ نہ لکھو مجھ سے سوائے قرآن کے کچھ اور تطبیق یہ ہے کہ منع خاص ہے ساتھ وقت نزول قرآن کے واسطے خوف مل جانے اس کے ساتھ غیر اپنے کے اور اجازت بیچ غیر اس وقت کے ہے یا منع خاص لکھنے غیر قرآن کے ساتھ قرآن کے ایک چیز میں اور اجازت اس کی جدا جدا لکھنے میں ہے یا منع پہلے ہے اور اجازت ناسخ ہے واسطے اس کے وقت امن کے مل جانے سے اور یہ وجہ قریب تر ہے سب وجہوں سے باوجودیکہ وہ ان کے منافی نہیں اور بعض کہتے ہیں کہ منع خاص ہے ساتھ اس شخص کے کہ خوف ہو اس سے تکیہ کرنے کا لکھنے پر سوائے یاد رکھنے کے اور اجازت واسطے اس شخص کے جو اس سے امن میں ہو اور بعض کہتے ہیں کہ ابو سعید رضی اللہ عنہ کی حدیث معلول ہے اور کہا کہ صواب اس کا موقوف ہونا ہے یہ قول بخاری وغیرہ کا ہے علماء نے کہا کہ مکروہ جانا ہے ایک جماعت نے اصحاب اور تابعین سے حدیث کے لکھنے کو اور مستحب جانا ہے انہوں نے یہ کہ سیکھا جائے ان سے یاد جیسے کہ انہوں نے یاد سیکھا لیکن جب ہمتیں کم ہو گئیں اور خوف کیا اماموں نے علم کے ضائع ہونے کا تو اس کو جمع کیا اور پہلے پہل جس نے حدیث کو جمع کیا

ابن شہاب زہری ہے صدی کے سر پر ساتھ حکم عمر بن عبدالعزیز کے پھر زیادہ ہوئے تدوین پھر تصنیف اور حاصل ہوئی ساتھ اس کے خیر کثیر پس واسطے اللہ کے ہے سب تعریف۔ (فتح)

١١١ - حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ سُلَيْمَانَ قَالَ حَدَّثَنِي ابْنُ وَهْبٍ قَالَ أَخْبَرَنِي يُوْنُسُ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ عَنْ عُبَيْدِ اللّٰهِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ لَمَّا اشْتَدَّ بِالنَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَجَعُهُ قَالَ ائْتُوْنِي بِكِتَابٍ أَكْتُبْ لَكُمْ كِتَابًا لَا تَضِلُّوْا بَعْدَهُ قَالَ عُمَرُ إِنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ غَلَبَهُ الْوَجَعُ وَعِنْدَنَا كِتَابُ اللّٰهِ حَسْبُنَا فَاخْتَلَفُوْا وَكَثُرَ اللَّغَطُ قَالَ قُوْمُوْا عَنِّيْ وَلَا يَنْبَغِيْ عِنْدِي التَّنَازُعُ فَخَرَجَ ابْنُ عَبَّاسٍ يَقُوْلُ إِنَّ الرَّزِيَّةَ كُلَّ الرَّزِيَّةِ مَا حَالَ بَيْنَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَبَيْنَ كِتَابِهِ.

۱۱۱۔ ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بیماری سخت ہوگئی اور درد غالب ہوا تو آپ نے فرمایا کہ میرے پاس کاغذ لاؤ کہ میں تم کو نوشتہ لکھ دوں جس کے بعد تم کبھی نہ بہکو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کہا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر درد غالب ہے یعنی آپ بیہوش ہوئے ہیں اب یہ موقوف رکھا جائے اور ہمارے پاس قرآن موجود ہے وہ ہم کو کافی ہے پس اختلاف کیا صحابہ نے آپس میں اور بہت شور وشغب پڑ گیا حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ یہاں سے اٹھ جاؤ اور میرے پاس جھگڑنا لائق نہیں پس ابن عباس رضی اللہ عنہما نکلے کہتے ہوئے مصیبت کل مصیبت وہ حال ہے کہ مانع ہوا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو کاغذ لکھنے سے۔

فائدہ: مراد کتاب سے دوات اور مونڈھے کی ہڈی ہے اس واسطے کہ وہ اس میں لکھا کرتے تھے اور یہ جو کہا کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر درد غالب ہے یعنی دشوار ہوگا لکھنا نوشتہ کا مباشرت نوشتہ کی اور گویا کہ عمر رضی اللہ عنہ نے اس سے سمجھا کہ وہ تقاضا کرتی ہے درازی کو قرطبی وغیرہ نے کہا ہے اِئْتُوْنِیْ امر ہے اور تھا حق مامور کا یہ کہ جلدی کرے ساتھ بجالانے کے لیکن ظاہر ہوا واسطے عمر رضی اللہ عنہ کے ساتھ ایک گروہ کے کہ امر وجوب کے واسطے نہیں بلکہ وہ باب ارشاد سے ہے طرف اصلح کی تو انہوں نے مکروہ جانا یہ کہ تکلیف دیں آپ کو اس سے وہ چیز کہ دشوار ہو اوپر آپ کے اس حالت میں باوجود ظاہر جاننے اس کے کی اس آیت کو ﴿مَا فَرَّطْنَا فِي الْكِتَابِ مِنْ شَيْءٍ﴾ اور اس آیت کو ﴿تِبْيَانًا لِّكُلِّ شَيْءٍ﴾ یعنی نہیں قصور کیا ہم نے قرآن میں کسی چیز سے اور وہ بیان ہے واسطے ہر چیز کے اور اسی واسطے عمر رضی اللہ عنہ نے کہا کہ ہم کو اللہ کی کتاب یعنی قرآن کافی ہے اور ظاہر ہوا واسطے دوسرے گروہ کے کہ اولیٰ یہ ہے کہ لکھا جائے واسطے اس چیز کے کہ اس میں ہے حکم کے بجالانے سے اور یہ جو آپ نے فرمایا کہ یہاں سے اٹھ جاؤ تو اس نے دلالت کی اس پر کہ پہلا امر آپ کا اختیار پر تھا اسی واسطے حضرت صلی اللہ علیہ وسلم اس کے بعد کئی دن زندہ رہے اور پھر ان کو اس کا حکم نہ کیا اور اگر واجب ہوتا تو نہ چھوڑتے اس کو واسطے اختلاف ان کے اس واسطے کہ نہیں چھوڑی آپ نے تبلیغ واسطے مخالفت اس

شخص کے جو مخالف ہوا اور تحقیق تھے اصحاب مراجعت کرتے آپ سے بعض امروں سے جب تک کہ نہ جزم کرتے ساتھ امر کے پھر جب جزم کرتے تو اصحاب اس کو بجالاتے اور اس کی بحث آئندہ آئے گی انشاء اللہ تعالیٰ۔ اور اس میں اختلاف ہے کہ لکھنے سے کیا مراد ہے سو بعض کہتے ہیں کہ مراد آپ کی یہ تھی کہ جو جو لوگ آپ کے بعد خلیفہ ہوں گے اُن کے نام صاف صاف لکھ دیں تا کہ ان کے درمیان خلاف واقع نہ ہو یہ قول سفیان بن عیینہ کا ہے اور اس کی تائید کرتا ہے یہ کہ حضرت ﷺ نے اپنی مرض الموت کی ابتدا میں عائشہ رضی اللہ عنہا سے فرمایا کہ اپنے باپ اور بھائی کو بلاتا کہ میں نوشتہ لکھ دوں اس واسطے کہ میں ڈرتا ہوں کہ کوئی تمنا کرنے والا تمنا کرے اور کہنے والا کہے اور انکار کرتا ہے اللہ اور ایماندار مگر ابوبکر رضی اللہ عنہ کو اور واسطے بخاری کے اس کے معنی ہیں اور باوجود اس کے پس نہ لکھا اور پہلا قول ظاہر تر ہے واسطے قول عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے کہ ہم کو اللہ کی کتاب کافی ہے باوجود یکہ وہ دوسری وجہ کو بھی شامل ہے اس واسطے کہ وہ اس کے بعض افراد ہیں۔

فائدہ: خطابی نے کہا کہ سوائے اس کے نہیں کہ عمر رضی اللہ عنہ اس طرف گئے کہ اگر صاف بیان کرتے وہ چیز کہ دور کرے خلاف کو تو البتہ باطل ہو جاتی فضیلت علماء کی اور گم ہو جاتا اجتہاد اور تعاقب کیا ہے اس کا ابن جوزی نے بایں طور کے اگر نص کرتے کسی چیز پر یا کئی چیزوں پر تو نہ باطل ہوتا اجتہاد اس واسطے کہ حادثوں کا حصر کرنا ممکن نہیں اور سوائے اس کے کچھ نہیں کہ خوف کیا عمر رضی اللہ عنہ نے یہ کہ لکھیں اس کو بیچ حالت غلبے بیماری کے تا کہ پائیں اس کے ساتھ منافق لوگ راہ طرف طعن کی اس نوشتہ میں اور یہ جو فرمایا کہ میرے پاس جھگڑنا لائق نہیں تو اس میں اشعار ہے کہ اولیٰ یہ تھا کہ حکم بجالانے کی طرف جلدی کرتے اگر چہ وہ چیز کہ اختیار کیا اس کو عمر رضی اللہ عنہ نے صواب ہے اس واسطے کہ حضرت ﷺ نے اس کے بعد اس کا تدارک نہ کیا **کما قدمناہ** اور قرطبی نے کہا کہ اختلاف ان کا بیچ اس کے مانند اختلاف ان کے ہے بیچ فرمانے حضرت ﷺ کے واسطے ان کے کہ کوئی عصر کی نماز نہ پڑھے مگر بنی قریظہ میں سو بعض نے نماز کے فوت ہونے کا خوف کیا تو انہوں نے عصر کی نماز راہ میں پڑھ لی اور تمسک کیا دوسروں نے ساتھ ظاہر امر کے تو انہوں نے نماز نہ پڑھی تو حضرت ﷺ نے کسی پر سختی نہ کی بہ سبب اجتہاد جائز کے اور مقصد صالح کے اور یہ جو کہا کہ نکلے ابن عباس رضی اللہ عنہما کہتے ہوئے تو اس کا ظاہر یہ ہے کہ ابن عباس رضی اللہ عنہما ان کے ساتھ تھے اور یہ کہ وہ نکلے اس حالت میں کہتے ہوئے یہ کلام اور یہ واقع کے برخلاف ہے سوائے اس کے نہیں کہ کہتے تھے اس کو اس وقت جب کہ اس حدیث کو بیان کرتے تھے اور اس حدیث میں دلیل ہے اوپر جواز لکھنے علم کے اور اس پر کہ اختلاف کبھی ہوتا ہے سبب بیچ محروم ہونے کے خیر سے جیسا کہ واقع ہوا ہے بیچ قصے دو مردوں کے جو آپس میں جھگڑے تھے پس اٹھائی گئی تعیین شب قدر کی اس سبب سے اور اس میں واقع ہونا اجتہاد کا ہے روبرو حضرت ﷺ کے اس چیز میں کہ اس میں حضرت ﷺ پر وحی نہ اتری ہو اور باقی بحث اس کی مغازی میں آئے گی، انشاء اللہ تعالیٰ۔ (فتح)

اور ابن عباس رضی اللہ عنہما کی اس افسوس کرنے سے یہ غرض تھی کہ اگر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کسی خاص شخص کا نام لکھ جاتے کہ میرے بعد فلاں شخص خلیفہ ہے تو یہ اختلاف اور جھگڑا سب مٹ جاتا اور بعض کہتے ہیں کہ ابن عباس رضی اللہ عنہما کی غرض یہ تھی کہ اگر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لکھتے تو شاید میرا ہی نام لکھ جاتے اور مجھ کو اپنے بعد خلیفہ بنا جاتے۔

بَابُ الْعِلْمِ وَالْعِظَةِ بِاللَّيْلِ. رات میں علم سکھانے اور وعظ سنانے کا بیان۔

فائدہ: یعنی تعلیم کرنا علم کا رات میں اور مراد عظہ سے وعظ ہے اور مراد بخاری کی تنبیہ ہے اس پر کہ نہی بات کرنے کی بعد عشاء کے مخصوص ہے ساتھ اس چیز کے کہ نہ ہو خیر میں۔ (فتح)

۱۱۲ - حَدَّثَنَا صَدَقَةُ أَخْبَرَنَا ابْنُ عُيَيْنَةَ عَنْ مَعْمَرٍ عَنِ الزُّهْرِيِّ عَنْ هِنْدٍ عَنْ أُمِّ سَلَمَةَ وَعَمْرٍو وَيَحْيَى بْنِ سَعِيْدٍ عَنِ الزُّهْرِيِّ عَنْ هِنْدٍ عَنْ أُمِّ سَلَمَةَ قَالَتِ اسْتَيْقَظَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ذَاتَ لَيْلَةٍ فَقَالَ سُبْحَانَ اللّٰهِ مَاذَا أُنْزِلَ اللَّيْلَةَ مِنَ الْفِتَنِ وَمَاذَا فُتِحَ مِنَ الْخَزَآئِنِ أَيْقِظُوْا صَوَاحِبَاتِ الْحُجَرِ فَرُبَّ كَاسِيَةٍ فِي الدُّنْيَا عَارِيَةٍ فِي الْأٰخِرَةِ.

۱۱۲۔ ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم ایک رات کو جاگے پس آپ نے سبحان اللہ کہا یعنی اللہ پاک ہے آج کی رات کیا ہے فتنے نازل ہوئے ہیں اور آج کی رات کیا ہے کیا اور رحمت کے گنج کے گنج اترے ہیں کوٹھریوں والی عورتوں کو جگا دو یعنی تا کہ تہجد پڑھیں بہت عورتیں دنیا میں پوشاکدار ہیں اور آخرت میں برہنہ اور ننگی ہیں یعنی دنیا میں باعزت ہیں اور آخرت میں گناہ سے فضیحت۔

فائدہ: یہ جو کہا کہ سبحان اللہ تو یہ واسطے تعجب کے ہے اور تعبیر کی رحمت سے ساتھ خزانوں کے اور عذاب سے ساتھ فتنوں کے اس واسطے کہ وہ اس کے سبب ہیں اور یہ جو کہا کہ اتاری ہیں تو مراد ساتھ اتارنے کے معلوم کروانا فرشتوں کا ہے ساتھ امر مقدور کے یا وحی ہوئی حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو ساتھ اس کے خواب میں یہ ساتھ اس چیز کے کہ واقع ہوں گے بعد آپ کے فتنے اور فسادوں سے پس تعبیر کیا اس سے ساتھ اتارنے کے اپنی بی بیوں کو اس واسطے جگانے کے ساتھ خاص کیا کہ اس وقت وہی حاضر تھیں اور اشارہ کیا حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ساتھ اس کے طرف موجب جگانے اپنے بی بیوں کے یعنی لائق ہے واسطے ان کے نہ غافل ہوں عبادت سے اور نہ اعتماد کریں اس پر کہ وہ پیغمبر کی بی بیاں ہیں اور اس حدیث سے معلوم ہوا کہ جائز ہے کہنا سبحان اللہ کا وقت تعجب کے اور مستحب ہے ذکر کرنا اللہ کا بعد جاگنے کے اور جگانا مرد کا اپنے گھر والوں کو رات میں واسطے عبادت کے خاص کر وقت پیدا ہونے کسی نشانی کے اور اس حدیث میں استحباب جلدی کرنے کا ہے طرف نماز کے وقت خوف بدی کے جیسا کہ اللہ نے فرمایا کہ مدد چاہو ساتھ صبر اور نماز کے اور حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا دستور تھا کہ جب کسی امر سے غمناک ہوتے تھے تو جلدی کرتے تھے طرف نماز کی اور حکم کیا

کہ جو اپنی خواب میں کوئی بری چیز دیکھے تو اٹھ کر نماز پڑھے اور اس میں سبحان اللہ کہنا ہے وقت دیکھنے خوفناک چیز کے اور اس حدیث سے شب میں وعظ ونصیحت کرنا ثابت ہوتا ہے پس مطابقت حدیث کی ترجمہ سے ظاہر ہے۔ (فتح)

بَابُ السَّمَرِ فِي الْعِلْمِ. نمازعشاء کے بعد علم کے ساتھ باتیں کرنا۔

فائدہ: سمر کے معنی ہیں رات کو بات چیت کرنا سونے سے پہلے اور ساتھ اس کے ظاہر ہوگا فرق درمیان اس ترجمہ کے اور جو اس سے پہلے گزرا۔ (فتح)

١١٣ ـ حَدَّثَنَا سَعِيْدُ بْنُ عُفَيْرٍ قَالَ حَدَّثَنِي اللَّيْثُ قَالَ حَدَّثَنِيْ عَبْدُ الرَّحْمٰنِ بْنُ خَالِدِ بْنِ مُسَافِرٍ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ عَنْ سَالِمٍ وَأَبِيْ بَكْرِ بْنِ سُلَيْمَانَ بْنِ أَبِيْ حَثْمَةَ أَنَّ عَبْدَ اللّٰهِ بْنَ عُمَرَ قَالَ صَلّٰى بِنَا النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْعِشَآءَ فِيْ اٰخِرِ حَيَاتِهٖ فَلَمَّا سَلَّمَ قَامَ فَقَالَ أَرَأَيْتَكُمْ لَيْلَتَكُمْ هٰذِهٖ فَإِنَّ رَأْسَ مِائَةِ سَنَةٍ مِنْهَا لَا يَبْقٰى مِمَّنْ هُوَ عَلٰى ظَهْرِ الْأَرْضِ أَحَدٌ.

۱۱۳۔ عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی اخیر عمر میں ہم کو عشاء کی نماز پڑھائی سو جب حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے سلام پھیرا تو کھڑے ہوئے سو فرمایا کہ بھلا تم بتلاؤ تو سہی اپنی اس رات کے حال کو سو البتہ حال تو یوں ہے کہ اس رات سے سو برس کے سرے تک جو آدمی زمین پر ہے کوئی باقی نہیں رہے گا۔

فائدہ: سو برس سے زیادہ اس وقت میں کسی کی عمر نہ ہوگی مطلب اس کا یہ ہے کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو معلوم ہوا کہ میرے بعد بعض جھوٹے لوگ میری صحبت کا دعویٰ کریں گے جیسے کہ ہندوستان میں کئی سو برس کے بعد بابا رتن ہندی نے حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی صحبت کا دعویٰ کیا تھا یعنی کہتا تھا کہ میں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا صحابی ہوں سو اس حدیث سے اس کا دعویٰ باطل ہوگیا اس واسطے کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے قرن کے لوگ سو برس کے اندر ہو چکے یہ جو کہا کہ سو برس کے سرے تک تو اس کے معنی ہیں وقت ختم ہونے سو برس کے اور یہ جو کہا کہ جو آدمی زمین پر ہے کوئی باقی نہ رہے گا یعنی جواب موجود ہے ابن بطال نے کہا کہ مراد حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی یہ ہے کہ جو لوگ اب موجود ہیں وہ اس مدت میں مر جائیں گے کوئی باقی نہ رہے گا پس نصیحت کی ان کو ساتھ جھوٹے ہونے ان کی عمروں کے اور ان کو معلوم کروایا کہ ان کی عمریں اگلی امتوں کی عمروں کی طرح نہیں تاکہ کوشش کریں عبادت میں اور نووی نے کہا کہ مراد یہ ہے کہ جو آدمی کہ اس رات میں زمین پر ہے وہ اس رات کے بعد سو برس سے زیادہ زندہ نہیں رہے گا برابر ہے کہ اس سے پہلے اس کی عمر کم ہو یا نہ اور نہیں اس میں نفی زندگی اس کسی کی جو اس رات کے بعد پیدا ہوگا سو برس۔ (فتح)

١١٤ ـ حَدَّثَنَا اٰدَمُ قَالَ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ قَالَ

۱۱۴۔ ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ ایک رات گزاری میں

حَدَّثَنَا الْحَكَمُ قَالَ سَمِعْتُ سَعِيْدَ بْنَ جُبَيْرٍ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ بِتُّ فِيْ بَيْتِ خَالَتِيْ مَيْمُوْنَةَ بِنْتِ الْحَارِثِ زَوْجِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَكَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عِنْدَهَا فِيْ لَيْلَتِهَا فَصَلَّى النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْعِشَاءَ ثُمَّ جَآءَ إِلٰى مَنْزِلِهٖ فَصَلّٰى أَرْبَعَ رَكَعَاتٍ ثُمَّ نَامَ ثُمَّ قَامَ ثُمَّ قَالَ نَامَ الْغُلَيِّمُ أَوْ كَلِمَةً تُشْبِهُهَا ثُمَّ قَامَ فَقُمْتُ عَنْ يَّسَارِهٖ فَجَعَلَنِيْ عَنْ يَّمِيْنِهٖ فَصَلّٰى خَمْسَ رَكَعَاتٍ ثُمَّ صَلّٰى رَكْعَتَيْنِ ثُمَّ نَامَ حَتّٰى سَمِعْتُ غَطِيْطَهٗ أَوْ خَطِيْطَهٗ ثُمَّ خَرَجَ إِلَى الصَّلَاةِ.

نے گھر میں اپنی خالہ میمونہ رضی اللہ عنہا کے جو بی بی تھی حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اُن کے پاس تھے ان کی باری کی رات میں یعنی اس دن ان کے پاس رہنے کی باری تھی سو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے عشاء کی نماز پڑھی پھر اپنے گھر میں تشریف لائے پس پڑھیں آپ نے چار رکعتیں پھر حضرت صلی اللہ علیہ وسلم سو گئے پھر جاگے پھر فرمایا کیا لڑکا سو گیا یا کوئی اور ایسا ہی کلمہ فرمایا پھر حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کھڑے ہو گئے سو آپ کی بائیں طرف میں کھڑا ہو گیا سو حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھ کو اپنی بائیں طرف سے پھیر کر داہنی طرف کیا اور پس آپ نے پانچ رکعتیں پڑھیں پھر دو رکعتیں پڑھیں پھر سو گئے یہاں تک کہ میں نے آپ کے خرانٹے سنے پھر نماز کی طرف باہر نکلے۔

فائدہ: پہلی حدیث کی مناسبت ترجمہ سے یہ ہے کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے بعد نماز عشاء کے ان کو وعظ کیا کہ تمہاری عمریں بہت کم ہوں گی بہ نسبت پہلی امتوں کے کہ ان کی عمریں تین تین چار چار سو برس سے بھی زیادہ ہوتی تھیں پس نیک کام کرو اور دوسری حدیث کی مطابقت اس طور سے ہے کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا اپنی بائیں طرف سے داہنی طرف پھیر کر کرنا یہ بھی گویا کہ اس کے ساتھ بات کرنا ہے ساتھ علم کی تعلیم بالقول و تعلیم بالفعل میں کچھ فرق نہیں ہے اور یہ جو کہا کہ پھر حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے دو رکعت پڑھی تو مراد اس سے دو رکعت سنت فجر کی ہے اور کرمانی نے گمان کیا کہ وہ رات کی نماز میں داخل ہیں اور حدیث اگرچہ اس کا احتمال رکھتی ہے لیکن حمل کرنا اس کا فجر کی سنتوں پر اولیٰ ہے تا کہ حاصل ہو ختم ساتھ وتر کے اور مناسبت حدیث کی ساتھ ترجمہ کے پہلے گزر چکی ہے لیکن میں کہتا ہوں کہ اولیٰ ان سب سے یہ ہے کہ مناسبت ترجمہ کی مستفاد ہے اور لفظ سے جو بعینہ اس حدیث میں ہے دوسرے طریق سے اور امام بخاری اکثر ایسا کرتا ہے مراد اس کی تنبیہ ہے اس شخص کو جو اس کی کتاب دیکھے اوپر کوشش کرنے کے ساتھ تلاش طریقوں حدیث کے اور غور کرنے کے بیچ موقع الفاظ راویوں کے اس واسطے کہ تفسیر حدیث کی ساتھ حدیث کے اولیٰ ہے غور کرنے سے بیچ اس کے ساتھ گمان کے اور سوائے اس کے نہیں کہ مراد بخاری کی اس جگہ وہ چیز ہے جو اس حدیث کے بعض طریقوں میں واقع ہوئی ہے جو صریح دلالت کرتی ہے اوپر حقیقت بات کرنے کے بعد عشاء کے اور وہ چیز وہ ہے کہ روایت کیا ہے اس کو بخاری نے تفسیر میں ابن عباس رضی اللہ عنہما سے کہ میں نے میمونہ رضی اللہ عنہا کے گھر ایک رات کاٹی تو

حضرت ﷺ نے اپنے اہل کے ساتھ ایک گھڑی بات چیت کی پھر سوئے پس صحیح ہوا ترجمہ ساتھ حمد اللہ کے بغیر حاجت کی طرف تعسف کے اور رجم بالظن کے پس اگر کہا جائے کہ یہ تو صرف دلالت کرتا ہے اوپر بات چیت کرنے کے ساتھ اہل کے یعنی گھر والوں کے نہ علم میں اور جواب یہ ہے کہ علم بھی اس کے ساتھ لاحق ہے اور جامع تحصیل فائدے کی ہے یا وہ ساتھ دلیل فحوی کے ہے اس واسطے کہ جب مباح امر میں جائز ہے تو مستحب میں بطریق اولیٰ جائز ہوگا اور داخل ہے اس بات میں حدیث انس رضی اللہ عنہ کی کہ حضرت ﷺ نے ان کو عشاء کے بعد خطبہ سنایا اور نیز داخل ہوتی ہے اس میں حدیث عمر رضی اللہ عنہ کی کہ وہ بات کرتے تھے ساتھ ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کے بعد عشاء کے بیچ امر کے مسلمانوں کے امر سے اور حدیث عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کی کہ حضرت ﷺ ہم سے بنی اسرائیل کا حال بیان کرتے تھے یہاں تک کہ صبح ہو جاتی نہ کھڑے ہوتے مگر طرف نماز کی اور اوپر یہ جو حدیث میں آیا ہے کہ نہیں بات کرنا بعد نماز عشاء کے مگر واسطے نمازی یا مسافر کے تو اس کی سند میں ایک راوی مجہول ہے اور بر تقدیر ثبوت کے پس سمر علم میں ملحق ہے ساتھ سمر کے نفل نماز میں اور تحقیق بات کی عمر رضی اللہ عنہ نے ساتھ ابو موسیٰ رضی اللہ عنہ کے بیچ فقہ کے تو ابو موسیٰ رضی اللہ عنہ نے کہا کہ آؤ نماز پڑھیں تو عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے کہا کہ میں نماز میں ہوں۔ (فتح)

بَابُ حِفْظِ الْعِلْمِ. علم کا یاد کرنا۔

فائدہ: نہیں ذکر کی بخاری نے اس باب میں کوئی چیز سوائے حدیث ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کے اور یہ اس واسطے ہے کہ ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سب اصحاب سے زیادہ تر حدیث کو یاد رکھنے والے ہیں اور ابن عمر رضی اللہ عنہما نے ان کے جنازے میں ان پر رحم کیا اور کہا کہ تھا یاد رکھتا واسطے مسلمانوں کے حضرت ﷺ کی حدیث کو اور تحقیق دلالت کی ہے باب کی تیسری حدیث نے اس پر کہ ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کو جو حدیثیں یاد تھیں وہ اس نے سب بیان نہیں کیں بلکہ کچھ بیان کیں اور کچھ اپنے دل میں رکھیں اور باوجود اس کے جو حدیثیں ان کی مروی اور موجود ہیں وہ اکثر ہیں اور سب اصحاب کی حدیثوں سے جنہوں نے بہت حدیثیں بیان کیں اور یہ جو اس نے عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کو اپنے اوپر مقدم کیا تو اس کا جواب پہلے گزر چکا ہے اور اس واسطے کہ باب کی دوسری حدیث دلالت کرتی ہے کہ وہ کوئی چیز نہیں بھولا جس کو حضرت ﷺ سے سنا اور ایسا اس کے غیر کے واسطے ثابت نہیں ہوا۔

١١٥ - حَدَّثَنَا عَبْدُ الْعَزِيْزِ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ قَالَ حَدَّثَنِیْ مَالِكٌ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ عَنِ الْأَعْرَجِ عَنْ أَبِیْ هُرَيْرَةَ قَالَ إِنَّ النَّاسَ يَقُوْلُوْنَ أَكْثَرَ أَبُوْ هُرَيْرَةَ وَلَوْلَا اٰيَتَانِ فِیْ كِتَابِ اللّٰهِ مَا حَدَّثْتُ حَدِيْثًا ثُمَّ يَتْلُوْ ﴿إِنَّ الَّذِيْنَ

۱۱۵۔ ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ لوگ کہتے ہیں کہ ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بہت حدیثیں بیان کیا کرتا ہے یعنی بطور طعن کے مجھ کو کہتے ہیں کہ شاید اپنے پاس سے بنا بنا کر حدیثیں بیان کر دیتا ہوگا اور اگر دو آیتیں قرآن میں نہ ہوتیں تو میں کوئی حدیث بیان نہ کرتا پھر ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے یہ آیت پڑھی ﴿إِنَّ

يَكْتُمُوْنَ مَآ أَنْزَلْنَا مِنَ الْبَيِّنَاتِ وَالْهُدٰى﴾ إِلٰى قَوْلِهٖ ﴿الرَّحِيْمُ﴾ إِنَّ إِخْوَانَنَا مِنَ الْمُهَاجِرِيْنَ كَانَ يَشْغَلُهُمُ الصَّفْقُ بِالْأَسْوَاقِ وَإِنَّ إِخْوَانَنَا مِنَ الْأَنْصَارِ كَانَ يَشْغَلُهُمُ الْعَمَلُ فِيْ أَمْوَالِهِمْ وَإِنَّ أَبَا هُرَيْرَةَ كَانَ يَلْزَمُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِشِبَعِ بَطْنِهٖ وَيَحْضُرُ مَا لَا يَحْضُرُوْنَ وَيَحْفَظُ مَا لَا يَحْفَظُوْنَ.

الَّذِيْنَ يَكْتُمُوْنَ مَآ أَنْزَلْنَا مِنَ الْبَيِّنَاتِ وَالْهُدٰى﴾ إِلٰى قَوْلِهٖ ﴿الرَّحِيْمُ﴾ یعنی جو لوگ کہ چھپاتے ہیں اس چیز کو جو اتارا ہم نے دلیلوں روشن سے اور ہدایت سے تا آخر آیت تک جس کا مطلب یہ ہے کہ جو ایسے لوگ ہیں ان کو اللہ لعنت کرتا ہے اور بے شک ہمارے بھائی مہاجرین تو بازاروں میں سوداگری میں مشغول رہتے ہیں اور بے شک ہمارے بھائی انصار اپنے مالوں کے کاموں میں مشغول رہتے تھے اور بے شک ابو ہریرہ اپنے پیٹ کی خاطر ہر وقت رسول اللہ ﷺ کے ساتھ لگا رہتا تھا احوال سے جہاں وہ حاضر نہیں ہوتے تھے اور یاد رکھتا تھا اقوال سے جس کو وہ یاد نہیں رکھتے تھے۔

فائدہ: یہ جو کہا کہ اگر اللہ کی کتاب میں نہ ہوتیں تو اس کے معنی یہ ہیں کہ اگر یہ بات نہ ہوتی کہ اللہ نے علم کے چھپانے والوں کی مذمت کی تو میں کسی سے حدیث بیان نہ کرتا لیکن چونکہ چھپانا حرام تھا تو واجب ہوا ظاہر کرنا پس اسی واسطے حاصل ہوئی کثرت واسطے کثرت ان حدیثوں کے کہ ان کے پاس تھیں پھر ذکر کیا اس نے سبب کثرت کا ساتھ قول اپنے کے کہ بے شک ہمارے بھائی الخ اور مراد بھائی ہونے سے اسلامی اخوت ہے اور یہ جو کہا کہ میں اپنے پیٹ کی خاطر حضرت ﷺ کے ساتھ لگا رہتا تھا تو ایک روایت میں اتنا زیادہ ہے اور تھا میں محتاج آدمی صفہ کے محتاجوں میں سے اور ایک روایت میں ہے اور وہ مسکین تھا اس کے کچھ پاس نہ تھا حضرت ﷺ کا مہمان تھا اور ایک روایت میں اتنا زیادہ ہے کہ لوگ کہتے ہیں کہ کیا ہے واسطے مہاجرین اور انصار کے کہ ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی حدیثوں کی طرح حدیث بیان نہیں کرتے اور یہ جو کہا کہ اپنے مالوں میں مشغول رہتے تھے یعنی اپنی زمین اور کھیتی کے کام میں مشغول رہتے تھے۔ (فتح)

١١٦ ـ حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ أَبِيْ بَكْرٍ أَبُوْ مُصْعَبٍ قَالَ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ إِبْرَاهِيْمَ بْنِ دِيْنَارٍ عَنِ ابْنِ أَبِيْ ذِئْبٍ عَنْ سَعِيْدٍ الْمَقْبُرِيِّ عَنْ أَبِيْ هُرَيْرَةَ قَالَ قُلْتُ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ إِنِّيْ أَسْمَعُ مِنْكَ حَدِيْثًا كَثِيْرًا أَنْسَاهُ قَالَ ابْسُطْ رِدَآءَ كَ فَبَسَطْتُهٗ قَالَ

۱۱۶۔ ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے عرض کی کہ یا رسول اللہ میں آپ سے بہت سن کر بھول جاتا ہوں حضرت ﷺ نے فرمایا فراخ کرو اور پھیلاؤ چادر اپنی کو پس میں نے چادر کو پھیلایا پھر حضرت ﷺ نے دونوں ہاتھوں سے اشارہ کیا پھر حضرت ﷺ نے فرمایا اس کو اپنے سینے سے لگا لے پس میں نے اس کو اپنے سینے سے لگایا پس بعد اس کے

فَغَرَفَ بِيَدَيْهِ ثُمَّ قَالَ ضُمَّهُ فَضَمَمْتُهُ فَمَا نَسِيتُ شَيْئًا بَعْدَهُ حَدَّثَنَا إِبْرَاهِيمُ بْنُ الْمُنْذِرِ قَالَ حَدَّثَنَا ابْنُ أَبِي فُدَيْكٍ بِهٰذَا أَوْ قَالَ غَرَفَ بِيَدِهِ فِيهِ.

میں اس روز سے کبھی کوئی چیز نہیں بھولا ہوں۔

فائدہ: نکرہ لانا چیز کو بعد نفی کے ظاہر ہے عموم میں بیچ نہ بھولنے کے اس سے واسطے کسی چیز کے حدیث وغیرہ سے اور ایک روایت میں ہے کہ قسم ہے اس کی جس نے آپ کو حق کے ساتھ بھیجا کہ میں کوئی نہیں بھولا جس کو میں نے آپ سے سنا اور یہ تقاضا کرتا ہے کہ ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کسی حدیث کو نہیں بھولے یعنی پس یہ سب حدیثوں کو شامل ہے اور ایک روایت میں ہے کہ آپ کی اس کلام سے کوئی چیز نہیں بھولا اور یہ تقاضا کرتی ہے نہ بھولنے کو ساتھ اسی کلام کے فقط لیکن پہلی روایت کو ترجیح ہے یعنی مراد کل حدیثیں ہیں اور احتمال ہے کہ واقع دو ہوں ایک خاص ہو اور ایک عام اور یہ جو اس روایت میں کہا کہ میں اس کلام سے کچھ نہیں بھولا تو مراد اس سے یہ حدیث ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی ہے کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ کوئی ایسا مرد نہیں کہ ایک یا دو یا تین یا چار یا پانچ کلمے سنے اس چیز سے کہ فرض کیا ہے اس پر اللہ نے پس ان کو سیکھے اور سکھا دے مگر بہشت میں داخل ہوتا ہے پھر ذکر کی ساری حدیث اور ان دونوں حدیثوں میں فضیلت ظاہر ہے واسطے ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کے اور معجزہ واضح ہے پیغمبری کے نشانیوں سے اس واسطے کہ بھولنا انسان کو لازم ہے اور تحقیق اقرار کیا ہے ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے ساتھ اس کے کہ ان کو بھول بہت ہوتی تھی پھر حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی برکت سے ان کی یاد داشت ایسی قوی ہوگئی کہ جس حدیث کو سنتے تھے اس کو کبھی نہیں بھولتے تھے اور حاکم نے مستدرک میں زید بن ثابت رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ میں اور ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ اور ایک اور مرد حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس بیٹھے تھے تو حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ دعا کرو سو میں اور میرے ساتھی نے دعا کی اور حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے آمین کہی پھر ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے دعا کی پس کہا کہ الٰہی میں تجھ سے سوال کرتا ہوں مانند اس چیز کی کہ میرے ساتھیوں نے سوال کیا اور میں تجھ سے سوال کرتا ہوں علم کہ نہ بھولے تو حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس پر آمین کہی تو ہم نے کہا یا حضرت ہم بھی اسی طرح ہیں تو حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ دوسے لڑکا تم سے پہلے ہوگیا اور اس میں رغبت دلانا ہے اوپر یاد رکھنے علم کے اور یہ کہ دنیا کا کم ہونا زیادہ تر قدرت دینے والا واسطے یاد رکھنے اس کے کی اور اس میں فضیلت کسب کرنے کی ہے واسطے اس شخص کے جو عیالدار ہو اور یہ کہ جائز ہے خبر دینا آدمی کا ساتھ اس چیز کے کہ اس میں ہے فضیلت جب کہ اس کی طرف بے بس ہو اور خود پسندی سے امن ہو۔ (فتح)

۱۱۷ ـ حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيلُ قَالَ حَدَّثَنِي أَخِي عَنِ ابْنِ أَبِي ذِئْبٍ عَنْ سَعِيدِ الْمَقْبُرِيِّ عَنْ

۱۱۷۔ ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ مجھ کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے دو قسم کے علم یاد ہیں پس اُن دونوں میں سے ایک کو تو میں

أَبِيْ هُرَيْرَةَ قَالَ حَفِظْتُ مِنْ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وِعَآئَيْنِ فَأَمَّا أَحَدُهُمَا فَبَثَثْتُهُ وَأَمَّا الْاٰخَرُ فَلَوْ بَثَثْتُهُ قُطِعَ هٰذَا الْبُلْعُوْمُ قَالَ اَبُوْ عَبْدِ اللّٰهِ الْبُلْعُوْمُ مَجْرَى الطَّعَامِ هٰذَا الْبُلْعُوْمُ.

نے پھیلا دیا ہے یعنی لوگوں کو بتلا دیا ہے اور دوسرے کو اگر پھیلاؤں تو کٹ جائے رگ زندگی کی۔ امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے کہا کہ بلعوم وہ رگ ہے کہ جس کے راہ پیٹ میں طعام جاتا ہے۔

فائدہ: علماء کہتے ہیں جس علم کو ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے نہیں پھیلایا اس سے وہ حدیثیں مراد ہیں جن میں ظالم حاکموں کے نام کی تعیین اور ان کے حالات کی مذمت تھی جیسے یزید بن معاویہ وغیرہ حاکم پس ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ خوف کے مارے کسی سے ان کا نام نہیں بتلاتے تھے کہ مبادا وہ دشمن ہو کر مجھ کو نہ مار ڈالیں یعنی جب سنیں گے کہ وہ ان کے فعل کو عیب کرتا ہے اور ان کی کوشش کی تضلیل کرتا ہے تو اس کا سر کاٹ ڈالیں گے اور ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بعضوں کا نام کنایۃً لیتے تھے لیکن کھلم کھلا ان کا نام نہ لیتے تھے واسطے خوف اپنی جان کے چنانچہ کہتے تھے کہ میں اللہ کی پناہ مانگتا ہوں ساٹھ برس کے سرے سے اور لڑکوں کی حکومت سے اشارہ کرتے تھے طرف حکومت یزید بن معاویہ کی اس واسطے کہ ۶۰ ہجری میں وہ حاکم ہوا اور اللہ تعالیٰ نے ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی دعا قبول کی سو اس سے ایک سال پہلے انتقال کیا ابن منیر نے کہا کہ فرقہ باطنیہ نے ٹھہرایا ہے اس حدیث کو ذریعہ واسطے صحیح کرنے اپنے باطل کے اس واسطے کہ ان کا اعتقاد ہے کہ شریعت کے واسطے ایک ظاہر اور ایک باطن ہے اور ان کے اس باطل اعتقاد کا حاصل خلاص ہوتا ہے دین سے اور تائید کرتی ہے اس کی یہ بات کہ جو حدیثیں ان کے پاس لکھی تھیں اگر وہ احکام شرعیہ سے ہوتیں تو نہ گنجائش ہوتی ان کو ان کے چھپانے کی واسطے اس چیز کے کہ ذکر کیا ہے پہلی حدیث میں آیت سے جو دلالت کرتی ہے اوپر مذمت اس شخص کے جو علم کو چھپا دے اور احتمال ہے کہ ہو مراد ساتھ قسم مذکور کے وہ چیز جو متعلق ہے ساتھ نشانیوں قیامت کے اور بدلنے احوال اور لڑائیوں سے اخیر زمانے میں پس انکار کرے اس سے جس نے ان کو نہیں دیکھا اور اعتراض کرے اس پر جس کو شعور نہیں۔ (فتح)

بَابُ الْاِنْصَاتِ لِلْعُلَمَآءِ.

علماء کے واسطے چپ ہونا اور سننا جو کہتے ہیں۔

۱۱۸ ـ حَدَّثَنَا حَجَّاجٌ قَالَ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ قَالَ أَخْبَرَنِيْ عَلِيُّ بْنُ مُدْرِكٍ عَنْ أَبِيْ زُرْعَةَ بْنِ عَمْرٍو عَنْ جَرِيْرٍ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَهُ فِيْ حَجَّةِ الْوَدَاعِ اسْتَنْصِتِ النَّاسَ فَقَالَ لَا تَرْجِعُوْا بَعْدِيْ كُفَّارًا

۱۱۸۔ جریر سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو حجۃ الوداع میں فرمایا کہ چپ کرا لوگوں کو سو حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میرے بعد پلٹ کر کافر نہ ہو جانا کہ تم لوگوں سے بعض بعض کی گردن ماریں یعنی ایک دوسرے کو قتل کرنا کفر کی عادت ہے تم ایسا نہ کرنا۔

يَّضۡرِبُ بَعۡضُكُمۡ رِقَابَ بَعۡضٍ.

فائدہ: یہاں سے معلوم ہوا کہ اگر کوئی عالم وعظ کرنے لگے یا علم کا کوئی مسئلہ بتلانے لگے تو لوگوں کو چاہیے کہ چپ ہو کر سنیں شور وغل نہ مچادیں۔ ابن بطال نے کہا کہ اس حدیث سے معلوم ہوا کہ چپ رہنا واسطے علماء کے لازم ہے سیکھنے والوں کو اس واسطے کہ علماء وارث ہیں پیغمبروں کے شاید مراد اس کی ساتھ اس کے مناسبت ترجمہ کے ہے واسطے حدیث کے اس واسطے کہ عقبہ مذکور حجۃ الوداع میں تھا اور جماعت نہایت بہت تھی اور تھا جمع ہونا ان کا واسطے کنکریوں مارنے کے اور سوائے اس کے حج کے کاموں سے اور حضرت ﷺ نے ان کو فرمایا کہ مجھ سے اپنے حج کے طریقے سیکھو جیسا کہ صحیح مسلم میں ثابت ہو چکا ہے سو جب ان کو خطبہ سنایا تو مناسب ہوا کہ حکم کریں ان کو ساتھ چپ رہنے کے اور تحقیق واقع ہوئی ہے تفریق درمیان انصات اور استماع کے جیسے کہ قرآن میں ہے اور دونوں کے معنی مختلف ہیں پس انصات کے معنی ہیں چپ رہنا اور وہ حاصل ہے اس شخص سے جو کان لگا کر سنتا ہے اس سے جو نہیں سنتا جیسا کہ کسی اور کام میں فکر مند ہو اور اسی طرح استماع بھی کبھی ہوتا ہے ساتھ چپ رہنے کے اور کبھی ہوتا ہے بولنا ساتھ اور کلام کے کہ نہیں مشغول ہوتا بولنے والا ساتھ اس کے سمجھنے اس چیز کے سے جو کہتا ہے وہ شخص جس سے سنا جاتا ہے اور سفیان ثوری وغیرہ نے کہا کہ اول علم کا کان لگا کر سننا ہے پھر چپ رہنا پھر یاد کرنا پھر عمل کرنا پھر پھیلانا۔ (فتح)

بَابُ مَا يُسۡتَحَبُّ لِلۡعَالِمِ إِذَا سُئِلَ أَيُّ النَّاسِ أَعۡلَمُ فَيَكِلُ الۡعِلۡمَ إِلَى اللهِ.

یعنی جب کسی عالم سے پوچھا جائے کہ سب لوگوں میں زیادہ عالم کون ہے تو اس کے واسطے بہتر ہے کہ علم کو اللہ کی طرف سپرد کرے یعنی یہ کہے کہ اَللّٰهُ اَعۡلَمُ اللہ سب سے زیادہ جاننے والا ہے۔

۱۱۹ ۔ حَدَّثَنَا عَبۡدُ اللهِ بۡنُ مُحَمَّدٍ قَالَ حَدَّثَنَا سُفۡيَانُ قَالَ حَدَّثَنَا عَمۡرٌو قَالَ أَخۡبَرَنِيۡ سَعِيۡدُ بۡنُ جُبَيۡرٍ قَالَ قُلۡتُ لِابۡنِ عَبَّاسٍ إِنَّ نَوۡفًا الۡبَكَالِيَّ يَزۡعُمُ أَنَّ مُوۡسٰى لَيۡسَ بِمُوۡسٰى بَنِيۡ إِسۡرَآئِيۡلَ إِنَّمَا هُوَ مُوۡسٰى اٰخَرُ فَقَالَ كَذَبَ عَدُوُّ اللهِ حَدَّثَنَا أُبَيُّ بۡنُ كَعۡبٍ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيۡهِ وَسَلَّمَ قَامَ مُوۡسَى النَّبِيُّ خَطِيۡبًا فِيۡ بَنِيۡ إِسۡرَآئِيۡلَ فَسُئِلَ أَيُّ النَّاسِ أَعۡلَمُ فَقَالَ أَنَا

۱۱۹۔ سعید بن جبیر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے ابن عباس رضی اللہ عنہما سے کہا کہ نوف بکالی گمان کرتا ہے کہ موسیٰ بنی اسرائیل کا موسیٰ نہیں بلکہ وہ اور موسیٰ ہے یعنی جو موسیٰ خضر کے ساتھ رہا ہے وہ یہ موسیٰ نہیں جو بنی اسرائیل کا پیغمبر تھا اور جس کا فرعون سے مقابلہ ہوا تھا بلکہ وہ کوئی اور موسیٰ تھا جس کا حال کچھ معلوم نہیں سو ابن عباس رضی اللہ عنہما نے کہا کہ اللہ کا دشمن یعنی نوفل جھوٹا ہے اس لیے کہ ابی بن کعب رضی اللہ عنہ نے ہم سے حدیث بیان کی ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا کہ البتہ موسیٰ علیہ السلام بنی اسرائیل کی قوم میں کھڑے خطبہ پڑھتے تھے سو کسی نے پوچھا کہ سب

أَعْلَمُ فَعَتَبَ اللّٰهُ عَلَيْهِ إِذْ لَمْ يَرُدَّ الْعِلْمَ إِلَيْهِ فَأَوْحَى اللّٰهُ إِلَيْهِ أَنَّ عَبْدًا مِّنْ عِبَادِيْ بِمَجْمَعِ الْبَحْرَيْنِ هُوَ أَعْلَمُ مِنْكَ قَالَ يَا رَبِّ وَكَيْفَ بِهٖ فَقِيْلَ لَهُ احْمِلْ حُوْتًا فِيْ مِكْتَلٍ فَإِذَا فَقَدْتَّهٗ فَهُوَ ثَمَّ فَانْطَلَقَ وَانْطَلَقَ بِفَتَاهُ يُوْشَعَ بْنِ نُوْنٍ وَحَمَلَا حُوْتًا فِيْ مِكْتَلٍ حَتّٰى كَانَا عِنْدَ الصَّخْرَةِ وَضَعَ رُؤُوْسَهُمَا وَنَامَا فَانْسَلَّ الْحُوْتُ مِنَ الْمِكْتَلِ فَاتَّخَذَ سَبِيْلَهٗ فِي الْبَحْرِ سَرَبًا وَكَانَ لِمُوْسٰى وَفَتَاهُ عَجَبًا فَانْطَلَقَا بَقِيَّةَ لَيْلَتِهِمَا وَيَوْمَهُمَا فَلَمَّا أَصْبَحَ قَالَ مُوْسٰى لِفَتَاهُ اٰتِنَا غَدَآءَ نَا لَقَدْ لَقِيْنَا مِنْ سَفَرِنَا هٰذَا نَصَبًا وَلَمْ يَجِدْ مُوْسٰى مَسًّا مِّنَ النَّصَبِ حَتّٰى جَاوَزَ الْمَكَانَ الَّذِيْ أُمِرَ بِهٖ فَقَالَ لَهُ فَتَاهُ أَرَأَيْتَ إِذْ أَوَيْنَا إِلَى الصَّخْرَةِ فَإِنِّيْ نَسِيْتُ الْحُوْتَ وَمَا أَنْسَانِيْهُ إِلَّا الشَّيْطَانُ قَالَ مُوْسٰى ذٰلِكَ مَا كُنَّا نَبْغِ فَارْتَدَّا عَلٰى اٰثَارِهِمَا قَصَصًا فَلَمَّا انْتَهَيَا إِلَى الصَّخْرَةِ إِذَا رَجُلٌ مُّسَجًّى بِثَوْبٍ أَوْ قَالَ تَسَجّٰى بِثَوْبِهٖ فَسَلَّمَ مُوْسٰى فَقَالَ الْخَضِرُ وَأَنّٰى بِأَرْضِكَ السَّلَامُ فَقَالَ أَنَا مُوْسٰى فَقَالَ مُوْسٰى بَنِيْ إِسْرَآئِيْلَ قَالَ نَعَمْ قَالَ هَلْ أَتَّبِعُكَ عَلٰى أَنْ تُعَلِّمَنِ مِمَّا عُلِّمْتَ رَشَدًا قَالَ إِنَّكَ لَنْ تَسْتَطِيْعَ مَعِيَ صَبْرًا يَا مُوْسٰى إِنِّيْ عَلٰى عِلْمٍ مِّنْ عِلْمِ اللّٰهِ عَلَّمَنِيْهِ لَا

آدمیوں میں کون بڑا عالم ہے؟ موسیٰ علیہ السلام نے کہا کہ میں سو اللہ نے ان پر غصہ کیا اس واسطے کہ اللہ کی طرف علم کو نہ پھیرا یعنی یوں نہ کہا کہ واللہ اعلم پھر اللہ نے موسیٰ علیہ السلام کو حکم بھیجا کہ بے شک میرے بندوں میں سے ایک بندہ ہے دو دریاؤں کے ملنے کی جگہ میں (یعنی سنگم پاس کہتے ہیں وہ جگہ وہاں ہے جہاں روم اور فارس کا دریا ملتا ہے) وہ تجھ سے زیادہ عالم ہے سو موسیٰ علیہ السلام نے کہا کہ اے رب میرا اور اس کا کیونکر ملاپ ہو اللہ نے فرمایا کہ تو اپنے ساتھ ایک بھنی ہوئی مچھلی کو لے پھر اس کو زنبیل میں رکھ یعنی ٹوکری میں رکھ سو جہاں وہ مچھلی تجھ سے چھوٹ رہے تو وہ اس مکان میں ہوگا سو موسیٰ علیہ السلام نے ایک مچھلی لی اور اس کو زنبیل میں رکھا پھر روانہ ہوئے اور ساتھ اپنے خادم یعنی یوشع بن نون کو بھی لے چلے یہاں تک کہ سنگم کے پاس پہنچے اور دونوں صاحب وہاں سر ٹیک کر سو گئے اور مچھلی آب حیات کی تاثیر سے زندہ ہو کر زنبیل میں پھڑکی اور اس سے نکل آئی پھر گر پڑی دریا میں اور اس نے دریا میں اپنی راہ لی سرنگ بنا کر اور جہاں سے مچھلی گئی تھی اللہ نے وہاں پانی کا بہاؤ بند کر رکھا۔ سو وہ طاق سا ہوگیا اور موسیٰ علیہ السلام اور اُن کے خادم کو تعجب ہوا یعنی بھنی ہوئی مچھلی کا زندہ ہونا اور اس کے جانے کی راہ سے بہاؤ پانی کا بند ہونا ان کے واسطے موجب تعجب کا ہوا پھر دونوں چلے جتنا کہ رات اور دن باقی رہا تھا سو جب دوسرا دن ہوا موسیٰ علیہ السلام نے اپنے خادم سے کہا دن چڑھے کا ہم کو کھانا دو یعنی کچھ ناشتہ کرلیں البتہ ہم نے اس سفر میں تکلیف پائی ہے حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب تک اس مکان سے جس کو اللہ نے فرمایا تھا نہ بڑھے نہ تھکے تھے جب اس سے آگے بڑھے تو تھک گئے سو اُن سے اُن کے خادم نے کہا کہ یہ

تَعْلَمُهُ أَنْتَ وَأَنْتَ عَلٰى عِلْمٍ عَلَّمَكَهُ لَا أَعْلَمُهُ قَالَ سَتَجِدُنِيْ إِنْ شَآءَ اللّٰهُ صَابِرًا وَّلَا أَعْصِيْ لَكَ أَمْرًا فَانْطَلَقَا يَمْشِيَانِ عَلٰى سَاحِلِ الْبَحْرِ لَيْسَ لَهُمَا سَفِيْنَةٌ فَمَرَّتْ بِهِمَا سَفِيْنَةٌ فَكَلَّمُوْهُمْ أَنْ يَّحْمِلُوْهُمَا فَعُرِفَ الْخَضِرُ فَحَمَلُوْهُمَا بِغَيْرِ نَوْلٍ فَجَآءَ عُصْفُوْرٌ فَوَقَعَ عَلٰى حَرْفِ السَّفِيْنَةِ فَنَقَرَ نَقْرَةً أَوْ نَقْرَتَيْنِ فِي الْبَحْرِ فَقَالَ الْخَضِرُ يَا مُوْسٰى مَا نَقَصَ عِلْمِيْ وَعِلْمُكَ مِنْ عِلْمِ اللّٰهِ إِلَّا كَنَقْرَةِ هٰذَا الْعُصْفُوْرِ فِي الْبَحْرِ فَعَمَدَ الْخَضِرُ إِلٰى لَوْحٍ مِّنْ أَلْوَاحِ السَّفِيْنَةِ فَنَزَعَهُ فَقَالَ مُوْسٰى قَوْمٌ حَمَلُوْنَا بِغَيْرِ نَوْلٍ عَمَدْتَّ إِلٰى سَفِيْنَتِهِمْ فَخَرَقْتَهَا لِتُغْرِقَ أَهْلَهَا قَالَ أَلَمْ أَقُلْ إِنَّكَ لَنْ تَسْتَطِيْعَ مَعِيَ صَبْرًا قَالَ لَا تُؤَاخِذْنِيْ بِمَا نَسِيْتُ وَلَا تُرْهِقْنِيْ مِنْ أَمْرِيْ عُسْرًا فَكَانَتِ الْأُوْلٰى مِنْ مُّوْسٰى نِسْيَانًا فَانْطَلَقَا فَإِذَا غُلَامٌ يَّلْعَبُ مَعَ الْغِلْمَانِ فَأَخَذَ الْخَضِرُ بِرَأْسِهِ مِنْ أَعْلَاهُ فَاقْتَلَعَ رَأْسَهُ بِيَدِهِ فَقَالَ مُوْسٰى أَقَتَلْتَ نَفْسًا زَكِيَّةً بِغَيْرِ نَفْسٍ قَالَ أَلَمْ أَقُلْ لَّكَ إِنَّكَ لَنْ تَسْتَطِيْعَ مَعِيَ صَبْرًا قَالَ ابْنُ عُيَيْنَةَ وَهٰذَا أَوْكَدُ فَانْطَلَقَا حَتّٰى إِذَا أَتَيَا أَهْلَ قَرْيَةِ اسْتَطْعَمَا أَهْلَهَا فَأَبَوْا أَنْ يُّضَيِّفُوْهُمَا فَوَجَدَا فِيْهَا جِدَارًا يُّرِيْدُ أَنْ يَّنْقَضَّ فَأَقَامَهُ قَالَ الْخَضِرُ بِيَدِهِ فَأَقَامَهُ فَقَالَ لَهُ مُوْسٰى لَوْ

تو بتلایئے کہ جب ہم آئے تھے پتھر کے پاس سو میں بھول گیا آپ سے مچھلی کا قصہ کہنا اور نہیں بھولایا مجھ کو مچھلی کی یاد سے مگر شیطان نے سو موسیٰ علیہ السلام نے کہا کہ یہی تو ہم چاہتے تھے پھر الٹے قدموں پلٹے حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا سو دونوں پھرے قدم پر قدم ڈالتے یہاں تک کہ جب پتھر کے پاس پہنچے تو اچانک وہاں دیکھا کہ ایک مرد ہے کپڑے سے سر لپیٹے ہوئے۔ پھر سلام کیا اس کو موسیٰ علیہ السلام نے سو خضر علیہ السلام نے کہا کہ تیرے ملک میں سلام کہاں یعنی اس ملک میں سلام کی رسم نہیں تو نے سلام کیونکر کیا موسیٰ علیہ السلام نے کہا کہ میں موسیٰ ہوں یعنی اس ملک سے نہیں ہوں خضر علیہ السلام نے کہا کیا تو قوم بنی اسرائیل کا موسیٰ ہے موسیٰ علیہ السلام نے کہا کہ ہاں میں تیرے پاس آیا ہوں تاکہ تو مجھ کو سکھلا دے جو اللہ نے تجھ کو علم سکھایا ہے۔ خضر علیہ السلام نے کہا کہ میرے ساتھ بے شک تو نہ ٹھہر سکے گا اے موسیٰ اللہ کے بے شمار علم سے مجھ کو ایک علم ہے اللہ نے سکھایا ہے کہ تو اس علم کو نہیں جانتا اور تجھ کو اللہ کے علم سے ایک علم ہے اللہ نے تجھ کو سکھایا ہے کہ میں اس کو نہیں جانتا پھر موسیٰ علیہ السلام نے کہا کہ اگر اللہ نے چاہا تو تو مجھ کو ثابت قدم پائے گا میں تیرے حکم کے برخلاف نہ کروں گا۔ پھر دونوں روانہ ہوئے کنارے کنارے دریا کے چلے جاتے تھے ان کے پاس کوئی ناؤ نہ تھی سو ادھر سے ایک ناؤ ان کے پاس گزری سو ناؤ والوں سے تینوں آدمی کے جانے کی بات چیت کی سو وہ پہچان گئے خضر علیہ السلام کو تو وہ بدون کرایہ لیے چڑھا لے گئے سو جب وہ ناؤ پر سوار ہو گئے تو ایک چڑا آیا اور ناؤ کے کنارے پر بیٹھا پھر اس نے چونچ ڈبوئی ایک بار یا دو بار سو خضر علیہ السلام نے موسیٰ علیہ السلام سے کہا کہ نہیں ہے میرا علم اور تیرا علم اللہ کے علم سے مگر اس کے برابر جتنا اس چڑے

شِئْتَ لَاتَّخَذْتَ عَلَيْهِ أَجْرًا قَالَ هٰذَا فِرَاقُ بَيْنِي وَبَيْنِكَ قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَرْحَمُ اللّٰهُ مُوسٰى لَوَدِدْنَا لَوْ صَبَرَ حَتّٰى يُقَصَّ عَلَيْنَا مِنْ أَمْرِهِمَا.

نے دریا سے پانی گھٹایا اللہ کا علم مثل سمندر کی ہے اور ہمارا تمہارا علم قطرے کے برابر جتنا چڑے نے اپنی چونچ میں اٹھایا سو خضر علیہ السلام نے بسولے سے ناؤ کا ایک تختہ نکال ڈالا سو موسیٰ علیہ السلام نے ان سے کہا کہ ان لوگوں نے ہم کو بے کرایہ چڑھا لیا تو نے ان کی ناؤ کو قصد کر کے پھاڑ ڈالا تا کہ لوگوں کو تو ڈبو دے خضر علیہ السلام نے کہا میں نے تجھ سے کہا تھا کہ بے شک تجھ کو میرے ساتھ رہا نہ جائے گا موسیٰ علیہ السلام نے کہا مجھ کو میری چوک پر نہ پکڑ اور میرے کام سے مجھ پر مشکل نہ ڈال یعنی میں نے بھول سے کیا ہے کہ معاف کیجئے تنگ نہ پکڑیے راوی نے کہا کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ پہلی بار کا پوچھنا موسیٰ علیہ السلام سے بھولے سے ہوا پھر دونوں ناؤ سے نکل کر دریا کے کنارے کنارے چلے جاتے تھے کہ یکا یک خضر علیہ السلام نے ایک لڑکے کو دیکھا کہ کھیل رہا ہے لڑکوں کے ساتھ سو خضر علیہ السلام نے اس کے سر کو اپنے ہاتھ سے پکڑ لیا اوپر کی طرف سے پھر اس کا سر اپنے ہاتھ سے اکھاڑ ڈالا اور اس کو مار ڈالا تو موسیٰ علیہ السلام نے کہا کہ کیا تو نے مار ڈالا ہے معصوم جان کو بدون بدلے جان کے یعنی اس نے کسی کا خون نہ کیا تھا جس کے بدلے تو اس کو مارتا البتہ تجھ سے برا کام ہوا۔ خضر علیہ السلام نے کہا بھلا میں نے تجھ سے نہ کہہ دیا تھا کہ تو میرے ساتھ ٹھہر نہ سکے گا۔ سفیان بن عیینہ نے کہا کہ دوسرا جواب پہلے سے بہت کڑا ہے پھر دونوں چلے یہاں تک کہ ایک بستی والوں کے پاس پہنچے ان لوگوں سے کھانا مانگا ان لوگوں نے ان کو کھانا نہ دیا سو دونوں نے ایک دیوار کو پایا کہ گرنا چاہتی تھی یعنی جھک رہی تھی سو خضر علیہ السلام نے اپنے ہاتھ سے اس کی طرف اشارہ کیا سو اس کو سیدھا کھڑا کر دیا تو موسیٰ علیہ السلام نے کہا کہ یہ قوم ہے ہم ان کے پاس آئے سو انہوں نے نہ ہم

کو کھانا کھلایا نہ ہماری ضیافت کی اگر تو چاہتا تو دیوار سیدھا
کھڑا کرنے کی مزدوری لیتا۔ خضر علیہ السلام نے کہا اسی وقت میرے
اور تیرے درمیان جدائی ہے پھر پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اللہ تعالیٰ
موسیٰ علیہ السلام پر رحم کرے ہمارے جی نے چاہا کہ اگر موسیٰ علیہ السلام صبر
کرتے اور ہر بات کی وجہ نہ پوچھتے تو بہت قصہ ان کا ہم کو
معلوم ہوتا اور اللہ کے کاموں کی حکمتیں بہت لوگوں کو معلوم
ہوتیں اور مفصل قصہ ان کا اوپر مذکور ہو چکا ہے۔

فائدہ: یہ جو کہا کہ وہ اور موسیٰ ہے تو وہ علم ہے اوپر شخص معین کے کہتے ہیں کہ وہ موسیٰ بن میشا ہے اور یہ جو ابن عباس رضی اللہ عنہما نے کہا کہ اللہ کا دشمن جھوٹا ہے تو ابن متین نے کہا کہ ابن عباس رضی اللہ عنہما کے اس کہنے سے یہ مراد نہیں کہ نوف اللہ کی ولایت سے خارج ہے لیکن علماء جب کوئی جھوٹی بات سنتے ہیں تو ان کے دل نفرت کرتے ہیں تو ایسی کلام بولتے ہیں واسطے قصد زجر اور ڈرانے کی اس سے اور اس کی حقیقت مراد نہیں ہوتی میں کہتا ہوں کہ جائز ہے کہ ابن عباس رضی اللہ عنہما نے اسلام کے صحیح ہونے میں تہمت لگائی ہو پس اسی واسطے حر بن قیس کے حق میں ایسا کلام نہیں کہا باوجودیکہ دونوں نے یہ بات کہی تھی اور اوپر یہ جو ابن عباس رضی اللہ عنہما نے اس کو جھٹلایا تو اس سے مستفاد ہوتا ہے کہ تحقیق جائز ہے واسطے عالم کے جب کہ ہو اس کے پاس کوئی چیز علم سے پس سنے اپنے غیر کو کہ ذکر کرتا ہے اس میں کچھ بغیر علم کے یہ کہ اس کو جھٹلا دے اور یہ جو اس نے کہا کہ حدیث بیان کی مجھ سے ابی بن کعب رضی اللہ عنہ نے تو بیچ استدلال اس کے کی ساتھ اس کے دلیل ہے اوپر قوت خبر واحد مستیقن کے نزدیک اس کے اور یہ جو کہا کہ میں زیادہ تر عالم ہوں اس قول کے جواب میں کہ لوگوں میں زیادہ تر عالم کون ہے تو بعض کہتے ہیں کہ یہ مخالف ہے واسطے قول اس کے کی بیچ **باب الخروج فی طلب العلم** کے کہا کیا تو کسی کو اپنے سے زیادہ تر عالم جانتا ہے کہا نہیں اور میرے نزدیک ان کے درمیان کچھ مخالفت نہیں کہ اس واسطے کہ قول اس کا اس جگہ کہ میں زیادہ تر عالم ہوں یعنی اس چیز میں کہ میں جانتا ہوں پس مطابق ہوگا اس کے قول کے بیچ جواب اس شخص کے جس نے اس کو کہا تھا کہ کیا تو کسی کو اپنے سے زیادہ تر عالم جانتا ہے بیچ منسوب کرنے اس کے طرف علم اس کے کی نہ طرف اس چیز کی کہ واقع میں ہے اور عتاب اللہ تعالیٰ سے محمول ہے اس چیز پر کہ اس کے لائق ہے نہ اوپر معنی عرفی کے آدمیوں میں اور یہ جو فرمایا کہ وہ تجھ سے زیادہ تر عالم ہے تو یہ ظاہر ہے اس میں کہ خضر علیہ السلام نبی ہے بلکہ نبی مرسل ہے اس واسطے کہ اگر اس طرح نہ ہوتا تو لازم آتی تفضیل عالی کی اعلیٰ پر اور یہ باطل ہے قول سے اسی واسطے وارد کیا ہے زمخشری نے سوال اور وہ یہ ہے کہ دلالت کی موسیٰ علیہ السلام کی حاجت نے طرف تعلیم کی غیر سے کہ وہ موسیٰ بن میشا ہے جیسا کہ کہا گیا ہے اس واسطے کہ واجب ہے کہ

پیغمبرا پنے زمانے والوں سے اعلم ہو اور جواب دیا اس سے کہ نہیں نقص ہے ساتھ پیغمبر کے بیچ سیکھنے اس کے کی علم پیغمبر سے جو اس کی مثل ہو میں کہتا ہوں اور جواب میں نظر ہے اس واسطے کہ وہ مستلزم ہے نفی اس چیز کی کہ واجب کی اور حق یہ ہے کہ مراد ساتھ اس اطلاق کے قید کرنا اغنمیت کا ہے ساتھ امر مخصوص کے واسطے قول اس کے کی بعد اس کے کہ اللہ نے مجھ کو اپنے علم سے ایک ایسا علم سکھایا ہے کہ تو اس علم کو نہیں جانتا اور اللہ نے تجھ کو اپنے علم سے ایک ایسا علم سکھایا ہے کہ میں اس کو نہیں جانتا اور مراد ساتھ ہونے پیغمبر کے عالم تر اپنے زمانے والوں یعنی ان لوگوں سے کہ ان کی طرف رسول کر کے بھیجا گیا اور نہ تھے موسیٰ علیہ السلام بھیجے گئے طرف خضر علیہ السلام کی اور اس وقت پس نہیں نقص ہے ساتھ اس کے جب کہ ہوں خضر علیہ السلام عالم تر اس سے اگر ہم کہیں کہ وہ پیغمبر مرسل ہیں یا عالم تر ہیں اس سے کسی خاص امر میں جب کہ ہم کہیں کہ خضر علیہ السلام پیغمبر ہیں یا ولی ہیں اور حل ہوں گے ساتھ اس تقریر کے بہت اشکال اور بہت واضح تر چیز جس سے خضر علیہ السلام کے پیغمبر ہونے پر استدلال کیا جاتا ہے قول اس کا ہے ﴿وَمَا فَعَلْتُهُ عَنْ اَمْرِیْ﴾ یعنی یہ کام میں نے اپنی طرف سے نہیں کیا اور لائق ہے اعتقاد کرنا ساتھ ہونے اس کے کی پیغمبر تا کہ نہ ذریعہ ٹھہرائیں اس کو باطل والے اپنے دعوے میں کہ ولی افضل ہے نبی سے پناہ اللہ کی ہرگز نہیں ۔ ابن منیر نے کہا کہ قول موسیٰ علیہ السلام کا اَنَا اَعْلَمُ نہیں مانند قول عام لوگوں کی مثل اس کی اور نہیں نتیجہ دیتا قول ان کا مانند نتیجہ قول اُن کے کی اس واسطے کہ نتیجہ اُن کے قول کا خود پسندی اور تکبری ہے اور نتیجہ قول اس کے کا زیادتی ہے علم سے اور حث ہے اوپر تواضع کے اور حرص ہے اوپر طلب علم کے اور ابن بطال نے کہا کہ نہیں جائز ہے اعتراض ساتھ عقل کے شرع پر اور استدلال کیا ہے اس نے ساتھ اس حدیث کے اور یہ استدلال اُس کا خطا ہے اس واسطے کہ موسیٰ علیہ السلام نے سوائے اس کے نہیں کہ اعتراض کیا تھا ساتھ ظاہر شرع کے نہ ساتھ عقل کے محض ۔ پس اس میں حجت ہے اوپر صحیح ہونے اعتراض کے ساتھ شرع کے اُس چیز پر کہ نہیں جائز ہے بیچ اُس کے اگرچہ مستقیم باطن امر میں ہے اور یہ جو کہا کہ تیری اس زمین میں سلام کیسا تو اس کے معنی یہ ہیں کہ کہاں ہے اسلام اس زمین میں کہ اس میں معروف نہیں اور شاید وہ کفر کے شہر تھے یا تھا تحفہ ان کا بغیر سلام کے اور اس میں دلیل ہے اس پر کہ پیغمبر لوگ اور جو اُن سے کم ہیں غیب کو نہیں جانتے مگر جو اللہ ان کو معلوم کروا دے اس واسطے کہ اگر خضر علیہ السلام ہر غیب کو جانتے ہوتے تو البتہ پہچانتے موسیٰ علیہ السلام کو پہلے اس سے کہ اُس سے حال پوچھیں اور یہ جو کہا کہ میرے علم اور تیرے علم نے اللہ کے علم سے کچھ کم نہیں کیا مگر مانند اٹھانے اس چڑے کی تو یہاں لفظ نقص اپنے ظاہر پر نہیں اس واسطے کہ اللہ کے علم میں کمی داخل نہیں ہوتی پس بعض کہتے ہیں کہ اس کے معنی یہ ہیں کہ نہیں لیا اُس نے اور یہ توجیہ خوب ہے اور ہوگی واقع اوپر لینے والے کے نہ اُس چیز پر جس سے لیا گیا اور خوب تر اس سے یہ ہے کہ مراد علم سے معلوم ہے ساتھ دلیل داخل ہونے حرف تبعیض کے اس واسطے کہ جو علم کہ اللہ کی ذات پاک کے ساتھ قائم ہے وہ صفت قدیمی ہے بعض بعض نہیں ہوئی اور معلوم وہی ہے جو بعض بعض ہوتا ہے اور بعض کہتے ہیں

کہ نفی نقص کی بولی گئی ہے واسطے مبالغہ کے اور بعض کہتے ہیں کہ اِلّا اس جگہ ساتھ معنی ولا کے ہے یعنی اور نہ مانند اٹھانے اس چڑی کے اور ایک روایت میں ہے کہ نہیں علم میرا اور علم تیرا اللہ کے علم کے آگے مگر جیسا کہ لیا ہے اس چڑے نے ساتھ چونچ اپنی کے اس دریا سے پس اس سیاق میں کوئی اشکال نہیں اور یہ تفسیر ہے واسطے اس لفظ کے جو اس جگہ واقع ہوئی۔ کہا قرطبی نے اور بیچ قصے موسیٰ علیہ السلام اور خضر علیہ السلام کے اور بھی کئی فائدے ہیں ایک یہ کہ اللہ تعالیٰ کرتا ہے اپنے ملک میں جو چاہتا ہے اور حکم کرتا ہے اپنی مخلوق میں جو چاہتا ہے اس قسم سے کہ فائدہ دے یا ضرر کرے پس نہیں دخل ہے واسطے عقل کے اس کے افعال میں اور نہیں کوئی مقابلہ واسطے احکام اس کے کی بلکہ واجب ہے مخلوق پر راضی ہونا اور مان لینا پس ادراک عقلوں کا واسطے بھیدوں اللہ کے قاصر ہے پس نہیں متوجہ ہوتا اس کے حکم پر کم اور کیف یعنی کتنا اور کس طرح جیسے کہ نہیں متوجہ ہوتا اس کے وجود پر کس جگہ اور اس جگہ اور یہ کہ عقل نہ اچھا کہہ سکتی ہے اور نہ برا اور یہ کہ حسن وقبح راجع ہے طرف شرع کی سو جس چیز کو شرع نے اچھا کہا وہ اچھی ہے اور جس کو برا کہا وہ بری ہے اور اچھا کہنا یہ کہ اس کی ثنا کی اور برا کہنا یہ کہ اس کی مذمت کی اور یہ کہ اللہ تعالیٰ کے لیے اس چیز میں کہ قضا کرتا ہے بطورِ حکمتیں اور اسرار ہیں بیچ بھلائیوں پوشیدہ کی کہ اعتبار کیا ہے ان کو یہ سب اللہ کی مشیت اور ارادے سے ہے بغیر واجب ہونے کے اوپر اس کے اور نہ حکم عقل کی کہ متوجہ ہو طرف اس کی بلکہ باعتبار اس چیز کے کہ پہلے گزر چکی ہے اور جاری ہے حکم اس کا سو جس چیز پر ان بھیدوں سے خلق واقف ہوئی اس کو پہچانا نہیں تو عقل اس کے نزدیک کھڑی ہونے والی ہے پس چاہیے کہ ڈرے آدمی اعتراض کرنے سے اس واسطے کہ اس کا انجام محرومی اور ناامیدی ہے۔ کہا قرطبی نے اور چاہیے کہ تنبیہ کریں ہم اس جگہ اوپر دو مغالطوں کے پہلا مغالطہ واقع ہوا ہے واسطے بعض جاہلوں کے کہ خضر علیہ السلام افضل ہے موسیٰ علیہ السلام سے اس قصہ کی دلیل سے اور ساتھ اس چیز کے کہ شامل ہے اس پر قصہ اور یہ سوائے اس کے نہیں کہ صادر ہوتا ہے اس شخص سے کہ کم ہے نظر اس کی اس قصے پر اور نہیں غور کیا اس نے اس چیز میں کہ خاص کیا ہے اللہ تعالیٰ نے ساتھ اس کے موسیٰ علیہ السلام کو رسالت سے اور اللہ کا کلام سننے سے اور تورات دینے سے کہ اس میں ہر چیز کا علم ہے اور یہ کہ بنی اسرائیل کے کل پیغمبر علیہم السلام اس کی شریعت کے تلے داخل ہیں اور حکم کیے گئے ہیں ساتھ حکم پیغمبری اس کی کے یہاں تک کہ عیسیٰ علیہ السلام بھی اور اس کے دلائل قرآن میں بہت ہیں اور کافی ہے اس سے یہ آیت کہ اے موسیٰ میں نے چن لیا تجھ کو لوگوں پر اپنی رسالت اور کلام سے اور آئے گی احادیث الانبیاء میں موسیٰ علیہ السلام کی فضیلت سے وہ چیز کہ اس میں کفایت ہے۔ قرطبی رحمہ اللہ نے کہا اور خضر علیہ السلام اگرچہ پیغمبر ہے مگر نہیں ہے رسول بالاتفاق اور رسول افضل ہے اس نبی سے جو رسول نا ہو اور اگر بطور تنزل کے ہم مان لیں کہ خضر رسول ہے تو موسیٰ کی رسالت اعظم ہے اور اس کی امت اکثر ہے پس وہ افضل ہے اور غایت درجہ یہ ہے کہ ہو خضر مانند ایک پیغمبر کے بنی اسرائیل کے پیغمبروں سے اور موسیٰ بنی اسرائیل کے کل پیغمبروں سے افضل ہے اور اگر ہم کہیں

کہ خضر علیہ السلام پیغمبر نہیں بلکہ ولی ہے تو پیغمبر افضل ہے ولی سے اور یہ امر یقینی ہے ازروئے عقل کے اور نقل کے اور جو اس کے برخلاف چلے وہ کافر ہے اس واسطے کہ وہ ایسا امر ہے جو شرع سے معلوم ہے ساتھ ہدایت کے اور سوائے اس کے کچھ نہیں کہ واقع ہوا قصہ خضر علیہ السلام کا ساتھ موسیٰ علیہ السلام کے واسطے امتحان موسیٰ علیہ السلام کے تا کہ نصیحت پکڑے۔

دوسرا مغالطہ: زندیقوں کی ایک جماعت ایسے راہ چلی ہے جو شریعت کے احکام ڈھا دینے کو مستلزم ہے سو انہوں نے کہا کہ مستفاد ہوتا ہے موسیٰ علیہ السلام اور خضر علیہ السلام کے قصے سے کہ شریعت کے احکام جو عام ہیں وہ خاص ہیں ساتھ عام لوگوں کے اور کند ذہنوں کے اور لیکن اولیاء اور خاص لوگ پس نہیں حاجت ہے ان کو طرف ان احکام کی بلکہ سوائے اس کے کچھ نہیں کہ ارادہ کیا جاتا ہے اُن سے جو واقع ہوں ان کے دلوں میں اور حکم کیا جاتا ہے اوپر اس کے ساتھ اس چیز کے کہ غالب ہو اُن کے دلوں پر واسطے صاف ہونے ان کے دلوں کے میلوں سے اور واسطے خالی ہونے ان کے کی غیر سے پس ظاہر ہوتے ہیں واسطے ان کے علوم اللہ کے اور حقائق ربانی پس واقف ہوتے ہیں اوپر بھیدوں مخلوقات کے اور جانتے ہیں احکام جزئیات کو پس بے پرواہ ہوتے ہیں ساتھ اُن کے احکام شرائع کلیہ سے جیسے کہ اتفاق پڑا واسطے خضر علیہ السلام کے اس واسطے کہ وہ بے پرواہ ہوا ساتھ اس چیز کے کہ ظاہر ہوتی ہے واسطے اس کے ان علموں سے اس چیز سے کہ موسیٰ علیہ السلام کے پاس تھی اور تائید کرتی ہے اس کی حدیث مشہور کہ اپنے دل سے پوچھ اگرچہ لوگ تجھ کو فتویٰ دیں۔ قرطبی نے کہا کہ یہ قول زندقہ اور کفر ہے اس واسطے کہ وہ انکار ہے واسطے اس چیز کے کہ شرع سے معلوم ہوئی یعنی شرع کا انکار ہے کہ تحقیق اللہ تعالیٰ نے جاری کی ہے اپنی سنت اور نافذ کیا ہے اپنا کلمہ ساتھ اس کے کہ نہیں معلوم ہوتے احکام اس کے مگر ساتھ واسطہ رسولوں کے جو وکیل ہیں درمیان اللہ کے اور درمیان اس کی مخلوق کے جو ثابت کرنے والے ہیں واسطے شرائع اور احکام اس کے کی جیسا کہ اللہ نے فرمایا کہ اللہ چن لیتا ہے فرشتوں سے رسولوں کو اور آدمیوں سے اور اللہ نے فرمایا کہ اللہ جانتا ہے جس جگہ اپنی رسالت کو رکھتا ہے اور حکم کیا اللہ نے ساتھ فرمانبرداری ان کی کے ہر اس چیز میں کہ اس کو لائے اور رغبت دلائے ان کی فرمانبرداری پر اور تمسک کے ساتھ اس چیز کے جو حکم ہوا ان کو ساتھ اس کے اس واسطے کہ اسی میں ہے ہدایت اور تحقیق حاصل ہو چکا ہے علم یقینی اور اجماع سلف کا اوپر اس کے سو جو دعویٰ کرے کہ اس جگہ کوئی اور طریقہ ہے کہ پہچانا جاتا ہے ساتھ اس کے حکم اس کا اور نہی اس کے سوائے ان طریقوں کے جن کے ساتھ رسول آئے حاصل ہوتی ہے ساتھ ان کے بے پرواہی رسول سے تو وہ کافر ہے کہ مار ڈالا جائے اور اس سے توبہ طلب نہ کی جائے اور یہ دعویٰ ہے کہ مستلزم ہے پیغمبر ہونے کو بعد ہمارے حضرت صلی اللہ علیہ وسلم خاتم النبیین کے اس واسطے کہ جو کہے کہ وہ اپنے دل سے حکم لیتا ہے اس واسطے کہ جو اس کے دل میں واقع ہوتا ہے وہ اللہ کا حکم ہے اور یہ کہ وہ عمل کرتا ہے ساتھ معنی اس کے کی بغیر محتاج ہونے اس کے کی طرف قرآن اور حدیث کی تو تحقیق ثابت کیا اس نے واسطے جان اپنی کے خاصہ پیغمبری کا جیسا کہ ہمارے حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے

فرمایا کہ جبرئیل علیہ السلام نے میرے دل میں پھونکا اور ہم کو بعض سے یہ خبر پہنچی ہے کہ انہوں نے کہا کہ ہم مردوں سے احکام نہیں سیکھتے ہم تو اللہ ہی سے سیکھتے ہیں جو نہیں مرتا اور اسی طرح دوسرے نے کہا کہ میں لیتا ہوں اپنے دل سے اپنے رب سے اور یہ سب کا سب کفر ہے ساتھ اتفاق اہل دینوں کے اور مانگتے ہیں اللہ سے ہدایت اور توفیق۔ اور قرطبی کے غیر نے کہا کہ جس نے استدلال کیا ہے ساتھ قصے خضر علیہ السلام کے اس پر کہ ولی کے واسطے جائز ہے کہ واقف ہو پوشیدہ کاموں سے اس چیز پر کہ شریعت کے مخالف ہو اور اس کو اس کا کرنا جائز ہو تو بے شک وہ گمراہ ہوا اور اس کا استدلال صحیح نہیں اس واسطے کہ جو کام کہ خضر علیہ السلام نے کیا تھا نہیں کسی چیز میں اس سے وہ چیز کہ شرع کے مخالف ہو اس واسطے کہ توڑنا ایک تختے کا کشتی کے تختوں سے واسطے دفع کرنے ظالم کے اس کے چھیننے سے اور جب اس کو چھوڑے تو تختے کو پھر اس میں ٹھوکا جائے جائز ہے عقل سے اور شرع سے لیکن جلدی کرنا موسیٰ علیہ السلام کا ساتھ انکار کے باعتبار ظاہر کے تھا اور یہ مسلم کی ایک روایت میں صریح آچکا ہے کہ پس جب وہ ظالم آیا جو کشتیوں کو پکڑتا تھا اور اس کو پھٹی ہوئی پایا تو اس سے آگے بڑھا پھر اس کو درست کیا پس مستفاد ہوتا ہے اس سے واجب ہونا دیر کا انکار سے محتملات میں یعنی انکار میں جلدی نہ کرے ٹھہر جائے یہاں تک کہ اس کا نتیجہ معلوم ہو اور لیکن اس کا لڑکے کو مار ڈالنا سو شاید اس شرع میں تھا اور لیکن دیوار کا سیدھا کرنا تو وہ باب مقابلے برائی کے سے ہے ساتھ احسان کے واللہ اعلم۔ (فتح)

بَابُ مَنْ سَأَلَ وَهُوَ قَائِمٌ عَالِمًا جَالِسًا. کسی عالم بیٹھے ہوئے کو کھڑا ہو کر مسئلہ پوچھنا جائز ہے۔

فائدہ: یہ اُس قبیل سے نہیں ہے جس قیام کی ممانعت حدیث میں یتمثل له الناس قیاما میں آئی ہے بلکہ یہ جائز ہے ساتھ شرط امن کے خود پسند سے۔

١٢٠ - حَدَّثَنَا عُثْمَانُ قَالَ أَخْبَرَنَا جَرِيْرٌ عَنْ مَنْصُوْرٍ عَنْ أَبِيْ وَآئِلٍ عَنْ أَبِيْ مُوْسٰى قَالَ جَآءَ رَجُلٌ إِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ مَا الْقِتَالُ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ فَإِنَّ أَحَدَنَا يُقَاتِلُ غَضَبًا وَيُقَاتِلُ حَمِيَّةً فَرَفَعَ إِلَيْهِ رَأْسَهٗ قَالَ وَمَا رَفَعَ إِلَيْهِ رَأْسَهٗ إِلَّا أَنَّهٗ كَانَ قَائِمًا فَقَالَ مَنْ قَاتَلَ لِتَكُوْنَ كَلِمَةُ اللّٰهِ هِيَ الْعُلْيَا فَهُوَ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ عَزَّ وَجَلَّ.

١٢٠۔ ابو موسیٰ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس ایک شخص آیا سو اس نے کہا یا رسول اللہ اللہ کے راہ میں لڑنا کیا ہے؟ اس لیے کہ بے شک ایک ہم میں کا لڑتا ہے واسطے غصہ کے اور لڑتا ہے واسطے عزت کے سو حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کی طرف اپنے سر کو اٹھایا راوی نے کہا کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کی طرف اپنے سر کو نہیں اٹھایا مگر اس واسطے کہ وہ کھڑا ہوا تھا سو حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو اس واسطے لڑے کہ اللہ کا بول بالا ہو وہ راہِ الٰہی کا غازی ہے۔

فائدہ: یہ جو کہا کہ جو لڑے تو حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے جوامع الکلم سے ہے اس واسطے کہ جواب دیا ساتھ ایسے لفظ کے جو جامع

ہے سوال کے معنی کو ساتھ زیادتی کے اوپر اس کے اور اس حدیث میں شاہد ہے کہ واسطے حدیث اَلْاَعْمَالُ بِالنِّیَّاتِ کے اور یہ کہ نہیں ڈر ہے ساتھ کھڑے ہونے کے واسطے طالب حاجت کے وقت امن ہونے کے تکبر سے اور یہ کہ جو فضیلت کہ غازیوں کے حق میں ہو چکی ہے وہ خاص ہے ساتھ اس شخص کے جو اللہ کے دین کو بلند کرنے کے واسطے لڑے اور یہ کہ مستحب ہے متوجہ ہونا مسئول کا طرف سائل کی اور باقی شرح اس کی جہاد میں آئے گی، انشاء اللہ تعالیٰ۔ (فتح)

بَابُ السُّؤَالِ وَالْفُتْيَا عِنْدَ رَمْيِ الْجِمَارِ. کنکریاں مارنے کے وقت سوال کرنا اور فتویٰ دینا۔

فائدہ: مقصود اس باب سے یہ ہے کہ کسی عالم کو ایسی حالت میں مسئلہ پوچھنا کہ وہ کسی عبادت میں مشغول ہو جائز ہے اور اس کا جواب دینا بھی جائز ہے یعنی جب تک کہ اس عبادت میں غرق نہ ہو اور یہ کہ جائز ہے کلام کرنا بیچ حالت کنکریوں مارنے وغیرہ احکام حج کے اور اعتراض کیا ہے بعض نے ترجمہ پر بایں طور کے نہیں حدیث میں یہ کہ پوچھنا مسئلہ کا واقع ہوا تھا بیچ حالت کنکر مارنے کے بلکہ اس میں ہے کہ وہ فقط اس کے پاس کھڑے تھے اور جواب دیا گیا ہے کہ بخاری بہت استدلال کرتا ہے ساتھ عموم کے پس واقع ہونا سوال کا نزدیک جمرہ کے عام تر ہے اس سے کہ ہو بیچ حال مشغول ہونے اس کے کی ساتھ کنکر مارنے کے یا بعد فراغت کے اس سے اور نیز اسمٰعیلی نے اعتراض کیا ہے پس کہا کہ نہیں فائدہ ہے بیچ ذکر کرنے مکان کے جس میں سوال واقع ہوا یہاں تک کہ اس کا جدا باب باندھے اور بر تقدیر اعتبار کرنے ایسی چیز کے پس چاہیے کہ اس طرح باب باندھا جائے بَابُ السّوال والمسئول علی الراحله اور ساتھ باب السؤال یوم النحر کے۔ میں کہتا ہوں لیکن فائدے کی نفی کرنی سو اس کا جواب تو پہلے گزر چکا ہے اور اس پر زیادہ کیا جاتا ہے یہ کہ سوال اس شخص کا جو نہیں پہچانتا حکم کو اس سے آپ کے فعل کی جگہ میں خوب ہے بلکہ واجب ہے اوپر اس کے اس واسطے کہ عمل کا صحیح ہونا موقوف ہے اوپر معلوم کرنے کیفیت اس کی کے اور یہ کہ جائز ہے پوچھنا عالم کو اوپر راہ کے اس چیز سے کہ سائل کو اس کی حاجت ہو اس میں عالم پر کوئی نقص نہیں جبکہ جواب دے اور نہ سائل پر کوئی ملامت ہے اور نیز اس سے مستفاد ہوتا ہے دفع کرنا تو ہم اس شخص کا جو گمان کرتا ہے کہ تحقیق بیچ مشغول ہونے کے ساتھ سوال اور جواب کے نزدیک جمرہ کے تنگی کرنی ہے کنکر مارنے والوں پر اور یہ کہ اگرچہ اسی طرح ہے لیکن مستثنیٰ ہے منع سے وہ وقت جبکہ ہو سوال اس چیز میں کہ متعلق ہے ساتھ حکم اس عبادت کے اور اوپر الزام اسماعیلی کا پس جواب اس کا یہ بھی ہے کہ اس نے باب باندھا ہے واسطے پہلے مسئلے کے سابق میں بَابُ الْفُتْيَا وَهُوَ وقف علی الدابة اور لیکن دوسرا مسئلہ پس شاید اس کی مراد مقابلہ کرنا مکان کا ہے ساتھ زمان کے اور یہ معقول ہے اگرچہ معلوم تھا کہ مسئلہ پوچھنا کسی دن کے ساتھ مقید اور خاص نہیں اور بلکہ ہر دن جائز ہے لیکن کبھی کوئی خیال کرنے والا خیال نہ کرے کہ عیدوں جو کھیل کا دن ہے تو اس میں علم کا مسئلہ پوچھنا منع ہے۔ (فتح)

۱۲۱ ۔ حَدَّثَنَا اَبُوْ نُعَيْمٍ قَالَ حَدَّثَنَا عَبْدُ ۱۲۱۔ عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے

الْعَزِيْزِ بْنُ أَبِیْ سَلَمَةَ عَنِ الزُّهْرِيِّ عَنْ عِيْسَى بْنِ طَلْحَةَ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عَمْرٍو قَالَ رَأَيْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عِنْدَ الْجَمْرَةِ وَهُوَ يُسْأَلُ فَقَالَ رَجُلٌ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ نَحَرْتُ قَبْلَ أَنْ أَرْمِيَ قَالَ ارْمِ وَلَا حَرَجَ قَالَ اٰخَرُ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ حَلَقْتُ قَبْلَ أَنْ أَنْحَرَ قَالَ انْحَرْ وَلَا حَرَجَ فَمَا سُئِلَ عَنْ شَيْءٍ قُدِّمَ وَلَا أُخِّرَ إِلَّا قَالَ افْعَلْ وَلَا حَرَجَ.

نبی ﷺ کو پہاڑی کے نزدیک دیکھا اس حال میں کہ لوگ آپ سے مسائل پوچھتے تھے سو ایک شخص نے عرض کی کہ یارسول اللہ قربانی کی میں نے پہلے کنکریوں مارنے کے حضرت ﷺ نے فرمایا کہ اب کنکریاں مار لے اور نہیں کچھ گناہ اور دوسرے ایک شخص نے کہا کہ سرمنڈایا میں نے پہلے قربانی کرنے کے حضرت ﷺ نے فرمایا کہ اب قربانی کر لے اور نہیں ہے کچھ گناہ پس رسول اللہ ﷺ کسی چیز سے نہیں پوچھے گئے جو مقدم یا مؤخر ہو مگر یہی فرمایا کہ اب کر لے اور کچھ گناہ نہیں۔

فائدہ: اس حدیث سے معلوم ہوا کہ حضرت ﷺ اپنے احکام حج کے ادا کرنے میں مشغول تھے مگر پھر بھی اسی حالت میں لوگ آپ سے مسائل پوچھتے تھے اور آپ بھی اسی حالت میں ان کو جواب دیتے تھے پس مطابقت حدیث کی ترجمہ سے ظاہر ہے۔

بَابُ قَوْلِ اللّٰهِ تَعَالٰی ﴿وَمَا أُوْتِيْتُمْ مِّنَ الْعِلْمِ إِلَّا قَلِيْلًا﴾.

باب ہے بیان میں قول اللہ تعالیٰ کے اور نہیں دیے گئے تم علم سے مگر تھوڑا۔

فائدہ: امام بخاری کا مطلب اس باب سے یہ ہے کہ بعض چیزیں ایسی ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے ان پر کسی کو اطلاع نہیں دی ہے نہ کسی نبی کو اور نہ کسی ولی کو اور یہ بات من بعضہ سے ثابت ہوتی ہے اس لیے کہ اس سے معلوم ہوتا کہ بعض علم تم کو دیا گیا ہے اور بہت علم تم کو نہیں دیا گیا ہے۔

١٢٢ ـ حَدَّثَنَا قَيْسُ بْنُ حَفْصٍ قَالَ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْوَاحِدِ قَالَ حَدَّثَنَا الْأَعْمَشُ سُلَيْمَانُ بْنُ مِهْرَانَ عَنْ إِبْرَاهِيْمَ عَنْ عَلْقَمَةَ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ قَالَ بَيْنَا أَنَا أَمْشِيْ مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِيْ خَرِبِ الْمَدِيْنَةِ وَهُوَ يَتَوَكَّأُ عَلٰى عَسِيْبٍ مَعَهُ فَمَرَّ بِنَفَرٍ مِّنَ الْيَهُوْدِ فَقَالَ بَعْضُهُمْ لِبَعْضٍ سَلُوْهُ عَنِ الرُّوْحِ وَقَالَ بَعْضُهُمْ لَا تَسْأَلُوْهُ لَا يَجِيْءُ

١٢٢۔ عبداللہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جس حالت میں کہ میں نبی ﷺ کے ساتھ مدینہ کی ویران زمین میں چلا جارہا تھا اور حضرت ﷺ کھجور کے ایک عاصے سے (جو آپ کے ساتھ تھا) ٹیک لگائے تھے۔ سو حضرت ﷺ یہودیوں کی ایک جماعت پر گزرے سو ان میں سے بعض نے بعض سے کہا کہ اس سے یعنی پیغمبر اللہ سے روح کا حال پوچھو کہ یہ کیا چیز ہے؟ سو بعض نے تو کہا کہ اس سے مت پوچھو اس خوف کے واسطے کہ لائے اس میں ایسی چیز جس کو تم برا جانو یعنی اگر اس سے

فِيْهِ بِشَيْءٍ تَكْرَهُوْنَهُ فَقَالَ بَعْضُهُمْ لَنَسْأَلَنَّهُ فَقَامَ رَجُلٌ مِّنْهُمْ فَقَالَ يَا أَبَا الْقَاسِمِ مَا الرُّوْحُ فَسَكَتَ فَقُلْتُ إِنَّهُ يُوْحٰى إِلَيْهِ فَقُمْتُ فَلَمَّا انْجَلٰى عَنْهُ قَالَ وَيَسْأَلُوْنَكَ عَنِ الرُّوْحِ قُلِ الرُّوْحُ مِنْ أَمْرِ رَبِّيْ وَمَا أُوْتُوْا مِنَ الْعِلْمِ إِلَّا قَلِيْلًا قَالَ الْأَعْمَشُ هٰكَذَا فِيْ قِرَآئَتِنَا.

سوال کروتو شاید تم کوایسا جواب دے کہ اس سے تم کو رنج ہوتو ان میں سے بعض نے کہا کہ مقرر ہم تو البتہ اس سے پوچھیں گے پس ان میں سے ایک آدمی کھڑا ہوا سو اُس نے کہا اے ابو القاسم! (حضرت ﷺ کی کنیت ہے) روح کیا چیز ہے؟ پس حضرت ﷺ چپ رہے پس میں نے کہا کہ آپ کی طرف وحی ہوئی ہے پس میں کھڑا ہوا سو جب آپ سے وحی کی تکلیف دور ہوئی تو آپ نے یہ آیت پڑھ سنائی وَيَسْئَلُوْنَكَ عَنِ الرُّوْحِ آخر تک یعنی اور سوال کرتے ہیں تجھ کو روح سے کہہ دے کہ روح میرے رب کا حکم ہے یعنی انسان کا کلام نہیں ہے اور نہیں دے گئے وہ علم سے مگر تھوڑا۔

فائدہ: روح کی حقیقت و ماہیت کا علم اللہ تعالیٰ نے کسی کو نہیں دیا نہ کسی نبی کو نہ کسی ولی کو اس کی حقیقت کو وہ خود ہی جانتا ہے یہ جو کہا کہ میں کھڑا ہوا یعنی تا کہ میں آپ کے اور ان کے درمیان حائل ہوں اور یہ جو کہا کہ روح تو اکثر اس پر ہیں کہ سوال کیا انہوں نے حضرت ﷺ سے روح کی حقیقت کا جو جاندار چیزوں میں ہے اور بعض کہتے ہیں کہ جبرئیل علیہ السلام سے پوچھا تھا اور بعض کہتے ہیں کہ عیسیٰ علیہ السلام سے پوچھا تھا اور بعض کہتے ہیں کہ قرآن سے اور بعض کہتے ہیں کہ بڑی مخلوق سے جو روحانی ہے اور اس کی تفصیل کتاب التفسیر میں آئے گی اگر چاہا اللہ نے اور صحیح تر یہ بات ہے کہ مقرر حقیقت روح کی اُن معلومات سے ہے جن کا علم اللہ نے کسی کو نہیں دیا۔ (فتح)

بَابُ مَنْ تَرَكَ بَعْضَ الْاِخْتِيَارِ مَخَافَةَ أَنْ يَّقْصُرَ فَهْمُ بَعْضِ النَّاسِ عَنْهُ فَيَقَعُوْا فِيْ أَشَدَّ مِنْهُ.

بعض اختیاری امروں کا چھوڑ دینا اس خوف کے واسطے کہ بعض لوگوں کا فہم اس سے قاصر ہے یعنی اس کی ہمت اور علت کو نہ سمجھ سکیں پس اس سے زیادہ تر بلا میں پڑ جائیں یعنی فعل چیز مختار کا اور اس کے معلوم کروانے کا۔

۱۲۳ - حَدَّثَنَا عُبَيْدُ اللّٰهِ بْنُ مُوْسٰى عَنْ إِسْرَآئِيْلَ عَنْ أَبِيْ إِسْحَاقَ عَنِ الْأَسْوَدِ قَالَ قَالَ لِي ابْنُ الزُّبَيْرِ كَانَتْ عَائِشَةُ تُسِرُّ إِلَيْكَ كَثِيْرًا فَمَا حَدَّثَتْكَ فِي الْكَعْبَةِ قُلْتُ قَالَتْ لِيْ قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

۱۲۳۔ اسود سے روایت ہے کہ ابن زبیر نے مجھے کہا کہ عائشہ رضی اللہ عنہا تجھ سے پوشیدہ باتیں کیا کرتی تھیں پس اس نے کعبے کے حال میں تجھ سے کیا حدیث بیان کی ہے میں نے کہا کہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے مجھ سے کہا کہ نبی ﷺ نے فرمایا کہ اے عائشہ اگر تیری قوم کے کفر کا زمانہ نزدیک نہ ہوتا یعنی ابھی نئے

يَا عَائِشَةُ لَوْلَا قَوْمُكِ حَدِيثٌ عَهْدُهُمْ قَالَ ابْنُ الزُّبَيْرِ بِكُفْرٍ لَنَقَضْتُ الْكَعْبَةَ فَجَعَلْتُ لَهَا بَابَيْنِ بَابٌ يَدْخُلُ النَّاسُ وَبَابٌ يَخْرُجُوْنَ فَفَعَلَهُ ابْنُ الزُّبَيْرِ.

مسلمان ہوئے ہیں اور ابھی تھوڑے دنوں سے کفر کو چھوڑا ہے ان کا اسلام اُن کے کفر کے زمانہ سے بہت قریب ہے تو البتہ میں کعبہ کو توڑ کر گرا دیتا اور اس کے دو دروازے بنا دیتا ایک دروازہ جس سے آدمی داخل ہوں اور ایک دروازہ جس سے آدمی باہر نکلیں پس ابن زبیر نے اس کو کیا یعنی اس کے دو دروازہ بنا دیے جیسے کہ حضرت ﷺ نے فرمایا تھا مگر بعد قتل ہونے ابن زبیر رضی اللہ عنہ کے حجاج نے پھر ویسے ہی اول طور سے اس کو بنوایا۔

فائدہ: یعنی قریش کعبے کی بڑی تعظیم کیا کرتے تھے سو فرمایا کہ یہ لوگ ابھی نئے مسلمان ہوئے ہیں اگر میں کعبہ کو توڑ ڈالوں تو خوف ہے کہ اس سبب سے گمان کریں کہ پیغمبر نے اس واسطے اس کی عمارت کو بدل ڈالا ہے تا کہ اس میں ان پر فخر کرے اور کعبہ کا فقط ایک دروازہ تھا اسی سے آدمی داخل ہوتے تھے اور اسی سے باہر نکلتے تھے سو حضرت ﷺ نے چاہا کہ لوگوں کی آسانی کے واسطے دو دروازے بنا دیے جائیں لیکن اسی خوف سے نہ کیے کہ مبادا لوگ بدظن ہو جائیں یعنی جیسا کہ ابھی گزرا اور مستفاد ہوتا ہے اس سے ترک کرنا مصلحت کا واسطے امن کے مفسدی میں واقع ہونے سے اور اسی قسم سے منکر کام پر انکار نہ کرنا واسطے خوف وقوع کے زیادہ تر منکر کام میں اس سے اور یہ کہ امام حاکم معاملہ کرے ساتھ رعیت اپنی کے ساتھ اس چیز کے کہ اس میں ان کی اصلاح ہو اگر چہ مفضول ہو جب تک کہ حرام نہ ہو۔ (فتح) یا اس خوف سے کہ مبادا اسلام سے پھر نہ جائیں۔

بَابُ مَنْ خَصَّ بِالْعِلْمِ قَوْمًا دُوْنَ قَوْمٍ كَرَاهِيَةَ أَنْ لَّا يَفْهَمُوْا.

باب ہے بیان میں اس شخص کے جو ایک قوم کو علم سکھائے اور دوسری قوم کو نہ سکھائے واسطے خوف اس بات کے کہ نہ سمجھ سکیں پس خرابی میں پڑ جائیں۔

فائدہ: یہ ترجمہ قریب ہے پہلے ترجمہ سے لیکن یہ اقوال میں ہے اور وہ افعال میں تھا یا دونوں میں۔ (فتح)

١٢٤ - وَقَالَ عَلِيٌّ حَدِّثُوا النَّاسَ بِمَا يَعْرِفُوْنَ أَتُحِبُّوْنَ أَنْ يُّكَذَّبَ اللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗ حَدَّثَنَا عُبَيْدُ اللّٰهِ بْنُ مُوْسٰى عَنْ مَعْرُوْفِ بْنِ خَرَّبُوْذٍ عَنْ أَبِي الطُّفَيْلِ عَنْ عَلِيٍّ بِذٰلِكَ.

۱۲۴۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ کلام کرو لوگوں سے ساتھ اس چیز کے جس کو سمجھ سکیں کیا دوست رکھتے ہو اس بات کو کہ اللہ اور رسول کی تکذیب ہو یعنی جب تم لوگوں سے ایسی بات بیان کرو گے جس کی حقیقت وہ سمجھ نہ سکیں تو اس کو نہیں مانیں گے بلکہ اللہ اور رسول کی تکذیب کریں گے۔

فائدہ: ایک روایت میں اتنا زیادہ ہے کہ چھوڑ دو جس سے وہ انکار کریں یعنی جس چیز کا سمجھنا اُن پر مشتبہ ہو اور اس میں دلیل ہے اُس پر کہ نہیں لائق ہے ذکر کرنا متشابہ چیز کا نزدیک عام لوگوں کے اور اسی طرح ہے قول ابن مسعود رضی اللہ عنہ کا کہ نہیں تو بیان کرے گا کسی قوم سے جس کو وہ سمجھ نہ سکیں مگر کہ بعض کے واسطے فتنہ ہوگا اور ان لوگوں میں سے جو مکروہ جانتے ہیں حدیث بیان کرنے کو ساتھ بعض حدیثوں کے سوائے بعض کے احمد ہیں ان حدیثوں میں جن کا ظاہر خارج ہونا ہے بادشاہ پر اور مالک ہیں صفات باری کی حدیثوں میں اور ابو یوسف غرائب میں اور ان سے پہلے ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ ہیں جیسا کہ پہلے گزرا اس سے دو جوابوں میں اور یہ کہ مراد وہ چیز ہے جو واقع ہوگی فتنوں سے اور مانند اس کی ہے حذیفہ رضی اللہ عنہ سے اور حسن سے روایت ہے کہ اس نے انکار کیا بیان کرنے انس رضی اللہ عنہ کے سے واسطے حجاج کے ساتھ قصے عرنیوں کے اس واسطے کہ ٹھہرایا اُس نے اس کو وسیلہ طرف اس چیز کی کہ تھا اعتماد کرتا اُس پر مبالغہ سے بیچ خونریزی کے ساتھ تاویل اپنی واہی کے اور اس کا ضابطہ یہ ہے کہ ہو ظاہر حدیث کا قوی کرتا بدعت کو اور دراصل اس کا ظاہر مراد نہ ہو پس باز رہنا اس سے نزدیک اس شخص کی کہ خوف ہو اس پر لینا ساتھ ظاہر حدیث کے مطلوب ہے۔ (فتح)

١٢٥ - حَدَّثَنَا إِسْحَاقُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ قَالَ حَدَّثَنَا مُعَاذُ بْنُ هِشَامٍ قَالَ حَدَّثَنِي أَبِي عَنْ قَتَادَةَ قَالَ حَدَّثَنَا أَنَسُ بْنُ مَالِكٍ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَمُعَاذٌ رَدِيْفُهُ عَلَى الرَّحْلِ قَالَ يَا مُعَاذَ بْنَ جَبَلٍ قَالَ لَبَّيْكَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ وَسَعْدَيْكَ قَالَ يَا مُعَاذُ قَالَ لَبَّيْكَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ وَسَعْدَيْكَ ثَلَاثًا قَالَ مَا مِنْ أَحَدٍ يَشْهَدُ أَنْ لَّا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ وَأَنَّ مُحَمَّدًا رَّسُوْلُ اللّٰهِ صِدْقًا مِّنْ قَلْبِهِ إِلَّا حَرَّمَهُ اللّٰهُ عَلَى النَّارِ قَالَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ أَفَلَا أُخْبِرُ بِهِ النَّاسَ فَيَسْتَبْشِرُوْا قَالَ إِذًا يَتَّكِلُوْا وَأَخْبَرَ بِهَا مُعَاذٌ عِنْدَ مَوْتِهِ تَأَثُّمًا.

١٢٥۔ انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اور معاذ رضی اللہ عنہ آپ کے پیچھے سوار تھے اے معاذ بن جبل۔ معاذ رضی اللہ عنہ نے کہا یا رسول اللہ میں حاضر ہوں آپ کی خدمت میں اور حاضر ہوں اور حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اے معاذ پھر معاذ رضی اللہ عنہ نے کہا یا رسول اللہ میں حاضر ہوں آپ کی خدمت میں اور حاضر ہوں اور حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اے معاذ پھر معاذ رضی اللہ عنہ نے کہا یا رسول اللہ میں حاضر ہوں خدمت میں اور حاضر ہوں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ کوئی ایسا آدمی نہیں جو اس بات کی گواہی دیتا ہو اپنے سچے دل سے کہ کوئی لائق بندگیکے نہیں سوا اللہ کے اور بے شک محمد صلی اللہ علیہ وسلم اس کا بندہ ہے اور اس کا رسول ہے مگر یہ کہ اس پر اللہ دوزخ حرام کر دے گا معاذ رضی اللہ عنہ نے کہا اے اللہ کے رسول پس کیا نہ خبر دوں میں ساتھ اس کے لوگوں کو پس خوش وقت ہو جائیں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اس وقت اعتقاد کر بیٹھیں گے یعنی عمل سے باز رہیں گے واسطے اعتماد کرنے کے اس کے ظاہر پر پس معاذ رضی اللہ عنہ نے

خبر دی اس بشارت کی نزدیک مرنے اپنے کے واسطے خوف
کے گناہ سے یعنی اس واسطے کہ دین کی بات کو چھپانا منع ہے۔

فائدہ: یہ جو کہا کہ گواہی دیتا ہوں اپنے سچے دل سے تو اس میں احتراز ہے منافق کی گواہی سے اور ظاہر اس حدیث کا تقاضا کرتا ہے اس بات کو کہ جو دونوں شہادتوں کی گواہی دیں ان میں کوئی دوزخ میں داخل نہیں ہوگا واسطے اس چیز کے کہ اس میں ہے عام کرنے اور تاکید کرنے سے لیکن دلالت کی ہے دلائل نے جو اہل سنت کے نزدیک قوی اور قطعی ہیں کہ گنہگار مسلمانوں میں سے ایک گروہ دوزخ میں عذاب کئے جائیں گے پھر شفاعت کے ساتھ دوزخ سے نکالے جائیں گے پس معلوم ہوا کہ اس کا ظاہر مراد نہیں سو جیسے فرمایا کہ یہ مقید ہے ساتھ اس شخص کے جو نیک عمل کرے اور واسطے سبب پوشیدہ رہنے کے اس بات کی نہ اجازت ہوئی معاذ رضی اللہ عنہ کو اس کی ساتھ خوشخبری دینے کے اور علماء نے اس اعتراض کے کئی جواب دیے ہیں ان میں سے ایک یہ ہے کہ اس کا مطلق مقید ہے ساتھ اس شخص کے جو کہے اس کو تائب ہو کر پھر اس پر مر جائے اور ایک یہ ہے کہ یہ حکم فرائض کے اترنے سے پہلے تھا اور اس میں نظر ہے اس واسطے کہ ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے بھی اسی طرح روایت آئی ہے اور اس کی صحبت اکثر فرائض کے اترنے سے پیچھے ہے اور ایک یہ کہ یہ حدیث باعتبار غالب کے وارد ہوئی ہے اس واسطے کہ اکثر اوقات ایسا ہی ہے کہ موحد نیک عمل کرتا ہے اور گناہ سے پرہیز کرتا ہے اور ایک یہ کہ مراد ساتھ حرام ہونے اس کے کی آگ پر یہ ہے کہ اس کا اس میں ہمیشہ رہنا حرام ہے نہ یہ کہ اس میں داخل ہونا بھی حرام ہے اور ایک یہ کہ مراد وہ آگ ہے جو محض کافروں کے واسطے تیار ہوئی نہ وہ طبقہ جو محض گنہگار مسلمانوں کے واسطے علیحدہ تیار ہوا اور ایک یہ کہ مراد ساتھ حرام ہونے اس کے آگ پر حرام ہونا سارے بدن اس کے کا ہے یعنی آگ سارے بدن کو نہ جلائے گی بلکہ بعض بدن کو جلائے گی اس واسطے کہ آگ مسلمان کے سجدہ کی جگہ کو نہ جلائے گی جیسا کہ شفاعت کی حدیث میں ثابت ہو چکا ہے کہ یہ آگ پر حرام ہے او اسی طرح زبان اس کی جو توحید کے ساتھ بولنے والی ہے اور علم اللہ کے نزدیک ہے اور یہ جو کہا کہ عمل سے باز رہیں گے تو ایک روایت میں ہے کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے معاذ رضی اللہ عنہ کو بشارت دینے کی اجازت دی تو عمر فاروق رضی اللہ عنہ اس سے ملے پس کہا کہ جلدی مت کر پھر اندر آئے سو عرض کی کہ یا حضرت آپ کی رائے افضل ہے لیکن جب لوگ اس کو سنیں گے تو اس پر اعتماد کر کے عمل سے باز رہیں گے تو حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے معاذ رضی اللہ عنہ کو منع کیا اور یہ بات معدود ہے عمر رضی اللہ عنہ کی موافقات سے اور اس میں جائز ہونا اجتہاد کا ہے حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے روبرو اور استدلال کیا ہے بعض اشاعرہ نے ساتھ اس قول کے کہ عمل سے باز رہیں گے اس پر کہ بندے کے واسطے اختیار ہے کہ کما سبق اور یہ جو کہا تأثما تو اس کے معنی ہیں واسطے خوف واقع ہونے کے گناہ میں اور مراد وہ گناہ ہے جو دین کی بات چھپانے سے حاصل ہوتا ہے اور دلالت کی معاذ رضی اللہ عنہ کے فعل نے اس پر کہ اس نے معلوم کیا کہ ممانعت بشارت دینے کی تنزیہ پر محمول ہے نہ تحریم پر

نہیں تو اس کی کبھی خبر نہ دیتے معلوم کیا اس نے کہ نہی مقید ہے ساتھ تکیہ کرنے کے پس خبر دی ساتھ اس کے اس شخص کو جس پر اس بات کا خوف نہ تھا اور جب قید دور ہوئی تو مقید بھی دور ہوا اور پہلا احتمال زیادہ تر موجہ ہے اس واسطے کہ تاخیر کیا اس کو اپنی موت کے وقت تک اور اس حدیث سے معلوم ہوا کہ جائز ہے سوار ہونا پیچھے ایک دوسرے کے ایک سواری پر اور بیان حضرت ﷺ کی تواضع کا اور مرتبے معاذ رضی اللہ عنہ کے کا علم سے اس واسطے کہ خاص کیا اس کو ساتھ اُس چیز کے کہ مذکور ہوئی اور اس میں جواز استفسار طالب کا ہے اس چیز سے کہ اُس میں تردد کرے اور اجازت لینی اس کی بیچ اشاعت اس چیز کے کہ اس کو تنہا جانتا تھا۔ (فتح)

١٢٦ - حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ قَالَ حَدَّثَنَا مُعْتَمِرٌ قَالَ سَمِعْتُ أَبِيْ قَالَ سَمِعْتُ أَنَسَ بْنَ مَالِكٍ قَالَ ذُكِرَ لِيْ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لِمُعَاذِ بْنِ جَبَلٍ مَنْ لَقِيَ اللّٰهَ لَا يُشْرِكُ بِهٖ شَيْئًا دَخَلَ الْجَنَّةَ قَالَ أَلَا أُبَشِّرُ النَّاسَ قَالَ لَا إِنِّيْ أَخَافُ أَنْ يَّتَّكِلُوْا.

١٢٦۔ انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میرے پاس کسی نے ذکر کیا کہ نبی ﷺ نے معاذ رضی اللہ عنہ کو فرمایا جو شخص اللہ کو ملے اس حال میں کہ نہ شریک ٹھہراتا ہو ساتھ اس کے کسی چیز کو داخل ہوگا بہشت میں معاذ رضی اللہ عنہ نے کہا کیا نہ خبر دوں میں ساتھ اس کے لوگوں کو حضرت ﷺ نے فرمایا نہ اس لیے کہ میں خوف کرتا ہوں کہ اعتماد کریں گے۔

فائدہ: ان دونوں حدیثوں سے معلوم ہوا کہ حضرت ﷺ نے اس علم کے ساتھ فقط معاذ رضی اللہ عنہ کو خاص کیا اور دوسروں کو بتلانے کی اجازت نہ دی کہ اس پر اعتماد کر کے اپنے دین کو تباہ نہ کر بیٹھیں اور یہ جو کہا کہ اللہ سے ملے یعنی مرتے دم تک اور احتمال ہے کہ مراد بعثت ہو یا اللہ کا دیدار ہو آخرت میں اور یہ جو کہا کہ اللہ کے ساتھ کسی کو شریک نہ ٹھہراتا ہو تو صرف نفی شرک پر اقتصار کیا اس واسطے کہ وہ استدعا کرتا ہے اثبات رسالت کو ساتھ لزوم کے اس واسطے کہ جس نے رسول کو جھٹلایا اس نے اللہ کو جھٹلایا اور جس نے اللہ کو جھٹلایا وہ مشرک ہے یا وہ مانند قول قائل کے ہے کہ جس نے وضو کیا اس کی نماز صحیح ہوئی یعنی ساتھ باقی شرطوں کے پس مراد وہ شخص ہے کہ مرے اس حال میں کہ ایمان لانے والا ہو ساتھ تمام اس چیز کے کہ واجب ہے ایمان لانا ساتھ اس کے اور نہیں آپ کے قول میں کہ بہشت میں داخل ہوگا اشکال سے وہ چیز کہ گزر چکی ہے سیاق ماضی میں اس واسطے کہ وہ عام تر ہے اس سے کہ ہو پہلے عذاب کرنے کے یا بعد اس کے اور یہ جو کہا کہ خبر دی ساتھ اس کے معاذ رضی اللہ عنہ نے وقت مرنے اپنے کے واسطے خوف واقع ہونے کے گناہ میں تو سوائے اس کے کچھ نہیں کہ خوف کیا معاذ رضی اللہ عنہ نے گناہ سے جو مترتب ہوتا ہے اوپر چھپانے علم کے اور اگر کوئی سوال کرے کہ جب حضرت ﷺ نے معاذ رضی اللہ عنہ کو اس کی بشارت دینے سے منع کر دیا تھا تو پھر معاذ رضی اللہ عنہ نے اپنے مرنے کے وقت لوگوں کو اس کی خبر کیوں دی تو اس کا جواب یہ ہے کہ معاذ رضی اللہ عنہ کو اطلاع دی گئی تھی کہ منع کرنے سے حضرت ﷺ کا مقصود حرام کرنا نہیں اس دلیل سے کہ حضرت ﷺ نے ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کو حکم کیا

کہ لوگوں کو اس کی خوشخبری دے تو عمر فاروق رضی اللہ عنہ اس کو ملے اور اس کو روکا اور کہا کہ اے ابو ہریرہ! پھر جا اور اس کے پیچھے حضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر داخل ہوئے سو عرض کیا کہ یا حضرت! یہ کام نہ کیجیے سو بے شک میں ڈرتا ہوں کہ لوگ عمل سے باز رہیں سو آپ ان کو چھوڑ دیجیے کہ عمل کریں فرمایا پس چھوڑ ان کو سو یہ جو حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے معاذ رضی اللہ عنہ سے فرمایا کہ میں ڈرتا ہوں کہ عمل سے باز رہیں تو یہ فرمانا آپ کا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کے قصے کے بعد تھا پس ہوگی ممانعت واسطے مصلحت کے نہ واسطے حرام کرنے کے پس اسی واسطے خبر دی ساتھ اس کے معاذ رضی اللہ عنہ نے واسطے عام ہونے آیت کے ساتھ حکم پہنچانے کے اور اللہ خوب جانتا ہے۔ (فتح)

بَابُ الْحَيَآءِ فِي الْعِلْمِ وَقَالَ مُجَاهِدٌ لَا يَتَعَلَّمُ الْعِلْمَ مُسْتَحْيٍ وَلَا مُسْتَكْبِرٌ وَقَالَتْ عَائِشَةُ نِعْمَ النِّسَآءُ نِسَآءُ الْأَنْصَارِ لَمْ يَمْنَعْهُنَّ الْحَيَآءُ أَنْ يَّتَفَقَّهْنَ فِي الدِّيْنِ.

علم سیکھنے میں حیا کرنا بہت برا ہے اور مجاہد نے کہا کہ حیا کرنے والا اور تکبر کرنے والا علم نہیں سیکھے گا بلکہ اس سے محروم رہ جائے گا اور عائشہ رضی اللہ عنہا نے کہا کہ اچھی عورتیں انصار کی ہیں کہ دین کی بات سمجھنے میں شرم نہیں کرتیں بلکہ خوب کھل کر کے پوچھ لیتی ہیں۔

فائدہ: یعنی حکم شرمانے کا علم میں اور پہلے گزر چکا ہے کہ حیا ایمان سے ہے اور وہ ایمان شرعی ہے جو واقع ہوتا ہے اوپر وجہ اجلال اور احترام کے واسطے بڑے لوگوں کے اور وہ خوب ہے اور اپر جو واقع ہو سبب واسطے ترک کرنے امر شرعی کے تو وہ مذموم ہے اور وہ شرعی حیا نہیں اور سوائے اس کے نہیں کہ وہ ضعف اور سستی ہے اور یہی مراد ہے ساتھ قول مجاہد کے کہ شرمانے والا علم کو نہیں سیکھتا اور لا مجاہد کی کلام میں نفی کے واسطے ہے نہی کے واسطے نہیں اور اسی واسطے یتعلّم کا میم مضموم ہے اور شاید اس کی مراد رغبت دلانا طالب علموں کا ہے اوپر ترک کرنے عجز اور تکبر کے اس واسطے کہ ہر ایک دونوں میں سے تعلیم میں نقصان پیدا کرتا ہے۔ (فتح)

۱۲۷ ۔ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ سَلَامٍ قَالَ أَخْبَرَنَا أَبُوْ مُعَاوِيَةَ قَالَ حَدَّثَنَا هِشَامُ بْنُ عُرْوَةَ عَنْ أَبِيْهِ عَنْ زَيْنَبَ ابْنَةِ أُمِّ سَلَمَةَ عَنْ أُمِّ سَلَمَةَ قَالَتْ جَآءَتْ أُمُّ سُلَيْمٍ إِلَى رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَتْ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ إِنَّ اللّٰهَ لَا يَسْتَحْيِيْ مِنَ الْحَقِّ فَهَلْ عَلَى الْمَرْأَةِ مِنْ غُسْلٍ إِذَا احْتَلَمَتْ قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا رَأَتِ

۱۲۷۔ ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ ام سلیم رضی اللہ عنہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئی سو اس نے کہا یا رسول اللہ بے شک اللہ حق بات سے شرم نہیں کرتا پس کیا عورت پر غسل ہے جب کہ اس کو احتلام ہو پس نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہاں جب کہ دیکھے منی کو پس ام سلمہ رضی اللہ عنہا نے اپنے منہ کو ڈھانکا یعنی بہ سبب شرم کے اور ام سلمہ رضی اللہ عنہا نے کہا کہ اے اللہ کے رسول کیا عورت کو بھی احتلام ہوتا ہے یعنی اس کی بھی منی ہوتی ہے اور مانند مرد کی اس سے نکلتی ہے حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ہاں خاک آلود ہو

الْمَآءَ فَغَطَّتْ أُمُّ سَلَمَةَ تَعْنِيْ وَجْهَهَا وَقَالَتْ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ أَوَ تَحْتَلِمُ الْمَرْأَةُ قَالَ نَعَمْ تَرِبَتْ يَمِيْنُكِ فَبِمَ يُشْبِهُهَا وَلَدُهَا.

داہنا ہاتھ تیرا پس کس سبب سے ہم شکل ہوتا ہے اس سے بچہ اُس کا۔

فائدہ: یہ جو آپ نے فرمایا کہ خاک آلود ہو ہاتھ تیرا اس کا معنی سخت فقر کا ہے لیکن یہاں حقیقی معنی اس کے مراد نہیں ہیں یہ کلمہ عرب کی زبان میں بہت بولا جاتا ہے اس کو تعجب کے وقت بولتے ہیں اس حدیث سے معلوم ہوا کہ علم سیکھنے میں حیا کرنا بہت برا ہے اور یہ جو کہا کہ بے شک اللہ حق سے نہیں شرماتا یعنی نہیں حکم کرتا ساتھ شرمانے کے حق بات میں اور پہلے ام سلیم رضی اللہ عنہا نے یہ کلام کیا واسطے بیان کرنے عذر اپنے کی بیچ ذکر کرنے اس چیز کے کہ شرماتی ہیں عورتیں ذکر کرنے اس کے سے روبرو مردوں کے اور اسی واسطے عائشہ رضی اللہ عنہا نے اس سے کہا کہ تو نے عورتوں کو رسوا کیا جیسا کہ صحیح مسلم میں ثابت ہو چکا ہے اور یہ جو کہا کہ جب کہ اس کو احتلام ہو یعنی خواب میں دیکھے کہ کوئی مرد اس سے جماع کرتا ہے اور یہ جو کہا کہ جب کہ منی کو دیکھے تو یہ دلالت کرتا ہے اوپر تحقیق ہونے وقوع اس کے کی اور یہ جو منی کا دیکھنا نہانے کے واسطے شرط ٹھہرایا گیا تو یہ دلالت کرتا ہے اس پر کہ جب منی کو نہ دیکھے تو اس پر نہانا واجب نہیں اور یہ جو کہا کہ کیا عورت کو بھی احتلام ہوتا ہے تو بعض کہتے ہیں کہ اس میں دلیل ہے اس پر کہ بعض عورتوں کو احتلام ہوتا ہے اور بعض کو نہیں ہوتا اسی واسطے ام سلمہ رضی اللہ عنہا نے اس سے انکار کیا لیکن جواب دلالت کرتا ہے اس پر کہ اس نے بالکل منی کے وجود کا انکار کیا تھا اسی واسطے اس پر انکار کیا گیا اور یہ جو کہا کہ تیرا ہاتھ خاک آلود ہو تو اس کا ظاہر مراد نہیں بلکہ مراد اس سے زجر اور جھڑک ہے۔ (فتح)

١٢٨ ـ حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيْلُ قَالَ حَدَّثَنِيْ مَالِكٌ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ دِيْنَارٍ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عُمَرَ أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ إِنَّ مِنَ الشَّجَرِ شَجَرَةً لَا يَسْقُطُ وَرَقُهَا وَهِيَ مَثَلُ الْمُسْلِمِ حَدِّثُوْنِيْ مَا هِيَ فَوَقَعَ النَّاسُ فِيْ شَجَرِ الْبَادِيَةِ وَوَقَعَ فِيْ نَفْسِيْ أَنَّهَا النَّخْلَةُ قَالَ عَبْدُ اللّٰهِ فَاسْتَحْيَيْتُ فَقَالُوْا يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ أَخْبِرْنَا بِهَا فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ هِيَ النَّخْلَةُ قَالَ عَبْدُ اللّٰهِ فَحَدَّثْتُ أَبِيْ بِمَا وَقَعَ

١٢٨۔ عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ بے شک درختوں میں سے ایک ایسا درخت ہے جس کے پتے نہیں گرتے وہ درخت مسلمان کی مثال ہے بتلاؤ مجھ کو وہ کون درخت ہے؟ سو لوگ جنگل کے درختوں میں سوچنے لگے اور میرے دل میں آیا کہ وہ کھجور کا درخت ہے عبداللہ رضی اللہ عنہ نے کہا کہ میں شرم سے نہ کہہ سکا لوگوں نے کہا یا رسول اللہ ہم کو وہ درخت بتلا دیجیے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ وہ کھجور کا درخت ہے۔ عبداللہ رضی اللہ عنہ نے کہا کہ جو بات میرے دل میں آئی تھی وہ میں نے اپنے باپ سے بیان کی سو میرے باپ نے کہا کہ کہنا تیرا اس کو زیادہ تر محبوب تھا طرف

فِیْ نَفْسِیْ فَقَالَ لَأَنْ تَكُوْنَ قُلْتَهَا أَحَبُّ إِلَیَّ مِنْ أَنْ یَّكُوْنَ لِیْ كَذَا وَكَذَا. میری اس سے کہ ہو واسطے میرے اتنا اتنا مال۔

فائدہ: اس حدیث کی شرح کتاب العلم کے ابتداء میں گزر چکی ہے اور وارد کیا اس کو اس جگہ واسطے قول ابن عمر رضی اللہ عنہما کے کہ میں شرمایا اور واسطے افسوس کرنے عمر رضی اللہ عنہ کے اس پر کہ ابن عمر رضی اللہ عنہما نے یہ بات کیوں نہ کہی تا کہ ظاہر ہوتی فضیلت اس کی تو ابن عمر رضی اللہ عنہما سے اس کا فوت ہونا لازم آیا اور جب وہ شرمایا تھا واسطے تعظیم ان لوگوں کے جو اس سے بزرگ تر تھے تو اس کے واسطے ممکن تھا کہ اس کو اپنے غیر سے پوشیدہ ذکر کرتا تا کہ وہ اس کی طرف سے اس کے ساتھ خبر دیتا پس جمع کرتا درمیان دونوں مصلحتوں کے پس اسی واسطے پیچھے لایا اس کے بخاری ساتھ باب اس شخص کے جو شرمائے اور اپنے غیر کو پوچھنے کا حکم کرے اور وارد کی اس میں حدیث علی رضی اللہ عنہ کی کہ مجھ کو بہت مذی آیا کرتی تھی اور مذی ایک پانی ہے اور ملاعبت کے وقت مرد سے نکلے اور اس کی شرح آئندہ بھی آئے گی۔ (فتح)

بَابُ مَنِ اسْتَحْیَا فَأَمَرَ غَیْرَهٗ بِالسُّؤَالِ. جو شخص خود شرم کرے اور دوسرے کو مسئلہ پوچھنے کا حکم کرے اس کا بیان۔

۱۲۹ ۔ حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ قَالَ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ دَاوٗدَ عَنِ الْأَعْمَشِ عَنْ مُنْذِرٍ الثَّوْرِیِّ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ الْحَنَفِیَّةِ عَنْ عَلِیِّ بْنِ أَبِیْ طَالِبٍ قَالَ كُنْتُ رَجُلًا مَذَّآءً فَأَمَرْتُ الْمِقْدَادَ بْنَ الْأَسْوَدِ أَنْ یَّسْأَلَ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ فَسَأَلَهٗ فَقَالَ فِیْهِ الْوُضُوْءُ.

۱۲۹۔ علی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ تھا میں ایک مرد بہت مذی ڈالنے والا پس میں نے مقداد رضی اللہ عنہ کو حضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھنے کا حکم کیا پس اس نے حضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا سو آپ نے فرمایا کہ اس میں وضو ہے یعنی فقط اس میں وضو کرنا آتا ہے غسل واجب نہیں ہوتا۔

بَابُ ذِكْرِ الْعِلْمِ وَالْفُتْیَا فِی الْمَسْجِدِ. مسجد میں علم کا ذکر کرنا اور فتوے دینا۔

فائدہ: یعنی سکھلانا علم کا اور فتویٰ دینا مسجد میں اور اشارہ کیا گیا ہے ساتھ اس باب کے طرف ردّ کی اس شخص پر جو اس میں توقف کرتا ہے واسطے اس چیز کے کہ واقع ہوتا ہے بحث میں آوازیں بلند کرنے سے پس تنبیہ کی جواز پر۔

۱۳۰ ۔ حَدَّثَنِیْ قُتَیْبَةُ بْنُ سَعِیْدٍ قَالَ حَدَّثَنَا اللَّیْثُ بْنُ سَعْدٍ قَالَ حَدَّثَنَا نَافِعٌ مَوْلٰی عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عُمَرَ أَنَّ رَجُلًا قَامَ فِی الْمَسْجِدِ فَقَالَ یَا رَسُوْلَ اللّٰهِ مِنْ أَیْنَ تَأْمُرُنَا أَنْ نُّهِلَّ فَقَالَ

۱۳۰۔ عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ ایک شخص مسجد نبوی میں کھڑا ہوا سو اس نے کہا یا رسول اللہ آپ ہم کو کس جگہ سے احرام باندھنے کا حکم فرماتے ہو سو حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ احرام باندھیں مدینے والے ذی الحلیفہ سے اور احرام باندھیں شام والے جحفہ سے اور احرام باندھیں نجد والے قرن

رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُهِلُّ اَهْلُ الْمَدِيْنَةِ مِنْ ذِي الْحُلَيْفَةِ وَيُهِلُّ اَهْلُ الشَّامِ مِنَ الْجُحْفَةِ وَيُهِلُّ اَهْلُ نَجْدٍ مِنْ قَرْنٍ وَقَالَ ابْنُ عُمَرَ وَيَزْعُمُوْنَ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ وَيُهِلُّ اَهْلُ الْيَمَنِ مِنْ يَلَمْلَمَ وَكَانَ ابْنُ عُمَرَ يَقُوْلُ لَمْ اَفْقَهْ هٰذِهٖ مِنْ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ.

سے ابن عمر رضی اللہ عنہما نے کہا کہ گمان کرتے ہیں لوگ کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اور احرام باندھیں یمن والے یلملم سے۔ ابن عمر رضی اللہ عنہما کہتے تھے کہ میں اس لفظ کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے نہیں سمجھتا ہوں یعنی یلملم کا مقرر کرنا حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے قول سے نہیں ہے۔

فائدہ: یعنی جب حج اور عمرے کی نیت سے ان تین مقاموں پر پہنچے تو وہاں سے احرام باندھے اور ہند وغیرہ ملکوں کا میقات یلملم ہے اور اس سے مستفاد ہوتا ہے کہ سوال حج کے مقاموں سے تھا پہلے سفر کے مدینے سے۔

بَابُ مَنْ اَجَابَ السَّآئِلَ بِاَكْثَرَ مِمَّا سَاَلَهٗ.

باب ہے بیان میں اس کے جو سائل کو اس کے سوال سے زیادہ جواب دے یعنی کسی شخص نے فقط ایک ہی مسئلہ پوچھا تو اس کو وہ مسئلہ بھی بتلا دیا اور اس کے ساتھ اور کئی مسئلے بھی اس کو بتلا دیے۔

فائدہ: ابن منیر نے کہا کہ غرض اس باب سے تنبیہ ہے اس پر کہ مطابق ہونا جواب کا واسطے سوال کے لازم نہیں بلکہ اگر سوال خاص ہو اور جواب عام ہو تو بھی جائز ہے اور محمول ہو گا حکم اوپر عموم لفظ کے نہ اوپر خاص ہونے سبب کے اس واسطے کہ وہ جواب ہے اور زیادہ فائدہ ہے اور اسی سے پکڑا جاتا ہے کہ فتویٰ دینے والے سے جب کوئی مسئلہ پوچھا جائے اور مفتی کے نزدیک احتمال ہو کہ سائل ذریعہ پکڑنے والا ساتھ جواب اس کے کی کہ طرف اس کی بڑھا دے اس کی طرف غیر محل سوال کے تو اس پر متعین ہے کہ جواب میں تفصیل کرے اور اسی واسطے کہا کہ اگر جوتا نہ پائے تو گویا اس نے سوال کیا حالت اختیار سے پس جواب دیا اس کو اس سے اور زیادہ کیا اس کو جواب میں حالت اضطراری یعنی حالت بے اختیاری کی اور نہیں اجنبی سوال سے اس واسطے کہ سفر کی حالت اس کو تقاضا کرتی ہے اور اپر جو واقع ہوا ہے بہت اصول والوں کی کلام میں کہ واجب ہے کہ جواب سوال کے مطابق ہو تو نہیں مراد ساتھ مطابق ہونے کے نہ زیادہ ہو بلکہ مراد یہ ہے کہ ہو جواب فائدہ دینے والا واسطے اس حکم کے پوچھا گیا ہے اس سے یہ بات ابن دقیق العید نے کہی ہے اور نیز حدیث میں پھرنا ہے اس چیز سے کہ بند نہیں طرف اس چیز کی کہ بند ہے واسطے چاہنے اختصار کے اس واسطے کہ سائل نے سوال کیا تھا کہ کیا پہنے تو جواب دیا گیا ساتھ اس چیز کے کہ نہ پہنے اس واسطے کہ اصل سب چیزوں میں اباحت ہے یعنی دراصل سب چیزیں حلال اور جائز ہیں مگر جس کا حرام ہونا کسی

دلیل سے ثابت ہو اگر گنے جاتے وہ کپڑے جو پہنے جاتے ہیں تو البتہ دراز ہوتا جواب بلکہ امن نہ تھا اس سے کہ سند پکڑیں بعض سننے والے ساتھ مفہوم اس کے کی پس گمان کرتے خاص ہونے اس کے کو ساتھ احرام والے کے اور نیز پس مقصود وہ چیز ہے کہ حرام ہے پہننا اس کا اس واسطے کہ نہیں واجب ہے واسطے اس کے لباس مخصوص بلکہ اوپر اس کے ہے کہ پرہیز کرے چیز خاص سے۔

خاتمہ: ابن رشید نے کہا کہ ختم کیا ہے بخاری نے کتاب العلم کو ساتھ باب اس شخص کے جو جواب دے سائل کو اکثر چیز اس کے سوال سے واسطے اشارہ کرنے کے اس سے طرف اس کی کہ بے شک وہ پہنچاتا ہے نہایت کو جواب میں واسطے عمل کرنے کے ساتھ خیر خواہی کے اور واسطے اعتماد کرنے کے اوپر نیت صحیح کے۔ (فتح)

۱۳۱ ۔ حَدَّثَنَا اٰدَمُ قَالَ حَدَّثَنَا ابْنُ أَبِيْ ذِئْبٍ عَنْ نَافِعٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَعَنِ الزُّهْرِيِّ عَنْ سَالِمٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنَّ رَجُلًا سَأَلَهُ مَا يَلْبَسُ الْمُحْرِمُ فَقَالَ لَا يَلْبَسُ الْقَمِيْصَ وَلَا الْعِمَامَةَ وَلَا السَّرَاوِيْلَ وَلَا الْبُرْنُسَ وَلَا ثَوْبًا مَسَّهُ الْوَرْسُ أَوِ الزَّعْفَرَانُ فَإِنْ لَّمْ يَجِدِ النَّعْلَيْنِ فَلْيَلْبَسِ الْخُفَّيْنِ وَلْيَقْطَعْهُمَا حَتّٰى يَكُوْنَا تَحْتَ الْكَعْبَيْنِ.

۱۳۱۔ ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے ایک شخص نے پوچھا کہ کیا کپڑا پہنے محرم سو حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ نہ پہنے کرتہ کو اور نہ عمامہ کو اور نہ پاجامہ کو اور نہ ٹوپی کو اور نہ اس کپڑے کو جس کو ورس یا زعفران لگا ہو سو اگر دو جوتے میسر نہ ہوں تو چاہیے کہ دو موزے پہنے اور چاہیے کہ کاٹے ان دونوں کو یہاں تک کہ دونوں ٹخنوں سے نیچے ہو جائیں۔

فائدہ: ورس ایک قسم کی گھاس ہے زرد رنگ مشابہ زعفران سے اس سے کپڑے رنگتے ہیں سو اس سے کپڑا رنگا ہوا منع ہے اور حضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے اس شخص نے فقط ایک بات پوچھی تھی کہ محرم کس کپڑے کو پہنے سو حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس ایک بات کے ساتھ اور کئی مسائل بھی بیان فرما دیے کہ فلاں فلاں کپڑا پہننا منع ہے اور موزوں کو ٹخنے سے نیچے کاٹ لے اسی سے ضمناً جواب معلوم ہو گیا یعنی گویا کہ آپ نے اس کو یہ فرمایا کہ ان کپڑوں کے سوا جو کپڑا ہے وہ پہننا جائز ہے۔

❀ ...... ❀ ...... ❀

بسم اللہ الرحمن الرحیم

كِتَابُ الْوُضُوْءِ

کتاب ہے وضو کے بیان میں

بَابُ مَا جَآءَ فِي الْوُضُوْءِ.

باب ہے بیان میں وضو کے۔

وَقَوْلِ اللّٰهِ تَعَالٰى ﴿إِذَا قُمْتُمْ إِلَى الصَّلَاةِ فَاغْسِلُوْا وُجُوْهَكُمْ وَأَيْدِيَكُمْ إِلَى الْمَرَافِقِ وَامْسَحُوْا بِرُؤُوْسِكُمْ وَأَرْجُلَكُمْ إِلَى الْكَعْبَيْنِ﴾.

باب ہے بیان میں اس آیت شریف کی تفسیر کے جس کا ترجمہ یہ ہے کہ جب کھڑے ہو تم طرف نماز کی پس دھوؤ تم اپنے مونہوں کو اور ہاتھوں کو کہنیوں تک اور مسح کرو اپنے سروں کا اور پاؤں کا ٹخنوں تک۔

فائدہ: مراد ساتھ وضو کے ذکر کرنا احکام اس کے کا ہے اور شرطوں اس کی کا اور صفت اس کی کا اور مقدمات اس کے کا اور وضو ساتھ پیش واؤ کے فعل ہے اور ساتھ زیر واؤ کے وہ پانی ہے کہ وضو کیا جائے ساتھ اس کے مشہور قول پر اور وضو مشتق ہے وضاءت سے اور وضو کا نام وضو اس واسطے رکھا گیا ہے کہ نمازی پاک وصاف ہوتا ہے ساتھ اس کے سو ہو جاتا ہے وضی یعنی خوب صورت اور اشارہ کیا ہے بخاری نے ساتھ قول اپنے کے مَا جَاءَ طرف اختلاف سلف کی آیت کے معنی میں سو اکثر سلف کا یہ قول ہے کہ تقدیر یوں ہے کہ جب کھڑے ہو تم طرف نماز کو بے وضو ہونے کی حالت میں اور علماء کہتے ہیں کہ بلکہ امر اپنے عموم پر ہے بغیر مقدر کرنے حذف کے یعنی جب نماز کے واسطے کھڑا ہو تو وضو کرے لیکن بے وضو کے حق میں واسطے واجب کرنے کے ہے اور باوضو کے حق میں واسطے استحباب کے ہے اور بعض کہتے ہیں کہ پہلے ہر ایک کے واسطے وضو واجب تھا پھر منسوخ ہوا پس ہو گیا مستحب اور دلالت کرتی ہے اس پر حدیث عبداللہ بن حنظلہ رضی اللہ عنہ کی جو احمد وغیرہ نے روایت کی ہے کہ حکم کیا حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ساتھ وضو کرنے کے واسطے ہر نماز کے باوضو ہو یا بے وضو پھر جب اصحاب پر امر دشوار ہوا تو وضو کو ان کے سر سے معاف کیا مگر بے وضو ہونے سے اور مسلم کی ایک روایت میں ہے کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا دستور تھا کہ ہر نماز کے وقت وضو کیا کرتے تھے پھر جب فتح مکہ کا دن ہوا تو آپ نے سب نمازیں ایک وضو سے پڑھیں تو عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے آپ سے کہا کہ بے شک آپ نے ایسا کام کیا کہ آپ اس کو نہیں کیا کرتے تھے تو حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میں نے جان بوجھ کر کیا یعنی واسطے بیان جواز کے اور نیز اختلاف کیا ہے علماء نے وضو کے واجب کرنے والی چیزوں میں سو بعض کہتے ہیں کہ واجب ہوتا ہے ساتھ حدث کے یعنی بے وضو ہونے کے وقت یعنی جب بے وضو ہوا اسی وقت وضو کرے اور بعض کہتے

ہیں کہ ساتھ حدث کے اور ساتھ کھڑے ہونے کے طرف نماز کی دونوں کے اور ترجیح دی ہے اس کو ایک جماعت نے شافعیوں سے اور بعض کہتے ہیں کہ واجب ہوتا ہے وضو ساتھ کھڑے ہونے کے طرف نماز کی فقط اور دلالت کرتی ہے واسطے اس کے حدیث ابن عباس رضی اللہ عنہما کی کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ مجھ کو تو وضو کرنے کا صرف اسی وقت حکم ہوا ہے جب کہ میں نماز کی طرف کھڑا ہوں اور استنباط کیا ہے بعض علماء نے آیت ﴿إِذَا قُمْتُمْ إِلَى الصَّلٰوةِ﴾ سے واجب کرنا نیت کا وضو میں اور اس واسطے کہ تقدیر یہ ہے کہ جب تم ارادہ کرو کھڑے ہونے کا طرف نماز کی تو وضو کر اس کے واسطے اور تمسک کیا ہے ساتھ اس آیت کے جو کہتا ہے کہ وضو پہلے پہل مدینے میں فرض ہوا اور اپر اُس سے پہلے پس نقل کیا ہے ابن عبدالبر نے اتفاق اہل سیر کا کہ جماع سے تو حضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر مکے میں فرض ہوا تھا جیسے کہ نماز فرض ہوئی اور یہ کہ آپ نے کبھی بے وضو نماز نہیں پڑھی اور حاکم نے مستدرک میں کہا کہ اہل سنت کو حاجت ہے طرف دلیل رد کی اس شخص پر جو گمان کرتا ہے کہ سورۂ مائدہ کی آیت کے اترنے سے پہلے وضو نہ تھا پھر ابن عباس رضی اللہ عنہما کی حدیث بیان کی کہ فاطمہ رضی اللہ عنہا حضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر داخل ہوئیں اور وہ روتی تھیں سو کہا کہ قریش کے اس گروہ نے آپس میں قول قرار کیا ہے کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو مار ڈالیں تو حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میرے پاس پانی لاؤ سو آپ نے وضو کیا میں کہتا ہوں کہ یہ حدیث صلاحیت رکھتی ہے رد کی اس شخص پر جو انکار کرتا ہے موجود ہونے وضو کے سے پہلے ہجرت کے مطلق نہ اس شخص پر جو انکار کرتا ہے اس کے واجب ہونے سے اس وقت اور جزم کیا ہے ابن جہم مالکی نے ساتھ اسکے کہ ہجرت سے پہلے وضو مستحب تھا اور جزم کیا ہے ابن حزم نے ساتھ اس کے کہ نہیں مشروع ہوا وضو مگر مدینے میں اور رد کیا گیا ہے دونوں پر ساتھ اس حدیث کے جو ابن لہیعہ نے مغازی میں روایت کی ہے کہ جبرائیل علیہ السلام نے حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو وضو سکھایا وقت نازل ہونے اس کے کہ اوپر آپ کے ساتھ وحی کے یعنی جب پہلے پہل وحی اتری تو اس وقت وضو فرض ہوا۔ (فتح)

قَالَ أَبُوْ عَبْدِ اللّٰهِ وَبَيَّنَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنَّ فَرْضَ الْوُضُوْءِ مَرَّةً مَرَّةً وَتَوَضَّأَ أَيْضًا مَرَّتَيْنِ وَثَلَاثًا وَلَمْ يَزِدْ عَلٰى ثَلَاثٍ وَكَرِهَ أَهْلُ الْعِلْمِ الْإِسْرَافَ فِيْهِ وَأَنْ يُّجَاوِزُوْا فِعْلَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ.

امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے کہا کہ بے شک نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے بیان فرمایا کہ فرض وضو کا ایک ایک دفعہ دھونا ہے اور حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے وضو کیا ہے دو بار بھی اور تین بار بھی اور اس پر زیادہ نہیں کیا یعنی حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے دو دو بار بھی دھویا ہے اور تین تین بار بھی دھویا ہے اور اہل علم نے اسراف کو یعنی حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے فعل سے بڑھ جانے کو (جیسے چار چار دفعہ ہو) بُرا جانا ہے۔

فائدہ: مقصود امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کا اس سے یہ ہے کہ اس آیت سے تو ہر ایک عضو کا ایک ایک بار دھونا معلوم ہوتا ہے

پس امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے اس تعلیق کے لانے کے ساتھ اشارہ کیا ہے طرف اس بات کی کہ دو دو بار یا تین تین بار دھونا سنت ہے یا مستحب ہے اس لیے کہ فعل نبی ﷺ کا اکثر اوقات میں سنت اور استحباب کے واسطے ہوتا ہے اور یہ جو فرمایا کہ فرض وضو کا ایک ایک بار دھونا ہے تو احتمال ہے کہ یہ اشارہ ہو طرف حدیث ابن عباس رضی اللہ عنہما کی کہ حضرت ﷺ نے وضو کیا ایک ایک بار اور وہ بیان ہے واسطے مجمل آیت کے ساتھ فعل کے اس واسطے کہ امر فائدہ دیتا ہے طلب ایجاد حقیقت کو یعنی حقیقت کو پیدا کرنا اور نہیں معین ساتھ عدد کے پس بیان کیا شارع نے کہ ایک دھونا واجب ہے اور جو اس پر زیادہ ہو وہ واسطے استحباب کے ہے اور اس کے موافق آئندہ حدیثیں آئیں گی اور دو دو اور تین تین بار وضو کرنے کی حدیثیں آئندہ آئیں گی اور یہ جو کہا کہ تین بار پر زیادہ نہیں کیا تو اس کے معنی یہ ہیں کہ نہیں آیا کسی حدیث میں مرفوع حدیثوں سے جو حضرت ﷺ کے وضو کی صفت میں وارد ہوئیں ہیں کہ حضرت ﷺ نے تین بار سے زیادہ وضو کیا ہو بلکہ وارد ہوئی ہے حضرت ﷺ سے مذمت اس شخص کی جو اس پر زیادہ کرے جیسا کہ ابو داؤد وغیرہ میں ہے کہ حضرت ﷺ نے وضو کیا تین تین بار پھر فرمایا کہ جس نے اس سے زیادہ کیا یا کم کیا اس نے برا کیا اور ظلم کیا اور اس کی سند کھری ہے لیکن گنا ہے اس کو مسلم نے بیچ جملے اس چیز کے کہ انکار کیا گیا ہے عمرو بن شعیب پر اس واسطے کہ اس کا ظاہر تین سے کم ہونے کی مذمت ہے اور جواب یہ ہے کہ برائی متعلق ہے ساتھ کم ہونے کے اور ظلم ساتھ زیادہ ہونے کے اور بعض کہتے ہیں کہ اس میں حذف ہے اس کی تقدیر یہ ہے کہ جو کم کرے ایک بار سے اور اس کی تائید کرتی ہے وہ چیز جو ایک روایت میں آئی ہے کہ جو ایک بار سے کم کرے یا تین بار سے زیادہ کرے وہ خطا کار ہے اور نیز اس حدیث کا یہ جواب ہے کہ نقص کے ذکر پر راویوں کا اتفاق نہیں بلکہ اکثر راویوں نے صرف اتنا ہی روایت کیا ہے کہ جو زیادہ کرے اور عجیب چیزوں سے ہے جو شیخ ابو حامد نے بعض علماء سے حکایت کی ہے کہ نہیں جائز ہے کم کرنا تین بار سے اور شاید اس نے تمسک کیا ہے ساتھ ظاہر حدیث کے جو مذکور ہوئی اور اس پر حجت اجماع ہے اور مالک نے کہا میں نہیں پسند کرتا ایک بار دھونے کو مگر عالم سے لیکن نہیں اس میں واجب کرنا زیادتی کا اوپر ایک بار کے اور یہ جو کہا کہ مکروہ جانا ہے اہل علم نے اسراف کو یعنی بے فائدہ پانی خرچ کرنے کو بیچ اس کے تو شاید یہ اشارہ ہے طرف اس چیز کی کہ جو ہلال بن سیاف تابعی سے روایت ہے کہ کہا اس نے کہ کہا جاتا تھا کہ وضو میں اسراف ہے اگرچہ تو جاری نہر کے کنارے پر ہو اسی طرح روایت ہے ابو الدرداء اور ابن مسعود رضی اللہ عنہما سے اور یہ جو کہا کہ یہ اس میں تجاوز کریں تو یہ اشارہ ہے طرف اس چیز کی جو ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ تین بار کے بعد کچھ چیز نہیں اور کہا احمد اور اسحاق وغیرہ نے کہ تین بار سے زیادہ کرنا درست نہیں اور ابن مبارک نے کہا کہ میں نہیں امن میں اس سے کہ گنہگار ہو اور کہا شافعی نے کہ میں نہیں دوست رکھتا کہ وضو کرنے والا تین بار سے زیادہ کرے اور اگر زیادہ کرے تو میں اس کو مکروہ نہیں جانتا یعنی اس کو حرام نہیں جانتا اس واسطے کہ قول اُس کا لَا اُحِبُّ کراہت کو چاہتا ہے اور یہی صحیح

تر ہے نزدیک شافعیہ کے کہ وہ مکروہ تنزیہی ہے اور حکایت کی ہے دارمی نے ان کی ایک جماعت سے کہ تین بار سے زیادہ دھونا وضو کا باطل کر دیتا ہے جیسے کہ زیادہ ہونا نماز کو فاسد کر دیتا ہے اور یہ قیاس فاسد ہے اور یہ کہنا کہ تین بار سے زیادہ دھونا حرام یا مکروہ ہے تو اس سے لازم آتا ہے کہ تازہ وضو کرنا مطلق درست نہ ہو اور اختلاف ہے نزدیک شافعیہ کے اس قید میں کہ منع ہے اس سے حکم زیادہ ہونے کا تین پر پس صحیح تر یہ ہے کہ اس کے ساتھ فرض یا نفل پڑھے یعنی اگر اس وضو کے ساتھ فرض یا نفل پڑھ لے تو اس کے بعد پھر تازہ وضو کرنے سے تین بار سے زیادہ دھونا لازم نہیں آتا اور بعض کہتے ہیں کہ فرض فقط اور بعض کہتے ہیں کہ مثل اس کی یہاں تک کہ سجدہ تلاوت اور شکر کا اور ہاتھ لگانا قرآن کا اور بعض کہتے ہیں وہ چیز کہ قصد کیا جاتا ہے واسطے اس کے وضو اور وہ عام تر ہے اور بعض کہتے ہیں کہ جب واقع ہو فاصلہ ساتھ اس قدر زمانے کی کہ اس میں وضو ٹوٹ جانے کا عادت میں احتمال ہو اور بعض حنفیوں کے نزدیک وہ اعتقاد کی طرف راجع ہے پس اگر یہ اعتقاد کرے کہ تین بار سے زیادہ دھونا سنت ہے تو اس نے خطا کی اور وعید میں داخل ہوا نہیں تو نہیں شرط ہے واسطے تحدید کے کوئی چیز یعنی اگر اس کے سنت ہونے کا اعتقاد نہ کرے تو پھر دھونے کی کوئی حد مقرر نہیں بلکہ اگر چار بار یا اس سے زیادہ کرے تو اس پر کچھ ملامت نہیں خاص کر جب کہ قصد کرے ساتھ اس کے قربت کا واسطے حدیث کے جو وارد ہوئی ہے کہ وضو پر وضو کرنا تو نور علی نور ہے میں کہتا ہوں کہ یہ حدیث ضعیف ہے اور شاید بخاری نے اشارہ کیا ہے طرف اس روایت کے اور اس کا مفصل بیان تفسیر میں آئے گا انشاء اللہ تعالیٰ اور مستثنیٰ کی گئی ہے اس سے وہ صورت جب کہ جانے کہ جوڑ سے کوئی چیز خشک رہے اس کو پانی نہیں پہنچا تین بار میں یا بعض میں کہ وہ فقط اسی جگہ کو دھو ڈالے اور اوپر ساتھ شک کے جو عارض ہوا ہے بعد فارغ ہونے کے پس نہیں تا کہ نہ رجوع کرے ساتھ اس کے حال طرف وسواس کی جو مذموم ہے۔ (فتح)

بَابٌ لَا تُقْبَلُ صَلَاةٌ بِغَيْرِ طُهُوْرٍ.

باب ہے اس بیان میں کہ بدون پاکی اور طہارت کے نماز قبول نہیں ہوتی۔

فائدہ: اور مراد ساتھ اس کے وہ چیز ہے کہ عام تر ہے وضو اور نہانے سے۔

۱۳۲ - حَدَّثَنَا إِسْحَاقُ بْنُ إِبْرَاهِيْمَ الْحَنْظَلِيُّ قَالَ أَخْبَرَنَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ قَالَ أَخْبَرَنَا مَعْمَرٌ عَنْ هَمَّامِ بْنِ مُنَبِّهٍ أَنَّهُ سَمِعَ أَبَا هُرَيْرَةَ يَقُوْلُ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا تُقْبَلُ صَلَاةُ مَنْ أَحْدَثَ حَتّٰى يَتَوَضَّأَ قَالَ رَجُلٌ مِّنْ حَضْرَمَوْتَ مَا

۱۳۲۔ ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جس کا وضو ٹوٹے اس کی نماز قبول نہیں جب تک وضو نہ کر لے حضر موت کے ایک مرد نے کہا کہ اے ابو ہریرہ وضو ٹوٹنا کیا ہے یعنی کس چیز سے ٹوٹتا ہے ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے کہا کہ نکلنا ہوا کے پیچھے سے بدون آواز کے ہو یا با آواز ہو۔

الْحَدَثُ يَا اَبَا هُرَيْرَةَ قَالَ فُسَاءٌ اَوْ ضُرَاطٌ.

فائدہ: یہ جو کہا مَنْ اَحْدَثَ یعنی جس سے بے وضو ہونا پایا گیا اور مراد ساتھ اس کے وہ چیز ہے کہ آدمی کے آگے یا پیچھے سے نکلے اور سوائے اس کے کچھ نہیں کہ تفسیر کیا ہے اس کو ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے ساتھ خاص تر چیز کے اس سے واسطے تنبیہ کرنے کی اوپر غلیظ تر چیز کے اور اس واسطے کہ کبھی وہ دونوں واقع ہوتے ہیں درمیان نماز کے اکثر اپنے غیر سے اور اپر باقی چیزیں وضو توڑنے والی جن میں علماء کو اختلاف ہے جیسے کہ ذکر کا چھونا اور عورت کو ہاتھ لگانا اور منہ بھر کر قے ء کرنا اور سینگی لگوانا سو شاید ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی یہ رائے تھی کہ ان میں سے کسی چیز کے ساتھ وضو نہیں ٹوٹتا اور یہی مذہب ہے بخاری رحمۃ اللہ علیہ کا جیسا کہ آئندہ آئے گا اس باب میں مَنْ لَّمْ يَرَ الْوُضُوْءَ اِلَّا مِنَ الْمَخْرَجَيْنِ اور استدلال کیا گیا ہے ساتھ حدیث کے اوپر باطل ہونے نماز کے ساتھ وضو ٹوٹنے کے برابر ہے کہ اس کا نکلنا اختیاری ہو یا اضطراری اور اس پر کہ وضو نہیں واجب ہے واسطے ہر نماز کے اس واسطے کہ قبول نفی کیا گیا ہے غایت وضو تک اور اس کا مابعد اس کے ماقبل کے مخالف ہے پس یہ چاہتا ہے نماز کے قبول ہونے کو بعد وضو کے مطلق اور یہ جو کہا کہ وضو کرے یعنی ساتھ پانی کے یا جو اس کے قائم مقام ہو یعنی مٹی پاک سے تیمم کرنا کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو بھی وضو فرمایا ہے اور نہیں پوشیدہ ہے کہ مراد ساتھ قبول ہونے نماز اس شخص کے کہ بے وضو ہو پھر وضو کرے یعنی ساتھ باقی شرطوں نماز کے۔ (فتح)

بَابُ فَضْلِ الْوُضُوْءِ وَالْغُرِّ الْمُحَجَّلُوْنَ مِنْ اٰثَارِ الْوُضُوْءِ.

باب ہے بیان میں فضیلت وضو کے اور جن لوگوں کے چہرے اور ہاتھ پاؤں قیامت کے دن آفتاب کی طرح روشن ہوں گے وضو کی نشانیوں سے۔

۱۳۳۔ حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ بُكَيْرٍ قَالَ حَدَّثَنَا اللَّيْثُ عَنْ خَالِدٍ عَنْ سَعِيْدِ بْنِ اَبِيْ هِلَالٍ عَنْ نُعَيْمٍ الْمُجْمِرِ قَالَ رَقِيْتُ مَعَ اَبِيْ هُرَيْرَةَ عَلٰى ظَهْرِ الْمَسْجِدِ فَتَوَضَّأَ فَقَالَ اِنِّيْ سَمِعْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ اِنَّ اُمَّتِيْ يُدْعَوْنَ يَوْمَ الْقِيَامَةِ غُرًّا مُحَجَّلِيْنَ مِنْ اٰثَارِ الْوُضُوْءِ فَمَنِ اسْتَطَاعَ مِنْكُمْ اَنْ يُّطِيْلَ غُرَّتَهٗ فَلْيَفْعَلْ.

۱۳۳۔ ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا فرماتے تھے کہ بے شک میری امت قیامت کے دن بلائے جائیں گے پانچ کلیان نشانیوں سے وضو کے یعنی ان کے چہرے اور دونوں ہاتھ پاؤں وضو کے سبب سے اس دن آفتاب کی طرح چمکیں گے سو جو اپنی روشنی کو لمبا کر سکے چاہیے کہ کرے یعنی جہاں تک وضو کا پانی لگائے گا وہاں تک اس کے ہاتھ پاؤں روشن ہوں گے۔

فائدہ: ایک روایت میں اتنا زیادہ ہے کہ ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے کہا کہ میں نے حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو اسی طرح وضو کرتے

دیکھا پس فائدہ دیا اس کے مرفوع ہونے کا اور اس میں رد ہے اس شخص پر جو گمان کرتا ہے کہ یہ ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی رائے ہے بلکہ یہ اس کی رائے اور روایت دونوں سے ہے اور استدلال کیا ہے حلیمی نے ساتھ اس حدیث کے اس پر کہ وضو اس امت کے خصائص سے ہے یعنی اگلی امتوں میں وضو نہ تھا اور اس میں نظر ہے اس واسطے کہ ثابت ہو چکا ہے نزدیک بخاری رحمۃ اللہ علیہ کے بی بی سارہ کے قصے میں ساتھ اس بادشاہ کے جس نے اس کو ہاجرہ دی تھی کہ جب بادشاہ نے اس سے قریب ہونا چاہا تو وہ کھڑی ہو کر وضو کرنے اور نماز پڑھنے لگیں اور نیز جریج راہب کے قصے میں بھی ہے کہ وہ کھڑا ہوا اور وضو کر کے نماز پڑھنے لگا پھر لڑکے سے کلام کی پس ظاہر یہ ہے کہ جس چیز کے ساتھ یہ امت خاص ہوئی ہے وہ دونوں ہاتھ پاؤں اور چہرے کا روشن ہونا ہے نہ اصل وضو اور مسلم کی ایک روایت میں صریح آ چکا ہے اور تحقیق اعتراض کیا ہے بعض نے حلیمی پر ساتھ اس حدیث کے کہ یہ وضو میرا ہے اور وضو اگلے پیغمبروں کا اور یہ حدیث ضعیف ہے نہیں صحیح ہے حجت پکڑنا ساتھ اس کے واسطے ضعیف ہونے اس کے کی اور واسطے اس احتمال کے کہ ہو وضو پیغمبروں کے خصائص سے سوائے ان کی امتوں کے مگر واسطے اس امت کے اور اختلاف کیا ہے علماء نے بیچ قدر مستحب کے تطویل سے دونوں ہاتھ پاؤں میں یعنی کس قدر اس کو دراز کرنا چاہیے سو بعض کہتے ہیں کہ مونڈھے اور گھٹنے تک اور تحقیق ثابت ہو چکا ہے ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے از روئے روایت کے اور رائے ابن عمر رضی اللہ عنہما سے اس کے فعل سے اور بعض کہتے ہیں کہ مستحب زیادہ کرنا ہے آدھے بازو اور پنڈلی تک اور بعض کہتے ہیں کہ اس سے اوپر تک اور کہا ابن بطال نے اور مالکیوں کے ایک گروہ نے کہ نہیں مستحب ہے زیادتی ٹخنے اور کہنی تک واسطے قول حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے کہ جس نے اس سے زیادہ کیا اس نے ظلم کیا اور ان کی اس کلام پر کئی وجہ سے اعتراض ہے اور مسلم کی روایت صریح ہے مستحب ہونے میں پس نہیں اعتراض ہے ساتھ احتمال کے اور جو وہ دعوے کرتے ہیں کہ علماء کا اتفاق ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کے مذہب کے برخلاف ہے تو یہ مردود ہے ساتھ اس چیز کے کہ نقل کیا ہے ہم نے اس کو ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے اس کو ابن ابی شیبہ وغیرہ نے ساتھ سند حسن کے اور تحقیق تصریح کی ہے ساتھ مستحب ہونے اس کے کی ایک جماعت نے سلف سے اور اکثر شافعیہ اور حنفیہ نے اور یہ جو تاویل کرتے ہیں کہ مراد ساتھ دراز ہونے اس کے کی ہمیشگی کرنی ہے وضو پر تو ان کی اس تاویل پر یہ اعتراض ہے کہ راوی زیادہ تر جاننے والا ہے ساتھ معنی روایت اپنی کے تو کس طرح صحیح ہے یہ تاویل اور حالانکہ تصریح کی ہے اس نے ساتھ مرفوع ہونے اس کے کی طرف شارع علیہ السلام کی اور اس حدیث میں معنی اس چیز کے ہیں کہ باب باندھا ہے واسطے وضو کی فضیلت سے اس واسطے کہ جو فضیلت کہ حاصل ہوئی ہے ساتھ پانچ کلیان ہونے کے یہ نشانی زیادتی کی ہے واجب پر پس کس طرح گمان ہے ساتھ واجب کے اور تحقیق وارد ہو چکی ہے اس میں حدیثیں صحیحہ صریحہ روایت کیا ہے ان کو مسلم وغیرہ نے اور اس میں جائز ہونا وضو کا ہے اوپر چھت مسجد کے اس واسطے کہ حدیث کی ابتدا میں ہے کہ نعیم نے کہا کہ میں ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کے ساتھ مسجد کی

چھت پر چڑھا تو اس نے وضو کیا لیکن یہ اس وقت ہے جب کہ نہ حاصل ہو اس سے ایذا واسطے مسجد کے یا واسطے اس شخص کے کہ مسجد میں ہے۔ (فتح)

بَابُ مَنْ لَا يَتَوَضَّأُ مِنَ الشَّكِّ حَتّٰى يَسْتَيْقِنَ.

شک سے وضو نہ کرے جب تک کہ وضو ٹوٹنے کا یقین نہ ہو جائے۔

١٣٤ ـ حَدَّثَنَا عَلِيٌّ قَالَ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ قَالَ حَدَّثَنَا الزُّهْرِيُّ عَنْ سَعِيْدِ بْنِ الْمُسَيَّبِ ح وَعَنْ عَبَّادِ بْنِ تَمِيْمٍ عَنْ عَمِّهٖ أَنَّهٗ شَكَا إِلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الرَّجُلَ الَّذِيْ يُخَيَّلُ إِلَيْهِ أَنَّهٗ يَجِدُ الشَّيْءَ فِي الصَّلَاةِ فَقَالَ لَا يَنْفَتِلْ أَوْ لَا يَنْصَرِفْ حَتّٰى يَسْمَعَ صَوْتًا أَوْ يَجِدَ رِيْحًا.

۱۳۴۔ عباد بن تمیم رضی اللہ عنہ اپنے چچا سے روایت کرتے ہیں کہ کسی نے ایک مرد کی حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس شکایت کی کہ اس کو ایسا خیال ہوتا ہے کہ نماز میں کوئی چیز اس کے پیٹ سے نکلے سو حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ نہ پھرے جب تک کہ آواز کو نہ سنے یا بدبو کو نہ پائے یعنی جب تک کہ کامل یقین نہ ہو جائے وضو نہ کرے پس مطابقت حدیث کی ترجمہ سے ظاہر ہے۔

فائدہ: یہ جو کہا کہ اس سے کوئی چیز نکلتی ہے تو اس میں پھرنا ہے ذکر کرنے مکروہ چیز کے سے ساتھ خاص نام اس کے کی مگر واسطے ضرورت کے اور یہ جو کہا کہ نماز میں تو تمسک کیا ہے بعض مالکیہ نے ساتھ ظاہر اس کے کی پس خاص کیا ہے انہوں نے حکم کو ساتھ اس شخص کے کہ نماز کے اندر ہو اور واجب کیا ہے انہوں نے وضو کو اس شخص پر جو نماز سے باہر ہو اور فرق کیا ہے انہوں نے ساتھ نہی کے عبادت کے باطل کرنے سے اور نہی عبادت کے باطل کرنے سے موقوف ہے عبادت کے صحیح ہونے پر پس نہیں ہے کوئی معنی واسطے فرق کرنے کے ساتھ اس کے اس واسطے کہ یہ خیال ہونا اگر نماز سے باہر وضو کو توڑ ڈالتا ہے تو لائق ہے کہ نماز کے اندر بھی اسی طرح ہو مانند باقی وضو توڑنے والی چیزوں کی اور سنے آواز کو یعنی اس کے مخرج سے اور کلمہ او کا واسطے تنویع کے ہے اور تعبیر کے ساتھ وجدان کے سوائے سونگھنے کی تا کہ شامل ہو اس چیز کو جب کہ ہاتھ لگائے محل کو پھر اپنے ہاتھ کو سونگھے اور نہیں حجت ہے اس میں واسطے اس شخص کے جو استدلال کرتا ہے ساتھ اس کے اس پر کہ دُبر کو ہاتھ لگانا وضو کو نہیں توڑتا اس واسطے کہ صورت محمول ہے اوپر چھونے اس چیز کے کہ اس کے قریب ہے نہ چھونے عین اس کے کی اور باب کی حدیث دلالت کرتی ہے اوپر صحیح ہونے نماز کے جب تک کہ بے وضو ہونے کا یقین نہ ہو اور نہیں مراد ہے خاص کرنا ان دونوں امروں کا ساتھ یقین کے اس واسطے کہ معنی جب لفظ سے فراخ تر ہوں تو ہوتا ہے حکم واسطے معنی کی کہا ہے اس کو خطابی نے اور نووی نے کہا کہ یہ حدیث اصل ہے بیچ حکم باقی رکھنے چیزوں کے اپنے اصل پر یہاں تک کہ اس کے خلاف کا یقین ہو اور نہیں ضرر کرتا ہے شک جو طاری ہے اوپر اس کے یعنی جو اس کے بعد پیدا ہوا ہے اور لیا ہے ساتھ اس کے جمہور علماء نے کہ اس پر مطلق وضو نہیں اور مالک رحمہ اللہ علیہ

سے روایت ہے کہ مطلق وضوٹوٹ جاتا ہے یعنی خواہ نماز کے اندر ہو یا باہر ایک روایت اس سے ہے کہ نماز کے باہر ٹوٹ جاتا ہے اور اندر نہیں ٹوٹتا اور یہ تفصیل حسن بصری سے مروی ہے اور پہلا مشہور مذہب مالک کا ہے اور یہ روایت ابن قاسم کی ہے اس سے اور ابن نافع نے اس سے روایت کی ہے کہ اس پر مطلق وضو نہیں جمہور کے قول کی طرح اور ایک روایت میں اس سے ہے کہ میں دوست رکھتا ہوں کہ وضو کرے اور تفصیل کی روایت اس سے ثابت نہیں وہ فقط اس کے یاروں کے واسطے ہے اور حمل کیا ہے بعض نے حدیث کو اس شخص پر جس کے ساتھ وسواس ہو اور تمسک کیا ہے اس نے بایں طور کہ شکایت نہیں ہوتی مگر بیماری سے اور جواب دیا گیا ہے ساتھ اس چیز کے کہ دلالت کرتی ہے تعمیم پر اور وہ حدیث ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی ہے نزدیک مسلم کے کہ جب کوئی اپنے پیٹ میں کوئی چیز پائے سو اس کو شک پڑے کہ کوئی چیز نکلی ہے یا نہیں تو مسجد سے نہ نکلے یہاں تک کہ آواز سنے یا بو پائے اور مراد مسجد سے نماز ہے اور عراقی نے کہا کہ مالک کا مذہب اس مسئلے میں راجح ہے اس واسطے کہ اس نے احتیاط کی واسطے نماز کے اور وہ مقصود ہے اور لغو کیا شک کو بیچ سبب مُبرِّیٔ کے اور اس کے غیر نے احتیاط کی ہے واسطے طہارت کے اور وہ وسیلہ ہے اور لغو کیا شک کو بیچ حدث کے کہ توڑنے والی ہے واسطے اس کے اور احتیاط واسطے مقاصد کے اولیٰ ہے احتیاط سے واسطے وسیلوں کے اور جواب اس کا یہ ہے کہ وہ باعتبار قیاس کے قوی ہے لیکن وہ حدیث کے معنی کی مخالف ہے اس واسطے کہ اس نے حکم کیا ہے ساتھ نہ پھرنے کے یہاں تک کہ ثابت اور تحقیق ہو گیا۔ خطابی نے کہا کہ استدلال کیا جاتا ہے ساتھ اس کے واسطے اس شخص کے کہ واجب کرتا ہے حد کو اس شخص پر کہ اس سے شراب کی بو پائی جائے اس واسطے کہ اعتبار کیا ہے حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے بو کے پانے کا اور مرتب کیا ہے اس پر حکم کو اور ممکن ہے فرق کہ حد ساقط ہو جاتی ہے ساتھ شبہ کے اور شبہ اس جگہ قائم ہے برخلاف اول کے اس واسطے کہ وہ ثابت ہے۔ (فتح)

بَابُ التَّخْفِيفِ فِي الْوُضُوْءِ.

باب ہے بیان میں تخفیف کرنے کے وضو میں یعنی جائز ہے تخفیف کرنی وضو میں۔

۱۳۵ ـ حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ قَالَ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ عَنْ عَمْرٍو قَالَ أَخْبَرَنِيْ كُرَيْبٌ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَامَ حَتّٰى نَفَخَ ثُمَّ صَلّٰى وَرُبَّمَا قَالَ اضْطَجَعَ حَتّٰى نَفَخَ ثُمَّ قَامَ فَصَلّٰى ثُمَّ حَدَّثَنَا بِهٖ سُفْيَانُ مَرَّةً بَعْدَ مَرَّةٍ عَنْ عَمْرٍو عَنْ كُرَيْبٍ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ بِتُّ عِنْدَ

۱۳۵۔ ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سو گئے یہاں تک کہ خراٹے لینے لگے پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز پڑھی اور بہت اوقات ابن عباس رضی اللہ عنہما نے یوں کہا کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم لیٹ گئے یہاں تک کہ خراٹے لینے لگے پھر کھڑے ہوئے اور نماز پڑھی۔

ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ میں نے اپنی خالہ میمونہ رضی اللہ عنہا کے پاس ایک رات گزاری سو نبی صلی اللہ علیہ وسلم کچھ رات میں سو گئے

خَالَتِیْ مَیْمُوْنَةَ لَیْلَةً فَقَامَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ مِنَ اللَّیْلِ فَلَمَّا کَانَ فِیْ بَعْضِ اللَّیْلِ قَامَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ فَتَوَضَّأَ مِنْ شَنٍّ مُعَلَّقٍ وُضُوْءًا خَفِیْفًا یُخَفِّفُهٗ عَمْرٌو وَیُقَلِّلُهٗ وَقَامَ یُصَلِّیْ فَتَوَضَّأْتُ نَحْوًا مِمَّا تَوَضَّأَ ثُمَّ جِئْتُ فَقُمْتُ عَنْ یَسَارِهٖ وَرُبَّمَا قَالَ سُفْیَانُ عَنْ شِمَالِهٖ فَحَوَّلَنِیْ فَجَعَلَنِیْ عَنْ یَمِیْنِهٖ ثُمَّ صَلّٰی مَا شَآءَ اللّٰهُ ثُمَّ اضْطَجَعَ فَنَامَ حَتّٰی نَفَخَ ثُمَّ أَتَاهُ الْمُنَادِیْ فَاٰذَنَهٗ بِالصَّلَاةِ فَقَامَ مَعَهٗ إِلَی الصَّلَاةِ فَصَلّٰی وَلَمْ یَتَوَضَّأْ قُلْنَا لِعَمْرٍو إِنَّ نَاسًا یَقُوْلُوْنَ إِنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ تَنَامُ عَیْنُهٗ وَلَا یَنَامُ قَلْبُهٗ قَالَ عَمْرٌو سَمِعْتُ عُبَیْدَ بْنَ عُمَیْرٍ یَقُوْلُ رُؤْیَا الْأَنْبِیَاءِ وَحْیٌ ثُمَّ قَرَأَ ﴿إِنِّیْ أَرٰی فِی الْمَنَامِ أَنِّیْ أَذْبَحُكَ﴾.

سو جب کچھ رات باقی رہی تو رسول اللہ ﷺ اٹھ بیٹھے پس آپ نے ایک مشک لٹکی ہوئی سے وضو کیا ہلکا وضو کرنا عمرو (راوی) اس کو بہت ہلکا اور خفیف بیان کرتا تھا اور حضرت ﷺ نماز پڑھنے لگے ابن عباس رضی اللہ عنہما نے کہا پس وضو کیا میں نے جیسے کہ حضرت ﷺ نے وضو کیا یعنی بہت ہلکا پھر میں آیا اور آپ کی بائیں طرف کھڑا ہوا سو پھیرا مجھ کو آپ نے بائیں طرف سے پس کیا مجھ کو داہنی طرف اپنی پھر آپ نے نماز پڑھی جتنی کہ اللہ نے چاہی پھر حضرت ﷺ لیٹ گئے اور سو رہے یہاں تک کہ خراٹے لینے لگے۔ پھر آیا آپ کے پاس پکارنے والا یعنی مؤذن پس آگاہ کیا اس نے حضرت ﷺ کو نماز سے یعنی نماز صبح کا وقت ہوگیا سو حضرت ﷺ اس کی طرف کھڑے ہوئے اور آپ نے وضو نہ کیا ہم نے (سفیان کہتا ہے) عمرو کو کہا کہ لوگ کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ کی آنکھ سو جاتی تھی اور آپ کا دل نہیں سوتا تھا عمرو نے کہا کہ میں نے عبید بن عمر سے سنا ہے وہ کہتے تھے کہ نبیوں کی خواب وحی ہے یعنی وحی کی مانند ہے پھر اس نے یہ آیت پڑھی ﴿إِنِّیْ أَرٰی فِی الْمَنَامِ أَنِّیْ أَذْبَحُكَ﴾ یعنی ابراہیم علیہ السلام نے اسمٰعیل علیہ السلام کو کہا کہ تحقیق میں دیکھتا ہوں خواب کہ میں تجھ کو ذبح کرتا ہوں۔

فائدہ: عبید نے اس آیت سے دلیل پکڑی ہے اس بات پر کہ پیغمبروں کی خواب وحی ہے اس لیے کہ اگر وحی نہ ہوتی تو ابراہیم علیہ السلام کو اپنے بیٹے کا ذبح کرنا جائز نہ ہوتا ابن منیر نے کہا یُخَفِّفُهٗ یعنی بہت نہ ملتے تھے وَیُقَلِّلُهٗ یعنی ایک ایک بار سے زیادہ نہ کرتے تھے اور اس میں دلیل ہے اوپر واجب ہونے دلک کے یعنی ملنے اعضاء کے اس واسطے کہ اگر اس کا چھوٹا کرنا ممکن ہوتا تو البتہ اس کو مختصر کرتے لیکن اس کو مختصر نہ کیا انتہی۔ اور یہ دعویٰ اس کا مردود ہے اس واسطے کہ نہیں حدیث میں وہ چیز کہ ملنے کو چاہے بلکہ اقتصار کرنا اوپر بہانے پانی کے عضو پر خفیف تر ہے قلیل دلک سے اور عجیب بات کہی ہے شارح داودی نے پس کہا کہ عبید بن عمیر کے قول کو اس باب کے ساتھ کچھ تعلق نہیں اور یہ لازم کرنا اس کا ہے

واسطے بخاری رحمۃ اللہ علیہ کے ساتھ اس کے نہ کرے ذکر حدیث سے مگر وہ چیز کہ فقط ترجمہ کے متعلق ہو اور حالانکہ یہ کسی نے شرط نہیں کی اور اگر اس کی مراد یہ ہے کہ اس کو باب کے ساتھ بالکل کچھ تعلق نہیں تو یہ ممنوع ہے۔ (فتح)

بَابُ إِسْبَاغِ الْوُضُوْءِ وَقَالَ ابْنُ عُمَرَ إِسْبَاغُ الْوُضُوْءِ الْإِنْقَآءُ.

باب ہے بیان میں پورا کرنے وضو کے اور ابن عمر رضی اللہ عنہما نے کہا کہ اسباغ وضو کا کیا ہے پاک صاف کرنا ہے۔

فائدہ: یہ تفسیر چیز کی ہے ساتھ لازم اس کے کی اس واسطے کہ پورا کرنا وضو کا لازم پکڑتا ہے پاک صاف ہونے کو عادت میں روایت کی ہے ابن منذر نے ساتھ سند صحیح کے ابن عمر رضی اللہ عنہما سے کہ وہ وضو میں پاؤں کو سات بار دھوتے تھے گویا کہ مبالغہ کیا انہوں نے ان میں اس واسطے کہ وہ اکثر اوقات میلوں کا محل ہیں واسطے عادت ان کی کے ساتھ ننگے پاؤں چلنے کی۔ (فتح)

١٣٦۔ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ مَسْلَمَةَ عَنْ مَالِكٍ عَنْ مُوْسَى بْنِ عُقْبَةَ عَنْ كُرَيْبٍ مَوْلَى ابْنِ عَبَّاسٍ عَنْ أُسَامَةَ بْنِ زَيْدٍ أَنَّهُ سَمِعَهُ يَقُوْلُ دَفَعَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنْ عَرَفَةَ حَتّٰى إِذَا كَانَ بِالشِّعْبِ نَزَلَ فَبَالَ ثُمَّ تَوَضَّأَ وَلَمْ يُسْبِغِ الْوُضُوْءَ فَقُلْتُ الصَّلَاةَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ فَقَالَ الصَّلَاةُ أَمَامَكَ فَرَكِبَ فَلَمَّا جَآءَ الْمُزْدَلِفَةَ نَزَلَ فَتَوَضَّأَ فَأَسْبَغَ الْوُضُوْءَ ثُمَّ أُقِيْمَتِ الصَّلَاةُ فَصَلَّى الْمَغْرِبَ ثُمَّ أَنَاخَ كُلُّ إِنْسَانٍ بَعِيْرَهُ فِيْ مَنْزِلِهِ ثُمَّ أُقِيْمَتِ الْعِشَآءُ فَصَلّٰى وَلَمْ يُصَلِّ بَيْنَهُمَا.

١٣٦۔ اسامہ بن زید رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم حج میں عرفات سے چلے یہاں تک کہ جب پہاڑ کے ایک راہ میں آئے تو آپ نے پیشاب کیا پھر وضو کیا اور وضو کو کامل نہ کیا یعنی فقط ایک ایک دفعہ وضو کیا سو میں نے کہا کہ نماز کا وقت آ گیا ہے یعنی مغرب کی نماز پڑھ لیجیے حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا نماز تیرے آگے ہے یعنی آگے چل کر پڑھیں گے سو حضرت صلی اللہ علیہ وسلم اونٹنی پر سوار ہوئے سو جب مزدلفہ میں پہنچے تو سواری سے اترے اور وضو کیا اور وضو کو کامل کیا پھر نماز مغرب کی اقامت ہوئی سو آپ نے مغرب کی نماز پڑھی پھر ہر آدمی نے اپنے اپنے اونٹ اپنی اپنی جگہ میں بٹھائے پھر نماز عشاء کی تکبیر کہی گئی سو آپ نے عشاء کی نماز پڑھی اور دونوں نمازوں کے درمیان کچھ نہ پڑھا یعنی سنت ونفل وغیرہ کچھ نہ پڑھے۔

فائدہ: اس حدیث سے معلوم ہوا کہ مزدلفہ میں مغرب اور عشاء کو ملا کر پڑھے اور یہی مذہب ہے سب اماموں کا اور یہ جو کہا کہ نماز تیرے آگے ہے تو اس میں دلیل ہے اس پر کہ مشروع ہے وضو کرنا واسطے ہمیشہ باوضو رہنے کے اس واسطے کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس وضو کے ساتھ کچھ چیز نہیں پڑھی اور اوپر جو گمان کرتا ہے کہ مراد اس جگہ ساتھ وضو کے استنجاء ہے تو یہ باطل ہے واسطے قول اس کے کی دوسری روایت میں ہے کہ میں آپ پر پانی ڈالنے لگا اور آپ وضو کرتے تھے اور واسطے قول اس کے کی اس جگہ کہ آپ نے وضو کو پورا نہ کیا اور جس پانی کے ساتھ آپ نے اس رات

میں وضو کیا وہ زمزم کا پانی تھا روایت کیا ہے اس کو عبداللہ بن احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے باپ کی مسند کی زیادات میں پس مستفاد ہوتا ہے اس سے رد اس شخص پر جو پینے کے سوا زمزم کے پانی کے استعمال کرنا منع کرتا ہے اور باقی بحث اس کی کتاب الحج میں آئے گی۔ (فتح)

بَابُ غَسْلِ الْوَجْهِ بِالْيَدَيْنِ مِنْ غَرْفَةٍ وَّاحِدَةٍ.

منہ کو دونوں ہاتھوں کے ساتھ ایک چلو سے دھونا۔

فائدہ: مراد اس کی ساتھ اس کے تنبیہ ہے اس پر کہ دونوں ہاتھ سے اکٹھے چلو بھرنا شرط نہیں اور اشارہ ہے طرف ضعیف کرنے حدیث کے جو اس میں وارد ہوئی ہے کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم اپنے منہ کو اپنے داہنے ہاتھ سے دھوتے تھے یعنی اس واسطے کہ اس حدیث میں ہے کہ پہلے ایک ہاتھ سے پانی لیا پھر اس کو دوسرے ہاتھ کی طرف جھکایا اور دونوں کے ساتھ منہ دھویا۔ (فتح)

١٣٧ ـ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ الرَّحِيْمِ قَالَ أَخْبَرَنَا أَبُوْ سَلَمَةَ الْخُزَاعِيُّ مَنْصُوْرُ بْنُ سَلَمَةَ قَالَ أَخْبَرَنَا ابْنُ بِلَالٍ يَعْنِيْ سُلَيْمَانَ عَنْ زَيْدِ بْنِ أَسْلَمَ عَنْ عَطَآءِ بْنِ يَسَارٍ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ أَنَّهُ تَوَضَّأَ فَغَسَلَ وَجْهَهُ أَخَذَ غَرْفَةً مِنْ مَّآءٍ فَمَضْمَضَ بِهَا وَاسْتَنْشَقَ ثُمَّ أَخَذَ غَرْفَةً مِنْ مَّآءٍ فَجَعَلَ بِهَا هٰكَذَا أَضَافَهَا إِلٰى يَدِهِ الْأُخْرٰى فَغَسَلَ بِهِمَا وَجْهَهُ ثُمَّ أَخَذَ غَرْفَةً مِنْ مَّآءٍ فَغَسَلَ بِهَا يَدَهُ الْيُمْنٰى ثُمَّ أَخَذَ غَرْفَةً مِنْ مَّآءٍ فَغَسَلَ بِهَا يَدَهُ الْيُسْرٰى ثُمَّ مَسَحَ بِرَأْسِهٖ ثُمَّ أَخَذَ غَرْفَةً مِنْ مَّآءٍ فَرَشَّ عَلٰى رِجْلِهِ الْيُمْنٰى حَتّٰى غَسَلَهَا ثُمَّ أَخَذَ غَرْفَةً أُخْرٰى فَغَسَلَ بِهَا رِجْلَهُ يَعْنِي الْيُسْرٰى ثُمَّ قَالَ هٰكَذَا رَأَيْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَتَوَضَّأُ.

١٣٧۔ ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ اس نے وضو کیا سو اپنے منہ کو دھویا پھر پانی کا ایک چلو لیا سو اس نے کلی کی اور ناک کو صاف کیا پھر ایک چلو پانی کا لیا پس اس کو اس طرح کیا کہ اس کو اپنے دوسرے ہاتھ کی طرف جھکایا سو اس سے اپنا بایاں ہاتھ دھویا پھر اپنے سر کا مسح کیا پھر پانی کا ایک چلو لیا سو اس سے داہنے پاؤں پر چھڑکا یہاں تک کہ اس کو دھویا پھر پانی کا ایک چلو لیا سو اپنا بایاں پاؤں اس سے دھویا پھر ابن عباس رضی اللہ عنہما نے کہا کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اسی طرح وضو کرتے دیکھا ہے۔

فائدہ: یہ جو کہا کہ ایک چلو لیا یہ بیان ہے واسطے غسل کے اور اس کا ظاہر یہ ہے کہ کلی کرنی اور ناک میں پانی لینا منہ

کے دھونے میں داخل ہے لیکن مراد ساتھ وجہ کے اولا وہ چیز ہے جو عام تر ہے اس چیز سے جو فرض ہے اور سنت ہے اس دلیل سے کہ اس کا ذکر دوسری بار دوہرایا بعد ذکر کلی کرنے اور ناک میں پانی لینے کے ساتھ ایک چلو کے اور دھونا منہ کا ساتھ دونوں ہاتھوں کے جب کہ ہو ساتھ ایک چلو کے اس واسطے کہ ایک ہاتھ تمام منہ کو نہیں دھو سکتا اور یہ جو کہا کہ پھر اپنے سر کا مسح کیا تو اس کے واسطے علیحدہ چلو ذکر نہیں کیا پس کبھی تمسک کرتا ہے ساتھ اس کو وہ شخص جو کہتا ہے کہ مستعمل پانی پاک ہے لیکن ابو داؤد کی روایت میں ہے کہ پھر چلو پانی لیا پھر اپنا ہاتھ جھاڑا پھر اپنے سر کا مسح کیا اور نسائی کی روایت میں اتنا زیادہ ہے کہ مسح کیا اپنے سر اور دونوں کانوں کا ایک بار ان کا اندر شہادت کی دونوں انگلی سے اور ان کا باہر دونوں انگوٹھے سے اور ابن خزیمہ نے زیادہ کیا ہے کہ اپنی دونوں انگلی کو کانوں میں داخل کی اور یہ جو کہا کہ حَتّٰی غَسَلَهَا تو یہ صریح ہے کہ نہیں کفایت کی ساتھ چھڑکنے کے اور ابو داؤد وغیرہ میں واقع ہوا ہے کہ پس اپنے داہنے پاؤں پر پانی چھڑکا اور اس میں جوتا تھا پھر اس کو اپنے دونوں ہاتھ سے مسح کیا ایک ہاتھ اوپر پاؤں کے اور ایک تلے جوتے کے تو مراد ساتھ مسح کے بہانا پانی کا ہے یہاں تک کہ سارے جوڑ کو تر کرے کوئی جگہ سوکھی نہ رہے اور تحقیق صحیح ہو چکا ہے کہ حضرت ﷺ جوتے میں وضو کرتے تھے کماسیاتی عن ابن عمر اور یہ جو کہا کہ تلے جوتے کے تو نہیں محمول ہے یہ اوپر مجاز کے قدم سے نہیں تو یہ روایت شاذ ہے اور یہ جو کہا کہ پھر اپنا بایاں پاؤں دھویا تو اس کا قائل زید بن اسلم ہے یا جو اس سے تلے ہے اور استدلال کیا ہے ساتھ اس حدیث کے اس پر کہ مستعمل پانی پاک ہے اس واسے کہ عضو جب ایک بار دھویا جائے تو جو پانی اس سے ہاتھ میں باقی رہے ملتا ہے وہ اس جوڑ کے پانی کو جو اس کے پاس ہے اور نیز پس چلو ملتا ہے اول جزو کو اجزا ہر عضو کے سے پس ہوتا ہے مستعمل بہ نسبت اس کی اور جواب یہ ہے کہ پانی جب تک کہ مثلاً ہاتھ کے ساتھ ملا ہوا ہے تب تک اس کا نام مستعمل نہیں رکھا جاتا یہاں تک کہ اس سے جدا ہو اور جواب میں بحث ہے۔ (فتح)

بَابُ التَّسْمِيَةِ عَلٰى كُلِّ حَالٍ وَعِنْدَ الْوِقَاعِ. — ہر وقت بسم اللہ پڑھے اور جماع کے وقت بسم اللہ پڑھنے کا بیان۔

فائدہ: یہ عطف خاص کا ہے عام پر واسطے اہتمام کے ساتھ اس کے اور نہیں ہے عموم ظاہر حدیث سے جس کو باب میں وارد کیا لیکن مستفاد ہوتا ہے بطریق اولیٰ اس واسطے کہ جب وہ جماع کی حالت میں مشروع ہے اور حالانکہ وہ اس قسم سے ہے کہ اس میں چپ رہنے کا حکم ہے تو اس کا غیر اولیٰ ہے اور اس میں اشارہ ہے طرف ضعیف کرنے حدیث کی جو وارد ہوئی ہے مکروہ ہونے ذکر اللہ کے سے دو حالوں میں پاخانے کی حالت میں اور جماع کی حالت میں لیکن بر تقدیر صحیح ہونے اس کے کی باب کی حدیث کے منافی نہیں اس واسطے کہ وہ محمول ہے اوپر حال ارادے جماع کے جیسا کہ دوسرے طریق میں آئے گا اور بخاری رحمہ اللہ کا اطلاق مقید ہے ساتھ حالت انزال کے جیسا کہ ابن شیبہ نے ابن

مسعود رضی اللہ عنہما سے روایت کی ہے کہ وہ انزال کے وقت یہ ذکر کرتے تھے اور حدیث کی بحث نکاح میں آئے گی۔ (فتح)

١٣٨ ـ حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ عَبْدِ اللهِ قَالَ حَدَّثَنَا جَرِيْرٌ عَنْ مَنْصُوْرٍ عَنْ سَالِمِ بْنِ أَبِي الْجَعْدِ عَنْ كُرَيْبٍ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ يَبْلُغُ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَوْ أَنَّ أَحَدَكُمْ إِذَا أَتَى أَهْلَهُ قَالَ بِاسْمِ اللهِ اَللّٰهُمَّ جَنِّبْنَا الشَّيْطَانَ وَجَنِّبِ الشَّيْطَانَ مَا رَزَقْتَنَا فَقُضِيَ بَيْنَهُمَا وَلَدٌ لَمْ يَضُرُّهُ.

١٣٨۔ ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ وہ اس حدیث کو حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف مرفوع کرتے تھے کہ اگر کوئی تم میں سے اپنی بیوی سے جماع کا ارادہ کرے اور یہ دعا پڑھے ((بِاسْمِ اللهِ اَللّٰهُمَّ جَنِّبْنَا الشَّيْطَانَ وَجَنِّبِ الشَّيْطَانَ مَا رَزَقْتَنَا)) یعنی شروع اللہ کے نام سے الٰہی بچا رکھ ہم کو شیطان سے اور بچا شیطان سے ہماری اولاد کو پس قسمت کیا گیا خاوند اور بیوی کے درمیان اس صحبت میں کوئی لڑکا تو اس کو شیطان ہرگز نہ ضرر پہنچائے گا۔

فائدہ: اس حدیث سے معلوم ہوا کہ جماع سے اولاد کی غرض رکھے فقط آب ریزی اور شہوت رانی مقصود نہ ہو اور سنت ہے کہ اس وقت اس دعا کو پڑھ لیا کرے اگر لڑکا ہوگا تو بابرکت ہوگا۔

بَابُ مَا يَقُوْلُ عِنْدَ الْخَلَاءِ. پاخانہ جانے کے وقت کیا دعا پڑھے۔

فائدہ: یعنی وقت ارادے داخل ہونے کے پائخانہ میں اگر ہو تیار کیا ہوا واسطے اس کے نہیں تو کوئی اندازہ نہیں۔

تنبیہ: مشکل ہوا ہے داخل کرنا بخاری رحمۃ اللہ علیہ کا اس باب کو اور جو باب کہ اس کے بعد ہیں باب الوضوء مرة مرة تک اس واسطے کہ شروع کیا بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے وضو کے بابوں میں پس ذکر کیا اس سے فرض اس کا اور شرط اس کی اور فضیلت اس کی اور اس میں تخفیف کا جائز ہونا اور اس کے پورا کرنے کے مستحب ہونا پھر دھونا منہ کا پھر بسم اللہ کہنا اور نہیں تر ہے واسطے تاخیر کرنے اس کے کی منہ کے دھونے سے اس واسطے کہ اس کا محل مقارن ہے اول جزو کو اس سے پس مقدم کرنا اس کا بیچ ذکر کے اس سے اور مؤخر کرنا اس کا برابر ہے لیکن ذکر کیا بعد اس کے قول کو نزدیک پائخانے کے اور بدستور رہا بیچ ذکر کرنے اس چیز کے کہ متعلق ہے ساتھ استنجاء کے پھر پھرا پس ذکر کیا ایک ایک بار وضو کو اور تحقیق پوشیدہ رہی وجہ مناسبت کی کرمانی پر اس کو مناسبت کی وجہ سمجھ میں نہیں آئی پس کہا اس نے کہ ان بابوں کی کچھ ترتیب نہیں بے ترتیب ہیں حالانکہ بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے ان بابوں میں بہت ترتیب کا لحاظ رکھا ہے جیسا کہ ہم اس کو ذکر کرتے ہیں۔ الخ۔ اور کرمانی کا یہی حال ہے کہ جب اس کو بخاری رحمۃ اللہ علیہ کے قول کی وجہ سمجھ میں نہیں آتی تو کہتا ہے کہ اگر بخاری اس کو ذکر نہ کرتا تو خوب ہوتا اور حالانکہ یہ سب کرمانی کی سمجھ بوجھ کا قصور ہے (فتح) اور ان بابوں کی مناسبت کی توجیہ فتح الباری میں مذکور ہے۔

١٣٩ ـ حَدَّثَنَا آدَمُ قَالَ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنْ

١٣٩۔ انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب

عَبْدِ الْعَزِيْزِ بْنِ صُهَيْبٍ قَالَ سَمِعْتُ أَنَسًا يَقُوْلُ كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا دَخَلَ الْخَلَاءَ قَالَ اللّٰهُمَّ إِنِّيْ أَعُوْذُ بِكَ مِنَ الْخُبُثِ وَالْخَبَآئِثِ تَابَعَهُ ابْنُ عَرْعَرَةَ عَنْ شُعْبَةَ وَقَالَ غُنْدَرٌ عَنْ شُعْبَةَ إِذَا أَتَى الْخَلَاءَ وَقَالَ مُوْسٰى عَنْ حَمَّادٍ إِذَا دَخَلَ وَقَالَ سَعِيْدُ بْنُ زَيْدٍ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْعَزِيْزِ إِذَا أَرَادَ أَنْ يَّدْخُلَ.

پائخانے جاتے تو یہ دعا پڑھتے ((اَللّٰهُمَّ إِنِّيْ أَعُوْذُ بِكَ مِنَ الْخُبُثِ وَالْخَبَآئِثِ)) یعنی اے الٰہی تحقیق میں پناہ مانگتا ہوں ساتھ تیرے ناپاک جنوں سے اور ناپاک جنیوں سے۔

فائدہ: اور کہا سعید بن زید نے حدیث بیان کی مجھ سے عبدالعزیز نے الخ تو موصول کیا ہے اس کو بخاری رحمہ اللہ نے کتاب ادب مفرد میں انس رضی اللہ عنہ سے کہ جب حضرت صلی اللہ علیہ وسلم پائخانہ میں جانے کا ارادہ کرتے تھے تو یہ دعا پڑھتے تھے پس ذکر کی حدیث مثل حدیث باب کی اور یہ روایت بیان کرتی ہے مراد کو قول اس کے سے اذادخل الخلاء یعنی پائخانہ میں جانے سے پہلے یہ دعا پڑھتے تھے نہ بعد اس کے اور یہ ان جگہوں میں سے ہے جو پائخانے کے واسطے تیار کی گئیں ہوں ساتھ قرینے داخل ہونے کے اور کلام اس جگہ دو مقام میں ہے ایک یہ کہ کیا خاص ہے یہ ذکر ساتھ پائخانوں کے جو تیار کیے گئے ہوں واسطے پائخانے کے اس واسطے کہ وہاں شیطان حاضر ہوتے ہیں جیسا کہ حدیث میں آچکا ہے یا عام شامل ہے یہاں تک کہ اگر مثلاً برتن میں بول کرے گھر میں تو اس وقت بھی کہے صحیح تر دوسری بات ہے یعنی یہ ذکر پائخانوں کے ساتھ خاص نہیں بلکہ عام ہے جس جگہ پائخانے بیٹھے وہیں ذکر کرے جب تک کہ نہ شروع کرے پائخانے میں دوسری جگہ یہ ہے کہ یہ دعا کب پڑھے سو جو اس حالت میں اللہ کے ذکر کو مکروہ جانتا ہے وہ تفصیل کرتا ہے اپر پائخانوں میں پس داخل ہونے سے پہلے پڑھے اور اپر ان کے سوا اور جگہ میں پس کہے ابتدا شروع میں مانند کپڑے سمیٹنے کی مثلاً اور یہ مذہب جمہور کا ہے اور یہ کہتے ہیں کہ جو بھول جائے وہ اپنے دل سے پناہ مانگے زبان سے نہ بولے اور یہ جو اس کو مطلق جائز رکھتا ہے جیسا کہ مالک رحمہ اللہ سے منقول ہے تو اس کو تفصیل کی کچھ حاجت نہیں۔ (فتح)

بَابُ وَضْعِ الْمَآءِ عِنْدَ الْخَلَاءِ.

پائخانے کے پاس پانی رکھنا جائز ہے۔

١٤٠ ـ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ مُحَمَّدٍ قَالَ حَدَّثَنَا هَاشِمُ بْنُ الْقَاسِمِ قَالَ حَدَّثَنَا وَرْقَآءُ عَنْ عُبَيْدِ اللّٰهِ بْنِ أَبِيْ يَزِيْدَ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ أَنَّ

۱۴۰۔ ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ بے شک نبی صلی اللہ علیہ وسلم پائخانہ میں داخل ہوئے پس میں نے آپ کے واسطے پانی رکھ دیا یعنی استنجاء کرنے کے واسطے حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا پانی

النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ دَخَلَ الْخَلَاءَ فَوَضَعْتُ لَهُ وَضُوْءً ا قَالَ مَنْ وَضَعَ هٰذَا فَأُخْبِرَ فَقَالَ اللّٰهُمَّ فَقِّهْهُ فِی الدِّیْنِ.

کس نے رکھا ہے پس کسی نے آپ کو خبر دے دی سو حضرت ﷺ نے میرے حق میں دعا فرمائی کہ اے اللہ اس کو دین میں سمجھ دے۔

فائدہ: حضرت ﷺ کی اس دعا کی وجہ سے ابن عباس رضی اللہ عنہما حبر الامت یعنی اس امت کے عالم ہوئے اور اس حدیث میں مستحب ہونا بدلے کا ہے ساتھ دعا کے۔

بَابُ لَا تُسْتَقْبَلُ الْقِبْلَةُ بِغَائِطٍ أَوْ بَوْلٍ إِلَّا عِنْدَ الْبِنَاءِ جِدَارٍ أَوْ نَحْوِهٖ.

پائخانہ یا بول کے وقت قبلہ کی طرف منہ نہ کرنا چاہیے مگر دیوار وغیرہ کی آڑ کے وقت قبلہ کی طرف منہ کرنا جائز ہے۔

فائدہ: یہ جو کہا کہ مانند اس کی یعنی مانند بڑے پتھروں کی اور کہنیوں کی اور لکڑوں کی اور سوائے ان کے پردہ کرنے والی چیزوں سے کہا اسماعیلی نے کہ نہیں باب کی حدیث میں دلالت اوپر استثناء مذکور کے اور اس کا جواب یہ ہے کہ بے شک تمسک کیا ہے بخاری نے ساتھ حقیقت غائط کے اس واسطے کہ وہ مکان ہے بااطمینان زمین سے میدان میں اور یہ اس کی حقیقت لغوی ہے اگرچہ بولا جاتا ہے ہر مکان پر جو اس کے واسطے تیار کیا گیا ہو بطور مجاز کے پس خاص ہوگی ممانعت ساتھ اس کے اس واسطے کہ اصل اطلاق میں حقیقت ہے اور یہ جواب واسطے اسماعیلی کے ہے اور یہ قوی تر ہے اور ایک جواب اس کا یہ ہے کہ استثناء مستفاد ہے ابن عمر رضی اللہ عنہما کی حدیث سے جو آئندہ باب میں مذکور ہے اس واسطے کہ حدیث نبی کی کل گویا ایک چیز ہے پس اگر کوئی کہے کہ کس واسطے حمل کیا ہے تم نے غائط کو اس کی حقیقت پر اور نہیں حمل کیا تم نے اس کو اس چیز پر کہ وہ عام تر ہے اس سے تاکہ شامل ہو میدان اور عمارتوں کو خاص کر صحابی حدیث کے راوی نے اس کو عموم پر حمل کیا ہے کہ یہ حدیث میدان اور عمارتوں دونوں کو شامل ہے جیسا کہ اہل مدینے کے قبلے میں آئے گا کہ ہم شام میں گئے تو ہم نے پائخانوں کو پایا کہ قبلے کی طرف بنے ہوئے ہیں سو ہم انحراف کرتے تھے اور استغفار پڑھتے تھے سو جواب یہ ہے کہ حمل کیا ابو ایوب نے لفظ غائط کو حقیقت اور مجاز دونوں میں اور یہی معتمد ہے اور شاید اس کو تخصیص کی حدیث نہیں پہنچی اور اگر ابن عمر رضی اللہ عنہما کی حدیث نہ دلالت کرتی اوپر خاص ہونے اس کے کی ساتھ عمارتوں کی تو ہم البتہ عموم کے قائل ہوتے لیکن عمل کرنا ساتھ دونوں دلیلوں کے اولیٰ ہے ایک کے لغو کرنے سے اور جابر رضی اللہ عنہ سے بھی اسی طرح روایت آئی ہے جو اس کی تائید کرتی ہے جیسا کہ ابن خزیمہ وغیرہ نے اس سے روایت کی ہے کہ تھے حضرت ﷺ منع کرتے ہم کو یہ کہ پیٹھ دیں ہم قبلے کو یا اس کی طرف منہ کریں ساتھ فرجوں اپنی کے جبکہ ہم پیشاب کریں پھر میں نے آپ کو مرنے سے ایک سال پہلے دیکھا کہ قبلے کی طرف منہ کر کے بول کرتے تھے اور حق یہ ہے کہ یہ حدیث منع کی حدیث کی ناسخ نہیں برخلاف اس شخص کے جو یہ گمان کرتا ہے بلکہ وہ محمول ہے اس پر کہ اس نے آپ کو کسی بنا وغیرہ میں دیکھا اس واسطے کہ یہی ہے معلوم آپ کے حالات سے واسطے

مبالغہ کرنے آپ کے کی پردے میں اور ابن عمر رضی اللہ عنہما کا آپ کو دیکھنا بغیر قصد کے تھا کما سیاتی ۔ پس اسی طرح روایت جابر رضی اللہ عنہ کی اور یہ دعویٰ کرنا کہ یہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا خاصہ ہے اس پر کوئی دلیل نہیں اس واسطے کہ خاصیت نہیں ثابت ہوتی ساتھ احتمال کے اور دلالت کرتی ہے حدیث ابن عمر رضی اللہ عنہما کی جو آئندہ آنے والی ہے اس پر کہ جائز ہے پیٹھ کرنی طرف قبلے کی وقت پاخانے کی عمارتوں میں اور دلالت کرتی ہے حدیث جابر رضی اللہ عنہ کی اس پر کہ جائز ہے منہ کرنا طرف قبلے کی وقت بول کے اور اگر جابر رضی اللہ عنہ کی حدیث نہ ہوتی تو البتہ حدیث ابو ایوب کی نہ خاص کی جاتی اپنے عموم سے ساتھ حدیث ابن عمر رضی اللہ عنہما کے مگر جواز پیٹھ دینے میں فقط اور نہیں کہا جاتا کہ قبلے کی طرف منہ کرنا ملحق ہے ساتھ اس قیاس سے اس واسطے کہ نہیں صحیح ہے لاحق کرنا اس کا ساتھ اس کے واسطے ہونے اس کے کئی اوپر اس کے اور تحقیق تمسک کیا ہے ساتھ اس کے ایک قوم نے سو انہوں نے کہا کہ پاخانے کے وقت قبلے کی طرف منہ کرنا درست نہیں اور اس کو پیٹھ دینا درست ہے حکایت کی گئی ہے ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ سے اور احمد رحمۃ اللہ علیہ سے اور ساتھ فرق کرنے کے درمیان عمارتوں اور میدانوں کے مطلق کہا ہے جمہور نے یعنی عمارتوں میں درست ہے اور میدان میں درست نہیں اور یہ مذہب مالک اور شافعی اور احمد کا ہے اور یہ قول سب قولوں سے زیادہ ترجیح ہے واسطے کرنے اس کے کی تمام دلیلوں میں اور تائید کرتی ہے اس کی جہت نظر سے وہ چیز جو ابن منیر سے پہلے گزر چکی ہے کہ عمارتوں میں قبلے کی طرف منہ کرنا دیوار کی طرف منسوب ہے عرف میں اور بایں طور کہ جو مکان کہ اس کے واسطے تیار کیے گئے ہیں وہ شیطانوں کی جگہ ہے پس نہیں لائق ہیں واسطے قبلہ ہونے کے برخلاف میدان کے بیچ دونوں کے اور بعض لوگ کہتے ہیں کہ مطلق حرام ہے اور یہی ہے مشہور ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ اور احمد رحمۃ اللہ علیہ سے اور قائل ہے ساتھ اس کے ابو ثور صاحب شافعی رحمۃ اللہ علیہ کا اور ترجیح دی ہے اس کو مالکیہ سے ابن عربی نے اور ظاہریہ سے ابن حزم نے اور حجت ان کی یہ ہے کہ نہی مقدم ہے اباحت پر اور نہیں صحیح جانتے جابر رضی اللہ عنہ کی حدیث کو جس کی طرف ہم نے اشارہ کیا اور بعض کہتے ہیں کہ مطلق جائز ہے اور یہ قول عائشہ رضی اللہ عنہا اور عروہ رحمۃ اللہ علیہ اور ربیعہ رحمۃ اللہ علیہ اور داؤد رحمۃ اللہ علیہ کا ہے اور ان کی حجت یہ ہے کہ حدیثوں میں تعارض واقع ہوا ہے پس چاہیے کہ رجوع کیا جائے کہ طرف اصل اباحت کی پس یہ چار مذہب مشہور ہیں علماء سے اور اس مسئلے میں تین مذہب اور ہیں ایک یہ کہ جائز ہے پیٹھ دینا عمارتوں میں فقط واسطے تمسک کے ساتھ ظاہر حدیث ابن عمر رضی اللہ عنہما کے اور یہ قول ابو یوسف کا ہے اور ایک یہ کہ مطلق حرام ہے یہاں تک کہ قبلے منسوخ میں بھی اور وہ بیت المقدس ہے اور یہ محکی ہے ابراہیم اور ابن سیرین سے واسطے عمل کرنے کے ساتھ حدیث معقل کے کہ منع فرمایا حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ کہ منہ کریں ہم طرف دونوں قبلوں کی ساتھ پیشاب اور پاخانے کے روایت کی یہ حدیث ابوداؤد نے اور یہ حدیث ضعیف ہے اور بر تقدیر صحیح ہونے اس کے کی پس مراد ساتھ اس کے مدینے والے ہیں اور جو ان کی طرف میں ہے اس واسطے کہ منہ کرنا طرف بیت المقدس کی مستلزم ہے خانے کعبے کی طرف پیٹھ دینے کو پس علت قبلے

کی طرف پیٹھ کرنی ہے نہ بیت المقدس کی طرف منہ کرنا اور خطابی نے دعویٰ کیا ہے کہ بیت المقدس کی طرف منہ کرنا بالاجماع حرام نہیں واسطے اس شخص کے جو اس کی طرف منہ کرنے میں کعبے کی طرف پیٹھ نہ دے اور اس میں نظر ہے واسطے اس چیز کے کہ ذکر کیا ہے ہم نے اس کو ابراہیم اور ابن سیرین سے اور بعض شافعیہ بھی اس کے ساتھ قائل ہیں اور ایک یہ کہ حرام ہونا خاص ہے ساتھ مدینے والوں کے اور جو ان کی طرف میں واقع ہے اور اوپر جن لوگوں کا قبلہ مشرق یا مغرب یعنی پورب یا پچھم کی جہت میں ہے پس جائز ہے واسطے اُن کے منہ کرنا اور پیٹھ دینا مطلق واسطے عام ہونے قول حضرت ﷺ کے کہ پورب کی طرف منہ کرو یا پچھم کی طرف یہ قول ابوعوانہ کا ہے جو مزنی کا صاحب ہے اور عکس کیا ہے اس کو بخاری نے پس استدلال کیا ہے ساتھ اس کے کہ مشرق اور مغرب میں قبلہ نہیں کما سیاتی ان شاء اللہ تعالیٰ اور یہ جو کہا کہ اس کو پیٹھ نہ دے تو ایک روایت میں اتنا زیادہ ہے بِبَوْلٍ اَوْ بِغَائِطٍ یعنی ساتھ پیشاب کے یا پاخانے کے اور ظاہر اس کے قول سے بِبَوْلٍ خاص ہونا نہی کا ہے ساتھ خارج ہونے نکلنے والی چیز کے شرمگاہ سے اور ہوگا سبب اس کا تعظیم قبلے کے سامنے ہونے سے ساتھ نجاست کے اور تائید کرتا ہے اس کا قول آپ کا جابر رضی اللہ عنہ کی حدیث میں کہ جب ہم پیشاب کریں اور بعض کہتے ہیں کہ سبب نہی کا شرم گاہ کا کھولنا ہے بنا بر اس کے پس عام ہوگا یہ حکم ہر حالت میں کہ اس میں شرمگاہ کھلی مانند وطی کی مثلاً اور تحقیق نقل کیا ہے اس کو ابن شاش مالکی نے ایک قول اپنے مذہب میں اور شاید اس کے قائل نے تمسک کیا ہے ساتھ روایت مؤطا کے کہ اپنی شرمگاہوں سے قبلے کی طرف منہ نہ کرو لیکن یہ روایت محمول ہے اوپر حال قضا حاجت کے واسطے تطبیق کے درمیان دونوں دلیل کے اور یہ جو ابو ایوب رضی اللہ عنہ نے کہا فَنَنْحَرِفُ وَنَسْتَغْفِرُ تو اس پر کلام آئندہ آئے گی، انشاء اللہ تعالیٰ۔ (فتح)

١٤١ - حَدَّثَنَا اٰدَمُ قَالَ حَدَّثَنَا ابْنُ اَبِیْ ذِئْبٍ قَالَ حَدَّثَنَا الزُّهْرِیُّ عَنْ عَطَآءِ بْنِ یَزِیْدَ اللَّیْثِیِّ عَنْ اَبِیْ اَیُّوْبَ الْاَنْصَارِیِّ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اِذَا اَتٰی اَحَدُکُمُ الْغَآئِطَ فَلَا یَسْتَقْبِلِ الْقِبْلَةَ وَلَا یُوَلِّهَا ظَهْرَهٗ شَرِّقُوْا اَوْ غَرِّبُوْا.

۱۴۱۔ ابو ایوب انصاری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جب کوئی تم میں سے پاخانے جائے تو قبلہ کی طرف منہ نہ کرے اور نہ اس کی طرف اپنی پیٹھ کرے پورب کی طرف بیٹھا کرو یا پچھم کی طرف بیٹھا کرو۔

فائدہ: یہ مدینے والوں کو فرمایا کہ ان کا قبلہ دکن کی طرف ہے ہندوستان کا پچھم کی طرف ہے تو یہاں اتر یا دکن منہ کر کے پاخانہ بیٹھنا چاہیے۔

بَابُ مَنْ تَبَرَّزَ عَلٰی لَبِنَتَیْنِ.

دو اینٹوں پر پاخانے بیٹھنے کا بیان۔

١٤٢ - حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ یُوْسُفَ قَالَ

۱۴۲۔ عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ لوگ کہتے ہیں کہ

أَخْبَرَنَا مَالِكٌ عَنْ يَحْيَى بْنِ سَعِيدٍ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ يَحْيَى بْنِ حَبَّانَ عَنْ عَمِّهِ وَاسِعِ بْنِ حَبَّانَ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عُمَرَ أَنَّهُ كَانَ يَقُولُ إِنَّ نَاسًا يَقُولُونَ إِذَا قَعَدْتَ عَلٰى حَاجَتِكَ فَلَا تَسْتَقْبِلِ الْقِبْلَةَ وَلَا بَيْتَ الْمَقْدِسِ فَقَالَ عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ عُمَرَ لَقَدِ ارْتَقَيْتُ يَوْمًا عَلٰى ظَهْرِ بَيْتٍ لَنَا فَرَأَيْتُ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلٰى لَبِنَتَيْنِ مُسْتَقْبِلًا بَيْتَ الْمَقْدِسِ لِحَاجَتِهِ وَقَالَ لَعَلَّكَ مِنَ الَّذِيْنَ يُصَلُّونَ عَلٰى أَوْرَاكِهِمْ فَقُلْتُ لَا أَدْرِيْ وَاللّٰهِ قَالَ مَالِكٌ يَعْنِي الَّذِيْ يُصَلِّيْ وَلَا يَرْتَفِعُ عَنِ الْأَرْضِ يَسْجُدُ وَهُوَ لَاصِقٌ بِالْأَرْضِ.

جب تو جائے ضرورت کے واسطے بیٹھے تو نہ منہ کر طرف قبلے کی اور نہ بیت المقدس کی سو عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے کہا کہ میں ایک دن اپنے گھر کی چھت پر چڑھا سو میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو بیت المقدس کی طرف منہ کیے ہوئے دو کچی اینٹوں پر جائے ضرورت پھرتے دیکھا اور عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے کہا شاید تو ان لوگوں میں سے ہے جو اپنے چوتڑوں پر نماز پڑھتے ہیں سو میں نے کہا کہ میں نہیں جانتا ہوں کہ جائے ضرورت کے وقت قبلے کی طرف منہ کرنا جائز ہے اور مالک رحمۃ اللہ علیہ نے کہا کہ ابن عمر رضی اللہ عنہما کی مراد چوتڑوں پر نماز پڑھنے سے وہ شخص ہے جو نماز پڑھے اور زمین سے نہ اونچا ہو سجدہ کرے اور وہ زمین سے ملا ہوا ہے۔

فائدہ: عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے یہ بات اپنے شاگرد واسع سے کہی تھی کہ تو جو ان لوگوں کی سنی سنائی بات پر اعتماد کر کے قبلے کی طرف منہ کر کے پائخانے پھرنے کو جائز نہیں رکھتا ہے تو معلوم ہوتا ہے کہ تو سنت سے واقف نہیں اگر تجھ کو سنت کا علم ہوتا تو ان کے قول کی طرف التفات نہ کرتا اور یہ جو کہا کہ تو شاید چوتڑ زمین پر لگا کر نماز پڑھتا ہے تو اس سے مراد ان کی یہ ہے کہ تو جاہل ہے کہ جیسے کہ وہ جاہل ہوتا ہے جو زمین سے چوتڑ لگا کر نماز پڑھے اس لیے کہ سجدہ میں سنت یہ ہے کہ اپنے چوتڑ کو زمین پر نہ لگائے یہ جو کہا کہ ان ناسا تو یہ اشارہ ہے طرف اس شخص کی جو نہی کو عام کہتا تھا کما سبق اور یہ مروی ہے ابو ایوب رضی اللہ عنہ اور ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ وغیرہ سے اور یہ جو کہا کہ جب تو اپنی حاجت پر بیٹھے تو یہ باعتبار غالب کے ہے نہیں تو اگر کھڑا ہو کر پائخانے پھرے تو اس کا بھی یہی حکم ہے اور یہ جو کہا کہ اپنے گھر پر تو ایک روایت میں آئندہ آئے گا کہ حفصہ رضی اللہ عنہا کے گھر پر یعنی اس کی بہن کے اور تطبیق یہ ہے کہ کہا جائے کہ منسوب کرنا اس کا طرف ابن عمر رضی اللہ عنہما کی بطور مجاز کے ہے اس واسطے کہ وہ اس کی بہن ہے یا اس اعتبار سے کہ ابن عمر رضی اللہ عنہما حفصہ رضی اللہ عنہا کے مرنے کے بعد اس کا وارث ہوا یعنی منسوب کیا اس کو طرف نفس اپنے کی باعتبار انجام کار کے اور یہ جو کہا کہ وہ کچی اینٹوں پر تو ایک روایت میں ہے کہ میں نے آپ کو دیکھا قضائے حاجت کرتے تھے آپ کے گرد کچی اینٹوں سے پردہ تھا اور ایک روایت میں ہے فی کنیف یعنی میں نے آپ کو پائخانہ میں دیکھا اور دور ہوا ساتھ اس

کے اعتراض اس شخص کا جو کہتا ہے مطلق جائز رکھنے والوں سے کہ احتمال ہے کہ ابن عمر رضی اللہ عنہما نے آپ کو میدان میں دیکھا ہو اور آپ کا اینٹوں پر ہونا نہیں دلالت کرتا عمارت پر واسطے اس احتمال کے کہ اس پر بیٹھے ہوں تا کہ ان کے ساتھ زمین سے اونچے ہوں اور نیز رد کرتا ہے اس احتمال کو یہ کہ ابن عمر رضی اللہ عنہما میدان میں قبلے کی طرف منہ کرنے کو منہ کرتے تھے مگر ساتھ پردے کے جیسا کہ ابوداؤد وغیرہ نے روایت کی ہے اور نہیں قصد کیا تھا ابن عمر رضی اللہ عنہما نے جھانکنا حضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر اس حالت میں اور سوائے اس کے کچھ نہیں کہ وہ تو صرف کسی ضرورت کے واسطے چھت پر چڑھے تھے تو اتفاقاً آپ کی طرف نظر پڑ گئی جیسے کہ اس سے بیہقی کی روایت میں ہے ہاں جب اسکو حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف دیکھنے کا اتفاق پڑا ایسی حالت میں بغیر قصد کے تو اس نے چاہا کہ اس کو فائدے سے خالی نہ چھوڑے پس یاد رکھا اس حکم شرعی کو اور گویا کہ ابن عمر رضی اللہ عنہما نے آپ کو پیٹھ کی طرف سے دیکھا تھا کہ جائز ہو واسطے اس کے تامل کیفیت مذکور کا بغیر محذور کے اور دلالت کی اس نے اوپر سخت ہونے حرص اس صحابی کے اوپر تلاش کرنے حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے حالات کے تا کہ ان کی پیروی کرے اور یہ جو ابن عمر رضی اللہ عنہما نے کہا کہ شاید تو ان لوگوں میں سے ہے جو چوتڑوں پر نماز پڑھتے ہیں تو اس قول کی مناسبت یہاں مشکل ہے تو بعض کہتے ہیں کہ احتمال ہے کہ مراد ان کی ساتھ اس کے یہ ہو کہ جس کو اس نے خطاب کیا تھا وہ سنت کو نہیں جانتا اس واسطے کہ اگر سنت کو پہچانتا ہوتا تو البتہ جانتا فرق کو درمیان میدان کے اور اس کے غیر کے یا فرق کو درمیان خانے کعبے کے اور بیت المقدس کے اور یہ جواب کرمانی کا ہے اور نہیں پوشیدہ ہے جو اس میں تکلف ہے اور جو چیز کہ ظاہر ہوتی ہے مناسبت میں وہ چیز ہے جس پر مسلم کی حدیث دلالت کرتی ہے پس اس کے اول میں نزدیک اس کے واسع ہے کہ میں مسجد میں نماز پڑھتا تھا تو ناگہاں میں نے دیکھا کہ عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیٹھے ہیں پھر جب میں نے اپنی نماز ادا کی تو میں اس کی طرف پھرا پس کہا عبداللہ رضی اللہ عنہ نے کہ بعض لوگ کہتے ہیں پھر ذکر کی ساری حدیث سو گویا کہ ابن عمر رضی اللہ عنہما نے دیکھی اس سے سجدے کی حالت میں کوئی چیز جس کو تحقیق نہ کیا پس پوچھا اس سے ساتھ عبارت مذکورہ کے علاوہ ازیں نہیں منع ہے ظاہر کرنا مناسبت کا درمیان دونوں مسئلوں کے اور یہ کہ ایک کو دوسرے کے ساتھ تعلق ہے بایں طور کے کہا جائے کہ شاید جو سجدے کی حالت میں چوتڑوں کو پیٹ کے ساتھ ملاتا تھا وہ گمان کرتا تھا کہ اپنی شرمگاہ کے ساتھ قبلے کی طرف منہ کرنا ہر حال میں منع ہے کما قدمنا یعنی تو سجدے کی حالت میں اسی واسطے اپنے چوتڑوں کو پیٹ سے ملاتا تھا کہ اس حالت میں بھی شرمگاہ کا قبلے کے سامنے ہونا لازم نہ آئے اور اصول نماز کے چار ہیں قیام اور رکوع اور سجود اور قعود اور جوڑنا شرمگاہ کا بیچ ان کے دونوں چوتڑوں میں ممکن ہے مگر جب سجدے میں ایک چوتڑ کو دوسرے سے دور رکھے سو اس نے دیکھا کہ چوتڑوں کے ملانے میں ساتھ پیٹ کے جوڑتا ہے واسطے فرج کے یعنی تا کہ کمال پردہ ہو پس کیا اس کو بطور بدعت کے اور سنت اس کے برخلاف ہے اور پردہ ہونا ساتھ کپڑوں کے کافی ہے بیچ اس کے جیسے کہ دیوار کافی ہے بیچ ہونے اس کے کی پردہ حائل درمیان قبلے

اور شرمگاہ کے اگر ہم کہیں کہ سبب نہی کا منہ کرنا ہے ساتھ شرمگاہ پس جب حدیث بیان کی ابن عمر رضی اللہ عنہما نے تابعی کو ساتھ حکم اول کے تو اشارہ کیا واسطے اس کے طرف حکم دوسرے کی واسطے تنبیہ کرنے کے اس چیز پر کہ گمان کیا اس کو ابن عمر رضی اللہ عنہما نے اس سے اس نماز میں جو اس کو پڑھتے دیکھا تھا اور یہ جو کہا واسع نے کہ میں نہیں جانتا تو یہ دلالت کرتا ہے اس پر کہ نہیں معلوم ہے اس کو کچھ اس چیز سے کہ گمان کیا اس کو ساتھ اس کے۔ (فتح)

بَابُ خُرُوْجِ النِّسَآءِ إِلَى الْبَرَازِ. باب ہے بیان میں نکلنے عورتوں کی طرف پائخانہ کی۔

فائدہ: براز ساتھ زبر ب کی میدان فراخ کو کہتے ہیں اور ساتھ زیر کے پائخانہ کو۔

١٤٣ - حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ بُكَيْرٍ قَالَ حَدَّثَنَا اللَّيْثُ قَالَ حَدَّثَنِي عُقَيْلٌ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ عَنْ عُرْوَةَ عَنْ عَائِشَةَ أَنَّ أَزْوَاجَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كُنَّ يَخْرُجْنَ بِاللَّيْلِ إِذَا تَبَرَّزْنَ إِلَى الْمَنَاصِعِ وَهُوَ صَعِيْدٌ أَفْيَحُ فَكَانَ عُمَرُ يَقُوْلُ لِلنَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ احْجُبْ نِسَآءَكَ فَلَمْ يَكُنْ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَفْعَلُ فَخَرَجَتْ سَوْدَةُ بِنْتُ زَمْعَةَ زَوْجُ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَيْلَةً مِنَ اللَّيَالِي عِشَآءً وَكَانَتِ امْرَأَةً طَوِيْلَةً فَنَادَاهَا عُمَرُ أَلَا قَدْ عَرَفْنَاكِ يَا سَوْدَةُ حِرْصًا عَلَى أَنْ يَّنْزِلَ الْحِجَابُ فَأَنْزَلَ اللّٰهُ اٰيَةَ الْحِجَابِ.

١٤٣۔ عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی بیویاں جب فراخ میدان کی طرف پائخانہ کو جاتیں تو رات کو نکلا کرتی تھیں اور عمر رضی اللہ عنہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو کہتے تھے کہ آپ اپنی بیویوں کو پردہ کراؤ سو حضرت صلی اللہ علیہ وسلم پردہ نہیں کراتے تھے سو سودہ زمعہ کی بیٹی (جو نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی بیوی تھی) ایک رات عشاء کے وقت نکلی اور تھی لمبی قد کی۔ پس عمر رضی اللہ عنہ نے اس کو پکارا کہ خبردار ہو اے سودہ ہم نے تجھ کو پہچان لیا ہے واسطے حرص کرنے کے پردہ اترے سو اللہ نے حجاب کو اتارا۔

فائدہ: حضرت صلی اللہ علیہ وسلم اس واسطے پردہ نہیں کراتے تھے کہ آپ امور شرعیہ میں وحی کی انتظاری کرتے تھے سو جب وحی نازل ہوئی تو حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے پردہ کرایا مگر رات کو جائے ضرور کے واسطے میدان کی طرف نکلنا حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی بی بیوں کو بعد اترنے پردہ کے بھی جائز رہا اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی یہ غرض تھی کہ ان کا رات کو نکلنا بھی بند ہو جائے پائخانہ کے واسطے بھی نہ نکلیں سو اللہ تعالیٰ نے اُن کے اس خیال کے موافق حکم نہ اتارا بلکہ ان کو رات کے وقت جائے ضرور کے واسطے میدان کی طرف نکلنے کی اجازت دے دی اس سے معلوم ہوا کہ پردہ والی عورتیں اگر رات کو پائخانہ کے واسطے باہر میدان کی طرف نکلیں تو جائز ہے اور امت کی عورتوں کے پردہ کا حکم کسی حدیث صریح صحیح سے ثابت نہیں ہوا

لیکن بہر حال پردہ اُن کے حق میں بہتر ہے خاص کر اس زمانہ میں کہ عورتوں سے حیا اور شرم جاتا رہا ہے اور فتنہ کا بہت خوف ہے ایسی حالت میں تو پردہ کرنے میں نہایت ہی احتیاط ہے اور یہ جو کہا کہ اپنی بی بیوں کو پردہ کراؤ تو اس کے معنی یہ ہیں کہ ان کو گھروں سے نکلنے سے منع کرو اس دلیل سے کہ عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے بعد نازل ہونے آیت حجاب کے کہا سودہ رضی اللہ عنہا کو جو کچھ کہ کہا جیسے کہ عنقریب آتا ہے اور احتمال ہے کہ اول اس کی یہ مراد ہو کہ ان کو منہ ڈھانکنے کا حکم ہو پس جب واقع ہوا حکم موافق ان کی مراد کے تو پھر یہ چاہا کہ ان کے بدن بھی پردے میں ہوں واسطے مبالغے کے ستر میں تو نہ حاصل ہوئی مراد ان کی واسطے ضرورت کے اور یہ دونوں احتمال سے ظاہر تر ہے اور پردے کی آیت کا اترنا عمر رضی اللہ عنہ کے موافقات سے گنا جاتا تھا اور بنا بر اس کے پس تھے واسطے اُن کے بیچ پردہ کرنے کے نزدیک قضا حاجت کے کئی حالات اول حال اندھیرے میں تھے اس واسطے کہ وہ قضائے حاجت کے واسطے فقط رات کو نکلتی تھیں دن کو باہر نہیں نکلتی تھیں جیسا کہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے اس حدیث میں کہا کہ رات کو نکلا کرتی تھیں پھر حجاب کی آیت اتری تو انہوں نے کپڑوں سے پردہ کیا لیکن ان کے بدن اکثر اوقات جدا جدا معلوم ہوتے تھے اور بدنوں سے پہچانی جاتی تھیں اسی واسطے عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے دوسری بار آیت اترنے کے بعد سودہ رضی اللہ عنہا سے کہا کہ قسم ہے اللہ کی تم ہم پر پوشیدہ نہیں ہو پھر اس کے بعد گھروں میں پائخانے بنائے گئے تو اُن کے ساتھ پردے میں ہوئیں جیسا کہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے افک کے قصے میں کہا کہ یہ پائخانوں کے بنانے سے پہلے تھا اور افک کا قصہ حجاب کی آیت کے نازل ہونے سے پہلے تھا اور یہ جو کہا کہ پھر اللہ نے حجاب کو اتارا تو مراد اس سے یہ آیت ہے ﴿ يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَدْخُلُوْا بُيُوْتَ النَّبِيِّ ﴾ الآیۃ اور اس کے شان نزول میں اختلاف ہے اور تطبیق یہ ہے کہ اس کے اترنے کی کئی سبب ہیں۔ (فتح)

حَدَّثَنَا زَكَرِيَّاءُ قَالَ حَدَّثَنَا أَبُو أُسَامَةَ عَنْ هِشَامِ بْنِ عُرْوَةَ عَنْ أَبِيهِ عَنْ عَائِشَةَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ قَدْ أُذِنَ أَنْ تَخْرُجْنَ فِي حَاجَتِكُنَّ قَالَ هِشَامٌ يَعْنِي الْبَرَازَ.

عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ بے شک اللہ نے تم کو پائخانہ کے واسطے نکلنے کی اجازت دی ہشام نے کہا کہ حاجت سے مراد جائے ضرور ہے۔

فائدہ: یہ حدیث مفصل تفسیر میں آئے گی اور اس کا حاصل یہ ہے کہ حجاب اترنے کے بعد حضرت سودہ رضی اللہ عنہا اپنی حاجت کے واسطے باہر نکلیں اور ان کا بدن بڑا تھا تو عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے ان کو دیکھا پس کہا اے سودہ تم ہم پر پوشیدہ نہیں ہو پس دیکھو کیسے نکلتی ہو تو وہ پھریں اور حضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے شکایت کی اور آپ رات کا کھانا کھاتے تھے سو آپ کو وحی ہوئی پھر آپ نے فرمایا کہ تم کو اجازت ہوئی کہ تم قضائے حاجت کے واسطے باہر نکلو۔ ابن بطال نے کہا کہ فقہ اس حدیث کی یہ ہے کہ جائز ہے واسطے عورتوں کے تصرف کرنا اس چیز میں کہ ان کو اس کی حاجت ہے اپنی بھلائیوں سے اور اس میں مراجعت ادنیٰ کی ہے واسطے اعلیٰ کے اس چیز میں کہ ظاہر ہو اس کے واسطے کہ وہ ٹھیک ہے اور جس

جگہ عیب جوئی مقصود نہ ہو اور اس میں فضیلت ہے واسطے عمر رضی اللہ عنہ کے اور یہ کہ جائز ہے مردوں کو کلام کرنا ساتھ عورتوں کے راہوں میں واسطے ضرورت کے اور جائز ہے سختی کرنی کلام میں واسطے اس شخص کے کہ خیر کا قصد رکھتا ہو اور یہ کہ جائز ہے واسطے مرد کے یہ کہ وعظ کرے اپنی ماں کو دین میں اس واسطے کہ سودہ رضی اللہ عنہا مسلمانوں کی ماؤں میں سے ہے اور یہ کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم تھے انتظار کرتے وحی کی شرع کے کاموں میں اس واسطے کہ نہیں حکم کیا ان کو ساتھ حجاب کے باوجود ظاہر ہونے حاجت کے طرف اس کی یہاں تک کہ آیت اتری اور اسی طرح اجازت آپ کی واسطے اُن کے ساتھ باہر نکلنے کے۔ (فتح)

بَابُ التَّبَرُّزِ فِي الْبُيُوْتِ. گھروں میں پاخانہ پھرنے کا بیان۔

فائدہ: مراد بخاری کی ساتھ اس باب کے یہ ہے کہ اشارہ کرے طرف اس کی کہ نکلنا عورتوں کا واسطے پائخانے کی ہمیشہ نہیں رہا بلکہ اس کے بعد گھروں میں پائخانے بنائے گئے تو باہر نکلنے سے بے پرواہ ہوئیں مگر واسطے ضرورت کے۔ (فتح)

١٤٤ ـ حَدَّثَنَا إِبْرَاهِيْمُ بْنُ الْمُنْذِرِ قَالَ حَدَّثَنَا أَنَسُ بْنُ عِيَاضٍ عَنْ عُبَيْدِ اللّٰهِ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ يَحْيٰى بْنِ حَبَّانَ عَنْ وَاسِعِ بْنِ حَبَّانَ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عُمَرَ قَالَ ارْتَقَيْتُ فَوْقَ ظَهْرِ بَيْتِ حَفْصَةَ لِبَعْضِ حَاجَتِيْ فَرَأَيْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقْضِيْ حَاجَتَهٗ مُسْتَدْبِرَ الْقِبْلَةِ مُسْتَقْبِلَ الشَّامِ.

۱۴۴۔ عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے اس نے کہا کہ میں اپنی کسی حاجت کے واسطے حفصہ رضی اللہ عنہا کے گھر کی چھت پر چڑھا سو میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو قبلے کی طرف پیٹھ دیے ہوئے شام کی طرف منہ کیے ہوئے پائخانہ پھرتے دیکھا۔

١٤٥ ـ حَدَّثَنَا يَعْقُوْبُ بْنُ إِبْرَاهِيْمَ قَالَ حَدَّثَنَا يَزِيْدُ بْنُ هَارُوْنَ قَالَ أَخْبَرَنَا يَحْيٰى عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ يَحْيٰى بْنِ حَبَّانَ أَنَّ عَمَّهٗ وَاسِعَ بْنَ حَبَّانَ أَخْبَرَهٗ أَنَّ عَبْدَ اللّٰهِ بْنَ عُمَرَ أَخْبَرَهٗ قَالَ لَقَدْ ظَهَرْتُ ذَاتَ يَوْمٍ عَلٰى ظَهْرِ بَيْتِنَا فَرَأَيْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَاعِدًا عَلٰى لَبِنَتَيْنِ مُسْتَقْبِلَ بَيْتِ الْمَقْدِسِ.

۱۴۵۔ عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ میں ایک دن اپنے گھر کی چھت پر چڑھا سو میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو بیت المقدس کی طرف منہ کر کے دو اینٹوں پر بیٹھے ہوئے دیکھا۔

فائدہ: اس حدیث سے معلوم ہوا کہ گھر میں پائخانہ پھرنا جائز ہے۔

بَابُ الْاِسْتِنْجَآءِ بِالْمَآءِ. پانی کے ساتھ استنجاء کرنے کا بیان۔

فائدہ: مراد بخاری رحمہ اللہ کی ساتھ اس باب کے رد کرنا ہے اس شخص پر جو اس کو مکروہ کہتا ہے اور اس پر جو نفی کرتا ہے واقع ہونے اس کے کی حضرت ﷺ سے اور تحقیق روایت کیا ہے ابن ابی شیبہ نے حذیفہ بن یمان رضی اللہ عنہ سے ساتھ صحیح سندوں کے کہ کسی نے اس سے پانی کے ساتھ استنجاء کرنے کا حکم پوچھا تو اس نے کہا کہ اس وقت ہمیشہ میرے ہاتھ میں گندگی رہے گی اور ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ وہ پانی کے ساتھ استنجاء نہیں کرتے تھے اور ابن زبیر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ہم یہ کام نہیں کرتے تھے اور مالک رحمہ اللہ سے منقول ہے کہ اس نے کہا کہ حضرت ﷺ نے پانی کے ساتھ استنجاء نہیں کیا اور ابن حبیب مالکی سے روایت ہے کہ اس نے پانی کے ساتھ استنجاء کرنے سے منع کیا اس واسطے کہ وہ کھانے کی چیز ہے۔ (فتح)

١٤٦ ۔ حَدَّثَنَا أَبُو الْوَلِيْدِ هِشَامُ بْنُ عَبْدِ الْمَلِكِ قَالَ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنْ أَبِيْ مُعَاذٍ وَاسْمُهُ عَطَآءُ بْنُ أَبِيْ مَيْمُوْنَةَ قَالَ سَمِعْتُ أَنَسَ بْنَ مَالِكٍ يَقُوْلُ كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا خَرَجَ لِحَاجَتِهِ أَجِيْءُ أَنَا وَغُلَامٌ مَعَنَا إِدَاوَةٌ مِّنْ مَّآءٍ يَعْنِيْ يَسْتَنْجِيْ بِهِ.

۱۴۶۔ انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی ﷺ جب جائے ضرور کے واسطے نکلتے یعنی میدان میں تو میں اور ایک لڑکا اپنے ساتھ پانی کی چھاگل لے آتے یعنی حضرت ﷺ اس کے ساتھ استنجاء کرتے۔

فائدہ: اس حدیث سے معلوم ہوا کہ پانی کے ساتھ استنجاء کرنا چاہیے ایک روایت میں ہے کہ حضرت ﷺ پانی کے ساتھ استنجاء کرتے تھے اور ایک روایت میں ہے کہ میں اور ایک لڑکا پانی کا برتن لے جاتے تھے اس سے حضرت ﷺ استنجاء کرتے تھے اور ایک روایت میں ہے کہ انس رضی اللہ عنہ نے کہا کہ حضرت ﷺ ہم پر نکلے اور حالانکہ آپ نے پانی کے ساتھ استنجاء کیا تھا اور تحقیق ظاہر ہوا ساتھ ان روایتوں کے کہ استنجے کی حکایت انس رضی اللہ عنہ کے قول سے ہے جو اس حدیث کے راوی ہیں پس اس میں رد ہے اصیلی پر جس جگہ اس نے تعاقب کیا ہے بخاری رحمہ اللہ پر بیچ استدلال کرنے اس کے کی ساتھ اس حدیث کے اوپر استنجاء کرنے کے ساتھ پانی کے کہا اس نے اس واسطے کہ قول اس کا یَسْتَنْجِيْ بِالْمَآءِ انس رضی اللہ عنہ کے قول سے نہیں بلکہ ابوالولید کے قول سے ہے جو تلے کے راویوں میں سے ہے اور کہا احتمال ہے کہ یہ پانی آپ کے وضو کے واسطے ہو اور تحقیق باطل ہو گیا یہ احتمال ساتھ ان روایتوں کے جن کو ہم نے ذکر کیا اور اسی طرح رد ہے اس شخص پر جو گمان کرتا ہے کہ قول اس کا یَسْتَنْجِيْ بِالْمَآءِ مدرج ہے عطا راوی کے قول سے اور تحقیق بیان کیا ہم نے کہ یہ انس رضی اللہ عنہ کے قول سے ہے۔ (فتح)

بَابُ مَنْ حُمِلَ مَعَهُ الْمَآءُ لِطُهُوْرِهٖ وَقَالَ باب ہے بیان میں اس شخص کے کہ اٹھایا جائے ساتھ

أَبُو الدَّرْدَآءِ أَلَيْسَ فِيكُمْ صَاحِبُ النَّعْلَيْنِ وَالطَّهُوْرِ وَالْوِسَادِ.

اس کے پانی تا کہ اس کے ساتھ پاک ہو یعنی ایک شخص کے استنجاء وغیرہ کے واسطے اس کے ساتھ پانی اٹھا کر لے جانا جائز ہے اور ابوالدرداء نے کہا کہ کیا تم میں صاحب دو جوتوں کا اور پانی کا اور تکیہ کا نہیں۔

فائدہ: یہ بات ابوالدرداء رضی اللہ عنہ نے عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کے حق میں فرمائی کہ وہ ہمیشہ اپنے ہاتھ سے حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو جوتا پہنایا کرتے تھے اور پانی کی ایک چھاگل بھی ہمیشہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ اٹھائے رہتے تھے اور تکیہ بھی اس سے معلوم ہوا کہ اگر کسی عالم کے واسطے کوئی شاگرد یا خادم لوٹا پانی کا اپنے ساتھ اٹھا لے تو جائز ہے اور صاحب جوتے کے درحقیقت حضرت صلی اللہ علیہ وسلم تھے اور ابن مسعود رضی اللہ عنہ کو صاحب جوتے کا بطور مجاز کے کہا گیا اور غلام کے لفظ کبھی بڑے آدمی پر بھی بولے جاتے ہیں بطور مجاز کے۔

١٤٧ ۔ حَدَّثَنَا سُلَيْمَانُ بْنُ حَرْبٍ قَالَ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنْ أَبِي مُعَاذٍ هُوَ عَطَآءُ بْنُ أَبِي مَيْمُوْنَةَ قَالَ سَمِعْتُ أَنَسًا يَقُوْلُ كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا خَرَجَ لِحَاجَتِهٖ تَبِعْتُهٗ أَنَا وَغُلَامٌ مِّنَّا مَعَنَا إِدَاوَةٌ مِّنْ مَّآءٍ.

۱۴۷۔ انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم جب پائخانے کے واسطے نکلتے تو میں اور ایک لڑکا ہمارا پانی کی ایک چھاگل اپنے ساتھ اٹھا کر ان کے پیچھے جاتے۔

بَابُ حَمْلِ الْعَنَزَةِ مَعَ الْمَآءِ فِي الْاِسْتِنْجَآءِ.

استنجے کے پانی کے ساتھ برچھی کا اٹھانا۔

١٤٨ ۔ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ قَالَ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ جَعْفَرٍ قَالَ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنْ عَطَآءِ بْنِ أَبِي مَيْمُوْنَةَ سَمِعَ أَنَسَ بْنَ مَالِكٍ يَقُوْلُ كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَدْخُلُ الْخَلَاءَ فَأَحْمِلُ أَنَا وَغُلَامٌ إِدَاوَةً مِّنْ مَّآءٍ وَعَنَزَةً يَسْتَنْجِيْ بِالْمَآءِ تَابَعَهُ النَّضْرُ وَشَاذَانُ عَنْ شُعْبَةَ الْعَنَزَةُ عَصًا عَلَيْهِ زُجٌّ.

۱۴۸۔ انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پائخانہ میں داخل ہوتے سو میں اور ایک لڑکا پانی کی چھاگل اور برچھی اٹھا لیتے حضرت صلی اللہ علیہ وسلم پانی سے استنجاء کرتے۔ شعبہ رحمۃ اللہ علیہ نے کہا کہ عنزہ اس لاٹھی کو کہتے ہیں جس کے سر پر نوکدار لوہا لگا ہو۔

فائدہ: لڑکے سے مراد یہاں ان حدیثوں میں ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے ہے یا بلال رضی اللہ عنہ اور عادت شریف جناب پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کی یہ تھی کہ خادم برچھی حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ رکھتے تھے تا پیشاب کے لیے زمین نرم کرلیں یا ڈھیلے زمین سے اکھاڑلیں یا کچھ اور ضرورت پیش آئے تو اس میں کام آئے یہ جو کہا کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم پائخانے میں داخل ہوتے تو مراد پائخانے سے وہ پائخانہ نہیں جو بنا ہوا ہو بلکہ مراد اس سے میدان ہے واسطے قول اس کے کی کہ دوسری روایت میں ہے کَانَ اِذَا خَرَجَ لِحَاجَتِہٖ یعنی جب قضائے حاجت کے واسطے باہر نکلتے تھے اور اس قرینے سے کہ پانی کے ساتھ برچھی اٹھائی جاتی تھی پس تحقیق نماز طرف برچھی کے سوائے اس کے کچھ نہیں کہ ہوتی ہے جس جگہ کہ اس کے سوا کوئی اور سترہ نہ ہو اور نیز پس جو پائخانے کہ گھروں میں تھے تو تھی خدمت آپ کی ان میں متعلق ساتھ گھر والوں کے اور بعض نے بخاری رحمۃ اللہ علیہ کے باب باندھنے سے یہ سمجھا ہے کہ برچھی آپ کے ساتھ اس واسطے اٹھائی جاتی تھی کہ تا کہ آپ پردہ کریں ساتھ اس کے واسطے پائخانہ بیٹھنے کے اور اس میں نظر ہے اس واسطے کہ ضابطہ سترے کا اس امر میں وہ چیز ہے جو نیچے بدن کو چھپائے اور برچھی چھپا نہیں سکتی ہاں احتمال ہے کہ اس کو اپنے آگے گاڑ کر اس پر کپڑا رکھتے ہوں جو چھپانے والا ہو یا اس کو اپنے پہلو میں ایک طرف گاڑتے ہوں تا کہ ہو اشارہ طرف منع کرنے اس شخص کے جو آپ کے نزدیک سے گزرنے کا قصد کرے یا احتمال ہے کہ سخت زمین کو کھودنے کے واسطے ہو یا واسطے منع کرنے اس چیز کے کہ پیش آئے آپ کو کاٹنے والے جانوروں سے اس واسطے کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم قضائے حاجت کے واسطے بہت دور جایا کرتے تھے یا اس واسطے اٹھایا جاتا تھا کہ جب استنجاء کرتے تھے تو وضو کرتے اور جب وضو کرتے تھے تو نماز پڑھتے تھے اور یہ وجہ سب وجھوں سے ظاہر تر ہے اور آگے آئے گا باب باندھنا اوپر برچھی کے بیچ سترے نمازی کے نماز میں اور استدلال کیا ہے بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے ساتھ اس حدیث کے اوپر دھونے پیشاب کے کماسیاتی اور اس میں جواز خدمت لینے کا ہے یعنی جائز ہے خدمت لینی آزاد مردوں سے خاص کر جب کہ معین کی گئی ہوں واسطے اس کے تا کہ حاصل ہو واسطے ان کے عادت تواضع کی اور اس سے معلوم ہوا کہ عالم کی خدمت میں بزرگی ہے اس واسطے کہ ابو درداء رضی اللہ عنہ نے ابن مسعود رضی اللہ عنہ کی اس وجہ سے مدح کی اور اس میں حجت ہے ابن حبیب مالکی پر جس جگہ کہ منع کیا ہے اس نے پانی کے ساتھ استنجاء کرنے کو اس واسطے کہ وہ کھانے کی چیز ہے اس واسطے کہ مدینے کا پانی میٹھا تھا۔ (فتح)

بَابُ النَّهْيِ عَنِ الْاِسْتِنْجَآءِ بِالْيَمِيْنِ.

باب ہے بیان میں اس کے کہ داہنے ہاتھ سے استنجاء کرنا منع ہے۔

فائدہ: اور تعبیر کی ساتھ نہی کے واسطے اشارت کی طرف اس کی کہ نہیں ظاہر ہوئی واسطے اس کے کوئی بات کہ وہ حرام ہونے کے واسطے یا تنزیہ کے واسطے یا نہیں ظاہر ہوا واسطے اس کے قرینہ جو پھیرنے والا ہو نہی کو حرام ہونے سے اور وہ یہ ہے کہ یہ ایک ادب ہے ادبوں میں سے اور جمہور کا یہ مذہب ہے کہ یہ نہی واسطے تنزیہ کے ہے اور اہل ظاہر کا یہ

مذہب ہے کہ وہ واسطے حرام کرنے کے ہے اور شافعیہ کی ایک جماعت کی کلام میں وہ چیز ہے جو مشعر ہے ساتھ اس کے لیکن نووی نے کہا کہ جو کوئی ان میں سے کہتا ہے کہ داہنے ہاتھ سے استنجاء کرنا درست نہیں تو اس کی مراد یہ ہے کہ یہ مباح نہیں جس کی دونوں طرف برابر ہو بلکہ مکروہ ہے راجح ہے ترک کرنا اس کا اور باوجود قائل ہونے کے ساتھ حرمت کے پس جس نے اس کو کیا اس نے برا کیا اور کفایت کرتا ہے اس کو اور اہل ظاہر اور بعض حنابلہ کہتے ہیں کہ نہیں کفایت کرتا استنجاء کرنا ساتھ داہنے ہاتھ کے اور یہ اختلاف اس وقت ہے جب کہ ہاتھ کے ساتھ کسی اور چیز سے استنجاء کرے مانند پانی وغیرہ کی اور لیکن فقط ہاتھ سے استنجاء کرنا بغیر کسی اور چیز کے پانی وغیرہ سے تو یہ بالاتفاق حرام ہے نہیں کفایت کرتا اور بایاں ہاتھ اس میں مانند داہنے کی ہے۔ واللہ اعلم۔

١٤٩ ـ حَدَّثَنَا مُعَاذُ بْنُ فَضَالَةَ قَالَ حَدَّثَنَا هِشَامٌ هُوَ الدَّسْتَوَآئِيُّ عَنْ يَحْيَى بْنِ أَبِيْ كَثِيْرٍ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ أَبِيْ قَتَادَةَ عَنْ أَبِيْهِ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا شَرِبَ أَحَدُكُمْ فَلَا يَتَنَفَّسْ فِي الْإِنَآءِ وَإِذَا أَتَى الْخَلَآءَ فَلَا يَمَسَّ ذَكَرَهُ بِيَمِيْنِهِ وَلَا يَتَمَسَّحْ بِيَمِيْنِهِ.

۱۴۹۔ ابو قتادہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب کوئی شخص کوئی چیز پیئے تو دم نہ لے پانی میں اور جب پائخانہ میں آئے تو نہ چھوئے اپنے ذکر کو داہنے ہاتھ سے اور نہ ڈھیلے پھونچے داہنے ہاتھ سے۔

فائدہ: پانی پینے کے وقت دم چھوڑنے کو اس واسطے منع فرمایا کہ اکثر اوقات دم لینے سے پانی میں تھوک یا کوئی اور چیز پڑ جاتی ہے اور پانی میں مل جاتی ہے پس اس کو پینے والا مکروہ جانتا ہے اور نیز یہ فعل چار پایوں کا ہے اور سنت پانی پینا اس طور سے ہے کہ تین دم میں پانی پیے جب ایک دم پی لے تو اس کو منہ سے جدا کر دے پھر دوسرے دم میں اسی طرح کرے اور یہ جو کہا کہ پانی میں دم نہ لے تو یہ نہی واسطے ادب سکھلانے کے ہے واسطے ارادہ زیادتی کے ستھرائی میں اور یہ جو کہا کہ اپنے داہنے ہاتھ سے استنجاء نہ کرے تو خطابی نے اس جگہ یہ اعتراض کیا ہے کہ ڈھیلے لینے والا جب اپنے بائیں ہاتھ سے ڈھیلا لے تو یہ مستلزم ہوگا ذکر کے چھونے کو ساتھ داہنے ہاتھ کے اور دونوں کو نہی شامل ہے پھر خطابی نے اس کا جواب دیا جس میں نظر ہے اور تحقیق تعاقب کیا ہے اس کا طیبی نے ساتھ اس کے کہ نہی ڈھیلا لینے سے ساتھ داہنے ہاتھ کے خاص ہے ساتھ دبر کے اور نہی ہاتھ لگانے سے خاص ہے ساتھ ذکر کے پس باطل ہوا اعتراض اپنی جڑھ سے لیکن یہ جو طیبی نے دعویٰ کیا ہے کہ ڈھیلا لینا دبر یعنی پیچھے کے ساتھ خاص ہے تو یہ دعویٰ اس کا مردود ہے اور چھونا اگرچہ ذکر کے ساتھ خاص ہے لیکن لاحق ہے ساتھ اس کے دبر قیاس سے اور ذکر کا جو صریح نام لیا تو اس کے واسطے کوئی مفہوم نہیں بلکہ عورت کی شرمگاہ بھی اسی طرح ہے کہ اس کو چھونا بھی عورت کے واسطے منع ہے او

رسوائے اس کے کچھ نہیں کہ خاص ذکر کو ذکر کیا اس واسطے کہ اکثر اوقات مرد ہی مخاطب ہیں اور عورتیں بھی مانند مردوں کی ہیں احکام میں مگر جو خاص ہے اور ٹھیک بات اس صورت میں جس کو خطابی نے وارد کیا ہے وہ چیز ہے جو کہی ہے امام الحرمین نے اور جو ان کے بعد ہیں مانند غزالی کی کہ وہ گزارے عضو کو اپنے بائیں ہاتھ سے اس چیز پر کہ پکڑے اس کو اپنے دائیں ہاتھ سے اس حال میں کہ داہنا ہاتھ قرار پکڑنے والا ہو نہ ہلنے والا پس نہیں گنا جاتا مرد ڈھیلے لینے والا داہنے ہاتھ سے اور نہ چھونے والا اس کو اور جس نے دعویٰ کیا کہ وہ اس حال میں اپنے داہنے ہاتھ سے ڈھیلا لینے والا ہوتا ہے تو بے شک اس نے غلطی کی بلکہ وہ تو صرف اس شخص کی مانند ہے کہ استنجے کے وقت اپنے داہنے ہاتھ سے بائیں پر پانی ڈالے۔

بَابُ لَا یُمْسِكُ ذَكَرَهٗ بِيَمِيْنِهٖ إِذَا بَالَ. باب ہے اس بیان میں کہ جب پیشاب کرے داہنے ہاتھ سے اپنے ذکر کو نہ پکڑے۔

فائدہ: اشارہ کیا ہے بخاری رحمہ اللہ نے ساتھ اس باب کے طرف اس کی کہ منع مطلق چھونے ذکر کے سے ساتھ داہنے ہاتھ کے جیسا کہ پہلے باب میں ہے محمول ہے مقید پر ساتھ حالت بول کے تو جو چیز اس کے سوا ہے وہ جائز ہوگی اور بعض عالموں نے کہا کہ وہ بھی منع ہے بطریق اولیٰ اس واسطے کہ منع کیا اس سے باوجود گمان حاجت کے اس حالت میں اور پیچھا کیا ہے اس کا ابو محمد بن ابی جمرہ نے ساتھ اس طور کے کہ گمان حاجت کا نہیں خاص ہے ساتھ حالت استنجے کے اور سوائے اس کے نہیں کہ خاص کیا گیا ہے منع ساتھ حالت بول کے اس جہت سے کہ جو کسی چیز کا ہمسایہ ہو اس کو اس کا حکم دیا جاتا ہے سو جب داہنے ہاتھ سے استنجاء منع ہوا تو ذکر کو چھونا بھی منع ہوا واسطے اکھاڑنے مادے کے جڑھ سے پھر استدلال کیا اس نے جائز ہونے پر ساتھ قول حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے واسطے طلق بن علی کے جب کہ اس نے آپ سے ذکر کے چھونے کا حکم پوچھا کہ سوا اس کے کچھ نہیں کہ وہ تیرے بدن کا ایک ٹکڑا ہے پس دلالت کی اس نے اوپر جائز ہونے کے ہر حال میں پس نکل گئی حالت بول کے ساتھ اس حدیث صحیح کے اور اس کے سوا ہر حال میں ذکر کو چھونا جائز ہوا۔ انتہی۔ اور جس حدیث کی طرف اس نے اشارہ کیا ہے وہ صحیح یا حسن ہے اور کبھی کہا جاتا ہے کہ حمل مطلق کا اوپر مقید کے عالموں کے درمیان متفق علیہ نہیں اور جو اس کا قائل ہے وہ اس میں کئی شرطیں کرتا ہے لیکن ابن دقیق العید نے تنبیہ کی ہے اس پر کہ محل اختلاف کا تو صرف اُس جگہ ہے جس جگہ حدیث کا مخرج غیر ہو اس طور سے کہ دو حدیثیں جدا جدا گنی جائیں لیکن جب مخرج ایک ہو اور اس میں اختلاف بعض راویوں کی طرف سے ہو تو لائق ہے حمل کرنا مطلق کا مقید پر بغیر خلاف کے اس واسطے کہ تقیید اس وقت ہوگی زیادتی عادل کی پس قبول ہوگی او ر یہ جو کہا کہ نہ پکڑے اپنے ذکر کو داہنے ہاتھ سے تو یہ مطابق ہے واسطے قول اس کے کی ترجمہ میں **لا یمسك** اور اسی طرح مسلم میں بھی مسک کے ساتھ تعبیر کیا ہے ہمام کی روایت میں یحییٰ سے اور استنباط کیا ہے اس سے بعض نے

منع ہونا استنجے کا اس ہاتھ سے کہ اس میں انگوٹھی ہو جس میں کہ اللہ کا نام کھدا ہوا ہو اس واسطے کہ نہی اس میں واسطے تعظیم داہنے ہاتھ کے ہے تو یہ بطریق اولیٰ منع ہوگا اور جو مالک سے نہ مکروہ ہونا مروی ہے تو تحقیق انکار کیا ہے اس سے انہوں نے جو اس کے یاروں میں سے حذاق ہیں اور بعض کہتے ہیں کہ حکمت بیچ نہی کے واسطے ہونے داہنے ہاتھ کے تیار کیا گیا واسطے کھانے کے ساتھ اس کے پس اگر اس ساتھ استنجاء کرے تو ممکن ہے کہ یاد کرے اس کو نزدیک کھانے کے پس ایذا پائے گا ساتھ اس کے۔ واللہ اعلم۔

١٥٠ ـ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ يُوْسُفَ قَالَ حَدَّثَنَا الْأَوْزَاعِيُّ عَنْ يَحْيَى بْنِ أَبِي كَثِيْرٍ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ أَبِي قَتَادَةَ عَنْ أَبِيْهِ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ إِذَا بَالَ أَحَدُكُمْ فَلَا يَأْخُذَنَّ ذَكَرَهٗ بِيَمِيْنِهٖ وَلَا يَسْتَنْجِيْ بِيَمِيْنِهٖ وَلَا يَتَنَفَّسْ فِي الْإِنَآءِ.

۱۵۰۔ ابو قتادہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب کوئی پیشاب کرے تو نہ پکڑے اپنے ذکر کو داہنے ہاتھ سے اور نہ استنجاء کرے داہنے ہاتھ سے اور نہ دم لے پانی کے برتن میں۔

بَابُ الْإِسْتِنْجَآءِ بِالْحِجَارَةِ.

پتھروں سے استنجاء کرنے کا بیان۔

فائدہ: مراد ساتھ اس ترجمہ کے رد کرنا ہے اس شخص پر جو گمان کرتا ہے کہ استنجاء خاص ہے ساتھ پانی کے اور دلالت اس پر اس کی استنفض بها سے ہے اس واسطے کہ معنی اس کے یہ ہیں کہ میں استنجاء کروں۔

١٥١ ـ حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ مُحَمَّدِ الْمَكِّيُّ قَالَ حَدَّثَنَا عَمْرُو بْنُ يَحْيَى بْنِ سَعِيْدِ بْنِ عَمْرٍو الْمَكِّيُّ عَنْ جَدِّهٖ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ اتَّبَعْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَخَرَجَ لِحَاجَتِهٖ فَكَانَ لَا يَلْتَفِتُ فَدَنَوْتُ مِنْهُ فَقَالَ ابْغِنِيْ أَحْجَارًا أَسْتَنْفِضْ بِهَا أَوْ نَحْوَهٗ وَلَا تَأْتِنِيْ بِعَظْمٍ وَلَا رَوْثٍ فَأَتَيْتُهٗ بِأَحْجَارٍ بِطَرَفِ ثِيَابِيْ فَوَضَعْتُهَا إِلٰى جَنْبِهٖ وَأَعْرَضْتُ عَنْهُ فَلَمَّا قَضٰى أَتْبَعَهٗ بِهِنَّ.

۱۵۱۔ ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ پیچھے لگا میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے اور آپ پاخانہ کو نکلے تھے اور عادت شریف آپ کی یہ تھی کہ چلتے وقت آپ ادھر ادھر نہیں دیکھتے تھے سو میں آپ سے قریب ہوا پس حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میرے لیے پتھر تلاش کر جن سے میں استنجاء کروں اور نہ لاؤ میرے پاس ہڈی اور نہ لید سو لایا میں آپ کے پاس پتھر اپنے کپڑے کے کنارے میں سو میں نے پتھروں کو حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پہلو میں رکھ دیا اور میں نے آپ سے منہ پھیر لیا سو جب حضرت صلی اللہ علیہ وسلم پاخانہ سے فارغ ہوئے تو ان کو پاخانہ کے پیچھے لگایا یعنی ان کے ساتھ استنجاء کیا۔

فائدہ: اور یہ جو کہا کہ نہ لاؤ میرے پاس ہڈی اور نہ لید تو گویا کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے خوف کیا کہ سمجھے ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ

قول آپ کے سے کہ میں استنجاء کروں کہ جو چیز اثر کو دور کرے اور پاک وصاف کرے وہ کافی ہے اور نہیں خاص ہے یہ ساتھ پتھروں کے سو تنبیہ کی ساتھ اختصار کرنے اس کے کی نہی میں اوپر ہڈی اور لید کے اس پر کہ جو چیز ان دونوں کے سوا ہے وہ کافی ہے اور اگر ہوتا استنجاء کرنا خاص ساتھ پتھروں کے جیسے کہ بعض حنابلہ اور ظاہر یہ کہتے ہیں تو نہ ہوتی واسطے خاص کرنے ان دونوں کے ساتھ نہی کے کوئی معنی اور سوائے اس کے کچھ نہیں کہ خاص کئے گئے پتھر ساتھ ذکر کے واسطے بہت ہونے وجود اس کے کی اور زیادہ کیا ہے بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے بیچ مبعث کے اس حدیث میں کہ جب حضرت صلی اللہ علیہ وسلم فارغ ہوئے تو ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے آپ سے کہا کہ کیا ہے حال ہڈی اور لید کا فرمایا کہ وہ دونوں جنوں کے کھانے میں سے ہیں اور ظاہر اس تعلیل سے خاص ہونا منع کا ہے ساتھ ان دونوں کے ہاں لاحق کی گئی ہیں ساتھ ان کے تمام وہ چیزیں جن کو آدمی کھاتے ہیں واسطے قیاس باب اولیٰ کے اور اسی طرح تعظیم والی چیزیں جیسے کہ علم کی کتابوں کے ورق ہیں اور جو کہتا ہے کہ علت نہی کی لید سے اس کا ناپاک ہونا ہے تو لاحق کیا ہے اُس نے اس کے ساتھ ہر ناپاک چیز کو اور ناپاک کرنے والی کو اور علت نہی کی ہڈی سے ہونا اس کا ہے لزوجت والی پس نہ دور کرے گی دور کرنا پورا لاحق کی ہے اس نے ساتھ اس کے وہ چیز کہ اس کے معنی میں ہے مانند کچ صاف پھسلنے والے کے اور تائید کرتی ہے اس کی جو دار قطنی نے ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ منع فرمایا حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ کہ استنجاء کیا جائے ساتھ ہڈی کے یا لید کے اور فرمایا کہ وہ دونوں چیزیں پاک نہیں کرتیں اور اس میں رد ہے اس شخص پر جو گمان کرتا ہے کہ استنجاء ان کے ساتھ کافی ہے اگرچہ منع ہے اور اس حدیث میں جواز اتباع سرداروں کا ہے اگرچہ نہ حکم کریں ساتھ اس کے اور خدمت لینا امام کا اپنی بعض رعیت سے اور منہ پھیرنا پائخانہ بیٹھنے والے سے اور مدد کرنی اوپر حاضر کرنے اس چیز کے کہ استنجاء کرے ساتھ اس کے اور تیار کرنا اس کا نزدیک اس کے تا کہ نہ محتاج ہو طرف تلاش اس کی کے بعد فراغت کے پس نہ امن میں ہو آلودہ ہونے سے۔ (فتح)

بَابُ لَا يُسْتَنْجٰى بِرَوْثٍ.

لید کے ساتھ استنجاء نہ کرنے کا بیان۔

۱۵۲ ـ حَدَّثَنَا أَبُوْ نُعَيْمٍ قَالَ حَدَّثَنَا زُهَيْرٌ عَنْ أَبِيْ إِسْحَاقَ قَالَ لَيْسَ أَبُوْ عُبَيْدَةَ ذَكَرَهُ وَلٰكِنْ عَبْدُ الرَّحْمٰنِ بْنُ الْأَسْوَدِ عَنْ أَبِيْهِ أَنَّهُ سَمِعَ عَبْدَ اللّٰهِ يَقُوْلُ أَتَى النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْغَائِطَ فَأَمَرَنِيْ أَنْ آتِيَهُ بِثَلَاثَةِ أَحْجَارٍ فَوَجَدْتُ حَجَرَيْنِ وَالْتَمَسْتُ الثَّالِثَ فَلَمْ أَجِدْهُ فَأَخَذْتُ

۱۵۲۔ عبداللہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے اس نے کہا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم پائخانہ کو آئے پس مجھ کو تین پتھر لانے کا حکم کیا سو میں نے پایا یعنی دو پتھروں کو اور تیسرے کو تلاش کیا پس میں نے نہ پایا سو میں نے لید کو پکڑا یعنی بجائے تیسرے کے سو اس کو میں آپ کے پاس لایا سو حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے دونوں پتھروں کو لے لیا اور لید کو پھینک دیا اور فرمایا کہ یہ نجاست اور پلیدی ہے۔

رَوْثَةً فَأَتَيْتُهُ بِهَا فَأَخَذَ الْحَجَرَيْنِ وَأَلْقَى الرَّوْثَةَ وَقَالَ هٰذَا رِكْسٌ وَقَالَ إِبْرَاهِيْمُ بْنُ يُوْسُفَ عَنْ أَبِيْهِ عَنْ أَبِيْ إِسْحَاقَ حَدَّثَنِيْ عَبْدُ الرَّحْمٰنِ.

فائدہ: بعض روایتوں میں آیا ہے کہ ہڈی جنوں کی خوراک ہے اور لید ان کے جانوروں کی خوراک ہے اس لیے حضرت ﷺ نے لید اور ہڈی کے ساتھ استنجاء کرنا منع فرمایا یہ جو کہا کہ میں نے نہ پایا یعنی تیسرا پتھر اور یہ جو کہا کہ تین پتھر تو اس میں عمل ہے ساتھ اس چیز کے کہ دلالت کرتی ہے اس پر نہی بیچ حدیث سلمان رضی اللہ عنہ کے حضرت ﷺ سے کہ نہ استنجاء کرے کوئی ساتھ کم کے تین پتھروں سے روایت کی یہ حدیث مسلم نے اور لیا ہے اس کو شافعی اور احمد اور اصحاب حدیث نے پس شرط کی ہے انہوں نے کہ نہ کم کرے تین سے ساتھ رعایت صاف کرنے کی اور جب تین کے ساتھ صاف نہ ہو تو زیادہ کیے جائیں یہاں تک کہ پاک ہو اور مستحب ہے اس وقت طاق لینا ڈھیلوں کا واسطے قول حضرت ﷺ کے کہ جو ڈھیلا لے تو چاہیے کہ طاق لے اور نہیں واجب واسطے زیادتی کے کہ ابو داؤد میں ہے وَمَنْ لَا فَلَا حَرَجَ یعنی جو طاق ڈھیلے نہ لے تو کچھ حرج نہیں اور ساتھ اس کے حاصل ہو گی تطبیق درمیان روایتوں کے جو اس باب میں ہیں۔ کہا خطابی نے کہ اگر مقصود فقط صاف کرنا ہوتا تو البتہ خالی ہوتا شرط ہونا عدد کا فائدے سے پس جب شرط ہوا عدد لفظ میں اور معلوم ہوا اس میں صاف کرنا معنی میں تو دلالت کی اس نے دونوں امروں کے واجب ہونے پر اور اس کی نظیر عدت ہے ساتھ اقراء کے اس واسطے کہ شرط کیا گیا ہے اس میں عدد اگرچہ تحقیق ہو پاکی رحم کی ساتھ ایک حیض کے اور ایک روایت میں اتنا زیادہ ہے کہ وہ گدھے کی لید تھی اور نقل کیا ہے تیمی نے کہ لید خاص ہے ساتھ اس چیز کے کہ ہو گھوڑے اور خچروں اور گدھوں سے اور یہ جو کہا کہ لید ڈال دی تو استدلال کیا ہے ساتھ اس کے طحاوی نے اوپر نہ شرط ہونے تین پتھروں کے کہا کہ اگر تین پتھر شرط ہوتے تو البتہ تیسرا پتھر طلب کرتے اور غافل ہوا طحاوی اس چیز سے کہ احمد نے اپنی مسند میں ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ لید پھینک دی اور کہا کہ تیسرا پتھر میرے پاس لا اور اس حدیث کے راوی ثقہ ہیں اور متابعت کی ہے معمر کی اس پر ابو شعبہ واسطی نے اور وہ ضعیف ہے روایت کیا ہے دونوں کو دارقطنی نے اور متابعت کی ہے دونوں کی عمار بن زریق نے جو ایک ہے ثقات میں سے ابو اسحاق سے اور کبھی کہا جاتا ہے کہ ابو اسحاق نے علقمہ سے نہیں سنا لیکن ثابت کیا ہے سماع اس کا واسطے اس حدیث کے اس سے کرابیسی نے اور بر تقدیر اس کے کہ مرسل ہو تو مرسل مخالفوں یعنی حنفیوں کے نزدیک حجت ہے اور جب دوسرے طریق سے قوت پائے تو ہمارے نزدیک بھی حجت ہے اور طحاوی کے استدلال میں پھر بھی نظر ہے اس واسطے کہ احتمال ہے کہ کفایت کی ہو ساتھ پہلے حکم کے بیچ طلب کرنے تین کے پس نہ دوبارہ حکم کیا ساتھ طلب کرنے

تیسرے کے یا کفایت کی ہو ساتھ کنارے ایک کے دونوں میں سے بعوض تیسرے کے اس واسطے کہ مقصود ساتھ تین کے یہ ہے کہ ان کے ساتھ تین بار پونچھے اور تین بار پونچھنا حاصل ہے اگر چہ ایک ہی ہو اور دلیل اس کے صحیح ہونے پر یہ ہے کہ اگر پتھر کی ایک طرف کے ساتھ محل کو پونچھے اور اس کو پھینک دے اور پھر دوسرا شخص آئے اور اس کے دوسری طرف کے ساتھ پونچھے تو البتہ دونوں کفایت کرتا ہے بغیر خلاف کے اور کہا ابو الحسن بن قصار مالکی نے کہ روایت ہے کہ وہ پتھر لائے لیکن صحیح نہیں ہوا اور اگر صحیح ہو تو استدلال ساتھ اس کے واسطے اس شخص کے کہ نہیں شرط کرتا تین کو قائم ہے اس واسطے کہ اقتصار کیا آپ نے دونوں جگہوں میں یعنی آگے میں اور پیچھے میں تین پر پس حاصل ہوئی واسطے ہر ایک کے دونوں میں سے کم تین سے، انتہی۔ اور اس میں بھی نظر ہے اس واسطے کہ زیادتی ثابت ہے جیسے کہ ہم نے پہلے بیان کیا پھر احتمال ہے کہ نہ نکلی ہو کوئی چیز مگر ایک ہی راہ سے اور بر تقدیر اس کے کہ دونوں سے نکلی ہو تو احتمال ہے کہ کفایت کی واسطے آگے کے ساتھ پونچھنے کے زمین پر اور واسطے پیچھے کے ساتھ تین پتھروں کے یا مسح کیا ہو دونوں پتھروں کی دونوں طرف سے اور لیکن استدلال کرنا ان کا اوپر نہ شرط ہونے عدد کے ساتھ قیاس کے اوپر مسح سر کے پس فاسد اعتبار ہے اس واسطے کہ وہ صریح نص کے مقابلے میں ہے جیسا کہ پہلے ذکر کیا ہے ہم نے حدیث ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ اور سلمان کی سے۔ (فتح)

بَابُ الْوُضُوْءِ مَرَّةً مَرَّةً.

ایک ایک بار وضو کرنے کا بیان۔

فائدہ: یعنی ہر ایک جوڑ کو ایک ایک بار دھونا اور حدیث باب کی مجمل ہے کما تقدم بیانہ۔

١٥٣ ـ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ يُوْسُفَ قَالَ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ عَنْ زَيْدِ بْنِ أَسْلَمَ عَنْ عَطَاءِ بْنِ يَسَارٍ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ تَوَضَّأَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَرَّةً مَرَّةً.

۱۵۳۔ زید رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے وضو کیا ایک ایک بار۔

بَابُ الْوُضُوْءِ مَرَّتَيْنِ مَرَّتَيْنِ.

دو دو بار وضو کرنے کا بیان (یعنی ہر ایک جوڑ کو دو دو بار دھونا)۔

١٥٤ ـ حَدَّثَنَا حُسَيْنُ بْنُ عِيْسٰى قَالَ حَدَّثَنَا يُوْنُسُ بْنُ مُحَمَّدٍ قَالَ حَدَّثَنَا فُلَيْحُ بْنُ سُلَيْمَانَ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ أَبِيْ بَكْرِ بْنِ عَمْرِو بْنِ حَزْمٍ عَنْ عَبَّادِ بْنِ تَمِيْمٍ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ زَيْدٍ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ

۱۵۴۔ عبداللہ بن زید رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے دو دو بار وضو کیا۔

وَسَلَّمَ تَوَضَّأَ مَرَّتَيْنِ مَرَّتَيْنِ.

فائدہ: یہ حدیث اس کی مختصر جو حدیث مشہور حضرت ﷺ کے وضو کی تعریف میں ہے جیسا کہ آئندہ آئے گا مالک وغیرہ کی حدیث سے لیکن نہیں ہے ذکر اس میں دو بار دھونے کا مگر دونوں ہاتھ میں کہنیوں تک ہاں روایت کیا ہے نسائی نے عبداللہ بن زید رضی اللہ عنہ سے دو دو بار دھونا دونوں ہاتھ پاؤں کا اور مسح کرنا سر کا اور تین بار منہ دھونا لیکن روایت مذکور میں نظر ہے کہ ہم اس کے بعد اس کی طرف اشارہ کریں گے اور بنا بر اس کے پس حدیث عبداللہ بن زید رضی اللہ عنہ کا حق یہ ہے کہ باب باندھا جائے واسطے اس کے غسل بعض اعضاء کا ایک بار اور بعض کا دو بار اور بعض کا تین بار اور تحقیق روایت کی ہے ابوداؤد اور ترمذی وغیرہ نے ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کی حدیث سے کہ حضرت ﷺ دو دو بار وضو کیا اور یہ شاہد قوی ہے واسطے حدیث باب کے پس احتمال ہے کہ ہو یہ حدیث اس کی مجمل سوائے حدیث مالک کے جو مبین ہے واسطے مختلف ہونے مخرج اس کے۔ (فتح)

بَابُ الْوُضُوْءِ ثَلَاثًا ثَلَاثًا.

تین تین بار وضو کرنے کا بیان (یعنی ہر ایک جوڑ کو تین تین بار دھونا)۔

۱۵۵ ۔ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْعَزِيْزِ بْنُ عَبْدِ اللهِ الْأُوَيْسِيُّ قَالَ حَدَّثَنِيْ إِبْرَاهِيْمُ بْنُ سَعْدٍ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ أَنَّ عَطَآءَ بْنَ يَزِيْدَ أَخْبَرَهُ أَنَّ حُمْرَانَ مَوْلٰى عُثْمَانَ أَخْبَرَهُ أَنَّهُ رَأٰى عُثْمَانَ بْنَ عَفَّانَ دَعَا بِإِنَآءٍ فَأَفْرَغَ عَلٰى كَفَّيْهِ ثَلَاثَ مِرَارٍ فَغَسَلَهُمَا ثُمَّ أَدْخَلَ يَمِيْنَهُ فِي الْإِنَآءِ فَمَضْمَضَ وَاسْتَنْشَقَ ثُمَّ غَسَلَ وَجْهَهُ ثَلَاثًا وَيَدَيْهِ إِلَى الْمِرْفَقَيْنِ ثَلَاثَ مِرَارٍ ثُمَّ مَسَحَ بِرَأْسِهِ ثُمَّ غَسَلَ رِجْلَيْهِ ثَلَاثَ مِرَارٍ إِلَى الْكَعْبَيْنِ ثُمَّ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ تَوَضَّأَ نَحْوَ وُضُوْئِيْ هٰذَا ثُمَّ صَلّٰى رَكْعَتَيْنِ لَا يُحَدِّثُ فِيْهِمَا نَفْسَهُ غُفِرَ لَهُ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِهِ عَنْ إِبْرَاهِيْمَ قَالَ قَالَ صَالِحُ بْنُ كَيْسَانَ

۱۵۵۔ حمران سے روایت ہے کہ اس نے عثمان رضی اللہ عنہ کو دیکھا کہ اس نے پانی کا برتن منگوایا سو اپنے ہاتھوں پر تین بار پانی ڈالا سو ان کو دھویا پھر اپنے داہنے ہاتھ کو پانی میں داخل کیا پس کلی کی اور ناک کو جھاڑا پھر دھویا منہ اپنے کو تین بار اور اپنے دونوں ہاتھوں کو کہنیوں تک تین بار پھر اپنے سر کو مسح کیا پھر دھویا اپنے دونوں پاؤں کو تین بار ٹخنوں تک پھر اس نے کہا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ جو شخص وضو کرے مانند اس وضو میرے کی جیسے میں نے وضو کیا ہے پھر دو رکعتیں یعنی تحیۃ الوضو حضورِ دل سے پڑھے نہ بات کرے ان میں جی اپنے سے یعنی ان میں کسی قسم کا واہی تباہی خیال دنیا کا نہ کرے تو اسکے پہلے گناہ سب بخشے جاتے ہیں اور دوسری روایت میں حمران سے یوں آیا ہے کہ عثمان رضی اللہ عنہ نے وضو کیا پھر کہا کہ میں تم کو ایک حدیث بتاتا ہوں اگر آیت (یہ آیت آگے آتی ہے) نہ ہوتی تو میں وہ حدیث تم کو کبھی نہ بتلاتا میں نے رسول

قَالَ ابْنُ شِهَابٍ وَلٰكِنْ عُرْوَةُ يُحَدِّثُ عَنْ حُمْرَانَ فَلَمَّا تَوَضَّأَ عُثْمَانُ قَالَ أَلَا أُحَدِّثُكُمْ حَدِيثًا لَوْلَا آيَةٌ مَا حَدَّثْتُكُمُوْهُ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ لَا يَتَوَضَّأُ رَجُلٌ يُحْسِنُ وُضُوْءَهٗ وَيُصَلِّي الصَّلَاةَ إِلَّا غُفِرَ لَهٗ مَا بَيْنَهٗ وَبَيْنَ الصَّلَاةِ حَتّٰى يُصَلِّيَهَا قَالَ عُرْوَةُ الْآيَةَ ﴿إِنَّ الَّذِيْنَ يَكْتُمُوْنَ مَآ أَنْزَلْنَا مِنَ الْبَيِّنَاتِ﴾.

اللہ ﷺ سے سنا ہے فرماتے تھے کہ نہیں وضو کرتا کوئی شخص پس سنوارے وضو اپنے کو یعنی اس کو اچھی طرح سے کامل کرے اور فرض نماز کو پڑھے مگر کہ بخشے جاتے ہیں واسطے اس کے وہ گناہ جو درمیان اس کے اور درمیان دوسری نماز کے ہیں یہاں تک کہ پڑھے اس کو یعنی اس کو شروع کرے۔ عروہ نے کہا (جو راوی اس حدیث کا ہے) کہا کہ وہ آیت یہ ہے ﴿إِنَّ الَّذِيْنَ يَكْتُمُوْنَ مَآ أَنْزَلْنَا﴾ یعنی جو لوگ کہ چھپاتے ہیں اس چیز کو جس کو اتارا ہے اللہ نے آخر آیت تک۔

فائدہ: حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی غرض یہ تھی کہ اگر اللہ تعالیٰ نے تبلیغ کو واجب نہ کیا ہوتا تو مجھ کو تمہارے پاس حدیث بیان کرنے کی کوئی حرص نہ تھی۔

فائدہ: ایک ایک بار وضو کرنا فرض ہے اور دو دو بار کرنا سنت ہے اور تین تین بار مستحب ہے حضرت ﷺ نے ایک دن ایک ایک بار وضو کیا اور فرمایا کہ اس کے بدوں اللہ تعالیٰ نماز قبول نہیں کرتا پھر دو دو بار وضو کیا اور فرمایا کہ اس وضو سے دوگنا ثواب ملتا ہے پھر تین تین بار وضو کیا اور فرمایا کہ یہ میرے وضو کا طریقہ ہے اور اگلے پیغمبروں کا اور یہ جو کہا کہ پانی منگوایا تو اس میں مدد لینی ہے اوپر حاضر کرنے اس چیز کے کہ وضو کیا جائے ساتھ اس کے اور یہ جو کہا کہ اپنے ہاتھ پر تین بار پانی ڈالا تو اس میں دھونا دونوں ہاتھ کا ہے پہلے داخل کرنے ان کے کی برتن میں اگرچہ نہ ہو پیچھے سونے کے واسطے احتیاط کے پھر اپنا داہنا ہاتھ داخل کیا تو اس میں چلو بھرنا ہے ساتھ داہنے ہاتھ کے اور استدلال کیا ہے ساتھ اس کے بعض نے اوپر نہ شرط ہونے نیت چلو بھرنے کے اور نہیں دلالت ہے اس میں بطور نفی کے اور نہ بطور اثبات کے اور یہ جو کہا کہ پھر اپنا منہ دھویا تو اس میں مؤخر کرنا اس کا ہے کلی اور ناک میں پانی لینے سے اور تحقیق ذکر کیا ہے انہوں نے حکمت اس کی اعتبار کرنا اوصاف پانی کا ہے اس واسطے کہ رنگ آنکھ سے دیکھا جاتا ہے اور مزہ منہ سے معلوم کیا جاتا ہے اور بو ناک سے معلوم ہوتی ہے پس مقدم کیا گیا کلی کرنا اور ناک میں پانی لینا اور یہ دونوں سنت ہیں پہلے دھونے منہ کے اور وہ فرض ہے واسطے احتیاط عبادت کے اور یہ جو کہا کہ پھر اپنے سر کا مسح کیا تو نہیں ہے بیچ کسی طریق کے صحیحین میں ذکر عدد مسح کا اور یہی قول ہے اکثر علماء کا اور شافعی رحمۃ اللہ علیہ نے کہا کہ مستحب ہے تین بار مسح کرنا سر کا جیسا کہ دھونے میں ہے اور استدلال کیا گیا واسطے اس کے ساتھ ظاہر روایت مسلم کے کہ حضرت ﷺ نے تین بار وضو کیا اور جواب دیا گیا ہے بایں طور کہ یہ روایت مجمل ہے بیان ہو چکا ہے صحیح روایتوں میں کہ مسح مقرر نہیں ہوا پس محمول ہوگا کہ اکثر اوقات پر یعنی اکثر اوقات میں اعضاء کو تین تین بار دھویا یا خاص ہے

تین تین بار دھونا ساتھ ان اعضاء کے دھوئے جاتے ہیں اور کہا ابوداؤد نے سنن میں کہ عثمان رضی اللہ عنہ کی حدیثیں صحیح میں سب دلالت کرتی ہیں اس پر کہ مسح سر کا ایک بار ہے اور اسی طرح کہا ہے ابن منذر نے کہ ثابت حضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے ایک ہی بار مسح کرنا ہے اور بایں طور کے مسح کی بنا خفیف پر ہے پس نہ قیاس کیا جائے گا دھونے پر کہ مراد اس سے مبالغہ ہے دھونے پر اور ساتھ اس طور کے کہ اگر مسح میں عدد کا اعتبار کیا جائے تو البتہ ہو جائے گا دھونے کی صورت میں اس واسطے کہ حقیقت دھونے کی جاری ہونا پانی کا ہے اور ملنا شرط نہیں صحیح قول پر نزدیک علماء کے اور مبالغہ کیا ہے ابوعبید نے پس کہا کہ میں سلف سے کسی کو نہیں جانتا کہ مستحب رکھا ہو مسح کرنے سر کے کو تین بار مگر ابراہیم تیمی نے اور اس کے قول میں نظر ہے اس واسطے کہ انس رضی اللہ عنہ اور عطاء رحمۃ اللہ علیہ وغیرہ سے بھی اسی طرح مروی ہے جیسا کہ ابن ابی شیبہ اور ابن منذر نے ان سے نقل کیا ہے اور ایک روایت میں آچکا ہے کہ آپ نے تین بار سر کا مسح کیا صحیح کہا اس کو ابن خزیمہ نے اور زیادتی ثقہ کی مقبول ہے اور یہ جو کہا کہ پھر دو رکعتیں پڑھے تو اس میں مستحب ہونا دو رکعت کا ہے پیچھے وضو کے اور آئے گا ان میں جو تحیۃ الوضو میں آئے اور یہ جو کہا کہ نہ بات کرے ان میں اپنے جی سے تو مراد وہ چیز ہے کہ عادت پکڑتا ہے نفس ساتھ اس کے اور ممکن ہے آدمی کو قطع کرنا اس واسطے کہ قول اس کا کہ بات کرتا ہے مقتضی ہے اختیار کرنے کو پس اوپر جو چیز کہ ہجوم کرے اس پر خطروں اور وسوسوں سے اور دشوار ہو دفع کرنا اس کا تو یہ معاف ہے اور یہ جو کہا کہ اس کے گناہ بخشے جاتے ہیں تو اس کا ظاہر عام ہے صغیرے اور کبیرے گناہوں کو لیکن خاص کیا ہے ان کو عالموں نے ساتھ صغیرے گناہوں کے واسطے وارد ہونے اس کے کی مقید ساتھ استثناء کبائر کے بیچ غیر اس روایت کے وہ بیچ حق اس شخص کے ہے کہ اس کے واسطے کبیرے اور صغیرے گناہ ہوں اور اوپر جس شخص کے فقط صغیرے ہی گناہ ہوں تو ہو بخشے جاتے ہیں اور جس کے واسطے فقط کبیرے ہی ہوں صغیرے نہ ہوں تو تخفیف کی جاتی ہے ان سے بقدر اس چیز کے کہ صغیرے گناہوں والے کے واسطے ہے اور جس کے واسطے نہ صغیرے ہوں نہ کبیرے تو اس کی نیکیاں زیادہ کی جاتی ہیں بقدر اس کے اور اس حدیث میں تعلیم ہے ساتھ فعل کے واسطے ہونے اس کے کی زیادہ تر یاد رکھنے والا واسطے سیکھنے والے کے اور ترتیب وضو کے اعضاء میں اس واسطے کہ سب میں ثم کے لفظ وارد ہوئے ہیں اور رغبت دلانا ہے اخلاص میں اور ڈرانا ہے واسطے اس شخص کے جو غافل ہو اپنی نماز میں ساتھ فکر کرنے کے دنیا کے کاموں میں نہ قبول ہونے سے خاص کر جب کہ وہ بیچ قصد گناہ کرنے کے اس واسطے کہ حاضر ہوتی ہے مرد کو بیچ حالت نماز اس کی کے وہ چیز کے اس کے دل میں سوراخ کرنے والی ہے اکثر خارج اس کے سے اور ایک روایت میں اتنا زیادہ ہے کہ لاتغروا یعنی نہ مغرور ہو جاؤ کہ بہت برے عمل کرو اس بنا پر کہ نماز سے معاف ہو جاتے ہیں اس واسطے کہ جو نماز گناہوں کو اتارتی ہے وہ نماز وہ ہے جس کو اللہ قبول کرتا ہے اور بندے کو اس کی اطلاع کہاں۔ (فتح)

بَابُ الْاِسْتِنْثَارِ فِي الْوُضُوْءِ ذَكَرَهُ عُثْمَانُ وَعَبْدُ اللّٰهِ بْنُ زَيْدٍ وَعَبْدُ اللّٰهِ بْنُ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمْ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ.

وضو میں پانی سے ناک صاف کرنے کا بیان، ذکر کیا ہے ناک جھاڑنے کو نبی ﷺ سے عثمان رضی اللہ عنہ نے اور عبداللہ بن زید رضی اللہ عنہ نے اور ابن عباس رضی اللہ عنہما نے۔

فائدہ: استنثار مشتق ہے نثر سے اور وہ ڈالنا پانی کا ہے جس کو ناک میں لیتا ہے وضو کرنے والا یعنی کھینچتا ہے اس کو اپنے ناک کی ہوا سے اس کے ہاتھ کی مدد سے یا نہ اور مالک سے حکایت کی گئی ہے کہ اس کا کرنا ہاتھ کے سوا مکروہ ہے اس واسطے کہ وہ چوپائے کے فعل کو مشابہ ہے اور مشہور نہ مکروہ ہونا ہے اور جب اپنے ہاتھ سے ناک جھاڑے تو مستحب ہے کہ بائیں ہاتھ سے جھاڑے اور باب باندھا ہے ساتھ اس کے نسائی نے اور روایت کیا ہے اس کو مقید ساتھ بائیں ہاتھ کے علی رضی اللہ عنہ کی حدیث سے اور یہ جو کہا کہ ذکر کیا ہے اس کو ابن عباس رضی اللہ عنہ نے بھی تو اس کی حدیث باب غسل الوجه من غرفة میں پہلے گزر چکی ہے اور اُس میں ناک جھاڑنے کا ذکر نہیں اور شاید بخاری رحمہ اللہ نے اشارہ کیا ہے ساتھ اس کے طرف اس چیز کی کہ روایت کی ہے احمد اور ابوداؤد وغیرہ نے حدیث اس کی سے مرفوع کہ ناک جھاڑو دو بار ساتھ مبالغہ کے یا تین بار اور ایک روایت میں ہے کہ جب کوئی وضو کرے اور ناک جھاڑے تو چاہیے کہ دو یا تین بار جھاڑے۔ (فتح)

١٥٦ ـ حَدَّثَنَا عَبْدَانُ قَالَ أَخْبَرَنَا عَبْدُ اللّٰهِ قَالَ أَخْبَرَنَا يُوْنُسُ عَنِ الزُّهْرِيِّ قَالَ أَخْبَرَنِيْ أَبُوْ إِدْرِيْسَ أَنَّهُ سَمِعَ أَبَا هُرَيْرَةَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنَّهُ قَالَ مَنْ تَوَضَّأَ فَلْيَسْتَنْثِرْ وَمَنِ اسْتَجْمَرَ فَلْيُوْتِرْ.

۱۵۶۔ ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا جو شخص وضو کرے پس چاہیے کہ ناک کو جھاڑے اور صاف کرے اور پتھر لے یعنی پتھروں یا ڈھیلوں سے استنجاء کرے تو چاہیے کہ طاق ڈھیلے لے یعنی تین یا پانچ یا سات۔

فائدہ: یہ جو کہا کہ پس چاہیے کہ ناک جھاڑے تو ظاہر امر سے یہ ہے کہ وہ وجوب کے واسطے ہے سو جو کہتا ہے کہ ناک میں پانی لینا واجب ہے واسطے وارد ہونے امر کے ساتھ اس کے مانند احمد اور اسحاق اور ابو عبید اور ابو ثور اور ابن منذر کے تو اس کو لازم آتا ہے کہ ناک جھاڑنے کو بھی واجب کہے اور ظاہر کلام صاحب معنی کا چاہتا ہے کہ وہ اس کے ساتھ قائل ہیں اور یہ کہ مشروعیت ناک میں پانی لینے کی نہیں حاصل ہوتی مگر ساتھ باب جھاڑنے کے اور تصریح کی ہے ابن بطال نے کہ بعض علماء قائل ہیں ساتھ واجب ہونے ناک جھاڑنے کے اور اس میں رد ہے اس شخص پر جو نقل کرتا ہے اجماع کو اوپر نہ واجب ہونے اس کے کی اور استدلال کیا ہے جمہور نے اس پر کہ امر اس میں واسطے مستحب ہونے کے ہے ساتھ اس حدیث کے جس کو حسن کہا ہے ترمذی نے حضرت ﷺ کے فرمانے سے واسطے گنوار

کے کہ وضو کر جیسے اللہ نے تجھ کو حکم کیا پس حوالہ کیا اس کو طرف آیت کی اور نہیں اس میں ذکر ناک جھاڑنے کا اور جواب دیا گیا ہے کہ احتمال ہے کہ مراد ساتھ امر کے وہ چیز ہو جو عام تر ہے آیت وضو کی سے پس تحقیق حکم کیا ہے اللہ تعالیٰ نے ساتھ پیروی کرنے پیغمبر ﷺ اپنے کے اور وہی ہیں بیان کرنے والے اللہ تعالیٰ سے اس کے حکم کو اور نہیں حکایت کی کسی نے جس نے حضرت ﷺ کے وضو کی تعریف کی ہے ساتھ نہایت کوشش کے کہ آپ نے ناک میں پانی لینا ترک کیا ہو بلکہ اور نہ کلی کرنا اور وہ رد کرتا ہے اس شخص پر جو کلی کرنے کو بھی واجب نہیں کہتا اور نیز ثابت ہو چکا ہے حکم ساتھ اس کے سنن میں بھی ساتھ سند صحیح کے اور ذکر کیا ہے ابن منذر نے کہ شافعی رحمۃ اللہ علیہ نے نہیں حجت پکڑی ہے اوپر نہ واجب ہونے پانی لینے کے ناک میں باوجود صحیح ہونے امر کے ساتھ اس کے مگر واسطے ہونے اس کے کی کہ نہیں جانتا وہ خلاف اس میں کہ اس کا تارک نہ ہو دوہرائے اور یہ دلیل قوی ہے اس واسطے کہ نہیں یاد رکھا گیا ہے یہ کسی صحابی سے اور نہ کسی تابعی سے مگر عطا سے اور ثابت ہو چکا ہے اس سے کہ اس نے دوہرانے کے واجب ہونے سے رجوع کیا یہ سب ابن منذر نے ذکر کیا ہے اور اس روایت میں عدد کا ذکر نہیں اور ایک روایت میں ہے کہ جب کوئی ناک جھاڑے تو چاہیے کہ طاق جھاڑے اور ایک روایت میں ہے کہ جب کوئی نیند سے جاگے پس وضو کرے تو چاہیے کہ تین بار ناک جھاڑے اس واسطے کہ شیطان ناک کی جڑھ میں رہتا ہے اور بنا بر اس کے پس مراد ساتھ استنثار کے وضو میں ستھرا کرنا ہے واسطے اس چیز کے کہ اس میں ہے مدد لینے سے اوپر پڑھنے کے اس واسطے کہ ساتھ پاک کرنے جگہ جاری ہونے نفس کے صحیح ہوتے ہیں مخرج حرفوں کے اور ارادہ کیا جاتا ہے واسطے جاگنے والے کی کہ وہ واسطے دور کرنے شیطان کے ہے اور یہ جو کہا کہ جو ڈھیلا لے تو چاہیے کہ طاق ڈھیلے لے تو استدلال کیا ہے بعض اس شخص نے جس نے استنجے کے واجب ہونے کی نفی کی ہے ساتھ اس حدیث کے واسطے لانے کے اس میں ساتھ حرف شرط کے اور نہیں دلالت ہے بیچ اس کے اور سوائے اس کے کچھ نہیں کہ وہ تقاضا کرتی ہے اختیار دینے کو درمیان استنجے کے درمیان پانی کے یا پتھروں کے۔ (فتح) اور دلیل استنجے کے واجب ہونے پر حدیث ابن عباس رضی اللہ عنہما کی ہے کہ اپنے پیشاب سے نہ بچتا تھا اس واسطے کہ جب پیشاب کو دھونا واجب ہوا تو استنجے بطریقِ اولیٰ واجب ہوگا اور نیز استنجے کے واسطے واجب ہونے کی دلیل ایک یہ حدیث ہے کہ نہ استنجا کرے کوئی ساتھ کم کے تین پتھر سے اس واسطے کہ اگر استنجاء واجب نہ ہوتا تو استنجے کے واسطے تین پتھر کے واجب ہونے اور اس سے کم نہ کافی ہونے کے کوئی معنی نہ تھے جو چیز دوسری چیز کو واجب کرے وہ خود بھی واجب ہوتی ہے۔

بَابُ الْاِسْتِجْمَارِ وِتْرًا. طاق ڈھیلے لینے کا بیان۔

فائدہ: اگر کوئی کہے کہ اس باب کو وضو کے بابوں کے درمیان لایا تو اس کا جواب یہ ہے کہ استنجے کے باب اس کتاب میں وضو کے بابوں سے جدا نہیں ہوئے واسطے لازم ہونے ایک کے دوسرے سے یا بخاری رحمۃ اللہ علیہ کے سوا کسی

اور سے ہو۔

۱۵۷ ۔ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ يُوْسُفَ قَالَ أَخْبَرَنَا مَالِكٌ عَنْ أَبِي الزِّنَادِ عَنِ الْأَعْرَجِ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ إِذَا تَوَضَّأَ أَحَدُكُمْ فَلْيَجْعَلْ فِي أَنْفِهِ ثُمَّ لِيَنْثُرْ وَمَنِ اسْتَجْمَرَ فَلْيُوْتِرْ وَإِذَا اسْتَيْقَظَ أَحَدُكُمْ مِنْ نَوْمِهِ فَلْيَغْسِلْ يَدَهُ قَبْلَ أَنْ يُدْخِلَهَا فِي وَضُوْءِهٖ فَإِنَّ أَحَدَكُمْ لَا يَدْرِي أَيْنَ بَاتَتْ يَدُهُ.

۱۵۷۔ ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ بے شک نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب کوئی تم سے وضو کرے پس چاہیے کہ ناک میں پانی ڈالے پھر جھاڑے اور جو شخص کہ استنجے کے واسطے ڈھیلے لے پس چاہیے کہ طاق لے اور جو کوئی اپنی نیند سے جاگے پس چاہیے کہ اپنے دونوں ہاتھوں کو دھولے پہلے اس سے کہ داخل کرے ان کو پانی میں اس واسطے کہ تحقیق کوئی نہیں جانتا کہ کہاں رات گزاری اس کے ہاتھ نے یعنی پاک جگہ یا ناپاک جگہ۔

فائدہ: یہ جو کہا کہ جب کوئی اپنی نیند سے جاگے تو لیا ہے اس کے عموم کو شافعی اور جمہور نے پس مستحب رکھا ہے انہوں نے اس کو پیچھے ہر سونے کے اور خاص کیا ہے اس کو احمد نے ساتھ نیند رات کے واسطے دلیل قول حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے دوسری حدیث میں کہ کہاں رات کاٹی ہے اس کے ہاتھ نے اس واسطے کہ حقیقت مبیت کی یہ ہے کہ ہو رات میں اور ایک روایت میں ہے کہ جب کوئی رات سے اٹھے لیکن علت بیان کرنی چاہتی ہے اس کو کہ دن کا سونا رات کے سونے کے ساتھ لاحق ہے اور سوائے اس کے کچھ نہیں کہ خاص کیا گیا ہے سونا رات کا ساتھ ذکر کے واسطے غلبے کے اور کہا رافعی نے مسند کی شرح میں کہ ممکن ہے کہ کہا جائے کہ کراہت بیچ ہاتھ ڈبونے کے واسطے اس شخص کے ہے سوئے رات کو سخت تر ہے اس سے واسطے اس شخص کے جو سوئے دن کو اس واسطے کہ احتمال رات کے سونے میں قریب تر ہے واسطے دراز ہونے اس کے کی عادت میں پھر امر نزدیک جمہور کے استحباب پر ہے یعنی مستحب ہے اور احمد نے کہا کہ رات کے سونے میں واجب ہے اور دن کے سونے میں واجب نہیں اور اتفاق کیا ہے اس پر کہ اگر وہ اپنا ہاتھ پانی میں ڈبوئے تو پانی کو ضرر نہیں کرتا اور کہا اسحاق اور داؤد اور طبرانی نے کہ ناپاک ہو جاتا ہے اور استدلال کیا گیا ہے واسطے ان کے ساتھ اس چیز کے کہ وارد ہو چکی ہے امر سے ساتھ گرا دینے اس کے کی لیکن وہ حدیث ضعیف ہے روایت کیا ہے اس کو ابن عدی نے اور قرینہ پھیرنے والا واسطے امر کے وجوب سے نزدیک جمہور کے تعلیل ہے ساتھ اس چیز کے جو شک کو چاہتی ہے اس واسطے کہ شک نہیں چاہتا ہے واجب ہونے کو اس حکم میں واسطے استصحاب کے ساتھ اصل طہارت کے اور استدلال کیا ہے ابو عوانہ نے اوپر نہ واجب ہونے کے ساتھ وضو کرنے حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے مشک لٹکی ہوئی سے بعد کھڑے ہونے کے رات کے سونے سے جیسا کہ ابن عباس رضی اللہ عنہما کی حدیث میں آئے گا اور تعاقب کیا گیا ہے ساتھ اس طور کے کہ قول اس کا احدکم تقاضا کرتا ہے خاص ہونے والے کو

ساتھ غیر حضرت ﷺ کے اور جواب دیا گیا ہے ساتھ اس طور کے کہ صحیح ہو چکا ہے حضرت ﷺ سے دھونا دونوں ہاتھوں کا پہلے داخل کرنے ان کے سے برتن میں وقت جاگنے کے پس مستحب ہونا اس کا بعد سونے اس کے کی اولیٰ ہے اور ہوگا ترک کرنا آپ کا واسطے بیان جواز کے اور نیز پس کہا اس حدیث میں مسلم اور ابو داؤد کی روایتوں میں کہ پس چاہیے کہ دھوئے ان کو تین بار اور قید کرنا ساتھ عدد کے غیر نجاست عینیہ میں دلالت کرتا ہے اوپر مستحب ہونے کے اور ایک روایت میں ہے پس نہ رکھے ہاتھ اپنا پانی میں یہاں تک کہ اس کو دھوئے اور نہی اس میں واسطے تنزیہ کے ہے کما ذکرنا اگر کرے تو مستحب ہے اور اگر ترک کرے تو مکروہ ہے اور نہیں دور ہوتی کراہت سوائے تین بار کے نص کی ہے اس پر شافعی نے اور مراد ساتھ ہاتھ کے اس جگہ ہتھیلی ہے سوائے اس چیز کے کہ زیادہ ہے اوپر اس کے اتفاقاً اور یہ سب حکم اس شخص کے حق میں ہے جو سونے سے کھڑا ہو واسطے اس چیز کے کہ دلالت کرتا ہے کہ اس پر مفہوم شرط کا اور وہ حجت ہے نزدیک اکثر کے اوپر جاگنے والا پس مستحب ہے واسطے اس کے فعل ساتھ حدیث عثمان رضی اللہ عنہ اور عبداللہ بن زید رضی اللہ عنہ کے اور نہیں مکروہ ہے ترک واسطے نہ وارد ہونے نہی کے بیچ اس کے اور ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ وہ اس کو کرتے تھے اور اس کے ترک کے ساتھ کچھ ڈر نہ دیکھتے تھے اور ابن عمر رضی اللہ عنہما اور براء رضی اللہ عنہ سے بھی اسی طرح آئے گا اور یہ جو کہا کہ پہلے اس کے کہ اس کو اپنے وضو کے برتن میں داخل کرے تو مسلم کی روایت میں ہے کہ پس نہ ڈبوئے ہاتھ اپنا برتن میں یہاں تک کہ اس کو دھوئے اور یہ زیادہ تر ظاہر ہے مراد میں ادخال کی روایت سے یعنی اس باب کی روایت سے اس واسطے کہ مطلق داخل کرنے پر کراہت مترتب نہیں ہوتی مانند اس شخص کی جو داخل کرے فراخ برتن میں اور چھوٹے برتن کے ساتھ اس سے پانی لے بغیر اس کے کہ اپنا ہاتھ پانی کو لگائے اور یہ جو کہا کہ اپنے وضو میں یعنی اس برتن میں کہ وضو کے واسطے تیار کیا گیا ہو اور ظاہر خاص ہونا اس کا ہے ساتھ برتن وضو کے اور لاحق ہے ساتھ اس کے برتن غسل کا یعنی اس میں بھی بدون دھوئے ہاتھ نہ ڈالے اس واسطے کہ وہ وضو ہے اور زیادتی ہے اور اسی طرح باقی برتنوں کا حکم ہے بطورِ قیاس کے لیکن استحباب میں بغیر کراہت کے واسطے نہ وارد ہونے نہی کے بیچ اس کے اس سے، واللہ اعلم۔ اور نکل گئے ساتھ ذکر کرنے برتن کے جو بچے اور حوض جو نہیں فاسد ہوتا پانی ان کا ساتھ ڈبونے ہاتھ کے بیچ اُن کے برتقدیر ناپاک ہونے اس کے کی پس نہ شامل ہوگی اس کو نہی اور یہ جو کہا فَاِنَّ اَحَدَکُمۡ تو بیضاوی نے کہا کہ اس میں اشارہ ہے طرف اس کی کہ باعث اوپر امر کے ساتھ اس کے احتمال نجاست کا ہے اس واسطے کہ شارع جب کوئی حکم ذکر کرے اور اس کے بعد اس کی علت بیان کرے تو دلالت کرتا ہے یہ اس پر کہ ثبوت حکم کا اس کے سبب سے ہے اور یہ جو کہا کہ نہیں جانتا تو اس میں ہے کہ علت نہی کی احتمال ہے کہ کیا اس کے ہاتھ کو کوئی چیز ایسی لگی ہے جو پانی میں تاثیر کرے یا نہیں اور اس کا مقتضی لاحق کرنا اس شخص کا ہے جو شک کرے بیچ اس کے اگرچہ جاگتا ہو اور اس کا مفہوم یہ ہے کہ جس کو معلوم ہو کہ اس کا ہاتھ

رات کو کہاں رہا مانند اس شخص کی کہ لپیٹے اس پر کپڑا مثلاً پس بیدار ہوا اور حالانکہ کپڑا اپنے حال پر تھا یہ کہ مکروہ نہیں اگرچہ اس کا دھونا مستحب ہے مختار قول پر جیسا کہ بیدار آدمی میں ہے اور جو اس کا قائل ہے کہ امر اس میں واسطے تعبد کے ہے مانند مالک کی تو نہیں فرق کرتا درمیان شک کرنے والے اور یقین کرنے والے کے اور استدلال کیا گیا ہے ساتھ اس حدیث کے اوپر فرق کے درمیان وارد ہونے پانی کے اور پلیدی کے اور وارد ہونے پلیدی کے اوپر پانی کے اور وہ ظاہر ہے اس پر کہ پلیدی اثر کرتی ہے پانی میں اور یہ صحیح ہے لیکن یہ کہنا کہ وہ ایسی تاثیر کرتی ہے کہ پانی کو ناپاک کر دیتی ہے اگرچہ نہ متغیر ہو اس میں نظر ہے اس واسطے کہ مطلق تاثیر نہیں دلالت کرتی اوپر خصوص تاثیر کے ساتھ ناپاک کر دینے کے پس احتمال ہے کہ ہو کراہت ساتھ یقین والی چیز کے سخت تر کراہت سے ساتھ ظنی چیز کے یہ بات ابن دقیق العید نے کہی ہے اور اس کی مراد یہ ہے کہ نہیں اس میں دلالت قطعیہ اس شخص پر جو کہتا ہے کہ پانی نہیں پلید ہوتا مگر ساتھ بدلنے ایک صفت کے اور یہ جو کہا کہ کہاں رات کاٹی ہے اس کے ہاتھ نے یعنی اس کے بدن سے۔ شافعی نے کہا کہ ان کا دستور تھا کہ ڈھیلوں سے استنجاء کرتے تھے اور ان کے شہر گرم ہیں سو اکثر اوقات کسی کو پسینہ آتا تھا جب کہ سو جاتا پس احتمال ہے کہ گھوما ہو ہاتھ اسکا محل پر یا کسی پھنسی پر یا کسی حیوان کے خون پر یا گندگی پر سوائے اس کے اور تعاقب کیا ہے اس کا ابو الولید باجی نے ساتھ اس طور کے کہ وہ لازم پکڑتا ہے امر کو ساتھ دھونے کپڑے سونے والے کے واسطے جواز اس احتمال کے اوپر اس کے اور جواب دیا گیا ہے ساتھ اس طور کے کہ یہ ہے اس حالت پر جب کہ ہو پسینہ ہاتھ میں سوائے محل کے یا یہ کہ جو جاگے وہ نہیں ارادہ کرتا اپنے کپڑے کے ڈبونے کا پانی میں تا کہ حکم کیا جائے ساتھ دھونے اس کے کی برخلاف ہاتھ کے اس واسطے کہ وہ محتاج ہے ساتھ ڈبونے اس کے کی پانی میں اور یہ جواب دونوں جوابوں سے قوی تر ہے اور دلیل اس پر کہ نہیں ہے خاص ہونا واسطے اس کے ساتھ محل ڈھیلا لینے کے وہ چیز ہے جو روایت کی ہے ابن خزیمہ وغیرہ نے بیچ اس حدیث کے کہ اس کے آخر میں کہا أَيْنَ بَاتَتْ يَدُهُ مِنْهُ یعنی کہاں رات رہا ہے ہاتھ اس کا اس کے بدن سے اور اس حدیث میں لینا ہے ساتھ معتبر امر کے اور عمل کرنا ساتھ احتیاط کے عبادت میں اور کنایہ کرنا اس چیز سے کہ اس سے شرم آئے جب کہ حاصل ہو سمجھانا ساتھ اس کے اور یہ کہ مستحب ہے دھونا پلیدی کا تین بار اس واسطے کہ حکم کیا ہے ہم کو حضرت ﷺ نے ساتھ تین بار دھونے کے وقت وہم پیدا ہونے اس کے کی پس نزدیک یقین ہونے اس کے کی اولیٰ ہے اور بعض لوگوں نے اس سے کئی فوائد استنباط کیے ہیں کہ اس استنباط میں بعد ہے ایک یہ کہ جگہ استنجے کی مخصوص ہے ساتھ رخصت کے بیچ جائز ہونے نماز کے باوجود باقی رہنے اثر پلیدی کے اوپر اس کے کہا ہے اس کو خطابی نے اور ایک واجب کرنا وضو کا ہے سونے سے اور ایک قوی کرنا اس شخص کا ہے جو قائل ہے ساتھ وضو کے چھونے ذکر کے سے اور اور ایک یہ کہ تھوڑا پانی نہیں مستعمل ہوتا ساتھ داخل کرنے ہاتھ کے بیچ اس کے واسطے اس شخص کے کہ وضو کا ارادہ کرے۔ (فتح)

بَابُ غَسْلِ الرِّجْلَيْنِ وَلَا يَمْسَحُ عَلَى الْقَدَمَيْنِ.

پاؤں کے دھونے اور اس پر مسح کرنے کے بیان میں (یعنی پاؤں ننگے ہوں موزے میں نہ ہوں تو اس وقت مسح نہ کرے بلکہ ان کا دھونا ضروری ہے)۔

١٥٨ ۔ حَدَّثَنَا مُوْسٰى قَالَ حَدَّثَنَا أَبُوْ عَوَانَةَ عَنْ أَبِي بِشْرٍ عَنْ يُوْسُفَ بْنِ مَاهَكَ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عَمْرٍو قَالَ تَخَلَّفَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنَّا فِيْ سَفْرَةٍ سَافَرْنَاهَا فَأَدْرَكَنَا وَقَدْ أَرْهَقَنَا الْعَصْرَ فَجَعَلْنَا نَتَوَضَّأُ وَنَمْسَحُ عَلٰى أَرْجُلِنَا فَنَادٰى بِأَعْلٰى صَوْتِهٖ وَيْلٌ لِلْأَعْقَابِ مِنَ النَّارِ مَرَّتَيْنِ أَوْ ثَلَاثًا.

١٥٨۔ عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ پیچھے رہے نبی ﷺ ہم سے ایک سفر میں پس حضرت ﷺ نے پایا ہم کو ایسی حالت میں کہ پالیا تھا ہمیں نمازِ عصر نے (یعنی آپ کی انتظاری کرتے کرتے نماز کا وقت تنگ ہوگیا تھا) پس ہم لوگ وضو کرنے لگے اور اپنے پاؤں پر ہم مسح کرنے لگے سو حضرت ﷺ نے اپنی بلند آواز سے پکارا کہ خرابی ہے ایڑیوں کو دوزخ سے دو بار فرمایا یا تین بار۔

فائدہ: یہ جو کہا کہ ہم اپنے پاؤں پر مسح کرنے لگے تو نکالا ہے اس سے بخاری رحمہ اللہ نے کہ انکار اوپر ان کے تھا بہ سبب مسح کے نہ بہ سبب اقتصار کے اوپر دھونے بعض پاؤں کے پس اسی واسطے کہا ترجمہ میں کہ نہ مسح کرے پاؤں پرا وریہی ہے ظاہر بخاری ومسلم کی روایت سے اور صرف مسلم کی روایت میں ہے سو ہم ان کی طرف پہنچے اور ان کی ایڑیاں چمکتی تھیں اُن کو پانی نہیں چھوا تھا پس تمسک کیا ہے ساتھ اس کے جو کہتا ہے کہ وضو میں پاؤں کا مسح کرنا درست ہے اور محمول ہے انکار اوپر ترک تعمیم کے لیکن روایت بخاری مسلم کی جو متفق علیہ ہے راجح تر ہے پس محمول ہوگی یہ روایت اوپر اس کے ساتھ تاویل کے پس احتمال ہے کہ ہوں معنی قول اس کے کی لَمْ يَمَسَّهَا الْمَآءُ یعنی نہ چھوا ان کو پانی غسل کا واسطے تطبیق کے دونوں روایتوں میں اور صریح تر اس سے مسلم کی روایت ہے ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے کہ حضرت ﷺ نے ایک مرد کو دیکھا کہ اس نے اپنی ایڑی کو نہ دھویا تھا پس فرمائی یہ حدیث یعنی خرابی ہے ایڑیوں کو دوزخ کی آگ سے اور نیز پس جو قائل ہے ساتھ مسح کے نہیں واجب کرتا ایڑی کے مسح کو اور حدیث اس پر حجت ہے اور کہا طحاوی نے کہ جب حکم کیا ان کو ساتھ دھونے تمام پاؤں کے یہاں تک کہ نہ باقی رہے اس سے کوئی جگہ خشک تو دلالت کی اس نے اس پر کہ ان کا فرض دھونا ہے اور تعاقب کیا ہے اس کا ابن منیر نے ساتھ اس طور کے کہ تمام پاؤں کو عام ہونا نہیں لازم پکڑتا غسل کو پس سر پر تمام مسح کیا جاتا ہے اور نہیں ہے فرض دھونا اس کا اور یہ جو کہا کہ وَيْلٌ لِلْأَعْقَابِ تو ویل کے معنی میں اختلاف ہے ایک حدیث میں ہے کہ وہ ایک نالا ہے دوزخ میں یہ قول ظاہر تر ہے سب اقوال سے اور ابن خزیمہ نے کہا کہ اگر مسح کرنے والا فرض کا ادا کرنے والا ہوتا تو نہ وعدہ دیا جاتا ساتھ آگ کے اور اشارہ کیا ہے اُس نے ساتھ اس کے طرف اس چیز کی کہ بیچ کتابوں خلاف کے ہے شیعہ سے کہ واجب مسح

ہے واسطے لینے کے ساتھ ظاہر قرات وَارْجُلَكُمْ کے ساتھ زبر لام کے اور تحقیق متواتر ثابت ہو چکی ہیں حدیثیں حضرت ﷺ سے بیچ صفت وضو آپ کے کی کہ آپ نے پاؤں کو دھویا اور وہی ہیں بیان کرنے والے اللہ کے حکم کو اور تحقیق فرمایا بیچ حدیث عمرو بن عبسہ رضی اللہ عنہ کے جو روایت کی ہے ابن خزیمہ نے دراز بیچ فضیلت وضو کے ثُمَّ يَغْسِلُ قَدَمَيْهِ كَمَا اَمَرَهُ اللّٰهُ یعنی پاؤں کو دھوئے جیسا کہ اس کو اللہ نے حکم کیا ہے اور نہیں ثابت ہوا کسی صحابی سے خلاف مگر علی رضی اللہ عنہ اور ابن عباس رضی اللہ عنہما اور انس رضی اللہ عنہ سے اور تحقیق ثابت ہو چکا ہے کہ انہوں نے اس قول سے رجوع کیا اور وضو میں پاؤں کے دھونے کے ساتھ قائل ہوئے کہا عبدالرحمٰن بن ابی لیلیٰ نے کہ اجماع کیا ہے حضرت ﷺ کے اصحاب نے اوپر دھونے پاؤں کے روایت کیا ہے اس کو سعید بن منصور نے اور دعویٰ کیا ہے طحاوی اور ابن حزم نے کہ مسح کرنا منسوخ ہے اور اس حدیث میں سکھلانا جاہل کا ہے اور بلند کرنا آواز کا ساتھ انکار کے اور تکرار کرنا مسئلے کا تا کہ سمجھا جائے۔ (فتح)

بَابُ الْمَضْمَضَةِ فِي الْوُضُوْءِ قَالَهُ ابْنُ عَبَّاسٍ وَعَبْدُ اللّٰهِ بْنُ زَيْدٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمْ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ.

باب ہے وضو میں کلی کرنے کے بیان میں روایت کیا ہے اس کو ابن عباس رضی اللہ عنہما اور عبداللہ بن زید رضی اللہ عنہ نے نبی ﷺ سے۔

۱۵۹ ـ حَدَّثَنَا أَبُو الْيَمَانِ قَالَ أَخْبَرَنَا شُعَيْبٌ عَنِ الزُّهْرِيِّ قَالَ أَخْبَرَنِيْ عَطَآءُ بْنُ يَزِيْدَ عَنْ حُمْرَانَ مَوْلٰى عُثْمَانَ بْنِ عَفَّانَ أَنَّهُ رَاٰى عُثْمَانَ بْنَ عَفَّانَ دَعَا بِوَضُوْءٍ فَأَفْرَغَ عَلٰى يَدَيْهِ مِنْ إِنَآئِهِ فَغَسَلَهُمَا ثَلَاثَ مَرَّاتٍ ثُمَّ أَدْخَلَ يَمِيْنَهُ فِي الْوَضُوْءِ ثُمَّ تَمَضْمَضَ وَاسْتَنْشَقَ وَاسْتَنْثَرَ ثُمَّ غَسَلَ وَجْهَهُ ثَلَاثًا وَيَدَيْهِ إِلَى الْمِرْفَقَيْنِ ثَلَاثًا ثُمَّ مَسَحَ بِرَأْسِهِ ثُمَّ غَسَلَ كُلَّ رِجْلٍ ثَلَاثًا ثُمَّ قَالَ رَأَيْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَتَوَضَّأُ نَحْوَ وُضُوْئِيْ هٰذَا وَقَالَ مَنْ تَوَضَّأَ نَحْوَ وُضُوْئِيْ هٰذَا ثُمَّ صَلّٰى رَكْعَتَيْنِ لَا يُحَدِّثُ فِيْهِمَا نَفْسَهُ غَفَرَ اللّٰهُ لَهُ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِهِ.

۱۵۹ ـ ترجمہ اس کا پانچویں حدیث کے تحت میں گزر چکا ہے۔

فائدہ: مضمضہ کے معنی ہیں لغت میں ہلانا پھر مشہور ہوئی استعمال اس کی بیچ رکھنے پانی کے منہ میں اور ہلانے اس کے کی اور لیکن معنی اس کے وضو شرعی میں پس کامل تر یہ ہیں کہ رکھے پانی کو منہ میں پھر اس کو منہ میں گھمائے پھر اس کو ڈالے اور مشہور شافعیہ سے یہ ہے کہ نہیں شرط ہے ہلانا اس کا اور نہ ڈالنا اس کا اور وہ عجیب ہے اور شاید مراد یہ ہے کہ منہ سے باہر ڈالنا متعین نہیں بلکہ اگر اس کو نگل لے یا چھوڑے اس کو یہاں تک کہ جاری ہو تھوڑا تھوڑا ہو کر اور یہ جو باب کی حدیث میں کہا کہ پھر ہر پاؤں کو دھویا تو یہ فائدہ دیتا ہے کہ ہر پاؤں کو تمام دھویا اور یہ جو کہا کہ اپنے جی سے بات نہ کرے تو اس کی شرح پہلے گزر چکی ہے اور بعض نے کہا کہ مراد ساتھ اس کے اخلاص ہے یا ترک کرنا خود پسندی کا ساتھ اس طور کے کہ اپنے نفس کو کسی سے بڑا نہ جانے واسطے اس خوف کی کہ متغیر ہو پس تکبر کرے اور ہلاک ہو جائے اور ایک روایت میں اتنا زیادہ ہے کہ زہری نے کہا کہ ہمارے علماء کہتے تھے کہ یہ وضو کامل تر ہے اس چیز کا کہ وضو کرے کوئی واسطے نماز کے اور تحقیق تمسک کیا ہے ساتھ اس کے جو کہتا ہے کہ تین بار سر کا مسح نہ کیا جائے۔

بَابُ غَسْلِ الْأَعْقَابِ وَكَانَ ابْنُ سِيْرِيْنَ يَغْسِلُ مَوْضِعَ الْخَاتَمِ إِذَا تَوَضَّأَ.

ایڑیوں کے دھونے کا بیان اور تھے ابن سیرین جب وضو کرتے تو دھوتے انگوٹھے کی جگہ کو۔

١٦٠ ـ حَدَّثَنَا اٰدَمُ بْنُ أَبِيْ إِيَاسٍ قَالَ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ قَالَ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ زِيَادٍ قَالَ سَمِعْتُ أَبَا هُرَيْرَةَ وَكَانَ يَمُرُّ بِنَا وَالنَّاسُ يَتَوَضَّؤُوْنَ مِنَ الْمِطْهَرَةِ قَالَ أَسْبِغُوا الْوُضُوْءَ فَإِنَّ أَبَا الْقَاسِمِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ وَيْلٌ لِلْأَعْقَابِ مِنَ النَّارِ.

۱۶۰۔ محمد بن زیاد سے روایت ہے کہ میں نے ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے سنا اور وہ گزرے پاس ہمارے اور لوگ وضو کرتے تھے آفتابہ سے سو ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے کہا کہ وضو کامل کرو اس لیے کہ بے شک نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ خرابی ہے واسطے ایڑیوں کے دوزخ سے۔

فائدہ: اس حدیث سے معلوم ہوا ہے کہ استدلال کرے عالم اوپر اس چیز کے کہ فتویٰ دے ساتھ اس کے تاکہ ہو زیادہ تر واقع ہونے والا سامع کے نفس میں اور سوائے اس کے کچھ نہیں کہ خاص کیا ایڑیوں کو ساتھ ذکر کے واسطے صورت سبب کے جیسا کہ عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کی حدیث میں پہلے گزر چکا ہے پس ملحق ہوگی ساتھ اس کے وہ چیز کہ اس کے معنی میں ہے تمام جوڑوں سے کہ کبھی واقع ہوتی ہے سستی ان کے کامل کرنے میں اور ایک روایت میں ہے کہ خرابی ہے ایڑیوں کو اور پاؤں کے تلے کو آگ سے اور اسی واسطے ذکر کیا باب میں اثر ابن سیرین کا بیچ دھونے اس کے کی انگوٹھی کی جگہ کو اس واسطے کہ جب تنگ ہو تو اس کے تلے پانی نہیں پہنچتا۔ (فتح)

بَابُ غَسْلِ الرِّجْلَيْنِ فِي النَّعْلَيْنِ وَلَا يَمْسَحُ عَلَى النَّعْلَيْنِ.

دونوں جوتوں میں پاؤں دھوئے اور جوتوں پر مسح نہ کرے (یعنی جب پاؤں میں جوتا پہنے ہو تو اس وقت

پاؤں کو دھوئے اور موزوں کی طرح جوتوں پر مسح نہ کرے)۔

فائدہ: نہیں ہے باب کی حدیث میں تصریح ساتھ اس کے اور سوائے اس کے کچھ نہیں کہ وہ لیا گیا ہے اس کے قول سے یَتَوَضَّأُ فِیْهَا یعنی وضو کرے بیچ ان کے اس واسطے کہ اصل وضو میں دھونا ہے اور اس واسطے کہ قول اس کا فیہا دلالت کرتا ہے اوپر ہونے کے اور اگر مراد مسح ہوتا تو عَلَیْهَا کہا جاتا یعنی اوپر ان کے اور یہ جو کہا کہ مسح کرے جوتوں پر یعنی نہ کفایت کرے ساتھ مسح کے اوپر ان کے جیسا کہ موزوں میں کافی ہوتا ہے اور اشارہ کیا ہے بخاری رحمہ اللہ نے ساتھ اس کے طرف اس چیز کے کہ مروی ہے علی رضی اللہ عنہ وغیرہ اصحاب سے کہ انہوں نے وضو میں اپنے جوتوں پر مسح کیا پھر نماز پڑھی اور اس باب میں ایک حدیث مرفوع مروی ہے جو ابو داؤد وغیرہ نے مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ کی حدیث سے روایت کی ہے لیکن ضعیف کہا ہے اس کو عبدالرحمن بن مہدی وغیرہ اماموں نے اور استدلال کیا ہے طحاوی نے اوپر نہ کافی ہونے مسح کے ساتھ اجماع کے اس پر کہ موزے جب پھٹ جائیں یہاں تک کہ دو قدم ظاہر ہوں تو ان پر مسح کافی نہیں اور اسی طرح جوتوں پر اس واسطے کہ وہ پاؤں کو فائدہ نہیں دیتے۔ انتہی۔ اور یہ استدلال صحیح ہے لیکن اجماع کے نقل کرنے میں نزاع ہے اور یہ جگہ اس مسئلے کی بسط کی نہیں لیکن ہم اس کے خلاصے کی طرف اشارہ کرتے ہیں پس تحقیق تمسک کیا ہے اس شخص نے جو پاؤں کے مسح کرنے کو کافی سمجھتا ہے ساتھ اس آیت کے وَاَرْجُلَكُمْ واسطے عطف اس کے کی وَامْسَحُوْا بِرُءُوْسِكُمْ پر یعنی تو اس کے معنی یہ ہوئے کہ مسح کرو اپنے سروں کا اور پاؤں کا اور یہی مذہب ہے ایک جماعت اصحاب اور تابعین کا پس حکایت ہے ابن عباس رضی اللہ عنہما سے یہ ایک روایت ضعیف میں اور ثابت اس سے اس کا خلاف ہے اور یہی محکی ہے عکرمہ اور شعبی اور قتادہ سے اور یہ قول شیعہ کا ہے اور حسن بصری سے روایت ہے کہ واجب دھونا ہے یا مسح کرنا اور بعض اہل ظاہر سے روایت ہے کہ واجب ہے جمع کرنا درمیان ان کے اور جمہور کے دلیل صحیح حدیثیں ہیں جو مذکور ہیں اور سوائے ان کے حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے فعل سے اس واسطے کہ تحقیق وہ بیان ہے واسطے مراد کے اور جمہور نے آیت کا کئی وجہ سے جواب دیا ہے ایک یہ کہ اَرْجُلَكُمْ زبر لام کے ساتھ پڑھا گیا ہے اور اس کا عطف اَیْدِیَكُمْ پر ہے یعنی دھوؤ اپنے ہاتھ اور پاؤں کو اور بعض کہتے ہیں کہ وہ رُءُوْسِكُمْ کے محل پر معطوف ہے مانند اس آیت کی ﴿یَا جِبَالُ اَوِّبِیْ مَعَهٗ وَالطَّیْرَ﴾ ساتھ زبر را کے اور بعض کہتے ہیں کہ مسح آیت میں محمول ہے خاص صورت پر مشروع ہونے مسح سے موزوں پر یعنی مراد اس سے یہ ہے کہ موزوں پر مسح کرنا جائز ہے پس حمل کیا ہے انہوں نے زیر کی قرأت کو اوپر مسح موزوں کے اور زبر کی قرأت کو پاؤں کے دھونے پر اور ابو بکر بن عربی نے اس کی تقریر بہت عمدہ کی ہے جس کا خلاصہ یہ ہے کہ دونوں قرأتوں میں تعارض ظاہر ہے اور جس چیز میں ظاہر تعارض ہو اس کا حکم یہ ہے کہ اگر ممکن ہو عمل کرنا ساتھ دونوں کے تو واجب ہے عمل کرنا اور نہیں تو عمل کیا جائے

ساتھ قدر ممکن کے اور نہیں حاصل ہوتا دھونا اور مسح کرنا ایک عضو میں ایک حالت میں اس واسطے کہ وہ پہنچاتا ہے طرف تکرار مسح کے اس واسطے کہ دھونا مسح کو بغل گیر ہے اور امر مطلق نہیں چاہتا تکرار کو پس باقی رہا کہ عمل کیا جائے ساتھ اس کے دو حال میں واسطے توفیق کے درمیان دونوں قرأتوں کے اور واسطے عمل کرنے کے ساتھ قدر ممکن کے اور بعض کہتے ہیں کہ سوائے اس کے کچھ نہیں کہ عطف کیا گیا ہے اوپر سروں مسح کیے گیوں کے اس واسطے کہ وہ جگہ گمان کی ہے واسطے بہت ڈالنے پانی کے اوپر اس کے پس واسطے منع کرنے اسراف کے عطف کیا گیا اوپر ان کے اور یہ مراد نہیں کہ حقیقتاً اس کا مسح کیا جائے اور دلالت کرتا ہے اس مراد پر قول اس کے اِلَى الْكَعْبَيْنِ اس واسطے کہ مسح رخصت ہے پس نہ مقید ہوگا ساتھ غایت کے اور اس واسطے کہ مسح بولا جاتا ہے اوپر غسل خفیف کے۔ (فتح)

١٦١ - حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ يُوْسُفَ قَالَ أَخْبَرَنَا مَالِكٌ عَنْ سَعِيْدِ الْمَقْبُرِيِّ عَنْ عُبَيْدِ بْنِ جُرَيْجٍ أَنَّهُ قَالَ لِعَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عُمَرَ يَا أَبَا عَبْدِ الرَّحْمٰنِ رَأَيْتُكَ تَصْنَعُ أَرْبَعًا لَمْ أَرَ أَحَدًا مِّنْ أَصْحَابِكَ يَصْنَعُهَا قَالَ وَمَا هِيَ يَا ابْنَ جُرَيْجٍ قَالَ رَأَيْتُكَ لَا تَمَسُّ مِنَ الْأَرْكَانِ إِلَّا الْيَمَانِيَّيْنِ وَرَأَيْتُكَ تَلْبَسُ النِّعَالَ السِّبْتِيَّةَ وَرَأَيْتُكَ تَصْبُغُ بِالصُّفْرَةِ وَرَأَيْتُكَ إِذَا كُنْتَ بِمَكَّةَ أَهَلَّ النَّاسُ إِذَا رَأَوُا الْهِلَالَ وَلَمْ تُهِلَّ أَنْتَ حَتّٰى كَانَ يَوْمُ التَّرْوِيَةِ قَالَ عَبْدُ اللّٰهِ أَمَّا الْأَرْكَانُ فَإِنِّيْ لَمْ أَرَ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَمَسُّ إِلَّا الْيَمَانِيَّيْنِ وَأَمَّا النِّعَالُ السِّبْتِيَّةُ فَإِنِّيْ رَأَيْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَلْبَسُ النَّعْلَ الَّتِيْ لَيْسَ فِيْهَا شَعَرٌ وَيَتَوَضَّأُ فِيْهَا فَأَنَا أُحِبُّ أَنْ أَلْبَسَهَا وَأَمَّا الصُّفْرَةُ فَإِنِّيْ رَأَيْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَصْبُغُ بِهَا فَأَنَا أُحِبُّ أَنْ أَصْبُغَ بِهَا

١٦١۔ عبید بن جریج رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے کہا اے ابوعبدالرحمٰن! (کنیت ہے ابن عمر رضی اللہ عنہما) میں تجھ کو چار چیزیں کرتے ہوئے دیکھتا ہوں کہ میں نے کسی کو تیرے اصحاب سے ان کو کرتے نہیں دیکھا عبداللہ رضی اللہ عنہ نے کہا اے ابن جریج! وہ کیا چیزیں ہیں اس نے کہا ایک تو یہ ہے کہ تو کعبہ کے رکنوں سے فقط دو یمانی رکنوں کے سوا کسی رکن کو نہیں چھوتا ہے یعنی رکن اسود کو اور جو اس کے برابر ہے صفا کے مقابلے میں دوسری یہ کہ تو بے بالوں کی جوتی پہنتا ہے تیسری یہ کہ تو زردی سے اپنے کپڑے رنگتا ہے چوتھی یہ کہ جب تو کعبے میں تھا تو لوگوں نے پہلی تاریخ کو جب چاند دیکھا تو احرام باندھا اور تو نے آٹھویں تاریخ کو احرام باندھا (ان کا کیا سبب ہے بتلاؤ) عبداللہ رضی اللہ عنہ نے کہا دونوں رکنوں کو تو میں اس واسطے چھوتا ہوں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم انہی دونوں رکنوں کو چھوتے تھے اور جوتی بے بالوں کی اس واسطے پہنتا ہوں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو ایسی جوتی پہنتے دیکھا ہے جس میں بال نہیں تھے اور حضرت صلی اللہ علیہ وسلم وضو کرتے تھے اس میں اور زردی سے کپڑے اس واسطے رنگ کرتا ہوں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اس کے ساتھ رنگ کرتے ہوئے دیکھا ہے پس

وَاَمَّا الْاِهْلَالُ فَاِنِّیْ لَمْ اَرَ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُهِلُّ حَتّٰی تَنْبَعِثَ بِهٖ رَاحِلَتُهٗ.

میں اس کے ساتھ رنگ کرنے کو پیارا رکھتا ہوں اور احرام نہ باندھنا میرا اس وجہ سے ہے کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو احرام باندھے ہوئے نہیں دیکھا یہاں تک کہ آپ کی اونٹنی آپ کو لے کر کھڑی ہوگئی۔

فائدہ: مطلب ابن عمر رضی اللہ عنہما کا یہ ہے کہ جیسے کہ آنحضرت ﷺ نے اپنے عمل کو احرام کے ساتھ متصل کیا اور اس میں کوئی ایسا امر واقع نہ ہوا جس سے عمل منقطع ہو جائے ایسے ہی مکی کو بھی چاہیے کہ ترویہ کے دن احرام باندھے تا کہ اس کا عمل اس کے متصل ہو جائے اگر اول مہینے کے باندھے گا تو اس کا احرام عمل کے ساتھ متصل نہیں ہوگا اس لیے کہ عمل حج کا تو آٹھویں کے دن سے شروع ہوگا اور یہ جو کہا کہ تیرے اصحاب سے یعنی حضرت ﷺ کے اصحاب سے اور مراد بعض اصحاب ہیں اور ظاہر سیاق سے ہے کہ جن اصحاب کو عبید نے دیکھا تھا ان میں سے ابن عمر رضی اللہ عنہما کے سوا کوئی صحابی یہ کام نہیں کرتا تھا بلکہ وہ کعبے کے چاروں رکنوں کو ہاتھ لگا کر چومتے تھے اور تحقیق صحیح ہو چکا ہے یہ معاویہ رضی اللہ عنہ اور ابن زبیر رضی اللہ عنہ سے اور سبتی وہ جوتا ہے جس پر بال نہیں ہوتے اور دونوں کو یمانی بطور تغلیب کے کہتے ہیں اور کیا مراد زردی کے ساتھ رنگنے سے کپڑے ہیں یا بال اس کی شرح آئندہ آئے گی کتاب اللباس میں انشاء اللہ تعالیٰ۔ (فتح)

بَابُ التَّيَمُّنِ فِي الْوُضُوْءِ وَالْغُسْلِ.

وضو اور غسل میں داہنی طرف سے شروع کرنا سنت ہے

۱۶۲ ـ حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ قَالَ حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيْلُ قَالَ حَدَّثَنَا خَالِدٌ عَنْ حَفْصَةَ بِنْتِ سِيْرِيْنَ عَنْ أُمِّ عَطِيَّةَ قَالَتْ قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَهُنَّ فِيْ غَسْلِ ابْنَتِهٖ ابْدَأْنَ بِمَيَامِنِهَا وَمَوَاضِعِ الْوُضُوْءِ مِنْهَا.

۱۶۲۔ ام عطیہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ نبی ﷺ نے ان کو اپنی بیٹی کے غسل میں فرمایا کہ اس کی داہنی طرفوں سے اور اس کے وضو کے مقاموں سے غسل دینا شروع کرو۔

فائدہ: یعنی جب حضرت ﷺ کی بیٹی زینب رضی اللہ عنہا نے انتقال کیا تو اس وقت رسول اللہ ﷺ نے ان عورتوں کو فرمایا جو حضرت ﷺ کی بیٹی کو غسل میت دیتی تھیں کہ اس کو غسل دینے کے وقت اور وضو میں داہنی طرف سے شروع کریں اور وضو میں داہنی طرف سے شروع کرنا ابدان بمیامنها یعنی اس کی داہنی طرف سے شروع کرو اور عموم سے ثابت ہوتا ہے پس مطابقت حدیث کے باب سے ظاہر ہوگئی اور اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ میت کا داہنی طرف سے غسل کرنا سنت ہے اور داہنی طرف سے وضو کے مقاموں کو یعنی منہ اور ہاتھ کو مقدم کرے اور اس حدیث کی شرح کتاب الجنائز میں آئے گی۔ انشاء اللہ تعالیٰ۔ اور وارد کیا بخاری رحمہ اللہ نے ایک ٹکڑا حدیث کا تا کہ بیان کرے ساتھ اس کے عائشہ رضی اللہ عنہا کے قول کی مراد کو کہ آپ کو تیمن خوش لگتا تھا اس واسطے کہ وہ لفظ مشترک ہے درمیان ابتداء

بالیمین کے یعنی دینے چیز کے ساتھ داہنے ہاتھ کے اور تبرک کے اور قصد داہنے کے پس ظاہر ہوا ساتھ حدیث ام عطیہ رضی اللہ عنہا کے کہ مراد ساتھ طہور کے پہلے معنی ہیں۔ (فتح)

۱۶۳ ۔ حَدَّثَنَا حَفْصُ بْنُ عُمَرَ قَالَ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ قَالَ أَخْبَرَنِیْ أَشْعَثُ بْنُ سُلَیْمٍ قَالَ سَمِعْتُ أَبِیْ عَنْ مَسْرُوْقٍ عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ كَانَ النَّبِیُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُعْجِبُهُ التَّيَمُّنُ فِیْ تَنَعُّلِهٖ وَتَرَجُّلِهٖ وَطُهُوْرِهٖ وَفِیْ شَأْنِهٖ كُلِّهٖ.

۱۶۳۔ عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو پسند آتا تھا داہنے سے شروع کرنا جوتا پہننے میں اور کنگھی دینے میں اور وضو کرنے میں اور اپنے کل کاموں میں۔

فائدہ: کہا شیخ تقی الدین نے کہ وہ عام ہے خاص کیا گیا اس واسطے کہ پاخانے میں داخل ہونا اور مسجد سے نکلنا اور مانند ان کی ابتدا کیا جاتا ہے ساتھ ان کے بائیں طرف سے اور تاکید شان کی ساتھ قول اس کے کی کلہ دلالت کرتی ہے عموم پر اس واسطے کہ تاکید اٹھا دیتی ہے مجاز کو پس ممکن ہے کہ کہا جائے کہ حقیقت شان کی وہ چیز ہے کہ ہو فعل مقصود اور جس چیز میں بائیں طرف سے شروع کرنا مستحب ہے وہ افعال مقصود سے نہیں بلکہ وہ یا متروک ہیں یا غیر مقصود اور اس حدیث میں استحباب شروع کرنے کا ہے ساتھ داہنے طرف سر کے کنگھی کرنے میں اور غسل میں اور سر منڈانے میں اور نہیں کہا جاتا کہ یہ ازالہ کے باب سے ہے یعنی ایک چیز کا دور کرنا پس شروع کیا جائے اس میں بائیں طرف سے بلکہ وہ باب عبادت اور تزیین کے سے ہے اور تحقیق ثابت ہو چکا ہے ابتدا کرنا سر منڈانے میں کما سیاتی اور اس میں شروع کرنا ہے ساتھ داہنے پاؤں کے جوتا پہننے میں اور اس کے دور کرنے میں بائیں طرف سے اور اس میں شروع کرنا ہے ساتھ داہنے ہاتھ کے وضو میں اور اسی طرح پاؤں میں اور ساتھ داہنی طرف کے غسل میں اور استدلال کیا گیا ہے ساتھ اس کے اوپر مستحب ہونے نماز کے داہنی طرف امام کے اور مسجد کے داہنی طرف میں اور کھانے پینے میں ساتھ داہنے کے اور تحقیق وارد کیا ہے اس کو بخاری نے ان سب جگہوں میں نووی نے کہا کہ قاعدہ شرع کا جو ہمیشہ جاری ہے یہ ہے کہ مستحب ہے شروع کرنا داہنی طرف سے ہر اس چیز میں کہ ہو باب تکریم اور تزیین کے سے اور جو ان کی ضد ہو ان میں بائیں طرف سے شروع کرنا مستحب ہے۔ کہا نووی نے اور اجماع کیا ہے علماء نے اس پر کہ وضو میں سنت ہے کہ پہلے داہنی طرف سے شروع کرے جس نے اس کا خلاف کیا اس سے فضیلت فوت ہوئی اور اس کا وضو تمام ہوا، انتہی۔ اور مراد اس کی ساتھ علماء کے اہل سنت ہیں نہیں تو پس شیعہ کا مذہب واجب ہونا ہے اور غلطی کی ہے مرتضی نے ان میں سے پس نسبت اس کو طرف شافعیہ کی اور شاید گمان کیا اس نے کہ یہ لازم ہے قول اس کے سے ساتھ واجب ہونے ترتیب کے لیکن نہیں کہا ہے اس نے ساتھ اس کے دونوں ہاتھ میں اور نہ دونوں

پاؤں میں اس واسطے کہ وہ بجائے ایک جوڑ کے ہیں اور اس واسطے کہ وہ جمع کیے گئے ہیں بیچ لفظ قرآن کے لیکن مشکل ہے اس کے اصحاب پر حکم ان کا پانی پر ساتھ مستعمل ہونے کے جب کہ منتقل ہو ایک ہاتھ سے طرف دوسرے کی باوجود قول ان کے کہ پانی جب تک عضو پر متردد ہو اس کو مستعمل نہیں کہا جاتا اور بیچ استدلال ان کے کی اوپر واجب ہونے ترتیب کے ساتھ اس کے کہ نہیں نقل کیا کسی نے بیچ صفت وضو حضرت ﷺ کی کہ حضرت ﷺ نے الٹا وضو کیا ہو اور اسی طرح نہیں منقول ہے کسی سے کہ حضرت ﷺ نے پہلے بائیں پاؤں کو دھویا ہو اور کہا شیخ موفق نے مغنی میں کہ نہیں جانتا میں نہ واجب ہونے میں خلاف یعنی وضو میں ترتیب بالاتفاق شرط نہیں اور بعضوں نے فقہاء سبعہ کی طرف واجب ہونے کو منسوب کیا ہے اور یہ تصحیف ہے شیعہ کی کلام سے۔ (فتح)

بَابُ الْتِمَاسِ الْوَضُوْءِ إِذَا حَانَتِ الصَّلَاةُ. پانی کا تلاش کرنا جب کہ نماز کا وقت قریب ہو۔

فائدہ: اور مراد اس کا وہ وقت ہے جس میں واقع کی جاتی ہے اور ابن منیر نے کہا کہ مراد بخاری رحمہ اللہ کی استدلال کرنا ہے اس پر کہ نہیں واجب ہے تلاش کرنا پانی کا واسطے وضو کے پہلے داخل ہونے وقت کے اس واسطے کہ حضرت ﷺ نے نہیں انکار کیا ان پر تاخیر کو پس دلالت کی اس نے اوپر جائز ہونے کے۔

وَقَالَتْ عَائِشَةُ حَضَرَتِ الصُّبْحُ فَالْتُمِسَ الْمَآءُ فَلَمْ يُوْجَدْ فَنَزَلَ التَّيَمُّمُ.

یعنی عائشہ رضی اللہ عنہا نے کہا حاضر ہوا وقت صبح کا پس پانی کو تلاش کیا گیا سو نہ پایا گیا پس اترا تیمم یعنی آیت تیمم کی

١٦٤ ـ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ يُوْسُفَ قَالَ أَخْبَرَنَا مَالِكٌ عَنْ إِسْحَاقَ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ أَبِيْ طَلْحَةَ عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ أَنَّهُ قَالَ رَأَيْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَحَانَتْ صَلَاةُ الْعَصْرِ فَالْتَمَسَ النَّاسُ الْوَضُوْءَ فَلَمْ فَأُتِيَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ بِوَضُوْءٍ فَوَضَعَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِيْ ذٰلِكَ الْإِنَاءِ يَدَهُ وَأَمَرَ النَّاسَ أَنْ يَتَوَضَّئُوْا مِنْهُ قَالَ فَرَأَيْتُ الْمَآءَ يَنْبُعُ مِنْ تَحْتِ أَصَابِعِهٖ حَتّٰى تَوَضَّؤُوْا مِنْ عِنْدِ اٰخِرِهِمْ.

۱۶۴۔ انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو دیکھا اور نماز عصر کا وقت قریب ہوا پس لوگوں نے پانی کو تلاش کیا سو انہوں نے نہ پایا سو رسول اللہ ﷺ کے پاس کوئی شخص پانی لایا پس رسول اللہ ﷺ نے اس پانی میں اپنے ہاتھ کو رکھ دیا اور آپ نے لوگوں کو حکم کیا کہ اس سے وضو کریں سو میں نے پانی کو دیکھا کہ آپ کے ناخنوں کے نیچے سے جوش مارتا ہے تو لوگوں نے وضو کیا یہاں تک کہ جو پچھاڑی میں تھے انہوں نے بھی وضو کیا (یعنی سب لوگوں نے وضو کیا کوئی باقی نہ رہا)

فائدہ: اس حدیث میں دلیل ہے اوپر اس کے کہ سلوک کرنا مشروع ہے وقت ضرورت کے واسطے اس شخص کے کہ

اس کے پاس اپنے وضو سے زیادہ پانی ہو اور اس سے معلوم ہوا کہ چلو بھرنا وضو کرنے والے کا تھوڑے پانی سے نہیں کرتا ہے اس کو مستعمل اور استدلال کیا ہے ساتھ اس کے شافعی رحمہ اللہ نے کہ امر ساتھ دھونے ہاتھ کے پہلے داخل کرنے اس کے کی برتن میں مستحب ہونے کے واسطے ہے نہ کہ واجب ہونے کے۔

تنبیہ: ابن بطال نے کہا کہ اس حدیث یعنی پانی کے جوش مارنے کے وقت بہت اصحاب حاضر تھے لیکن نہیں روایت کی گئی ہے یہ حدیث مگر انس رضی اللہ عنہ کے طریق سے اور یہ واسطے دراز ہونے عمر اس کی کے ہے اور قاضی نے کہا کہ روایت کیا ہے اس حدیث کو عدد کثیر نے یعنی بہت معتبر پکے لوگوں نے جماعت بخشی ہوئی سے تمام لوگوں سے متصل ایک جماعت اصحاب کے سے یعنی ہر زمانے میں اس کے راوی بہت ہیں بلکہ نہیں مروی ہے ان میں سے کسی سے انکار اس کا پس یہ ملحق ہے ساتھ قطعی معجزوں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پس دیکھ کتنا فرق ہے دونوں کلاموں میں اور اس کی شرح علامات النبوت میں آئے گی۔ انشاء اللہ تعالیٰ۔ (فتح)

بَابُ الْمَآءِ الَّذِیْ یُغْسَلُ بِهٖ شَعَرُ الْاِنْسَانِ. باب ہے بیان میں اس پانی کے جس سے آدمی کے بال دھوئے جائیں یعنی ایسے پانی کا استعمال کرنا جائز ہے یا نہیں۔

فائدہ: یعنی حکم اس پانی کا کہ دھوئے جاتے ہیں ساتھ اس کے بال آدمی کے اشارہ کیا بخاری رحمہ اللہ نے طرف اس کی کہ اس کا حکم طہارت کا ہے اس واسطے کہ نہانے والا کبھی واقعہ ہوتا ہے اس کے نہانے کے پانی سے بال اس کا پس اگر ناپاک ہوتا تو البتہ ناپاک ہو جاتا پانی ساتھ ملنے اس کے کی اور نہیں منقول ہے کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سے پرہیز کیا ہو اپنے نہانے میں بلکہ اپنے بالوں کی جڑوں میں خلال کرتے تھے کما سیاتی اور یہ پہنچاتا ہے اکثر اوقات طرف گرنے بعض بالوں کے پس دلالت کی اس نے اس کے پاک ہونے پر اور یہ قول جمہور علماء کا ہے اور اسی طرح کہا ہے شافعی رحمہ اللہ نے قدیم میں اور جدید قول میں بھی شافعی رحمہ اللہ نے اس کے ساتھ نص کی ہے اور صحیح کہا ہے اس کو ایک جماعت نے اس کے اصحاب سے اور یہ طریقہ خراسانیوں کا ہے اور بعض نے ناپاک ٹھہرانے کے قول کو صحیح کہا ہے اور یہ طریقہ عراقیوں کا ہے اور استدلال کیا ہے بخاری رحمہ اللہ اوپر پاک ہونے اسکے ساتھ اس چیز کے کہ ذکر کیا ہے اس کو حدیث مرفوع سے اور اس کا پیچھا کیا گیا ہے ساتھ اس طور کے کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بال تکریم کیے گئے ہیں پس نہ قیاس کیا جائے گا ان پر غیر ان کا یعنی یہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا خاصہ ہے اور توڑ دیا ہے اس کو ابن منذر اور خطابی وغیرہ نے مگر ساتھ دلیل کے اور اصل اس کا عدم ہے کہا انہوں نے اور لازم آتا ہے اس کے قائل کو یہ کہ نہ حجت پکڑے اوپر پاک ہونے منی کے ساتھ اس کے کہ عائشہ رضی اللہ عنہا تھیں کھرچتیں اس کو حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے کپڑے سے واسطے ممکن ہونے اس کے کی کہ کہا جائے واسطے اس کے کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی منی پاک ہے پس نہ قیاس کیا جائے گا اوپر آپ کے غیر آپ کا اور حق یہ ہے کہ حکم حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا تمام مکلفوں کا ہے احکام تکلیف والوں میں یعنی احکام شرع میں جو

حال سب لوگوں کا ہے وہی حضرت ﷺ کا حال ہے مگر جو حکم دلیل سے خاص ہوا اور تحقیق بہت ہو چکی ہیں دلیلیں اوپر پاک ہونے آپ کے فضلوں کی اور گنا ہے اماموں نے اس کو حضرت ﷺ کے خصائص سے پس نہیں التفات کیا جائے گا طرف اس چیز کی کہ واقع ہوئی ہے بہت شافعیوں کی کتابوں میں جو اس کے مخالف ہے پس تحقیق قرار پاچکا ہے امر ان کے اماموں کے درمیان اس پر کہ منی پاک ہے یہ سب بیان آدمی کے بالوں کا ہے اور اوپر بال حیوان کے جس کا گوشت حلال نہیں جو ذبح کیا گیا ہے پس پس اس میں اختلاف ہے منی ہے اس پر کہ بالوں میں بھی زندگی داخل ہوتی ہے پس مرنے کے ساتھ ناپاک ہوں یا نہیں پس صحیح تر نزدیک شافعیہ کے یہ ہے کہ وہ مرنے سے ناپاک ہو جاتے ہیں اور جمہور علماء کا مذہب اسکے برخلاف ہے اور استدلال کیا ہے ابن منذر نے اس پر کہ بالوں میں زندگی داخل نہیں ہوتی پس نہیں پلید ہوتے ساتھ مرنے کے اور نہ ساتھ جدا ہونے کے ساتھ اس طور کے کہ اجماع کیا ہے انہوں نے اوپر پاک ہونے اس چیز کے کاٹی جائے بکری سے بالوں سے اس حال میں کہ بکری زندہ ہو اور ناپاک ہونے اس چیز کے کہ قطع کی جائے اس کے اعضاء سے اس حال میں کہ وہ زندہ ہو پس دلالت کی اس نے اوپر فرق کے درمیان بالوں کے اور اس کے غیر کے اجزاء اس کی سے اوپر برابری کرنے کے درمیان دونوں حالتوں موت اور جدا ہونے کے اور کہا بغوی نے شرح سنہ میں بیچ قول حضرت ﷺ کے میمونہ رضی اللہ عنہا کی بکری میں کہ سوائے اس کے کچھ نہیں کہ حرام تو فقط اس کا کھانا ہے استدلال کیا جاتا ہے واسطے اس شخص کے جس کا مذہب یہ ہے کہ جو چیز سوائے اس چیز کے ہے جو کھائی جاتی ہے مردار کی جزوں سے نہیں ہے فائدہ اٹھانا ساتھ اس کے اور مردار کے پروں اور ہڈیوں کا بیان آئندہ آئے گا اگر چاہا اللہ تعالیٰ نے اور عطاء سے روایت ہے کہ جائز ہے فائدہ اٹھانا لوگوں کے بالوں سے جو منیٰ میں منڈائے جاتے ہیں اور یہ جو کہا کہ جوٹھا کتوں کا تو یہ عطف ہے الماء پر اور تقدیر یوں ہے وَبَابُ سُؤْرِ الْكِلَابِ یعنی کتے کے جوٹھے کا کیا حکم ہے اور ظاہر بخاری رحمۃ اللہ علیہ کے تصرف سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ اس کے پاک ہونے کا قائل ہے۔

وَكَانَ عَطَآءٌ لَا يَرٰى بِهٖ بَأْسًا أَنْ يُّتَّخَذَ مِنْهَا الْخُيُوْطُ وَالْحِبَالُ وَسُؤْرِ الْكِلَابِ وَمَمَرِّهَا فِي الْمَسْجِدِ.

یعنی عطاء بالوں سے دھاگے اور رسے بنانے میں کچھ گناہ نہیں دیکھتے تھے، اور کتے کے جوٹھے اور راس کے مسجد میں گذرنے کا بیان

وَقَالَ الزُّهْرِيُّ إِذَا وَلَغَ فِيْ إِنَآءٍ لَيْسَ لَهٗ وَضُوْءٌ غَيْرُهٗ يَتَوَضَّأُ بِهٖ وَقَالَ سُفْيَانُ هٰذَا الْفِقْهُ بِعَيْنِهٖ يَقُوْلُ اللّٰهُ تَعَالٰى ﴿فَلَمْ تَجِدُوْا مَآءً فَتَيَمَّمُوْا﴾ وَهٰذَا مَآءٌ وَفِي

یعنی امام زہری رحمۃ اللہ علیہ (ایک بڑے جلیل القدر محدث کا نام ہے) نے کہا کہ جب ایسے پانی میں کتا منہ ڈالے کہ اس کے پاس سوائے اس کے اور پانی نہ ہو تو اس سے وضو کرلے اور سفیان رحمۃ اللہ علیہ نے کہا کہ یہ فقاہت بعینہ اللہ

النَّفسِ مِنهُ شَیْءٌ یَتَوَضَّأُ بِهٖ وَیَتَیَمَّمُ.

تعالیٰ غالب اور بزرگ کے اس قول کے موافق ہے ﴿فَلَمْ تَجِدُوْا مَآءً فَتَیَمَّمُوْا﴾ یعنی جب نہ پاؤ تم پانی تو تیمّم کرلو اور یہ پانی ہے اور دل میں اس سے کچھ شبہ ہے اس سے وضو کرلے اور تیمّم کرلے (یعنی اللہ نے تیمّم کرنے کا حکم جب ہی فرمایا ہے جب کہ پانی موجود نہ ہو اور یہاں تو پانی موجود ہے گو کتے کے منہ ڈالنے سے اسے دل میں کسی قسم کا شبہ آ گیا ہے سو اس سے وضو بھی کرے اور تیمّم بھی کرلے)

فائدہ: بخاری رحمہ اللہ نے اس باب میں دو مسئلوں کو جمع کیا ہے یعنی آدمی کے بالوں کا حکم اور کتے کے جوٹھے کا حکم اور ہر ایک کا اکثر اس کے ساتھ ہے پھر رجوع کیا طرف دلیل پہلے حکم کی حدیث مرفوع سے پھر اس کے بعد دوسرے حکم کی دلیلیں بیان کیں اور یہ جو سفیان رحمہ اللہ نے کہا کہ یہ فقہ بعنیہ واسطے قول اللہ تعالیٰ کی ہے الخ تو ایک روایت میں اس کے بعد اتنا اور زیادہ ہے کہ میں دیکھتا ہوں کہ اس کے ساتھ وضو کرے اور اس کے ساتھ تیمّم بھی کرے پس نام رکھا ثوری رحمہ اللہ نے لینے کو ساتھ دلالت عموم کے فقہ اور وہ یہ ہے جس کو بغل گیر ہے قول اللہ تعالیٰ کا ﴿فَلَمْ تَجِدُوْا مَآءً فَتَیَمَّمُوْا﴾ اس واسطے کہ وہ نکرہ ہے نفی کے سیاق میں پس عام ہوگا اور نہ خاص ہوگا مگر ساتھ دلیل کے اور کتے کے منہ ڈالنے سے پانی کے ناپاک ہونے پر اہل علم کا اتفاق نہیں اور زیادہ ہوا تیمّم واسطے احتیاط کے اور پیچھا کیا ہے اس کا اسماعیلی نے ساتھ اس سُور کے کہ شرط ہونا جواز وضو کا ساتھ اس کے جب کہ نہ پائے پانی سوائے اس کے دلالت کرتا ہے اس کے ناپاک ہونے پر نزدیک اس کے اس واسطے کہ جو چیز پاک ہو جائز ہے وضو کرنا ساتھ اس کے سمیت موجود ہونے اس کے غیر کے اور جواب دیا گیا ہے ساتھ اس طور کے کہ مراد یہ ہے کہ استعمال غیر اس کے کا اس قسم سے کہ اس میں اختلاف نہ ہو اولیٰ ہے پس اپر جب نہ پائے غیر اس کا تو نہ پھرے اس سے طرف تیمّم کی اس حال میں کہ اس کے پاک ہونے کا اعتقاد رکھتا ہو اور لیکن فتوی سفیان رحمہ اللہ کا ساتھ تیمّم کے بعد وضو کرنے کے ساتھ اس کے پس اس واسطے ہے کہ اس نے دیکھا کہ اس پانی میں شک ہے واسطے اختلاف کے پس احتیاط کی اس نے واسطے عبادت کے اور تحقیق تعاقب کیا گیا ہے ساتھ اس طور کے کہ لازم آتا ہے اس کے استعمال سے یہ کہ ہو بدن اس کا پاک بغیر شک کے پس ہوگا ساتھ استعمال اس کے کی مشکوک اپنی طہارت میں اسی واسطے بعض اماموں نے کہا ہے کہ اولیٰ یہ ہے کہ اس پانی کو گرا دے پھر تیمّم کرے۔

١٦٥ - حَدَّثَنَا مَالِكُ بْنُ إِسْمَاعِيلَ قَالَ

۱۶۵۔ ابن سیرین رحمہ اللہ سے روایت ہے کہ میں نے عبیدہ سے کہا

حَدَّثَنَا إِسْرَآئِيْلُ عَنْ عَاصِمٍ عَنِ ابْنِ سِيْرِيْنَ قَالَ قُلْتُ لِعَبِيْدَةَ عِنْدَنَا مِنْ شَعَرِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَصَبْنَاهُ مِنْ قِبَلِ أَنَسٍ أَوْ مِنْ قِبَلِ أَهْلِ أَنَسٍ فَقَالَ لَأَنْ تَكُوْنَ عِنْدِيْ شَعَرَةٌ مِنْهُ أَحَبُّ إِلَيَّ مِنَ الدُّنْيَا وَمَا فِيْهَا.

کہ ہمارے پاس نبی ﷺ کے بالوں سے کچھ چیز ہے جو ہم کو حضرت انس رضی اللہ عنہ کی طرف سے یا ان کے لوگوں کی طرف سے حاصل ہوا ہے پس عبیدہ رحمۃ اللہ علیہ نے کہا کہ حضرت ﷺ کے ایک بال کا میرے پاس ہونا مجھ کو زیادہ تر پیارا ہے تمام دنیا سے اور جو کچھ کہ دنیا میں ہے۔

فائدہ: اس حدیث سے معلوم ہوا کہ بال آدمی کے پاک ہیں ورنہ انس رضی اللہ عنہ ان کو اپنے پاس محفوظ نہ رکھتے اور ارادہ کیا بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے ساتھ وارد کرنے اس اثر کے تقریر اس کی کہ جو بال کہ ابوطلحہ رضی اللہ عنہ کو حاصل ہوئے تھے جیسا کہ باب کی حدیث میں ہے وہ اس کے گھر والوں کے پاس باقی رہے یہاں تک کہ ان کے غلاموں کی طرف پہنچے اس واسطے کہ سیرین محمد کا باپ انس بن مالک رضی اللہ عنہ کا غلام آزاد تھا اور انس رضی اللہ عنہ ابوطلحہ رضی اللہ عنہ کے ربیب تھے یعنی ان کی گود میں اُس نے پرورش پائی تھی اور وجہ دلالت کی اس سے اوپر ترجمہ کے یہ ہے کہ آدمی کے بال پاک ہیں نہیں تو نہ نگاہ رکھتے ان کو اور نہ تمنا کرتا عبیدہ یہ کہ ہو اس کے پاس ایک بال اس سے اور جب پاک ہوا تو جس پانی کے ساتھ وہ دھویا جاتا ہے وہ بھی پاک ہے۔

١٦٦ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ الرَّحِيْمِ قَالَ أَخْبَرَنَا سَعِيْدُ بْنُ سُلَيْمَانَ قَالَ حَدَّثَنَا عَبَّادٌ عَنِ ابْنِ عَوْنٍ عَنِ ابْنِ سِيْرِيْنَ عَنْ أَنَسٍ أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَمَّا حَلَقَ رَأْسَهُ كَانَ أَبُوْ طَلْحَةَ أَوَّلَ مَنْ أَخَذَ مِنْ شَعَرِهِ.

۱۶۶۔ انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے جب حجۃ الوداع میں اپنے سر کے بالوں کو منڈایا تو سب سے اول ابوطلحہ رضی اللہ عنہ نے آپ کے بالوں کو لیا۔

فائدہ: اس سے بھی معلوم ہوا کہ آدمی کے بال پاک ہیں ورنہ حضرت ﷺ کسی کو نہ لینے دیتے یہ جو کہا کہ جب حضرت ﷺ نے اپنا سر منڈایا تو سب سے پہلے ابوطلحہ رضی اللہ عنہ نے آپ کے بالوں سے لیا تو ایک روایت میں ہے کہ حضرت ﷺ نے جمرہ کو کنکریاں ماریں اور آپ نے قربانی ذبح کی تو آپ نے سر کی داہنی طرف سر مونڈنے والے کے آگے کی تو اس نے آپ کر سر مونڈا پھر حضرت ﷺ نے ابوطلحہ رضی اللہ عنہ کو بلایا تو وہ بال اس کو دیے پھر بائیں طرف کو منڈایا تو اس نے اس کو بھی مونڈا تو وہ بال بھی حضرت ﷺ نے ابوطلحہ رضی اللہ عنہ کو دیے اور ایک روایت میں ہے کہ ام سلیم رضی اللہ عنہا کو وہ بال دیے اور یہ حدیث اور بھی کئی طرح سے آئی ہے اور نہیں تعارض درمیان ان روایتوں کے بلکہ

طریق تطبیق کا ان کے درمیان یہ ہے کہ دونوں طرف کے بال ابوطلحہ رضی اللہ عنہ کو دیے سو ابوطلحہ رضی اللہ عنہ نے داہنی طرف کے بالوں کو حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم سے لوگوں کے درمیان تقسیم کیا اور لیکن بائیں طرف کے بال پس ام سلیم رضی اللہ عنہا کو دیے یعنی اپنی بی بی کو حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم سے کہا نووی نے کہ اس حدیث سے معلوم ہوا کہ مستحب ہے کہ پہلے سر کو داہنی طرف سے منڈائے اور یہ قول جمہور کا ہے برخلاف ابوحنیفہ رحمہ اللہ کے کہ اس کے نزدیک پہلے داہنی طرف سے منڈانا مستحب نہیں اور یہ کہ آدمی کے بال پاک ہیں اور یہ قول جمہور کا ہے اور یہی ہے صحیح نزدیک ہمارے اور یہ کہ جائز ہے برکت حاصل کرنا حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بالوں سے اور اس میں سلوک کرنا ہے درمیان اصحاب کے عطیہ اور ہدیہ میں میں کہتا ہوں اور اس میں ہے کہ سلوک کرنا نہیں لازم پکڑتا برابری کو اور اس میں زیادہ حصہ دینا ہے اس شخص کو جو متولی ہو تفرقہ کا اوپر غیر اپنے کے اور سر مونڈنے والے کا نام عمر بن عبداللہ ہے۔ (فتح)

بَابُ إِذَا شَرِبَ الْكَلْبُ فِي الْإِنَآءِ.

جب برتن میں کتا منہ ڈالے تو اس کو کتنی بار دھونا چاہیے

١٦٧ ـ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ يُوْسُفَ عَنْ مَالِكٍ عَنْ أَبِي الزِّنَادِ عَنِ الْأَعْرَجِ عَنْ أَبِيْ هُرَيْرَةَ قَالَ إِنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ إِذَا شَرِبَ الْكَلْبُ فِيْ إِنَآءِ أَحَدِكُمْ فَلْيَغْسِلْهُ سَبْعًا.

۱۶۷۔ ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب تم میں سے کسی کے برتن میں سے کتا پانی پیے تو اس کو چاہیے کہ سات بار دھو ڈالے۔

فائدہ: جب کتا پانی یا اس کے سوا کسی پتلی چیز میں منہ ڈالے تو اس کو ولوغ کہتے ہیں خواہ اس سے کچھ پیے یا نہ پیے اور جب کسی گاڑھی چیز میں منہ ڈالے تو اس کو لعوق کہتے ہیں اور جب خالی برتن میں منہ ڈالے تو اس کو لحس کہتے ہیں اور پینا خاص تر ہے ولوغ سے تو اس کی جگہ میں قائم نہ ہوگا اور مفہوم شرط کا بیچ قول اس کے کی اِذَا وَلَغَ (یعنی جب کتا کسی پتلی چیز میں منہ ڈالے) تقاضا کرتا ہے کہ حکم اس پر بند ہے یعنی حدیث سے یہی معلوم ہوتا ہے کہ جب کتا کسی پتلی چیز میں منہ ڈالے تو اس وقت اس کو سات بار دھونا آتا ہے اور اگر گاڑھی چیز میں یا خالی برتن میں منہ ڈالے تو اس وقت اس کو دھونا لازم نہیں لیکن جب ہم کہیں کہ دھونے کا حکم واسطے ناپاک ہونے کے ہے تو متعدی ہوگا حکم طرف اس چیز کی جب کہ کسی گاڑی چیز یا خالی برتن میں منہ ڈالے اور ہوگا ذکر ولوغ کا واسطے غالب کے اور اوپر لاحق کرنا اس کے باقی اعضاء کا مانند ہاتھ اس کے کی اور پاؤں اس کے کی پس مذہب منصوص یہ ہے کہ اس کا بھی یہی حکم ہے اس واسطے کہ اس کا منہ اس کے سب اعضاء سے اشرف ہے تو باقی کا بطریق اولیٰ یہ حکم ہوگا اور خاص کیا ہے اس کو قدیم میں ساتھ اول کے یعنی سات بار دھونا صرف اسی وقت ہے جب کہ کتا کسی پتلی چیز میں منہ ڈالے اور کہا نووی رحمہ اللہ نے روضہ میں کہ یہ وجہ شاذ ہے اور کہا شرح مہذب میں کہ وہ قوی ہے دلیل کے اعتبار سے اور اولویت

مذکور کبھی منع کی جاتی ہے اس واسطے کہ اس کا منہ محل استعمال کرنے پلیدیوں کا ہے اور یہ جو کہا کہ کسی کے برتن میں تو اس کا ظاہر عام ہونا ہے تمام برتنوں میں اور مفہوم اس کا نکلتا ہے اس پانی کو جو مستنقع ہو کہ مثلاً اور ساتھ اسی کے قائل ہے اوزاعی مطلق لیکن جب ہم کہیں کہ دھونا اس کا واسطے ناپاک ہونے کے ہے تو جاری ہوگا حکم تھوڑے پانی میں سوائے بہت پانی کے اور جو اضافت کہ اِنَاءِ اَحَدِکُمْ میں ہے وہ لغو ہے اس واسطے کہ پاک ہونا نہیں ہے موقوف اس کے ملک پر اور اسی طرح قول اس کا پس چاہیے کہ دھوئے اس کو نہیں موقوف ہے اس پر کہ وہ خود دھونے والا ہو اور ایک روایت میں اتنا زیادہ ہے کہ چاہیے کہ اس کو پھینک دے اور یہ قوی کرتا ہے اس قول کو کہ دھونا اس کا واسطے ناپاک ہونے کے ہے اس واسطے کہ پھینکی گئی چیز عام تر ہے اس سے کھانا ہو یا پانی پس اگر وہ چیز پاک ہوتی تو اس کے پھینکنے کا حکم نہ ہوتا واسطے نہی کے مال کے ضائع کرنے سے اور یہ جو کہا کہ پس چاہیے کہ دھوئے اس کو تو یہ تقاضا کرتا ہے فور کو لیکن حمل کیا ہے اس کو جمہور نے اوپر استحباب کے مگر جو چاہے کہ اس برتن کو استعمال کرے اور یہ جو کہا کہ سات بار تو مالک کی روایت میں مٹی سے مانجنا واقع نہیں ہوا اور نہیں ثابت ہوا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی کسی روایت میں مگر ابن سیرین سے اور اختلاف کیا ہے راویوں نے بیچ مانجنے کی اول بار مانجا جائے یا پیچھے یا درمیان ایک روایت میں ہے کہ پہلی بار مانجا جائے اور ایک روایت میں ہے کہ ساتویں بار مانجا جائے اور ایک روایت میں ہے کہ ان میں سے کسی ایک بار مانجا جائے پس طریق تطبیق کا درمیان ان کے یہ ہے کہ ایک بار کی روایت مبہم ہے اور پہلی یا ساتویں بار کی روایت معین ہے اور اَوْ اگر نفس خبر میں ہو تو یہ واسطے اختیار دینے کے ہے۔ پس مقتضی حمل مطلق کا مقید پر یہ ہے کہ حمل کیا جائے اوپر ایک دونوں کے یعنی پہلی بار یا ساتویں بار کے اس واسطے کہ اس میں زیادتی ہے اوپر روایت معین کے اور یہی ہے جس پر نص کی ہے شافعی رحمۃ اللہ علیہ نے اُم میں اور اگر اَوْ واسطے شک کے ہو راوی سے تو روایت اس شخص کی جس نے معین کیا اور شک نہیں کیا اولیٰ ہے روایت اس شخص کے سے جس نے مبہم کیا یا شک کیا پس باقی رہی نظر بیچ ترجیح کے درمیان روایت پہلی بار اور ساتویں بار کے اور پہلی بار مانجنے کی روایت راجح تر ہے بہت ہونے اور زیادہ تر یاد ہونے کے اعتبار سے اور باعتبار معنی کے ہے اس واسطے کہ پچھلی بار کا مانجنا تقاضا کرتا ہے محتاج ہونے کو طرف اور بار دھونے کے واسطے ستھرا کرنے اس کے کی اور تحقیق نص کی ہے شافعی رحمۃ اللہ علیہ نے حرملہ میں کہ پہلی بار مانجنا اولیٰ ہے اور اس حدیث میں دلیل ہے اس پر کہ حکم پلیدی کا بڑھتا ہے اپنے محل طرف اس چیز کی کہ اس کی ہمسایہ ہو بشرطیکہ پتلی ہو اور اوپر ناپاک ہونے چیزوں کے جب کہ اس کی ایک جزو میں پلیدی پڑ جائے اور اوپر ناپاک ہونے اس برتن کے جو پتلی چیز کے ساتھ ملا ہوا ہو اور اس پر کہ تھوڑا پانی ناپاک ہو جاتا ہے ساتھ پڑنے پلیدی کے بیچ اس کے اگرچہ اس کی کوئی صفت نہ بگڑے اس واسطے کہ کتے کا پینا نہیں بگاڑتا اس پانی کو جو برتن میں ہے اکثر اوقات اور اس پر کہ وارد ہونا پانی کا پلیدی پر مخالف ہے وارد ہونے پلیدی کی کو اوپر اس کے اس واسطے کہ حکم کیا ساتھ گرانے پانی

کے جب کہ وارد ہو اس پر پلیدی اور وہ حقیقت ہے تمام پانی کو گرانے میں اور حکم کیا ساتھ دھونے اس کے کی اور حقیقت اس کی ادا ہوتی ہے ساتھ اس چیز کے کہ نام رکھا جائے اس کا غسل اگر چہ ہو وہ چیز کہ دھویا جاتا ہے ساتھ اس کے کم اس چیز سے کہ گرائی جاتی ہے۔

فائدہ: مالکیہ اور حنفیہ ظاہر اس حدیث کے مخالف ہیں پس اپیر مالکیہ پس نہیں قائل ہیں ساتھ مانجنے کے مٹی سے باوجودیکہ سات بار دھونے کو واجب کہتے ہیں مشہور قول پر نزدیک ان کی اس واسطے کہ مٹی سے مانجنا مالک کی روایت میں واقع نہیں ہوا ان میں قرافی نے کہا کہ صحیح ہو چکی ہیں اس میں حدیثیں پس عجب ہے اُن سے کہ کس طرح مانجنے کے ساتھ قائل نہیں اور مالک سے ایک روایت میں ہے کہ سات بار دھونے کا حکم واسطے استحباب کے ہے اور معروف اس کے اصحاب کے نزدیک یہ ہے کہ وہ وجوب کے واسطے ہے لیکن وہ واسطے تعبد کے ہے یعنی عباداتی امر ہے اس واسطے کہ کتا مالکیوں کے نزدیک پاک ہے اور ظاہر کی ہے ان کے بعض متاخرین نے حکمت سوائے ناپاک کرنے کے کماسیاتی اور ایک روایت مالک سے ہے کہ کتا ناپاک ہے لیکن اس کا قاعدہ یہ ہے کہ پانی ناپاک نہیں ہوتا مگر بگڑنے سے پس نہیں واجب ہے سات بار دھونا واسطے ناپاک ہونے کے بلکہ واسطے تعبد کے لیکن وارد اُس پر قول حضرت ﷺ کا اول میں اس حدیث کے جیسا کہ مسلم کی روایت میں طُهُوْرُ اِنَآءِ اَحَدِكُمْ اس واسطے کہ طہارت استعمال کی جاتی ہے یا حدث سے یا پلیدی سے اور نہیں ہے بے وضو ہوتا برتن پر پس متعین ہوئی ناپاکی اور جواب دیا گیا ہے ساتھ منع کرنے حصر کے اس واسطے کہ تیمّم نہیں اٹھاتا حدث کو اور تحقیق کہا گیا ہے واسطے اس کے طہور مسلم کا اور اس واسطے کہ طہارت اس کے غیر پر بھی بولی جاتی ہے مانند اس آیت کے ﴿خُذْ مِنْ اَمْوَالِهِمْ صَدَقَةً تُطَهِّرُهُمْ﴾ اور مانند اس حدیث کی کہ مسواک مطہرہ ہے واسطے منہ کے اور جواب پہلے اعتراض سے یہ ہے کہ تیمّم پیدا ہونے والا ہے حدث سے یعنی بے وضو ہونے سے پس جب قائم ہوا مقام اس چیز کے کہ پاک کرتا ہے حدث کو تو اس کا نام طہور رکھا گیا اور جو اس کا قائل ہے کہ وہ حدث کو اٹھا دیتا ہے تو وہ منع کرتا ہے اس اعتراض کو جڑھ سے اور جواب دوسرے اعتراض سے یہ ہے کہ الفاظ شرع کے جب دائر ہوں درمیان حقیقت لغوی اور شرعی کے تو محمول ہوتے ہیں حقیقت شرعی پر مگر جب کہ دلیل قائم ہو اور یہ دعویٰ بعض مالکیوں کا کہ حکم دھونے کا اس کتے کے منہ ڈالنے سے ہے جس کا رکھنا منع ہے سوائے اس کتے کے جس کے رکھنے کی اجازت ہے محتاج ہے طرف ثابت ہونے تقدم نہی کے کتے کے رکھنے کے حکم سے او پر امر کے ساتھ غسل کے اور محتاج ہے طرف قرینہ کے دلالت اس پر کہ مراد وہ کتا ہے جس کے رکھنے کی اجازت نہیں اس واسطے کہ ظاہر لام سے بیچ قول حضرت ﷺ کے الکلب یہ ہے کہ وہ جنس کے واسطے ہے یعنی مراد جنس کتے کی ہے پس شامل ہوگا یہ حکم ہر قسم کے کتے کو یا واسطے تعریف ماہیت کے ہے پس محتاج ہوگا مدعی اس امر کا کہ وہ واسطے عہد کے ہے طرف دلیل کی اور مانند اس کی ہے فرق کرنا ان کے بعض کا درمیان جنگلی

اور خانگی کتے کے اور بعض نے یہ دعویٰ کیا ہے کہ یہ خاص ہے ساتھ کتے سودائی کے جس کے کاٹنے سے ہر چیز سودائی ہو کر مر جاتی ہے اور حکمت بیچ حکم کے ساتھ دھونے اس کے کی طب کی وجہ سے ہے اس واسطے کہ شارع نے طب میں کئی جگہ سات بار کو اعتبار کیا ہے جیسے کہ فرمایا کہ مجھ پر سات مشکیں ڈالو اور فرمایا کہ جو صبح کو سات کھجوریں عجوہ سے کھائے اور تعاقب کیا گیا ہے ساتھ اس کے کہ سودائی کتا پانی کے نزدیک نہیں جاتا پس کس طرح حکم کیا جائے گا ساتھ دھونے کے اس کے پانی پینے سے اور جواب دیا ہے بعض نے ساتھ اس طور کے کہ نہیں نزدیک ہوتا وہ پانی کے بعد مضبوط ہونے دیوانگی کے لیکن ابتدا میں پس نہیں باز رہتا پانی سے اور اس تعلیل میں اگرچہ مناسبت ہے لیکن وہ مستلزم ہے تخصیص کو بغیر دلیل کے اور تعلیل ساتھ ناپاک ہونے کے قوی تر ہے اس واسطے کہ منصوص کے معنی میں ہے اور تحقیق ثابت ہو چکا ہے ابن عباس رضی اللہ عنہما سے صریح یہ کہنا کہ کتے کے جوٹھے سے دھونا اس واسطے ہے کہ وہ ناپاک ہے روایت کیا ہے اس کو محمد بن نصر مروزی نے ساتھ سند صحیح کے اور کسی صحابی سے اس کا خلاف ثابت نہیں ہوا اور مالکیوں سے بھی مشہور فرق کرنا ہے درمیان پانی برتن کے پس گرایا جائے اور دھویا جائے اور درمیان برتن طعام کے پس کھایا جائے پھر دھویا جائے برتن بطور تعبد کے اس واسطے کہ گرانے کا حکم عام ہے پس خاص کیا جائے گا اس سے کھانا ساتھ نہی کے ضائع کرنے مال سے اور معارضہ کیا گیا ہے ساتھ اس کے کہ نہی ضائع کرنے سے خاص ہے ساتھ امر کے ساتھ گرانے کے اور راجح ہے یہ دوسری وجہ ساتھ اجماع کے اوپر گرانے اس چیز کے کہ اس میں پلیدی پڑے تھوڑی پتلی چیزوں سے اگرچہ اس کی قیمت بڑی ہو پس ثابت ہوا کہ عموم نہی کا خاص ہے برخلاف گرنے کے حکم کے اور جب اس کے جوٹھے کا پلید ہونا ثابت ہوا تو ہوگا عام تر اس سے کہ وہ واسطے ناپاک ہونے اس کی عین ذات کے یا واسطے ناپاک ہونے اس کی خوراک کے مانند کھانے مردار کے مثلاً لیکن پہلی وجہ راجح تر ہے یعنی نجاست اس کی عین ذات کے واسطے ہے اس واسطے کہ وہ اصل ہے اور اس واسطے کہ لازم آتا ہے دوسری وجہ پر شریک ہونا اس کے غیر کا واسطے اس کے حکم میں مانند بلی کے مثلاً اور جب ثابت ہوا ناپاک ہونا جوٹھے اس کے کا واسطے ناپاک ہونے عین ذات اس کی کے تو نہ دلالت کرے گا اوپر باقی اس کے کی مگر ساتھ طریق قیاس کے مانند اس کی کہ کہا جائے کہ اس کا لعاب یعنی اس کے منہ کا پانی ناپاک ہے اس واسطے کہ وہ کھینچا گیا ہے اس سے اور لعاب اس کے منہ کا پسینہ ہے اور اس کا منہ اس کے سارے بدن سے پاک تر ہے تو اس کا پسینہ ناپاک ہوگا اور جب اس کا پسینہ ناپاک ہوا تو اس کا بدن بھی ناپاک ہوگا اس واسطے کہ اس کا پسینہ دھویا گیا ہے اس کے بدن سے لیکن کیا لاحق ہیں باقی اعضاء اس کے ساتھ زبان اس کی کے بیچ واجب ہونے سات بار کے مانجنے کی یا نہیں؟ پہلے گزر چکا ہے اشارہ طرف اس کی نووی کی کلام سے اور اوپر حنفیہ پس نہیں قائل ہیں سات بار دھونے کے اور نہ ساتھ مانجنے کے اور عذر کیا ہے طحاوی وغیرہ نے اُن سے ساتھ کئی امروں کے ایک یہ کہ ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ اس کے راوی نے تین بار دھونے کے ساتھ فتویٰ دیا پس معلوم ہوا کہ سات بار

دھونا منسوخ ہے اور تعاقب کیا گیا ہے ساتھ اس طور کے کہ احتمال ہے کہ فتویٰ دیا ہو اس نے ساتھ اس کے واسطے اس اعتقاد رکھنے کے کہ سات بار دھونا مستحب ہے نہ واجب یا اس روایت کو بھول گئے ہوں اور احتمال نہیں ثابت کرتا نسخ کو اور نیز یہ بھی ثابت ہو چکا ہے کہ اس نے سات بار دھونے کے ساتھ فتویٰ دیا پس یہ فتویٰ اس کا اس کی روایت کے موافق ہے پس ہوگا راجح تر تین بار دھونے کے فتویٰ سے اس واسطے کہ یہ فتویٰ اس کی روایت کے مخالف ہے اور یہ راجح ہونا اس کا سند اور نظر دونوں کے اعتبار سے ہے لیکن راجح ہونا اس کا اعتبار نظر کے پس ظاہر ہے اور اپر سند پس موافقت وارد ہوئی ہے روایت حماد بن زید کی سے اس نے روایت کی ہے ایوب سے اس نے ابن سیرین سے اور یہ صحیح سندوں سے ہے اور اپر مخالفت پس روایت عبدالملک بن ابی سلیمان کی سے ہے اور وہ پہلی سند سے قوت میں بہت کم ہے اور ایک یہ کہ گندگی سخت تر ہے پلید ہونے میں کتے کے جوٹھے سے اور نہیں قید ہے اس میں سات بار دھونے کے تو کتے کا جوٹھا بطریق اولیٰ اسی طرح ہوگا اور جواب دیا گیا ہے ساتھ اس طور کے کہ گندگی جو اس سے پلید ہونے میں سخت تر ہے اس سے یہ لازم نہیں آتا کہ حکم میں بھی اس سے سخت تر ہو اور ساتھ اس طور کے کہ وہ قیاس ہے نص کے مقابلے میں اور وہ فاسد ہے اور ایک یہ کہ یہ حکم اس وقت تھا جب کہ حضرت ﷺ نے کتوں کے مارنے کے ساتھ حکم کیا تھا پھر جب ان کے مارنے کا حکم منسوخ ہوا تو دھونے کا حکم بھی منسوخ ہوا اور تعاقب کیا گیا ہے ساتھ اس کے کہ ان کے مار ڈالنے کا حکم ہجرت کے اول میں تھا اور حکم ساتھ دھونے کے نہایت پیچھے ہے اس واسطے کہ وہ ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ اور عبداللہ بن مغفل رضی اللہ عنہ کی روایت سے ہے اور تحقیق ذکر کیا ہے ابن مغفل نے کہ اس نے حضرت ﷺ سے سنا کہ آپ نے کتے کے جوٹھے سے دھونے کا حکم فرمایا اور اس کا اسلام ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی طرح ہجرت کے ساتویں سال میں ہے بلکہ سیاق مسلم کا ظاہر ہے اس میں کہ حکم ساتھ دھونے کے تھا بعد حکم کے ساتھ قتل کرنے کتوں کے اور ایک الزام دینا شافعیوں کو ہے ساتھ واجب کرنے آٹھ بار دھونے کے واسطے عمل کرنے کے ساتھ ظاہر حدیث عبداللہ بن مغفل رضی اللہ عنہ کے جس کو مسلم نے روایت کیا ہے اور اس کے لفظ یہ ہے کہ دھو ڈالو اس کو سات بار اور اس کو آٹھویں بار مٹی سے مانجو اور جواب دیا گیا ہے کہ شافعیہ جو عبداللہ بن مغفل رضی اللہ عنہ کی حدیث کے ساتھ قائل نہیں تو اس سے یہ لازم نہیں آتا کہ وہ بالکل حدیث پر عمل کرنا چھوڑ دیں اس واسطے کہ اگر شافعیوں کا عذر اس حدیث سے باوجہ ہو تو فبہا نہیں تو ہر ایک دونوں فرقوں سے ملامت کیا گیا ہے بیچ ترک کرنے عمل کے ساتھ اس کے کہا ہے اس کو ابن دقیق العید نے اور بعض یہ عذر بیان کرتے ہیں کہ اجماع اس کے برخلاف ہے اس واسطے کہ ہم اس کے ساتھ عمل نہیں کرتے اور اس میں نظر ہے اس واسطے کہ ثابت ہو چکا ہے حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ سے کہ وہ اس کے ساتھ قائل ہے اور یہی قول ہے احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ کا اور شافعی رحمۃ اللہ علیہ سے منقول ہے کہ میں اس حدیث کے صحیح ہونے پر واقف نہیں ہوا لیکن یہ نہیں ثابت کرتا عذر کو واسطے اس شخص کے جو اس کی صحت پر واقف ہوا اور میل کی ہے بعض نے

طرف ترجیح دینے حدیث ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی اوپر حدیث عبداللہ بن مغفل رضی اللہ عنہ کے اور ترجیح کی طرف نہیں پھرا جاتا باوجود ممکن ہونے تطبیق کے اور عبداللہ بن مغفل رضی اللہ عنہ کی حدیث پر عمل کرنا مستلزم ہے عمل کرنے کو ساتھ حدیث ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کے بدون عکس کے اور زیادتی ثقہ کی مقبول ہے اور اگر ہم اس باب میں ترجیح کی راہ چلیں تو نہ قائل ہوں ساتھ مانجنے کے ہرگز اس واسطے کہ روایت مالک کی بدون مانجنے کی راجح تر ہے روایت اس شخص کی سے جو اس کو ثابت کرتا ہے اور باوجود اس کے پس ہم اس کے ساتھ قائل ہیں واسطے لینے زیادتی ثقہ کے اور شرح اس حدیث کی نہایت دراز ہے اور ممکن ہے کہ اس میں ایک کتاب مستقل تصنیف ہو لیکن یہ قدر کافی ہے اس مختصر میں اور اللہ سے ہی مدد مانگی گئی ہے۔ (فتح)

١٦٨ـ حَدَّثَنَا إِسْحَاقُ أَخْبَرَنَا عَبْدُ الصَّمَدِ حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّحْمٰنِ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ دِيْنَارٍ سَمِعْتُ أَبِيْ عَنْ أَبِيْ صَالِحٍ عَنْ أَبِيْ هُرَيْرَةَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنَّ رَجُلًا رَأٰى كَلْبًا يَأْكُلُ الثَّرٰى مِنَ الْعَطَشِ فَأَخَذَ الرَّجُلُ خُفَّهٗ فَجَعَلَ يَغْرِفُ لَهٗ بِهٖ حَتّٰى أَرْوَاهُ فَشَكَرَ اللّٰهُ لَهٗ فَأَدْخَلَهُ الْجَنَّةَ.

١٦٨ـ ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ بے شک ایک شخص نے ایک کتا دیکھا کہ پیاس کے مارے کیچڑ کھاتا ہے سو اس مرد نے اپنے موزے کو لے کر اس میں پانی بھر کر اس کتے کو پلایا یہاں تک کہ اس کو سیراب اور تروتازہ کر دیا سو اس کے بدلے اللہ نے اس کو ثواب دیا اور بہشت میں اس کو داخل کر دیا۔

فائدہ: یہ جو کہا کہ موزے سے بھر کر اس کو پانی پلایا تو استدلال کیا ہے ساتھ اس کے بخاری رحمہ اللہ نے اوپر پاک ہونے جوٹھے کتے کے اس واسطے کہ ظاہر اس کا یہ ہے کہ اس نے کتے کو اس میں پانی پلایا اور تعاقب کیا گیا ہے بایں طور کہ استدلال کرنا ساتھ اس کے مبنی ہے اس پر کہ پہلے پیغمبروں کی شرع ہمارے واسطے شرع ہے اور اس میں اختلاف ہے اور اگر ہم اس کے ساتھ قائل ہوں تو البتہ ہوگا محل اس کا اس چیز میں کہ منسوخ نہیں ہوئے اور اگر باگ کو ڈھیلا چھوڑا جائے تو بھی استدلال قائم نہیں اس واسطے کہ احتمال ہے کہ اس نے پانی کو کسی اور برتن میں ڈال کر اس کو پلایا ہو یا اس کے بعد موزے کو دھولیا ہو یا اس کو اس کے بعد نہ پہنا ہو اور یہ جو کہا کہ اللہ نے اس کے واسطے شکر کیا یعنی اس کی ثناء کی پس بدلہ دیا اس کو اوپر اس کے ساتھ اس طور کے کہ اس کے عمل کو قبول کیا اور اس کو بہشت میں داخل کیا۔

وَقَالَ أَحْمَدُ بْنُ شَبِيْبٍ حَدَّثَنَا أَبِيْ عَنْ يُوْنُسَ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ قَالَ حَدَّثَنِيْ حَمْزَةُ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ عَنْ أَبِيْهِ قَالَ كَانَتِ الْكِلَابُ تَبُوْلُ وَتُقْبِلُ وَتُدْبِرُ فِي الْمَسْجِدِ فِيْ زَمَانِ

عبداللہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں کتے مسجد میں آتے جاتے تھے سو کسی جگہ پر اس سے پانی نہیں چھڑکتے تھے۔

رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَلَمْ يَكُوْنُوْا يَرُشُّوْنَ شَيْئًا مِنْ ذٰلِكَ.

فائدہ: بعض علماء مالکیہ وغیرہ کہتے ہیں کہ امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کی غرض ان چار حدیثوں سے کتے کی اور اس کے جوٹھے کی پاکی ثابت کرتا ہے اور بعض علماء کہتے ہیں کہ امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کی یہ غرض نہیں ہے بلکہ غرض اس کی لوگوں کے مذہب بیان کرنے کی ہے وہ خود اس بات کا قائل نہیں اس لیے کہ ترجمہ میں اس نے فقط کتے کے جوٹھے کا نام لیا ہے یوں نہیں کہا کہ جوٹھا کتے کا پاک ہے مگر ظاہر بات پہلی ہے **لما عرف من عادته والله اعلم بالصواب**۔ ایک روایت میں ہے تقبل سے پہلے تبول واقع ہوا ہے اور اس کے واو عطف کی ہے اور بنا بر اس کے پس نہیں حجت ہے بیچ اس کے واسطے اس شخص کے جس نے استدلال کیا ہے ساتھ اس کے اوپر پاک ہونے کتے کی واسطے اتفاق کے اوپر پلید ہونے اس کے پیشاب کے یہ بات ابن منیر نے کہی ہے اور تعاقب کیا گیا ہے ساتھ اس طور کے کہ جو کہتا ہے کہ کتا پاک ہے اور جس چیز کا گوشت کھایا جاتا ہے اس کا پیشاب پاک ہے قدح کرتا ہے بیچ نقل اتفاق کے خاص کر ایک جماعت قائل ہیں کہ سب جاندار چیزوں کا پیشاب پاک ہے مگر آدمی کا اور ان لوگوں میں جو اس کے ساتھ قائل ہیں ابن وہب ہے اور منذری نے کہا کہ مراد یہ ہے کہ وہ اپنی جگہوں میں مسجد سے باہر پیشاب کرتے تھے پھر مسجد میں آتے جاتے تھے اس واسطے کہ اس وقت میں مسجد کے کواڑ نہ تھے اور بعید ہے یہ کہ کتوں کو چھوڑا جائے کہ مسجد میں آئیں جائیں یہاں تک کہ اس کو پیشاب سے آلودہ کریں اور تعاقب کیا گیا ہے ساتھ اس طور کے کہ جب اس کو پاک کہا جائے تو یہ منع نہیں ہوگا جیسا کہ بلی میں ہے اور قریب تر یہ ہے کہ کہا جائے کہ تھا یہ معاملہ بیچ ابتداء حال کے اصل اباحت پر پھر وارد ہوا امر ساتھ تکریم مسجدوں کے اور پاک کرنے ان کے کی اور گردانے گئے ان پر کواڑ اور اشارہ کرتی ہے طرف اس کی وہ چیز کہ دوسری روایت میں زیادہ ہے ابن عمر رضی اللہ عنہما سے کہ تھے عمر رضی اللہ عنہ پکارتے اپنے بلند آواز سے کہ مسجد میں بیہودہ بات کہنے سے پرہیز کرو کہا ابن عمر رضی اللہ عنہما نے کہ میں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے وقت مسجد میں رات کاٹا کرتا تھا اور تھے کتے آتے جاتے الخ پس اشارہ کیا طرف اس کی کہ یہ معاملہ ابتداء میں تھا پھر وارد ہوا امر ساتھ تکریم مسجد کے یہاں تک کہ بیہودہ کلام سے اور ساتھ اس کے دفع ہوگا استدلال اوپر پاک ہونے کتے کے اور یہ جو کہا کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں تو یہ اگرچہ عام ہے تمام زمانوں کو لیکن وہ خاص ہے ساتھ اس زمانے کے جو پہلے ہے مسجدوں کی نگہبانی کرنے کے حکم سے اور یہ جو کہا کہ اس پر پانی نہ چھڑکتے تھے تو اس میں مبالغہ ہے واسطے دلالت اس کی کے اوپر نفی غسل کے باب اولیٰ سے اور استدلال کیا ہے ساتھ اس کے ابن بطال نے اس پر کہ کتے کا جوٹھا پاک ہے اس واسطے کہ کتوں کی شان سے ہے یہ بات کہ پیروی کرتے ہیں کھائی گئی چیز کی جگہوں کو اور بعض اصحاب کے مسجد کے سوا کوئی گھر نہ تھے پس نہیں خالی ہے یہ کہ پہنچے لعاب اس کا طرف بعض اجزاء مسجد کے اور تعاقب کیا گیا

ہے ساتھ اس طور کی کہ مسجد کا پاک ہونا یقینی امر ہے اور جو مذکور ہوا اس میں شک ہے اور یقین نہیں دور ہوتا شک سے پھر دلالت اس کی معارض نہیں منطوق حدیث کی دلالت کو جو وارد ہو چکی ہے بیچ دھونے کتے کے جوٹھے کے۔ (فتح)

١٦٩ ـ حَدَّثَنَا حَفْصُ بْنُ عُمَرَ قَالَ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنِ ابْنِ أَبِي السَّفَرِ عَنِ الشَّعْبِيِّ عَنْ عَدِيِّ بْنِ حَاتِمٍ قَالَ سَأَلْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ إِذَا أَرْسَلْتَ كَلْبَكَ الْمُعَلَّمَ فَقَتَلَ فَكُلْ وَإِذَا أَكَلَ فَلَا تَأْكُلْ فَإِنَّمَا أَمْسَكَهُ عَلٰى نَفْسِهٖ قُلْتُ أُرْسِلُ كَلْبِيْ فَأَجِدُ مَعَهُ كَلْبًا اٰخَرَ قَالَ فَلَا تَأْكُلْ فَإِنَّمَا سَمَّيْتَ عَلٰى كَلْبِكَ وَلَمْ تُسَمِّ عَلٰى كَلْبٍ اٰخَرَ.

١٦٩۔ عدی بن حاتم رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا یعنی کتے کے شکار کے حکم سے سو حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب تو اپنے سکھائے شکاری کتے کو چھوڑے اور وہ شکار کو جان سے مار ڈالے تو شکار کو کھالے اور اگر کتے نے اس میں سے کچھ کھالیا تو اس کو مت کھا پس سوائے اس کے نہیں کہ اُس نے اپنے نفس کے واسطے پکڑا ہے۔ میں نے عرض کیا کہ میں اپنے کتے سکھائے ہوئے کو چھوڑتا ہوں سو اس کے ساتھ دوسرا کتا پاتا ہوں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اس کو مت کھا اس لیے کہ تو نے اپنے کتے پر اللہ کا نام لیا ہے اور دوسرے کتے پر اللہ کا نام نہیں لیا۔

فائدہ: اس حدیث کی شرح شکار میں آئے گی اور سوائے اس کے کچھ نہیں کہ وارد کیا ہے بخاری نے اس حدیث کو اس جگہ تا کہ استدلال کرے ساتھ اس واسطے مذہب اپنے کے بیچ پاک ہونے جوٹھے کتے کے اور مطابقت اس کی واسطے باب کے قول اس کے سے ہے بیچ اس کے اور حکم کتوں کے جوٹھے کا اور وجہ دلالت کی حدیث سے یہ ہے کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اجازت دی اس کو بیچ کھانے اس چیز کے کہ اس کو کتا شکار کرے اور نہیں مقید کیا اس کو ساتھ اس کے منہ کی جگہ کے اور اسی واسطے مالک رحمۃ اللہ علیہ نے کہا کہ کس طرح کھایا جاتا ہے شکار اس کا اور حالانکہ اس کا لعاب ناپاک ہوتا ہے اور جواب دیا ہے اسمٰعیلی نے ساتھ اس کے کہ حدیث بیان کی گئی ہے واسطے تعریف اس بات کی کہ اس کا مار ڈالنا اس کا ذبح کرنا ہے اور نہیں اس میں ثابت کرنا اس کی ناپاکی کا اور نہ نفی اس کی اور دلالت کرتا ہے واسطے اس کے یہ کہ نہیں فرمایا کہ دھو ڈال خون کو جب کہ نکلے دانت کے زخم سے لیکن سپرد کیا اس کو طرف اس چیز کی کہ مقرر تھا نزدیک اس کے واجب ہونے غسل خون کے سے پس شاید سپرد کیا ہو اس کو بھی طرف اس چیز کی کہ مقرر تھا نزدیک اس کے دھونے اس چیز کے سے جو اس کے منہ کو چھوئے اور ابن منیر نے کہا کہ شافعیہ کے نزدیک یہ ہے کہ چھری کو جب ناپاک پانی پلایا جائے اور اس کے ساتھ ذبح کیا جائے تو ذبیحہ پلید ہو جاتا ہے اور کتے کے دانت ان کے نزدیک ناپاک ہیں عین ذات اپنی سے اور تحقیق موافق ہوئے ہیں ہمارے اس میں کہ ذبح کرنا اس کا شرعی ہے نہیں پلید کرتا ذبح کیے جانور کو اور تعاقب کیا گیا ہے ساتھ اس کے کہ نہیں لازم آتا اتفاق سے اس پر کہ ذبیحہ پلید نہیں

ہوتا ساتھ کاٹنے کتے کے ثابت ہونا اجماع کا اس پر کہ نہیں ہوتا وہ ناپاک ساتھ کسی اور چیز کے پس جو اس نے ان کو الزام دیا ہے وہ لازم نہیں علاوہ ازیں اس مسئلے میں ان کے نزدیک اختلاف ہے اور مشہور یہ ہے کہ کتے کے کاٹنے کی جگہ کو دھونا واجب ہے اور یہ جگہ اس مسئلے کی بسط کی نہیں۔ (فتح)

بَابُ مَنْ لَمْ يَرَ الْوُضُوْءَ إِلَّا مِنَ الْمَخْرَجَيْنِ مِنَ الْقُبُلِ وَالدُّبُرِ وَقَوْلُ اللّٰهِ تَعَالٰى ﴿أَوْ جَآءَ أَحَدٌ مِّنْكُمْ مِّنَ الْغَآئِطِ﴾.

باب ہے بیان میں اس شخص کے جو نہیں دیکھتا ہے وضو کر مگر دو مخرجوں سے واسطے قول اللہ تعالیٰ کے یا آئے کوئی تم میں کا پائخانہ سے۔

فائدہ: یہ استثناء مفرغ ہے اور معنی یہ ہیں کہ بیان ہے اس شخص کا جو نہیں دیکھتا وضو کو واجب نکلنے کسی چیز کے سے بدن کے نکلنے کی جگہوں سے مگر قبل یا دبر یعنی آگے یا پیچھے سے اور اشارہ کیا طرف خلاف اس شخص کی جو دیکھتا ہے وضو کو اس چیز سے کہ ان دونوں کے سوا بدن سے نکلتی ہے مانند قے ء اور سینگی وغیرہ کی اور ممکن ہے کہ کہا جائے کہ وضو کے توڑنے والی چیزیں معتبر ہیں رجوع کرتی ہیں طرف دو مخرجوں کی پس سونا جگہ گمان نکلنے ہوا کی ہے پیچھے سے اور ہاتھ لگانا عورت کو اور چھونا ذکر جگہ گمان نکلنے مذی کی ہے اور یہ جو کہا کہ واسطے دلیل قول اللہ تعالیٰ کے یا تم میں سے کوئی پائخانہ سے آئے تو اس میں معلق کیا ہے وجوب وضو کو یا تیمم کو وقت نہ پانے کے اوپر آنے کے غائط سے اور وہ جگہ بااطمینان ہے زمین سے کہ تھے قصد کرتے اس کو واسطے پائخانے کے پس یہ دلیل ہے وضو کی اس چیز سے کہ نکلے دو راہوں سے یعنی آگے اور پیچھے سے اور قول اللہ تعالیٰ کا ﴿أَوْ لَامَسْتُمُ النِّسَآءَ﴾ یعنی یا ہاتھ لگاؤ تم عورتوں کو دلیل ہے وضو کی عورتوں کے ہاتھ لگانے سے اور اسی کے معنی میں ہے ذکر کو ہاتھ لگانا باوجود صحیح ہونے حدیث کے بیچ اس کے لیکن ہو شیخین کی شرط پر نہیں اور تحقیق صحیح کہا ہے اس کو مالک رحمہ اللہ نے اور تمام ان لوگوں نے جنہوں نے صحیح حدیثوں کو روایت کیا ہے سوائے بخاری و مسلم کے۔

وَقَالَ عَطَآءٌ فِيْمَنْ يَخْرُجُ مِنْ دُبُرِهِ الدُّوْدُ أَوْ مِنْ ذَكَرِهِ نَحْوُ الْقَمْلَةِ يُعِيْدُ الْوُضُوْءَ.

یعنی عطاء نے کہا ہے جس شخص کے پیچھے سے کیڑے نکلیں یا آگے سے اس کے مثل جوں کی نکلے وہ وضو کو پھر کرے۔

فائدہ: موصول کیا ہے اس معلق حدیث کو ابن ابی شیبہ وغیرہ نے مانند اس کی اور اس کی سند صحیح ہے اور مخالف اس میں ابراہیم نخعی اور قتادہ اور حماد بن سلمہ ہے کہتے ہیں کہ نہیں توڑتا وضو کو نادر یعنی جو کبھی اتفاقًا نکلے اور یہ قول مالک رحمہ اللہ کا ہے مگر یہ کہ حاصل ہو ساتھ اس کے آلودگی۔

وَقَالَ جَابِرُ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ إِذَا ضَحِكَ فِي الصَّلَاةِ أَعَادَ الصَّلَاةَ وَلَمْ يُعِدِ الْوُضُوْءَ.

یعنی جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما نے کہا کہ جب کوئی نماز کے اندر ہنسے تو نماز دہرائے اور وضو کو نہ دہرائے۔

فائدہ: موصول کیا ہے اس کو سعید بن منصور اور دار قطنی وغیرہ نے اور مخالف اس میں ابراہیم نخعی اور اوزاعی اور ثوری اور ابو حنیفہ اور اس کے یار ہیں کہتے ہیں کہ ہنسنا وضو کو توڑ ڈالتا ہے جب کہ نماز کے اندر ہو اور گر نماز کے باہر ہو تو نہیں توڑتا ابن منذر نے کہا کہ اجماع ہے اس پر کہ اگر نماز کے باہر ہنسے تو اس سے وضو نہیں ٹوٹتا اور اگر نماز کے اندر ہنسے تو اس میں اختلاف ہے سو جو لوگ وضو کے ٹوٹ جانے کے قائل ہیں انہوں نے قیاس جلی کا خلاف کیا اور تمسک کیا ہے انہوں نے ساتھ ایک حدیث کے جو صحیح نہیں اور پناہ ہے اللہ کی کہ حضرت ﷺ کے اصحاب جو تمام زمانوں کے لوگوں سے بہتر ہیں یہ کہ اللہ کے سامنے نماز میں حضرت ﷺ کے پیچھے ہنسیں علاوہ ازیں یہ ہے کہ نہیں لیا ہے انہوں نے حدیث کے عموم کو جو ہنسنے کے باب میں مروی ہے بلکہ خاص کیا ہے اس کو ساتھ قہقہ کے۔ (فتح)

وَقَالَ الْحَسَنُ إِنْ أَخَذَ شَعَرِهِ وَأَظْفَارِهِ أَوْ خَلَعَ خُفَّيْهِ فَلَا وُضُوْءَ عَلَيْهِ.

یعنی حسن نے کہا کہ اگر اپنے بال کتروائے یا ناخن کٹوائے یا موزوں کو اتار ڈالے تو اس کا وضو نہیں ٹوٹتا۔

فائدہ: موصول کیا ہے اس کو ابن منذر وغیرہ نے ساتھ سند صحیح کے اور مخالف اس کا مجاہد اور حکم بن عیینہ اور حماد ہے کہتے ہیں جو اپنے ناخن کاٹے یا مونچھ کتروائے تو اس پر وضو ہے اور نقل کیا ہے ابن منذر نے کہ اجماع اس کے برخلاف قرار پایا ہے اور اوپر موزوں کے اتارنے سے وضو کا واجب ہونا تو موافق ہوا ہے اس کو ● پر ابراہیم نخعی اور طاؤس اور عطاء اور اس کے ساتھ فتویٰ دیتا تھا سلیمان بن حرب اور داؤد اور جمہور اور ان کے مخالف ہیں دو قول پر جو مرتب ہیں اوپر واجب کرنے موالات کے یعنی پے در پے دھونے کے اور نہ واجب ہونے اس کے کی سو جو اس کو واجب جانتا ہے وہ کہتا ہے کہ واجب ہے از سر نو وضو کرنا جب کہ فاصلہ دراز ہو اور جو اس کو واجب نہیں جانتا وہ کہتا ہے کہ فقط اپنے دونوں پاؤں دھولے اور یہی ظاہر تر ہے شافعی رحمہ اللہ کے مذہب سے اور بویطی میں کہا کہ میں دوست رکھتا ہوں کہ از سر نو وضو کرے اور کہا بعض شافعیہ وغیرہ نے کہ واجب ہے از سر نو کرنا وضو کا اگرچہ موالات یعنی پے در پے دھونا وضو کے اعضاء کا واجب نہیں اور لیث سے اس کا مروی ہے۔

وَقَالَ أَبُوْ هُرَيْرَةَ لَا وُضُوْءَ إِلَّا مِنْ حَدَثٍ.

یعنی ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے کہا کہ نہیں ہے وضو مگر حدث سے (یعنی جب قبل یا دبر سے کوئی چیز نکلے تو اس وقت وضو واجب ہوتا ہے)۔

وَيُذْكَرُ عَنْ جَابِرٍ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ فِيْ غَزْوَةِ ذَاتِ الرِّقَاعِ فَرُمِيَ رَجُلٌ بِسَهْمٍ فَنَزَفَهُ الدَّمُ فَرَكَعَ وَسَجَدَ وَمَضٰى فِيْ صَلَاتِهِ.

یعنی جابر رضی اللہ عنہ سے ذکر کیا جاتا ہے کہ نبی ﷺ تھے جنگ میں ذات الرقاع کے پس ایک شخص کو کسی نے تیر مارا پس نکلا اور جاری ہوا اس سے خون بہت یہاں تک کہ ضعیف ہوا پس اس نے رکوع کیا اور سجدہ کیا اور گزرا اپنی

نماز میں یعنی نماز کو پڑھتا رہا قطع نہیں کیا۔

فائدہ: ظاہر ہوا دونوں سیاق مذکور سے سبب اس قصے کا اور اس کا حاصل یہ ہے کہ حضرت ﷺ پہاڑ کے ایک درے میں اترے سو فرمایا کہ کون ایسا ہے جو آج کی رات ہماری چوکیداری کرے سو کھڑا ہوا ایک مرد مہاجرین سے اور ایک مرد انصار سے تو دونوں نے درے کے منہ پر رات کاٹی سو دونوں نے رات کو چوکیداری کے واسطے تقسیم کیا سو مہاجر سویا اور انصاری نماز کو کھڑا ہوا تو دشمن کا ایک مرد آیا اور انصاری کو دیکھا کہ نماز پڑھتا ہے تو اس کافر نے اس کو تیر مارا وہ تیر اس کو لگا اس نے اس کو بدن سے کھینچا اور بدستور اپنی نماز میں رہا پھر اس نے اس کو دوسرا تیر مارا تو انصاری نے اسی طرح کیا جس طرح پہلے کیا تھا پھر اس نے اس کو تیسرا تیر مارا تو اس نے اس کو بھی بدن سے کھینچا اور رکوع کیا اور سجدہ کیا اور اپنی نماز ادا کی پھر اس کا ساتھی بیدار ہوا سو جب اس نے دیکھا کہ اس کے بدن سے بہت خون جاری ہے تو کہا کہ تو نے مجھ کو پہلے تیر مارنے کے وقت کیوں نہ خبر دار کیا اس نے کہا کہ میں ایک سورہ پڑھتا تھا سو میں نے چاہا کہ اس کو درمیان سے نہ چھوڑوں اور مراد بخاری رحمۃ اللہ علیہ کی ساتھ اس حدیث کے رد کرنا ہے حنفیوں پر اس میں کہ وہ کہتے ہیں کہ بہنے والا لہو وضو کو توڑ ڈالتا ہے پس اگر کہا جائے کہ کس طرح بدستور رہا اپنی نماز میں ساتھ موجود ہونے خون کے اس کے بدن اور کپڑے میں اور حالانکہ نماز میں پلیدیوں سے پرہیز کرنی واجب ہے اور جواب دیا ہے خطابی نے ساتھ اس طور کے کہ احتمال ہے کہ جاری ہوا ہو زخم سے بطور کودنے کی اس طور سے کہ اس کے ظاہر بدن اور کپڑے کو کوئی چیز نہ پہنچی ہو اور یہ جواب دور ہے عقل سے اور احتمال ہے کہ خون فقط کپڑے کو لگا ہو اور اس نے اس کو بدن سے اتار ڈالا ہو اور نہ جاری ہوا ہو اس کے بدن پر مگر تھوڑا قدر جو معاف ہے پھر حجت قائم ہے ساتھ اس کے اوپر اس کے کہ لہو کا نکلنا وضو کو نہیں توڑتا اگرچہ ظاہر ہو جواب اس سے کہ اس کو خون پہنچا اور ظاہر یہ ہے کہ بخاری رحمۃ اللہ علیہ کی رائے یہ ہے کہ نماز میں لہو کا نکلنا نماز کو باطل نہیں کرتا اس دلیل سے کہ اس نے اس حدیث کے پیچھے حسن بصری کا اثر ذکر کیا کہ ہمیشہ رہے مسلمان نماز پڑھتے اپنے زخموں میں اور مقرر صحیح ہو چکا ہے کہ عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے نماز پڑھی اور حالانکہ ان کے زخم سے لہو جوش مارتا تھا اور یہ جو کہا کہ طاؤس اور محمد بن علی نے الخ تو مراد محمد بن علی سے امام ابوجعفر باقر ہے جو امام حسین بن علی مرتضی رضی اللہ عنہ کے پوتے ہیں اور اعمش سے روایت ہے کہ میں نے ابوجعفر باقر سے نکسیر کا حکم پوچھا تو اس نے کہا کہ اگر لہو کی نہر جاری ہو تو بھی اس سے وضو نہ دہراؤں اور یہی مروی ہے فقہاء سبعہ سے اور یہی ہے قول مالک رحمۃ اللہ علیہ اور شافعی رحمۃ اللہ علیہ کا۔

وَقَالَ الْحَسَنُ مَا زَالَ الْمُسْلِمُوْنَ يُصَلُّوْنَ فِيْ جِرَاحَاتِهِمْ وَقَالَ طَاوٗسٌ وَمُحَمَّدُ بْنُ عَلِيٍّ وَعَطَآءٌ وَأَهْلُ الْحِجَازِ

یعنی حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ نے کہا کہ ہمیشہ مسلمان لوگ اپنے زخموں میں نماز پڑھتے رہے۔ اور کہا طاؤس اور محمد اور عطاء اور اہلِ حجاز نے کہ خون نکلنے سے وضو نہیں آتا۔ اور

لَيْسَ فِي الدَّمِ وُضُوْءٌ وَعَصَرَ ابْنُ عُمَرَ بَثْرَةً فَخَرَجَ مِنْهَا الدَّمُ وَلَمْ يَتَوَضَّأْ وَبَزَقَ ابْنُ أَبِي أَوْفٰى دَمًا فَمَضٰى فِي صَلَاتِهٖ وَقَالَ ابْنُ عُمَرَ وَالْحَسَنُ فِيْمَنْ يَحْتَجِمُ لَيْسَ عَلَيْهِ إِلَّا غَسْلُ مَحَاجِمِهٖ.

دبایا ابن عمر رضی اللہ عنہما نے ایک پھنسی کو پس نکلا اس سے خون سو ابن عمر رضی اللہ عنہما نے وضو نہ کیا۔ اور ابن ابی اوفیٰ نے خون تھوکا سو گزرے اپنی نماز میں اور نماز کو نہ توڑا۔ اور ابن عمر رضی اللہ عنہما اور حسن رضی اللہ عنہ نے کہا کہ جو شخص۔ پچھنے لگوائے اس پر کچھ چیز واجب نہیں مگر پچھنے کی جگہ کو دھو ڈالنا۔

فائدہ: ان حدیثوں سے معلوم ہوا کہ سوائے قبل اور دبر کے اگر اور جگہ سے کوئی چیز مثل خون و پیپ وغیرہ کی نکل آئے تو اس سے آدمی کا وضو نہیں ٹوٹتا ہے خواہ بہنے والا ہو یا نہ ہو اور حنفیہ کہتے ہیں کہ خون کے نکلنے سے وضو ٹوٹ جاتا ہے مگر یہ قول ان کا مخالف ہے ان احادیث و آثار صحابہ کے اور وہ ان احادیث کا جواب یہ دیتے ہیں کہ ان میں خون بہنے والا مراد نہیں بلکہ اس سے وہی خون مراد ہے جو اپنے مخرج سے تجاوز نہ کرے مگر یہ محض غلط ہے اس لیے کہ ذات الرقاع کی حدیث میں یہ تاویل نہیں ہو سکتی ہے تیر لگنے سے خون نہ بہنا نہ سیلان ہونا ممکن نہیں ہے خاص کر کے کرمانی نے اس کا معنی یہ کیا ہے فَخَرَجَ مِنْهُ دَمٌ كَثِيْرٌ حَتّٰى ضَعُفَ یعنی پس نکلا اس سے خون بہت یہاں تک کہ وہ ضعیف اور ناطاقت ہو گیا اب اس میں اس تاویل کی مطلق گنجائش نہیں ہے اور یہ معاملہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے روبرو ہوا ہے حضرت صلی اللہ علیہ وسلم بھی اس جنگ میں خود موجود تھے حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی اس میں وضو کا حکم نہیں فرمایا پس تقریر ثابت ہو گئی اور نیز یہ ایک ایسا امر ہے کہ اس میں قیاس ورائے کو دخل نہیں پس مرفوع ہونا اس کا حکما ثابت ہے ایسے ہی اور سب آثار بھی مطلق ہیں کسی میں کوئی قید سیلان یا بہنے کی نہیں ہے پس بے دلیل ان کو مقید کرنا جائز نہیں ایسے ہی عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کا فتویٰ دینا پچھنے لگوانے والے کے حق میں بھی سیلان میں ایسا صریح ہے کہ اس میں تاویل ممکن نہیں علاوہ ازیں حنفیہ کے نزدیک تو قول صحابی کا حجت ہے پھر صحابہ کے ان اقوال کو کیوں نہیں مانتے ہیں۔

۱۷۰ ـ حَدَّثَنَا اٰدَمُ بْنُ أَبِي إِيَاسٍ قَالَ حَدَّثَنَا ابْنُ أَبِي ذِئْبٍ حَدَّثَنَا سَعِيْدُ الْمَقْبُرِيُّ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا يَزَالُ الْعَبْدُ فِي صَلَاةٍ مَا كَانَ فِي الْمَسْجِدِ يَنْتَظِرُ الصَّلَاةَ مَا لَمْ يُحْدِثْ فَقَالَ رَجُلٌ أَعْجَمِيٌّ مَا الْحَدَثُ يَا أَبَا هُرَيْرَةَ قَالَ الصَّوْتُ يَعْنِي الضَّرْطَةَ.

۱۷۰۔ ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ہمیشہ آدمی نماز میں ہے جب تک کہ مسجد میں نماز کی انتظاری کرتا رہے جب تک کہ اس کا وضو نہ ٹوٹے سو ایک مرد عجمی نے پوچھا کہ وضو ٹوٹنا کیا ہے اے ابو ہریرہ! انہوں نے کہا کہ پیچھے سے ہوا کا نکلنا ساتھ آواز کے۔

فائدہ: مراد یہ ہے کہ یعنی جب تک آدمی نماز کی انتظاری کے واسطے مسجد میں بیٹھا رہے تب تک اس کو نماز کا ثواب

ملتا ہے نہیں تو اس کو کلام کرنا وغیرہ منع ہو اور مطابقت حدیث کی اس طرح سے ہے کہ جو چیز دونوں راہوں سے نکلتی ہے اس میں ہوا کا نکلنا بھی داخل ہے اور جو آگے سے ہوا نکلے اس میں اختلاف ہے۔

۱۷۱ ۔ حَدَّثَنَا أَبُو الْوَلِيْدِ قَالَ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ بْنُ عُيَيْنَةَ عَنِ الزُّهْرِيِّ عَنْ عَبَّادِ بْنِ تَمِيْمٍ عَنْ عَمِّهِ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَا يَنْصَرِفْ حَتّٰى يَسْمَعَ صَوْتًا أَوْ يَجِدَ رِيْحًا.

۱۷۱۔عباد بن تمیم اپنے چچا سے روایت کرتے ہیں کہ نبی ﷺ نے فرمایا کہ نہ پھرے نماز سے کوئی شخص یہاں تک کہ سنے آواز کو یا پائے بو کو۔

فائدہ: اور سوائے اس کے کچھ نہیں کہ خاص کیا آواز اور بو کو ساتھ ذکر کے یعنی فقط انہی دونوں کو ذکر کیا سوائے اس چیز کے کہ سخت تر ہے ان دونوں سے اس واسطے کہ اکثر اوقات آدمی سے مسجد میں بھی دونوں نکلتے ہیں پس ظاہر یہ ہے کہ سوال حدث خاص سے واقع ہوا ہے یعنی جو نماز میں اکثر واقع ہوتا ہے اور جس حدیث میں دونوں کو خاص کیا ہے وہ یہ ہے کہ نہیں ہے وضو مگر آواز یا بو سے یہ شرح ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی حدیث کی ہے اور دوسری حدیث کو اس جگہ اس واسطے وارد کیا کہ اس کی دلالت ظاہر ہے اوپر بند ہونے ٹوٹنے وضو کے ساتھ اس چیز کے کہ نکلے دو راہوں سے اور ہم نے پہلے بیان کی ہے توجیہ لاحق کرنے باقی وضو توڑنے والی چیزوں کی ساتھ ان دونوں کے باب کے اول میں اور حضرت علی رضی اللہ عنہ کی حدیث کو جو آگے ہے یہاں اس واسطے وارد کیا کہ وہ دلالت کرتی ہے اوپر واجب ہونے وضو کے مذی سے اور وہ نکلتی ہے ایک دو راہوں سے۔(فتح)

۱۷۲ ۔ حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيْدٍ قَالَ حَدَّثَنَا جَرِيْرٌ عَنِ الْأَعْمَشِ عَنْ مُنْذِرٍ أَبِيْ يَعْلَى الثَّوْرِيِّ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ الْحَنَفِيَّةِ قَالَ قَالَ عَلِيٌّ رَجُلًا مَذَّاءً فَاسْتَحْيَيْتُ أَنْ أَسْأَلَ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَأَمَرْتُ الْمِقْدَادَ بْنَ الْأَسْوَدِ فَسَأَلَهُ فَقَالَ فِيْهِ الْوُضُوْءُ وَرَوَاهُ شُعْبَةُ عَنِ الْأَعْمَشِ.

۱۷۲۔حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ تھا میں ایک مرد بہت مذی ڈالنے والا سو میں حضرت ﷺ سے مسئلہ پوچھنے میں شرمایا پس میں نے مقداد رضی اللہ عنہ کو حضرت ﷺ سے پوچھنے کا حکم کیا تو مقداد رضی اللہ عنہ نے حضرت ﷺ سے پوچھا سو حضرت ﷺ نے فرمایا کہ اس میں وضو ہے یعنی اس میں وضو کرنا آتا ہے غسل واجب نہیں ہوتا۔

فائدہ: اور مطابقت ترجمہ کی اس حدیث سے یہ ہے کہ اس میں ذکر مذی کا اور وہ دونوں رستوں میں داخل ہے اور اس سے حصر ثابت نہیں ہوتا لیکن یہ کچھ ضرور نہیں کہ ہر حدیث کل ترجمہ پر دلالت کرے بلکہ اگر بعض حدیثیں بعض ترجمہ پر دلالت کریں اس طور سے کہ کل حدیثیں کل ترجمہ پر دلالت کریں تو جب بھی مطابقت صحیح ہو جاتی ہے۔

۱۷۳ ۔ حَدَّثَنَا سَعْدُ بْنُ حَفْصٍ حَدَّثَنَا

۱۷۳۔زید بن خالد سے روایت ہے کہ میں نے عثمان رضی اللہ عنہ سے

شَيْبَانُ عَنْ يَحْيٰى عَنْ أَبِيْ سَلَمَةَ أَنَّ عَطَآءَ بْنَ يَسَارٍ أَخْبَرَهُ أَنَّ زَيْدَ بْنَ خَالِدٍ أَخْبَرَهُ أَنَّهُ سَأَلَ عُثْمَانَ بْنَ عَفَّانَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قُلْتُ أَرَأَيْتَ إِذَا جَامَعَ فَلَمْ يُمْنِ قَالَ عُثْمَانُ يَتَوَضَّأُ كَمَا يَتَوَضَّأُ لِلصَّلَاةِ وَيَغْسِلُ ذَكَرَهُ قَالَ عُثْمَانُ سَمِعْتُهُ مِنْ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَسَأَلْتُ عَنْ ذٰلِكَ عَلِيًّا وَالزُّبَيْرَ وَطَلْحَةَ وَأُبَيَّ بْنَ كَعْبٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمْ فَأَمَرُوْهُ بِذٰلِكَ.

پوچھا خبر دو مجھ کو جب کوئی مرد عورت سے جماع کرے اور اس کی منی نہ نکلے تو اس پر غسل واجب ہے یا نہیں؟ عثمان رضی اللہ عنہ نے کہا کہ اس پر غسل واجب نہیں ہوتا بلکہ وضو کر لے جیسے کہ نماز کے واسطے وضو کرتا ہے اور اپنی آلت کو دھوڈالے۔ عثمان رضی اللہ عنہ نے کہا کہ میں نے اس کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے زید کہتا ہے کہ پھر میں نے یہ مسئلہ حضرت علی رضی اللہ عنہ اور زبیر رضی اللہ عنہ اور طلحہ رضی اللہ عنہ اور ابی بن کعب رضی اللہ عنہ سے پوچھا تو انہوں نے بھی اس میں وضو کا حکم کیا۔

فائدہ: یہ جو کہا کہ جیسا نماز کے واسطے وضو کرتا ہے تو یہ بیان ہے اس واسطے کہ مراد وضو شرعی ہے نہ لغوی اور اس مسئلے کا حکم کتاب الغسل کے اخیر میں آئے گا اور اس جگہ ظاہر ہوگا کہ یہ حکم منسوخ ہے اور یہ نہ کہا جائے کہ جب منسوخ ہوا تو کس طرح صحیح ہے استدلال کرنا ساتھ اس کے اس واسطے کہ ہم کہتے ہیں کہ منسوخ اس سے نہ واجب ہونا غسل کا ہے یعنی اب جماع کرنے سے غسل واجب ہے خواہ منی نکلے یا نہ نکلے اور اس کا ناسخ غسل کا حکم ہے اور اپر حکم کرنا ساتھ وضو کے پس وہ باقی ہے اس واسطے کہ وہ غسل کے اندر داخل ہے اور حکمت بیچ حکم کرنے کے ساتھ وضو کے پہلے اس سے کہ واجب ہو غسل یا واسطے ہونے جماع کے ہے جگہ گمان نکلنے مذی کے یا واسطے ہاتھ لگانے اس کے عورت کو اور ساتھ اس کے ظاہر ہوگی مناسبت حدیث کی واسطے ترجمہ کے۔

١٧٤ ـ حَدَّثَنَا إِسْحَاقُ قَالَ أَخْبَرَنَا النَّضْرُ قَالَ أَخْبَرَنَا شُعْبَةُ عَنِ الْحَكَمِ عَنْ ذَكْوَانَ أَبِيْ صَالِحٍ عَنْ أَبِيْ سَعِيْدِ الْخُدْرِيِّ أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَرْسَلَ إِلٰى رَجُلٍ مِّنَ الْأَنْصَارِ فَجَآءَ وَرَأْسُهُ يَقْطُرُ فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَعَلَّنَا أَعْجَلْنَاكَ فَقَالَ نَعَمْ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا أُعْجِلْتَ أَوْ قُحِطْتَ فَعَلَيْكَ الْوُضُوْءُ تَابَعَهُ وَهْبٌ قَالَ

۱۷۴۔ ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کسی کو ایک مرد انصاری کے بلانے کے واسطے بھیجا سو وہ مرد آیا اور اس کے سر سے پانی ٹپکتا تھا (یعنی غسل کر کے جلدی سے آیا تھا) سو حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ شاید ہم نے تجھ کو صحبت کرتے جلدی میں ڈالا اس نے عرض کی کہ ہاں سو حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب تو عورت سے صحبت کرنے میں جلدی اور شتابی میں ڈالا جائے یعنی پہلے فارغ ہونے کے جماع سے یا جماع کرے بدون انزال کے تو غسل تجھ پر نہیں اور وضو تجھ پر لازم ہے۔

حَدَّثَنَا شُعْبَةُ قَالَ أَبُوْ عَبْدِ اللّٰهِ وَلَمْ يَقُلْ غُنْدَرٌ وَيَحْيٰى عَنْ شُعْبَةَ الْوُضُوْءُ.

فائدہ: اول اسلام میں یہی حکم تھا کہ بغیر منی نکلے غسل واجب نہ تھا پھر یہ حکم منسوخ ہو گیا اب صحبت بے انزال سے بھی غسل واجب ہے مگر ایک جماعت صحابہ کی اس پر غسل کو واجب نہیں جانتے شاید ان کو نسخ کی حدیث نہیں پہنچی اور اس حدیث سے معلوم ہوا کہ مستحب ہے باوضو رہنا ہمیشہ اس واسطے کہ اس نے جواب میں تاخیر کی تو حضرت ﷺ نے اس پر انکار نہ کیا اور شاید تھا یہ حکم پہلے واجب ہونے اجابت کے اس واسطے کہ واجب نہیں مؤخر کیا جاتا واسطے مستحب کے اور عتبان نے چاہا تھا کہ حضرت ﷺ اس کے گھر میں آ کر نماز پڑھیں کہ وہ اس جگہ کو جائے نماز ٹھہرائے تو حضرت ﷺ نے اس کا کہنا قبول کیا پس احتمال ہے کہ یہ وہی واقعہ ہو اور مقدم کیا غسل کو واسطے تیاری نماز کے اور اس مسئلے میں اصحاب کے درمیان خلاف تھا جیسا کہ ہم اس کو عنقریب بیان کریں گے۔ (فتح)

بَابُ الرَّجُلِ يُوَضِّئُ صَاحِبَهُ.

کسی مرد کا اپنے ساتھی کو وضو کروانا یعنی اس کا کیا حکم ہے؟

۱۷۵ - حَدَّثَنِيْ مُحَمَّدُ بْنُ سَلَامٍ قَالَ أَخْبَرَنَا يَزِيْدُ بْنُ هَارُوْنَ عَنْ يَحْيٰى عَنْ مُوْسَى بْنِ عُقْبَةَ عَنْ كُرَيْبٍ مَوْلَى ابْنِ عَبَّاسٍ عَنْ أُسَامَةَ بْنِ زَيْدٍ أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَمَّا أَفَاضَ مِنْ عَرَفَةَ عَدَلَ إِلَى الشِّعْبِ فَقَضٰى حَاجَتَهُ قَالَ أُسَامَةُ بْنُ زَيْدٍ فَجَعَلْتُ أَصُبُّ عَلَيْهِ وَيَتَوَضَّأُ فَقُلْتُ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ أَتُصَلِّيْ فَقَالَ الْمُصَلّٰى أَمَامَكَ.

۱۷۵۔ اسامہ بن زید رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ عرفات سے چلے (یعنی مزدلفہ کی طرف) تو ایک راہ پہاڑ کی طرف پھرے پس حضرت ﷺ نے اپنی حاجت سے فراغت کی اسامہ رضی اللہ عنہ نے کہا پس میں نے آپ کے ہاتھوں پر پانی ڈالنا شروع کیا اور آپ وضو کرتے تھے پس میں نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ! کیا آپ نماز پڑھیں گے فرمایا نماز کی جگہ آگے تیرے ہے (یعنی آگے چل کر نماز پڑھیں گے)۔

فائدہ: استدلال کیا ہے ساتھ اس کے بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے اوپر مدد لینے کے وضو میں لیکن جو دعویٰ کرتا ہے کہ کراہت خاص ہے ساتھ غیر مشقت کے یا حاجت فی الجملہ کے نہیں استدلال کیا جاتا اوپر اس کے ساتھ حدیث اسامہ کے اس واسطے کہ وہ سفر میں تھے اور اسی طرح حدیث مغیرہ کی جو مذکور ہے ابن منیر نے کہ کہ قیاس کیا ہے بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے غیر کے وضو کرانے کو اوپر پانی ڈالنے اس کے کی اوپر اس کے واسطے جمع ہونے ان دونوں کے مدد کے حق میں۔ میں کہتا ہوں کہ دونوں کے درمیان فرق ظاہر ہے اور نہیں تصریح کی بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے اس مسئلے میں ساتھ جائز ہونے کے اور نہ ساتھ غیر اس کے کی۔ کہا نووی نے کہ مدد لینی تین قسم ہے ایک پانی کا حاضر کرنا اور اس میں بالکل کراہت

نہیں۔ میں کہتا ہوں لیکن افضل خلاف اس کا ہے کہا نووی نے اور دوسری قسم یہ ہے کہ غیر آدمی سے غسل کرائے اور یہ مکروہ ہے مگر واسطے حاجت کے۔ تیسری قسم پانی ڈالنا ہے اور اس میں دو وجہیں ہیں ایک مکروہ ہے اور ثانی خلاف اولیٰ ہے اور تعاقب کیا گیا ہے ساتھ اس طور کے کہ جب ثابت ہوا کہ حضرت ﷺ نے اس کو کیا ہے تو خلاف اولیٰ نہ ہوگا اور جواب دیا گیا ہے کہ حضرت ﷺ اس کو کبھی بیان جواز کے واسطے کرتے تھے پس نہ ہوگا آپ کے حق میں خلاف اولیٰ۔ کرمانی نے کہا کہ جب اس کا ترک کرنا اولیٰ ہے تو کس طرح نزاع کی جاتی ہے اس کی کراہت میں یعنی اس کو بھی مکروہ کہنا چاہیے تو جواب یہ ہے کہ مکروہ چیز کا فعل خلاف اولیٰ ہے بغیر عکس کے یعنی ہر خلاف اولیٰ کو مکروہ نہیں کہا جاتا اس واسطے کہ مکروہ بولا جاتا ہے حرام پر برخلاف دوسرے کے یعنی خلاف اولیٰ حرام پر نہیں بولا جاتا۔ (فتح)

۱۷۶ ۔ حَدَّثَنَا عَمْرُو بْنُ عَلِيٍّ قَالَ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْوَهَّابِ قَالَ سَمِعْتُ يَحْيَى بْنَ سَعِيْدٍ قَالَ أَخْبَرَنِيْ سَعْدُ بْنُ إِبْرَاهِيْمَ أَنَّ نَافِعَ بْنَ جُبَيْرِ بْنِ مُطْعِمٍ أَخْبَرَهُ أَنَّهُ سَمِعَ عُرْوَةَ بْنَ الْمُغِيْرَةِ بْنِ شُعْبَةَ يُحَدِّثُ عَنِ الْمُغِيْرَةِ بْنِ شُعْبَةَ أَنَّهُ كَانَ مَعَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِيْ سَفَرٍ وَأَنَّهُ ذَهَبَ لِحَاجَةٍ لَهُ وَأَنَّ مُغِيْرَةَ جَعَلَ يَصُبُّ الْمَآءَ عَلَيْهِ وَهُوَ يَتَوَضَّأُ فَغَسَلَ وَجْهَهُ وَيَدَيْهِ وَمَسَحَ بِرَأْسِهِ وَمَسَحَ عَلَى الْخُفَّيْنِ.

۱۷۶۔ مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ وہ رسول اللہ ﷺ کے ساتھ ایک سفر میں تھا اور بے شک حضرت ﷺ جائے ضرور کو گئے (سو جب آپ اپنی حاجت سے فارغ ہو کر آئے) تو بے شک مغیرہ رضی اللہ عنہ آپ کے ہاتھوں پر پانی ڈالتا تھا اور آپ وضو کرتے تھے سو آپ نے اپنے منہ کو اور دونوں ہاتھوں کو دھویا اور اپنے سر پر اور دونوں موزوں پر مسح کیا۔

فائدہ: اس حدیث کی بحث موزوں کے مسح میں آئے گی اور مراد ساتھ اس کے اس جگہ استدلال ہے اوپر مدد لینے کے ابن بطال نے کہا کہ یہ ان قربتوں سے ہے کہ جائز ہے واسطے مرد کے کہ کرائے ان کو اپنے غیر سے برخلاف نماز کے کہا اس نے اور استدلال کیا ہے بخاری رحمہ اللہ نے ڈالنے پانی کے سے اوپر آپ کے نزدیک وضو کے یہ جائز ہے واسطے مرد کے کہ وضو کرائے اس کو غیر اس کا اس واسطے کہ جب لازم ہے وضو کرنے والے کو چلو بھرنا پانی سے واسطے اعضاء اپنے کے اور جائز ہے واسطے اس کے یہ کہ کفایت کرے اس کو اس سے غیر اس کا ساتھ پانی ڈالنے کے اوپر اس کے اور چلو بھرنا بعض عمل وضو کا ہے تو اسی طرح جائز ہے بیچ باقی عملوں اس کے کی اور تعاقب کیا ہے اس کا ابن منیر نے ساتھ اس طور کے کہ چلو بھرنا وسائل سے ہے نہ مقاصد سے اس واسطے کہ اگر چلو بھرے پھر اس کے بعد وضو کرنے کی نیت کرے تو جائز ہے اور اگر ہوتا چلو بھرنا عمل مستقل تو البتہ اس پر نیت کو مقدم کیا ہوتا اور یہ جائز نہیں اور

اس کا حاصل فرق کرنا ہے درمیان مدد کرنے کے ساتھ پانی ڈالنے کے اور درمیان مدد کرنے کے ساتھ مباشرت غیر کے واسطے دھونے اعضاء کے اور یہ وہی فرق ہے جس کی طرف ہم نے پہلے اشارہ کیا اور دونوں حدیثیں دلالت کرتی ہیں اوپر عدم کراہت مدد لینے کے ساتھ پانی ڈالنے کے یعنی جائز ہے مدد لینی ساتھ ڈالنے پانی کے اور اسی طرح جائز ہے حاضر کرنا پانی کا بطریق اولیٰ اور اوپر مباشرت غیر کی یعنی دوسرے کے ہاتھ سے وضو کروانا کہ آپ بالکل ہاتھ نہ ہلائے تو نہیں دلالت ہے بیچ ان دونوں کے اوپر اس کے ہاں مستحب ہے کہ نہ مدد لے ہرگز اور تحقیق روایت کی ہے حاکم نے مستدرک میں حدیث ربیع بنت معوذ سے اس نے کہا کہ میں حضرت ﷺ کے پاس وضو کا پانی لایا تو حضرت ﷺ نے فرمایا کہ ڈال تو میں نے اس پر ڈالا اور یہ صریح تر ہے نہ مکروہ ہونے میں دونوں حدیثوں مذکورہ سے اس واسطے کہ یہ واقع وطن کا ہے سفر کا نہیں اور واسطے ہونے اس کے کی ساتھ صیغے طلب کے لیکن وہ بخاری رحمۃ اللہ علیہ کی شرط پر نہیں۔ (فتح)

بَابُ قِرَآءَةِ الْقُرْاٰنِ بَعْدَ الْحَدَثِ وَغَيْرِهٖ. وضو ٹوٹنے وغیرہ کے بعد قرآن پڑھنا جائز ہے۔

فائدہ: مراد حدث سے چھوٹا حدث ہے یعنی بول و براز اور ہوا وغیرہ سے مراد جگہ گمان حدث کی ہے۔

وَقَالَ مَنْصُوْرٌ عَنْ إِبْرَاهِيْمَ لَا بَأْسَ بِالْقِرَآءَةِ فِي الْحَمَّامِ وَبِكَتْبِ الرِّسَالَةِ عَلٰى غَيْرِ وُضُوْءٍ. یعنی منصور ابراہیم سے روایت کرتے ہیں کہ حمام میں قرآن پڑھنے سے کچھ گناہ نہیں اور بے وضو کے رسائل لکھنے پر کچھ گناہ نہیں۔

فائدہ: رسائل سے مراد یہاں وہ کتابیں ہیں جن میں قرآن کی آیتیں اکثر لکھی جاتی ہیں یا اوراذ کار لکھے جاتے ہیں ایک روایت میں ابراہیم سے آیا ہے کہ حمام میں قرآن پڑھنا مکروہ ہے اور پہلی سند صحیح ہے اور روایت کی ہے ابن منذر نے علی رضی اللہ عنہ سے کہ برا گھر ہے حمام کہ کھینچا جاتا ہے اس میں حیا اور نہیں پڑھی جاتی اس میں کوئی آیت قرآن کی اور یہ اثر نہیں دلالت کرتا اوپر مکروہ ہونے قراءت قرآن کے اور سوائے اس کے کچھ نہیں کہ وہ خبر دیتی ہے ساتھ اس چیز کے کہ وہ واقع ہے بایں طور کے جو حمام میں ہوتا ہے اس کا حال یہ ہے کہ قرآن پڑھنے سے غافل ہوتا ہے اور حکایت کی گئی ہے کراہت ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ سے یعنی ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ سے مروی ہے کہ حمام میں قرآن پڑھنا مکروہ ہے اور مخالف ہوا ہے اس کے ساتھی اس کا محمد بن حسن اور مالک سو کہا اس نے کہ مکروہ نہیں اس واسطے کہ نہیں اس میں کوئی دلیل خاص اور ساتھ اسی کے تصریح کی ہے صاحب عدۃ اور بیان نے شافعیہ سے اور نووی نے کہا کہ مکروہ نہیں اور شرح کفائے میں ہے کہ نہیں لائق ہے کہ پڑھے اور برابر کی ہے حلیمی نے درمیان اس کے اور درمیان قراۃ کے قضائے حاجت کی حالت میں اور ترجیح دی ہے سبکی کبیر نے نہ مکروہ ہونے کو اور حجت پکڑی ہے اس نے ساتھ اس طور کہ کہ پڑھنا مطلوب ہے اور بہت پڑھنا اس سے مطلوب ہے اور حدث بہت ہوتا ہے پس اگر قراءت مکروہ رکھی

جائے تو البتہ فوت ہوگی خیر کثیر پھر کہا کہ حکم قرأت کا حمام میں یہ ہے کہ اگر قاری ستھرے مکان میں ہو اور اس میں شرم گاہ کھلی نہ ہو تو مکروہ نہیں اور نہیں تو مکروہ ہے اور یہ جو کہا کہ ساتھ لکھنے رسائل کے تو ایک روایت میں منصور سے ہے کہ میں نے ابراہیم سے پوچھا کہ کیا میں بے وضو رسالہ لکھوں تو اس نے کہا کہ ہاں تو ظاہر ہوا ساتھ اس کے کہ قول اس کا علی غیر وضوء لکھنے کے ساتھ متعلق ہے حمام میں قرآن پڑھنے کے ساتھ متعلق نہیں اور جب کہ تھا شان رسائل کے سے یہ کہ شروع کیے جائیں ساتھ بسم اللہ کے تو سائل نے تو ہم کیا کہ یہ مکروہ ہے واسطے اس شخص کے کہ بے وضو ہو لیکن ممکن ہے یہ کہ کہا جائے کہ رسالے کے لکھنے والے کا مقصود قرأۃ کا نہیں ہوتا پس نہ برابر ہوگا ساتھ قرأت کے اور یہ جو کہا کہ آئندہ روایت میں کہ اگر ان پر تہ بند ہو یعنی حمام والوں پر یعنی ہر ایک پر ان میں سے اور نہی سلام کرنے سے اوپر ان کے یا تو واسطے اہانت اُن کی کے ہے واسطے ہونے ان کے کی بدعت پر اور یا واسطے ہونے اس کے کی کہ استدعا کرتا ہے اُن سے سلام کے جواب کا اور سلام کے ساتھ بولنا اس میں اللہ کا ذکر ہے اس واسطے کہ سلام اس کے ناموں سے ہے اور یہ سلام علیکم کے لفظ قرآن سے ہے اور جو تہ بند سے ننگا ہے وہ مانند اس شخص کی ہے جو پائخانے میں ہے اور ساتھ اس تقریر کے باوجہ ہوگا ذکر اس اثر کا اس ترجمہ میں۔ (فتح)

وَقَالَ حَمَّادٌ عَنْ إِبْرَاهِيْمَ إِنْ كَانَ عَلَيْهِمْ إِزَارٌ فَسَلِّمْ وَإِلَّا فَلَا تُسَلِّمْ.

یعنی حماد ابراہیم سے روایت کرتے ہیں کہ اگر ان پر تہ بند ہو تو سلام کر اور اگر نہ ہو تو سلام نہ کر۔

۱۷۷ - حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيْلُ قَالَ حَدَّثَنِيْ مَالِكٌ عَنْ مَخْرَمَةَ بْنِ سُلَيْمَانَ عَنْ كُرَيْبٍ مَوْلَى ابْنِ عَبَّاسٍ أَنَّ عَبْدَ اللّٰهِ بْنَ عَبَّاسٍ أَخْبَرَهُ أَنَّهُ بَاتَ لَيْلَةً عِنْدَ مَيْمُوْنَةَ زَوْجِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَهِيَ خَالَتُهُ فَاضْطَجَعْتُ فِيْ عَرْضِ الْوِسَادَةِ وَاضْطَجَعَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَأَهْلُهُ فِيْ طُوْلِهَا فَنَامَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حَتّٰى إِذَا انْتَصَفَ اللَّيْلُ أَوْ قَبْلَهُ بِقَلِيْلٍ أَوْ بَعْدَهُ بِقَلِيْلٍ اسْتَيْقَظَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَجَلَسَ يَمْسَحُ النَّوْمَ عَنْ وَجْهِهِ بِيَدِهِ ثُمَّ قَرَأَ الْعَشْرَ الْاٰيَاتِ

۱۷۷۔ ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رات گزاری میں نے اپنی خالہ میمونہ کے پاس جو بیوی تھیں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی سو میں تکیے کی چوڑائی میں لیٹا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کی بی بی اس کی لمبائی میں لیٹے پس حضرت صلی اللہ علیہ وسلم سو گئے یہاں تک کہ جب آدھی رات یا تھوڑی کم وبیش گزری تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نیند سے جاگے پس بیٹھ گئے اور نیند کو اپنے منہ سے ہاتھ کے ساتھ ملنے لگے یعنی اٹھ کر ہاتھ سے اپنے منہ کو اور آنکھوں کو ملتے تھے جیسے دستور ہے کہ آدمی نیند سے اٹھ کر اپنی آنکھیں ملتا ہے پھر سورۂ آلِ عمران کی اخیر کی دس آیتیں پڑھیں پھر حضرت صلی اللہ علیہ وسلم ایک مشک لٹکی ہوئی کی طرف کھڑے ہوئے تو اس سے وضو کیا پس اچھی طرح وضو کیا پھر کھڑے ہو کر نماز پڑھنے لگے۔ ابن عباس رضی اللہ عنہما نے کہا پس میں کھڑا ہوا پس کیا

الْخَوَاتِمَ مِنْ سُوْرَةِ اٰلِ عِمْرَانَ ثُمَّ قَامَ إِلٰى شَنٍّ مُعَلَّقَةٍ فَتَوَضَّأَ مِنْهَا فَأَحْسَنَ وُضُوْءَهٗ ثُمَّ قَامَ يُصَلِّيْ قَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ فَقُمْتُ فَصَنَعْتُ مِثْلَ مَا صَنَعَ ثُمَّ ذَهَبْتُ فَقُمْتُ إِلٰى جَنْبِهٖ فَوَضَعَ يَدَهُ الْيُمْنٰى عَلٰى رَأْسِيْ وَأَخَذَ بِأُذُنِي الْيُمْنٰى يَفْتِلُهَا فَصَلّٰى رَكْعَتَيْنِ ثُمَّ رَكْعَتَيْنِ ثُمَّ رَكْعَتَيْنِ ثُمَّ رَكْعَتَيْنِ ثُمَّ رَكْعَتَيْنِ ثُمَّ رَكْعَتَيْنِ ثُمَّ أَوْتَرَ ثُمَّ اضْطَجَعَ حَتّٰى أَتَاهُ الْمُؤَذِّنُ فَقَامَ فَصَلّٰى رَكْعَتَيْنِ خَفِيْفَتَيْنِ ثُمَّ خَرَجَ فَصَلَّى الصُّبْحَ.

میں نے جیسا کہ حضرت ﷺ نے کیا تھا یعنی جس طرح آپ نے وضو کیا تھا ویسے ہی میں نے کیا پھر میں چلا اور آپ کے پہلو میں کھڑا ہوا سو حضرت ﷺ نے اپنے داہنے ہاتھ کو میرے سر پر رکھا اور میرے داہنے کان کو پکڑ کر مروڑا یعنی مجھ کو اپنی داہنی طرف پھیر کر کیا۔ پھر حضرت ﷺ دو رکعت نماز پڑھی پھر دو رکعت نماز پڑھی پھر دو رکعت نماز پڑھی پھر دو رکعت نماز پڑھی پھر دو رکعت نماز پڑھی پھر دو رکعت نماز پڑھی پھر آپ نے وتر پڑھے پھر لیٹ گئے یہاں تک کہ آیا آپ کے پس موذن سو حضرت ﷺ کھڑے ہوئے اور دو رکعت ہلکی سے نماز پڑھی پھر آپ نکلے یعنی گھر سے طرف مسجد کی پھر آپ نے صبح کی نماز پڑھی۔

فائدہ: یہ جو کہا کہ پھر سورۂ آلِ عمران کی اخیر کی دس آیتیں پڑھیں تو کہا ابن بطال نے اور جو اس کے تابع ہے کہ اس میں رد ہے اس شخص پر جو بے وضو قرآن کے پڑھنے کو مکروہ جانتا ہے اس واسطے کہ حضرت ﷺ نے سونے سے اٹھ کر وضو کرنے سے پہلے یہ آیتیں پڑھیں یعنی تو معلوم ہوا کہ بے وضو قرآن پڑھنا جائز ہے اور تعاقب کیا ہے اس کا ابن منیر وغیرہ نے ساتھ اس طور کے کہ یہ مفرع ہے اس پر کہ سونا حضرت ﷺ کے حق میں وضو کو توڑ ڈالتا ہے اور حالانکہ نہیں اس واسطے کہ حضرت ﷺ نے فرمایا کہ میری آنکھیں سوتی ہیں اور میرا دل نہیں سوتا اور اپر یہ جو حضرت ﷺ نے اس کے پیچھے وضو کیا تو شاید آپ نے تازہ وضو کیا یعنی وضو پر وضو کیا یا اس کے بعد بے وضو ہوئے ہوں پس وضو کیا ہو میں کہتا ہوں اور یہ اعتراض بہت کھرا ہے بہ نسبت قول ابن بطال کے بعد کھڑے ہونے کے سونے سے اس واسطے کہ نہیں متعین ہوا بے وضو ہونا آپ کا خواب میں لیکن جب سونے کے بعد وضو کیا تو ہوگا ظاہر اس میں کہ آپ کا پہلا وضو ٹوٹ گیا تھا اور حضرت ﷺ کا سونا جو وضو کو نہیں توڑتا یعنی سونے سے جو حضرت ﷺ کا وضو نہیں ٹوٹتا تو اس سے یہ لازم نہیں آتا کہ آپ سے بے وضو ہونا واقع نہ ہوا اس حالت میں کہ وہ سوتے ہوں ہاں خصوصیت آپ کی یہ ہے کہ اگر واقع ہو حدث تو آپ کو معلوم ہو جاتا ہے برخلاف غیر آپ کے اور وہ چیز کہ دعویٰ کیا ہے انہوں نے تازہ وضو کرنے وغیرہ سے تو اصل ان کا نہ ہونا ہے اور ظاہر تر یہ ہے کہ مناسبت حدیث کی واسطے ترجمہ کے اس جہت سے ہے کہ ہم خواب ہونا ساتھ گھر والوں کے بچھونے پر نہیں خالی ہوتا باہم بدن چھونے سے یعنی عورت کو چھونا وضو کو توڑ ڈالتا ہے اور ممکن ہے کہ لیا جائے یہ ابن عباس رضی اللہ عنہما کے قول سے کہ کیا میں نے جیسے حضرت ﷺ نے

کیا ہے اور حضرت ﷺ نے اس کے فعل کو برقرار رکھا اور نہیں مراد بخاری رحمۃ اللہ علیہ کی کہ مجرد سونا حضرت ﷺ کا وضو کو توڑ ڈالتا ہے اس واسطے کہ بیچ آخر اس حدیث کے نزدیک اس کے بَابُ التَّخْفِيفِ فِي الْوُضُوْءِ میں ہے کہ پھر لیٹے تو سو گئے یہاں تک کہ خراٹے لینے لگے پھر نماز پڑھی اور لیا جاتا ہے اس حدیث سے کہ مراد باب میں حدث چھوٹا ہے یعنی پائخانہ، پیشاب وغیرہ سے وضو کرنا اس واسطے کہ اگر حدث اکبر ہوتا یعنی غسلِ جنابت تو فقط وضو پر اقتصار نہ کرتے پھر نماز پڑھتے بلکہ نہاتے۔ (فتح)

بَابُ مَنْ لَمْ يَتَوَضَّأْ إِلَّا مِنَ الْغَشْيِ الْمُثْقِلِ.

باب ہے بیان میں اس شخص کے جو نہیں وضو کرتا مگر سخت بیہوشی سے۔

فائدہ: بعض لوگ کہتے ہیں کہ مطلق بے ہوشی سے تھوڑی ہو یا بہت وضو کرنا واجب ہے سو امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے اس کے قول کو رد کر دیا ہے کہ مطلق ہر بے ہوشی میں وضو کرنا واجب نہیں بلکہ خاص اسی بے ہوشی میں وضو کرنا واجب ہے جس میں آدمی سخت بے ہوش ہو جائے۔

۱۷۸ـ حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيلُ قَالَ حَدَّثَنِي مَالِكٌ عَنْ هِشَامِ بْنِ عُرْوَةَ عَنِ امْرَأَتِهِ فَاطِمَةَ عَنْ جَدَّتِهَا أَسْمَآءَ بِنْتِ أَبِي بَكْرٍ أَنَّهَا قَالَتْ أَتَيْتُ عَائِشَةَ زَوْجَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حِينَ خَسَفَتِ الشَّمْسُ فَإِذَا النَّاسُ قِيَامٌ يُصَلُّوْنَ وَإِذَا هِيَ قَائِمَةٌ تُصَلِّي فَقُلْتُ مَا لِلنَّاسِ فَأَشَارَتْ بِيَدِهَا نَحْوَ السَّمَآءِ وَقَالَتْ سُبْحَانَ اللّٰهِ فَقُلْتُ آيَةٌ فَأَشَارَتْ أَيْ نَعَمْ فَقُمْتُ حَتّٰى تَجَلَّانِيَ الْغَشْيُ وَجَعَلْتُ أَصُبُّ فَوْقَ رَأْسِي مَآءً فَلَمَّا انْصَرَفَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حَمِدَ اللّٰهَ وَأَثْنٰى عَلَيْهِ ثُمَّ قَالَ مَا مِنْ شَيْءٍ كُنْتُ لَمْ أَرَهُ إِلَّا قَدْ رَأَيْتُهُ فِي مَقَامِي هٰذَا حَتَّى الْجَنَّةَ وَالنَّارَ وَلَقَدْ أُوْحِيَ إِلَيَّ أَنَّكُمْ تُفْتَنُوْنَ فِي الْقُبُوْرِ مِثْلَ أَوْ قَرِيْبَ مِنْ فِتْنَةِ

۱۷۸۔ اسماء بیٹی ابو بکر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نبی ﷺ کی بیوی عائشہ رضی اللہ عنہا کے پاس آئی جب کہ سورج گہن ہوا پس اچانک لوگ کھڑے نماز پڑھتے تھے اور عائشہ رضی اللہ عنہا بھی کھڑی نماز پڑھتی تھیں سو میں نے کہا کہ لوگوں کا کیا حال ہے یعنی کیوں کھڑے نماز پڑھتے ہیں سو عائشہ رضی اللہ عنہا نے اپنے ہاتھ سے آسمان کی طرف اشارہ کیا یعنی سورج کو گہن لگا ہوا ہے اور کہا سبحان اللہ سو میں نے کہا کہ کیا کوئی نشانی عذاب کی پیدا ہوئی ہے سو عائشہ رضی اللہ عنہا نے اشارہ کیا کہ ہاں سو میں بھی نماز کو کھڑی ہوگئی یہاں تک کہ ڈھانک لیا مجھ کو غشی نے یعنی میں بے ہوش ہوگئی اور میں نے اپنے سر پر پانی ڈالنا شروع کیا یعنی بیہوشی کے دفع کرنے کے واسطے سو جب رسول اللہ ﷺ نماز سے پھرے اور اللہ کی تعریف کی اور اس پر صفت اور ثناء کہی پھر آپ نے فرمایا کہ کوئی چیز نہیں جس کو میں نے دیکھا ہوا نہیں تھا مگر کہ دیکھ لیا ہے میں نے اس کو اپنی اس جگہ میں یہاں تک کہ بہشت اور دوزخ کو بھی میں نے دیکھا ہے اور بے

الدَّجَّالِ لَا أَدْرِیْ أَیَّ ذٰلِكَ قَالَتْ أَسْمَآءُ يُؤْتٰى أَحَدُكُمْ فَيُقَالُ لَهٗ مَا عِلْمُكَ بِهٰذَا الرَّجُلِ فَأَمَّا الْمُؤْمِنُ أَوِ الْمُوْقِنُ لَا أَدْرِیْ أَیَّ ذٰلِكَ قَالَتْ أَسْمَآءُ فَيَقُوْلُ هُوَ مُحَمَّدٌ رَسُوْلُ اللّٰهِ جَآءَ نَا بِالْبَيِّنَاتِ وَالْهُدٰى فَأَجَبْنَا وَاٰمَنَّا وَاتَّبَعْنَا فَيُقَالُ لَهٗ نَمْ صَالِحًا فَقَدْ عَلِمْنَا إِنْ كُنْتَ لَمُؤْمِنًا وَأَمَّا الْمُنَافِقُ أَوِ الْمُرْتَابُ لَا أَدْرِیْ أَیَّ ذٰلِكَ قَالَتْ أَسْمَآءُ فَيَقُوْلُ لَا أَدْرِیْ سَمِعْتُ النَّاسَ يَقُوْلُوْنَ شَيْئًا فَقُلْتُهٗ.

شک مجھ کو وحی ہوئی ہے کہ تم قبروں میں فتنے میں ڈالے جاؤ گے مثل فتنے دجال کے لایا جائے گا ایک تم میں سے سو اس سے پوچھا جائے گا کہ اس شخص (یعنی محمد رسول اللہ ﷺ) کو تو کیسا جانتا ہے پس جو مومن ہوگا وہ کہے گا وہ محمد رسول اللہ کے ہیں لائے ہمارے پاس دلیلیں روشن اور ہدایت سو اس کو کہا جائے گا کہ تو سو جا اس حالت میں کہ نیکوکار ہے اور جو منافق بے دین ہوگا وہ کہے گا میں کچھ نہیں جانتا میں نے لوگوں کو ایک چیز کہتے سنا تھا سو میں نے بھی اس کو کہہ دیا۔

فائدہ: اس حدیث سے معلوم ہوا کہ نرم بے ہوشی سے وضو نہیں ٹوٹتا ہے اس لیے کہ اسماء رضی اللہ عنہا کو بیہوشی ہوگئی مگر اس نے وضو نہیں کیا اور یہ بے ہوشی سخت نہیں بلکہ ان کے حواس سب قائم تھے اس واسطے وہ اپنے سر پر پانی ڈال رہی تھیں پس مطابقت باب سے ظاہر ہوگئی ابن بطال نے کہا کہ غشی ایک بیماری ہے کہ عارض ہوتی ہے دراز ہونے مشقت کے سے اور بہت کھڑے ہونے سے اور وہ ایک قسم ہے بیہوشی کی لیکن اس سے کم ہے اور سوائے اس کے کچھ نہیں کہ ڈالا اسماء رضی اللہ عنہا نے پانی اپنے سر پر واسطے دفع کرنے اس کے کی اور اگر غشی سخت ہوتی تو اغما کی طرح ہوتی اور بیہوشی توڑ ڈالتی ہے وضو کو بالاجماع اور اس کا اپنے سر پر پانی ڈالنا دلالت کرتا ہے کہ اس کے حواس مدرک تھے اور یہ وضو کو نہیں توڑتا اور محل استدلال کا اس کے فعل سے اس جہت سے ہے کہ وہ حضرت ﷺ کے پیچھے نماز پڑھتی تھی اور حضرت ﷺ نماز میں اپنے پیچھے والوں کو دیکھتے تھے اور نہیں منقول ہوا کہ حضرت ﷺ نے اس پر انکار کیا ہو۔ (فتح)

بَابُ مَسْحِ الرَّأْسِ كُلِّهٖ لِقَوْلِ اللّٰهِ تَعَالٰى ﴿وَامْسَحُوْا بِرُءُوْسِكُمْ﴾.

باب ہے بیان میں تمام سر کے مسح کرنے کے واسطے قول اللہ تعالیٰ کے مسح کرو اپنے سروں کو یعنی حرف ''ب'' کا آیت میں زائد ہے پس تمام سر کے مسح پر دلالت کرے گی۔

وَقَالَ ابْنُ الْمُسَيَّبِ الْمَرْأَةُ بِمَنْزِلَةِ الرَّجُلِ تَمْسَحُ عَلٰى رَأْسِهَا.

یعنی ابن مسیب رحمۃ اللہ علیہ نے کہا کہ عورت مانند مرد کی ہے وہ بھی سارے سر کا مسح کرے۔

فائدہ: اور احمد سے منقول ہے کہ کفایت کرتا ہے عورت کو مسح کرنا سر کے اگلی طرف کا۔

وَسُئِلَ مَالِكٌ أَيُجْزِئُ أَنْ يَّمْسَحَ بَعْضَ الرَّأْسِ فَاحْتَجَّ بِحَدِيْثِ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ زَيْدٍ.

یعنی امام مالک رحمۃ اللہ علیہ سے کسی نے پوچھا کہ بعض سر کا یعنی نصف یا تہائی یا چوتہائی وغیرہ کا مسح کرنا کفایت کرتا ہے سو امام مالک رحمۃ اللہ علیہ نے عبداللہ بن زید رضی اللہ عنہ کی حدیث سے (جو عنقریب آتی ہے) دلیل پکڑی یعنی بعض سر کا مسح کرنا کفایت نہیں کرتا۔

فائدہ: ابن خزیمہ نے یہ روایت اس طور سے بیان کی ہے کہ میں نے مالک رحمۃ اللہ علیہ سے پوچھا کہ اگر کوئی مرد وضو میں فقط اپنے سر کی اگلی طرف کا مسح کرے تو کیا اس کو کفایت کرتا ہے تو اس نے کہا کہ حدیث بیان کی مجھ سے عمرو بن یحییٰ نے اپنے باپ سے اس نے روایت کی عبداللہ بن زید رضی اللہ عنہ سے کہ مسح کیا حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے وضو میں اپنے ماتھے سے سر کے پچھلی طرف تک پھر اپنے دونوں ہاتھوں کو اپنے ماتھے کی طرف پھیر لائے پس سارے سر کا مسح کیا اور یہ سیاق صریح تر ہے واسطے باب کے اُس حدیث سے کہ بیان کیا ہے اس کو بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے پہلے اور جگہ دلالت کی آیت اور حدیث سے یہ ہے کہ آیت کے لفظ مجمل ہے اس واسطے کہ احتمال ہے کہ مراد اس سے مسح سارے سر کا ہو بنا بر اس کے کہ ب زائد ہے یا مسح بعض سر کا ہو بنا بر اس کے کہ ب واسطے بعض کے ہے پس ظاہر ہوا واسطے فعل حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے کہ مراد سارے سر کا مسح کرنا ہے اور نہیں منقول ہے کہ آپ نے بعض سر کا مسح کیا ہو مگر مغیرہ رضی اللہ عنہ کی حدیث میں کہ مسح کیا حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے ماتھے پر اور اپنی پگڑی پر پس تحقیق یہ حدیث دلالت کرتی ہے کہ سارے سر کا مسح کرنا فرض نہیں۔

۱۷۹ ـ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ يُوْسُفَ قَالَ أَخْبَرَنَا مَالِكٌ عَنْ عَمْرِو بْنِ يَحْيَى الْمَازِنِيِّ عَنْ أَبِيْهِ أَنَّ رَجُلًا قَالَ لِعَبْدِ اللّٰهِ بْنِ زَيْدٍ وَهُوَ جَدُّ عَمْرِو بْنِ يَحْيَى أَتَسْتَطِيْعُ أَنْ تُرِيَنِيْ كَيْفَ كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَتَوَضَّأُ فَقَالَ عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ زَيْدٍ نَعَمْ فَدَعَا بِمَآءٍ فَأَفْرَغَ عَلٰى يَدَيْهِ فَغَسَلَ مَرَّتَيْنِ ثُمَّ مَضْمَضَ وَاسْتَنْثَرَ ثَلَاثًا ثُمَّ غَسَلَ وَجْهَهٗ ثَلَاثًا ثُمَّ غَسَلَ يَدَيْهِ مَرَّتَيْنِ مَرَّتَيْنِ إِلَى الْمِرْفَقَيْنِ ثُمَّ مَسَحَ رَأْسَهٗ بِيَدَيْهِ

۱۷۹۔ یحییٰ مازنی سے روایت ہے کہ ایک شخص نے عبداللہ بن زید رضی اللہ عنہ سے کہا کہ کیا تو طاقت رکھتا ہے اس بات کی کہ مجھ کو دکھائے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کس طرح وضو کرتے تھے؟ عبداللہ بن زید رضی اللہ عنہ نے کہا ہاں تو اس نے پانی منگایا سو اپنے ہاتھ پر گرایا سو اپنے ہاتھ کو دو بار دھویا پھر کلی کی اور ناک صاف کیا تین بار پھر اپنے منہ کو دھویا تین بار پھر اپنے ہاتھوں کو دھویا دو دو بار کہنیوں تک پھر دونوں ہاتھوں سے اپنے سر کا مسح کیا پس ان کو آگے سے پچھلی طرف لے گئے اور پیچھے سے آگے کو لائے (بیان اس کا یوں ہے کہ اپنے سر کے آگے کی طرف سے شروع کیا یہاں تک کہ دونوں ہاتھوں کو اپنے پیچھے کی

فَأَقْبَلَ بِهِمَا وَأَدْبَرَ بَدَأَ بِمُقَدَّمِ رَأْسِهِ حَتّٰى ذَهَبَ بِهِمَا إِلٰى قَفَاهُ ثُمَّ رَدَّهُمَا إِلَى الْمَكَانِ الَّذِىْ بَدَأَ مِنْهُ ثُمَّ غَسَلَ رِجْلَيْهِ.

طرف گدی تک لے گئے پھر پھیر لائے ان کو اس جگہ میں جہاں سے شروع کیا تھا) پھر اپنے دونوں ہاتھوں کو دھویا۔

فائدہ: یہ جو کہا کہ اپنا ہاتھ دو بار دھویا تو اس سے معلوم ہوا کہ ہاتھ کو برتن میں داخل کرنے سے پہلے دھولے اگرچہ بغیر سونے کے ہو اور مراد ساتھ ہاتھ کے اس جگہ فقط ہتھیلی ہے نہ غیر اس کا کہا کہ استنثر یعنی ناک کھاڑا تو یہ مستلزم ہے ناک میں پانی لینے کو بغیر عکس کے اور ایک روایت میں ثلاثًا کے بعد بِثَلَاثِ غَرَفَاتٍ زیادہ ہے یعنی کلی کی اور ناک جھاڑا تین بار تین چلو سے اور استدلال کیا گیا ہے ساتھ اس کے اوپر مستحب ہونے جمع کے درمیان کلی اور ناک میں پانی لینے کے ایک چلو سے اور خالد بن عبداللہ رضی اللہ عنہ کی روایت میں جو تھوڑی دیر کے بعد آتی ہے یہ ہے کہ کلی کی اور ناک میں پانی لیا ایک چلو سے یہ کام تین بار کیا اور یہ صریح ہے بیچ جمع کرنے مضمضہ اور استنشاق کے ہر بار میں بخلاف پہلی روایت کے کہ اس میں احتمال ہے توزیع کا بغیر برابری کرنے کے اور یہ جو کہا کہ پھر دھویا اپنا منہ تین بار تو جو استدلال کرتا ہے ساتھ اس حدیث کے اوپر واجب ہونے مسح سارے سر کے اس کو لازم ہے کہ استدلال کرے ساتھ اس حدیث کے اوپر واجب ہونے ترتیب کے وضو میں واسطے لانے ثم کے بیچ تمام کے اس واسطے کہ ہر دونوں حکموں سے مجمل ہے آیت میں بیان کیا ہے اس کو سنت نے اور یہ جو کہا کہ اپنے دونوں ہاتھ کو دو بار دھویا تو ایک روایت میں ہے کہ تین تین بار دھویا تو یہ محمول ہے اس پر کہ یہ اور وضو ہے اس واسطے کہ دونوں حدیثوں کا مخرج ایک نہیں یعنی کبھی دو بار دھویا اور کبھی تین تین بار اور یہ جو کہا کہ کہنیوں تک تو علماء کو اختلاف اس میں ہے کہ دونوں کہنیاں بھی ہاتھوں کے دھونے میں داخل ہیں یا نہیں سو اکثر علماء نے کہا کہ ہاں داخل ہیں اور زفر نے مخالفت کی ہے اور حکایت کیا ہے اس کو بعض نے مالک سے اور حجت پکڑی ہے بعض نے واسطے جمہور کے ساتھ اس طور کے کہ اِلٰی آیت میں ساتھ معنی مع کے ہے یعنی سمیت کہنیوں کے جیسا کہ اس آیت میں ہے ﴿وَلَا تَأْكُلُوْٓا اَمْوَالَهُمْ اِلٰٓى اَمْوَالِكُمْ﴾ اور تعاقب کیا گیا ہے ساتھ اس طور کے کہ یہ خلاف ہے ظاہر کے اور جواب یہ ہے کہ دلالت کرتا ہے اس پر قرینہ اور وہ یہ ہے کہ الی کا مابعد اس کے ماقبل کی جنس سے ہے اور کہا زمخشری نے کہ لفظ الی کا مطلق غایت کا فائدہ دیتا ہے ایپر داخل ہونا اس کا حکم میں اور خارج ہونا اس کا پس یہ امر دائر ہے ساتھ دلیل کے پس قول اللہ تعالیٰ کا ﴿ثُمَّ اَتِمُّوا الصِّيَامَ اِلَى الَّيْلِ﴾ نہ داخل ہونے نہی کے ہے وصال سے اور قول قائل کا حَفِظْتُ الْقُرْاٰنَ مِنْ اَوَّلِهٖ اِلٰى اٰخِرِهٖ دلیل داخل ہونے کی ہونا کلام کا ہے بیان کیا گیا ہے واسطے یاد کرنے تمام قرآن کے اور قول اللہ تعالیٰ کا اِلَى الْمَرَافِقِ نہیں دلیل اوپر ایک دو امروں کے پس لیا ہے علماء نے احتیاط کو اور کھڑا ہوا زفر ساتھ یقینی بات کے اور ممکن ہے کہ استدلال کیا جائے واسطے داخل ہونے ان کے ساتھ فعل حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پس روایت کی ہے دار قطنی نے

ساتھ سند حسن کے عثمان رضی اللہ عنہ کی حدیث سے حضرت ﷺ کے وضو کے بیان میں کہ دھویا اپنے دونوں ہاتھوں کو کہنیوں تک یہاں تک کہ ہاتھ پھیرا اطراف بازوؤں کو اور جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جب حضرت ﷺ وضو کرتے تھے تو دونوں کہنیوں پر پانی پھیرتے تھے اور طبرانی وغیرہ نے وائل بن حجر رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ دھویا آپ نے دونوں ہاتھ کو یہاں تک کہ کہنی سے آگے بڑھے اور طحاوی وغیرہ نے روایت کی ہے کہ پھر دونوں ہاتھ کو دھویا یہاں تک کہ کہنیوں پر پانی بہایا پس یہ حدیثیں ایک دوسری کو قوی کرتی ہیں اور کہا اسحاق بن راہویہ نے کہ الی آیت میں احتمال ہے کہ ہو ساتھ معنی غایت کے اور یہ کہ وہ ساتھ معنی مع کے پس بیان کیا سنت نے کہ وہ ساتھ معنی مع کے ہے اور کہا شافعی رحمۃ اللہ علیہ نے ام میں کہ نہیں جانتا میں کسی کو مخالف بیچ واجب ہونے دخول کہنیوں کے وضو میں بنا بر اس کے پس پہلوں کا اجماع حجت ہے زفر پر اور اسی طرح اس پر جو قائل ہے ساتھ اس کے بعد اس کے اہل ظاہر سے اور نہیں ثابت یہ بات مالک رحمۃ اللہ علیہ سے ساتھ صراحت کے اور سوائے اس کے کچھ نہیں کہ اس کا کلام محتمل ہے اور یہ جو کہا کہ پھر اپنے سر کا مسح کیا تو شافعی رحمۃ اللہ علیہ نے کہا کہ آیت ﴿وَامْسَحُوْا بِرُؤُوْسِكُمْ﴾ احتمال رکھتی ہے سارے سر کا بھی اور بعض سر کا بھی پس دلالت کی سنت نے اس پر کہ اس کا بعض کفایت کرتا ہے اور فرق درمیان اس کے اور درمیان اس آیت کے ﴿فَامْسَحُوْا بِوُجُوْهِكُمْ﴾ تیمم میں کہ مسح اس میں بدلے غسل کے ہے اور مسح سر کا بجائے خود اصل ہے پس دونوں میں فرق ہوا اور نہیں وارد ہوتا یہ اعتراض کہ مسح موزے کا بدلے ہے پاؤں کے دھونے سے اس واسطے کہ اس کی اجازت اجماع کے ساتھ ثابت ہو چکی ہے پس اگر کہا جائے کہ فقط ماتھے کا مسح شاید عذر کے واسطے کیا ہو اس واسطے کہ آپ سفر میں تھے اور وہ جگہ گمان عذر کی ہے اور اسی واسطے مسح کیا عمامہ پر بعد مسح ماتھے جیسا کہ وہ ظاہر ہے مسلم کے سیاق سے مغیرہ کی حدیث میں تو ہم کہتے ہیں کہ تحقیق روایت کیا گیا ہے آپ سے مسح سر کا اگلی طرف کا بغیر مسح کے عمامے پر اور نہیں تعرض کیا واسطے سفر کے جیسا کہ شافعی رحمۃ اللہ علیہ نے روایت کی ہے کہ حضرت ﷺ نے وضو کیا پس ہٹایا پگڑی کو اپنے سر سے اور سر کے اگلی طرف کا مسح کیا اور یہ مرسل ہے لیکن قوی کی گئی ہے ساتھ اس کے کہ دوسرے طریق سے موصول آ چکی ہے اور نیز عثمان رضی اللہ عنہ سے وضو کے بیان میں آ چکا ہے کہ اپنے سر کے اگلی طرف کا مسح کیا اور صحیح ہو چکا ہے ابن عمر رضی اللہ عنہما سے کفایت کرنا ساتھ مسح بعض سر کے کہا اس کو ابن منذر وغیرہ نے اور نہیں صحیح ہوا کسی صحابی سے انکار اس کا اور یہ جو کہا کہ اپنے سر کی اگلی طرف سے شروع کیا تو اس میں حجت ہے اس شخص پر جو کہتا ہے کہ سنت یہ ہے کہ اول مسح سر کی پچھلی طرف سے شروع کرے تا کہ اس کی اگلی طرف تک ختم ہو واسطے قول اس کی کے اَقْبَلَ وَاَدْبَرَ یعنی آگے کو لائے اور پیچھے کو لے گئے اور اس پر وارد ہوتا ہے کہ واؤ ترتیب کو نہیں چاہتی اور ایک روایت میں آئندہ اس طرح آئے گا فَاَدْبَرَ بِيَدَيْهِ وَاَقْبَلَ یعنی پیچھے کو لے گئے اور آگے کو لائے پس نہ ہوگی اس کے ظاہر میں حجت اس واسطے کہ اقبال اور ادبار نسبتی امروں سے ہے اور نہیں معین کیا کہ کس چیز کی طرف لائے اور کس چیز کی طرف

لے گئے اور حکمت اس اقبال اور ادبار میں تمام پکڑنا دونوں طرف سر کا ہے ساتھ مسح کے بنا بر اس کے پس خاص ہوگا یہ ساتھ اس شخص کے کہ اس کے واسطے بال ہیں اور جو سارے سر کے مسح کو واجب کہتا ہے مشہور اس سے یہ ہے کہ پہلی بار واجب ہے اور دوسری سنت اور ساتھ اس کے ظاہر ہوا ضعیف ہونا استدلال کا ساتھ اس کے اوپر واجب ہونے تعمیم کے اور یہ جو کہا کہ پھر اپنے دونوں پاؤں کو دھویا تو ایک روایت میں اتنا زیادہ ہے کہ ٹخنوں تک اور جو بحث کہنیوں میں ہے اسی طرح یہاں بھی ہے اور مشہور یہ ہے کہ ٹخنا وہ ہڈی ہے اٹھی ہوئی نزدیک جگہ ملنے پنڈلی اور قدم کے اور ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ سے حکایت ہے کہ وہ ہڈی وہ ہے جو تسمے کے گرہ دینے کی جگہ میں ہے اور مالک رحمۃ اللہ علیہ سے بھی اسی طرح روایت ہے اور پہلی بات وہی صحیح ہے جس کو اہل لغت پہچانتے ہیں اور بہت رد کیا ہے پہلے عالموں نے اس شخص پر جو یہ گمان کرتا ہے اور واضح تر دلیل اس میں حدیث نعمان بن بشیر رضی اللہ عنہ کی ہے بیچ بیان صف کے نماز میں کہ دیکھا میں نے ایک مرد کو ہم میں سے کہ اپنا ٹخنا اپنے ساتھی کے ٹخنے سے ملاتا ہے اور اس حدیث میں اور بھی کئی فائدے ہیں ایک وضو کے ابتداء میں دونوں ہاتھ پر اکٹھے پانی ڈالنا اور یہ کہ جائز ہے ایک وضو میں دھونا بعض اعضاء کا ایک بار اور بعض کا دو بار اور بعض کا تین بار اور اس میں آنا امام کا ہے طرف گھر بعض رعیت اپنی کے واسطے کہ ایک راویت میں اتنا زیادہ ہے کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم ہمارے پاس تشریف لائے تو ہم نے آپ کے واسطے پیتل کے ایک لگن میں پانی نکالا اور ابتداء کرنا اس کا ساتھ اس چیز کے کہ گمان کرتے ہوں کہ اس کو اس کی حاجت ہے اور یہ کہ جائز ہے مدد لینی بیچ حاضر کرنے پانی کے بغیر کراہت کے اور سکھلانا ساتھ فعل کے اور یہ کہ تھوڑے پانی سے پاک ہونے کے واسطے چلو اٹھانا پانی کو مستعمل نہیں کرتا واسطے قول اس کے کی وہیب کی روایت میں کہ پھر اپنا ہاتھ پانی میں داخل کیا سو اپنے منہ کو دھویا الخ۔ اور اپر شرط ہونا نیت اغتراف پس نہیں اس حدیث میں وہ چیز کہ اس کو ثابت کرے اور نہ وہ جو اس کی نفی کرے اور استدلال کیا ہے ساتھ اس کے ابو عوانہ نے اپنی صحیح میں اوپر جواز وضو کرنے کے ساتھ پانی مستعمل کے اور اس کی توجیہ یہ ہے کہ نیت اس میں مذکور نہیں اور تحقیق داخل کیا ہاتھ اپنا واسطے چلو بھرنے کے بعد دھونے منہ کے اور وہ وقت اس کے دھونے کا ہے اور کہا غزالی نے کہ مجرد چلو بھرنا پانی کو مستعمل نہیں کرتا اس واسطے کہ استعمال تو فقط اس پانی سے واقع ہوتی ہے جو چلو میں لیا گیا اور ساتھ اسی کے یقین کیا ہے بغوی نے اور استدلال کیا ہے ساتھ اس کے بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے اوپر مسح کرنے سارے سر کے اور ہم نے پہلے بیان کر دیا ہے کہ وہ دلالت کرتی ہے اس پر بطورِ استحباب کے نہ بطورِ فرض کے اور یہ کہ نہیں مستحب ہے دوہرانا اس کا کما سیاتی اور اس پر کہ جائز ہے جمع کرنا درمیان کلی اور ناک میں پانی لینے کے ایک چلو سے اس پر کہ جائز ہے وضو کرنا تانبے وغیرہ کے برتنوں سے۔ (فتح)

بَابُ غَسْلِ الرِّجْلَيْنِ إِلَى الْكَعْبَيْنِ. باب ہے بیان میں دھونے پاؤں کے ٹخنوں تک۔

۱۸۰ ۔ حَدَّثَنَا مُوْسٰى قَالَ حَدَّثَنَا وُهَيْبٌ ۱۸۰۔ ترجمہ اس کا وہی جو اوپر گزرا مگر اس میں اتنا زیادہ ہے

عَنْ عَمْرٍو عَنْ أَبِيهِ شَهِدْتُّ عَمْرَو بْنَ أَبِي حَسَنٍ سَأَلَ عَبْدَ اللّٰهِ بْنَ زَيْدٍ عَنْ وُضُوْءِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَدَعَا بِتَوْرٍ مِّنْ مَّآءٍ فَتَوَضَّأَ لَهُمْ وُضُوْءَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَأَكْفَأَ عَلٰى يَدِهٖ مِنَ التَّوْرِ فَغَسَلَ يَدَيْهِ ثَلَاثًا ثُمَّ أَدْخَلَ يَدَهٗ فِي التَّوْرِ فَمَضْمَضَ وَاسْتَنْشَقَ وَاسْتَنْثَرَ ثَلَاثَ غَرَفَاتٍ ثُمَّ أَدْخَلَ يَدَهٗ فَغَسَلَ وَجْهَهٗ ثَلَاثًا ثُمَّ غَسَلَ يَدَيْهِ مَرَّتَيْنِ إِلَى الْمِرْفَقَيْنِ ثُمَّ أَدْخَلَ يَدَهٗ فَمَسَحَ رَأْسَهٗ فَأَقْبَلَ بِهِمَا وَأَدْبَرَ مَرَّةً وَّاحِدَةً ثُمَّ غَسَلَ رِجْلَيْهِ إِلَى الْكَعْبَيْنِ.

کہ انہوں نے ایک پانی کا طشت منگوایا اس میں تمام وضو کیا پھر اپنے دونوں پاؤں کو ٹخنوں تک دھویا۔

فائدہ: یہ جو کہا کہ فَتَوَضَّأَ لَهُمْ یعنی وضو کیا ان کے سبب سے وُضُوْءَ النَّبِيِّ یعنی مانند حضرت ﷺ کے وضو کے اور یہ جو کہا کہ پھر اپنا ہاتھ داخل کیا اور اپنے ہاتھ کو دھویا تو بیان کیا اس روایت میں نیا چلو لینا پانی سے واسطے ہر جوڑ کے اور یہ کہ آپ نے ایک ہاتھ سے چلو لیا اور میں گمان کرتا ہوں کہ برتن چھوٹا تھا سو ایک ہاتھ سے پانی لے کر اس کو دوسرے کے ساتھ ملایا نہیں تو دونوں ہاتھ سے اکٹھے چلو بھرنا آسان تر ہے اور یہ جو کہا کہ پھر دونوں ہاتھ کو دو بار دھویا یعنی ہر ایک کو دو دو بار دھویا۔ (فتح)

بَابُ اسْتِعْمَالِ فَضْلِ وَضُوْءِ النَّاسِ. لوگوں کے بچے ہوئے پانی کو استعمال کرنے کا بیان۔

فائدہ: یعنی استعمال کرنا اس کا وضو کرنے اور پاک ہونے کو اور مراد ساتھ فضل کے وہ پانی ہے جو فراغت کے بعد برتن میں باقی رہے۔ (فتح) غرض امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کی اس سے یہ ہے کہ لوگوں کا بچا ہوا مستعمل پانی پاک ہے۔

وَأَمَرَ جَرِيْرُ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ أَهْلَهٗ أَنْ يَّتَوَضَّؤُوْا بِفَضْلِ سِوَاكِهٖ. یعنی جریر رضی اللہ عنہ بن عبداللہ نے اپنے گھر والوں کو اپنے مسواک کے بچے ہوئے پانی سے وضو کرنے کا حکم کیا۔

فائدہ: مطابقت اس اثر کی باب سے اس طرح پر ہے کہ جب پانی میں مسواک کا سر ڈبو کر منہ کو مسواک کیا تو یہ پانی مستعمل ہو گیا پس اب اس سے وضو کرنا مستعمل پانی سے وضو کرنا ہے ایک روایت میں ہے کہ تھے جریر رضی اللہ عنہ مسواک کرتے اور مسواک کا سر پانی میں ڈبوتے پھر اپنے گھر والوں کو کہتے کہ وضو کرو اس کے بچے ہوئے سے اس کے ساتھ کچھ ڈر نہ دیکھتے تھے اور یہ روایت بیان کرنے والی ہے واسطے مراد کے اور مراد بخاری رحمۃ اللہ علیہ کی یہ ہے کہ یہ فعل

اس کا پانی کو متغیر نہیں کرتا تھا اور اسی طرح مجرد استعمال کرنا نہیں بگاڑتا پانی کو پس نہ منع ہوگا وضو کرنا ساتھ اس کے اور دار قطنی نے انس رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم اپنے مسواک کے بچے ہوئے پانی سے وضو کرتے تھے یعنی مسواک کا سر پانی میں ڈبوتے تھے پھر جب مسواک سے فارغ ہوتے تھے تو اس پانی سے وضو کرتے تھے امام احمد رحمۃ اللہ علیہ نے اس حدیث کے یہی معنی بیان کیے ہیں اور مشکل جانا گیا ہے وارد کرنا بخاری رحمۃ اللہ علیہ کا واسطے اس کے اس باب میں جو باندھا گیا ہے واسطے پاک ہونے پانی مستعمل کے اور جواب دیا گیا ہے ساتھ اس کے کہ ثابت ہو چکا ہے کہ مسواک پاک کرنے والی ہے واسطے منہ کے پس جب پانی کو ملے پھر حاصل ہوا وضو ساتھ اس پانی کے تو ہوگا اس میں استعمال کرنا مستعمل پانی کا واسطے وضو کے۔ (فتح)

١٨١ ۔ حَدَّثَنَا اٰدَمُ قَالَ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ قَالَ حَدَّثَنَا الْحَكَمُ قَالَ سَمِعْتُ أَبَا جُحَيْفَةَ يَقُوْلُ خَرَجَ عَلَيْنَا رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِالْهَاجِرَةِ فَأُتِيَ بِوَضُوْءٍ فَتَوَضَّأَ فَجَعَلَ النَّاسُ يَأْخُذُوْنَ مِنْ فَضْلِ وَضُوْءِهٖ فَيَتَمَسَّحُوْنَ بِهٖ فَصَلَّى النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الظُّهْرَ رَكْعَتَيْنِ وَالْعَصْرَ رَكْعَتَيْنِ وَبَيْنَ يَدَيْهِ عَنَزَةٌ وَقَالَ أَبُوْ مُوْسٰى دَعَا النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِقَدَحٍ فِيْهِ مَآءٌ فَغَسَلَ يَدَيْهِ وَوَجْهَهٗ فِيْهِ وَمَجَّ فِيْهِ ثُمَّ قَالَ لَهُمَا اشْرَبَا مِنْهُ وَأَفْرِغَا عَلٰى وُجُوْهِكُمَا وَنُحُوْرِكُمَا.

١٨١۔ ابو جحیفہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم دوپہر کے وقت ہم پر نکلے یعنی ہمارے پاس آئے پس آپ کے پاس کوئی پانی لایا سو آپ نے اس سے وضو کیا سو تمام لوگ آپ کے وضو کا بچا ہوا پانی لیتے تھے پس سب لوگ اس کو اپنے بدنوں پر ملتے تھے سو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز ظہر کو دو رکعتیں پڑھا اور عصر کو بھی دو رکعتیں پڑھا اور آپ کے آگے برچھا تھا اور ابو موسیٰ رضی اللہ عنہ نے کہا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک پیالہ پانی کا منگوایا پس اپنے دو ہاتھوں کو اور منہ کو دھویا اور اس میں کلی کی پھر فرمایا کہ کچھ اس پانی سے پی لو اور کچھ اپنے چہروں اور سینوں پر ڈالو۔

فائدہ: یہ جو کہا کہ آپ کے وضو کا بچا ہوا پانی لیتے تھے تو شاید انہوں نے تقسیم کر لیا تھا اس پانی کو جو آپ سے بچا تھا اور احتمال ہے کہ وہ پانی لیا ہو جو وضو کرتے آپ کے وضو کے اعضاء سے بہتا تھا اور اس میں دلالت ظاہر ہے اوپر پاک ہونے پانی مستعمل کے اور یہ جو کہا کہ اس میں کلی ڈالی تو غرض اس سے پیدا کرنا برکت کا ہے اپنے لب مبارک سے۔ (فتح)

١٨٢ ۔ حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ قَالَ حَدَّثَنَا يَعْقُوْبُ بْنُ إِبْرَاهِيْمَ بْنِ سَعْدٍ قَالَ حَدَّثَنَا

١٨٢۔ ابن شہاب سے روایت ہے کہ خبر دی مجھ کو محمود ربیع کے بیٹے نے اور وہ محمود وہ ہے جس کے منہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

أَبِيْ عَنْ صَالِحٍ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ قَالَ أَخْبَرَنِيْ مَحْمُوْدُ بْنُ الرَّبِيْعِ قَالَ وَهُوَ الَّذِيْ مَجَّ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِيْ وَجْهِهٖ وَهُوَ غُلَامٌ مِنْ بِئْرِهِمْ وَقَالَ عُرْوَةُ عَنِ الْمِسْوَرِ وَغَيْرِهٖ يُصَدِّقُ كُلُّ وَاحِدٍ مِنْهُمَا صَاحِبَهٗ وَإِذَا تَوَضَّأَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَادُوْا يَقْتَتِلُوْنَ عَلٰى وَضُوْءِهٖ.

نے کلی ڈالی تھی ان کے کنوئیں سے اور وہ لڑکا تھا اور عروہ مسور وغیرہ سے روایت کرتا ہے ہر ایک ان میں سے اپنے ساتھی کی تصدیق کرتا ہے اور جب کہ نبی ﷺ وضو کرتے نزدیک تھے کہ لوگ لڑ مریں آپ کے وضو پر یعنی جو پانی آپ کے ہاتھوں، پاؤں، چہرہ سے وضو کرتے وقت گرتا لوگ اس کو لے کر اپنے چہروں پر ملتے اور اس پر اتنے لوگ کثرت سے جمع ہو جاتے کہ ایک کے اوپر دوسرا گرتا اور ہر کوئی یہی تمنا کرتا کہ ایک قطرہ مجھ کو بھی ملے تو اپنے منہ پر مل لوں یہاں تک کہ اس پر لڑ کر مر جانے کو تیار ہوتے۔

۱۸۳۔ بَابٌ حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّحْمٰنِ بْنُ يُوْنُسَ قَالَ حَدَّثَنَا حَاتِمُ بْنُ إِسْمَاعِيْلَ عَنِ الْجَعْدِ قَالَ سَمِعْتُ السَّائِبَ بْنَ يَزِيْدَ يَقُوْلُ ذَهَبَتْ بِيْ خَالَتِيْ إِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَتْ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ إِنَّ ابْنَ أُخْتِيْ وَجِعٌ فَمَسَحَ رَأْسِيْ وَدَعَا لِيْ بِالْبَرَكَةِ ثُمَّ تَوَضَّأَ فَشَرِبْتُ مِنْ وَضُوْءِهٖ ثُمَّ قُمْتُ خَلْفَ ظَهْرِهٖ فَنَظَرْتُ إِلٰى خَاتَمِ النُّبُوَّةِ بَيْنَ كَتِفَيْهِ مِثْلَ زِرِّ الْحَجَلَةِ.

۱۸۳۔ سائب بن یزید رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ مجھ کو میری خالہ نبی ﷺ کے پاس لے گئی سو اس نے عرض کی کہ یارسول اللہ! بے شک میرا بھانجا بیمار ہے سو حضرت ﷺ نے میرے سر پر ہاتھ پھیرا اور برکت کی (میرے حق میں) دعا کی پھر حضرت ﷺ نے وضو کیا سو میں نے آپ کے وضو کا بچا ہوا مستعمل پانی پیا پھر میں حضرت ﷺ کی پیٹھ کے پیچھے کھڑا ہو گیا پس میں نے خاتم النبوۃ کی طرف نظر کی آپ کے دونوں مونڈھوں کے درمیان مانند انڈے جانور کی یعنی مثل انڈے کی سفید چمکتی تھی۔

فائدہ: اور مراد بخاری رحمہ اللہ کی استدلال کرنا ہے ساتھ ان حدیثوں کے اوپر رد کرنے کے اس شخص پر جو کہتا ہے کہ مستعمل پانی (یعنی جو ایک بار وضو میں برتا گیا ہو) ناپاک ہے اور یہ قول ابو یوسف کا ہے اور حکایت کی شافعی رحمہ اللہ نے ام میں حسن سے کہ ابو یوسف نے اس سے رجوع کیا پھر دو مہینے کے بعد اس کی طرف رجوع کیا اور ابو حنیفہ رحمہ اللہ سے تین روایتیں ہیں پہلی روایت یہ ہے کہ پاک ہے اور نہیں ہے پاک کرنے والا اور یہ روایت محمد رحمہ اللہ کی ہے اس سے اور یہی قول اس کا اور یہ ہی ہے جدید قول شافعی رحمہ اللہ کا اور اسی پر فتویٰ ہے نزدیک حنفیہ کے دوسری روایت یہ ہے کہ پلید ہے خفیف اور یہ روایت ابو یوسف رحمہ اللہ کی ہے اس سے تیسری روایت نجاست غلیظہ ہے یعنی سخت پلید ہے اور یہ روایت حسن لؤلؤی کی ہے اس سے اور یہ حدیثیں رد کرتی ہیں اوپر اس کے اس واسطے کہ جو چیز

ناپاک ہو اس کے ساتھ برکت حاصل نہیں کی جاتی اور کلی ڈالنے کی حدیث میں اگرچہ وضو کے ساتھ تصریح نہیں لیکن اس کی وجہ یہ ہے کہ جو مستعمل پانی کو ناپاک کہتا ہے جب وہ اس کی علت بیان کرے ساتھ اس طور کے کہ وہ پانی ہے مضاف یعنی نسبت کیا گیا تو اس کو کہا جائے گا کہ وہ مضاف ہے طرف پاک چیز کی کہ نہیں بگڑا ساتھ اس کے اور اسی طرح وہ پانی جس کو تھوک ملی ہو پاک ہے واسطے حدیث کلی ڈالنے کے اور جس نے اس کی یہ علت بیان کی ہے کہ وہ پانی گناہوں کا ہے یعنی اس کے ساتھ بندے کے گناہ جھڑے ہیں پس واجب ہے دور کرنا اس کا ساتھ دلیل ان حدیثوں کے جو وارد ہوئی ہیں اس باب میں مسلم وغیرہ میں تو اس پر بھی باب کی حدیثیں رد کرتی ہیں اس واسطے کہ جس چیز کا دور کرنا واجب ہو اس کے ساتھ برکت حاصل نہیں کی جاتی اور نہ پیا جاتا ہے ابن منذر نے کہا کہ اجماع ہے اہل علم کا اس پر کہ جو تری کہ وضو کے بعد وضو کرنے والے کے اعضاء پر باقی رہتی ہے اور جو اس سے اس کے کپڑوں پر ٹپکتا ہے پاک ہے تو اس اجماع میں دلیل قوی ہے اس پر کہ مستعمل پانی پاک ہے اور اوپر یہ کہ وہ پاک نہیں کرتا تو اس پر کلام آئندہ آئے گا۔ انشاء اللہ تعالیٰ۔ (فتح)

بَابُ مَنْ مَضْمَضَ وَاسْتَنْشَقَ مِنْ غَرْفَةٍ وَاحِدَةٍ.

باب ہے بیان میں اس شخص کے جو فقط ایک چلو سے کلی اور ناک صاف کرے اس کی شرح مسح سر میں بھی گزر چکی ہے۔

١٨٤ ـ حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ قَالَ حَدَّثَنَا خَالِدُ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ قَالَ حَدَّثَنَا عَمْرُو بْنُ يَحْيٰى عَنْ أَبِيهِ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ زَيْدٍ أَنَّهُ أَفْرَغَ مِنَ الْإِنَاءِ عَلٰى يَدَيْهِ فَغَسَلَهُمَا ثُمَّ غَسَلَ أَوْ مَضْمَضَ وَاسْتَنْشَقَ مِنْ كَفَّةٍ وَاحِدَةٍ فَفَعَلَ ذٰلِكَ ثَلَاثًا فَغَسَلَ يَدَيْهِ إِلَى الْمِرْفَقَيْنِ مَرَّتَيْنِ مَرَّتَيْنِ وَمَسَحَ بِرَأْسِهِ مَا أَقْبَلَ وَمَا أَدْبَرَ وَغَسَلَ رِجْلَيْهِ إِلَى الْكَعْبَيْنِ ثُمَّ قَالَ هٰكَذَا وُضُوْءُ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ.

۱۸۴۔ عبداللہ بن زید رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ اس نے ایک برتن سے اپنے دونوں ہاتھوں پر پانی گرایا پس ان کو دھویا پھر دھویا منہ کو یا کلی کی اور ناک میں پانی ڈالا ایک چلو سے پس کیا اس کو تین بار پس دھویا اپنے دونوں ہاتھوں کو کہنیوں تک دو بار اور اپنے سر کا مسح کیا آگے کی جانب سے اور پیچھے کی جانب سے اور دھویا اپنے دونوں پاؤں کو ٹخنوں تک پھر کہا اسی طرح ہے وضو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا۔

بَابُ مَسْحِ الرَّأْسِ مَرَّةً.

ایک بار سر کا مسح کرنا۔

١٨٥ ـ حَدَّثَنَا سُلَيْمَانُ بْنُ حَرْبٍ قَالَ حَدَّثَنَا وُهَيْبٌ قَالَ حَدَّثَنَا عَمْرُو بْنُ يَحْيٰى

۱۸۵۔ یحییٰ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں عمرو بن ابوحسن کے پاس حاضر تھا اس نے عبداللہ بن زید رضی اللہ عنہ سے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے

عَنْ اَبِيْهِ قَالَ شَهِدْتُ عَمْرَو بْنَ اَبِيْ حَسَنٍ سَأَلَ عَبْدَ اللّٰهِ بْنَ زَيْدٍ عَنْ وُضُوْءِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَدَعَا بِتَوْرٍ مِنْ مَآءٍ فَتَوَضَّأَ لَهُمْ فَكَفَأَ عَلٰى يَدَيْهِ فَغَسَلَهُمَا ثَلَاثًا ثُمَّ اَدْخَلَ يَدَهٗ فِي الْإِنَآءِ فَمَضْمَضَ وَاسْتَنْشَقَ وَاسْتَنْثَرَ ثَلَاثًا بِثَلَاثِ غَرَفَاتٍ مِنْ مَآءٍ ثُمَّ اَدْخَلَ يَدَهٗ فِي الْإِنَآءِ فَغَسَلَ وَجْهَهٗ ثَلَاثًا ثُمَّ اَدْخَلَ يَدَهٗ فِي الْإِنَآءِ فَغَسَلَ يَدَيْهِ إِلَى الْمِرْفَقَيْنِ مَرَّتَيْنِ مَرَّتَيْنِ ثُمَّ اَدْخَلَ يَدَهٗ فِي الْإِنَآءِ فَمَسَحَ بِرَأْسِهٖ فَأَقْبَلَ بِيَدَيْهِ وَاَدْبَرَ بِهِمَا ثُمَّ اَدْخَلَ يَدَهٗ فِي الْإِنَآءِ فَغَسَلَ رِجْلَيْهِ و حَدَّثَنَا مُوْسٰى قَالَ حَدَّثَنَا وُهَيْبٌ قَالَ مَسَحَ رَأْسَهٗ مَرَّةً.

وضو کا حال پوچھا سو عبداللہ بن زید رضی اللہ عنہ نے پانی کا ایک طشت منگوایا سو اُن کے واسطے وضو کیا یعنی ان کے دکھلانے کے واسطے پس اس کو اپنے دونوں ہاتھ پر جھکایا سو دونوں ہاتھوں کو دھویا تین بار پھر اپنے ہاتھ کو برتن میں داخل کیا پھر کلی کی اور ناک میں پانی ڈالا پھر ناک کو صاف کیا تین بار تین چلو پانی سے پھر اپنے ہاتھ کو برتن میں داخل کیا پس دھویا منہ اپنے کو تین بار پھر اپنے ہاتھ کو برتن میں داخل کیا پس اپنے دونوں ہاتھوں کو کہنیوں تک دھویا دو بار پھر اپنے ہاتھ کو برتن میں داخل کیا پس اپنے سر کا مسح کیا پس اپنے ہاتھ کو آگے سے پچھلی طرف لے گئے اور پیچھے سے اگلی طرف لے آئے پھر اپنے ہاتھ کو برتن میں داخل کیا پس اپنے دونوں پاؤں کو دھویا۔

فائدہ: مطابقت اس حدیث کی ترجمہ سے اسی طرح ہے کہ یہاں پر مسح سر کو مطلق ذکر کیا ہے ایک دو بار کے ساتھ مقید نہیں کیا سو اس کے اطلاق سے ثابت ہوتا ہے کہ ایک دفعہ مسح کرنا بھی جائز ہے اور دوسری روایت میں آیا ہے کہ مَسَحَ بِرَأْسِهٖ مَرَّةً یعنی اپنے سر پر ایک بار مسح کیا اور تحقیق پہلے گزر چکی ہے نقل اختلاف کے بیچ مستحب ہونے عدد کے سر کے مسح میں بیچ بَابُ الْوُضُوْءِ ثَلَاثًا ثَلَاثًا کے اور ذکر کیا ہے ہم نے قول ابو داؤد کا کہ عثمان رضی اللہ عنہ کی صحیح روایتوں میں سر کے مسح کے عدد کا ذکر نہیں اور یہ کہ وارد کیا ہے اس کے عدد کو دو طریقوں سے صحیح کہا ہے ایک کو اس کے غیر نے اور زیادتی ثقہ کی مقبول ہے پس حمل کیا جائے گا قول ابو داؤد کا اوپر ارادے استثناء دونوں طریقوں کے جن کو ذکر کیا پس گویا کہ کہا کہ مگر یہ دو طریق اور کہا سمعانی نے کہ اختلاف روایت کا محمول ہے اوپر تعدد کے پس کبھی ایک بار مسح کیا اور کبھی تین بار کیا پس ایک بار مسح کرنے کی روایت میں تعدد کے منع ہونے پر حجت نہیں اور حجت پکڑی جاتی ہے واسطے تعدد کے ساتھ قیاس کے ان اعضاء پر جو دھوئے گئے ہیں اس واسطے کہ وضو طہارت حکمی ہے اور نہیں فرق ہے طہارت حکمی میں درمیان دھونے اور مسح کرنے کے اور جواب دیا گیا ہے کہ مسح مبنی ہے تخفیف پر یعنی مسح آسانی کے واسطے مشروع ہوا ہے برخلاف دھونے کے اور اگر تکرار مشروع ہوتا تو اس کی صورت مغسول کی ہو جاتی اور تحقیق اتفاق ہے اس پر کہ مسح کے بدلے سر کا دھونا مکروہ ہے اگرچہ کفایت کرتا ہے اور قوی تر دلیلوں سے اوپر نہ

ہونے عدد کے حدیث مشہور ہے جس کو ابن خزیمہ وغیرہ نے صحیح کہا ہے عبداللہ بن عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ سے حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے وضو کے بیان میں جس جگہ کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا بعد اس کے کہ فارغ ہوئے کہ جو اس پر زیادہ کرے وہ ظالم اور خطا کار ہے اس واسطے کہ اس میں تصریح ہے کہ ایک بار سر کا مسح کیا پس دلالت کی اس نے اس پر کہ ایک بار سے زیادہ سر کا مسح کرنا مستحب نہیں اور اگر تین بار سر کا مسح کرنے کی حدیثیں صحیح ہوں تو حمل کی جائیں اس پر کہ مراد سارے سر کا مسح کرنا ہے اس طور سے کہ کوئی جگہ باقی نہ رہے نہ یہ کہ وہ مستقل باریاں ہیں واسطے سارے کے واسطے تطبیق کے درمیان دلیلوں کے۔ (فتح)

بَابُ وُضُوْءِ الرَّجُلِ مَعَ امْرَأَتِهِ وَفَضْلِ وَضُوْءِ الْمَرْأَةِ.

باب ہے بیان میں وضو کرنے مرد کے ساتھ عورت اپنی کے اور بچے ہوئے پانی عورت کے ساتھ وضو کرنے کا بیان۔

فائدہ: عورت کے بچے پانی سے مراد وہ پانی ہے جو وضو سے فارغ ہونے کے بعد برتن میں باقی رہے۔

وَتَوَضَّأَ عُمَرُ بِالْحَمِيْمِ وَمِنْ بَيْتِ نَصْرَانِيَّةٍ.

یعنی حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے وضو کیا گرم پانی سے اور نصرانیہ عورت کے گھر سے۔

فائدہ: نصرانیہ عورت کے گھر کا پانی غالب مستعمل اور جوٹھا ہوتا ہے جب حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اس سے وضو کیا تو معلوم ہوگیا کہ عورت کے بچے پانی سے وضو کرنا جائز ہے پس مطابقت حدیث کی ترجمہ سے ظاہر ہوگئی اور روایت کیا اس کو سعید بن منصور نے اور عبدالرزاق نے ساتھ اس لفظ کے کہ عمر فاروق رضی اللہ عنہ گرم پانی سے وضو کرتے تھے اور اس سے نہاتے تھے اور نیز روایت کیا ہے اس کو دارقطنی نے اور کہا کہ اس کی سند صحیح ہے اور مناسبت اس کی واسطے ترجمہ باب کے اس جہت سے ہے کہ غالب یہ ہے کہ مرد کے گھر والے اس کے تابع ہوتے ہیں اس چیز میں کہ کرتا ہے پس اشارہ کیا بخاری رحمہ اللہ علیہ نے طرف رد کی اس شخص پر جو منع کرتا ہے عورت کو یہ کہ وضو کرے ساتھ بچے پانی مرد کے اس واسطے کہ ظاہر یہ ہے کہ عمر فاروق رضی اللہ عنہ کی بی بی تھی وضو کرتی ساتھ بچے پانی اس کے کی یا ساتھ اس کے پس مطابق ہوگا اس کے قول کو ترجمہ میں کہ وضو کرنا مرد کا ساتھ اپنی بی بی کے یعنی ایک برتن میں سے اور اوپر مسئلہ پاک ہونے کا ساتھ گرم پانی کے پس اتفاق ہے اس کے جائز ہونے پر مگر جو مجاہد سے منقول ہے اور یہ جو کہا کہ نصرانیہ کے گھر سے تو یہ مطابق ہے واسطے قول اس کے کی کہ عورت کے بچے پانی کا بیان اس واسطے کہ عمر رضی اللہ عنہ نے وضو کیا نصرانیہ عورت کے پانی سے اور اس کا حال دریافت نہ کیا باوجود جائز ہونے اس بات کے کہ مسلمان کے نکاح میں ہو اور حیض سے غسل کیا ہو تا کہ اس کو اس سے صحبت کرنی حلال ہو پس بچا ہو اس سے یہ پانی اور اس کے ساتھ اگرچہ تصریح واقع نہیں ہوئی لیکن اس کا احتمال ہے اور جاری ہے عادت بخاری رحمہ اللہ علیہ کی ساتھ تمسک کرنے کے ایسے دلائل سے وقت نہ دریافت کرنے مفصل حال کے اگرچہ اس کا غیر اس کے ساتھ استدلال نہیں کرتا پس اس میں دلیل ہے اوپر جواز

پاک ہونے کے ساتھ اس پانی کے کہ مسلمان عورت سے بچا ہو اس واسطے کہ وہ نصرانیہ عورت سے حال میں بدتر نہیں ہوتی اور اس میں دلیل ہے اس پر کہ جائز ہے برتنا اہل کتاب کے پانیوں کا بغیر تفصیل طلب کرنے کی اور کہا شافعی رحمۃ اللہ علیہ نے ام میں کہ مشرک کے پانی سے وضو کرنے کا ڈر نہیں اور اس کے بچے پانی سے جب تک کہ اس میں پلیدی معلوم نہ ہو اور کہا ابن منذر نے کہ تنہا ہوا ہے ابراہیم نخعی ساتھ کراہت بچے پانی عورت کے جب کہ اس کو نہانے کی حاجت ہو۔ (فتح)

۱۸۶ ۔ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ يُوْسُفَ قَالَ أَخْبَرَنَا مَالِكٌ عَنْ نَافِعٍ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عُمَرَ أَنَّهُ قَالَ كَانَ الرِّجَالُ وَالنِّسَآءُ يَتَوَضَّئُوْنَ فِيْ زَمَانِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ جَمِيْعًا.

۱۸۶۔ ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں مرد اور عورتیں اکٹھے ایک جگہ وضو کیا کرتے تھے (یعنی ایک برتن سے سب وضو کرتے تھے)۔

فائدہ: مرد اور عورتیں ایک برتن سے وضو کرتے تھے تو ضرور ہے کہ اس میں بعض مرد بعض عورتوں سے پیچھے پانی لیتے ہوں گے پس عورت کے بچے ہوئے پانی کے ساتھ وضو کرنا معلوم ہو گیا اور ایک روایت میں اتنا زیادہ ہے کہ ایک برتن سے اور ایک روایت میں اتنا زیادہ ہے کہ ہم اس میں اپنے ہاتھ لٹکاتے تھے اور اس میں دلیل ہے اس پر کہ تھوڑے پانی سے چلو بھرنا اس کو مستعمل نہیں کرتا اس واسطے کہ ان کے برتن چھوٹے تھے جیسے کہ تصریح کی ہے ساتھ اس کے شافعی رحمۃ اللہ علیہ نے ام میں کئی جگہ پر اور اس میں دلیل ہے اوپر پاک ہونے عورت ذمی کے یعنی جس کے ساتھ عہد و پیمان ہو چکا ہو اور جائز ہے استعمال کرنا بچے پانی اور جوٹھے اس کے کا واسطے جائز ہونے کا نکاح کے ساتھ اس کے اور نہ فرق ہونے کے درمیان مسلمان عورت کے اور اس کے غیر کے اور یہ جو کہا جَمِيْعًا یعنی اکٹھے وضو کرتے تھے تو اس سے ظاہر یہی معلوم ہوتا ہے کہ وہ سب پانی کو ایک حالت میں لیتے تھے اور حکایت کی ہے ابن متین نے ایک قوم سے کہ اس حدیث کے معنی یہ ہیں کہ مرد اور عورتیں سب ایک جگہ میں وضو کرتے تھے مرد علیحدہ اور عورتیں علیحدہ اور جو زیادت کہ پہلی گزر چکی ہے قول اس کے سے ایک برتن سے وہ رد کرتی ہے اوپر اس کے اور شاید اس قائل نے یہ خیال کیا ہے کہ مردوں کا بیگانی عورتوں کے ساتھ جمع ہونا بعید ہے اور اول جواب میں یہ ہے کہ کہا جائے کہ نہیں کوئی مانع جمع ہونے سے پیروی کی آیت کے اترنے سے پہلے اور رہا پیر بعد اس کے پس خاص ہے ساتھ بی بیوں اور محرم عورتوں کے اور نقل کیا ہے قرطبی اور طحاوی اور نووی نے اتفاق اس پر کہ جائز ہے نہانا مرد اور عورت کا ایک برتن سے اور اس میں نظر ہے اس واسطے کہ ابن منذر نے ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے حکایت کی ہے کہ وہ اس سے منع کرتے تھے اور حکایت کیا ہے اس کو ابن عبدالبر نے ایک قوم سے اور یہ حدیث حجت ہے اوپر ان کے اور نیز نقل کیا

ہے نووی نے اتفاق اس پر کہ جائز ہے عورت کو وضو کرنا ساتھ بچے پانی مرد کے سوائے عکس کے اور اس میں بھی نظر ہے اس واسطے کہ طحاوی نے اس میں خلاف ثابت کیا ہے اور ثابت ہوا ہے ابن عمر اور شعبی اور اوزاعی سے منع لیکن مقید ساتھ اس کے جب کہ ہو حائض اور اس پر عکس اس کا یعنی مرد کو عورت کے بچے پانی سے وضو نہ کرنا پس صحیح ہو چکا ہے عبداللہ بن سرجس رضی اللہ عنہ سے اور سعید بن مسیب رحمۃ اللہ علیہ اور حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ سے کہ منع کیا انہوں نے وضو کرنے سے ساتھ بچے پانی عورت کے اور یہی قول ہے احمد اور اسحاق کا لیکن مقید کیا ہے دونوں نے اس کو ساتھ اس کے اس واسطے کے باب کی حدیثیں ظاہر ہیں جواز میں جب کہ دونوں اکٹھے ہوں اور امام احمد سے منقول ہے کہ عورت کے بچے پانی کے ساتھ وضو کے جائز ہونے اور منع ہونے کی حدیثیں مضطرب ہیں لیکن ایک جماعت اصحاب سے صحیح ہو چکا ہے منع جب کہ نماز پڑھے ساتھ اس کے اور معارضہ کیا گیا ہے ساتھ صحیح ہونے جواز کے ایک جماعت اصحاب سے ان میں سے ابن عباس رضی اللہ عنہما ہیں اور حدیثیں دونوں طرف ثابت ہو چکی ہیں ۔ بعض حدیثوں سے معلوم ہوتا ہے کہ مرد اور عورت کو ایک دوسرے کے بچے پانی سے وضو کرنا جائز ہے جیسا کہ اصحاب سنن اور دارقطنی اور ترمذی وغیرہ نے میمونہ رضی اللہ عنہا سے روایت کیا ہے کہا کہ مجھ کو نہانے کی حاجت ہوئی تو میں نے ایک بڑے پیالے میں غسل کیا اور اس میں پانی بچ رہا سو حضرت صلی اللہ علیہ وسلم آئے تو میں نے عرض کیا کہ یہ میرا بچا ہوا پانی ہے سو حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سے غسل کیا اور فرمایا کہ پانی پر جنابت نہیں اور بعض حدیثوں سے معلوم ہوتا ہے کہ ان کو ایک دوسرے کے بچے پانی سے وضو کرنا منع ہے جیسا کہ ابو داؤد اور نسائی وغیرہ نے روایت کی کہ منع فرمایا حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ کہ نہائے مرد عورت کے بچے پانی سے یا نہائے عورت مرد کے بچے پانی سے اور چاہیے کہ دونوں اکٹھے چلو لے لیں اور یہ دونوں حدیثیں صحیح اور ثابت ہیں اور تطبیق ممکن ہے ساتھ اس طور کے نہی کی حدیثیں محمول ہیں اس پانی پر کہ گرے اعضاء سے اور جواز محمول ہے اس چیز پر کہ باقی رہے پانی سے اور ساتھ اسی وجہ کے تطبیق دی ہے خطابی نے یا محمول ہے نہی تنزیہ پر واسطے تطبیق کے درمیان دلیلوں کے اور یہ جو احمد رحمۃ اللہ علیہ نے کہا کہ حدیثیں دونوں طرف کی مضطرب ہیں تو سوائے اس کے کچھ نہیں کہ رجوع کیا جاتا ہے طرف اس کی جب کہ تطبیق دشوار ہو اور تطبیق یہاں ممکن ہے، واللہ اعلم۔

بَابُ صَبِّ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَضُوْءَهُ عَلَى الْمُغْمٰى عَلَيْهِ.

باب ہے بیان میں ڈالنے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے اپنے وضو کے پانی کو بے ہوش ہوئے پر (مراد وہ پانی ہے جس کے ساتھ وضو کیا)۔

١٨٧ ۔ حَدَّثَنَا أَبُو الْوَلِيْدِ قَالَ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ الْمُنْكَدِرِ قَالَ سَمِعْتُ جَابِرًا يَقُوْلُ جَآءَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ

١٨٧۔ جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میرے پاس تشریف لائے اور میں بیماری میں بے ہوش ہوا تھا پس حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے وضو کیا اور اپنے وضو کا پانی مجھ پر ڈالا پس

عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَعُوْدُنِيْ وَاَنَا مَرِيْضٌ لَا اَعْقِلُ فَتَوَضَّأَ وَصَبَّ عَلَيَّ مِنْ وَضُوْءِ هٖ فَعَقَلْتُ فَقُلْتُ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ لِمَنِ الْمِيْرَاثُ اِنَّمَا يَرِثُنِيْ كَلَالَةٌ فَنَزَلَتْ اٰيَةُ الْفَرَآئِضِ.

میں ہوش میں آ گیا پس میں نے کہا یا رسول اللہ واسطے کس کے ہے میراث میری سوائے اس کے نہیں کہ وارث میرا کلالہ ہے سو اتری آیت فراض کی۔

فائدہ: کلالہ اس کو کہتے ہیں جس کی اصل وفرع نہ ہو یعنی نہ اس کا باپ ہو اور نہ کوئی اس کا بیٹا ہو سو جابر رضی اللہ عنہ نے عرض کی کہ میرا نہ کوئی باپ ہے اور نہ کوئی بیٹا ہے میرا ترکہ کس کو ملے گا سو اللہ تعالیٰ نے اس کے باب میں حکم بھیجا کہ اس کا ترکہ اس کی بہنوں، بھائیوں وغیرہ وارثوں کو ملے گا یعنی موافق اپنے اپنے حصہ کے اور ایک روایت میں ہے فَوَجَدَنِيْ قَدْ اُغْمِيَ عَلَيَّ یعنی مجھ کو پایا اس حال میں کہ مجھ پر بے ہوشی کی گئی تھی اور یہی مطابق ہے واسطے ترجمہ کے اور یہ جو کہا کہ اپنے وضو کے پانی سے تو احتمال ہے کہ مراد یہ ہو کہ ڈالا مجھ پر بعض اس پانی کا جس کے ساتھ وضو کیا یعنی وضو کا مستعمل پانی یا بچا پانی مراد ہے اور مراد پہلے معنی ہیں اور مراد ساتھ آیت فرائض کے یہ آیت ہے ﴿يَسْتَفْتُوْنَكَ قُلِ اللّٰهُ يُفْتِيْكُمْ فِي الْكَلَالَةِ﴾ جیسا کہ اس کا بیان تفسیر میں آئے گا۔

بَابُ الْغُسْلِ وَالْوُضُوْءِ فِي الْمِخْضَبِ وَالْقَدَحِ وَالْخَشَبِ وَالْحِجَارَةِ.

باب ہے تغار اور پیالے اور لکڑی کے برتن اور پتھر کے برتن میں غسل اور وضو کرنے کے بیان میں۔

۱۸۸ ۔ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ مُنِيْرٍ سَمِعَ عَبْدَ اللّٰهِ بْنَ بَكْرٍ قَالَ حَدَّثَنَا حُمَيْدٌ عَنْ اَنَسٍ قَالَ حَضَرَتِ الصَّلَاةُ فَقَامَ مَنْ كَانَ قَرِيْبَ الدَّارِ اِلٰى اَهْلِهٖ وَبَقِيَ قَوْمٌ فَاُتِيَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِمِخْضَبٍ مِنْ حِجَارَةٍ فِيْهِ مَآءٌ فَصَغُرَ الْمِخْضَبُ اَنْ يَبْسُطَ فِيْهِ كَفَّهٗ فَتَوَضَّأَ الْقَوْمُ كُلُّهُمْ قُلْنَا كَمْ كُنْتُمْ قَالَ ثَمَانِيْنَ وَزِيَادَةً.

۱۸۸۔ انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حاضر ہوا وقت نماز کا پس جس کا گھر قریب تھا وہ اپنے گھر چلا گیا یعنی وضو کے واسطے اور کچھ لوگ باقی نہ رہے یعنی نزدیک حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے کوئی شخص تغار پتھر کا لایا اس میں پانی تھا سو چھوٹا ہوا لگن کہ فراخ ہو اس میں ہاتھ آپ کا (یعنی بہت چھوٹا تھا کہ اس میں ہاتھ بھی چوڑا نہ ہو سکتا تھا) پس تمام لوگوں نے وضو کیا راوی کہتا ہے کہ ہم نے پوچھا کہ تم کتنے آدمی تھے اس نے کہا اسی 80 آدمی اور زیادہ۔

۱۸۹ ۔ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْعَلَاءِ قَالَ حَدَّثَنَا اَبُوْ اُسَامَةَ عَنْ بُرَيْدٍ عَنْ اَبِيْ بُرْدَةَ عَنْ اَبِيْ مُوْسٰى اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ دَعَا بِقَدَحٍ فِيْهِ مَآءٌ فَغَسَلَ يَدَيْهِ وَوَجْهَهٗ فِيْهِ

۱۸۹۔ ابو موسیٰ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے پانی کا ایک پیالہ منگوایا سو اس میں اپنے دونوں ہاتھوں اور منہ کو دھویا اور اس میں کلی کی۔

وَمَجَّ فِيهِ.

١٩٠ ـ حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ يُونُسَ قَالَ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْعَزِيزِ بْنُ أَبِي سَلَمَةَ قَالَ حَدَّثَنَا عَمْرُو بْنُ يَحْيَى عَنْ أَبِيهِ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ زَيْدٍ قَالَ أَتَى رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَأَخْرَجْنَا لَهُ مَآءً فِي تَوْرٍ مِنْ صُفْرٍ فَتَوَضَّأَ فَغَسَلَ وَجْهَهُ ثَلَاثًا وَيَدَيْهِ مَرَّتَيْنِ مَرَّتَيْنِ وَمَسَحَ بِرَأْسِهِ فَأَقْبَلَ بِهِ وَأَدْبَرَ وَغَسَلَ رِجْلَيْهِ.

۱۹۰۔ عبداللہ بن زید رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ تشریف لائے سو نکالا ہم نے آپ کے واسطے پانی پیتل کے ایک گھڑے میں پس حضرت ﷺ نے وضو کیا پس اپنے منہ کو دھویا تین بار اور اپنے ہاتھوں کو دو دو بار اور اپنے سر کا مسح کیا سو آگے سے پیچھے کی طرف کو لے گئے اور پیچھے سے آگے کی طرف لے آئے اور دھویا اپنے دونوں پاؤں کو۔

١٩١ ـ حَدَّثَنَا أَبُو الْيَمَانِ قَالَ أَخْبَرَنَا شُعَيْبٌ عَنِ الزُّهْرِيِّ قَالَ أَخْبَرَنِي عُبَيْدُ اللّٰهِ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عُتْبَةَ أَنَّ عَائِشَةَ قَالَتْ لَمَّا ثَقُلَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَاشْتَدَّ بِهِ وَجَعُهُ اسْتَأْذَنَ أَزْوَاجَهُ فِي أَنْ يُمَرَّضَ فِي بَيْتِي فَأَذِنَّ لَهُ فَخَرَجَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بَيْنَ رَجُلَيْنِ تَخُطُّ رِجْلَاهُ فِي الْأَرْضِ بَيْنَ عَبَّاسٍ وَرَجُلٍ اٰخَرَ قَالَ عُبَيْدُ اللّٰهِ فَأَخْبَرْتُ عَبْدَ اللّٰهِ بْنَ عَبَّاسٍ فَقَالَ أَتَدْرِي مَنِ الرَّجُلُ الْاٰخَرُ قُلْتُ لَا قَالَ هُوَ عَلِيُّ بْنُ أَبِي طَالِبٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ وَكَانَتْ عَائِشَةُ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا تُحَدِّثُ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ بَعْدَ مَا دَخَلَ بَيْتَهُ وَاشْتَدَّ وَجَعُهُ هَرِيقُوا عَلَيَّ مِنْ سَبْعِ قِرَبٍ لَمْ تُحْلَلْ أَوْكِيَتُهُنَّ لَعَلِّي أَعْهَدُ إِلَى النَّاسِ وَأُجْلِسَ فِي مِخْضَبٍ لِحَفْصَةَ زَوْجِ

۱۹۱۔ عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ جب سخت بیمار ہوئے اور آپ کو بیماری کی بہت شدت ہوئی تو آپ نے اپنی بی بیوں سے میرے گھر میں بیماری کاٹنے کی اجازت چاہی سو سب بی بیوں نے آپ کو اجازت دی سو رسول اللہ ﷺ دو آدمیوں کے درمیان اپنے پاؤں کو زمین پر گھسیٹتے ہوئے باہر نکلے وہ دونوں آدمی ایک تو عباس رضی اللہ عنہ تھے اور دوسرے علی رضی اللہ عنہ تھے اور عائشہ رضی اللہ عنہا حدیث بیان کرتی تھیں کہ نبی ﷺ نے فرمایا بعد اس کے کہ آپ میرے گھر میں داخل ہوئے اور آپ کو بیماری کی شدت ہوئی فرمایا کہ گراؤ میرے اوپر سات مشکیں جن کے دہانے نہ کھلے ہوں تاکہ میں لوگوں کو وصیت کروں اور ہم نے آپ کو حفصہ رضی اللہ عنہا کی ایک تغار میں بٹھلایا اور ان مشکوں سے پانی ڈالنا شروع کیا یہاں تک کہ حضرت ﷺ اشارہ کرنے لگے کہ بس تم اپنا کام کر چکے پھر آپ لوگوں کی طرف باہر نکلے۔

النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ثُمَّ طَفِقْنَا نَصُبُّ عَلَيْهِ تِلْكَ حَتّٰى طَفِقَ يُشِيْرُ إِلَيْنَا أَنْ قَدْ فَعَلْتُنَّ ثُمَّ خَرَجَ إِلَى النَّاسِ.

فائدہ: یہ جو کہا کہ سب بیویوں نے اجازت دی تو استدلال کیا گیا ہے ساتھ اس کے اس پر کہ باری تقسیم کرنی حضرت ﷺ پر واجب تھی اور احتمال ہے کہ کیا ہو یہ واسطے خوش کرنے ان کے دل کے اور یہ جو فرمایا کہ مجھ پر سات مشکیں ڈالو تو خطابی نے کہا کہ شاید خاص کیا ہو سات کو واسطے برکت حاصل کرنے کے ساتھ اس عدد کے اس واسطے کہ اس کو شرع کے بہت کاموں میں دخل ہے اور ظاہر یہ ہے کہ وہ واسطے دوا کرنے کے تھا اور یہ جو کہا کہ حفصہ رضی اللہ عنہا کے تغار میں تو اس میں اشارہ ہے کہ طرف رد کی اس شخص پر جو اس میں نہانے کو مکروہ جانتا ہے جیسا کہ ثابت ہے ابن عمر رضی اللہ عنہما سے عطاء نے کہا کہ سوائے اس کے کچھ نہیں کہ اس نے تو اس کی بو کو مکروہ جانا ہے۔ (فتح)

بَابُ الْوُضُوْءِ مِنَ التَّوْرِ.

طشت یا لوٹے سے وضو کرنے کا بیان۔

۱۹۲ ۔ حَدَّثَنَا خَالِدُ بْنُ مَخْلَدٍ قَالَ حَدَّثَنَا سُلَيْمَانُ بْنُ بِلَالٍ قَالَ حَدَّثَنِيْ عَمْرُو بْنُ يَحْيٰى عَنْ أَبِيْهِ قَالَ كَانَ عَمِّيْ يُكْثِرُ مِنَ الْوُضُوْءِ قَالَ لِعَبْدِ اللّٰهِ بْنِ زَيْدٍ أَخْبِرْنِيْ كَيْفَ رَأَيْتَ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَتَوَضَّأُ فَدَعَا بِتَوْرٍ مِنْ مَاءٍ فَكَفَأَ عَلٰى يَدَيْهِ فَغَسَلَهُمَا ثَلَاثَ مِرَارٍ ثُمَّ أَدْخَلَ يَدَهُ فِي التَّوْرِ فَمَضْمَضَ وَاسْتَنْثَرَ ثَلَاثَ مَرَّاتٍ مِنْ غَرْفَةٍ وَاحِدَةٍ ثُمَّ أَدْخَلَ يَدَهُ فَاغْتَرَفَ بِهَا فَغَسَلَ وَجْهَهُ ثَلَاثَ مَرَّاتٍ ثُمَّ غَسَلَ يَدَيْهِ إِلَى الْمِرْفَقَيْنِ مَرَّتَيْنِ مَرَّتَيْنِ ثُمَّ أَخَذَ بِيَدِهِ مَاءً فَمَسَحَ رَأْسَهُ فَأَدْبَرَ بِهِ وَأَقْبَلَ ثُمَّ غَسَلَ رِجْلَيْهِ فَقَالَ هٰكَذَا رَأَيْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَتَوَضَّأُ.

۱۹۲۔ یحییٰ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میرے چچا بہت وضو کرتے تھے یعنی پانی میں بہت زیادتی اور اسراف کرتے تھے سو اس نے عبداللہ بن زید رضی اللہ عنہ سے کہا کہ مجھ کو خبر دو کہ تم نے رسول اللہ ﷺ کو کس طرح وضو کرتے دیکھا ہے سو عبداللہ بن زید رضی اللہ عنہ نے پانی کا ایک طشت منگوایا سو اس کو اپنے دونوں ہاتھوں پر الٹایا پس ان کو تین بار دھویا پھر اپنے ہاتھ کو برتن میں ڈالا سو کلی کی اور ناک کو پانی سے صاف کیا تین بار ایک چلو سے پھر اپنے ہاتھ کو برتن میں داخل کیا اور ہاتھوں کے ساتھ چلو بھرا سو اپنے منہ کو تین بار دھویا پھر دھویا اپنے دونوں ہاتھوں کو کہنیوں تک دو دو دفعہ پھر اپنے دونوں ہاتھوں سے پانی لیا پس اپنے سر کا مسح کیا سو اپنے دونوں ہاتھوں کو پیچھے کی طرف لے گئے اور پیچھے سے آگے کی طرف لائے پھر اپنے دونوں پاؤں کو دھویا پس کہا کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو اسی طرح وضو کرتے دیکھا ہے۔

۱۹۳ ۔ حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ قَالَ حَدَّثَنَا حَمَّادٌ عَنْ

۱۹۳۔ انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی ﷺ نے پانی کا ایک

ثَابِتٍ عَنْ أَنَسٍ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ دَعَا بِإِنَاءٍ مِنْ مَّاءٍ فَأُتِيَ بِقَدَحٍ رَحْرَاحٍ فِيهِ شَيْءٌ مِنْ مَّاءٍ فَوَضَعَ أَصَابِعَهُ فِيهِ قَالَ أَنَسٌ فَجَعَلْتُ أَنْظُرُ إِلَى الْمَاءِ يَنْبُعُ مِنْ بَيْنِ أَصَابِعِهِ قَالَ أَنَسٌ فَحَزَرْتُ مَنْ تَوَضَّأَ مَا بَيْنَ السَّبْعِينَ إِلَى الثَّمَانِينَ.

برتن منگوایا سو آپ کے پاس ایک فراخ پیالہ لایا گیا جس میں تھوڑا سا پانی تھا سو آپ نے اپنی انگلیوں کو اس میں رکھ دیا انس رضی اللہ عنہ نے کہا کہ میں دیکھتا رہا تھا کہ پانی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی انگلیوں سے جوش مارتا تھا۔ انس رضی اللہ عنہ نے کہا کہ پس میں نے وضو کرنے والوں کا اندازہ کیا ستر اور اسی کے درمیان یعنی جن لوگوں نے اس پانی سے وضو کیا تھا ستر سے زیادہ تھے اور اسی سے کم تھے۔

فائدہ: خطابی نے کہا کہ رحراح فراخ برتن کو کہتے ہیں جس کا صحن قریب القعر ہو یعنی بہت گہرا نہ ہو اور ایسا برتن بہت پانی کو سما نہیں سکتا پس وہ زیادہ تر دلالت کرنے والا ہے اوپر بڑے ہونے معجزے کے میں کہتا ہوں اور یہ جو صفت مشابہ ہے ساتھ طشت کے اور ساتھ اس کے ظاہر ہوگی مناسبت حدیث کی واسطے ترجمہ کے اور استدلال کیا ہے شافعی رحمہ اللہ نے ساتھ اس حدیث کے اوپر رد کرنے قول اس شخص کے جو اصحاب رائے سے کہتا ہے کہ وضو مقدر ہے ساتھ قدر معین کے پانی سے اور وجہ دلالت کی یہ ہے کہ اصحاب نے اس پیالی سے چلو بھرے بغیر تقدیر کے اس واسطے کے جو پانی پیالے میں سے جوش مارتا تھا اس کی مقدار ان کو معلوم نہ تھی پس دلالت کی اس نے عدم تقدیر پر یعنی وضو کے پانی کی کوئی مقدار معین نہیں اور ساتھ اس کے ظاہر ہوگی مناسبت لانے بخاری رحمہ اللہ کی پیچھے اس حدیث کے بَابُ الْوُضُوْءِ بِالْمُدِّ کو اور مد ایک برتن ہے جس میں ایک رطل بغدادی اور دو تہائی رطل پانی سماتا ہے یہ قول جمہور اہل علم کا ہے اور خلاف کیا ہے بعض حنفیہ نے پس کہا کہ مد دو رطل ہے۔

بَابُ الْوُضُوْءِ بِالْمُدِّ. مد کے ساتھ وضو کرنے کا بیان۔

فائدہ: مد کہتے ہیں صاع کے چوتھے حصے کو اور صاع انگریزی وزن کے حساب سے پونے تین سیر کے قریب ہوتا ہے سو اس حساب سے مد گیارہ چھٹانک کا ہوا اور غسل صاع کے ساتھ کرنے کا یہ مطلب ہے کہ اس سے کم نہ کرے اور اگر اس سے زیادہ ہو جائے تو کچھ مضائقہ نہیں۔ امام نووی رحمہ اللہ نے لکھا ہے کہ مسلمانوں کا اتفاق ہے اس پر کہ غسل کے پانی کا کوئی اندازہ معین نہیں ہے بلکہ اس میں تھوڑا یا بہت جتنا ہو کفایت کرتا ہے جب کہ اُس میں غسل کی شرط پائی جائے اور مسلم میں عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے میرے ساتھ ایک فرق سے غسل کیا اور فرق تین صاع کا ہوتا ہے۔

١٩٤ ـ حَدَّثَنَا أَبُوْ نُعَيْمٍ قَالَ حَدَّثَنَا مِسْعَرٌ قَالَ حَدَّثَنِي ابْنُ جَبْرٍ قَالَ سَمِعْتُ أَنَسًا

۱۹۴۔ انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم غسل کرتے تھے صاع سے پانچ مد تک اور وضو کرتے تھے مد سے۔

يَقُوْلُ كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَغْسِلُ أَوْ كَانَ يَغْتَسِلُ بِالصَّاعِ إِلٰى خَمْسَةِ أَمْدَادٍ وَيَتَوَضَّأُ بِالْمُدِّ.

فائدہ: صاع پانچ رطل بغدادی اور دو تہائی رطل کا ہوتا ہے اور بعض حنفی کہتے ہیں کہ آٹھ رطل کا ہوتا ہے اور یہ جو کہا کہ پانچ مد تک یعنی اکثر اوقات فقط صاع ہی سے غسل کرتے تھے اور وہ چار مد کا ہوتا ہے اور کبھی اس پر زیادہ کرتے تھے پانچ مد تک سو شاید انس رضی اللہ عنہ کو اس کی خبر نہیں ہوئی کہ حضرت ﷺ نے غسل میں اس سے زیادہ پانی خرچ کیا اس واسطے کہ اس نے اس کو نہایت ٹھہرایا ہے اور مسلم میں عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ حضرت ﷺ نے ساتھ ایک فرق سے غسل کیا کہا ابن عیینہ اور شافعی رحمہ اللہ نے کہ فرق تین صاع کا ہوتا ہے اور نیز مسلم میں عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ تھے حضرت ﷺ نہاتے ایک برتن سے جس میں تین مد پانی سماتا ہے پس یہ دلالت کرتا ہے اوپر مختلف ہونے حال کے بیچ اس کے بقدر حاجت کے اور اس میں رد ہے اس شخص پر جو اندازہ مقرر کرتا ہے وضو اور غسل کے پانی کو ساتھ اس چیز کے کہ ذکر کی گئی ہے باب کی حدیث میں مانند ابن شعبان مالکی کے اور اسی طرح جو قائل ہے ساتھ اس کے حنفیہ سے باوجود مخالف ہونے ان کے کی واسطے اس کے بیچ مقدار مد اور صاع کے اور حمل کیا ہے اس کو جمہور نے استحباب پر اس واسطے کہ اکثر اصحاب نے حضرت ﷺ کے وضو اور غسل کو اسی کے ساتھ مقدر کیا ہے پس مسلم میں سفینہ سے بھی اسی طرح روایت آئی ہے اور اسی طرح روایت کی ہے احمد اور ابو داؤد نے جابر رضی اللہ عنہ سے اور اسی طرح روایت ہے عائشہ رضی اللہ عنہا اور ام سلمہ رضی اللہ عنہا اور ابن عباس رضی اللہ عنہما اور ابن عمر رضی اللہ عنہما وغیرہ سے یعنی تو اس واسطے مستحب ہے کہ اس سے زیادہ پانی خرچ نہ کرے اور یہ اس وقت ہے جب کہ زیادہ کی حاجت نہ ہو اور نیز وہ اس شخص کے حق میں ہے جس کا بدن درمیانہ ہو اور اسی کی طرف اشارہ کیا ہے بخاری رحمہ اللہ نے کتاب الوضوء کے اول میں کہ مکروہ جانا ہے اہل علم نے زیادتی کو بیچ اس کے اور یہ کہ حضرت ﷺ کے فعل سے آگے بڑھیں۔ (فتح)

بَابُ الْمَسْحِ عَلَى الْخُفَّيْنِ. موزوں پر مسح کرنے کا بیان۔

فائدہ: نقل کیا ہے ابن منذر نے ابن مبارک سے کہ موزوں کے مسح میں اصحاب کو اختلاف نہیں اس واسطے کہ جس صحابی سے انکار مروی ہے اس سے اس کا اثبات بھی مروی ہے اور ابن عبدالبر نے کہا کہ میں نہیں جانتا کہ کسی سے سلف میں سے اس کا انکار مروی ہو مگر مالک رحمہ اللہ سے باوجودیکہ صحیح روایتیں اس سے تصریح کرنے والی ہیں ساتھ ثابت کرنے اس کے کی اور تحقیق اشارہ کیا ہے شافعی رحمہ اللہ نے ام میں طرف انکار اس کے کی مالکیہ پر اور مشہور قرار پایا ہوا ان کے نزدیک اس وقت دو قول میں ایک یہ کہ مطلق جائز ہونا ہے دوسرا یہ کہ مسافر کے واسطے جائز ہے مقیم کے واسطے جائز نہیں اور مالک رحمہ اللہ سوائے اس کے نہیں کہ تھے توقف کرتے بیچ اس کے واسطے خاص نفس اپنے کے

باوجود فتویٰ دینے ان کے کی ساتھ جائز ہونے کے اور یہ مثل اس چیز کی ہے کہ صحیح ہو چکا ہے ابوایوب رضی اللہ عنہ صحابی سے کہا ابن منذر نے اختلاف ہے علماء کو اس میں کہ موزوں پر مسح کرنا افضل ہے یا ان کو اتار کر پاؤں دھونا افضل ہے میرے نزدیک مختار یہ ہے کہ مسح افضل ہے واسطے سبب اس شخص کے کہ اس نے طعن کیا ہے بیچ اس کے اہل بدعت یعنی رافضیوں اور خارجیوں سے اور زندہ کرنا اس چیز کا کہ اس میں مخالف طعن کرتے ہوں افضل ہے اس کے ترک سے اور شیخ محی الدین نے کہا کہ تصریح کی ہے ایک جماعت نے اصحاب سے کہ غسل افضل ہے ساتھ اس شرط کے کہ نہ چھوڑے مسح کو واسطے منہ پھیرنے کے سنت سے جیسا کہ کہا ہے انہوں نے بیچ افضل ہونے قصر کے پوری نماز پڑھنے پر اور تصریح کی ہے ایک جماعت نے حافظوں حدیث کی سے کہ موزوں پر مسح کرنا متواتر ہے اور جمع کیا ہے بعضوں نے اس کے راویوں کو تو اسی سے بڑھ گئے اور ان میں سے عشرہ مبشرہ ہیں اور حسن بصری سے روایت ہے کہ حدیث بیان کی مجھ سے ستر اصحاب نے ساتھ مسح کرنے کے موزوں پر۔ (فتح)

١٩٥ ۔ حَدَّثَنَا أَصْبَغُ بْنُ الْفَرَجِ الْمِصْرِيُّ عَنِ ابْنِ وَهْبٍ قَالَ حَدَّثَنِيْ عَمْرُو بْنُ الْحَارِثِ حَدَّثَنِي أَبُو النَّضْرِ عَنْ أَبِيْ سَلَمَةَ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عُمَرَ عَنْ سَعْدِ بْنِ أَبِيْ وَقَّاصٍ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنَّهُ مَسَحَ عَلَى الْخُفَّيْنِ وَأَنَّ عَبْدَ اللّٰهِ بْنَ عُمَرَ سَأَلَ عُمَرَ عَنْ ذٰلِكَ فَقَالَ نَعَمْ إِذَا حَدَّثَكَ شَيْئًا سَعْدٌ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَلَا تَسْأَلْ عَنْهُ غَيْرَهُ وَقَالَ مُوْسَى بْنُ عُقْبَةَ أَخْبَرَنِيْ أَبُو النَّضْرِ أَنَّ أَبَا سَلَمَةَ أَخْبَرَهُ أَنَّ سَعْدًا حَدَّثَهُ فَقَالَ عُمَرُ لِعَبْدِ اللّٰهِ نَحْوَهُ.

١٩٥۔ سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مسح کیا دونوں موزوں پر اور بے شک عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے اپنے باپ عمر رضی اللہ عنہ سے یہ حدیث پوچھی یعنی یہ کیسی حدیث ہے؟ سو عمر رضی اللہ عنہ نے کہا ہے کہ جب تجھ کو سعد رضی اللہ عنہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے کوئی حدیث بیان کرے تو اس کو اس کے غیر سے مت پوچھ یعنی بے پوچھے لے لیا کر۔

فائدہ: اس حدیث سے معلوم ہوا کہ کبھی ایسا ہوتا ہے کہ صحابی قدیم صحبت والے پر شرع کے بڑے حکموں سے کوئی حکم پوشیدہ رہتا ہے اور اس کے غیر کو اس پر اطلاع ہوتی ہے اس واسطے کہ انکار کیا ابن عمر رضی اللہ عنہما نے موزوں کے مسح سے باوجود قدیم ہونے صحبت اس کی کے اور بہت ہونے روایت اس کی کے اور مالک رحمۃ اللہ علیہ نے مؤطا میں ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت کی ہے کہ ابن عمر رضی اللہ عنہما کوفے میں گئے اور وہاں حاکم سعد رضی اللہ عنہ تھے سو ابن عمر رضی اللہ عنہما نے اس کو موزوں

پر مسح کرتے دیکھا تو اس پر اس کا انکار کیا سو سعد رضی اللہ عنہ نے اس کو کہا کہ اپنے باپ سے پوچھ الخ۔ اور احتمال ہے کہ ابن عمر رضی اللہ عنہما نے انکار کیا ہو مسح موزوں سے حضر میں نہ سفر میں۔ (فتح)

١٩٦ - حَدَّثَنَا عَمْرُو بْنُ خَالِدٍ الْحَرَّانِيُّ قَالَ حَدَّثَنَا اللَّيْثُ عَنْ يَحْيَى بْنِ سَعِيدٍ عَنْ سَعْدِ بْنِ إِبْرَاهِيمَ عَنْ نَافِعِ بْنِ جُبَيْرٍ عَنْ عُرْوَةَ بْنِ الْمُغِيرَةِ عَنْ أَبِيهِ الْمُغِيرَةِ بْنِ شُعْبَةَ عَنْ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنَّهُ خَرَجَ لِحَاجَتِهِ فَاتَّبَعَهُ الْمُغِيرَةُ بِإِدَاوَةٍ فِيهَا مَاءٌ فَصَبَّ عَلَيْهِ حِينَ فَرَغَ مِنْ حَاجَتِهِ فَتَوَضَّأَ وَمَسَحَ عَلَى الْخُفَّيْنِ.

١٩٦۔ مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جائے ضرور کو نکلے پس پیچھے آپ کے شعبہ رضی اللہ عنہ ایک پانی کا لوٹا لے گیا سو اس نے پانی کو حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاتھوں پر ڈالا جب کہ آپ اپنی حاجت سے فارغ ہو چکے سو حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے وضو کیا اور موزوں پر مسح کیا۔

فائدہ: یہ جو کہا کہ وضو کیا تو مراد یہ ہے کہ وضو کیا ساتھ کیفیت مذکور کے جو عثمان رضی اللہ عنہ کی حدیث اوپر بیان ہوئی جیسا کہ مغیرہ رضی اللہ عنہ سے اور روایتوں میں سارا وضو آ چکا ہے اور اس حدیث میں اور بھی کئی فائدے ہیں دور جانا ہے واسطے قضائے حاجت کے اور پوشیدہ ہونا لوگوں کی آنکھوں سے اس واسطے کہ ایک روایت میں اتنا زیادہ ہے کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم چلے یہاں تک کہ مجھ سے پوشیدہ ہوئے اور یہ کہ مستحب ہے ہمیشہ باوضو رہنا اس واسطے کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم مغیرہ رضی اللہ عنہ کو حکم کیا کہ آپ کے ساتھ پانی لائے باوجودیکہ آپ نے اس کے ساتھ استنجاء نہ کیا اور سوائے اس کے نہیں کہ وضو کیا ساتھ اس کے جب کہ قضائے حاجت سے پھرے اور اس میں جائز ہونا مدد کا ہے جیسا کہ اپنے باب میں مشروح بیان ہو چکا ہے اور دھونا اس چیز کا ہے کہ پہنچے ہاتھ کو گندگی سے وقت استنجے کے اس واسطے کہ ایک روایت میں اتنا زیادہ ہے کہ دونوں ہاتھوں کو دھویا اور خوب دھویا اور یہ کہ نہیں کافی ہے دور کرنا اس کا ساتھ غیر پانی کے اور مدد لینا اوپر دور کرنے بدبو کے ساتھ مٹی کے اور مانند اس کی کے اور کبھی استنباط کیا جاتا ہے اس سے کہ جو چیز کہ عادی جگہ سے پھیل جائے نہیں دور ہوتی وہ مگر ساتھ پانی کے اور اس سے معلوم ہوا کہ جائز ہے فائدہ اٹھانا ساتھ کھال مردار کے جب کہ رنگی گئی ہو اس واسطے کہ ایک روایت میں اتنا زیادہ ہے کہ جس پانی سے حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے وضو کیا تھا اس کو مغیرہ رضی اللہ عنہ نے ایک گنوار عورت سے لیا تھا کہ ڈالا تھا اس کو اس عورت نے واسطے اس کے ایک مشک سے جو مردار کی کھال سے تھی اور حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو فرمایا کہ اس عورت سے پوچھ پس اگر اس نے اس کو رنگ لیا تھا تو وہ پاک ہے اس عورت نے کہا کہ قسم ہے اللہ کی میں نے اس کو رنگ لیا تھا اور یہ کہ جائز ہے فائدہ اٹھانا کافروں کے کپڑے سے یہاں تک کہ اس کا پلید ہونا ثابت ہو اس واسطے کہ اس حدیث کے ایک طریق میں اتنا زیادہ ہے کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم

پر شام کا ایک جبہ تھا سو آپ نے شام کا جبہ پہنا اور اس کی تفصیل نہ پوچھی کہ پلید ہے یا پاک اور استدلال کیا ہے ساتھ اس کے قرطبی نے کہ پشم مرنے سے پلید نہیں ہوتی اس واسطے کہ جبہ شام کا تھا اور شام کا ملک اس وقت دار الکفر تھا اور وہاں کے لوگ مردار کھاتے تھے اور اس حدیث میں رد ہے اس شخص پر جو گمان کرتا ہے کہ موزوں کا مسح منسوخ ہے ساتھ آیت وضو کے جو سورۂ مائدہ میں ہے اس واسطے کہ یہ آیت جنگ مریسیع میں اتری تھی اور یہ قصہ اس حدیث کا جنگ تبوک میں تھا جیسا کہ دوسری روایت میں آچکا ہے اور جنگ تبوک بالاتفاق اس کے بعد ہے اور اس میں سمیٹنا کپڑے کا ہے سفر میں اور پہننا تنگ کپڑوں کا بیچ اس کے اس واسطے کہ اس سے سفر میں مدد ہوتی ہے اور یہ مسئلہ ماخوذ ہے اس سے کہ دوسری روایت میں آچکا ہے کہ حضرت ﷺ اپنے دونوں ہاتھ جبے کی آستینوں سے نکالنے لگے تو آستینیں تنگ ہوئیں تو پھر دونوں ہاتھ جبے کے تلے سے نکالا اور اس میں ہمیشگی کرنی ہے وضو کی سنتوں پر یہاں تک کہ سفر میں بھی اور اس میں قبول کرنا خبر واحد کا ہے احکام میں اگرچہ عورت ہو برابر ہے کہ ہو یہ اس چیز میں کہ عام ہو ساتھ اس کے بلوئی یا نہ ہو اس واسطے کہ حضرت ﷺ نے اس گنوار عورت کی خبر کو قبول کیا اور اس سے معلوم ہوا کہ اقتصار یعنی جس عضو کو دھونا فرض ہو اس کے اکثر کو دھونا کفایت نہیں کرتا اس واسطے کہ حضرت ﷺ نے جبے کے تلے سے دونوں ہاتھ نکالے اور نہ کفایت کی اس چیز میں کہ باقی رہے ان دونوں سے ساتھ مسح کرنے کے اوپر اس کے اور کبھی استدلال کیا جاتا ہے ساتھ اس کے اس شخص پر جس کا مذہب یہ ہے کہ سارے سر کا مسح کرنا فرض ہے اس واسطے کہ حضرت ﷺ نے مسح کو پگڑی پر کامل کیا اور نہ کفایت کی ساتھ مسح کے اوپر اس چیز کے کہ باقی رہی آپ کے ہاتھوں سے۔ (فتح)

۱۹۷ - حَدَّثَنَا أَبُوْ نُعَيْمٍ قَالَ حَدَّثَنَا شَيْبَانُ عَنْ يَحْيٰى عَنْ أَبِيْ سَلَمَةَ عَنْ جَعْفَرِ بْنِ عَمْرِو بْنِ أُمَيَّةَ الضَّمْرِيِّ أَنَّ أَبَاهُ أَخْبَرَهُ أَنَّهُ رَأَى النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَمْسَحُ عَلَى الْخُفَّيْنِ وَتَابَعَهُ حَرْبُ بْنُ شَدَّادٍ وَأَبَانُ عَنْ يَحْيٰى.

۱۹۷۔ امیہ ضمری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ اس نے رسول اللہ ﷺ کو دیکھا کہ آپ موزوں پر مسح کرتے تھے۔

۱۹۸ - حَدَّثَنَا عَبْدَانُ قَالَ أَخْبَرَنَا عَبْدُ اللّٰهِ قَالَ أَخْبَرَنَا الْأَوْزَاعِيُّ عَنْ يَحْيٰى عَنْ أَبِيْ سَلَمَةَ عَنْ جَعْفَرِ بْنِ عَمْرِو بْنِ أُمَيَّةَ عَنْ أَبِيْهِ قَالَ رَأَيْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

۱۹۸۔ امیہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو دیکھا کہ آپ مسح کرتے تھے اپنی پگڑی پر اور اپنے دونوں موزوں پر۔

يَمْسَحُ عَلٰى عِمَامَتِهٖ وَخُفَّيْهِ وَتَابَعَهٗ مَعْمَرٌ عَنْ يَحْيٰى عَنْ أَبِىْ سَلَمَةَ عَنْ عَمْرٍو قَالَ رَأَيْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ.

فائدہ: موزوں کے مسح کرنے میں احادیث کثیرہ اور اخبار مستفیضہ وارد ہو چکی ہیں یہاں تک کہ درجہ تواتر کو پہنچ گئی ہیں پس منکر اس کا مبتدع اور گمراہ ہے ھکذا قال العینی اور یہ جو کہا کہ مسح کیا پگڑی پر تو اختلاف ہے سلف کو بیچ معنی مسح کے پگڑی پر کہ اس سے کیا مراد ہے؟ پس بعض کہتے ہیں کہ کامل کیا اس پر مسح کو بعد مسح کرنے کے اوپر ماتھے کے اور مسلم کی روایت بھی اس پر دلالت کرتی ہے اور جمہور کا یہ مذہب ہے کہ فقط پگڑی پر مسح کرنا درست نہیں یعنی بدون سر کے بلکہ واجب ہے کچھ سر پر بھی مسح کرے اور خطابی نے کہا کہ اللہ نے سر کا مسح فرض کیا ہے اور حدیث عمامہ کے مسح میں متحمل ہے واسطے تاویل کے پس نہ چھوڑی جائے گی یقینی چیز ساتھ شک کے اور قیاس کرنا اس کا موزے کے مسح پر بعید ہے اس واسطے کہ دشوار ہے اتارنا اس کا برخلاف عمامہ کے اور تعاقب کیا گیا ہے ساتھ اس طور کے کہ جو فقط پگڑی پر بدون سر کے مسح کرنے کو جائز جانتے ہیں وہ اس میں شرط کرتے ہیں کہ اس کا اتارنا دشوار ہو جیسا کہ مسح موزہ میں ہے اور اس کا طریق یہ ہے کہ ہو محکم مانند پگڑیوں عرب کی اور کہتے ہیں کہ عضو ہے جس کا فرض تیمم میں ساقط ہو جاتا ہے پس جائز ہے اوپر حائل اس کے کی یعنی پگڑی پر مانند دونوں پاؤں کی اور کہتے ہیں کہ آیت اس کی نفی نہیں کرتی خاص کر نزدیک اس شخص کے جو حمل کرتا ہے مشترک کو اوپر حقیقت مجاز کے اس واسطے کہ جو کہے کہ میں نے فلانے کا سر چوما تو وہ سچا ہے اگر چہ حائل پر ہو اور یہ مذہب ثوری اور اوزاعی اور احمد اور اسحاق اور ابو ثور اور طبری اور ابن خزیمہ اور ابن منذر وغیرہم کا ہے ابن منذر نے کہا کہ ثابت ہو چکا ہے اور یہ ابو بکر اور عمر رضی اللہ عنہما سے اور تحقیق صحیح ہو چکا ہے کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اگر لوگ ابو بکر رضی اللہ عنہ اور عمر رضی اللہ عنہ کی فرمانبرداری کریں تو راہ پائیں۔ (فتح)

بَابُ إِذَا أَدْخَلَ رِجْلَيْهِ وَهُمَا طَاهِرَتَانِ.

جب کہ دونوں پاؤں پاک کر کے موزوں میں داخل کرے تو اس کو وضو کے وقت نہ اتارے بلکہ اس پر مسح کر لے۔

۱۹۹ ۔ حَدَّثَنَا أَبُوْ نُعَيْمٍ قَالَ حَدَّثَنَا زَكَرِيَّاءُ عَنْ عَامِرٍ عَنْ عُرْوَةَ بْنِ الْمُغِيْرَةِ عَنْ أَبِيْهِ قَالَ كُنْتُ مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِيْ سَفَرٍ فَأَهْوَيْتُ لِأَنْزِعَ خُفَّيْهِ فَقَالَ

۱۹۹۔ مغیرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں ایک سفر میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تھا پس میں نے آپ کے دونوں موزے آپ کے پاؤں سے کھینچنے کا قصد کیا یعنی آپ کے وضو کرنے کے وقت سو حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ان کو رہنے دے اور مت اتار اس

دَعْهُمَا فَإِنِّي أَدْخَلْتُهُمَا طَاهِرَتَيْنِ فَمَسَحَ عَلَيْهِمَا. لیے کہ میں نے پاؤں کو ان میں وضو کر کے داخل کیا تھا سو حضرت ﷺ نے ان پر مسح کیا۔

فائدہ: ابن بطال نے کہا کہ اس میں خدمت عالم کی ہے اور یہ کہ واسطے خادم کے ہے کہ قصد کرے اس چیز کی کہ پہچانتا ہو اپنے آقا کی عادت سے پہلے اس کے کہ حکم کرے اس کو اور اس میں سمجھنا ہے اشارے سے اور جواب دینا ہے اس چیز سے کہ سمجھتا ہے اس سے واسطے فرمانے حضرت ﷺ کے کہ ان کو رہنے دے اور یہ جو کہا کہ میں نے پاؤں کو وضو کر کے ان میں داخل کیا ہے تو ایک روایت میں ہے کہ میں نے پاؤں کو ان میں داخل کیا ہے اس حال میں کہ دونوں پاؤں پاک تھے اور حمیدی کی مسند میں ہے کہ میں نے کہا یا حضرت کہ کیا کوئی ہم میں سے اپنے موزوں پر مسح کرے فرمایا ہاں جب کہ داخل کرے ان کو اس حال میں کہ دونوں پاؤں پاک ہوں اور ابن خزیمہ نے صفوان رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ حکم کیا ہم کو حضرت ﷺ نے یہ کہ مسح کریں ہم موزوں پر جب کہ ہم ان کو پاکی کی حالت میں پہنیں تین دن سفر میں اور ایک دن رات حالت اقامت میں ۔ ابن خزیمہ نے کہا کہ میں نے اس کو مزنی کے واسطے ذکر کیا تو اس نے کہا کہ حدیث بیان کی ہم سے ہمارے اصحاب نے پس تحقیق وہ قوی ترجمت ہے واسطے شافعی رحمہ اللہ کے اور حدیث صفوان رضی اللہ عنہ کی اگرچہ صحیح ہے لیکن بخاری رحمہ اللہ کی شرط پر نہیں حدیث باب کے موافق ہے واسطے اس کے دلالت میں اوپر شرط ہونے طہارت کے وقت پہنے موزوں کے اور اشارہ کیا مزنی نے کہ اس مسئلے میں اختلاف ہے اور حاصل اختلاف کا یہ ہے کہ شافعی رحمہ اللہ اور جمہور نے حمل کیا ہے طہارت کو اوپر طہارت شرعی کے وضو میں اور خلاف کیا ہے ان کا داؤد نے پس کہا کہ جب پہننے کے وقت اس کے پاؤں پر پلیدی نہ ہو تو جائز ہے واسطے اس کے مسح کرنا اوپر ان کے اگرچہ پہننے کے وقت بے وضو ہو اور اگر تیمم کرے پھر ان کو پہنے تو نہیں جائز ہے واسطے اس کے مسح نزدیک جمہور کے اس واسطے کہ تیمم مباح کرنے والا ہے نہ اٹھانے والا یعنی ناپاکی کو اٹھا نہیں سکتا اور خلاف کیا ہے اصبغ نے اور اگر وضو کی نیت سے اپنے دونوں پاؤں کو دھوئے پھر ان کو پہنے پھر باقی اعضاء کو دھوئے اور وضو کامل کرے تو نہیں جائز ہے اس کو مسح کرنا نزدیک شافعی رحمہ اللہ کے اور جو اس کے موافق ہے اوپر واجب ہونے ترتیب کے وضو میں اور اسی طرح نزدیک اس کے جو اس کو واجب نہیں کہتا بنا بر اس کے کہ طہارت ٹکڑے ٹکڑے نہیں ہوتی لیکن کہا صاحب ہدایہ نے حنفیہ سے کہ شرط جائز ہونے مسح کے پہننا دونوں کا ہے اوپر طہارت کاملہ کے اور مراد ساتھ کاملہ کے وقت بے وضو ہونے کی ہے نہ وقت پہننے کی یعنی جس وقت بے وضو ہوا ہے اس وقت وضو کا کامل ہونا شرط ہے موزے پہننے کے وقت وضو کا کامل ہونا شرط نہیں پس اس صورت میں (یعنی جب کہ وضو کی نیت سے پہلے اپنے دونوں پاؤں کو دھوئے پھر موزوں کو پہنے پھر باقی وضو کو کامل کرے) جب وضو کو کامل کرے پھر بے وضو ہو تو جائز ہے اس کو مسح کرنا اس واسطے کہ بے وضو ہونے کے وقت طہارت کاملہ پر تھا اور حدیث حجت ہے اوپر اس کے

اس واسطے کہ ٹھہرایا ہے حضرت ﷺ نے طہارت کو پہلے پہننے موزے کے شرط واسطے جائز ہونے مسح کے اور جو شرط کے ساتھ معلق ہو وہ صحیح نہیں ہوتا مگر اس شرط کے پائے جانے سے اور تحقیق تسلیم کرلیا ہے اس نے کہ مراد ساتھ طہارت کے طہارت کاملہ ہے اور اگر باترتیب وضو کرے اور ایک پاؤں باقی رہے پھر موزہ پہنے پھر دوسرے کو دھو کے اس میں موزہ پہنے تو نہیں جائز ہے واسطے اس کے مسح نزدیک اکثر کے اور جائز رکھا ہے اس کو ثوری اور کوفیوں نے اور مزنی شافعی کے ساتھی نے اور مطرف مالک کے ساتھی نے اور ابن منذر وغیرہم نے واسطے صادق ہونے اس بات کے کہ تحقیق داخل کیا اس نے ہر ایک پاؤں کو موزے میں اس حال میں کہ پاک تھا اور تعاقب کیا گیا ہے ساتھ اس طور کے کہ جو حکم کہ مرتب ہو تثنیہ پر وہ غیر اس حکم کا ہے جو مرتب ہو واحد پر اور ضعیف کہا ہے اس کو ابن دقیق العید نے اس واسطے کہ احتمال باقی ہے لیکن اگر جوڑی جائے ساتھ اس کے دلیل جو دلالت کرے اس پر کہ طہارت ٹکڑے ٹکڑے ہوتی ہے تو باوجہ ہوگا۔

فائدہ: مسح موزوں پر خاص ہے ساتھ وضو کے نہیں داخل ہے واسطے غسل کے بیچ اس کے ساتھ اجماع کے یعنی غسل میں موزوں پر مسح کرنا جائز نہیں۔

فائدہ دوسرا: اور اگر اتارے موزوں کو بعد مسح کے پہلے گزرنے مدت کے نزدیک اس شخص کے جو مسح کے وقت مقرر کرنے کا قائل ہے تو وضو کو دوہرائے نزدیک احمد اور اسحاق وغیرہ کے اور دھو ڈالے اپنے پاؤں کو نزدیک کوفیوں کے اور مزنی اور ابو ثور کے اور اسی طرح کہا ہے مالک اور لیث نے مگر یہ کہ دراز ہو اور کہا حسن اور ابن ابی لیلیٰ اور ایک جماعت نے کہ نہیں اس پر دھونا پاؤں کا اور قیاس کیا ہے انہوں نے اس کو اوپر اس شخص کے جو اپنے سر کا مسح کرے پھر اس کو منڈا ڈالے تو نہیں واجب ہوتا اس پر دوہرانا مسح کا اور اس میں نظر ہے۔

فائدہ تیسرا: نہیں روایت کی بخاری رحمہ اللہ نے وہ چیز جو دلالت کرے اوپر مقرر کرنے مسح کے اور یہی قول جمہور کا ہے کہ مسح موزے کے واسطے وقت مقرر ہے یعنی مسافر کو تین دن رات مسح کرنا درست ہے اور جو گھر میں ہو اس کو ایک دن رات اس سے زیادہ کرنا درست نہیں اور اختلاف کیا ہے مالک رحمہ اللہ نے مشہور قول میں پس کہا کہ مسح کرے جب تک کہ نہ اتارے اور روایت کی ہے مسلم نے توقیت صفوان بن عسال رضی اللہ عنہ کی حدیث سے اور اس باب میں ابو بکرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے اور صحیح کہا ہے اس کو شافعی رحمہ اللہ وغیرہ نے۔ (فتح)

بَابُ مَنْ لَّمْ يَتَوَضَّأْ مِنْ لَحْمِ الشَّاةِ وَالسَّوِيْقِ وَأَكَلَ أَبُوْ بَكْرٍ وَعُمَرُ وَعُثْمَانُ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمْ فَلَمْ يَتَوَضَّئُوْا.

بکری کے گوشت اور ستو سے وضو نہ کرنے کا بیان اور حضرت ابو بکر اور عمر اور عثمان رضی اللہ عنہم نے بکری کا گوشت کھایا اور وضو نہ کیا۔

فائدہ: نص کی اوپر گوشت بکری کے تاکہ درج ہو وہ چیز کہ مانند اس کی ہے جو اس سے کم ہے بطریق اولیٰ اور اوپر

جواس سے اوپر ہے پس شاید اُس نے اشارہ کیا ہے طرف مستثنیٰ ہونے اونٹ کے گوشت کے اس واسطے کہ جس نے اس کو عموم جواز سے خاص کیا ہے اس نے اس کی علت یہ بیان کی ہے کہ اس کی زہومت (چکنائی) سخت ہے پس اسی واسطے نہیں مقید کیا اس کو ساتھ اس کے کہ پکا ہوا ہو اور اس میں دو حدیثیں ہیں نزدیک مسلم کے اور یہ قول احمد کا ہے اور اختیار کیا ہے اس کو ابن خزیمہ وغیرہ محدثین نے اور یہ جو کہا کہ ستو سے تو ابن متین نے کہا کہ باب کی حدیثوں میں ستو کا ذکر نہیں اور جواب دیا گیا ہے کہ وہ بطریق اولیٰ داخل ہے کہ جب نہ وضو کیا گوشت سے باوجود چکنا ہونے اس کے کی تو نہ ہونا وضو کا ستو سے اولیٰ ہے اور شاید اس نے اشارہ کیا ہے ساتھ اس کے طرف حدیث باب کی جو اس کے بعد ہے۔ (فتح)

۲۰۰ ۔ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ يُوْسُفَ قَالَ أَخْبَرَنَا مَالِكٌ عَنْ زَيْدِ بْنِ أَسْلَمَ عَنْ عَطَآءِ بْنِ يَسَارٍ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عَبَّاسٍ أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَكَلَ كَتِفَ شَاةٍ ثُمَّ صَلّٰى وَلَمْ يَتَوَضَّأْ.

۲۰۰۔ عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بکری کے مونڈ ھے کا گوشت کھایا پھر نماز پڑھی اور وضو نہ کیا۔

۲۰۱ ۔ حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ بُكَيْرٍ قَالَ حَدَّثَنَا اللَّيْثُ عَنْ عُقَيْلٍ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ قَالَ أَخْبَرَنِيْ جَعْفَرُ بْنُ عَمْرِو بْنِ أُمَيَّةَ أَنَّ أَبَاهُ أَخْبَرَهُ أَنَّهُ رَأَى رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَحْتَزُّ مِنْ كَتِفِ شَاةٍ فَدُعِيَ إِلَى الصَّلَاةِ فَأَلْقَى السِّكِّيْنَ فَصَلّٰى وَلَمْ يَتَوَضَّأْ.

۲۰۱۔ امیہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ اس نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو بکری کا مونڈھا کاٹتے دیکھا (یعنی آپ صلی اللہ علیہ وسلم اس کو کاٹ کاٹ کر کھا رہے تھے) سو حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نماز کی طرف بلائے گئے پس آپ نے چھری کو پھینکا اور نماز پڑھی اور وضو نہ کیا۔

فائدہ: ان حدیثوں میں ستو کا کہیں ذکر نہیں ہے لیکن بالمقانسہ گوشت سے اس کا حکم بھی معلوم ہوتا ہے بایں طور کہ جب بکری کے گوشت کھانے سے باوجود چرب ہونے اس کے کی وضو کرنا نہیں آتا ہے تو ستو سے بطریق اولیٰ وضو کرنا لازم نہیں آئے گا اس لیے کہ اس میں تو چکناہٹ کا کہیں ذرہ بھی نہیں ہے۔

فائدہ: یہ جو کہا کہ پھر آپ نے چھری کو پھینکا تو بیہقی نے اس حدیث کے اخیر میں زیادہ کیا ہے کہ زہری نے کہا پس یہ قصہ لوگوں میں مشہور ہوا ہے پھر خبر دی گئی مردوں نے حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اصحاب سے اور کہا عورتوں نے حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی بی بیوں سے کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ وضو کیا کرو آگ کی پکی چیز سے وضو کرنے کا حکم مباح ہونے کی حدیثوں کا ناسخ ہے اس واسطے کہ اباحت سابق ہے اور اعتراض کیا گیا ہے اوپر اس کے ساتھ حدیث جابر رضی اللہ عنہ کے کہ

دونوں حکموں سے پچھلا حکم حضرت ﷺ کا یہ ہے کہ آگ کی پکی چیز سے وضو کرنا واجب نہیں روایت کی ہے یہ حدیث ابوداؤد اور ترمذی وغیرہ نے اور صحیح کہا ہے اس کو ابن خزیمہ نے اور ابن حبان وغیرہ نے اور ابوداؤد وغیرہ نے کہا کہ مراد ساتھ امر کے اس جگہ شان اور قصہ ہے نہ مقابل نہی کے اور یہ حدیث مختصر ہے جابر رضی اللہ عنہ کی حدیث سے جو مشہور ہے بیچ قصے اس عورت کے جس نے حضرت ﷺ کی دعوت کی تھی کہ حضرت ﷺ نے بکری کا گوشت کھایا پھر وضو کیا اور ظہر کی نماز پڑھی پھر اس کا گوشت کھایا پھر عصر کی نماز پڑھی اور وضو نہ کیا پس احتمال ہے کہ یہ قصہ واقع ہوا ہو پہلے حکم کرنے سے ساتھ وضو کرنے کے آگ کی پکی ہوئی چیز سے اور یہ کہ وضو کرنا آپ کا واسطے نماز ظہر کے بہ سبب وضو ٹوٹ جانے کے تھا نہ بہ سبب گوشت کھانے بکری کے اور حکایت کی ہے بیہقی نے عثمان دارمی سے کہ اس نے کہا کہ جب باب کی حدیثیں مختلف ہوئیں اور نہ ظاہر ہوا راجح تو نظر کی ہم نے طرف اس چیز کی کہ عمل کیا ہے ساتھ اس کے خلفائے راشدین نے بعد آپ کے سو ترجیح دی ہم نے ساتھ اس کے ایک دو جانب کو اور راضی ہوا ہے نووی ساتھ اس کے شرح مہذب میں اور ساتھ اس کے ظاہر ہوگئی حکمت شروع کرنے بخاری رحمہ اللہ کی باب کی حدیث کو ساتھ اثر کے جو منقول ہے تین خلیفوں سے کہا نووی نے تھا اختلاف اس میں معروف درمیان اصحاب اور تابعین کے پھر قرار پایا اجماع اس پر کہ آگ کی پکی چیز سے وضو لازم نہیں مگر جو چیز کہ پہلے گزر چکا ہے مستثنیٰ ہونا اس کا اونٹوں کے گوشت سے اور خطابی نے یوں تطبیق دی ہے کہ امر کی حدیثیں استحباب پر محمول ہیں نہ واجب ہونے پر یعنی وضو کرنا مستحب ہے واجب نہیں اور استدلال کیا ہے بخاری رحمہ اللہ نے نماز میں ساتھ اس حدیث کے اس پر کہ حکم ساتھ مقدم کرنے رات کے کھانے کے اوپر نماز کے خاص ہے ساتھ غیر امام دائمی کے اور اوپر جواز کاٹنے گوشت کے ساتھ چھری کے اور نہی میں اس سے ایک حدیث ضعیف ہے بیچ ابوداؤد کے پس اگر ثابت ہو تو خاص کی جائے گی ساتھ ہونے حاجت کے جو بلانے والی ہے طرف اس کی واسطے اس چیز کے کہ اس میں ہے مانند ہونے سے ساتھ عجمیوں اور اہل نعمت کے اور اس میں ہے کہ شہادت نفی پر جب کہ محصور ہو قبول کی جاتی ہے۔ (فتح)

بَابُ مَنْ مَّضْمَضَ مِنَ السَّوِيْقِ وَلَمْ يَتَوَضَّأْ.

ستو سے فقط کلی کرنا اور وضو نہ کرنا۔

۲۰۲ ۔ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ يُوْسُفَ قَالَ أَخْبَرَنَا مَالِكٌ عَنْ يَحْيَى بْنِ سَعِيْدٍ عَنْ بُشَيْرِ بْنِ يَسَارٍ مَوْلٰى بَنِيْ حَارِثَةَ أَنَّ سُوَيْدَ بْنَ النُّعْمَانِ أَخْبَرَهُ أَنَّهُ خَرَجَ مَعَ رَسُوْلِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَامَ خَيْبَرَ حَتّٰى إِذَا كَانُوْا بِالصَّهْبَآءِ وَهِيَ أَدْنٰى خَيْبَرَ

۲۰۲۔ سوید بن نعمان رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ وہ جنگ خیبر کے سال حضرت ﷺ کے ساتھ نکلا یہاں تک کہ جب صہباء (ایک جگہ کا نام ہے قریب خیبر کے) میں پہنچے اور وہ جگہ نزدیک خیبر کے ہے یعنی اس کی طرف مدینے کے متصل ہے پس حضرت ﷺ نے عصر کی نماز پڑھی پھر خرچ سفر منگوایا سو نہ لایا گیا آپ کے پاس مگر ستو تو حضرت ﷺ نے حکم کیا اس

فَصَلَّى الْعَصْرَ ثُمَّ دَعَا بِالْأَزْوَادِ فَلَمْ يُؤْتَ إِلَّا بِالسَّوِيْقِ فَأَمَرَ بِهِ فَثُرِّيَ فَأَكَلَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَأَكَلْنَا ثُمَّ قَامَ إِلَى الْمَغْرِبِ فَمَضْمَضَ وَمَضْمَضْنَا ثُمَّ صَلّٰى وَلَمْ يَتَوَضَّأْ.

کے بھگونے کا پس بھگویا گیا سو رسول اللہ ﷺ نے کھایا اور ہم نے بھی کھایا پھر حضرت ﷺ مغرب کی طرف کھڑے ہوئے اور کلی کی اور ہم نے بھی کلی کی پس آپ نے نماز پڑھی اور وضو نہ کیا۔

فائدہ: اس حدیث سے معلوم ہوا کہ ستو کھانے سے وضو نہیں آتا اور یہ جو کہا کہ پھر سفر خرچ منگوایا تو اس میں جمع ہونا رفیقوں کا ہے اوپر خرچ کے سفر میں اگرچہ بعض بہت کھاتے ہوں اور اس میں اٹھانا خرچ راہ کا سفر میں اور یہ توکل میں قدح نہیں کرتا اور استنباط کیا ہے اس سے مہلب نے کہ امام پکڑے اناج بند رکھنے والوں کو ساتھ نکالنے اناج کے وقت کم ہونے اناج کے تا کہ اس کو اہل حاجت کے ہاتھ بیچیں اور یہ کہ امام نظر کرے واسطے اہل لشکر کے پس جمع کرے تو شے کو تاکہ پائے اس سے جس کے پاس خرچ رہ نہیں اور یہ جو کہا کہ پھر کلی کی یعنی پہلے داخل ہونے سے نماز میں اور فائدہ کلی کا ستو سے اگرچہ اس کے واسطے چکنائی نہیں ہے کہ اس کا بقایا بند رہتا ہے دانتوں میں اور منہ کی طرفوں میں پس باز رکھتا ہے اس کو تلاش کرنا اس کا نماز کے احوال سے اور یہ جو کہا کہ نہ وضو کیا یعنی بہ سبب کھانے ستو کے اور استدلال کیا ہے ساتھ اس کے بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے اس پر کہ ایک وضو سے کئی نمازیں پڑھنی جائز ہیں اور اس پر کہ کھانے کے بعد کلی کرنی مستحب ہے اور میمونہ رضی اللہ عنہا کی حدیث میں جو اس کے بعد ہے ترجمہ باب کا ذکر نہیں پس کہا گیا ہے کہ اشارہ کیا ہے ساتھ اس کے بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے طرف اس کی کہ وہ واجب نہیں ساتھ دلیل ترک کرنے اس کے کی اس حدیث میں باوجودیکہ کھائی گئی چیز چکنائی ہے محتاج ہے طرف کلی کرنے کے اس سے پس ترک کیا اس کو واسطے بیان جواز کے اور بعض نسخوں میں یہ حدیث پہلے باب میں داخل ہے بنا بر اس کے پس ناقل کی غلطی ہے۔ (فتح)

٢٠٣ ـ حَدَّثَنَا أَصْبَغُ قَالَ أَخْبَرَنَا ابْنُ وَهْبٍ قَالَ أَخْبَرَنِيْ عَمْرُو بْنُ الْحَارِثِ عَنْ بُكَيْرٍ عَنْ كُرَيْبٍ عَنْ مَيْمُوْنَةَ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَكَلَ عِنْدَهَا كَتِفًا ثُمَّ صَلّٰى وَلَمْ يَتَوَضَّأْ.

۲۰۳۔ میمونہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ نبی ﷺ نے ان کے نزدیک بکری کے مونڈھے کا گوشت کھایا پھر آپ نے نماز پڑھی اور وضو نہ کیا۔

بَابٌ هَلْ يُمَضْمِضُ مِنَ اللَّبَنِ.

دودھ پینے سے کلی کرنی چاہیے۔

٢٠٤ ـ حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ بُكَيْرٍ وَقُتَيْبَةُ قَالَا حَدَّثَنَا اللَّيْثُ عَنْ عُقَيْلٍ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ

۲۰۴۔ ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے دودھ پیا پس کلی کی اور فرمایا کہ اس کے واسطے چکنائی ہے یعنی

عَنْ عُبَيْدِ اللّٰهِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عُتْبَةَ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ شَرِبَ لَبَنًا فَمَضْمَضَ وَقَالَ إِنَّ لَهُ دَسَمًا تَابَعَهُ يُوْنُسُ وَصَالِحُ بْنُ كَيْسَانَ عَنِ الزُّهْرِيِّ.

دودھ میں چکنائی ہے اس میں کلی کرنی چاہیے۔

فائدہ: اس حدیث میں بیان ہے علت کلی کرنے کا دودھ سے یعنی اس کی علت یہ ہے کہ اس کے واسطے چکنائی ہے پس دلالت کرتی ہے یہ حدیث اوپر مستحب ہونے اس کے ہر چیز سے کہ اس کے واسطے چکنائی ہو اور استنباط کیا جاتا ہے اس سے مستحب ہونا دونوں ہاتھوں کے دھونے کا واسطے ستھرائی کے اور ایک روایت میں امر کا صیغہ آیا ہے یعنی کلی کرو اور یہ امر واسطے استحباب کے ہے اور دلیل اس پر یہ ہے کہ امر واسطے استحباب کے ہے۔ ابن عباس رضی اللہ عنہما اس حدیث کے راوی کا قول ہے کہ اس نے دودھ پیا پھر کہا اگر میں کلی نہ کروں تو کچھ پرواہ نہیں اور ابوداؤد نے روایت کی ہے انس رضی اللہ عنہ سے کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے دودھ پیا نہ کلی کی اور نہ وضو کیا۔ (فتح)

بَابُ الْوُضُوْءِ مِنَ النَّوْمِ وَمَنْ لَّمْ يَرَ مِنَ النَّعْسَةِ وَالنَّعْسَتَيْنِ أَوِ الْخَفْقَةِ وُضُوْءًا.

نیند سے وضو کرنے کا بیان اور بیان اس شخص کا جو ایک بار اونگھ آنے اور دوبار اونگھ آنے سے اور سر کے جھک جانے سے وضو کو واجب نہیں جانتا۔

فائدہ: یعنی کیا سونے سے وضو مستحب ہے یا واجب؟ اور ظاہر اس کی کلام سے یہ ہے کہ نعاس کا نام سونا رکھا جاتا ہے اور مشہور یہ ہے کہ دونوں کے درمیان فرق ہے اور یہ کہ جس کے حواس برقرار ہوں اس طور سے کہ اپنے ساتھی کا کلام سنے اور اس کے معنی نہ سمجھے تو اس کو اونگھنے والا کہتے ہیں اور جو اس سے زیادہ ہو اس کو سونے والا کہتے ہیں اور نشانی سونے کی خواب کا آنا ہے دراز ہو یا کہ چھوٹی اور یہ جو کہا جو نہیں دیکھتا الخ۔ تو یہ قول اکثر کا ہے کہا یک دو بار اونگھنے اور سر جھکنے سے وضو نہیں ٹوٹتا اور اونگھنے کو خواب ٹھہرانی سے نکالا جاتا ہے کہ جو کہتا ہے سونا خود حدث ہے یعنی وضو کا توڑنا وہ اونگھنے سے وضو کو واجب کرتا ہے اور روایت کی ہے مسلم نے اپنی صحیح میں بیچ قصے نماز ابن عباس رضی اللہ عنہما کے ساتھ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے رات میں کہا ابن عباس رضی اللہ عنہما نے کہ جب میں اونگھتا تھا حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے میرے کان کو پکڑتے تھے پس دلالت کی اس نے اس پر کہ وضو نہیں واجب ہے غیر مستغرق پر اور ابن منذر نے ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کی ہے کہ اس نے کہا کہ واجب ہے وضو ہر سونے والے پر مگر جس کا سر جھکے۔ ہروی نے کہا کہ خفق کے معنی یہ ہیں کہ اس کی ٹھوڑی سینے پر پڑے اور اشارہ کیا ہے اس نے ساتھ اس کے طرف حدیث انس رضی اللہ عنہ کی کہ تھے اصحاب حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے انتظار کرتے نماز جماعت کی پس اونگھتے یہاں تک کہ ان کے سر جھک جاتے پھر نماز کی طرف کھڑے ہوتے یعنی اور وضو نہ کرتے۔ (فتح)

۲۰۵ ۔ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ يُوسُفَ قَالَ أَخْبَرَنَا مَالِكٌ عَنْ هِشَامِ بْنِ عُرْوَةَ عَنْ أَبِيْهِ عَنْ عَائِشَةَ أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ وَسَلَّمَ قَالَ إِذَا نَعَسَ أَحَدُكُمْ وَهُوَ يُصَلِّيْ فَلْيَرْقُدْ حَتّٰى يَذْهَبَ عَنْهُ النَّوْمُ فَإِنَّ أَحَدَكُمْ إِذَا صَلّٰى وَهُوَ نَاعِسٌ لَا يَدْرِيْ لَعَلَّهُ يَسْتَغْفِرُ فَيَسُبُّ نَفْسَهٗ.

۲۰۵۔ عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب تم میں سے کوئی اونگھے نماز پڑھتے تو چاہیے کہ سو رہے یہاں تک کہ اس کی نیند جاتی رہے اس واسطے کہ جب تم میں سے کوئی نماز پڑے گا اونگھتا ہوا تو اس کو نہ معلوم ہوگا شاید وہ تو مغفرت مانگنے کا قصد کرے سو اپنی جان کو کوسنے لگے۔

فائدہ: اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ محض اونگھنے سے وضو نہیں ٹوٹتا ہے ورنہ اس علت کی کوئی حاجت نہ تھی بلکہ صاف حکم فرما دیتے کہ وہ پھر نئے سرے سے وضو کرے اور یہ جو کہا کہ پس چاہیے کہ سو رہے تو نسائی کی روایت میں ہے کہ پس چاہیے کہ پھرے اور مراد ساتھ اس کے سلام پھیرنی ہے نماز سے یعنی نماز سے سلام پھیرے اور حمل کیا ہے اس کو مہلب نے ظاہر پر پس کہا کہ سوائے اس کے کچھ نہیں کہ حکم کیا اس کو ساتھ کاٹنے نماز کے واسطے غلبے نیند کے پس دلالت کی اس نے کہ جب اونگھنا اس سے کم ہو تو وہ معاف ہے اور اجماع ہے علماء کا اس پر کہ سونا تھوڑا وضوء کو نہیں توڑتا اور خلاف کیا ہے مزنی نے پس کہا کہ مطلق سونا وضو کو توڑ ڈالتا ہے خواہ تھوڑا ہو یا بہت سو توڑا اس نے اجماع کو اسی طرح کہا ہے مہلب نے اور تابع ہوا ہے اس کے ابن بطال اور ابن متین وغیرہ اور تحقیق انہوں نے زبردستی کی ہے مزنی پر اس دعوے میں اس واسطے کہ تحقیق نقل کیا ہے ابن منذر وغیرہ نے بعض اصحاب اور تابعین سے کہ سونا حدث ہے توڑتا ہے وضو کو تھوڑا ہو یا زیادہ اور یہی قول ابو عبیدہ اور اسحاق بن راہویہ کا ابن منذر نے کہا کہ میرا بھی یہی قول ہے واسطے عام ہونے حدیث صفوان کے یعنی جس کو ابن خزیمہ نے صحیح کہا ہے پس اس میں ہے کہ مگر پائخانے سے اور پیشاب سے اور سونے سے پس برابری کی درمیان اُن کے حکم میں اور مراد ساتھ تھوڑے اور بہت کے دراز ہونا ہے اس کے زمانے کا اور چھوٹا ہونا نہ ابتدا اس کی اور جن لوگوں کا یہ مذہب ہے کہ سونا جگہ گمان وضو ٹوٹنے کی سے ہے ان کو اختلاف ہے کئی اقوال پر ایک فرق کرنا درمیان تھوڑے اور بہت اس کے کی اور یہ قول زہری اور مالک کا ہے اور ایک فرق کرنا ہے درمیان لیٹنے والے اور غیر اس کے کی اور یہ قول ثوری کا ہے اور ایک فرق کرنا درمیان لیٹنے والے اور تکیہ کرنے والے کے اور غیر ان کے کی اور یہ قول اصحاب رائے کا ہے یعنی حنفیوں کا اور فرق کرنا ہے درمیان اُن دونوں کے درمیان سجدہ کرنے والے کے ساتھ قصد کرنے اس کے کی سونے کو اور درمیان غیر اُن کے کی اور یہ قول ابو یوسف کا ہے اور بعض کہتے ہیں کہ بیٹھنے والے کے غیر کا سونا مطلق نہیں توڑتا اور یہ شافعی رحمہ اللہ علیہ کا قدیم قول ہے اور اُسی سے تفصیل ہے کہ نماز کے باہر توڑ ڈالتا ہے اور نماز کے اندر نہیں توڑتا اور تفصیل کی ہے جدید

قول میں درمیان بیٹھنے والے کے جو قرار پکڑنے والا ہو پس نہیں توڑتا اور درمیان غیر اس کے کی پس توڑ ڈالتا ہے اور مہذب میں ہے کہ اگر پائے اُس سے سونا اور وہ بیٹھا ہو اور محل حدث کا اُس سے زمین پر قرار پکڑنے والا ہو تو ظاہر یہ قول ہے کہ اس کے وضو کو نہیں توڑتا اور بویطی نے کہا کہ وضو ٹوٹ جاتا ہے اور یہ اختیار مزنی کا ہے اور تعاقب کیا گیا ہے ساتھ اس طور کے کہ لفظ بویطی کا نہیں ہے صریح بیچ اس کے اس واسطے کہ تحقیق اس نے کہا ہے کہ سو گیا بیٹھا یا کھڑا پس دیکھا خواب کو تو واجب ہے اس پر وضو نووی نے کہا کہ یہ قول شافعی رحمہ اللہ کا تاویل کرنے کے لائق ہے یعنی اس کے ظاہری معنی مراد نہیں اور یہ جو کہا کہ جب تم میں سے کوئی الخ تو مہلب نے کہا کہ اس میں اشارہ ہے طرف علت کی جو واجب کرنے والی ہے واسطے قطع کرنے نماز کے پس جو ایسے حال میں ہو جائے اس کا وضو بالا جماع ٹوٹ جاتا ہے اور اس میں نظر ہے اس واسطے کہ اشارہ سوائے اس کے کچھ نہیں کہ جواز قطع کرنے نماز کی طرف ہے یا پھرنا جب کہ سلام کرے اس سے اور اوپر وضو کا ٹوٹنا پس نہیں ظاہر ہوتا حدیث کے سیاق سے اس واسطے کہ جاری ہونا اُس چیز کا کہ مذکور ہوئی زیادہ ممکن ہے اونگھنے والے سے اور وہی قائل ہے کہ تھوڑا سونا وضو کو نہیں توڑتا پس کس طرح ٹوٹے گا اونگھنے سے اور جو مہلب نے اجماع کا دعویٰ کیا ہے وہ توڑا گیا ہے ساتھ اس طور کے کہ صحیح ہو چکا ہے ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ اور ابن عمر رضی اللہ عنہما اور سعید بن مسیب رحمہ اللہ سے کہ سونا مطلق وضو کو نہیں توڑتا اور صحیح مسلم اور ابو داؤد میں ہے کہ تھے اصحاب انتظار کرتے نماز جماعت کے ساتھ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پس سو جاتے پھر نماز پڑھتے اور وضو نہ کرتے پس محمول ہے یہ اس پر کہ تھا یہ سونا ان سے بیٹھنے کی حالت میں لیکن مسند بزار میں ساتھ سند صحیح کے ہے اس حدیث میں کہ اپنے پہلو کو زمین پر رکھتے تھے سو بعض ان میں سے سو جاتے تھے پھر نماز کی طرف کھڑے ہوتے تھے اور یہ جو کہا کہ فَيَسُبُّ نَفْسَهٗ تو اس کے معنی یہ ہیں کہ اپنے اوپر بددعا کرے اور احتمال ہے کہ ہو علت نہی کی یہ کہ دعا قبول ہونے کی گھڑی کو موافق ہو اور اس میں لینا ہے ساتھ احتیاط کے اس واسطے کہ علت بیان کی اس کے ساتھ امر محتمل کے اور رغبت دلانا ہے اوپر خشوع کے اور حاضر کرنا دل کا واسطے عبادت کے اور پرہیز کرنے بندگیوں میں مکروہ چیزوں سے اور جائز ہونا دعا کا نماز میں بغیر قید کرنے کے ساتھ کسی چیز معین کے اور یہ حدیث اور اگلی عام ہے ہر نماز کو خواہ فرض نماز ہو یا نفل۔ (فتح)

٢٠٦ ـ حَدَّثَنَا أَبُوْ مَعْمَرٍ قَالَ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْوَارِثِ حَدَّثَنَا أَيُّوْبُ عَنْ أَبِيْ قِلَابَةَ عَنْ أَنَسٍ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ إِذَا نَعَسَ أَحَدُكُمْ فِي الصَّلَاةِ فَلْيَنَمْ حَتّٰى يَعْلَمَ مَا يَقْرَأُ.

٢٠٦۔ انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب کوئی نماز میں اونگھنے لگے تو اس کو چاہیے کہ لیٹ جائے یہاں تک کہ جانے جو پڑھے۔

فائدہ: سونے کے بعد ایسا ہوش ہو کہ اپنے پڑھے کو جانے کہ میں کیا پڑھ رہا ہوں تب نماز پڑھے اور نیند کی حالت میں نماز اس واسطے منع فرمائے کہ ایسی حالتیں آدمی کہتا ہے کچھ اور نکلتا ہے اور کچھ۔

بَابُ الْوُضُوْءِ مِنْ غَيْرِ حَدَثٍ. وضو پر وضو کرنے کا بیان۔

فائدہ: یعنی کیا حکم ہے اور مراد تازہ وضو کرنا ہے بغیر ٹوٹنے پہلے وضو کے اور تحقیق ذکر کیا ہے ہم نے اختلاف علماء کا کتاب الوضوء کی ابتداء میں نزدیک ذکر کرنے اس آیت کے ﴿يَاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا اِذَا قُمْتُمْ اِلَى الصَّلٰوةِ﴾ الخ اور یہ کہ بہت علماء ان میں سے قائل ہیں کہ اصل آیت کی یوں ہے کہ جب تم نماز کی طرف کھڑے ہو اس حال میں کہ بے وضو ہو اور استدلال کیا ہے اس پر دارمی نے اپنی مسند میں ساتھ اس حدیث کے کہ نہیں وضو مگر ٹوٹنے سے اور حکایت کی ہے شافعی رحمہ اللہ نے اُن اہل علم سے جن سے اس نے ملاقات کی کہ اصل آیت کی یوں ہے کہ تم سونے سے کھڑے ہو اور پہلے گزر چکا ہے کہ بعض علماء نے اس کو ظاہر پر حمل کیا ہے اور کہا کہ واجب ہے نیا وضو کرنا واسطے ہر نماز کے پھر اختلاف کیا ہے انہوں نے کہ کیا یہ حکم واجب ہونے کا منسوخ ہے یا بدستور باقی ہے اور دلالت کرتی ہے منسوخ ہونے پر وہ چیز جو روایت کی ہے ابو داؤد نے اور صحیح کہا ہے اس کو ابن خزیمہ نے عبداللہ بن حنظلہ رضی اللہ عنہ کی حدیث سے کہ حکم کیا حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ساتھ وضو کے واسطے ہر نماز کے پھر جب دشوار ہوا یہ اُن پر تو حکم کیا ساتھ مسواک کرنے کے اور ایک جماعت کا یہ مذہب ہے کہ واجب ہونا وضو کا واسطے ہر نماز کے بدستور باقی ہے جیسا کہ جزم کیا ہے ساتھ اس کے طحاوی نے اور نقل کیا ہے اس کو ابن عبدالبر نے عکرمہ سے اور ابن سیرین وغیرہ سے اور بعید جانا ہے اس کو نووی نے اور میل کی ہے طرف تاویل اس کی کے اگر ثابت ہو اُن سے اور جزم کیا ہے نووی نے ساتھ اس کے کہ اجماع اقرار پا چکا ہے اوپر نہ واجب ہونے کی اور ممکن ہے حمل کرنا آیت کا اس کے ظاہر پر بغیر نسخ کے اور ہوگا امر بیچ حق بے وضو لوگوں کے وجوب پر اور بیچ حق غیر ان کے مستحب ہونے پر اور حاصل ہوا بیان اس کا ساتھ سنت کے جیسا کہ باب کی حدیث میں ہے۔ (فتح)

٢٠٧ ـ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ يُوْسُفَ قَالَ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ عَنْ عَمْرِو بْنِ عَامِرٍ قَالَ سَمِعْتُ أَنَسَ بْنَ مَالِكٍ قَالَ ح وَحَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ قَالَ حَدَّثَنَا يَحْيٰى عَنْ سُفْيَانَ قَالَ حَدَّثَنِيْ عَمْرُو بْنُ عَامِرٍ عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ قَالَ كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَتَوَضَّأُ عِنْدَ كُلِّ صَلَاةٍ قُلْتُ كَيْفَ كُنْتُمْ تَصْنَعُوْنَ قَالَ يُجْزِئُ

٢٠٧ـ انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم ہر نماز کے وقت نیا وضو کرتے تھے میں نے کہا کہ تم کیسے کیا کرتے تھے؟ انس رضی اللہ عنہ نے کہا کہ ہمارے ایک کو وضو کفایت کرتا تھا جب تک کہ اس کا وضو نہ ٹوٹے یعنی جب تک ہمارا پہلا وضو نہ ٹوٹتا تب تک اسی وضو سے نماز پڑھتے دوسرا وضو نہ کرتے۔

أَحَدَنَا الْوُضُوْءُ مَا لَمْ يُحْدِثْ.

فائدہ: حضرت ﷺ ہر نماز کے وقت نیا وضو کرتے اگرچہ آپ کا پہلا وضو بھی قائم ہوتا پھر بھی آپ اس پر نیا وضو کر لیتے اور یہ جو کہا کہ وقت ہر نماز کے یعنی فرض نماز کے اور ایک روایت میں اتنا زیادہ ہے خواہ باوضو ہوتے یا بے وضو اور اس کا ظاہر یہ ہے کہ یہ آپ کی عادت تھی لیکن حدیث سوید کی جو باب میں ہے دلالت کرتی ہے اس پر کہ مراد اکثر اوقات ہے کہا طحاوی نے احتمال ہے کہ ہو یہ واجب خاص حضرت ﷺ پر پھر منسوخ ہوا دن فتح مکہ کے واسطے حدیث بریدہ رضی اللہ عنہ کے کہ حضرت ﷺ نے فتح مکہ کے دن سب نمازیں ایک وضو سے پڑھیں اور یہ کہ عمر رضی اللہ عنہ نے آپ سے پوچھا تو فرمایا کہ میں نے جان بوجھ کر اس کو کیا ہے اور احتمال ہے کہ کیا ہو اس کو بطورِ مستحب ہونے کے پھر خوف کیا اس سے کہ مبادا گمان کیا جائے واجب ہونا اس کا پس ترک کیا اس کو واسطے بیانِ جواز کے میں کہتا ہوں کہ یہ قریب تر ہے اور برتقدیر پہلے احتمال کے پس منسوخ ہونا تھا پہلے فتح کے ساتھ دلیل حدیث سوید بن نعمان رضی اللہ عنہ کے اس واسطے کہ وہ خیبر میں تھے اور فتح سے کچھ زمانہ پہلے ہے اور یہ جو کہا کہ تم کس طرح کیا کرتے تھے؟ تو اس کا قائل عمرو بن عامر ہے اور مراد اصحاب ہیں اور نسائی میں عمرو سے روایت ہے کہ اس نے انس رضی اللہ عنہ سے پوچھا کہ کیا حضرت ﷺ ہر نماز کے واسطے وضو کیا کرتے تھے یعنی اگرچہ باوضو ہوتے اس نے کہا ہاں اور ہم سب نمازیں ایک وضو سے پڑھتے تھے۔ (فتح الباری)

۲۰۸ - حَدَّثَنَا خَالِدُ بْنُ مَخْلَدٍ قَالَ حَدَّثَنَا سُلَيْمَانُ بْنُ بِلَالٍ قَالَ حَدَّثَنِيْ يَحْيَى بْنُ سَعِيْدٍ قَالَ أَخْبَرَنِيْ بُشَيْرُ بْنُ يَسَارٍ قَالَ أَخْبَرَنِيْ سُوَيْدُ بْنُ النُّعْمَانِ قَالَ خَرَجْنَا مَعَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَامَ خَيْبَرَ حَتّٰى إِذَا كُنَّا بِالصَّهْبَاءِ صَلّٰى لَنَا رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْعَصْرَ فَلَمَّا صَلّٰى دَعَا بِالْأَطْعِمَةِ فَلَمْ يُؤْتَ إِلَّا بِالسَّوِيْقِ فَأَكَلْنَا وَشَرِبْنَا ثُمَّ قَامَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِلَى الْمَغْرِبِ فَمَضْمَضَ ثُمَّ صَلّٰى لَنَا الْمَغْرِبَ وَلَمْ يَتَوَضَّأْ.

۲۰۸۔ سوید بن نعمان رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ اس نے کہا کہ جنگ خیبر کے سال ہم رسول اللہ ﷺ کے ساتھ نکلے یہاں تک کہ جب پہنچے ہم صہباء میں تو ہم کو رسول اللہ ﷺ نے عصر کی نماز پڑھائی سو جب حضرت ﷺ نماز پڑھ چکے تو کھانا طلب کیا پس نہ لایا گیا مگر ستو سو کھایا ہم نے اور پیا ہم نے پھر نبی ﷺ نماز مغرب کی طرف کھڑے ہوئے سو آپ نے کلی کی پھر ہم کو مغرب کی نماز پڑھائی اور وضو نہ کیا۔

فائدہ: یعنی عصر کے وضو سے مغرب کی نماز پڑھائی۔

بَابٌ مِنَ الْكَبَآئِرِ أَنْ لَّا يَسْتَتِرَ مِنْ بَوْلِهِ.

باب ہے بیان میں اس بات کے کہ اپنے پیشاب سے نہ بچنا کبیرہ گناہ ہے یعنی جس کے پرہیز کرنے سے مغفرت کا وعدہ دیا گیا ہے۔

۲۰۹ - حَدَّثَنَا عُثْمَانُ قَالَ حَدَّثَنَا جَرِيْرٌ عَنْ مَنْصُوْرٍ عَنْ مُجَاهِدٍ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ مَرَّ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِحَآئِطٍ مِنْ حِيْطَانِ الْمَدِيْنَةِ أَوْ مَكَّةَ فَسَمِعَ صَوْتَ إِنْسَانَيْنِ يُعَذَّبَانِ فِيْ قُبُوْرِهِمَا فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُعَذَّبَانِ وَمَا يُعَذَّبَانِ فِيْ كَبِيْرٍ ثُمَّ قَالَ بَلٰى كَانَ أَحَدُهُمَا لَا يَسْتَتِرُ مِنْ بَوْلِهِ وَكَانَ الْاٰخَرُ يَمْشِيْ بِالنَّمِيْمَةِ ثُمَّ دَعَا بِجَرِيْدَةٍ فَكَسَرَهَا كِسْرَتَيْنِ فَوَضَعَ عَلٰى كُلِّ قَبْرٍ مِّنْهُمَا كِسْرَةً فَقِيْلَ لَهٗ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ لِمَ فَعَلْتَ هٰذَا قَالَ لَعَلَّهٗ أَنْ يُّخَفَّفَ عَنْهُمَا مَا لَمْ تَيْبَسَا أَوْ إِلٰى أَنْ يَّيْبَسَا.

۲۰۹۔ ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مکہ یا مدینہ کے باغوں میں سے کسی باغ پر گزرے سو آپ نے دو آدمیوں کا آواز سنا جو اپنی قبروں میں عذاب کیے جاتے تھے سو حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ وہ دونوں عذاب کیے جاتے ہیں اور نہیں عذاب کیے جاتے کسی مشکل کام میں پھر حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہاں کیوں نہیں ان دونوں سے ایک تو اپنے پیشاب سے نہیں بچتا تھا یعنی پیشاب کرتے وقت اس کی چھینٹوں سے نہیں بچتا تھا اور دوسرا چغلی لے جاتا تھا یعنی ایک دوسرے کی چغلی کر کے آپس میں فساد ڈلواتا تھا پھر حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے منگوائی ایک چھڑی کھجور کی پس اس کو چیر کر دو ٹکڑے کیا پھر دونوں قبروں سے ہر ایک قبر پر ایک ٹکڑا رکھ دیا سو کسی نے آپ سے عرض کی کہ یہ کام آپ نے کس واسطے کیا ہے سو آپ نے فرمایا شاید کہ ان سے عذاب کی تخفیف ہو جائے جب تک کہ وہ خشک نہ ہو یعنی جب تک وہ تر رہیں گی تو اللہ کی تسبیح کریں گی اس کی برکت سے ان کے عذاب میں تخفیف ہوگی۔

فائدہ: اس حدیث کے دو معنی ہو سکتے ہیں ایک تو یہ کہ وہ گناہ اُن کے خیال میں کبیرہ نہیں تھا نہ یہ کہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک بھی کبیرہ نہیں تھا دوسرا یہ کہ کبیرہ کے معنی یہ ہیں کہ ان پر بچنا ان گناہوں سے مشکل نہ تھا اس لیے کہ بول سے بچنا اور چغلی کا ترک کرنا کوئی بھاری مشکل امر نہیں ہے جو آدمی سے نہ ہو سکے بلکہ بہت آسان امر ہے اور ایک روایت میں اتنا زیادہ ہے وَإِنَّهٗ لَكَبِيْرٌ یعنی بے شک وہ بڑا ہے اور اس قول کے معنی میں اختلاف ہے پس کہا ابو عبدالملک بونی نے کہ احتمال ہے کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے گمان کیا ہو کہ وہ کبیرہ نہیں پھر آپ کو اسی وقت وحی ہوئی کہ وہ کبیرہ ہے تو پہلے وہم کو آپ نے دفع کیا اور تعاقب کیا گیا ہے ساتھ اس طور کے کہ مستلزم ہے اس کو کہ ہو منسوخ اور نسخ نہیں داخل ہوتا

خبر میں اور جواب دیا گیا ہے ساتھ اس طور کے کہ حکم کرنا ساتھ خبر کے جائز ہے منسوخ ہونا اس کا پس قول آپ کا وَمَا یُعَذَّبَانِ خبر دینی ہے ساتھ حکم کے پھر جب آپ کو وحی ہوئی کہ وہ کبیرہ ہے اور خبر دی آپ نے ساتھ اس کے تو ہو نسخ واسطے اس حکم کے اور بعض کہتے ہیں کہ احتمال ہے کہ ضمیر اِنَّهُ عذاب کی طرف پھرتی ہو جیسا کہ صحیح ابن حبان میں وارد ہو چکا ہے کہ وہ سخت عذاب کیے جاتے ہیں آسان گناہ میں اور کہا داؤدی اور ابن عربی نے کہ جس کبیرے کی نفی کی ہے وہ ساتھ معنی اکبر کے ہے اور جس کو ثابت کیا ہے وہ ایک کبیرے گناہوں سے ہے یعنی یہ زیادہ تر کبیرہ گناہ نہیں مانند قتل کی مثلاً اگرچہ فی الجملہ کبیرہ ہے اور بعض کہتے ہیں کہ صورت میں کبیرہ نہیں اس واسطے کہ معاملہ اس کا دلالت کرتا ہے اوپر دناءت اور حقارت کے اور وہ کبیرہ ہے گناہ میں اور بعض کہتے ہیں کہ نہیں ہے کبیرہ ان دونوں کے اعتقاد میں یا مخاطبین کے اعتقاد میں اور وہ اللہ کے نزدیک کبیرہ ہے مانند اس آیت کی ﴿وَتَحْسَبُوْنَهُ هَيِّنًا وَّهُوَ عِنْدَ اللّٰهِ عَظِيْمٌ﴾ اور بعض کہتے ہیں کہ مراد یہ ہے کہ ان پر ان گناہوں سے بچنا مشکل نہ تھا اور اسی اخیر کے ساتھ جزم کیا ہے بغوی وغیرہ نے اور ترجیح دی ہے اس کو ابن دقیق العید اور ایک جماعت نے اور بعض کہتے ہیں کہ وہ مجرد کبیرہ نہیں بلکہ ساتھ ہمیشگی کرنے کے اوپر اس کے اور سیاق سے یہی معلوم ہوتا ہے اس واسطے کہ وصف کیا ہے ہر ایک کو ان دونوں میں سے ساتھ اس چیز کے کہ دلالت کرتی ہے اوپر نو پیدا ہونے کے اس سے اور ہمیشگی کرنے اس کے کی اوپر اس کے واسطے لانے کے ساتھ صیغہ مضارع کے بعد کان کے اور یہ جو کہا لَا يَسْتَتِرُ تو اس کے معنی یہ ہیں کہ پیشاب سے نہ بچنا اور بعض کہتے ہیں کہ اس کے معنی یہ ہیں کہ اپنی شرمگاہ کو نہ چھپاتا تھا اور یہ معنی ضعیف ہیں اس واسطے کہ اگر عذاب دینا واقع ہوتا اوپر کھولنے شرمگاہ کے تو البتہ مستقل ہوتا کھولنا ستر کا ساتھ سبب ہونے کے اور ڈالا جانا اعتبار پر پیشاب کا پس مرتب ہوتا عذاب اوپر کھولنے ستر کے برابر ہے کہ پیشاب پایا جاتا یا نہ پایا جاتا اور نہیں پوشیدہ ہے جو اس میں ہے اعتراض سے اور ابن دقیق العید نے کہا کہ اگر حمل کیا جاتا استتار کو اپنی حقیقت پر تو البتہ لازم آتا کہ ہو مجرد کھولنا شرمگاہ کا سبب عذاب مذکور کا اور سیاق حدیث کا دلالت کرتا ہے اس پر کہ بے شک واسطے پیشاب کے بہ نسبت عذاب قبر کی ایک خصوصیت ہے اشارہ کرتی ہے طرف اس کی حدیث ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی جس کو ابن خزیمہ نے صحیح کہا ہے کہ اکثر عذاب قبر کا پیشاب سے ہے یعنی بہ سبب نہ پرہیز کرنے کے اس سے اور تائید کرتا ہے اس کی یہ کہ لفظ من کا حدیث میں جب نسبت کیا گیا طرف پیشاب کی تو تقاضا کیا اس نے نسبت استتار کو یعنی پردہ کرنے کو جس کا نہ ہونا سبب عذاب کا ہے طرف پیشاب کی ساتھ ان معنی کے کہ ابتداء سبب عذاب کا پیشاب سے ہے پس اگر حمل کیا جائے اوپر مجرد کشف ستر کے تو البتہ دور ہوں گے یہ معنی پس متعین ہوا حمل کرنا مجاز پر تا کہ حدیث کے سب لفظ ایک معنی پر جمع ہو جائیں اور یہ جو کہا کہ چغلی لے جاتا تھا تو نووی نے کہا کہ چغلی نقل کرنا غیر کی کلام کا ہے ساتھ قصد ضرر دینے کے اور یہ نہایت بد کام ہے اور تعاقب کیا ہے اس کا کرمانی نے پس کہا کہ نہیں صحیح ہے یہ اوپر قاعدے فقہاء کے

اس واسطے کہ وہ کہتے ہیں کہ کبیرہ وہ ہے جو حد کو واجب کرتا ہے اور نہیں ہے چغل باز پر مگر یہ کہ کہا جائے کہ ہمیشگی کرنے نے اس کو کبیرہ ٹھہرایا ہے جو اس سے مستفاد ہوتی ہے اس واسطے کہ صغیرے پر اڑنا حکم اس کا حکم کبیرے کا ہے یا کبیرے سے مراد اصطلاحی معنی نہیں بلکہ اس کے غیر ہیں اور جو اس نے فقہاء سے نقل کیا ہے وہ سب کا قول نہیں لیکن کلام رافعی کا خبر دیتا ہے ساتھ ترجیح اس کی کے جس جگہ حکایت کی اس نے کبیرے کی تعریف میں دو وجہیں ایک یہ اور دوسرا وہ کہ اس میں سخت عذاب کا وعدہ ہے اور ضرور ہے حمل کرنا پہلے قول کا یعنی کبیرہ وہ ہے جس میں حد واجب ہو اس پر کہ مراد ساتھ اس کے غیر اس چیز کا ہے کہ نص کی گئی ہے اس پر صحیح حدیثوں میں نہیں تو لازم آتا ہے کہ نہ گنا جائے عقوق ماں باپ کا اور گواہی جھوٹی کبیرے گناہوں سے باوجودیکہ حضرت ﷺ نے ان کو زیادہ تر کبیرے گناہوں کو فرمایا اور باقی شرح اس کی حدود میں آئے گی اگر چاہا اللہ نے۔ (فتح) اور یہ جو کہا کہ شاید ان سے عذاب کی تخفیف ہو تو کہا مارزی نے احتمال ہے کہ حضرت ﷺ کو وحی ہوئی ہو کہ یہ مدت ان سے عذاب کی تخفیف ہوگی انتہی۔ اور بنا بر اس کے پس لعل اس جگہ واسطے تعلیل کے ہے اور خطابی نے کہا کہ وہ محمول ہے اس پر کہ حضرت ﷺ نے دعا کی واسطے ان کے ساتھ تخفیف ہونے عذاب کے مدت باقی رہنے تری کے یعنی جب تک ان کی تری باقی رہے یہ کہ چھڑی میں کوئی معنی ہیں جو خاص کریں اس کو اور نہ یہ کہ تر میں ایک معنی ہیں جو خشک میں نہیں اور تحقیق کہا گیا ہے کہ چھڑی کے تر ہونے میں معنی یہ ہیں کہ جب تک وہ تر رہے تب تک اللہ کی تسبیح کہتی ہیں پس خاص ہوگی تخفیف عذاب کی ساتھ برکت تسبیح کے بنا بر اس کے پس عام ہوگا یہ حکم ہر چیز کو کہ اس میں تری ہو درختوں وغیرہ سے اور اسی طرح اس چیز میں برکت ہے مانند ذکر کی اور تلاوت قرآن کی بطریق اولیٰ اور کہا طیبی نے کہ حکمت بیچ ہونے ان کے کی کہ جب تک وہ تر ہیں عذاب کو منع کرتی ہیں احتمال ہے کہ معلوم نہ ہو مانند عدد زبانیہ کی اور تحقیق انکار کیا ہے خطابی نے اور اس کے تابعداروں نے رکھنے چھڑی کے سے قبر میں واسطے عمل کرنے کے ساتھ اس حدیث کے کہا طرطوسی نے کہ یہ خاص ہے ساتھ برکت ہاتھ حضرت ﷺ کے اور کہا قاضی عیاض نے اس واسطے کہ علت بیان کی گاڑنے ان کے کی قبر پر ساتھ امر غیبی کے اور قول آپ کا ہے کہ وہ عذاب کیے جاتے ہیں۔ میں کہتا ہوں کہ یہ جو ہم کو معلوم نہیں کہ اس کو عذاب ہوتا ہے یا نہیں تو اس سے یہ لازم نہیں آتا کہ نہ بیان کریں ہم سبب واسطے اس کے بیچ ایک امر کے تخفیف کرے اس سے عذاب کو یہ کہ اگر عذاب کیا جائے جیسا کہ نہیں منع ہے ہونے ہمارے سے کہ نہیں جانتے ہم کہ رحم کیا گیا یا نہیں یہ کہ نہ دعا کریں ہم واسطے اس کے ساتھ رحمت کے اور نہیں سیاق میں وہ چیز کہ یقین دلائے اس پر کہ حضرت ﷺ نے خود اپنے ہاتھ مبارک سے چھڑی گاڑی بلکہ احتمال ہے کہ حکم ہو ساتھ گاڑنے کے کسی غیر کو اور تحقیق پیروی کی ہے بریدہ بن حصیب رضی اللہ عنہ صحابی نے ساتھ اس کے پس مرنے کے وقت وصیت کی کہ اس کی قبر پر دو چھڑیاں رکھی جائیں اور وہ لائق تر ہے ساتھ پیروی کے اپنے غیر سے اور جن کی قبروں پر آپ نے چھڑی

گاڑی تھی وہ دونوں مرد مسلمان تھے اور اس حدیث میں اور بھی کئی فائدے ہیں سوائے اس چیز کہ کہ پہلے گزرے ثابت کرنا قبر کے عذاب کا ہے اور اس کی شرح جنائز میں آئے گی اگر چاہا اللہ نے اور اس میں ڈرانا ہے پیشاب کی چھینٹ پڑنے سے اور ملحق ہے ساتھ اس کے غیر اس کا پلیدوں سے بدن اور کپڑے میں اور استدلال کیا جاتا ہے ساتھ اس کے اوپر وجوب دور کرنے پلیدی کے برخلاف اس شخص کے جو خاص کرتا ہے وجوب کو ساتھ وقت ارادے نماز کے، واللہ اعلم۔ (فتح)

بَابُ مَا جَآءَ فِیْ غَسْلِ الْبَوْلِ وَقَالَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ لِصَاحِبِ الْقَبْرِ کَانَ لَا یَسْتَتِرُ مِنْ بَوْلِهٖ وَلَمْ یَذْکُرْ سِوٰی بَوْلِ النَّاسِ.

پیشاب کے دھونے کا بیان اور فرمایا نبی ﷺ نے صاحب قبر کے سے کہ وہ اپنے پیشاب سے نہیں بچتا تھا اور حضرت ﷺ نے سوائے پیشاب آدمیوں کے اور کچھ نہیں ذکر کیا (یعنی موجب عذاب آدمی کا بول ہے نہ اور حیوانوں کا)۔

فائدہ: ابن بطال نے کہا کہ مراد بخاری رحمہ اللہ کی یہ ہے کہ مراد ساتھ قول حضرت ﷺ کے بیچ روایت باب کے کَانَ لَا یَسْتَتِرُ مِنَ الْبَوْلِ پیشاب آدمیوں کا ہے نہ پیشاب اور حیوانوں کا پس نہ ہوگی اس میں حجت واسطے اس شخص کے کہ حمل کرتا ہے اس کو عموم پر بیچ پیشاب تمام حیوانوں کے اور گویا کہ مراد ابن بطال کی رد کرنا ہے خطابی پر جس جگہ اس نے کہا کہ اس میں دلیل ہے اوپر پلید ہونے سب پیشابوں کے اور حاصل رد کا یہ ہے کہ عموم بیچ روایت من البول کے مراد ساتھ اس کے خاص ہے واسطے قول حضرت ﷺ کے من بولہ یا الف اور لام بدل ہے ضمیر سے لیکن ملحق ہے ساتھ پیشاب اس کی کے پیشاب اس شخص کا کہ اس کے معنی میں ہے آدمیوں سے واسطے نہ ہونے فرق کے اور اسی طرح پیشاب اس چیز کا جس کا گوشت کھایا نہیں جاتا اور لیکن جس کا گوشت کھایا جاتا ہے پس نہیں حجت ہے اس حدیث میں واسطے اُس شخص کے جو قائل ہے ساتھ پلید ہونے پیشاب اس کی کے اور واسطے اس شخص کے جو اس کو پاک کہتا ہے اور دلائل ہیں اور کہا قرطبی نے قول اس کا من البول اسم مفرد ہے نہیں چاہتا عموم کو اور اگر تسلیم کیا جائے تو وہ مخصوص ہے ساتھ دلیلوں کے جو تقاضا کرنے والی ہیں واسطے پاک ہونے پیشاب اس چیز کے کہ کھایا جاتا ہے گوشت اس کا اور حدیث انس رضی اللہ عنہ کی جو اسی باب میں وارد کی ہے استنجے کے باب میں پہلے گزر چکی ہے اور استدلال کرنا ساتھ اس کے اس جگہ اوپر دھونے پیشاب کے عام تر ہے استدلال کرنے سے ساتھ اس کے اوپر استنجے کے پس نہیں تکرار ہے بیچ اس کے۔ (فتح)

۲۱۰ - حَدَّثَنَا یَعْقُوْبُ بْنُ إِبْرَاهِیْمَ قَالَ حَدَّثَنَا إِسْمَاعِیْلُ بْنُ إِبْرَاهِیْمَ قَالَ حَدَّثَنِیْ

۲۱۰- انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ جب جائے ضرور کو باہر جاتے تو میں آپ کے پاس پانی لے

رَوْحُ بْنُ الْقَاسِمِ قَالَ حَدَّثَنِیْ عَطَآءُ بْنُ أَبِیْ مَیْمُوْنَةَ عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ قَالَ كَانَ النَّبِیُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ إِذَا تَبَرَّزَ لِحَاجَتِهٖ أَتَیْتُهٗ بِمَآءٍ فَیَغْسِلُ بِهٖ.

آتا پس آپ اس سے غسل کرتے یا ہاتھ دھوتے۔

٢١١ ۔ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنّٰى قَالَ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ خَازِمٍ قَالَ حَدَّثَنَا الْأَعْمَشُ عَنْ مُجَاهِدٍ عَنْ طَاوٗسٍ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ مَرَّ النَّبِیُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ بِقَبْرَیْنِ فَقَالَ إِنَّهُمَا لَیُعَذَّبَانِ وَمَا یُعَذَّبَانِ فِیْ كَبِیْرٍ أَمَّا أَحَدُهُمَا فَكَانَ لَا یَسْتَتِرُ مِنَ الْبَوْلِ وَأَمَّا الْأٰخَرُ فَكَانَ یَمْشِیْ بِالنَّمِیْمَةِ ثُمَّ أَخَذَ جَرِیْدَةً رَطْبَةً فَشَقَّهَا نِصْفَیْنِ فَغَرَزَ فِیْ كُلِّ قَبْرٍ وَاحِدَةً قَالُوْا یَا رَسُوْلَ اللّٰهِ لِمَ فَعَلْتَ هٰذَا قَالَ لَعَلَّهٗ یُخَفِّفُ عَنْهُمَا مَا لَمْ یَیْبَسَا وَقَالَ مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنّٰى وَحَدَّثَنَا وَكِیْعٌ قَالَ حَدَّثَنَا الْأَعْمَشُ قَالَ سَمِعْتُ مُجَاهِدًا مِثْلَهٗ.

٢١١۔ اس کا ترجمہ اوپر گزر چکا ہے اس میں اتنا زیادہ ہے کہ آپ نے ہر قبر میں ایک ایک ٹکڑا گاڑ دیا۔

فائدہ: اور استدلال کرنا ساتھ اس کے اوپر دھونے پیشاب کے واضح ہے لیکن ثابت ہو چکی ہے رخصت بیچ حق ڈھیلے سے استنجاء کرنے والے کے پس استدلال کیا جائے گا ساتھ اس کے اوپر وجوب دھونے اس چیز کے کہ پھیلے اوپر محل کے۔ (فتح)

بَابُ تَرْكِ النَّبِیِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ وَالنَّاسِ الْأَعْرَابِیَّ حَتّٰى فَرَغَ مِنْ بَوْلِهٖ فِی الْمَسْجِدِ.

باب ہے بیان میں چھوڑ دینے نبی ﷺ اور صحابہ رضی اللہ عنہم کے ایک گنوار کو مسجد میں پیشاب کرتے ہوئے یہاں تک کہ وہ اپنے پیشاب سے فارغ ہوا۔

فائدہ: سوائے اس کے کچھ نہیں کہ چھوڑا انہوں نے اس کو پیشاب کرتا مسجد میں اس واسطے کہ وہ مفسدی میں شروع تھا پس اگر منع کیا جاتا تو البتہ مفسدہ زیادہ ہوتا اس واسطے کہ مسجد کا ایک حصہ تو اس کے پیشاب سے آلودہ ہو چکا تھا پس اگر منع کیا جاتا تو البتہ گھومتا دو امروں میں یا تو اس کو قطع کرتا پس ضرر پاتا اور یا اس کو نہ قطع کرتا پس نہ امن میں

ہوتا پلید کرنے اپنے بدن یا کپڑے کے سے یا مسجد کے کسی اور جگہ سے اور یہ جو کہا کہ اس کو چھوڑ دو تو تھا یہ امر ساتھ ترک کے پیچھے زجر لوگوں کے اور یہ جو کہا کہ یہاں تک تو مراد یہ ہے کہ اصحاب نے اس کو چھوڑ دیا یہاں تک کہ فارغ ہوا اپنے پیشاب سے پس جب پیشاب سے فارغ ہوا تو حضرت ﷺ نے پانی منگوایا اور اس پر بہانے کے ساتھ حکم فرمایا اور مسلم نے روایت میں اتنا زیادہ ہے کہ پھر حضرت ﷺ نے اس کو بلایا سو فرمایا کہ یہ مسجدیں ہیں نہیں مناسب ان میں کچھ اس پیشاب سے اور نہ گندگی سے سوائے اس کے کچھ نہیں کہ وہ تو واسطے ذکر اللہ اور نماز اور قرآن پڑھنے کے ہیں اور اس حدیث کے فائدے آئندہ باب میں آتے ہیں۔ (فتح)

٢١٢ ـ حَدَّثَنَا مُوْسَى بْنُ إِسْمَاعِيْلَ قَالَ حَدَّثَنَا هَمَّامٌ أَخْبَرَنَا إِسْحَاقُ عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رَأٰى أَعْرَابِيًّا يَبُوْلُ فِي الْمَسْجِدِ فَقَالَ دَعُوْهُ حَتّٰى إِذَا فَرَغَ دَعَا بِمَآءٍ فَصَبَّهُ عَلَيْهِ.

۲۱۲۔ انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی ﷺ نے ایک جنگلی مرد کو مسجد میں پیشاب کرتے دیکھا سو فرمایا اس کو چھوڑ دو یعنی اس کو کچھ نہ کہو اس واسطے کہ وہ نادان ہے یہاں تک کہ جب وہ پیشاب سے فارغ ہو چکا تو آپ نے پانی منگوایا اور اس پر گرا دیا۔

بَابُ صَبِّ الْمَآءِ عَلَى الْبَوْلِ فِي الْمَسْجِدِ.

مسجد میں بول پر پانی گرانے کا بیان

٢١٣ ـ حَدَّثَنَا أَبُو الْيَمَانِ قَالَ أَخْبَرَنَا شُعَيْبٌ عَنِ الزُّهْرِيِّ قَالَ أَخْبَرَنِيْ عُبَيْدُ اللَّهِ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عُتْبَةَ بْنِ مَسْعُوْدٍ أَنَّ أَبَا هُرَيْرَةَ قَالَ قَامَ أَعْرَابِيٌّ فَبَالَ فِي الْمَسْجِدِ فَتَنَاوَلَهُ النَّاسُ فَقَالَ لَهُمُ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ دَعُوْهُ وَهَرِيْقُوْا عَلٰى بَوْلِهِ سَجْلًا مِنْ مَآءٍ أَوْ ذَنُوْبًا مِنْ مَآءٍ فَإِنَّمَا بُعِثْتُمْ مُيَسِّرِيْنَ وَلَمْ تُبْعَثُوْا مُعَسِّرِيْنَ.

۲۱۳۔ ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک گنوار کھڑا ہوا سو اُس نے مسجد میں بول کر دیا پس لوگوں نے اس کو جھڑکا سو نبی ﷺ نے ان کو فرمایا کہ چھوڑ دو اس کو اور اس کے پیشاب پر ایک ڈول پانی کا بہا دو پس سوائے اس کے نہیں کہ تم بھیجے گئے ہو آسانی اور نرمی کرنے والے اور نہیں بھیجے گئے تم سختی کرنے والے یعنی لوگوں سے آسانی اور نرمی کے ساتھ پیش آؤ سختی نہ کرو۔

٢١٤ ـ حَدَّثَنَا عَبْدَانُ قَالَ أَخْبَرَنَا عَبْدُ اللَّهِ قَالَ أَخْبَرَنَا يَحْيَى بْنُ سَعِيْدٍ قَالَ سَمِعْتُ أَنَسَ بْنَ مَالِكٍ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بَابُ يُهَرِيْقُ الْمَآءَ عَلَى الْبَوْلِ حَدَّثَنَا خَالِدُ بْنُ مَخْلَدٍ قَالَ وَحَدَّثَنَا

۲۱۴۔ انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک گنوار آیا سو اس نے مسجد کے ایک کونے میں پیشاب کر دیا سو اس کو لوگوں نے جھڑکا پس حضرت ﷺ نے ان کو منع کیا یعنی جھڑکنے سے سو جب وہ اپنے بول سے فراغت کر چکا تو نبی ﷺ نے ایک بڑے ڈول پانی کا حکم فرمایا تو اس پر گرایا گیا۔

سُلَيْمَانُ عَنْ يَحْيَى بْنِ سَعِيْدٍ قَالَ سَمِعْتُ أَنَسَ بْنَ مَالِكٍ قَالَ جَآءَ أَعْرَابِيٌّ فَبَالَ فِيْ طَآئِفَةِ الْمَسْجِدِ فَزَجَرَهُ النَّاسُ فَنَهَاهُمُ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَلَمَّا قَضٰى بَوْلَهُ أَمَرَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِذَنُوْبٍ مِنْ مَّآءٍ فَأُهْرِيْقَ عَلَيْهِ.

فائدہ: معلوم ہوا کہ نادان کے قصور پر سختی نہ کرنا چاہیے اور ثابت ہوا کہ زمین کی نجاست پانی ڈالنے سے دور ہو جاتی ہے اور اس حدیث میں کئی فائدے ہیں یہ کہ تحقیق پرہیز کرنا پلیدی سے تھا مقرر بیچ دلوں اصحاب کے اسی واسطے جلدی کی انہوں نے طرف انکار کی روبرو حضرت ﷺ کے اور آپ سے اجازت نہ لی اور واسطے اس چیز کے کہ مقرر تھا نزدیک ان کے طلب امر بالمعروف سے اور نہی عن المنکر سے اور استدلال کیا گیا ہے ساتھ اس کے اوپر جواز استدلال کرنے کے ساتھ عموم کے یہاں تک کہ ظاہر خصوص کہا ابن دقیق العید نے کہ جو ظاہر ہوتا ہے یہ ہے کہ تمسک واجب ہے نزدیک احتمال تخصیص کے نزدیک مجتہد کے اور نہیں واجب ہے اور ٹھہرنا عمل کرنے سے ساتھ عموم کے واسطے اس کے اس واسطے کہ علماء شہروں کے ہمیشہ فتویٰ دیتے رہے ساتھ اس چیز کے کہ پہنچی ان کو بغیر توقف کے اوپر بحث کرنے کے تخصیص سے اور اس قصے کی دلیل سے بھی اس واسطے کہ نہ انکار کیا حضرت ﷺ نے اصحاب پر اور نہ فرمایا ان کو کہ تم نے گنوار کو کیوں منع کیا بلکہ حکم کیا ان کو ساتھ باز رہنے کے اس سے واسطے مصلحت راجح کے اور وہ دور کرنا بڑے مفسدی کا ہے دو مفسدوں سے ساتھ احتمال آسان تر دونوں کے اور حاصل کرنے بڑی مصلحت کے دونوں مصلحتوں سے ساتھ اس چیز کے کہ آسان تر ہے دونوں میں سے اور اس میں جلدی کرنی ہے طرف دور کرنے مفسدی کے وقت دور ہونے مانع کے واسطے حکم کرنے ان کے کی وقت فارغ ہونے اس کے کی ساتھ بہانے پانی کے اور اس میں معین کرنا پانی کا ہے واسطے دور کرنے پلیدی کے اس واسطے کہ اگر ہوا یا سورج سے خشک ہونا کافی ہوتا تو البتہ نہ حاصل ہوتی تکلیف ساتھ طلب کرنے ڈول پانی کے اور اس سے معلوم ہوا کہ غسالہ پلیدی کا جو زمین پر واقع ہے پاک ہے اور لاحق ہے ساتھ اس کے غیر واقع یعنی جو زمین پر نہ ہو اس واسطے کہ جو تری کہ دھونے کے بعد زمین پر واقع ہے وہ غسالہ ہے پلیدی کا پس جب نہ ثابت ہوئی یہ بات کہ مٹی نقل کی گئی اور ہم نے معلوم کیا کہ مقصود پاک کرنا ہے تو معین ہوا حکم ساتھ پاک ہونے اس کے اور جب غسالہ پاک ہوا تو جو اس سے جدا ہوا اس کا بھی یہی حکم ہے واسطے نہ ہونے فارق کے اور نیز استدلال کیا جاتا ہے ساتھ اس کے اوپر نہ شرط ہونے جذب کرنے پانی کے اس واسطے کہ اگر یہ شرط ہوتا تو البتہ موقوف ہوتا پاک ہونا زمین کا اس کے خشک ہونے پر اور اسی طرح نہیں شرط ہے نچوڑنا

کپڑے کا اس واسطے کہ اس میں فرق نہیں اور کہا موفق نے مغنی میں بعد اس کے کہ حکایت کیا خلاف کو کہ اولیٰ حکم ساتھ پاک ہونے اس کے ہے مطلق اس واسطے کہ نہیں شرط کی حضرت ﷺ نے بیچ بہانے پانی کے اوپر پیشاب گنوار کے کوئی چیز اور اس حدیث میں نرمی کرنی ہے ساتھ جاہل کے اور تعلیم کرنی اس کی ساتھ اس چیز کے کہ لازم ہے اس کو بغیر سختی کرنے کے جب کہ نہ ہو یہ اس سے عناد خاص کر جب کہ ہو ان لوگوں میں سے کہ حاجت ہے اس کے الفت دلانے کی اور اس میں مہربانی حضرت ﷺ کی ہے اور نیک خو آپ کی اور اس میں تعظیم مسجد کی ہے اور ستھرا کرنا اس کا گندگیوں سے اور ظاہر حصر کا مسلم کی حدیث کے سیاق سے یہ ہے کہ نہیں جائز ہے مسجد میں کوئی چیز سوائے نماز اور قرآن اور ذکر کے لیکن اجماع ہے اس پر کہ مفہوم حصر کا اس سے معمول یہ نہیں اور نہیں شک اس میں کہ ان مذکور چیزوں کے سوائے مسجد میں کوئی کام کرنا خلاف اولیٰ ہے اور اس سے معلوم ہوا کہ زمین پاک ہو جاتی ہے ساتھ بہانے پانی کے اوپر اس کے اور نہیں شرط ہے کھودنا اس کا برخلاف حنفیوں کے جس جگہ کہ کہا ہے انہوں نے کہ نہیں پاک ہوتی زمین مگر اس کے کھودنے سے اسی طرح مطلق بیان کیا ہے نووی وغیرہ نے اور مذکور حنفیوں کی کتابوں میں تفصیل ہے درمیان اس کے کہ رخوہ یعنی نرم اس طور سے کہ اس کے اندر پانی گھس جائے پس اس زمین کے کھودنے کی حاجت نہیں اور درمیان اس کے جب کہ ہو سخت پس ضرور ہے کھودنا اس کا اور پھینکنا مٹی کا اس واسطے کہ پانی نہیں کیچڑ کرتا اس کے اوپر اور نیچے اور حجت ان کی حدیث ہے جو ضعیف ہے۔ (فتح)

بَابُ بَوْلِ الصِّبْيَانِ.

لڑکوں کے بول کا کیا حکم ہے (اور لڑکیوں کا بول بھی ان کے ساتھ ملحق ہے یا نہیں)۔

٢١٥ ـ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ يُوْسُفَ قَالَ أَخْبَرَنَا مَالِكٌ عَنْ هِشَامِ بْنِ عُرْوَةَ عَنْ أَبِيْهِ عَنْ عَائِشَةَ أُمِّ الْمُؤْمِنِيْنَ أَنَّهَا قَالَتْ أُتِيَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِصَبِيٍّ فَبَالَ عَلٰى ثَوْبِهٖ فَدَعَا بِمَآءٍ فَأَتْبَعَهٗ إِيَّاهُ.

٢١٥۔ ام المومنین عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ کے پاس ایک لڑکا لایا گیا سو اس نے حضرت ﷺ کے کپڑے پر بول کر دیا سو حضرت ﷺ نے پانی منگوایا اور اس کو پیشاب کے پیچھے لگایا (یعنی اس پر چھڑکا)۔

٢١٦ ـ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ يُوْسُفَ قَالَ أَخْبَرَنَا مَالِكٌ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ عَنْ عُبَيْدِ اللهِ بْنِ عَبْدِ اللهِ بْنِ عُتْبَةَ عَنْ أُمِّ قَيْسٍ بِنْتِ مِحْصَنٍ أَنَّهَا أَتَتْ بِابْنٍ لَهَا صَغِيْرٍ لَمْ يَأْكُلِ الطَّعَامَ إِلٰى رَسُوْلِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ

٢١٦۔ اُم قیس رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ وہ اپنے چھوٹے بچے کو نبی ﷺ کے پاس لائی پس بٹھلایا اس کو رسول اللہ ﷺ نے اپنی گود میں اس لڑکے نے حضرت ﷺ کے کپڑے پر بول کیا سو آپ نے پانی منگوایا اور اس پر چھڑک دیا اور اس کو نہ دھویا۔

وَسَلَّمَ فَأَجْلَسَهُ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ
وَسَلَّمَ فِيْ حَجْرِهٖ فَبَالَ عَلٰى ثَوْبِهٖ فَدَعَا
بِمَآءٍ فَنَضَحَهُ وَلَمْ يَغْسِلْهُ.

فائدہ: حنفیہ کہتے ہیں کہ لڑکے کا بول مثل بول لڑکی کے ناپاک ہے مگر اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ ان دونوں میں فرق ہے اگر دونوں کا پیشاب نجاست میں برابر ہوتا تو پھر اس فرق کا کوئی معنی نہ تھا یہ جو کہا کہ طعام نہ کھاتا تھا یعنی سوائے دودھ کے جس کو پیتا تھا اور کھجور کے کہ اس کے حلق میں ڈالا جاتا تھا اور ماسوائے شہد کے جس کو دوائی کے واسطے چاٹتا تھا اور سوائے اس کے پس گویا کہ مراد یہ ہے کہ نہیں حاصل ہوئی واسطے اس کے غذا پانی ساتھ غیر دودھ کے مستقل اور ایک روایت میں اتنا زیادہ ہے کہ ابن شہاب نے کہا کہ جاری ہوئی ہے سنت یہ کہ لڑکے کے پیشاب پر پانی چھڑکا جائے اور لڑکی کے پیشاب کو دھویا جائے اور اس حدیث میں کئی فائدے ہیں بلانا ہے طرف نیک کرنے معاملے کی اور تواضع کی اور نرمی کرنی ساتھ چھوٹے بچوں کے اور کھجور ڈالنی بیچ حلق ان کے کی اس واسطے کہ ایک روایت میں اتنا زیادہ ہے کہ حضرت ﷺ کے پاس ایک لڑکا لایا گیا کہ اس کے تالو میں کھجور لگا دیں اور برکت حاصل کرنی ساتھ اہل فضل کے اور اٹھا لے جانا لڑکوں کا طرف ان کی وقت پیدا ہونے کے اور بعد اس کے اور حکم پیشاب لڑکے اور لڑکی کا پہلے اس سے کہ کھانا کھائیں اور یہی ہے مقصود باب کا اور اختلاف کیا ہے علماء نے بیچ اس کے تین مذہب پر وہ تین وجہ ہیں واسطے شافعیہ کے صحیح تر یہ ہے کہ لڑکے کے پیشاب پر پانی چھڑکنا کافی ہے نہ لڑکی کے پیشاب پر اور یہ قول علی اور عطاء اور حسن اور زہری اور احمد اور اسحاق اور ابن وہب وغیرہم کا ہے دوسرا مذہب یہ ہے کہ کافی ہے پانی چھڑکنا بیچ دونوں کے اور یہ مذہب اوزاعی کا ہے اور حکایت کیا گیا ہے مالک اور شافعی سے اور خاص کیا ہے اس کو ابن عربی نے ساتھ اس کے جب کہ اُن کے پیٹ میں بالکل کوئی چیز داخل نہ ہوئی ہو تیسرا مذہب یہ ہے کہ وہ دونوں برابر ہیں بیچ واجب ہونے غسل کے اور یہ قول حنفیہ اور مالکیہ کا ہے ابن دقیق العید نے کہا کہ وہ اس میں قیاس کے تابع ہوئے ہیں اور کہتے ہیں کہ مراد ساتھ قول ام قیس کے وَلَمْ يَغْسِلْهُ یہ ہے کہ اس کے دھونے میں مبالغہ نہ کیا اور یہ خلاف ظاہر حدیث کا ہے اور بعید کرتی ہے اس کو وہ چیز جو وارد ہوئی ہے اور حدیثوں میں جو فرق کرنے والی ہیں درمیان پیشاب لڑکی اور لڑکے کے جیسا کہ آئندہ آئے گا اس واسطے کہ حنفیہ ان دونوں میں فرق نہیں کرتے اور تحقیق ذکر کی گئی ہیں بیچ فرق کرنے کے کئی وجہیں کہ بعض ان میں سے ضعیف ہیں اور قوی تر ان میں سے یہ ہے کہ نفس زیادہ تر معلق ہیں ساتھ لڑکوں کے عورتوں سے یعنی لوگوں کو لڑکوں سے بہت محبت ہوتی ہے اور لڑکیوں سے نہیں ہوتی یعنی پس حاصل ہوئی رخصت بیچ لڑکوں کے واسطے بہت ہونے مشقت کے اور استدلال کیا ہے ساتھ اس کے بعض مالکیہ نے اس

پر کہ ضرور ہے غسل میں ہونا امر زائد کا اوپر مجرد پہنچانے پانی کے طرف محل کی ۔ میں کہتا ہوں یہ مشکل ہے اوپر ان کے اس واسطے کہ وہ دعویٰ کرتے ہیں کہ مراد ساتھ نضح کے اس جگہ غسل ہے ۔ خطابی نے کہا کہ جو فقط پانی چھڑکنے کو جائز رکھتا ہے تو وہ اس وجہ سے نہیں کہ لڑکے کا پیشاب پاک ہے لیکن وہ واسطے ہلکے ہونے اس کی پلیدی کے ہے اور ثابت کیا ہے طحاوی نے خلاف کو پس کہا کہ ایک قوم کا یہ مذہب ہے کہ لڑکے کا پیشاب پاک ہے پہلے کھانے طعام کے اور جو حدیثیں کہ لڑکے اور لڑکی کے پیشاب میں فرق کرتی ہیں وہ یہ ہیں روایت کیا ہے احمد او راصحاب سنن نے سوائے نسائی کے کہ لڑکے کے پیشاب پر پانی چھڑکا جائے اور لڑکی کے پیشاب کو دھویا جائے ۔ قتادہ نے کہا اور یہ حکم اس وقت ہے جب کہ کھانا نہ کھاتے ہوں اور اس کی سند صحیح ہے اور ایک حدیث لبابہ بنت حارثہ کی ہے مرفوع کہ سوائے اس کے کچھ نہیں کہ لڑکی کے پیشاب کو دھویا جاتا ہے اور لڑکے کے پیشاب کو چھڑکا جاتا ہے روایت کیا ہے اس کو ابن ماجہ اور احمد نے اور صحیح کہا ہے اس کو ابن خزیمہ وغیرہ نے اور ایک حدیث ابو سمح کی ہے مانند اس کی ساتھ لفظ یرش کے ۔

بَابُ الْبَوْلِ قَآئِمًا وَقَاعِدًا. کھڑے ہو کر اور بیٹھ کر پیشاب کرنے کا بیان۔

فائدہ: ابن بطال نے کہا کہ دلالت حدیث کی اوپر بیٹھنے کے ساتھ طریق اولیٰ کے ہے اس واسطے کہ جب کھڑے جائز ہوا تو بیٹھے بطریق اولیٰ جائز ہوگا ۔ میں کہتا ہوں احتمال ہے کہ اشارہ کیا ہو ساتھ اس کے طرف حدیث عبدالرحمٰن بن حسنہ کی جس کو نسائی او رابن ماجہ وغیرہ نے روایت کیا ہے اس واسطے کہ اس میں ہے کہ حضرت ﷺ نے بیٹھے پیشاب کیا تو ہم نے کہا کہ دیکھو پیشاب کرتے ہیں جیسے عورت پیشاب کرتی ہے اور حکایت کی ابن ماجہ نے اپنے بعض مشائخوں سے کہ عرب کا یہ دستور تھا کہ کھڑے پیشاب کرتے تھے تو کیا تو اس کو نہیں دیکھتا کہ عبدالرحمٰن کی حدیث میں کہتا ہے کہ بیٹھے پیشاب کرتے ہیں جیسا کہ عورت پیشاب کرتی ہے اور حذیفہ رضی اللہ عنہ کی حدیث میں ہے کہ کھڑے ہوئے جیسا کہ کوئی تم میں سے کھڑا ہوتا ہے اور عبدالرحمٰن کی حدیث مذکور دلالت کرتی ہے اس پر کہ حضرت ﷺ اس میں ان کی مخالفت کرتے تھے سو بیٹھ کر پیشاب کرتے تھے اس واسطے کہ وہ زیادہ تر پردہ کرنے والا ہے اور بعید تر ہے پیشاب کے چھونے سے اور یہ حدیث صحیح ہے صحیح کہا ہے اس کو دارقطنی وغیرہ نے اور دلالت کرتی ہے اس پر حدیث عائشہ رضی اللہ عنہا کی کہا کہ نہیں پیشاب کیا حضرت ﷺ نے کھڑے ہو کر جب سے آپ پر قرآن اترا روایت کیا ہے اس کو ابو عوانہ نے اپنی صحیح میں اور حاکم نے ۔ (فتح الباری)

۲۱۷ ـ حَدَّثَنَا اٰدَمُ قَالَ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنِ الْأَعْمَشِ عَنْ أَبِيْ وَآئِلٍ عَنْ حُذَيْفَةَ قَالَ أَتَى النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ سُبَاطَةَ قَوْمٍ فَبَالَ

۲۱۷۔ حذیفہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ ایک قوم کی روڑی پر آئے سو آپ نے کھڑے ہو کر بول کیا پھر آپ نے پانی منگایا پس لایا میں آپ کے پاس پانی سو آپ نے وضو کیا۔

قَآئِمًا ثُمَّ دَعَا بِمَآءٍ فَجِئْتُهٗ بِمَآءٍ فَتَوَضَّأَ.

فائدہ: اس حدیث کی کئی تاویلیں لوگ کرتے ہیں بعض کہتے ہیں کہ حضرت ﷺ نے کھڑے ہو کر اس واسطے بول کیا کہ آپ بیمار تھے بیٹھ نہیں سکتے تھے بعض کہتے ہیں کہ وہ مکان اونچا تھا آپ کی طرف پیشاب لوٹ آتا تھا بعض کہتے ہیں کہ پیٹھ کا درد دفعہ کرنے کے واسطے کیا مگر یہ سب احتمالات بے دلیل ہیں ان پر کوئی دلیل نہیں پائی جاتی اور اصل بات یہ ہے کہ آپ نے کھڑے ہو کر پیشاب کو واسطے بیان جواز کے کیا تھا اگر کوئی کھڑے ہو کر پیشاب کرے تو جائز بلا کراہت ہے۔ سباط روڑی کو کہتے ہیں جو گھروں کے میدانوں میں ہوتی ہے اور اکثر اوقات نرم ہوتی ہے نہیں پھرتا اس میں پیشاب پیشاب کرنے والے پر اور نسبت اس کی طرف قوم کی نسبت اختصاص کی ہے نہ ملک کی اس واسطے کہ وہ گندگی سے خالی نہیں ہوتی اور ساتھ اس کے دفع ہوگا اعتراض اس شخص کا جو اس کو مشکل ٹھہراتا ہے اس واسطے کہ پیشاب دیوار کو کمزور کر ڈالتا ہے پس اس میں ضرر دینا ہے یا ہم کہتے ہیں کہ حضرت ﷺ نے تو صرف روڑی کے اوپر پیشاب کیا تھا نہ دیوار کی جڑ میں اور یہ صریح ہے روایت ابو عوانہ کی اس کی صحیح میں اور بعض کہتے ہیں کہ احتمال ہے کہ معلوم کیا ہو اس میں اذن ان کا ساتھ تصریح کے یا غیر اس کے یا اس واسطے کہ لوگ اس کو آسان جانتے ہیں یا واسطے معلوم کرنے آپ کے کی کہ وہ آپ کو مقدم کرتے ہیں اور ایک روایت میں اتنا زیادہ ہے کہ حضرت ﷺ ایک قوم کی روڑی پر آئے سو میں آپ سے دور ہوا تو آپ نے مجھ کو قریب بلایا یہاں تک کہ میں آپ کی ایڑیوں سے قریب ہوا سو حضرت ﷺ نے کھڑے ہو کر پیشاب کیا اور پانی منگوا کر وضو کیا اور اپنے موزوں پر مسح کیا اور استدلال کیا گیا ہے ساتھ اس کے اوپر جائز ہونے مسح کے حضر میں یعنی وطن میں اور شاید بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے مختصر کیا ہے اس کو۔ (فتح)

بَابُ الْبَوْلِ عِنْدَ صَاحِبِهٖ وَالتَّسَتُّرِ بِالْحَائِطِ.

اپنے ساتھی کے پاس پیشاب کرنا اور دیوار کے ساتھ پردہ کرنے کا بیان۔

۲۱۸ ـ حَدَّثَنَا عُثْمَانُ بْنُ أَبِيْ شَيْبَةَ قَالَ حَدَّثَنَا جَرِيْرٌ عَنْ مَنْصُوْرٍ عَنْ أَبِيْ وَآئِلٍ عَنْ حُذَيْفَةَ قَالَ رَأَيْتُنِيْ أَنَا وَالنَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَتَمَاشٰى فَأَتٰى سُبَاطَةَ قَوْمٍ خَلْفَ حَائِطٍ فَقَامَ كَمَا يَقُوْمُ أَحَدُكُمْ فَبَالَ فَانْتَبَذْتُ مِنْهُ فَأَشَارَ إِلَيَّ فَجِئْتُهٗ فَقُمْتُ عِنْدَ عَقِبِهٖ حَتّٰى فَرَغَ.

۲۱۸۔ حذیفہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے اپنے آپ کو اور نبی ﷺ کو چلتے دیکھا (یعنی ہم دونوں چلے جاتے تھے) پس حضرت ﷺ ایک قوم کے کوڑے پر آئے پیچھے دیوار کے اور آپ کھڑے ہو گئے جیسے کہ کوئی ایک تم میں سے کھڑا ہوتا ہے سو آپ نے پیشاب کیا اور میں آپ سے ایک طرف ٹھہر گیا پس آپ نے میری طرف اشارہ کیا سو میں آیا اور آپ کی پیٹھ کے پاس کھڑا ہو گیا یہاں تک کہ آپ پیشاب سے فارغ ہوئے۔

فائدہ: یہ جو کہا کہ میری طرف اشارہ کیا تو نہیں اس حدیث میں دلالت اوپر جائز ہونے کلام کے بیچ حالت پیشاب کے اس واسطے کہ اس روایت نے بیان کیا ہے کہ قول آپ کا مسلم کی روایت میں کہ قریب ہوا تھا ساتھ اشارے کے نہ ساتھ بولنے کے اور حضرت ﷺ کی عادت شریف یہ تھی کہ دور جاتے تھے وقت قضائے حاجت کی راہ سے جس میں لوگ چلتے ہیں اور دیکھنے والوں کی نظروں سے اور یہاں آپ نے اس کا خلاف کیا سو تحقیق کیا گیا ہے کہ تھے حضرت ﷺ مشغول ساتھ بھلائی مسلمانوں کے پس شاید دراز ہوا اوپر آپ کے بیٹھنا یہاں تک کہ آپ کو پیشاب کی حاجت ہوئی پس اگر اس کے واسطے دور جاتے تو البتہ ضرر پاتے اور حذیفہ رضی اللہ عنہ کو اپنے قریب کیا تا کہ پردہ کرے آپ کو پیچھے سے دیکھنے اس شخص کے سے کہ شاید گزرے ساتھ آپ کے اور آپ کی اگلی طرف میں دیوار سے پردہ تھا یا شاید اس کو بیان جواز کے واسطے کیا پھر آپ پیشاب میں تھے اور وہ ہلکا ہے پائخانے سے واسطے محتاج ہونے اس کے کی طرف زیادہ کھولنے ستر کے اور اس واسطے کہ اس کے ساتھ بدبو ہوتی ہے اور غرض دور ہونے سے چھپنا ہے اور وہ حاصل ہوتا ہے ساتھ ڈھیلا چھوڑنے دامن کے اور قریب ہونے کے پردہ کرنے والی چیز سے اور طبرانی نے عصمہ بن مالک سے روایت کی ہے کہ نکلے ہم پر حضرت ﷺ مدینے کے بعض کوچوں میں پس پہنچے ایک قوم کی روڑی پر سو کہا کہ اے حذیفہ! مجھ کو پردہ کر آخر حدیث تک اور ظاہر ہوئی اس سے حکمت بیچ قریب کرنے حضرت ﷺ کے حذیفہ رضی اللہ عنہ کو اس حالت میں اور جب حذیفہ رضی اللہ عنہ آپ کے پیچھے کھڑا ہوا تو آپ کو پیٹھ دی اور نیز ظاہر ہوا کہ یہ معاملہ حضر میں تھا نہ سفر میں اور یہ جو کہا کہ ابو موسیٰ بول میں سختی کرتے تھے وجہ یہ ہے کہ جو ابن منذر نے بیان کی ہے کہ ابو موسیٰ نے ایک مرد کو دیکھا کہ کھڑے پیشاب کرتا ہے تو کہا کہ تجھ کو خرابی ہو تو بیٹھ کر پیشاب کیوں نہیں کرتا۔ پھر ذکر کیا قصہ بنی اسرائیل کا اور ساتھ اس کے ظاہر ہوگی مطابقت حدیث حذیفہ رضی اللہ عنہ کی بیچ تعاقب کرنے اس کے کی ابو موسیٰ پر۔ (فتح)

بَابُ الْبَوْلِ عِنْدَ سُبَاطَةِ قَوْمٍ.

ایک قوم کی روڑی کے پاس پیشاب کرنا۔

٢١٩ ـ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَرْعَرَةَ قَالَ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنْ مَنْصُورٍ عَنْ أَبِي وَآئِلٍ قَالَ كَانَ أَبُو مُوسَى الْأَشْعَرِيُّ يُشَدِّدُ فِي الْبَوْلِ وَيَقُولُ إِنَّ بَنِي إِسْرَآئِيلَ كَانَ إِذَا أَصَابَ ثَوْبَ أَحَدِهِمْ قَرَضَهُ فَقَالَ حُذَيْفَةُ لَيْتَهُ أَمْسَكَ أَتَى رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ سُبَاطَةَ قَوْمٍ فَبَالَ قَآئِمًا.

٢١٩۔ ابو وائل رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ پیشاب کرنے میں بہت سختی کرتے تھے (یعنی پیشاب کی چھینٹوں سے بچنے میں بہت احتیاط کرتے تھے یہاں تک کہ آپ شیشی میں پیشاب کیا کرتے تھے تا کہ کسی طرح اس کی کوئی چھینٹ مجھ پر نہ پڑے) اور ابو موسیٰ رضی اللہ عنہ کہتے کہ بنی اسرائیل میں سے جب کسی کے کپڑے کو پیشاب لگ جاتا تھا تو اس کو کاٹ ڈالتا تھا سو حذیفہ رضی اللہ عنہ نے کہا کہ کاش کہ ابو موسیٰ رضی اللہ عنہ اس سے باز رہتے (اس لیے) کہ رسول اللہ ﷺ ایک قوم کی

روڑی پر آئے سو آپ نے کھڑے ہو کر پیشاب کیا۔

فائدہ: یعنی اگر ابو موسیٰ رضی اللہ عنہ ایسی سختی سے اپنے نفس کو روکتے تو کیا خوب ہوتا اور مقصود حذیفہ رضی اللہ عنہ کا اس کلام سے یہ ہے کہ ایسی احتیاط کرنا یہاں تک کہ شیشے میں بول کرنا خلاف سنت ہے اس لیے کہ حضرت ﷺ نے تو کھڑے ہو کر بول کیا ہے اور کھڑے ہو کر بول کرنے سے بے شک چھینٹیں اڑتی ہیں پھر باوجود اس کے حضرت ﷺ نے کھڑے ہو کر بول کیا شیشے وغیرہ میں بول کرنے کی تکلیف نہیں کی پس اس سے معلوم ہوا کہ پیشاب میں آسانی ہے اور یہ بھی اللہ تعالیٰ کا اس امت پر بڑا انعام ہے کہ بنی اسرائیل کی طرح پیشاب لگ جانے سے کاٹنے کا حکم نہیں دیا بلکہ فقط دھو ڈالنا فرمایا اور حجت پکڑی حذیفہ رضی اللہ عنہ نے ساتھ اس حدیث کے اس واسطے کہ کھڑے ہو کر پیشاب کرنے والا کبھی معترض ہوتا ہے واسطے چھینٹ پڑنے کے یعنی کبھی اس پر چھینٹ پڑ جانے کا احتمال ہوتا ہے اور نہ التفات کیا حضرت ﷺ نے طرف اس احتمال کی پس دلالت کی اس نے کہ سختی کرنی مخالف ہے واسطے سنت کے اور استدلال کیا گیا ہے ساتھ اس کے واسطے مالک کے کہ سوئی کے سر کے برابر پیشاب کا بدن یا کپڑے پر پڑنا معاف ہے اور اس میں نظر ہے اس واسطے کہ اس حالت میں حضرت ﷺ کے بدن کو اس سے کوئی چیز نہیں پہنچی اور ابن حبان نے کہا کہ کھڑے ہو کر پیشاب کرنے کا سبب یہ ہے کہ نہ پائی آپ نے کوئی جگہ کہ لائق ہو بیٹھنے کے اس واسطے کہ روڑی کی اگلی طرف اونچی تھی پس کھڑے ہو کر پیشاب کیا تا کہ امن میں ہوں اس سے کہ آپ کی طرف اس سے کچھ پلٹ آئے اور بعض کہتے ہیں کہ روڑی نرم ہوتی ہے پیشاب اس کے اندر دھنس جاتا ہے تو اس سے کوئی چیز پیشاب کرنے والے کی طرف نہیں پھرتی اور بعض کہتے ہیں کہ کھڑے ہو کر اس واسطے پیشاب کیا تھا تا کہ امن ہو نکلنے ہوا کے سے ساتھ آواز کے اس واسطے کہ حضرت ﷺ اس وقت گھر کے قریب تھے اور بعض کہتے ہیں کہ سبب اس کا یہ ہے کہ عرب کے لوگ اس سے پیٹھ کی درد کے واسطے شفا چاہتے ہیں سو شاید آپ کو درد ہوگا اور ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت ﷺ نے کھڑے ہو کر اس واسطے پیشاب کیا تھا کہ آپ کے گھٹنے میں زخم تھا اور یہ حدیث اگر صحیح ہو تو اس کے ساتھ سب احتمالات مذکورہ سے بے پرواہی ہو جاتی ہے لیکن ضعیف کہا ہے اس کو دارقطنی اور بیہقی نے اور ظاہر تر یہ بات ہے کہ حضرت ﷺ نے یہ کام بیان جواز کے واسطے کیا یعنی کھڑے ہو کر پیشاب کرنا بھی جائز ہے اور اکثر آپ بیٹھ کر پیشاب کیا کرتے تھے اور کہا ابو عوانہ وغیرہ نے کہ یہ منسوخ ہے اور ٹھیک یہ بات ہے کہ یہ منسوخ نہیں اور تحقیق ثابت ہو چکا ہے عمر اور علی اور زید بن ثابت رضی اللہ عنہم وغیرہم سے کہ انہوں نے کھڑے ہو کر پیشاب کیا اور یہ دلالت کرتا ہے اس کے جائز ہونے پر جب کہ امن میں ہو چھینٹ پڑنے سے اور نہیں ثابت ہوئی حضرت ﷺ سے اس کے منع ہونے میں کوئی چیز، واللہ اعلم۔ (فتح)

بَابُ غَسْلِ الدَّمِ. خون کے دھونے کا بیان۔

۲۲۰۔ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنّٰی قَالَ حَدَّثَنَا یَحْیٰی عَنْ هِشَامٍ قَالَ حَدَّثَتْنِیْ فَاطِمَةُ عَنْ أَسْمَآءَ قَالَتْ جَآءَ تِ امْرَأَةُ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَتْ أَرَأَیْتَ إِحْدَانَا تَحِیْضُ فِی الثَّوْبِ کَیْفَ تَصْنَعُ قَالَ تَحُتُّهُ ثُمَّ تَقْرُصُهُ بِالْمَآءِ وَتَنْضَحُهُ وَتُصَلِّیْ فِیْهِ.

۲۲۰۔ اسماء رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ ایک عورت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئی سو اس نے عرض کی کہ بھلا بتلاؤ تو اگر کسی کو ہم میں سے کپڑے میں حیض آئے یعنی حیض کا خون کپڑے کو لگ جائے تو کیا کرے؟ سو حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ کھرچ ڈالے اس کو پھر اس کو پانی سے مل دے اور اس پر پانی چھڑکے اور اس میں نماز پڑھ لے۔

فائدہ: کہا خطابی رحمہ اللہ نے کہ اس حدیث میں دلیل ہے اس پر کہ پلیدیاں فقط پانی سے ہی دور ہوتی ہیں اس کے سوا اور کسی پتلی چیز سے دور نہیں ہوتیں اس واسطے کہ تمام پلیدیاں لہو کی مانند ہیں نہیں فرق ہے درمیان اس کے کہ اور درمیان ان کے بالاجماع اور یہ قول جمہور کا ہے یعنی معین پانی واسطے دور کرنے پلیدی کے اور ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ اور ابو یوسف رحمہ اللہ سے روایت ہے کہ جائز ہے پاک کرنا پلید کا ساتھ ہر پتلی چیز پاک کے اور ان کی دلیلوں سے عائشہ رضی اللہ عنہا کی حدیث ہے کہ نہ تھا واسطے کسی کے ہم میں سے مگر ایک کپڑا حیض کرتی تھی بیچ اس کے پس جب اس کو لہو سے کچھ چیز پہنچتی تو اس کو اپنی لب سے تر کر کے اپنے ناخنوں سے ملتی وجہ حجت کی اس سے یہ ہے کہ اگر تھوک پاک کرنے والی نہ ہوتی تو البتہ زیادہ ہوتی پلیدی اور جواب دیا گیا ہے ساتھ اس طور کے کہ احتمال ہے کہ قصد کیا ہو اس نے ساتھ اس کے دور کرنا اس کے اثر کا پھر اس کے بعد دھو ڈالا ہو۔

فائدہ: جو شخص استدلال کرتا ہے ساتھ اس حدیث کے اوپر معین کرنے پانی کے واسطے دور کرنے پلیدی کے وہ تعاقب کیا گیا ہے ساتھ اس کے کہ یہ مفہوم لقب کا ہے اور یہ اکثر کے نزدیک حجت نہیں اور جواب یہ ہے کہ حدیث نے نص کی ہے اوپر پانی کے پس لاحق کرنا غیر اس کے کا ساتھ اس کے قیاس سے ہے اور اس کی شرط یہ ہے کہ فرع اصل سے علت میں کم ہو اور نہیں بیچ غیر پانی کے وہ چیز کہ پانی میں ہے پتلا ہونے سے اور جلدی گھس جانے اس کے سے بیچ چیز کے پس نہ لاحق ہوگا ساتھ اس کے غیر اس کا۔ (فتح)

۲۲۱۔ حَدَّثَنَا مُحَمَّدٌ هُوَ ابْنُ سَلَامٍ قَالَ حَدَّثَنَا أَبُوْ مُعَاوِیَةَ حَدَّثَنَا هِشَامُ بْنُ عُرْوَةَ عَنْ أَبِیْهِ عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ جَآءَ تْ فَاطِمَةُ بِنْتُ أَبِیْ حُبَیْشٍ إِلَی النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَتْ یَا رَسُوْلَ اللّٰهِ إِنِّیْ امْرَأَةٌ أُسْتَحَاضُ فَلَا أَطْهُرُ أَفَأَدَعُ الصَّلَاةَ فَقَالَ

۲۲۱۔ عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ آئی فاطمہ بیٹی ابی حبیش کی طرف نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی سو اس نے عرض کی یا رسول اللہ! میں ایک عورت ہوں کہ استحاضہ کی جاتی ہوں یعنی مجھ کو ہمیشہ خون جاری رہتا ہے پس نہیں پاک ہوتی ہوں پس کیا چھوڑ دوں میں نماز کو سو حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا سوائے اس کے نہیں کہ خون ایک رگ کا ہے جس کا نام عاذل ہے اور نہیں ہے یہ

رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا إِنَّمَا ذٰلِكِ عِرْقٌ وَلَيْسَ بِحَيْضٍ فَإِذَا أَقْبَلَتْ حَيْضَتُكِ فَدَعِي الصَّلَاةَ وَإِذَا أَدْبَرَتْ فَاغْسِلِيْ عَنْكِ الدَّمَ ثُمَّ صَلِّيْ قَالَ وَقَالَ أَبِيْ ثُمَّ تَوَضَّئِيْ لِكُلِّ صَلَاةٍ حَتّٰى يَجِيْءَ ذٰلِكَ الْوَقْتُ.

حیض کا پس جب تجھ کو شروع ہو یعنی جو دن حیض کے تو نے مقرر کیے ہیں تو نماز کو چھوڑ دے اور جب حیض کے دن گزر جائیں تو اپنے سے خون دھو ڈال اور نماز پڑھ۔ ہشام کہتا ہے کہ عروہ نے کہا کہ پھر وضو کر ہر نماز کے لیے یہاں تک کہ آ جائے وقت حیض کا۔

فائدہ: استحاضہ جاری ہونا خون کا ہے عورت کی شرم گاہ سے بیچ غیر وقت آنے لہو کے اور یہ جو کہا کہ نہ یعنی نماز نہ چھوڑ اور مراد ساتھ اقبال اور ادبار کے اس جگہ شروع ہونا حیض کے لہو کا ہے اور بند ہونا اُس کا اور یہ جو کہا کہ پس نماز کو چھوڑ دے تو یہ بغل گیر ہے نہی حائض کو نماز سے اور وہ نہی واسطے حرام کرنے کے ہے اور تقاضا کرتی ہے نماز کے فاسد ہونے کو ساتھ اجماع کے اور یہ جو کہا کہ اپنے بدن سے خون کو دھو ڈال تو مراد یہ ہے کہ اور غسل کر اور حکم ساتھ نہانے کے مستفاد ہے اور دلیلوں سے۔

بَابُ غَسْلِ الْمَنِيِّ وَفَرْكِهٖ وَغَسْلِ مَا يُصِيْبُ مِنَ الْمَرْأَةِ.

باب ہے بیان میں دھونے اور کھرچنے منی کے اور دھونے میں اس چیز کے جو عورت سے پہنچے یعنی عورت سے جماع کرنے کے وقت اگر کچھ رطوبت اپنے کپڑے یا بدن کو لگ جائے تو اس کا کیا حکم ہے۔

فائدہ: نہیں روایت کی بخاری رحمہ اللہ نے حدیث کھرچنے کی بلکہ کفایت کی ساتھ اشارے کی طرف اس کی بیچ ترجمہ کے موافق اپنی عادت کے اس واسطے کہ وہ بھی عائشہ رضی اللہ عنہا کی حدیث سے وارد ہو چکا ہے جیسا کہ ہم اس کو ذکر کریں گے اور نہیں درمیان حدیث غسل کے اور حدیث فرک کے تعارض اس واسطے کہ تطبیق ان کے درمیان واضح ہے بنا بر قائل ہونے کے ساتھ پاک ہونے منی کے ساتھ اس طور کے کہ حمل کیا جائے دھونا اوپر استحباب کے واسطے ستھرائی کے نہ اوپر وجوب کے اور یہ طریقہ شافعی کا ہے اور احمد اور اصحاب حدیث کا اور اگر منی کو ناپاک کہا جائے تو بھی تطبیق ممکن ہے ساتھ اس طور کے کہ حمل کیا جائے غسل اوپر اس کے جب کہ ہو تر اور کھرچنا اوراس لے جب کہ ہو خشک اور یہ طریقہ حنفیہ کا ہے اور پہلا طریقہ زیادہ تر راجح ہے اس واسطے کہ اس میں عمل ہے ساتھ یث اور قیاس دونوں کے اس واسطے کہ اگر ناپاک ہوتی تو البتہ قیاس یہ چاہتا تھا کہ اس کا دھونا واجب ہو نہ ے کھرچنے پر کفایت کرنی مانند لہو وغیرہ کے اور وہ نہیں کفایت کرتے بیچ اس چیز کے کہ نہیں معاف ہے لہو سے کھرچنے کے اور نیز رد کرتا ہے دوسرے طریقہ کو جو دوسرے طریق سے عائشہ رضی اللہ عنہا سے ہے کہ تھی وہ پونچھتی

منی کو حضرت ﷺ کے کپڑے سے ساتھ جڑ اذخر گھاس کے یعنی تر منی کو پھر نماز پڑھتے بیچ اس کے اور کھرچتی اس کو حضرت ﷺ کے کپڑے سے جب کہ خشک ہوتی پھر نماز پڑھتے بیچ اس کے اس واسطے کہ وہ بغل گیر ہے غسل کے ترک کرنے کو دونوں حالتوں میں اور اوپر مالک پس نہیں پہچانتا فرک کو یعنی کھرچنے کو اور کہا کہ عمل نزدیک اُن کے اوپر وجوب غسل کے ہے مانند باقی سب پلیدیوں کے اور حدیث فرک کی حجت نہیں اوپر اُن کے اور حمل کیا ہے اس کے بعض اصحاب نے فرک کو اوپر ملنے کے ساتھ پانی کے اور وہ مردود ہے ساتھ اس چیز کے کہ مسلم کی ایک روایت میں عائشہ رضی اللہ عنہا سے ہے کہ البتہ میں نے اپنے آپ دیکھا اور بے شک میں خشک منی کو حضرت ﷺ کے کپڑے سے کھرچتی تھی اور ساتھ اس چیز کے کہ صحیح کہا ہے اس کو ترمذی نے کہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے انکار کیا اپنے مہمان پر دھونے اس کے سے کپڑے کو سو کہا کہ کیوں خراب کیا تو نے ہمارا کپڑا سوائے اس کے کچھ نہیں کفایت کرتا تھا اس کو کھرچنا اس کا اپنی انگلیوں سے اس واسطے کہ اکثر اوقات میں نے اس کو حضرت ﷺ کے کپڑے سے کھرچا اور ان میں سے بعض کہتے ہیں کہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے جس کپڑے میں کھرچنے کی ساتھ کفایت کی تھی وہ کپڑا سونے کا تھا اور جس کپڑے کو دھویا تھا وہ نماز کا کپڑا تھا اور یہ بھی مردود ہے ساتھ اس چیز کے کہ مسلم کے بعض طریقوں میں عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ البتہ میں نے اپنے تئیں دیکھا کہ میں اس کو حضرت ﷺ کے کپڑے سے کھرچتی ہوں سو اس میں نماز پڑھتے اور یہ پیچھے لانا ساتھ فرک کے دور کرتا ہے احتمال تخلل غسل کو درمیان فرک اور نماز کے اور صریح تر اس سے روایت ابن خزیمہ کی ہے کہ وہ اس کو حضرت ﷺ کے کپڑے سے کھرچتی تھی اور حالانکہ آپ اس میں نماز پڑھتے تھے اور بر تقدیر نہ واجب ہونے کسی چیز کے اس سے پس نہیں حدیث باب میں وہ چیز جو دلالت کرے اوپر پلید ہونے منی کے اس واسطے کہ دھونا عائشہ رضی اللہ عنہا کا فعل ہے اور مجرد فعل وجوب پر دلالت نہیں کرتا اور طعن کیا ہے بعض نے بیچ استدلال کے ساتھ حدیث فرک کے اوپر پاک ہونے منی کے ساتھ اس طور کے کہ حضرت ﷺ کی منی پاک ہے سوائے غیر آپ کے کی مانند فضلوں آپ کے کی اور جواب بر تقدیر صحت ہونے اس کے کی خصائص سے کہ منی آپ کے جماع کرنے کے سبب سے تھی پس ملنے والی ہوگی عورت کی منی سے پس اگر عورت کی منی ناپاک ہوتی تو نہ کفایت کرتی اس میں ساتھ کھرچنے کے اور ساتھ اس کے حجت پکڑی ہے شیخ موفق وغیرہ نے اوپر پاک ہونے رطوبت فرج عورت کے اور کہا جو کہتا ہے کہ منی نہیں سالم ہوتی مذی سے پس ناپاک ہوگی ساتھ اس کے اس کی بات ٹھیک نہیں اس واسطے کہ شہوت جب سخت ہو تو نکلتی ہے منی سوائے مذی اور بول کے مانند حالت احتلام کی اور یہ جو کہا کہ دھونا اس چیز کا کہ پہنچے یعنی کپڑے وغیرہ کو عورت سے اور اس مسئلے میں حدیث ہے صریح کہ ذکر کیا ہے اس کو بخاری رحمہ اللہ نے کتاب الغسل کے اخیر میں عثمان رضی اللہ عنہ کی حدیث سے اور نہیں ذکر کیا اس نے اس کو اس جگہ اور گویا کہ اس نے اس کو استنباط کیا ہے اس چیز

سے کہ اشارہ کیا ہے ہم نے طرف اس کی کہ منی جو حاصل ہے کپڑے میں نہیں خالی ہوتی غالب ملنے پانی عورت کے سے اور اس کی رطوبت سے۔ (فتح)

۲۲۲۔ حَدَّثَنَا عَبْدَانُ قَالَ أَخْبَرَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ الْمُبَارَكِ قَالَ أَخْبَرَنَا عَمْرُو بْنُ مَيْمُوْنٍ الْجَزَرِيُّ عَنْ سُلَيْمَانَ بْنِ يَسَارٍ عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ كُنْتُ أَغْسِلُ الْجَنَابَةَ مِنْ ثَوْبِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَيَخْرُجُ إِلَى الصَّلَاةِ وَإِنَّ بُقَعَ الْمَآءِ فِي ثَوْبِهِ.

۲۲۲۔ عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ میں دھوتی تھی اثر جنابت کو یعنی منی اور رطوبت جنابت کو کپڑے سے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے سو حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نماز کی طرف نکلتے اور پانی کی نشانی آپ کے کپڑے میں ہوتی۔

۲۲۳۔ حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ قَالَ حَدَّثَنَا يَزِيْدُ قَالَ حَدَّثَنَا عَمْرٌو يَعْنِي ابْنَ مَيْمُوْنٍ عَنْ سُلَيْمَانَ بْنِ يَسَارٍ قَالَ سَمِعْتُ عَائِشَةَ ح وَحَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ قَالَ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْوَاحِدِ قَالَ حَدَّثَنَا عَمْرُو بْنُ مَيْمُوْنٍ عَنْ سُلَيْمَانَ بْنِ يَسَارٍ قَالَ سَأَلْتُ عَائِشَةَ عَنِ الْمَنِيِّ يُصِيْبُ الثَّوْبَ فَقَالَتْ كُنْتُ أَغْسِلُهُ مِنْ ثَوْبِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَيَخْرُجُ إِلَى الصَّلَاةِ وَأَثَرُ الْغَسْلِ فِي ثَوْبِهِ بُقَعُ الْمَآءِ.

۲۲۳۔ سلیمان بن یسار رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے عائشہ رضی اللہ عنہا سے منی کا حکم پوچھا جو کپڑے کو لگ جائے سو عائشہ رضی اللہ عنہا نے کہا کہ میں دھوتی تھی کپڑے سے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے یعنی منی کو سو آپ نماز کی طرف نکلتے اور اثر پانی کا آپ کے کپڑے میں ہوتا۔

فائدہ: یہ جو کہا کہ میں نے عائشہ رضی اللہ عنہا سے منی کا حکم پوچھا یعنی کیا مشروع ہے دھونا اس کا یا نہیں پس حاصل ہوا جواب ساتھ اس طور کے کہ وہ اس کو دھوتی تھیں اور نہیں اس میں وہ چیز کہ واجب کرے اس کے دھونے کو پس نکلتے یعنی حجرے سے طرف نماز کی اور اس روایت میں جواز سوال عورتوں کا ہے ہے اُس چیز سے کہ شرم کی جاتی ہے اُس سے واسطے مصلحت سیکھنے احکام کے اور اس میں خدمت کرنی عورتوں کی ہے اپنے خاوندوں کے واسطے اور استدلال کیا ہے ساتھ اس کے بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے اس پر کہ باقی رہنا اثر کا بعد دور ہونے ذات کے بیچ دور کرنے پلیدی وغیرہ کے نہیں ضرر کرتا اسی واسطے بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے باب باندھا ہے ساتھ اس کے کہ جب دھوئے جنابت وغیرہ کو اور اس کا اثر دور نہ ہو۔ یعنی نہ ہو دور اثر چیز دھوئی گئی کا اور اس کی مراد یہ ہے کہ یہ اثر کا رہنا ضرر نہیں کرتا اور ذکر کی باب میں حدیث جنابت کی اور لاحق کیا ساتھ اس کے غیر اُس کے کو ساتھ قیاس کے یا اشارہ کیا ساتھ اس کے طرف اس چیز کی

کہ روایت کی ہے ابوداؤد وغیرہ نے ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے کہ خولہ بنت یسار نے کہا کہ یا حضرت نہیں میرے پاس مگر ایک کپڑا اور مجھ کو حیض ہوتا ہے سو فرمایا کہ جب تو پاک ہوا کرے تو اس کو دھو ڈال پھر اس میں نماز پڑھ اُس نے عرض کی کہ اگر خون کا اثر دور نہ ہو فرمایا کفایت کرتا ہے تجھ کو پانی یعنی پانی سے دھونا اور نہیں ضرر کرتا اثر اس کا اور اس کی سند میں ضعف ہے ذکر کیا ہے اس کو بیہقی نے اور مراد ساتھ اثر کے یہ ہے کہ اس کا دور ہونا دشوار ہو واسطے تطبیق کے درمیان اس حدیث کے اور ام قیس کے کہ کھرچ ڈال اُس کو پسلی کی ہڈی سے اور دھو ڈال اس کو پانی اور بیری کے پتوں سے اور سند اس کی حسن ہے لیکن چونکہ یہ حدیث بخاری رحمہ اللہ کی شرط پر نہیں اس واسطے اس کو ذکر نہ کیا اور استنباط کیا اس حدیث سے کہ اس کی شرط پر تھی وہ چیز کہ دلالت کرے ان معنوں پر۔ (فتح)

بَابٌ إِذَا غَسَلَ الْجَنَابَةَ أَوْ غَيْرَهَا فَلَمْ يَذْهَبْ أَثَرُهُ.

باب ہے بیان میں اس کے کہ جب منی وغیرہ کو دھو ڈالے اور اُس کا اثر باقی رہے یعنی ابھی تر ہے خشک نہ ہو تو اس میں نماز پڑھنی جائز ہے۔

٢٢٤ ـ حَدَّثَنَا مُوْسَى بْنُ إِسْمَاعِيْلَ الْمِنْقَرِيُّ قَالَ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْوَاحِدِ قَالَ حَدَّثَنَا عَمْرُو بْنُ مَيْمُوْنٍ قَالَ سَأَلْتُ سُلَيْمَانَ بْنَ يَسَارٍ فِي الثَّوْبِ تُصِيْبُهُ الْجَنَابَةُ قَالَ قَالَتْ عَائِشَةُ كُنْتُ أَغْسِلُهُ مِنْ ثَوْبِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ثُمَّ يَخْرُجُ إِلَى الصَّلَاةِ وَأَثَرُ الْغَسْلِ فِيْهِ بُقَعُ الْمَآءِ.

۲۲۴۔ ترجمہ اس کا وہی ہے جو اوپر گزرا۔

٢٢٥ ـ حَدَّثَنَا عَمْرُو بْنُ خَالِدٍ قَالَ حَدَّثَنَا زُهَيْرٌ قَالَ حَدَّثَنَا عَمْرُو بْنُ مَيْمُوْنِ بْنِ مِهْرَانَ عَنْ سُلَيْمَانَ بْنِ يَسَارٍ عَنْ عَائِشَةَ أَنَّهَا كَانَتْ تَغْسِلُ الْمَنِيَّ مِنْ ثَوْبِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ثُمَّ أَرَاهُ فِيْهِ بُقْعَةً أَوْ بُقَعًا.

۲۲۵۔ عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ میں دھو ڈالتی تھی منی کو کپڑے سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پھر میں اس کی نشانی کپڑے میں دیکھتی۔

بَابُ أَبْوَالِ الْإِبِلِ وَالدَّوَابِّ وَالْغَنَمِ وَمَرَابِضِهَا.

باب ہے بیان میں پیشاب اونٹوں اور چار پائیوں اور بکریوں کے اور جگہ باندھنے ان کے (یعنی جس جگہ اونٹ وغیرہ چار پائے باندھے جاتے ہیں اس جگہ نماز

پڑھنی کیسی ہے)۔

فائدہ: اور مراد ساتھ دواب کے اس جگہ معنی اس کے عرفی ہیں اور گھروں والے چوپائے ہیں گھوڑوں اور خچروں اور گدھوں سے اور یہ عطف عام کا ہے خاص پر اور اسی واسطے بیان کیا ہے اثر ابو موسیٰ رضی اللہ عنہ کا بیچ نماز اس کی کے دار البرید میں اس واسطے کہ وہ جگہ ہے چوپایوں کی جو سواری کیے جاتے ہیں اور بیان کی حدیث عرینیوں کی تاکہ استدلال کرے ساتھ اس کے اوپر پاک ہونے پیشاب اونٹ کے اور حدیث مرابض غنم کی تاکہ استدلال کرے ساتھ اس کے اوپر اس کے بھی اس سے اور نہیں بیان کیا بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے حکم موافق اپنی عادت کے مختلف فیہ میں لیکن ظاہر وارد کرنا اس کا عرینیوں کی حدیث کو مشعر ہے ساتھ اختیار کرنے اس کے کی پاکی کو اور دلالت کرتا ہے اس پر قول اس کا قبر والے کی حدیث میں اور نہیں ذکر کیا کسی چیز کو سوائے پیشاب آدمیوں کے اور یہی مذہب ہے شعبی اور ابن علیہ اور داؤد وغیرہم کا اور یہ رد کرتا ہے اُس شخص پر جو نقل کرتا ہے اجماع کو اوپر ناپاک ہونے بول ہو غیر ماکول کے مطلق اور اس میں اعتراض ہے اور دار البرید ایک جگہ ہے کوفے میں اس میں ایلچی اترتے تھے جب کہ حاضر ہوتے خلفاء کی طرف سے طرف امیروں کی اور تھے ابو موسیٰ رضی اللہ عنہ امیر اوپر کوفے کے بیچ خلافت عمر رضی اللہ عنہ اور عثمان رضی اللہ عنہ کے اور وہ گھر شہر سے ایک طرف پر تھا اور اسی واسطے تھا جنگل اُس کے ایک پہلو میں اور یہ جو کہا کہ یہ جگہ اور وہ جگہ دونوں برابر ہیں یعنی برابر ہیں بیچ صحیح ہونے نماز کے اور تعاقب کیا گیا ہے ساتھ اس طور کے کہ نہیں اس میں دلیل ہے اوپر پاک ہونے لید چوپایوں کے نزدیک ابو موسیٰ رضی اللہ عنہ کے اس واسطے کہ ممکن ہے کہ اُس میں کپڑا اچھا کر اُس پر نماز پڑھی ہو اور جواب دیا گیا ہے کہ اصل نہ ہونا اُس کا ہے اور تحقیق روایت کیا ہے اُس کو سفیان ثوری نے اپنی جامع میں اعمش سے اور اس کے لفظ یہ ہیں کہ نماز پڑھائی ہم کو ابو موسیٰ رضی اللہ عنہ نے ایک جگہ میں کہ اُس میں گوبر تھا اور یہ ظاہر ہے اس میں کہ درمیان کوئی پردہ واقع نہ تھا جس پر نماز پڑھی بلکہ صاف زمین پر نماز پڑھی اور اولیٰ یہ ہے کہ کہا جائے کہ یہ ابو موسیٰ رضی اللہ عنہ کا فعل ہے اور تحقیق مخالفت کی ہے اس کی غیر اس کے نے اصحاب سے مانند ابن عمر رضی اللہ عنہما وغیرہ کی پس نہ ہوگی حجت یا شاید ابو موسیٰ رضی اللہ عنہ نہ دیکھتے تھے پاکی کو شرط بیچ صحیح ہونے نماز کے بلکہ شاید اُن کی رائے یہ تھی کہ یہ بسر خود واجب ہے اور یہ مذہب مشہور ہے اور تحقیق گذر چکی ہے مثل اس کی بیچ قصے اُس صحابی کے میں نے نماز پڑھی بعد اس کے کہ نکلا اور ظاہر ہوا اُس پر لہو بہت پس نہ ہوگی اس میں حجت اس پر کہ لید پاک ہے جیسا کہ نہیں ہے حجت بیچ اس کے اس پر کہ لہو پاک ہے اور قیاس غیر ماکول کا ماکول پر ظاہر نہیں اس واسطے کہ دونوں کے درمیان فرق ظاہر ہے اور اس کی بحث عنقریب آئے گی اور یہ تمسک ساتھ عموم حدیث ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کے کہ صحیح کہا ہے اس کو ابن خزیمہ وغیرہ نے مرفوع **استنزھو من البول فان عامة عذاب القبر منه** یعنی بچو پیشاب سے اس واسطے کہ اکثر قبر کا عذاب اسی سے ہوتا ہے اولیٰ ہے اس واسطے کہ وہ ظاہر ہے بیچ شامل

تمام پیشابوں کے پس واجب ہے پرہیز کرنی سب سے واسطے اس وعدے عذاب کے واللہ اعلم۔

وَصَلّٰى أَبُوْ مُوْسٰى فِيْ دَارِ الْبَرِيْدِ وَالسِّرْقِيْنِ وَالْبَرِّيَّةُ إِلٰى جَنْبِهٖ فَقَالَ هَا هُنَا وَثَمَّ سَوَآءٌ.

یعنی ابو موسیٰ رضی اللہ عنہ نے نماز پڑھی ایلچیوں کے اترنے کی جگہ میں اور گوبر کی جگہ میں اور اُن کے پہلو میں میدان تھا سو کہا کہ یہ جگہ اور وہ جگہ برابر ہے۔

۲۲۶ ۔ حَدَّثَنَا سُلَيْمَانُ بْنُ حَرْبٍ قَالَ حَدَّثَنَا حَمَّادُ بْنُ زَيْدٍ عَنْ أَيُّوْبَ عَنْ أَبِيْ قِلَابَةَ عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ قَالَ قَدِمَ أُنَاسٌ مِنْ عُكْلٍ أَوْ عُرَيْنَةَ فَاجْتَوَوُا الْمَدِيْنَةَ فَأَمَرَهُمُ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِلِقَاحٍ وَأَنْ يَّشْرَبُوْا مِنْ أَبْوَالِهَا وَأَلْبَانِهَا فَانْطَلَقُوْا فَلَمَّا صَحُّوْا قَتَلُوْا رَاعِيَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَاسْتَاقُوا النَّعَمَ فَجَآءَ الْخَبَرُ فِيْ أَوَّلِ النَّهَارِ فَبَعَثَ فِيْ اٰثَارِهِمْ فَلَمَّا ارْتَفَعَ النَّهَارُ جِيْءَ بِهِمْ فَأَمَرَ فَقَطَعَ أَيْدِيَهُمْ وَأَرْجُلَهُمْ وَسُمِرَتْ أَعْيُنُهُمْ وَأُلْقُوْا فِي الْحَرَّةِ يَسْتَسْقُوْنَ فَلَا يُسْقَوْنَ قَالَ أَبُوْ قِلَابَةَ فَهٰؤُلَاءِ سَرَقُوْا وَقَتَلُوْا وَكَفَرُوْا بَعْدَ إِيْمَانِهِمْ وَحَارَبُوا اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ.

۲۲۶۔ انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آئے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس چند آدمی قبیلہ عکل سے یا عرینہ سے پس مدینہ کی ہوا کو انہوں نے ناموافق پایا (یعنی وہاں کی ہوا اُن کو موافق نہ آئی اور بیمار ہوگئے کہ پھول گئے پیٹ اُن کے اور زرد ہوگئے رنگ ان کے) پس حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو حکم فرمایا کہ جاریں زکوۃ کے دودھ دینے والی اونٹنیوں میں جو میدان میں چرتی ہیں اور پئیں اُن کے بول اور دودھ پس چلے گئے (یعنی وہاں میدان میں جا رہے ہیں) پس جب تندرست ہوئے تو مرتد ہو گئے اور چرواہوں کو قتل کر ڈالا اور اونٹوں کو ہانک لے گئے پس دن کے اول میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو خبر پہنچی پس حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے کئی سواروں کو اُن کے پیچھے بھیجا (یعنی اُن کے پکڑنے کے واسطے) سو جب دن بلند ہوا تو وہ لائے گئے یعنی حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس پکڑے آئے سو آپ نے حکم کیا پس اُن کے ہاتھ اور پاؤں کاٹے گئے اور میخوں کو گرم کر کے اُن کی آنکھوں میں پھیرا گیا اور اُن کو مدینہ کی سنگستان زمین میں ڈال دیا گیا پانی مانگتے تھے تو نہ پانی دیے جاتے تھے۔ ابو قلابہ نے کہا سو یہ لوگ تھے جنہوں نے چوری کی اور قتل کیا اور کفر کیا پیچھے ایمان اپنے کے اور لڑائی کی اللہ اور رسول سے۔

فائدہ: اس حدیث سے معلوم ہوا کہ جن جانوروں کا گوشت کھایا جاتا ہے اُن کا بول بھی پاک ہے اور یہ قول ہے مالکیہ اور احمد اور اور محمد اور اہل ظاہر کا اور جو لوگ کہتے ہیں کہ بول اونٹوں کا ناپاک ہے اُن کے پاس سوائے تاویلات بعیدہ کے کوئی دلیل نہیں ہے اور حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا اُن کو اس طرح کا عذاب کرنا باوجودیکہ آپ نے مثلہ سے منع کیا ہے

یا تو بطریقِ قصاص کے تھا کہ انہوں نے بھی چرواہوں سے ایسا ہی معاملہ کیا تھا یا اس واسطے کہ اُن کا قصور بڑا تھا، واللہ اعلم۔ ایک روایت میں ہے کہ وہ اونٹ زکوٰۃ کے تھے اور ایک روایت میں ہے کہ وہ حضرت ﷺ کی اونٹنیاں تھیں تو تطبیق یوں ہے کہ زکوٰۃ کے اونٹ مدینے سے باہر چرتے تھے سو جس وقت حضرت ﷺ نے اپنی اونٹنیوں کو چراگاہ کی طرف بھیجا اُسی وقت انہوں نے چاہا کہ اونٹنیوں کے دودھ پینے کے واسطے میدان کی طرف نکلیں تو حضرت ﷺ نے اُن کو حکم کیا کہ چرواہوں کے ساتھ نکلیں پس نکلے ساتھ چرواہوں کے طرف اونٹوں کی سو کیا جو کچھ کیا اور یہ جو کہا پس حکم کیا اُن کو یہ کہ پییں دودھ اُن کا سو لیکن اُن کا دودھ صدقہ کا پس اس واسطے ہے کہ وہ مسافر تھے اور اوپر پینا اُن کا دودھ حضرت ﷺ کی اونٹنیوں کا پس ساتھ اجازت مذکور کے ہے اور اوپر پینا اُن کا پیشاب کو پس حجت پکڑی ہے ساتھ اُس کے اُس شخص نے جو کہتا ہے کہ پیشاب پاک ہے لیکن پیشاب اونٹوں کا پس ساتھ اس حدیث کے اور اوپر ماکول اللحم سے پس ساتھ قیاس کرنے کے ہے اوپر اُس کے اور یہ قول مالک اور احمد اور ایک گروہ کا ہے سلف سے اور موافق ہیں اُن کے ابن خزیمہ اور ابن منذر اور ابن حبان اور اصطخری اور رویانی یعنی اُن لوگوں کا بھی یہی مذہب ہے اور شافعی اور جمہور کا یہ مذہب ہے کہ سب پیشاب اور پاخانے پلید ہیں خواہ ان جانوروں کے ہوں جن کا گوشت کھایا جاتا ہے یا اُن کے جن کا گوشت حرام ہے اور حجت پکڑی ہے ابن منذر نے واسطے قول اپنے کے کہ چیزیں سب پاک ہیں یہاں تک کہ ثابت ہو پلیدی کہا اس نے اور یہ جو گمان کرتا ہے کہ یہ حکم ان لوگوں کے ساتھ خاص ہے تو اس کی بات ٹھیک نہیں اس واسطے کہ خاصی ہیں ثابت ہوتی مگر دلیل سے اور بیچ نہ انکار کرنے اہل علم کے اوپر بیچنے لوگوں کے بکریوں کی مینگنیوں کو اپنے بازاروں میں اور استعمال کرنے اونٹوں کے پیشاب کے اپنے دواؤں میں پہلے اور پچھلے زمانے میں بغیر انکار کے دلیل ہے اوپر پاک ہونے اُن کے کی میں کہتا ہوں کے یہ استدلال ضعیف ہے اس واسطے کہ جس چیز میں اختلاف ہے اس پر انکار کرنا واجب نہیں پس اس پر نہ انکار کرنا اس پر دلالت نہیں کرتا کہ وہ جائز ہے چہ جائے کہ پاک ہو اور تحقیق دلالت کرتی ہے اوپر پلید ہونے سب پیشابوں کے حدیث ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی جو پہلے بیان کی اور کہا ابن عربی نے کہ تعلق کیا ہے ساتھ اس حدیث کے اُس شخص نے جو اونٹوں کے پیشاب کو پاک کہتا ہے اور معارضہ کیا گیا ہے اُن کا ساتھ اس کے کہ اجازت دی حضرت ﷺ نے واسطے اُن کے بیچ پینے اس کے کی واسطے دوا کرنے کے اور تعاقب کیا گیا ہے ابن عربی کا ساتھ اس طور کے کہ یہ دوا کرنی نہیں تھی حالت ضرورت میں اس دلیل سے کہ واجب نہیں پس کس طرح حلال ہوگا حرام واسطے اُس چیز کے کہ واجب نہیں اور جواب دیا گیا ہے کہ بلکہ یہ حالت ضرورت کی ہے جب کہ خبر دے اس کو ساتھ اس کے وہ شخص جس کی خبر پر اعتماد کیا جاتا ہے اور جو ضرورت کے واسطے مباح ہو اس کا نام حرام نہیں رکھا جاتا وقت کھانے اس کے کی واسطے دلیل اس آیت کے ﴿وَقَدْ فَصَّلَ لَكُمْ مَّا حَرَّمَ عَلَيْكُمْ إِلَّا مَا اضْطُرِرْتُمْ إِلَيْهِ﴾ سو جس چیز کی طرف آدمی بے بس ہو پس نہیں حرام ہے وہ اوپر اس کے مانند مردار کی واسطے بے بس

آدمی کے اور یہ جو اس کی کلام سے معلوم ہوتا ہے کہ حرام نہیں مباح ہوتا مگر واسطے واجب کے تو یہ مسلم نہیں اس واسطے کہ رمضان میں روزہ توڑنا حرام ہے اور باوجود اس کے پس مباح ہوتا ہے واسطے امر جائز کے مانند سفر کی اور اوپر قول اس کا کہ اگر پلید ہوتا تو نہ جائز ہوتا دوا کرنا ساتھ اس کے واسطے فرمانے حضرت ﷺ کے کہ بے شک اللہ نے نہیں گردانی شفاء امت میری کی حرام چیز میں روایت کی یہ حدیث ابو داؤد نے اور پلید چیز حرام ہے پس نہ دوا کی جائے گی ساتھ اُس کے اس واسطے کہ اُس میں تندرستی نہیں۔ پس جواب اس کا یہ ہے کہ حدیث محمول ہے اوپر حالت اختیار کے اور لیکن ضرورت کی حالت میں پس نہ ہوگا حرام مانند مردار کی واسطے بے بس کے اور نہ وارد ہوگا قول حضرت ﷺ کا شراب میں کہ وہ دوا نہیں وہ بیماری ہے بیچ جواب اُس شخص کے جس نے پوچھا تھا کہ کیا اس کے ساتھ دوا کرنی جائز ہے جیسا کہ مسلم نے روایت کی ہے اس واسطے کہ یہ خاص ہے ساتھ شراب کے اور لاحق کیا گیا ہے ساتھ اُس کے غیر اس کا نشہ لانے والی چیزوں سے اور فرق درمیان نشہ لانے والی چیز کے اور درمیان غیر اس کے پلیدیوں سے یہ ہے کہ حد ثابت ہوتی ہے ساتھ استعمال کرنے اس کے بیچ حالت اختیار کے سوائے غیر اس کے کی اور اس واسطے کہ پینا اس کا کھینچتا ہے طرف بہت مفاسد کی اور اس واسطے کہ تھے اعتقاد رکھتے جاہلیت میں کہ شراب میں شفاء ہے پس آئی شرع برخلاف اعتقاد اُن کے اور اوپر پیشاب اونٹوں کا پس تحقیق روایت کی ہے ابن منذر نے ابن عباس رضی اللہ عنہما سے بطور رفع کے کہ پیشاب اونٹوں کا شفاء ہے واسطے فاسد ہونے ان کے معدے کے پس نہ قیاس کی جائے گی وہ چیز کہ ثابت ہو چکا ہے کہ اس میں دوا ہے اُس چیز پر ثابت ہو چکی ہے کہ اس میں دوا نہیں اور ساتھ اس طریق کے حاصل ہوگی تطبیق درمیان دلیلوں کے اور عمل ساتھ مقتضی سب کے اور یہ جو کہا کہ اُن کے ہاتھ پاؤں کاٹ ڈالے یعنی ہر ایک کا ایک طرف کا ہاتھ اور دوسری طرف کا پاؤں اور مائل کی ہے ایک جماعت نے ان میں سے ہے ابن جوزی طرف اُس کی کہ یہ بطورِ قصاص کے واقع ہوا تھا اور تعاقب کیا ہے اس کا ابن دقیق العید نے ساتھ اس طور کے کہ مثلہ بیچ حق اُن کے کے کئی طرح سے ہوا اور نہیں حدیث میں مگر آنکھ پھوڑنی پس حاجت ہے طرف ثابت کرنے باقی چیزوں کے۔ میں کہتا ہوں شاید استدلال کیا اُنہوں نے ساتھ اس چیز کے کہ نقل کیا ہے اُس کو اہل مغازی نے کہ انہوں نے چرواہے کے ہاتھ پاؤں ناک کان کاٹ ڈالے اور دوسرا مذہب یہ ہے کہ یہ حکم اب منسوخ ہے اس واسطے کہ حدیث میں آچکا ہے کہ مثلہ کرنا منع ہے اور تعاقب کیا اس کا ابن جوزی نے کہ دعویٰ نسخ کا محتاج ہے طرف تاریخ کی میں کہتا ہوں کہ دلالت کرتی ہے اُس کے منسوخ ہونے پر وہ چیز جو روایت کی ہے بخاری رحمہ اللہ نے جہاد میں ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی حدیث جو وارد ہے بیچ منع کے عذاب کرنے سے ساتھ آگ کے بعد اذن کے بیچ اُس کے اور قصہ عرینیوں کا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کے اسلام سے پہلے کا ہے اور تحقیق حاضر ہوا وہ اذن کو پھر نہی کو اور ابن سیرین سے روایت ہے کہ قصہ ان کا تھا پہلے اترنے حدوں کے سے اور واسطے موسیٰ بن عقبہ کے مغازی میں ہے اور ذکر کیا ہے انہوں نے کہ منع کیا حضرت ﷺ نے بعد اس کے مثلہ کرنے

سے یعنی ہاتھ پاؤں ناک کان کاٹنے سے اور یہ مشکل جانا ہے قاضی عیاض نے کہ اُن کو پانی کیوں نہ پلایا گیا حالانکہ اجماع ہے اس پر کہ جس پر قتل واجب ہوا گر وہ پانی مانگے تو اُس کو پانی سے منع نہ کیا جائے اور جواب دیا ہے نووی نے ساتھ اس طور کے کہ محارب مرتد نہیں حرمت ہے واسطے اس کے بیچ پلانے پانی کے اور نہ غیر اس کے کی اور دلالت کرتا ہے اُس پر یہ کہ جس کے ساتھ پانی نہ ہو مگر واسطے طہارت اس کی کے تو نہیں جائز ہے واسطے اس کے یہ کہ مرتد کو پلائے اور خود تیمم کرے بلکہ اُسی سے وضو کرے اگرچہ مرتد پیاس سے مر جائے اور کہا خطابی نے کہ حضرت ﷺ نے یہ معاملہ اُن کے ساتھ اس واسطے کیا تھا کہ اُن کے مار ڈالنے کا ارادہ تھا اور بعض کہتے ہیں کہ حکمت بیچ پیاسے مارنے اُن کے یہ ہے کہ کفر کیا انہوں نے نعمت پینے دودھ اونٹنیوں کے سے کہ حاصل ہوئی واسطے اُن کے ساتھ اُس کے شفاء بھوک سے اور بیماری سے اور اس حدیث میں اور بھی کئی فائدے ہیں سوائے اس چیز کے کہ پہلے گزری آنا ایلچیوں کا پاس امام کے اور نظر کرنی اس کی بیچ بھلائیوں اُن کی کے اور اس میں مشروع ہونا طلب کا ہے اور دوا کرنا ساتھ دودھ اونٹنیوں کے اور پیشاب اُن کے اور اس میں ہے کہ دوا کی جائے ہر بدن کی ساتھ اُس چیز کے کہ اس کی عادت ہو اور یہ کہ جائز ہے مار ڈالنا جماعت کا بدلے ایک آدمی کے برابر ہے کہ مارا ہو اس کو دھوکے سے یا لڑائی سے اگر ہم کہیں کہ اُن کا مار ڈالنا بطور قصاص کے تھا اور اس میں ہم مثل ہونا ہے قصاص میں اور یہ اس کی قسم سے نہیں جس سے حدیث میں منع کیا گیا ہے اور ثابت ہونا حکم محاربہ کا میدان میں اور اوپر گاؤں پس ان میں اختلاف ہے اور اس میں جواز استعمال کرنا مسافروں کا ہے زکوٰۃ کے اونٹوں کو دودھ پینے میں اور اس کے غیر میں قیاس سے ساتھ اجازت امام کے اور اس میں عمل کرنا ہے ساتھ قول قیافہ دان کے اور واسطے عرب کے اس میں معرفت پوری ہے۔ (فتح الباری)

٢٢٧ ۔ حَدَّثَنَا اٰدَمُ قَالَ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ قَالَ أَخْبَرَنَا أَبُو التَّيَّاحِ يَزِيْدُ بْنُ حُمَيْدٍ عَنْ أَنَسٍ قَالَ كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُصَلِّيْ قَبْلَ أَنْ يُّبْنَى الْمَسْجِدُ فِيْ مَرَابِضِ الْغَنَمِ.

۲۲۷۔ انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ مسجد بننے سے پہلے بکریوں کے بیٹھنے کی جگہ میں نماز پڑھتے تھے۔

فائدہ: اور یہ حدیث ہے بیچ نماز پڑھنے کے بکریوں کے بیٹھنے کی جگہ میں اور تمسک کیا ہے ساتھ اس کے جو کہتا ہے کہ ان کا پیشاب اور اُن کی مینگنیاں پاک ہیں اس واسطے کہ وہ اس سے خالی نہیں ہوتیں پس دلالت کی اُس نے کہ تھے وہ مباشر ہوتے اُن کو اپنی نماز میں پس نہ ہوں گی پلید اور جواب یہ ہے کہ بخاری اور مسلم میں انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت ﷺ نے اُن کے گھر میں چٹائی پر نماز پڑھی اور صحیح ہو چکا ہے عائشہ رضی اللہ عنہا سے کہ حضرت ﷺ چٹائی پر نماز پڑھتے تھے اور ابن حزم نے کہا کہ یہ حدیث منسوخ ہے اور اس میں نظر ہے اس واسطے کہ اجازت حضرت ﷺ کی ساتھ نماز پڑھنے کی بکریوں کے بیٹھنے کی جگہ میں ثابت ہے نزدیک مسلم کے ہاں نہیں اس میں

دلالت اوپر پاک ہونے اُن کی جگہ کے لیکن نیز اس میں نہی ہے نماز پڑھنے سے اونٹوں کے بیٹھنے کی جگہ میں پس اگر اجازت پاک ہونے کو چاہتی ہے تو نہی ناپاک ہونے کو چاہے گی اور فرق کا کوئی قائل نہیں لیکن معنی اجازت اور نہی میں ساتھ کسی چیز کے نہیں متعلق ہے ساتھ پاکی کے اور نہ پلیدی کے اور وہ یہ ہے کہ بکریاں بہشت کے چوپایوں سے ہیں اور اونٹوں کی پیدائش شیطانوں سے ہے۔ (فتح)

بَابُ مَا يَقَعُ مِنَ النَّجَاسَاتِ فِي السَّمْنِ وَالْمَآءِ
باب ہے بیان میں اُس پلیدی کے جو گھی اور پانی میں پڑے۔

فائدہ: یعنی کیا وہ چیز اس کو ناپاک کر ڈالتی ہے یا نہیں یا نہیں پلید کرتا پانی کو مگر جب کہ بگڑ جائے سوائے غیر اس کے کی اور یہ وہ چیز ہے جو ظاہر ہوتی ہے مجموع اس چیز کے سے کہ وارد کیا ہے اس بخاوی رحمۃ اللہ علیہ نے باب میں اثر اور حدیث سے۔

وَقَالَ الزُّهْرِيُّ لَا بَأْسَ بِالْمَآءِ مَا لَمْ يُغَيِّرْهُ طَعْمٌ أَوْ رِيحٌ أَوْ لَوْنٌ.
یعنی زہری نے کہا کہ پانی کا کچھ ڈر نہیں جب تک اس کا مزہ یا بو یا رنگ نہ بدلے۔

فائدہ: یعنی نہیں حرج ہے بیچ استعمال کرنے اس کے کی ہر حالت میں پس حکم دیا گیا ساتھ پاک ہونے اس کے کی جب تک نہ بگڑے مزہ اس کا یعنی کسی ناپاک چیز سے یا بو سے یا رنگ سے اور ایک روایت میں اس سے ہے کہ ہر وہ چیز کہ اس میں قوت ہو اُس چیز سے کہ پہنچے اس کو گندگی یہاں تک کہ نہ بگاڑے یہ اُس کے مزے کو اور نہ اس کی بو کو اور نہ اس کے رنگ کو تو وہ پاک ہے اور اس کا مقتضیٰ یہ ہے کہ نہیں فرق کیا جاتا درمیان تھوڑے اور بہت کے مگر ساتھ قوت کے جو مانع ہے ملاقات کرنے والی چیز کو اس سے کہ بگاڑے ایک صفت اس کی کو پس اعتبار نزدیک اس کے ساتھ بگڑنے اور نہ بگڑنے کے ہے اور زہری کے اس قول کی طرف کئی گروہ علماء کے پھرے ہیں اور تحقیق تعاقب کیا ہے اس کا ابو عبیدہ نے کتاب الطہور میں ساتھ اس طور کے کہ لازم آتا ہے اُس سے یہ کہ جو کسی لوٹے میں پیشاب کرے اور پانی کے کسی وصف کو نہ بگاڑے تو جائز ہو واسطے اس کے پاک ہونا ساتھ اُس کے اور حالانکہ یہ بات بہت خراب ہے جس سے نفرت آتی ہے اسی واسطے مدد دیا گیا ہے قول تفریق کرنے کا ساتھ قلتین کے یعنی اگر بقدر دو قلوں کے پانی ہو تو ناپاک نہیں ہوتا اور سوائے اس کے کچھ نہیں کہ نہیں روایت کیا قلتین کی حدیث کو بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے واسطے اختلاف کے جو اس کی سند میں واقع ہوا ہے لیکن اس کے راوی سب ثقہ ہیں یعنی پکے معتبر ہیں اور صحیح کہا ہے اس کو ایک جماعت نے اماموں سے مگر یہ ہے کہ قلتین کے مقدار پر اتفاق نہیں اور اعتبار کیا ہے اس کو شافعی نے ساتھ پانچ مشکوں کے حجاز کے مشکوں سے واسطے احتیاط کے اور تخصیص کے ساتھ اس کے حدیث ابن عباس رضی اللہ عنہما کی مرفوع اَلْمَآءُ لَا يُنَجِّسُهُ شَيْءٌ یعنی پانی کو کوئی چیز ناپاک نہیں کرتی اور حدیث صحیح ہے روایت کیا ہے اس کو جابر رضی اللہ عنہ نے اور زہری

کے اس قول میں حدیث مرفوع آئی ہے لیکن وہ اہل حدیث کے نزدیک ثابت نہیں امام شافعی رحمہ اللہ نے کہا کہ لیکن نہیں جانتا میں مسئلے میں خلاف یعنی بیچ ناپاک پانی کے جب کہ بگڑ جائے کوئی صفت اس کے ساتھ پلیدی کے۔ (فتح)

وَقَالَ حَمَّادٌ لَا بَأْسَ بِرِيْشِ الْمَيْتَةِ وَقَالَ الزُّهْرِيُّ فِيْ عِظَامِ الْمَوْتٰى نَحْوَ الْفِيْلِ وَغَيْرِهٖ أَدْرَكْتُ نَاسًا مِنْ سَلَفِ الْعُلَمَآءِ يَمْتَشِطُوْنَ بِهَا وَيَدَّهِنُوْنَ فِيْهَا لَا يَرَوْنَ بِهٖ بَأْسًا.

یعنی حماد نے کہا کہ جانور مردہ کا پر ناپاک نہیں (یعنی پلید نہیں ہوتا پانی اس کے ملنے سے برابر ہے کہ پر ماکول کا ہو یا غیر ماکول کا) اور زہری نے مردہ جانوروں مثل ہاتھی وغیرہ غیر ماکول اللحم کی ہڈیوں کے باب میں کہا ہے کہ میں نے بہت لوگوں کو پہلے علماء سے پایا کہ وہ اس کے ساتھ کنگھی بناتے تھے اور گھی کے واسطے اس سے برتن بناتے تھے وہ لوگ اس میں کچھ گناہ نہیں دیکھتے تھے (یعنی ہاتھ کے دانت سے کنگھی بنانی یا گھی کے رکھنے کے واسطے کوئی برتن اس سے بنالینا جائز ہے)۔

فائدہ: یہ دلالت کرتا ہے کہ وہ اس کے پاک ہونے کے قائل تھے۔

وَقَالَ ابْنُ سِيْرِيْنَ وَإِبْرَاهِيْمُ وَلَا بَأْسَ بِتِجَارَةِ الْعَاجِ.

یعنی ابن سیرین اور ابراہیم نے کہا کہ ہاتھی کے دانت سے تجارت کرنا جائز ہے۔

فائدہ: کہا خلیل نے کہ عاج ہاتھی کے دانت کو کہتے ہیں اور قالی نے کہا کہ عرب ہر ہڈی کو عاج کہتے ہیں پس اگر یہ ثابت ہوتو نہیں حجت ہے بیچ اثر مذکور کے اوپر پاک ہونے ہڈی ہاتھی کے لیکن وارد کرنا بخاری کا اس کو پیچھے اثر زہری کے بیچ ہڈی ہاتھی کے دلالت کرتا ہے اوپر اعتبار اُس چیز کے کہ کہا ہے خلیل نے اور تحقیق خلاف کیا ہے علماء نے بیچ ہڈی ہاتھ کے بنا بر اس کے کہ کیا ہڈی کے اندر بھی زندگی داخل ہوتی ہے یا نہیں پس پہلا مذہب شافعی رحمہ اللہ کا ہے اور استدلال کیا ہے واسطے اس کے ساتھ اس آیت کے ﴿مَنْ يُّحْيِ الْعِظَامَ وَهِيَ رَمِيْمٌ قُلْ يُحْيِيْهَا الَّذِيْ اَنْشَاَهَا اَوَّلَ مَرَّةٍ﴾ پس یہ آیت ظاہر ہے اس میں کہ زندگی اس کے اندر داخل ہوتی ہے اور دوسرا مذہب ابوحنیفہ رحمہ اللہ کا ہے اور کہا کہ ہڈیاں مطلق پاک ہیں اور کہا مالک رحمہ اللہ نے وہ پاک ہے اگر ذبح کیا جائے بنا بر قول اس کے کہ جس چیز کا گوشت کھانا حرام ہے پاک ہوتا ہے ساتھ ذبح کرنے کے اور یہ قول ابوحنیفہ رحمہ اللہ کا ہے۔ (فتح)

۲۲۸ ـ حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيْلُ قَالَ حَدَّثَنِيْ مَالِكٌ عَنِ ابْنِ شِهَابِ الزُّهْرِيِّ عَنْ عُبَيْدِ اللّٰهِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ عَنْ مَيْمُوْنَةَ أَنَّ

۲۲۸۔ میمونہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ کسی نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے گھی میں چوہے کے گر جانے کا حال پوچھا (یعنی اس گھی کو کیا کرنا چاہیے) سو حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ چوہے کو نکال کر

رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ سُئِلَ عَنْ فَأْرَةٍ سَقَطَتْ فِيْ سَمْنٍ فَقَالَ أَلْقُوْهَا وَمَا حَوْلَهَا فَاطْرَحُوْهُ وَكُلُوْا سَمْنَكُمْ.

ڈال دو اور جو اس کے گرد ہے اور اپنے باقی گھی کو کھاؤ۔

فائدہ: معمر سے روایت اس طور سے آئی ہے کہ پوچھے گئے حضرت ﷺ چوہے سے گھی میں پڑے۔ حضرت ﷺ نے فرمایا کہ اگر جما ہوا ہو تو چوہے کو اور جو اس کے گرد ہے نکال کر پھینک دو اور اگر پتلا ہو تو اس کے قریب نہ جاؤ اور حکایت کی ہے ترمذی نے بخاری سے کہ یہ روایت خطاء ہے اور کہا ابن ابی حاتم نے اپنے باپ سے کہ وہ وہم ہے اور اشارہ کیا ہے ترمذی نے کہ وہ شاذ ہے اور کہا ذہلی نے کہ دونوں طریق ہمارے نزدیک محفوظ ہیں۔ فائدہ لیا ہے جمہور علماء نے ساتھ حدیث پیغمبر کے جو دلالت کرنے والی ہے اوپر فرق کرنے کے درمیان جمے ہوئے اور پگھلے ہوئے گھی کے اور نقل کیا ہے ابن عبدالبر نے اتفاق اس پر کہ اگر جمے ہوئے گھی میں مردار گر پڑے تو ڈالا جائے اور جو اس کے گرد ہے جب تحقیق ہو کہ کوئی چیز اس کے اجزاء سے نہیں پہنچی طرف غیر اس کے کی اُس سے اور اوپر پتلا پس مذہب جمہور کا یہ ہے کہ وہ پلیدی کے پڑنے سے سب ناپاک ہو جاتا ہے اور خلاف کیا ہے ایک فریق نے ان میں ہے زہری اور اوزاعی اور اس کا بیان کتاب الذبائح میں آئے گا اور اسی طرح مسئلہ نفع اٹھانے کا ساتھ گھی ناپاک کے یا ناپاک کیے گئے کے انشاء اللہ تعالیٰ۔ کہا ابن منیر نے کہ مناسبت حدیث گھی کی واسطے پہلے اثروں کے یہ ہے کہ بخاری کے نزدیک مختار یہ ہے کہ معتبر ناپاک ہونے میں بدلنا صفتوں کا ہے پس جب کہ تھا پر مردار کا نہ بدلنا ساتھ معتبر ہونے اس کے ساتھ مرنے کے اور اسی طرح اس کی ہڈیاں پس اسی طرح ہے گھی جو دور ہو مردار پڑنے کی جگہ سے نہ متغیر ہو تو تقاضا کیا اس نے کہ جب پانی میں پلیدی پڑے اور متغیر نہ ہو تو وہ ناپاک نہیں ہوتا۔ (فتح)

۲۲۹ ۔ حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ قَالَ حَدَّثَنَا مَعْنٌ قَالَ حَدَّثَنَا مَالِكٌ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ عَنْ عُبَيْدِ اللّٰهِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عُتْبَةَ بْنِ مَسْعُوْدٍ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ عَنْ مَيْمُوْنَةَ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ سُئِلَ عَنْ فَأْرَةٍ سَقَطَتْ فِيْ سَمْنٍ فَقَالَ خُذُوْهَا وَمَا حَوْلَهَا فَاطْرَحُوْهُ قَالَ مَعْنٌ حَدَّثَنَا مَالِكٌ مَا لَا أُحْصِيْهِ يَقُوْلُ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ عَنْ مَيْمُوْنَةَ.

۲۲۹۔ ترجمہ وہی ہے جو اوپر گزرا مگر اس میں اختلاف ہے کہ چوہے کو اور جو اس کے گرد ہے لے کر ڈال دو۔

۲۳۰ ۔ حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ مُحَمَّدٍ قَالَ أَخْبَرَنَا

۲۳۰۔ ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت ﷺ نے فرمایا

عَبْدُ اللّٰهِ قَالَ أَخْبَرَنَا مَعْمَرٌ عَنْ هَمَّامِ بْنِ مُنَبِّهٍ عَنْ أَبِیْ هُرَيْرَةَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ كُلُّ كَلْمٍ يُكْلَمُهُ الْمُسْلِمُ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ يَكُوْنُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ كَهَيْئَتِهَا إِذْ طُعِنَتْ تَفَجَّرُ دَمًا اللَّوْنُ لَوْنُ الدَّمِ وَالْعَرْفُ عَرْفُ الْمِسْكِ.

جو زخم کہ مسلمانوں کو اللہ کے راہ میں لگتا ہے وہ قیامت کے دن اپنے اسی شکل پر ہوگا جب کہ لگا تھا یعنی تازہ ہوگا گویا کہ ابھی لگا ہے جاری ہوگا اس سے خون اس کا رنگ تو خون کے رنگ کا ہوگا اور اس کی خوشبو مثل خوشبو مشک کی ہوگی۔

فائدہ: وجہ مطابقت کی ترجمہ سے یہ ہے کہ مشک پاک ہے اور اس کا اصل ناپاک ہے پس جب اپنی ذات سے متغیر ہوگا تو اس کا حکم بھی متغیر ہوگا اسی طرح پانی ہے جب متغیر ہو جائے تو اس کا حکم بھی متغیر ہو جاتا ہے یعنی پاک نہیں رہتا یہ جو کہا کہ اللہ کی راہ میں تو یہ قید نکالتی ہے اس چیز کو کہ پہنچی مسلمان کو زخموں سے بیچ غیر راہ اللہ کے اور ایک روایت میں اتنا زیادہ ہے اور اللہ کو معلوم ہے جو اس کے راہ میں زخمی ہوتا ہے اور اس میں اشارہ ہے طرف اس کی کہ سوائے اس کے کچھ نہیں کہ حاصل ہوتا ہے یہ واسطے اس شخص کے جس کی نیت خالص ہو اور یہ جو فرمایا کہ قیامت کے دن اس کا زخم جاری ہوگا تو اس میں حکمت یہ ہے کہ وہ گواہی دے گا واسطے صاحب اپنے کے ساتھ فضیلت اس کی کے اور اس کے ظالم پر ساتھ فعل اس کے کی اور فائدہ خوشبو کا یہ ہے کہ پھیل جائے قیامت کے دن سب لوگوں میں واسطے ظاہر کرنے فضیلت کو بھی اور اسی واسطے نہیں مشروع ہوا نہلانا شہید کا معرکہ میں اور بعض لوگ کہتے ہیں کہ یہ حدیث اس باب کے مطابق نہیں پس کہا اسمٰعیلی نے کہ یہ حدیث نہیں داخل ہوتی بیچ پاک ہونے لہو کے اور پلید ہونے اس کے کی اور سوائے اس کے نہیں کہ وارد ہوئی ہے بیچ فضیلت اس شخص کے جو اللہ کے راہ میں شہید ہوا اور جواب دیا گیا ہے کہ مقصود بخاری رحمۃ اللہ علیہ کا ساتھ لانے اس کے تاکید کرنی اپنے مذہب کی ہے کہ پانی مجرد ملاقات سے ناپاک نہیں ہوتا یعنی مجرد پلیدی کے ملنے سے جب تک کہ نہ بگڑے پس استدلال کیا ساتھ اس حدیث کے اس پر کہ بدل جانا صفت کا اثر کرتا ہے موصوف میں پس جیسے کہ بدلنا صفت لہو کا ساتھ خوشبو کے نکالتا ہے اس کو ذم سے طرف مدح کی پس ایسے ہی بدل جانا صفت پانی کا جب کہ بدلے ساتھ پلیدی کے نکالتا ہے صفت طہارت سے طرف نجاست کی اور تعاقب کیا گیا ہے ساتھ اس طور کے کہ غرض ثابت کرنا اس بات کا ہے کہ پلید کرنا بند ہے ساتھ تغیر کے اور جو مذکور ہوا دلالت کرتا ہے اس پر کہ پلید ہونا حاصل ہوتا ہے ساتھ بگڑنے کے اور اس پر اتفاق ہے نہ یہ کہ وہ نہیں حاصل ہوتا مگر ساتھ اس کے اور یہی ہے جگہ نزاع کی اور بعض نے کہا کہ مقصود بخاری رحمۃ اللہ علیہ کا یہ ہے کہ بیان کرے کہ مشک پاک ہے واسطے رد کرنے کے اس شخص پر جو اس کو پلید کہتا ہے واسطے ہونے اس کے کی خون جما ہوا پس جب متغیر ہوا حالت مکروہ سے یعنی لہو سے اور وہ نہ ہونا بدبو کا ہے طرف حالت ممدوح کے اور وہ خوش ہونا بو مشک کا ہے تو داخل ہوئی اس

پر حلت اور منتقل ہوا حالت نجاست سے طرف حالت طہارت کی مانند شراب کی جب کہ سرکہ ہو جائے۔

بَابُ الْبَوْلِ فِي الْمَآءِ الدَّآئِمِ.

کھڑے ہوئے پانی میں پیشاب کرنے کا بیان۔

۲۳۱ ۔ حَدَّثَنَا أَبُو الْيَمَانِ قَالَ أَخْبَرَنَا شُعَيْبٌ قَالَ أَخْبَرَنَا أَبُو الزِّنَادِ أَنَّ عَبْدَ الرَّحْمٰنِ بْنَ هُرْمُزَ الْأَعْرَجَ حَدَّثَهُ أَنَّهُ سَمِعَ أَبَا هُرَيْرَةَ أَنَّهُ سَمِعَ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ نَحْنُ الْأٰخِرُوْنَ السَّابِقُوْنَ.

۲۳۱۔ ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ہم متاخر ہیں دنیا میں متقدم ہیں دن قیامت میں یعنی دنیا میں ہم سب امتوں سے پیچھے پیدا ہوئے ہیں اور قیامت کو سب سے آگے ہوں گے (یعنی ہمارا حساب کتاب سب سے پہلے ہوگا یا بہشت میں پہلے داخل ہوں گے)

۲۳۲ ۔ وَبِإِسْنَادِهٖ قَالَ لَا يَبُوْلَنَّ أَحَدُكُمْ فِي الْمَآءِ الدَّآئِمِ الَّذِيْ لَا يَجْرِيْ ثُمَّ يَغْتَسِلُ فِيْهِ.

۲۳۲۔ اور حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ بے شک نہ پیشاب کرے کوئی تم میں سے کھڑے پانی میں جو جاری نہ ہو پھر غسل کرے اس میں۔

فائدہ: مسلم کی روایت میں آیا ہے کہ نہ نہائے کوئی تم میں سے کھڑے پانی میں اور وہ جنابت کی حالت میں ہو اور ابو داؤد میں ہے کہ نہ بول کرے کوئی تم میں سے کھڑے پانی میں اور نہ نہائے اس میں جنابت کے سبب سے یعنی تو اس سے معلوم ہوا کہ مراد دونوں کام سے منع کرنا ہے پس رد ہوا قول قرطبی کا کہ نہانے سے منع ہونا مراد نہیں اور استدلال کیا ہے ساتھ اس کے بعض حنفیوں نے اس پر کہ مستعمل پانی ناپاک ہے اس واسطے کہ پیشاب پانی کو ناپاک کر ڈالتا ہے پس اسی طرح نہانا بھی اور حالانکہ دونوں سے اکٹھے منع کیا ہے اور نہی واسطے حرام ہونے کے ہے پس دلالت کرے گی نجاست پر بیچ ان دونوں کے اور رد کیا گیا ہے یہ استدلال ساتھ اس طور کے کہ وہ دلالت اقتران ہے اور یہ ضعیف ہے اور بر تقدیر تسلیم کرنے اس کی کے پس نہیں لازم آتا برابر کرنا پس ہوگی نہی پیشاب سے تاکہ نہ پلید کرے اس کو اور اس میں نہانے سے تاکہ نہ سلب کرے اس کی طہوریت کو یعنی اس کے پاک کرنے کی صفت کو اور زیادہ ظاہر کرتا ہے اس کو قول اس کا مسلم کی روایت میں کہ کس طرح کرے کہا کر پانی کو ہاتھ سے اٹھائے پس دلالت کی اس نے اس پر کہ اس میں غوطہ مارنا منع ہے تاکہ مستعمل نہ ہو جائے پس منع ہو غیر پر فائدہ اٹھانا ساتھ اس کے اور صحابی زیادہ تر جاننے والا ہے ساتھ مورد خطاب کے اپنے غیر سے اور یہ قوی تر دلیل ہے اس پر کہ مستعمل پانی پاک کرنے والا نہیں اور تحقیق پہلے گزر چکی ہے دلیلیں اوپر پاک ہونے اس کے کی اور نہیں فرق ہے اس پانی میں کہ نہ جاری ہو حکم مذکور میں درمیان پیشاب آدمی کے اور غیر اس کے کی برخلاف بعض حنبلیوں کے اور نہ درمیان اس کے کہ پیشاب کرے پانی میں یا پیشاب کرے برتن میں پھر اس کو پانی میں ڈالے برخلاف ظاہریہ کے اور یہ سب محمول ہے اوپر پانی تھوڑے کے نزدیک اہل علم کے بنا بر اختلاف ان کی کے بیچ حد قلیل کے اور تحقیق پہلے گزر چکا ہے قول

اس شخص کا جونہیں اعتبار کرتا مگر بگڑ نے اور نہ بگڑنے اس کے کو اور یہ قول قوی ہے لیکن فرق کرنا ساتھ قلتین کے قوی تر ہے واسطے صحیح ہونے حدیث کے بیچ اس کے یعنی جو پانی کہ بقدر پانچ مشک کے ہو وہ کثیر ہے یعنی بہت ہے اور جو اس سے کم ہو ہو قلیل ہے یعنی تھوڑا اور تحقیق اقرار کیا ہے طحاوی نے حنفیہ میں سے ساتھ اس کے کہ حدیث قلتین کی صحیح ہے لیکن اس نے اس کے ساتھ قائل ہونے کا یہ عذر بیان کیا ہے کہ قلہ یعنی مٹکا عرف میں بولا جاتا ہے بڑے اور چھوٹے پر مانند ٹھلیا کی اور نہیں ثابت ہوا حدیث سے اندازہ ان کا پس ہوگا مجمل پس نہ عمل کیا جائے گا ساتھ اس کے اور قوی کہا ہے اس کو ابن دقیق العید نے لیکن استدلال کیا ہے ساتھ اس کے غیران کے نے پس کہا ابو عبید قاسم نے کہ مراد قلہ بڑا ہے اس واسطے کہ اگر چھوٹا مراد ہوتا تو نہ حاجت ہوتی واسطے ذکر کرنے عدد کے یعنی دو قلے کہنے کی کچھ حاجت نہ تھی اس واسطے کہ دو چھوٹے مٹکے بقدر ایک بڑے کے ہیں اور رجوع کیا جائے گا بڑے میں طرف عرف اہل حجاز کی اور ظاہر یہ ہے کہ شارع نے ترک کیا ہے ان دونوں کی حد مقرر کرنے کو واسطے فراخی کرنے کے اور علم احاطہ کرنے والا ہے ساتھ اس کے کہ نہیں خطاب کیا حضرت ﷺ نے اصحاب کو مگر ساتھ اس چیز کے کہ سمجھتے تھے پس دور ہوا اجمال لیکن واسطے نہ مقرر کرنے حد کے واقع ہوا ہے اختلاف درمیان سلف کی بیچ اندازے ان کے کے نو اقوال پر حکایت کیا ہے ان کو ابن منذر نے پھر حادث ہوئی بعد ان کے حد مقرر کرنی ان کی ساتھ رطلوں کے اور اس میں بھی اختلاف ہے اور مالک سے منقول ہے کہ نہی محمول ہے تنزیہ پر اس چیز میں کہ نہ بگڑے اور یہ قول باقی لوگوں کا ہے کثیر میں اور کہا قرطبی نے کہ ممکن ہے حمل کرنا اوپر تحریم کے مطلق بطور قاعدے بند کرنے ذریعہ کے اس واسطے کہ وہ پہنچاتا ہے نوبت کو طرف پلید کرنے پانی کے اور یہ جو کہا ثُمَّ يَغْسِلُ فِيهِ تو لفظ فیہ کا دلالت کرتا ہے اوپر منع ہونے غوطے کے بیچ اس کے ساتھ نص کے اور اوپر منع ہونے لینے پانی کے ساتھ ہاتھ کے ساتھ استنباط کے کہا ہے اس کو ابن دقیق العید نے اور یہ سب مبنی ہے اس پر کہ پانی پلید ہوتا ہے ساتھ ملنے نجاست کے۔ واللہ اعلم۔

بَابٌ إِذَا أُلْقِيَ عَلٰى ظَهْرِ الْمُصَلِّيْ قَذَرٌ أَوْ جِيْفَةٌ لَمْ تَفْسُدْ عَلَيْهِ صَلَاتُهٗ.

باب ہے اس بیان میں کہ جب نمازی کی پیٹھ پر پلیدی یا مردار ڈالا جائے تو اس کی نماز نہیں ٹوٹتی۔

فائدہ: محل اس کا وہ ہے جب کہ نہ جانے اس کو اور دراز ہونا جاننا اُس کا اور احتمال ہے مطلق صحیح ہونے کا اوپر قول اُس شخص کے جس کا مذہب یہ ہے کہ نماز میں پلیدیوں سے پرہیز کرنی فرض نہیں اور اوپر قول اس شخص کے جس کا یہ مذہب ہے کہ یہ ابتداء میں منع ہے سوائے اس چیز کے کہ نماز کے درمیان عارض ہو اور اسی کی طرف ہے مائل بخاری رحمہ اللہ کی اور اسی پر محمول ہے فعل اس صحابی کا جو بدستور نماز میں رہا بعد اس کے کہ جاری ہوا اس سے لہو ساتھ تیر لگنے کے۔

وَكَانَ ابْنُ عُمَرَ إِذَا رَأٰى فِيْ ثَوْبِهٖ دَمًا وَهُوَ يُصَلِّيْ وَضَعَهٗ وَمَضٰى فِيْ صَلَاتِهٖ.

یعنی ابن عمر رضی اللہ عنہما جب اپنے کپڑے میں خون دیکھتے نماز پڑھتے وقت تو اس کو رکھ دیتے اور اپنی نماز میں گزرتے

فائدہ: موصول کیا ہے اس کو ابن ابی شیبہ نے ابن عمر رضی اللہ عنہما سے کہ جب وہ اپنی نماز میں ہوتے تھے اور اپنے کپڑے میں لہو دیکھتے تھے تو اس کو رکھ سکتے تو رکھ دیتے تھے اور اگر نہ رکھ سکتے تو نماز سے نکل کر اس کو دھوتے پھر آ کر پہلی نماز پر بنا کرتے تھے جو پہلے پڑھی تھی اور اس کی سند صحیح ہے اور یہ فعل اس کا چاہتا ہے کہ ان کی رائے یہ تھی کہ ابتداء اور دوام کے درمیان فرق ہے یعنی لہو کا ابتداء میں ہونا نماز کو فاسد نہیں کرتا اور ہمیشہ رہنا اس کا ساری نماز میں اس کو توڑ ڈالتا ہے اور یہ قول ایک جماعت اصحاب اور تابعین کا ہے اور یہی قول ہے اوزاعی اور ابو ثور اور اسحاق کا اور کہا شافعی رحمہ اللہ علیہ اور احمد رحمہ اللہ علیہ نے کہ نماز کو دوہرائے اور قید کیا ہے اس کو مالک رحمہ اللہ علیہ نے ساتھ وقت کے پس اگر وقت خارج ہو تو اس پر قضاء نہیں اور اس میں بحث ہے دراز اور استدلال کیا گیا ہے واسطے پہلوں کے ساتھ حدیث ابو سعید کے کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز میں اپنا جوتا اتارا پھر فرمایا کہ جبرئیل علیہ السلام نے مجھ کو خبر دی تھی کہ اس میں گندگی ہے روایت کیا ہے اس کو ابو داؤد نے اور صحیح کہا ہے اس کو ابن خزیمہ نے اور نہیں ذکر کیا حدیث میں دوہرانا نماز کا اور یہی اختیار ہے ایک جماعت شافعیہ کا۔

وَقَالَ ابْنُ الْمُسَيَّبِ وَالشَّعْبِيُّ إِذَا صَلَّى وَفِيْ ثَوْبِهِ دَمٌ أَوْ جَنَابَةٌ أَوْ لِغَيْرِ الْقِبْلَةِ أَوْ تَيَمَّمَ صَلَّى ثُمَّ أَدْرَكَ الْمَآءَ فِيْ وَقْتِهِ لَا يُعِيْدُ.

یعنی ابن مسیب رحمہ اللہ علیہ اور شعبی رحمہ اللہ علیہ نے کہا کہ جب کوئی نماز پڑھے اور کپڑے میں خون یا منی لگی ہو یا قبلے سے اور طرف پڑھتا ہو یا تیمّم کر کے نماز پڑھی ہو پھر اسی وقت میں پانی کو پایا تو وہ نماز کو نہ دوہرائے۔

فائدہ: اور مراد ساتھ مسئلے لہو کے وہ ہے جب کہ نمازی کو معلوم نہ ہو اور اسی طرح جنابت نزدیک اس شخص کے جو کہتا ہے کہ منی پلید ہے اور مراد ساتھ مسئلے قبلہ کے وہ ہے جب کہ ہو اجتہاد سے پھر ظاہر ہو خطاء کہ اس طرف قبلہ نہیں اور مراد ساتھ مسئلے تیمّم کے وہ ہے جب کہ پانی کو نہ پائے اور یہ سب ظاہر ہیں سیاق چاروں اثر کے سے جو مذکور ہیں تابعین مذکورین سے اور تحقیق پہلے گزر چکا ہے اشارہ طرف مسئلے خون کے اور لیکن مسئلہ تیمّم کا پس نہ واجب ہونا دوہرانے نماز کو قول چاروں اماموں کا ہے اور اکثر سلف کا اور مذہب ایک جماعت تابعین کا یہ ہے کہ واجب ہے دوہرانا نماز کا مطلق یہ قول عطاء اور ابن سیرین اور مکحول کا ہے اور اوپر مسئلہ خطاء کا قبلے میں یعنی اگر چوک کر قبلے کے سوا کسی اور طرف نماز پڑھ لے تو کہا تین اماموں اور شافعی رحمہ اللہ علیہ نے قدیم میں کہ نہ دوہرائے اور نیز یہی قول ہے اکثر کا اور کہا جدید قول میں کہ واجب ہے دوہرانا نماز کا۔

۲۳۳ ۔ حَدَّثَنَا عَبْدَانُ قَالَ أَخْبَرَنِيْ أَبِيْ عَنْ شُعْبَةَ عَنْ أَبِيْ إِسْحَاقَ عَنْ عَمْرِو بْنِ مَيْمُوْنٍ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ قَالَ بَيْنَا رَسُوْلُ اللّٰهِ

۲۳۳۔ عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ایک روز کعبہ میں نماز پڑھتے تھے اور ابو جہل اور اس کے ساتھی وہاں بیٹھے تھے جب کہ ان کے بعض نے بعض

صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ سَاجِدٌ قَالَ ح و حَدَّثَنِيْ أَحْمَدُ بْنُ عُثْمَانَ قَالَ حَدَّثَنَا شُرَيْحُ بْنُ مَسْلَمَةَ قَالَ حَدَّثَنَا إِبْرَاهِيْمُ بْنُ يُوْسُفَ عَنْ أَبِيْهِ عَنْ أَبِيْ إِسْحَاقَ قَالَ حَدَّثَنِيْ عَمْرُو بْنُ مَيْمُوْنٍ أَنَّ عَبْدَ اللّٰهِ بْنَ مَسْعُوْدٍ حَدَّثَهُ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يُصَلِّيْ عِنْدَ الْبَيْتِ وَأَبُوْ جَهْلٍ وَأَصْحَابٌ لَهُ جُلُوْسٌ إِذْ قَالَ بَعْضُهُمْ لِبَعْضٍ أَيُّكُمْ يَجِيْءُ بِسَلَى جَزُوْرِ بَنِيْ فُلَانٍ فَيَضَعُهُ عَلٰى ظَهْرِ مُحَمَّدٍ إِذَا سَجَدَ فَانْبَعَثَ أَشْقَى الْقَوْمِ فَجَآءَ بِهِ فَنَظَرَ حَتّٰى سَجَدَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَضَعَهُ عَلٰى ظَهْرِهِ بَيْنَ كَتِفَيْهِ وَأَنَا أَنْظُرُ لَا أُغْنِيْ شَيْئًا لَوْكَانَ لِيْ مَنَعَةٌ قَالَ فَجَعَلُوْا يَضْحَكُوْنَ وَيُحِيْلُ بَعْضُهُمْ عَلٰى بَعْضٍ وَرَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ سَاجِدٌ لَا يَرْفَعُ رَأْسَهُ حَتّٰى جَآءَتْهُ فَاطِمَةُ فَطَرَحَتْ عَنْ ظَهْرِهِ فَرَفَعَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رَأْسَهُ ثُمَّ قَالَ اللّٰهُمَّ عَلَيْكَ بِقُرَيْشٍ ثَلَاثَ مَرَّاتٍ فَشَقَّ عَلَيْهِمْ إِذْ دَعَا عَلَيْهِمْ قَالَ وَكَانُوْا يَرَوْنَ أَنَّ الدَّعْوَةَ فِيْ ذٰلِكَ الْبَلَدِ مُسْتَجَابَةٌ ثُمَّ سَمّٰى اللّٰهُمَّ عَلَيْكَ بِأَبِيْ جَهْلٍ وَعَلَيْكَ بِعُتْبَةَ بْنِ رَبِيْعَةَ وَشَيْبَةَ بْنِ رَبِيْعَةَ وَالْوَلِيْدِ بْنِ عُتْبَةَ وَأُمَيَّةَ بْنِ خَلَفٍ وَعُقْبَةَ بْنِ أَبِيْ مُعَيْطٍ وَعَدَّ

سے کہا کہ تم میں ایسا کون ہے جو بنی فلاں کے اونٹ کی اوجھڑی لائے اور اس کو محمد ﷺ کی پیٹھ پر سجدہ کرنے کے وقت رکھ دے پس کھڑا ہوا زیادہ تر بدبخت سب قوم سے اور اوجھڑی کو لایا اور دیکھا یہاں تک کہ جب نبی ﷺ سجدے میں گئے تو اس بدبخت نے اوجھڑی کو حضرت ﷺ کی پیٹھ پر دونوں مونڈھوں کے درمیان رکھ دیا اور میں (ابن مسعود کا قول ہے) دیکھتا تھا اس معاملے کو نہیں دفع کرسکتا تھا میں کسی چیز کو (یعنی ان کی اس شرارت کو نہیں دفع کرسکتا تھا) اگر مجھ کو اس کو طاقت اور قوت ہوتی تو میں ان کو روکتا ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے کہا کہ وہ سب ہنسنے لگے اور ہنسنے سے بعض بعض پر گرتے تھے اور رسول اللہ ﷺ سجدے میں پڑے تھے اپنے سر کو نہیں اٹھا سکتے تھے یہاں تک کہ حضرت ﷺ کے پاس آپ کی صاحبزادی فاطمہ رضی اللہ عنہا آئیں اور اوجھڑی کو آپ کی پیٹھ سے گرایا سو حضرت ﷺ نے اپنے سر کو سجدے سے اٹھایا پھر آپ نے ان کافروں کے حق میں بد دعا کی اور فرمایا الٰہی! پکڑ لے کفار قریش کو یہ حضرت ﷺ نے تین بار فرمایا سو حضرت ﷺ کی بد دعا ان پر بھاری گزری یعنی اس بد دعا سے ان کے دلوں میں بہت خوف پیدا ہوگیا اور گھبرا گئے جب آپ نے ان پر بد دعا کی اس لیے کہ وہ لوگ اعتقاد کرتے تھے کہ دعا کعبہ میں مقبول ہوتی ہے (یہ تو حضرت ﷺ نے مجمل طور پر سب قریش کو بد دعا دی پھر بڑے بڑے موذیوں کے مفصل نام لے کر علیحدہ علیحدہ ہر ایک کے حق میں بد دعا کی) سو فرمایا الٰہی! پکڑ لے ابوجہل کو اور پکڑ لے عتبہ بن ربیعہ کو اور ولید بن عتبہ کو اور امیہ بن خلف کو او رعتبہ بن ابی معیط کو راوی کہتا ہے کہ حضرت ﷺ نے ساتویں شخص کو بھی ذکر کیا تھا پر مجھ کو یاد نہیں

السَّابِعَ فَلَمْ يَحْفَظْ قَالَ فَوَالَّذِیْ نَفْسِیْ بِيَدِهٖ لَقَدْ رَأَيْتُ الَّذِيْنَ عَدَّ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ صَرْعٰى فِی الْقَلِيْبِ قَلِيْبِ بَدْرٍ.

رہا۔ عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے کہا قسم ہے اس کی جس کے قابو میں میری جان ہے کہ جن کا حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے نام لیا تھا میں نے بے شک ان کی لاشیں پڑی دیکھیں پھر وہیں کھینچ کر کنوئیں میں ڈالے گئے (لیکن امیہ بن خلف حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاتھ سے زخمی ہو کر مکہ میں جا کر مر گیا اور ساتواں یعنی عمارہ بن ولید اس طور سے مارا گیا کہ اس نے نجاشی بادشاہ حبشہ کی عورت سے چھیڑ چھاڑ کی سو بادشاہ نے اپنے ایک جادوگر کو حکم کیا اس کی احلیل یعنی پیشاب آنے کے سوراخ میں کچھ پھونک دے سو اس نے پھونک دیا اسی روز سے وہ جنگلی جانوروں کے ساتھ جاملا آدمیوں سے بھاگ جاتا تھا یہاں تک کہ اسی حال سے خلافت عمر فاروق میں مر گیا)۔

فائدہ: اس حدیث سے معلوم ہوا کہ اگر نماز کے اندر کوئی نجاست اور پلیدی نمازی پر پڑ جائے یا کپڑے کو لگ جائے تو اس کی نماز بالکل نہیں ٹوٹتی اگر چہ اس میں کچھ خون بھی ہو اور علماء نے اس حدیث کی بہت تاویلیں کی ہیں لیکن وہ سب کی سب بے دلیل ہیں اور صرف عن الظاہر کی کوئی وجہ معقول ہوتی ہے اور مراد ساتھ یاروں ابوجہل کے وہ ہیں جن پر حدیث کے اخیر میں بد دعا کی اور یہ جو کہا کہ یحیل بعضھم الخ تو اس کے معنی یہ بھی ہیں کہ ایک دوسرے پر حوالہ کرتے تھے کہ فلاں شخص نے یہ حرکت کی اور دوسرا کہتا تھا کہ فلانے نے اور ایک روایت میں اتنا زیادہ ہے کہ جب آپ نماز سے فارغ ہوئے تو یہ بد دعا کی اور ظاہر یہ ہے کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ دعا نماز کے باہر کی تھی لیکن اس وقت آپ کا منہ قبلہ کی طرف تھا اور یہ جو کہا کہ اعتقاد کرتے تھے تو ممکن ہے کہ ہو یہ اس چیز سے کہ باقی رہی نزدیک ان کے ابراہیم علیہ السلام کی شریعت سے اور یہ جو ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے کہا کہ میں نے ان کی لاشیں پڑی دیکھیں تو مراد یہ ہے کہ اکثر کی لاشیں دیکھیں کہ عمارہ حبشے میں جا کر مر گیا تھا اور اس حدیث سے معلوم ہوا تعظیم دعا کرنے کی مکے میں نزدیک کافروں کے اور نہیں زیادہ ہوا نزدیک مسلمانوں کے مگر از روئے تعظیم کے اور اس میں معرفت کفار کی ہے ساتھ سچے ہونے حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے واسطے ڈرنے ان کی کے آپ کی دعا سے لیکن باعث ہوا ان کو حسد اوپر نہ فرمانبرداری کرنے کے واسطے آپ کے اور اس میں مستحب ہونا دعا کا ہے تین بار اور یہ کہ جائز ہے دعا کرنا ظالم پر لیکن کہا بعض نے محل اس کا وہ ہے جب کہ ہو کافر اور اگر مسلمان ہو تو مستحب ہے مغفرت مانگنی واسطے اس کے اور دعا کرنی ساتھ توبہ کے اور اگر کہا جائے کہ نہیں اس میں دلالت اوپر دعا کرنے کے کافر پر تو بعید نہیں اس واسطے کہ احتمال ہے کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو

اطلاع ہوئی ہو کہ یہ لوگ ایمان نہیں لائیں گے اور اولیٰ یہ ہے کہ دعا کی جائے واسطے ہر زندہ کے ساتھ ہدایت کے اور اس میں ہے کہ مباشرت یعنی ہاتھ سے کام کرنا زیادہ تاکید والا ہے سبب اور امداد سے واسطے قول اس کی کے عقبہ کے حق میں کہ کھڑا ہوا زیادہ تر بدبخت قوم کا باوجودیکہ ان میں ابوجہل بھی تھا اور وہ سخت تر تھا اس سے کفر میں اور حضرت ﷺ کے ایذاء دینے میں لیکن بدبختی اس جگہ بہ نسبت اس قصے کی ہے اس واسطے کہ وہ سب آمر اور راضی ہونے میں تو شریک تھے لیکن تنہا ہوا عقبہ ساتھ مباشرت کے پس ہوا بدبخت تر سب سے اسی واسطے اور سب لڑائی میں مارے گئے اور وہ قید ہو کر مارا گیا اور استدلال کیا گیا ہے ساتھ اس کے اس پر کہ اگر پیدا ہو نماز میں کسی کو کچھ چیز مانع ہو اس کو نماز کے منعقد ہونے سے ابتداء میں تو نہیں باطل ہوتی نماز اس کی اگرچہ دراز ہو اور اسی پر اتاری جائے گی کلام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کی پس اگر ہو پلیدی اور اس کو اسی وقت دور کر ڈالے تو اس کی نماز بالاتفاق صحیح ہوتی ہے اور استدلال کیا گیا ہے ساتھ اس کے اس پر کہ جس جانور کا گوشت کھایا جاتا ہے اس کی لید پاک ہے اور اس پر کہ دور کرنا نجاست کا نہیں فرض اور یہ ضعیف ہے اور حمل کرنا اس پر کہ پہلے گزری اولیٰ ہے اور تعاقب کیا گیا ہے اول استدلال ساتھ اس طور کے کہ اوجھڑی فقط لید نہ تھی بلکہ اس کے ساتھ لہو بھی تھا اور لہو بالاتفاق پلید ہے۔ (فتح)

بَابُ الْبُزَاقِ وَالْمُخَاطِ وَنَحْوِهٖ فِي الثَّوْبِ.

تھوک اور ناک کے پانی کا اور جو مثل اس کی ہے کپڑے میں ہونا نماز کو کچھ نقصان نہیں پہنچاتا۔

فائدہ: یعنی اور بدن میں بھی اور مانند اس کی اور داخل ہونا اس کا طہارت کی باتوں میں اس جہت سے کہ اگر وہ پانی کے ساتھ ملے تو پانی کو فاسد نہیں کرتا۔

قَالَ عُرْوَةُ عَنِ الْمِسْوَرِ وَمَرْوَانَ خَرَجَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ زَمَنَ حُدَيْبِيَةَ فَذَكَرَ الْحَدِيْثَ وَمَا تَنَخَّمَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نُخَامَةً إِلَّا وَقَعَتْ فِيْ كَفِّ رَجُلٍ مِّنْهُمْ فَدَلَكَ بِهَا وَجْهَهٗ وَجِلْدَهٗ.

یعنی عروہ نے مسور اور مروان سے روایت کی ہے کہ رسول اللہ ﷺ حدیبیہ کے دنوں میں نکلے پھر راوی نے تمام حدیث کو بیان کیا اور اسی میں یہ بھی ہے کہ رسول اللہ ﷺ اپنے بینی سے جو سینڈہ نکال کر پھینکتے تھے تو زمین پر گرنا نہیں پاتا تھا بلکہ کوئی نہ کوئی شخص اس کو لے لیتا تھا اور اپنے منہ اور بدن کو ملتا تھا۔

فائدہ: یہ حدیث ایک ٹکڑا ہے حدیث دراز کا جو حدیبیہ کے بیان میں وارد ہوئی ہے اور غرض اس سے استدلال کرنا ہے اوپر پاک ہونے تھوک کے اور مانند اس کی کے اور تحقیق نقل کیا ہے اس میں بعض نے اجماع لیکن ابن ابی شیبہ نے ابراہیم نخعی سے روایت کی ہے کہ تھوک پاک نہیں اور کہا ابن حزم نے کہ صحیح ہو چکا ہے سلمان فارسی رضی اللہ عنہ اور ابراہیم نخعی رحمۃ اللہ علیہ سے کہ تھوک ناپاک ہے جب کہ جدا ہو منہ سے۔ (فتح)

٢٣٤ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ يُوسُفَ قَالَ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ عَنْ حُمَيْدٍ عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ قَالَ بَزَقَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي ثَوْبِهٖ قَالَ أَبُو عَبْدِ اللّٰهِ طَوَّلَهُ ابْنُ أَبِي مَرْيَمَ قَالَ أَخْبَرَنَا يَحْيَى بْنُ أَيُّوبَ حَدَّثَنِي حُمَيْدٌ قَالَ سَمِعْتُ أَنَسًا عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ.

۲۳۴۔ انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے کپڑے میں تھوکا۔

بَابٌ لَا يَجُوْزُ الْوُضُوْءُ بِالنَّبِيْذِ وَلَا الْمُسْكِرِ وَكَرِهَهُ الْحَسَنُ وَأَبُو الْعَالِيَةِ وَقَالَ عَطَاءٌ التَّيَمُّمُ أَحَبُّ إِلَيَّ مِنَ الْوُضُوْءِ بِالنَّبِيْذِ وَاللَّبَنِ.

باب ہے بیان میں کہ نچوڑ کھجور کے ساتھ اور نشہ والے شراب کے ساتھ وضو کرنا جائز نہیں اور مراد ساتھ نچوڑ کھجور کے وہ ہے جو نشے کی حد کو نہ پہنچے۔ اور مکروہ جانا ہے اس کو حسن بصری اور ابو عالیہ نے۔ اور عطاء نے کہا کہ تیمم زیادہ تر پسند ہے مجھ کو نبیذ اور دودھ کے ساتھ وضو کرنے سے۔

فائدہ: راویت کی ہے ابن ابی شیبہ وغیرہ نے حسن بصری سے کہ نہ وضو کر ساتھ نچوڑ کھجور کے اور مراد ساتھ اس کے کراہت تنزیہی ہے اور روایت کی ہے ابو داؤد نے ابو خلدہ سے کہ میں نے ابو عالیہ سے پوچھا کہ اگر کسی مرد کو نہانے کی حاجت ہو اور نہ ہو پاس اس کے پانی کیا اس کے ساتھ نہائے؟ کہا نہ اور نیز ابو داؤد نے عطاء سے روایت کی ہے کہ مکروہ جانا اس نے وضو کرنے کو ساتھ کھجور کے اور دودھ کے اور کہا کہ میرے نزدیک تیمم کرنا اس سے بہت پیارا ہے اور اوزاعی کا مذہب یہ ہے کہ سب نچوڑوں کے ساتھ وضو کرنا درست ہے اور یہ قول عکرمہ کا ہے اور قید کیا ہے اس کو ابو حنیفہ نے مشہور قول میں ساتھ نچوڑ کھجور کے اور شرط ہے کہ پانی کے ہوتے نہ ہو اور یہ کہ شہر یا گاؤں سے باہر ہو اور مخالفت کی ہے اس کے دونوں ساتھیوں نے یعنی ابو یوسف اور محمد رحمہما اللہ نے پس کہا محمد رحمۃ اللہ علیہ نے کہ جمع کرے درمیان اس کے اور درمیان تیمم کے بعض کہتے ہیں کہ بطور واجب ہونے کے اور بعض کہتے ہیں کہ بطور مستحب ہونے کے اور یہ قول اسحاق کا ہے اور کہا ابو یوسف نے ساتھ قول جمہور کے کہ کسی حال میں اس سے وضو نہ کرے اور اختیار کیا ہے اس کو طحاوی نے اور ذکر کیا ہے قاضی خان نے کہ ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ نے اس قول کی طرف رجوع کیا لیکن ان کی کتابوں میں سے مفید میں ہے کہ جب پانی میں کھجوریں ڈالی جائیں پس حل ہو جائیں اور نہ دور ہو اس سے نام پانی کا تو جائز ہے وضو کرنا ساتھ اس کے بغیر خلاف کے یعنی نزدیک ان کے اور استدلال کیا ہے ساتھ حدیث ابن

مسعود رضی اللہ عنہ کی کہ جب حضرت ﷺ نے اس کو جنون کی رات میں کہا کہ کیا ہے تیرے برتن میں کہا نبیذ فرمایا کھجور پاک ہے اور پانی پاک کرنے والا پس وضو کیا ساتھ اس کے اور اتفاق سب علماء سلف کا اس پر کہ یہ حدیث ضعیف ہے اور بعض کہتے ہیں کہ بر تقدیر صحیح ہونے اس کے منسوخ ہے اس واسطے کہ یہ واقعہ مکے کا ہے اور نازل ہونا اس آیت کا ﴿فَلَمْ تَجِدُوْا مَآءً فَتَيَمَّمُوْا﴾ سوائے اس کے کچھ نہیں کہ تھا مدینے میں بغیر خلاف کے یا محمول ہے اس پر جب کہ ڈالی جائیں اس میں کھجوریں خشک جو اس کی کسی صفت کو نہ بگاڑیں اور سوائے اس کے کچھ نہیں کہ یہ کام کرتے تھے اس واسطے کہ اکثر پانی ان کے میٹھے نہ تھے اور یہ جو عائشہ رضی اللہ عنہا کی آئندہ حدیث میں کہا کہ جو شراب نشہ لائے وہ حرام ہے یعنی جس کی شان سے نشہ لانا ہے برابر ہے کہ اس کے پینے سے نشہ آئے یا نہ آئے کہا خطابی نے کہ اس میں دلیل ہے اس پر کہ نشہ لانے والی چیز تھوڑی اور بہت حرام ہے کسی قسم سے ہو اس واسطے کہ وہ صیغہ عموم کا ہے اشارہ کیا گیا ہے ساتھ اس کے طرف جنس شراب کی جس سے نشہ پیدا ہوتا ہے اور وجہ حجت پکڑنے بخاری رحمۃ اللہ علیہ کی ساتھ اس کے اس باب میں یہ ہے کہ نشہ لانے والی چیز کا پینا حلال نہیں اور جس کا پینا حلال نہ ہو اس کے ساتھ وضو کرنا بالاتفاق درست نہیں اور نبیذ کے پینے کا بیان اشربہ میں آئے گا انشاء اللہ تعالیٰ۔ (فتح)

۲۳۵ ـ حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ قَالَ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ قَالَ حَدَّثَنَا الزُّهْرِيُّ عَنْ أَبِيْ سَلَمَةَ عَنْ عَائِشَةَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ كُلُّ شَرَابٍ أَسْكَرَ فَهُوَ حَرَامٌ.

۲۳۵ ـ عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ حضرت ﷺ نے فرمایا جو شراب نشہ لائے پس وہ حرام ہے۔

فائدہ: جب حرام ہوا تو حرام سے وضو کرنا بالاتفاق جائز نہیں۔

بَابُ غَسْلِ الْمَرْأَةِ أَبَاهَا الدَّمَ عَنْ وَجْهِهِ.

کسی عورت کا اپنے باپ کے منہ سے خون دھونا کیسا ہے؟

فائدہ: یہ باب باندھا گیا ہے واسطے بیان کرنے اس بات کے کہ جائز ہے مدد لینی بیچ دور کرنے پلیدی کے اور مانند اس کی کے جیسا کہ وضو کے باب میں پہلے گزر چکا ہے اور ساتھ اس کے ظاہر ہوگی مناسبت ابو العالیہ کے اثر کی واسطے حدیث سہل کے۔

وَقَالَ أَبُو الْعَالِيَةِ امْسَحُوْا عَلٰى رِجْلِيْ فَإِنَّهَا مَرِيْضَةٌ.

یعنی ابو العالیہ نے کہا کہ میرے پاؤں پر ہاتھ پھیروں اس لیے کہ وہ بیمار ہے۔

فائدہ: اصل قصہ یہ ہے کہ ان کا ایک قدم بیمار تھا اس میں سرخ پھوڑا ہوا تھا سو لوگوں نے ان کو تمام وضو کرایا ان کا وہ پاؤں باقی رہا تو کہا کہ اس پر مسح کر دو۔

۲۳۶ ـ حَدَّثَنَا مُحَمَّدٌ يَعْنِي ابْنَ سَلَامٍ قَالَ

۲۳۶ ـ سہل بن سعد رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ لوگوں نے ان

أَخْبَرَنَا سُفْيَانُ بْنُ عُيَيْنَةَ عَنْ أَبِيْ حَازِمٍ سَمِعَ سَهْلَ بْنَ سَعْدٍ السَّاعِدِيَّ وَسَأَلَهُ النَّاسُ وَمَا بَيْنِيْ وَبَيْنَهُ أَحَدٌ بِأَيِّ شَيْءٍ دُوْوِيَ جُرْحُ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ مَا بَقِيَ أَحَدٌ أَعْلَمُ بِهٖ مِنِّيْ كَانَ عَلِيٌّ يَجِيْءُ بِتُرْسِهٖ فِيْهِ مَآءٌ وَفَاطِمَةُ تَغْسِلُ عَنْ وَجْهِهِ الدَّمَ فَأُخِذَ حَصِيْرٌ فَأُحْرِقَ فَحُشِيَ بِهٖ جُرْحُهٗ.

سے پوچھا کہ رسول اللہ ﷺ کا زخم کس چیز سے بھرا گیا تھا راوی کہتا ہے کہ نہ تھا درمیان میرے اور سہل کے اور کوئی یعنی میں قریب تھا وقت سوال کی سو سہل نے کہا کہ اس کو مجھ سے زیادہ تر جاننے والا کوئی باقی نہیں رہا۔ بیان اس کا یہ ہے کہ علی رضی اللہ عنہ تو اپنی ڈھال سے پانی لاتے تھے اور فاطمہ رضی اللہ عنہا آپ کے چہرہ مبارک سے خون دھوتی تھیں سو ایک چٹائی کا ٹکڑا لیا گیا اور جلا کر راکھ کیا گیا اور اُس سے آپ کا زخم بھرا گیا۔

فائدہ: ایک روایت میں ہے کہ جب فاطمہ رضی اللہ عنہا نے دیکھا کہ خون پانی پر بہت بڑھتا جاتا ہے تو قصد کیا طرف ایک چٹائی کے اور اس کو جلا کر اس کی راکھ کو زخم پر لگا دیا سو اُس سے لہو بند ہوا اور اس حدیث سے معلوم ہوا کہ جائز ہے دوا کرنا اور علاج کرنا زخموں کا اور پکڑنا ڈھال کا لڑائی میں اور یہ کہ یہ سب توکل میں نقصان نہیں کرتا واسطے صادر ہونے اس کے توکل کرنے والوں کے سردار سے اور یہ کہ جائز ہے عورت کو بدن لگانا اپنے باپ کے بدن سے بغیر کسی حائل کے اور اسی طرح واسطے غیر اس کے محرموں سے اور دوا کرنی اس کی واسطے ان کی بیماریوں کے اور سوائے اس کے جن کا بیان مغازی میں آئے گا۔ (فتح)

بَابُ السِّوَاكِ وَقَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ بِتُّ عِنْدَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَاسْتَنَّ.

باب ہے بیان میں مسواک کرنے کے اور ابن عباس رضی اللہ عنہما نے کہا کہ میں نے نبی ﷺ کے پاس ایک رات گزاری سو آپ نے مسواک کی۔

فائدہ: یہ ایک بڑی حدیث کا ٹکڑا ہے امام بخاری رحمہ اللہ نے مختصر کر دیا ہے پوری حدیث آگے آئے گی انشاء اللہ تعالیٰ۔

۲۳۷۔ حَدَّثَنَا أَبُو النُّعْمَانِ قَالَ حَدَّثَنَا حَمَّادُ بْنُ زَيْدٍ عَنْ غَيْلَانَ بْنِ جَرِيْرٍ عَنْ أَبِيْ بُرْدَةَ عَنْ أَبِيْهِ قَالَ أَتَيْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَوَجَدْتُهٗ يَسْتَنُّ بِسِوَاكٍ بِيَدِهٖ يَقُوْلُ أُعْ أُعْ وَالسِّوَاكُ فِيْ فِيْهِ كَأَنَّهٗ يَتَهَوَّعُ.

۲۳۷۔ ابو بردہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نبی ﷺ کے پاس آیا سو آپ کو پایا کہ منہ کو مل رہے تھے ساتھ ایک مسواک کے جو آپ کے ہاتھ میں تھی اع اع کر رہے تھے جیسے گویا قے کر رہے ہیں اور مسواک آپ کے منہ میں تھی۔

فائدہ: مستفاد ہوتا ہے اس سے مشروع ہونا مسواک کا اوپر زبان کی لمبائی میں اور اوپر دانت پس محبوب تر اس میں یہ ہے ہو مسواک چوڑائی میں اور اس باب میں ایک حدیث ہے مرسل اور اس میں تاکید ہے مسواک کی اور یہ کہ نہیں خاص ہے وہ ساتھ دانتوں کے اور یہ کہ وہ ستھرائی کی قسم سے ہے نہ باب دور کرنے گندگیوں کے سے اس واسطے کہ

حضرت ﷺ نے اس کے ساتھ چھپانا نہیں کیا یعنی پائخانے وغیرہ کی طرح اس کو چھپ کر نہیں کیا اور باب باندھا ہے علماء نے اس پر مسواک کرنا امام کا روبرو اپنی رعیت کے اور کہا ابن دقیق العید نے کہ اس میں مستحب ہونا مسواک کا ہے وقت کھڑے ہونے کے سونے سے اس واسطے کہ سونے سے منہ کی بو بگڑ جاتی ہے اس واسطے کہ اس کی طرف معدے کے بخار چڑھتے ہیں اور مسواک ہتھیار ستھرائی کا ہے پس مستحب ہے نزدیک مقتضی اس کے کی اور ظاہر قول اس کے کا من اللیل عام ہے ہر حالت میں اور احتمال ہے کہ ہو خاص ساتھ اس وقت کے جب کہ نماز کی طرف کھڑے ہوتے ہیں۔ میں کہتا ہوں اور دلالت کرتی ہے اس پر روایت بخاری کی نماز میں ساتھ اس لفظ کے اِذَا قَامَ لِلتَّهَجُّدِ اور حدیث ابن عباس رضی اللہ عنہما کی اس کے واسطے شاہد ہے اور شاید یہی بھید ہے بیچ ذکر کرنے اس کے کی ترجمہ میں اور تحقیق ذکر کیا ہے بخاری نے مسواک کے بہت احکام کو نماز اور روزے میں۔ (فتح)

۲۳۸ ـ حَدَّثَنَا عُثْمَانُ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ قَالَ حَدَّثَنَا جَرِيْرٌ عَنْ مَنْصُوْرٍ عَنْ أَبِي وَآئِلٍ عَنْ حُذَيْفَةَ قَالَ كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا قَامَ مِنَ اللَّيْلِ يَشُوْصُ فَاهُ بِالسِّوَاكِ.

۲۳۸۔ حذیفہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جب نبی ﷺ رات کو اٹھتے تو اپنے منہ کو ملتے مسواک سے۔

بَابُ دَفْعِ السِّوَاكِ إِلَى الْأَكْبَرِ.

بڑے کو مسواک دینے کا بیان۔

وَقَالَ عَفَّانُ حَدَّثَنَا صَخْرُ بْنُ جُوَيْرِيَةَ عَنْ نَافِعٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ أَرَانِي أَتَسَوَّكُ بِسِوَاكٍ فَجَآءَنِي رَجُلَانِ أَحَدُهُمَا أَكْبَرُ مِنَ الْآخَرِ فَنَاوَلْتُ السِّوَاكَ الْأَصْغَرَ مِنْهُمَا فَقِيْلَ لِي كَبِّرْ فَدَفَعْتُهُ إِلَى الْأَكْبَرِ مِنْهُمَا قَالَ أَبُوْ عَبْدِ اللّٰهِ اخْتَصَرَهُ نُعَيْمٌ عَنِ ابْنِ الْمُبَارَكِ عَنْ أُسَامَةَ عَنْ نَافِعٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ.

ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا کہ مجھ کو خواب میں معلوم ہوا کہ میں مسواک کرتا ہوں پھر دو شخص آئے ایک ان میں سے دوسرے سے بڑا ہے سو میں نے وہ مسواک چھوٹے کو دی تو مجھ کو کہا گیا کہ بڑے کو دے سو میں نے وہ مسواک بڑے کو دی۔

فائدہ: اس حدیث سے بڑی عمر والے کی تعظیم اور تقدیم ثابت ہوتی ہے اور ایک روایت میں ہے کہ میں نے حضرت ﷺ کو دیکھا کہ مسواک کرتے تھے تو حضرت ﷺ نے وہ مسواک سب سے بڑے کو دی پھر فرمایا کہ جبرئیل علیہ السلام نے مجھ سے کہا کہ بڑے کو دوں اور یہ روایت چاہتی ہے کہ یہ معاملہ جاگتے واقع ہو اور تطبیق درمیان

اس کے اور درمیان روایت صخر کے یہ ہے کہ جب واقع ہوا یہ معاملہ بیداری میں تو خبر دی ان کو حضرت ﷺ نے ساتھ اس چیز کے کہ خواب میں دیکھی واسطے تنبیہ کرنے کے اس پر کہ حکم کیا اس نے آپ کو ساتھ وحی متقدم کے اور تائید کرتی ہے اس کی روایت عائشہ رضی اللہ عنہا کی جو ابو داؤد نے روایت کیا ہے کہ تھے حضرت ﷺ مسواک کرتے اور آپ کے پاس دو مرد تھے سو حضرت ﷺ کو وحی ہوئی کہ مسواک بڑے کو دیں۔ کہا ابن بطال نے کہ اس میں مقدم کرنا بڑی عمر والے کا ہے مسواک میں اور یہی حکم ہے طعام اور شراب اور چلنے اور کلام کرنے کا۔ کہا مہلب نے یہ اس وقت ہے جب کہ لوگ مجلس میں بے ترتیب بیٹھے ہوں اور جب باترتیب بیٹھے ہوں تو سنت اس وقت مقدم کرنا داہنی طرف والے کا ہے اور یہ صحیح ہے اور اس سے معلوم ہوا کہ غیر کے مسواک سے مسواک کرنی مکروہ نہیں مگر یہ کہ مستحب ہے کہ پہلے اس کو دھو لے پھر اس کو استعمال کرے اور اس باب میں حدیث عائشہ رضی اللہ عنہا کی ہے کہ تھے حضرت ﷺ دیتے مجھ کو مسواک تا کہ اس کو دھوؤں سو میں پہلے اس کے ساتھ مسواک کرتی پھر دھو کر آپ کو دیتی اور یہ دلالت کرتا ہے اوپر عظیم ہونے ادب عائشہ رضی اللہ عنہا کے اور بڑی ہونے دانائی ان کی کے اس واسطے کہ اس کو پہلے نہ دھونا تا کہ نہ فوت ہو شفاء چاہنے آپ کی تھوک سے پھر دھونا اس کو واسطے ادب اور حکم بجا لانے کے اور احتمال ہے کہ ہو مراد ساتھ دھونے اس کے کی پاک کرنا اور نرم کرنا اس کا ساتھ پانی کے پہلے اس سے کہ اس کو استعمال کریں۔ (فتح)

بَابُ فَضْلِ مَنْ بَاتَ عَلَى الْوُضُوْءِ.

وضو سے سونے والے کی فضیلت کا بیان۔

٢٣٩ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ مُقَاتِلٍ قَالَ أَخْبَرَنَا عَبْدُ اللهِ قَالَ أَخْبَرَنَا سُفْيَانُ عَنْ مَنْصُوْرٍ عَنْ سَعْدِ بْنِ عُبَيْدَةَ عَنِ الْبَرَآءِ بْنِ عَازِبٍ قَالَ قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا أَتَيْتَ مَضْجَعَكَ فَتَوَضَّأْ وُضُوْئَكَ لِلصَّلَاةِ ثُمَّ اضْطَجِعْ عَلٰى شِقِّكَ الْأَيْمَنِ ثُمَّ قُلِ اللّٰهُمَّ أَسْلَمْتُ وَجْهِيْ إِلَيْكَ وَفَوَّضْتُ أَمْرِيْ إِلَيْكَ وَأَلْجَأْتُ ظَهْرِيْ إِلَيْكَ رَغْبَةً وَّرَهْبَةً إِلَيْكَ لَا مَلْجَأَ وَلَا مَنْجَا مِنْكَ إِلَّا إِلَيْكَ اللّٰهُمَّ اٰمَنْتُ بِكِتَابِكَ الَّذِيْ أَنْزَلْتَ وَبِنَبِيِّكَ الَّذِيْ أَرْسَلْتَ فَإِنْ مُتَّ مِنْ لَيْلَتِكَ

٢٣٩۔ براء بن عازب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا جب تو اپنے بچھونے پر یا خواب گاہ میں آئے پھر وضو کرے جیسا تو اپنی نماز کے واسطے وضو کرتا ہے پھر اپنی داہنی کروٹ پر لیٹ جائے پھر یہ دعا مانگے الٰہی! میں نے اپنی جان تجھ کو سونپی اور منہ کو تیرے سامنے کیا اور اپنا سب کام تیرے حوالے کیا اور اپنی پیٹھ تیری طرف جمائی تیرے شوق اور تیرے خوف سے تجھ سے بھاگنے کی جگہ کوئی نہیں اور نہ بچاؤ کا مکان ہے مگر تیری طرف الٰہی! میں تیری کتاب کے ساتھ ایمان لایا جو تو نے اتاری اور تیرے پیغمبر پر ایمان لایا جس کو تو نے بھیجا سو اگر تو اسی رات میں مر گیا تو ایمان پر مرا اور کر ان کو آخر ان کا جو کلام کرے تو ساتھ اس کے۔ براء رضی اللہ عنہ کہتے

فَأَنْتَ عَلَى الْفِطْرَةِ وَاجْعَلْهُنَّ اٰخِرَ مَا تَتَكَلَّمُ بِهٖ قَالَ فَرَدَّدْتُهَا عَلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَلَمَّا بَلَغْتُ اللّٰهُمَّ اٰمَنْتُ بِكِتَابِكَ الَّذِىْ أَنْزَلْتَ قُلْتُ وَرَسُوْلِكَ قَالَ لَا وَنَبِيِّكَ الَّذِىْ أَرْسَلْتَ.

ہیں سو میں نے نبی ﷺ پر ان کلموں کو دوہرایا سو جب میں اس کلمہ پر پہنچا اَللّٰهُمَّ اٰمَنْتُ بِكِتَابِكَ الَّذِىْ اَنْزَلْتَ تو بجائے لفظ نَبِيِّكَ کے میں نے رَسُوْلِكَ کہا سو حضرت ﷺ نے فرمایا کہ ایسا نہ کہو بلکہ کہو وَنَبِيِّكَ الَّذِىْ اَرْسَلْتَ یعنی نبی کے بدلے میں رسول نہ کہہ۔

فائدہ: یہ اس کو آپ نے اس واسطے فرمایا کہ دعا اور اذکار کے الفاظ توقیفی ہیں پس ثواب جب ہی ہوتا ہے کہ اسی لفظ سے بولے جس کو اللہ اور رسول نے فرمایا اپنی طرف سے کوئی لفظ نہ بدلے یا یہ کہ آپ کو اسی لفظ نبی کے ساتھ وحی ہوئی تھی اس واسطے آپ نے اسی لفظ پر ٹھہرنا مناسب جانا یا یہ کہ اس میں تکرار لفظ کا آتا تھا اس لیے کہ اَرْسَلْتَ کے لفظ میں رسول بھی موجود ہے جب یہاں بھی رسول بولا جاتا تو تکرار لفظ کا لازم آتا اور یا ذکر کیا اس کو واسطے پرہیز کرنے کے اس شخص سے کہ رسول ہیں بغیر نبوت کے مانند جبرئیل وغیرہ فرشتوں کے اس واسطے کہ وہ رسول ہیں نبی نہیں اور شاید آپ نے ارادہ کیا خالص کرنے کلام کا لبس سے یا اس واسطے کہ لفظ نبی کا زیادہ ہے تعریف میں رسول کے لفظ سے اس واسطے کہ وہ مشترک ہے ہر رسول پر برخلاف لفظ نبی کے کہ وہ عرف میں مشترک نہیں بنا بر اس کے جو کہتا ہے کہ ہر رسول نبی ہے بغیر عکس کے اس کا اطلاق صحیح نہیں اور احتمال ہے کہ ہو یہ اشارہ طرف اس کی کہ حضرت ﷺ نبی تھے پہلے اس سے کہ ہوں رسول یا اس واسطے کہ پہلے قول میں وصف زیادہ نہیں اور دوسرے قول میں وصف زائد ہے اور یہ جو کہا کہ جب تو اپنے بچھونے پر آئے سو وضو کرے تو اس میں تازہ کرنا وضو کا ہے واسطے اس شخص کے کہ سونے کا ارادہ کرے اگرچہ باوضو ہو اور احتمال ہے کہ ہو یہ حکم خاص ساتھ اس شخص کے جو بے وضو ہو اور وجہ مناسب ہونے اس کے کی واسطے ترجمہ آپ کے اس قول سے سو اگر تو اسی رات مر گیا تو ایمان پر مرا اور مراد ساتھ فطرت کے سنت ہے۔ (فتح الباری)

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ کہ ترجمہ پارہ اول صحیح بخاری با ترجمہ فتح الباری تمام ہوا۔

وَصَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلٰى خَيْرِ خَلْقِهٖ مُحَمَّدٍ وَّاٰلِهٖ وَاَصْحَابِهٖ اَجْمَعِيْنَ

سو جو مسلمان اس کو پڑھیں پڑھائیں اور اس سے فائدہ اٹھائیں مہتمم اور مترجم کے حق میں خاتمہ بالایمان کی دعا فرمائیں، ۱۳۴۰ ہجری۔

❀ ...... ❀ ...... ❀

بسم اللہ الرحمن الرحیم

فہرست مضامین

یہ کتاب ہے علم کے بیان میں

یہ کتاب ہے وضوء کے بیان میں